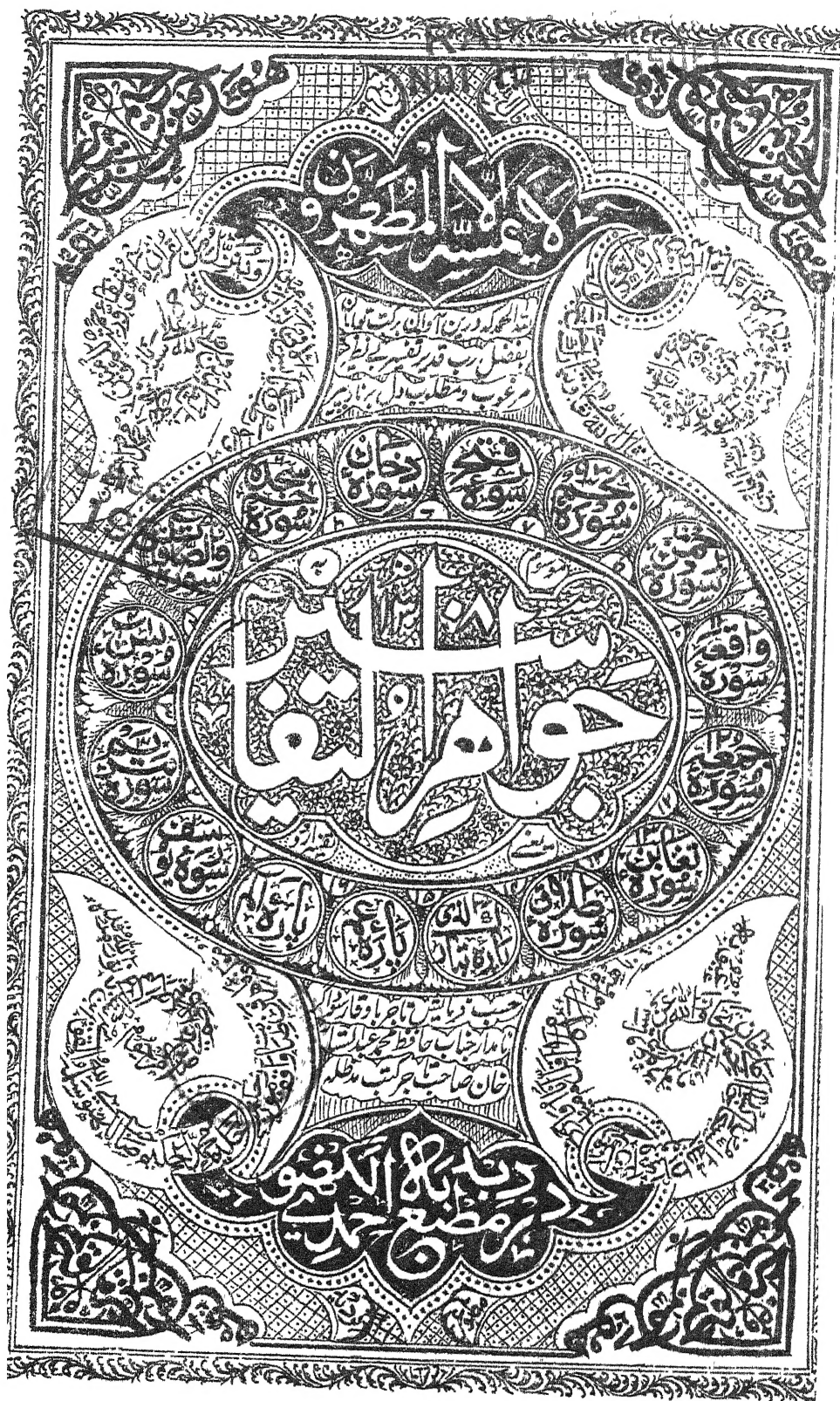


هو ابن الفاضل

١١

هو ابن الفاضل



التاسع

واضح ہو کہ نیازمند کی دکان بن ہر علم فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے۔ منجملہ اسے یہاں چند قسم کی کتابیں از قسم تصانیف بے ہما و تفاسیر و قرات و آواراد و تصوف و تہذیب و شریعت و لغت وغیرہ ملاحظہ ناظرین ثنائین کے لیے درج ذیل ہیں۔ الملتقاہ محمد عبد الستار خان تاجر کتب کمان واقع چوک کلا

۱۔ لیے یہ وظیفہ نہایت مجرب و قیمت مع محصول
وظیفہ کریمہ۔ اس میں ہر مرض اور مقصد کے لیے اعمال
مندرج ہیں۔ قیمت مع محصول ۳۔
شرح قصیدہ لامیہ تصنیف صلاح الدین۔
مجموعہ اوراد فقحیہ مترجم دعا کے رقاب و مناجات
حضرت اویس قرنی و دعا کے سیفی و دعا کے سنہ
قیمت مع محصول ۲۔
دلائل الخیرات مع ارشاد مرشد مطبوعہ مطبع القضا
دہلی۔ قیمت مع محصول ۵۔
دلائل الخیرات مع دو ترجمہ مطبوعہ مطبع احمدی کانپور
قیمت مع محصول ۱۰۔
نہایت مطبوعہ نظامی تعجب بافضل الازکار حسین
سورت کے خواص مفصل لکھے ہیں۔ قیمت ۲۔
ورومبارک لکھنؤ دہ نام اور اسکا مبارک آنحضرت صلی علیہ وسلم
اور ہر حاجت کے واسطے آمین پراخ و دعائیں مندرجہ
ہیں۔ قیمت مع محصول ۱۱۔

تصوف

رفیق الارواح ترجمہ ارواح و اسرار الارواح۔ ۳۔
انیس الارواح بزبان فارسی ۱۱۔

محصولات

قرآن شریف با ترجمہ اردو و تصنیف۔ مولانا شاہ
رفیع الدین صاحب تحت لفظ مع فوائد مولانا شاہ عبد القادر
صاحب بخط اصلی واضح مطبوعہ مطبع فیض عالم دہلی ہفت ہجری
مالیان بنگ خانی کاغذ سفید و بادامی ہر دو قیمت
مع محصول ڈاک ۱۔
قرآن شریف ہشت پہل با ترجمہ اردو و مولانا شاہ
عبد القادر صاحب و برجائید تفسیر حسینی مالیان بنگ خانی
کاغذ سفید و بادامی مطبوعہ مطبع انصاری قیمت ۳۔
حامل تعویذی گلے میں ڈالنے کی۔ ۶۔

تفاسیر

ترجمہ تفسیر بارہ تبارک الذی از مولانا شاہ عبد القادر
صاحب مع مجموعہ نکات قرآنی و اعمال و وظائف
و قصص انبیاء مطبوعہ مطبع نظامی ۱۔

وظائف

جو اس القرآن مع ترجمہ اردو و مطبوعہ مطبع مجتہبانی دہلی
اس میں آیات تسبیح و تہلیل و تحمید و استغفار و دعا وغیرہ
مندرج ہیں سات دن کے پڑھنے کے سات وظیفے علیحدہ
علحدہ ہیں ثقلے امراض اور قضاے حاجات کے

ت پ ا ر ہ ا د سورتہا کے جواب التفسیر مع نشان صفحات

صفحہ	نام سورتہا	صفحہ	نام سورتہا
(۴)	تفسیر بسم اللہ	(۲)	تفسیر
(۶)	تفسیر سورۃ فاتحہ	(۴)	ن سورۃ فاتحہ
(۷)	یارہ الم سورہ بقرہ - یہ سورت تمام نہیں صرف آخر پارہ تک ہے		
(۵۵)	سورۃ النور جو شاغلین اور ذاکرین کے ورد و وظائف میں ہیں		

(۳۱۱)	سورۃ فتح	(۵۵)	سورۃ یوسف
(۳۲۷)	سورۃ نجم	(۲۰۱)	سورۃ مریم
(۳۲۱)	سورۃ الرحمن	(۲۳۲)	سورۃ یٰسین
(۳۲۵)	سورۃ فاتحہ	(۲۵۵)	سورۃ الصافات
(۳۲۶)	سورۃ حجۃ	(۲۸۱)	سورۃ الحکم سجدہ
(۳۲۹)	سورۃ تین	(۲۹۹)	سورۃ دخان
(۳۷۶)	سورۃ طلاق		

پارہ تبارک الذی اس میں گیارہ سورتیں ہیں

(۳۳۷)	سورۃ جن	(۳۸۳)	سورۃ ملک
(۳۵۲)	سورۃ مزمل	(۳۹۲)	سورۃ قلم
(۳۶۶)	سورۃ مدثر	(۴۰۴)	سورۃ حاقہ
(۳۸۴)	سورۃ قیامہ	(۴۱۵)	سورۃ ناس
(۳۹۳)	سورۃ دہر	(۴۲۶)	سورۃ نوح
(۵۰۵)	سورۃ مرسلات		

پارہ عم قیسار لون اس میں ستر سورتیں ہیں

نام سورتاں	صفحہ	نام سورتاں
سورۃ قدر	(۵۱۵)	سورۃ نبا
سورۃ بقرہ	(۵۲۶)	سورۃ نازعات
سورۃ زلزال	(۵۴۰)	سورۃ عبس
سورۃ عادیات	(۵۵۰)	سورۃ تکویر
سورۃ قارعہ	(۵۵۹)	سورۃ انفطار
سورۃ نکاثہ	(۵۶۴)	سورۃ تطہین
سورۃ عصر	(۵۷۳)	سورۃ اشقاق
سورۃ ہمزہ	(۵۷۸)	سورۃ بروج
سورۃ فیل	(۵۸۸)	سورۃ طارق
سورۃ قریش	(۵۹۲)	سورۃ اعلیٰ
سورۃ ماعون	(۵۹۵)	سورۃ غاشیہ
سورۃ کوثر	(۶۰۰)	سورۃ فجر
سورۃ کافرون	(۶۰۷)	سورۃ بلد
سورۃ نصر	(۶۱۱)	سورۃ شمس
سورۃ لب	(۶۱۳)	سورۃ لیل
سورۃ اخلاص	(۶۱۸)	سورۃ یحییٰ
سورۃ فلق	(۶۲۱)	سورۃ اشرار
سورۃ ناس	(۶۲۴)	سورۃ تین
خاتمہ	(۶۲۶)	سورۃ علق



پھر سمجھ لیں آدم نے اپنے رب سے کمی باتیں لینے جب حضرت آدم علیہ السلام کو کوہ
 سراندپ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دو سو برس گزر گئے تب پروردگار نے اونکے
 دلمین چند کلمے الفا کیے جنکے ذریعے سے آدم و حوا دونوں نے دعا کی اپنے پروردگار
 سے اور وہ کلمات آٹھویں پیدارے میں بعد نصف کے ہیں یعنی سورہ اعراف کے
 رکوع آخر میں اور یہاں مناسب مقام سمجھ کر لکھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں **فَاكَاذِبًا ظَلَمْنَا
 اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَوْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَكُمْ كُنَّا مِنَ الْخٰسِرِيْنَ** ○ یعنی کہا دونوں نے
 اے پروردگار ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنے نفسوں پر کہ تیری نافرمانی کی پس اگر نہ بخشے گا تو
 ہمیں اور نہ رحم کرے گا تو ہم پر تو ہو جائیں گے ہم زبان کاروں میں سے **فَتَاَبَّ عَلَيْهِ
 پس متوجہ ہوا انکی طرف خدا سے تعالے مہربانی سے اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ
 الرَّحِيْمُ** ○ برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔ **قُلْنَا اهْبِطُوْا
 مِنْهَا جَمِيْعًا** ہمنے کہا تم اترو یہاں سے سارے یعنی فرمایا پروردگار نے کہ
 تم سب یہاں سے اتر جاؤ **فَاَمَّا يٰۤاٰدِیْنِیْکُمْ مِّنْیْ هٰذِیْ فَمَنْ تَبِعَ
 هٰذِیْ فَلَا خَوْفَ عَلَیْہُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ** ○ پس اگر اے
 تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پس جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت
 کی تو نہ ہوگا اس سے ڈر اور نہ وہ غمگین ہوگا **وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا
 بِآٰیٰتِنَا** اور جو لوگ منکر ہوئے اور ٹھٹھلایا اونھوں نے ہماری نشانیوں کو **اُولٰٓئِکَ
 اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْہَا خٰلِدُوْنَ** ○ وہی لوگ ہیں دوزخ والے اور وہ
 اوس میں ہمیشہ رہیں گے۔ **یٰۤاٰدِیْنِیْ اَسْرَآئِیْلُ ذٰکُرُوْا نِعْمَتِیْ الَّتِیْ
 اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ اے یعقوب کے بیٹو یاد کرو میری اس نعمت کو جو میں نے
 تمکو دی **وَآَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفِ بِعَهْدِکُمْ وَاٰیٰی فَاَرْہَبُوْنَ
 اور پورا کرو قرار میرا تو میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو۔** یعنی اللہ کا حکم**

پھر سمجھ لیں آدم نے اپنے رب سے کمی باتیں لینے جب حضرت آدم علیہ السلام کو کوہ سراندپ پر گریہ وزاری کرتے ہوئے دو سو برس گزر گئے تب پروردگار نے اونکے دلمین چند کلمے الفا کیے جنکے ذریعے سے آدم و حوا دونوں نے دعا کی اپنے پروردگار سے اور وہ کلمات آٹھویں پیدارے میں بعد نصف کے ہیں یعنی سورہ اعراف کے رکوع آخر میں اور یہاں مناسب مقام سمجھ کر لکھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں

اور اس کے رسولوں کی پیروی کرو اور خدا سے تمہارے لئے سے ڈرتے رہو تو تم اپنے مطلب میں
 کامیاب ہو گے۔ **ش** نبی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا لقب ہے جنہیں
 حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور تورات اُتری اور فرعون سے خلاصی پا کر ملک
 شام میں بسے تھے اور نے اللہ تعالیٰ نے اقرار کیا تھا کہ اگر تم تورات کے حکموں پر قائم
 رہو گے اور تمہارے بچے ہم سے بیویوں کے مددگار ہو گے تو ملک شام تمہارے
 پاس رہے گا مگر وہ گمراہ ہو گئے نہ نیت کر کے لگے۔ رشوت لینا اور جھوٹے شے بنانا اور
 غوثیہ کے لیے حق بات چھپانا اختیار کر لیا اور انہیں باتوں سے اپنی ریاست کا فروغ
 چاہا اور اپنے اقرار کو بھول گئے پیغمبروں کی اطاعت چھوڑ دی اور انکی تشریفیں جو
 تورات میں لکھی تھیں بدل ڈالیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انکو
 انکی نافرمانی اور انہما احسان بادلا یا وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ اور ایمان لاؤ اور سچ کچھ اور اسے قرآن میں سچ بتاؤ اور اسکو جو تمہارے
 ساتھ ہے اسے تورات۔ **وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ کَافِرٍ** اور نہ پہلے کافر
 اور **وَلَا تَشْتَرُوْا بِآٰیَاتِیْ ثُمَّ تَقُلُوْنَ** اور نہ تو میری آیتوں کے عوض میں
 ان کی نافرمانی اور انہما احسان بادلا یا وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا
 اور اسے ساتھ کی تورات کی وہ آیتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں تھیں
 پھر بدل کر کے پڑھتے اور حکم کو چھپاتے تھے حالانکہ تورات میں یہ نشان بتایا گیا تھا کہ جو
 نبی مبعوث ہو اور تورات کو سچا کہے تو جانو کہ وہ سچا ہے نہیں تو جھوٹا ہے۔ اور مراد
 آیتوں پر تھوڑا مول لینے سے یہ ہے کہ دنیا کی محبت کے سبب سے دین نہ چھوڑو
وَاٰیٰی فَالْتَقُوْنَ اور مجھ سے ڈرتے رہو۔ **وَلَا تَلْسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ**
وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ کَافِرٍ اور نہ ملاؤ سچ کو جھوٹ کے ساتھ اور نہ چھپا
 سچ کو دیرہ و دانستہ **وَاَقِمُوْا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّکٰوةَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاٰعِیْنَ**

اور قائم رکھو نماز، چکانہ اور زکوٰۃ دو موافق حکم شرع کے اور جھکو جھکنے والوں کے ساتھ
 اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَسْتَلُوْنَ الْكِتٰبَ
 آیا حکم کرتے ہو تم لوگوں کو نیک کام کرنے کا اور بھولتے ہو اپنے نفسوں کو اور تم
 پڑھتے ہو کتاب۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ پھر کیوں نہیں سمجھتے۔ بیش مرنے کے بغیر
 یہودی عالم اپنے ادن یا رشتادوں کو جو ایمان لائے تھے احکام دین محمدی کی
 کرتے تھے اور خود ایمان سے خارج تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا
 سبب کے نزول کا یہ ہے کہ علمائے یہود اپنے متعلق رشتہ داروں سے پوشیدہ طور
 پر کہتے تھے کہ یہ پیغمبر برحق ہے تم ایمان لاؤ تاکہ کھانا پاؤ اور جو دولت مند تھے ان کو شہ
 میں ڈالتے اور رشوت لیتے اور مال حرام کھاتے تھے۔ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ
 وَالصَّلٰوةِ اور مرد طلب کرو ہر حال میں ساتھ صبر اور نماز چکانہ کے دفع ملبات
 کے لیے۔ وَابْتِهٰا الْكِدَّةُ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنْهُمْ
 مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ وَانْتَهُوْا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○ اور تحقیق وہ بیسے نماز کا پڑھنا
 ہر طرح سے سخت ہے مگر ادن ڈرنے والوں پر جو گمان کرتے ہیں کہ ان کو ملنا ہے اپنے
 پروردگار سے اور وہ اسی کی طرف پھر جائیں گے۔ يٰبَنِي اِسْرٰٓءِيْلَ ذْكُرُوْا
 نِعْمَتِي الَّتِيْ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاِذْ اِيْتٰى فِصْلَكُمْ عَلَى الْعِلْيٰنِ ○ اور
 یعقوب کے بیٹوں کو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور جو میں نے بزرگی دی
 تم کو تمام عالم پر۔ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يَقْبَلُ
 مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنصَرُونَ ○ اور
 بچو اس دن کے عذاب سے کہ کام نہ آوے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ بھر
 اور قبول نہواو سکی طرف سے سفارش اور نہ لین اد کے بدلے میں کچھ اور نہ ان کو
 مرد پوشے۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں بڑے نہ جائیں گے۔ ہاں

باپ دادا جو بغیر گزرے مہین ہلکے پالین گے۔ اونکے گھمان باطل کے دور ہونے
 کے لیے خداوند تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ **وَاِذْ جَعَلْنَاكَ مَوْمِنًا**
اِلٰ فِرْعَوْنَ يَسُومُوْنَكَ سُوَاءَ الْعَذَابِ يَذِجُوْنَ اَبْنَاءَكَ كُفُوًا وَيَسْتَخِفُّوْنَ
نِسَاءَكَ كُفُوًا فِيْ ذٰلِكَ لَكُمُ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيْمٌ ○ اور یاد کرو اس وقت کو جب
 ہم نے تمکو بچا یا فرعون کے لوگوں سے کہ تمکو سخت تکلیفیں دیتے تھے اور ذبح کرتے
 تھے تمہاری بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری بیٹوں کو اور اس کام میں بہت بڑی آزمائش
 تھی تمہارے پروردگار کی طرف سے۔ **ش** فرعون نے ایک رات خواب میں دیکھا
 کہ بنی اسرائیل میں سے ایک ایسی آگ اومٹی جسے فرعون اور اسکی آل و اولاد
 اور سب گھر بار کو جلا دیا۔ فرعون نے اس خواب کی تعبیر نجومیوں سے پوچھی اونھوں نے
 بیان کیا کہ ایک لڑکا بنی اسرائیل میں سے پیدا ہو گا جو تجھے مارے گا اور تیرا گھر بار ملک
 مال سب خراب و خستہ خاک سیاہ کر ڈالے گا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے
 اور فرعون کو ہلاک کر دیں گے۔ فرعون نے نجومیوں سے یہ حال سنکر بنی اسرائیل کو سخت
 تکلیفیں دیں اور شہر ہزار لڑکے بنی اسرائیل کے ایک سال سے دو سال تک کی عمر کے
 قتل کر ڈالے اور پیٹ والیوں کے پیٹ گروا دیے اور بڑے بڑے ظلم کیے۔ مگر
 خداے تعالیٰ نے اپنے فضل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچا لیا اور بنی اسرائیل
 کو اس عذاب سخت سے نجات دی۔ اسی فضل و احسان کے یاد دلانے کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی اور تہیہ حال آگے ارشاد ہوتا ہے۔ **وَاِذْ**
قَرْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَجَعَلْنَاكُمُ وَاَعْرَفْنَا اِلٰ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○
 اور یاد کرو جبوقت چیرا ہم نے تمہارے جانے کے لیے دریائے نیل یعنی بانی کو دیا
 بائیں کر کے تھیں راہ دی اور پھر بچا لیا تمکو فرعون سے اور غرق کر دیا فرعون کو اور
 اوسکے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے۔ تبہ اسکے پروردگار عالم نے موسیٰ علیہ السلام سے

وعدہ کیا کہ تم طو سینا پہاڑ پر جا کر چالیس شبانہ روز میری عبادت کرو تو میں تمکو تورات
 بخشوں گا جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر عبادت میں مشغول ہوئے اور مدت معینہ سے کچھ
 دن زیادہ گزر گئے تو سامری نامے کافر نے ایک گوسالہ بنا کر تمام بنی اسرائیل کو درغلانا
 اور اوس پھڑے کی بندگی کرنے کی تحریک و ترغیب کر کے گمراہ کیا۔ اوسکا ذکر اللہ
 تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے **وَلَا ذُوْا عَدَاۗئِنَا مُؤْسٰی اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ
 اتَّخَذُوا الْحُلَّ مِنَ بَعْدِهَا وَاَنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ** ○ اور یاد کرو جب میں نے وعدہ کیا
 موسیٰ سے چالیس رات کا ہر تنے بنالیا پھڑا اوسکے پیچھے یعنی حضرت موسیٰ کے
 جانے کے بعد۔ اور تم بے انصاف ہو تو غفونا عنکم من بعد ذلک لعلکم
 تَشْكُرُوْنَ ○ پر معاف کیا میں نے تمکو اس پر بھی شاید تم احسان مانو۔ **وَإِذْ اَتَيْنَا
 مُوسٰی الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ** ○ اور جب دی گئی تھی
 موسیٰ کو کتاب اور حجت شاید کہ تم راہ پاؤ حجت سے مراد وہ حکم ہیں جسے معاملے
 فیصل ہوں اور روانہ اور معلوم ہو۔ **وَإِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِہٖ یَقُوْمُہٗ اَنْکُمْ
 ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمْ بِالْحُلَّ فِتُوْبًا اِلٰی بَارِئِکُمْ قَاتِلُوْا
 اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ اِنَّہٗ
 هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ** ○ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم تم نے نقصان
 کیا اپنا یہ پھڑا بنا کے پریش کے لیے پس اب توبہ کرو اپنے پروردگار کی طرف اور مار
 ڈالو اپنی جان اپنی جان یہ بہتر ہے تمہارے لیے تمہارے خالق کے نزدیک۔ توبہ
 قبول کر کے تمہاری جینک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ **ش** بعد نزول آیت
 آیت شریف کے گوسالہ پر ستون نے جنگل میں جا کر دوزانو میٹھے سرزمین پر رکھ دیا اور
 حضرت ہارون علیہ السلام نے بارہ ہزار آدمیوں کے ہمراہ تلوار لے کر مارنا شروع کیا
 صبح سے دوپہر تک شتر ہزار آدمی مارے گئے۔ تب پروردگار نے توبہ قبول فرمائی

اور یہی مذکور اس آیت شریف میں تھا۔ **وَإِذْ قُلْتُمْ يُوسُفُ سُبْحٰنَكَ كُنْتَ تَكُنْ**
حَتَّىٰ نَرَىٰكَ اللَّهُ جَهَنَّمَ۔ اور جب وقت کہاتے اے موسیٰ نہ ایمان لائیں گے ہم
تجھ سے جب تک نہ دیکھیں گے خدا کو سامنے۔ اسکا حال اسطرچہ ہے کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام اپنی امت میں سے شر آدمی ہمراہ لے کے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور
فرمایا کہ تم پروردگار کا حکم اپنے کانوں سے سن لو۔ اور وہ حکم پروردگار سنکر اوسکے
دیکھنے کے خواہاں ہوئے اور بے ادب ہو کر کہنے لگے کہ جب ہم آنکھوں سے اپنے پروردگار
کو دیکھیں تو یقین ہو سکے اس بات پر خداوند تعالیٰ کو غصہ آیا۔ **فَاَخَذْنَا مَثَلُ**
الصُّعُفَةِ۔ پھر پکڑ لیا نمکونجلی نے جو آسمان پر سے آئی اور مارا تمکو **وَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ**
اور تم دیکھتے تھے۔ **ثُمَّ بَعَثْنَا مِمَّنْ بَعْدَ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** ○
پھر زندہ کھڑا کر دیا ہم نے تمکو بعد تمہارے مرنے کے شاید کہ تم شکر گزار ہو۔ نبی اسرائیل
کو حکم ہوا تھا عاقلہ کے جہاد کا اور انھوں نے اس بارے میں غفلت کی اس باعث
سے خدا سے برتر غصتے ہوا اور اس عقاب کے باعث سے چالیں برس جنگل میں پرک
رہے کھانا پینا سایہ کچھ نہ تھا صبح سے بارہ بارہ کو س ادھر ادھر چلتے اور دو پہر کو
جہان سے چلے تھے وہیں پہنچتے لاچار ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے مت وزاری کی
اور خدا سے تعالیٰ سے مناجات کر کے امن وامان چاہی تب من و سلویٰ کھانے
کے لیے عنایت ہوا۔ اس ایک شیریں چیز تھی شل دہنیے کے دانوں کے وہ مات کو
آسمان سے برستی اور لشکر کے گرد اوسکے انبار ہو جاتے صبح کو ہر ایک اپنی اپنی خوش
کے موافق لے آتا۔ اور سلویٰ ایک جانور کا نام ہے شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جانور
از خود جمع ہو جاتے جب کچھ اندھیرا ہوتا لوگ پکڑ لانے اور کباب بنانے کھاتے اور
بچے کے لیے ایک پتھر سے پارہ چٹنے جاری ہوتے اور ابر نے سببان بکے سایہ کیا
اسپر بھی اونھوں نے ان نعمتوں کی قدر بخانی اور کفران نعمت کرنے لگے اس آیت میں

اسی قصے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَظَلَمْنَا عَلَيْكَ
 الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْمَنَّاءَ وَالسَّلَاطِيَّ اور سایہ کیا ہم نے اوپر تمہارے
 بادل کا اور اتارا ہم نے تمہرے اور سلویٰ۔ فَكُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
 کھاؤ پاک چیزیں جو ہم نے دین تمکو اور روز کا روز خرچ کرو دوسرے دن کو نہ رکھو۔
 مگر انھوں نے اس حکم کے برخلاف کیا اور کھانا رکھ رکھ کے سُرا یا وَمَا ظَلَمُوا
 اور نہیں کیا انھوں نے ہم پر کچھ ظلم کہ حکم نہ مانا وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ
 لیکن تھے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کہ اللہ کے حکم کو نہ مانا وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا
 هَذِهِ الْقَرْيَةَ- اور جب کہا ہم نے داخل ہو اس گاؤں میں۔ اور وہ گاؤں ایسا
 نام جباروں کا تھا اور حضرت موسیٰ ہی کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ فَكُلُوا مِنْهَا
 حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا- اور کھاتے پھرو اس گاؤں میں جہاں چاہو محفوظ ہو
 وَأَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا- اور داخل ہو اس گاؤں کے دروازے میں
 سجدہ کرتے ہوئے۔ وَقُولُوا حِطَّةٌ اور کہو سوال ہمارا بخش ہے گناہوں کی
 نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ تَوَخَّشِينَ ہم تمہارے گناہ۔ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ
 اور قریب ہے کہ زیادہ دیے ہم نیکی کرنے والوں کو۔ قَبْلَ الَّذِي نَزَّلْنَا
 فَاغْيَاؤُ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ- پہر بل ڈالی بے انصافوں نے اور بات سوا
 اس کے جو کہدی تھی۔ میں نے حکم ہوا تھا کہ حِطَّةٌ کہو جسکے معنی میں گناہ اترے مگر وہ
 حِطَّةٌ کہنے لگے جسکے معنی میں گناہ۔ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ
 السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○ پس اتارا ہم نے ان بے انصاف نافرمانی
 کرنے والوں پر بڑا عذاب آسمان سے سبب اسکے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور
 بجائے سجدے کے سرین پر پھلتے تھے۔ شہر میں جاتے ہی انہیں طاعون
 پھوڑے کی دبانے آگیا اور وہ دہر میں قریب شہر ہزار آدمی کے مر گئے۔ وَ

پنجمہ دن کو مات ذلک بما عصوا وكانوا يعتدون ○ یہ اس سبب
 کہ بے حکم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے ان الذین امنوا والذین هادوا
 والنصارى والصابئين من امن بالله واليوم الآخر شيك
 لوگ سلمان ہوئے اور وہ لوگ جو یوہودی ہوئے اور نصرا نی ہوئے اور بے دین جو
 کسی دین پر قائم نہیں رہتے کبھی تار دن کو پوجتے کبھی زبور پڑھتے کبھی کبھی
 نماز ادا کرتے ہیں یا زندق یا فرشتوں کے پوجنے والے انہیں سے جو کوئی ایمان لایا
 اللہ پر سچے دل سے اور ایمان لایا قیامت کے دن پر وعمل صالحا فلهم
 اجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون ○ اور کام
 کی نیک تو اونکے لیے ہے اونکی مزدوری اپنے پروردگار کے پاس اور نہ اونکو
 ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ میں کسی فرقے پر موقوف نہیں یقین لانا شرط ہے اور
 عمل نیک اپنے اپنے وقت میں جسے ایسا کیا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے ارشاد ہوا کہ
 بنی اسرائیل اس امر پر مغرور تھے کہ ہم پنجمہ دن کی اولاد سے ہیں ہم ہر طرح سے خدا کے
 ایمان بہتر ہیں۔ یوہو حضرت موسیٰ کی امت کو کہتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ
 کی امت کو اور صابئین کا بھی ایک فرقہ ہے جو حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں۔ واذا
 اخذنا ميثاقك ○ اور جب لیا ہم نے اقرار سے ورفعتا فوقك الطور
 اور اونچا کیا ہم نے تم پر ہاٹش جب بنی اسرائیل پر توریت نازل ہوئی تو کہنے لگے
 ہم سے اتنے حکم نہ ہو سکیں گے تب خداے تعالیٰ کے حکم سے کوہ طور اونپر آیا اور
 بعض مقام میں لکھا ہے کہ ایک آگ اونکے آگے ظاہر ہوئی اور اسکے بعد ایک دیوار
 ڈھار نمودار ہوا یہ احوال دیکھ پریشان ہو کر گر پڑے اور ڈر کر قبول کیا۔ اور خداے
 تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا اخذوا ما اتيناكم بقوة کچھ دجو ہم نے تمکو دیا زور
 سے واذا كرموا فيه لعلكم تتقون ○ اور یاد کرتے رہو جو کچھ ہم نے تم

شانہ کہ تم بجز عذاب و عقاب سے نہ تو لوگ تو مومن بعد از ایک ہر تم پر
 اے بعد فلو کا فضل اللہ علیکم ورحمۃہ لکنتم من الخسیرین
 پس اگر نہ تو فضل خدا سے تالے کا تپہ اور اس کی رحمت تو تم خراب ہوتے۔
 وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنْكُمْ فِي سَبْتٍ فَقُلْنَا لَهُمْ
 كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ اور بیشک جان چکے ہو تم ان لوگوں کو جنہوں
 نے تم میں سے داؤد علیہ السلام کے وقت میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں جو عبادت
 کا روز تھا۔ پس کہا میں ہو جاؤ بندہ پٹکارے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے
 وقت میں ہفتے کا روز عبادت پروردگار کے لیے خاص تھا اور تمام دنیاوی کاروبار
 خصوصاً سیر و شکار کی اوس دن سخت ممانعت تھی لیکن ان لوگوں نے اسی خاص
 دن میں مچھلیوں کا شکار کرنا چاہا۔ وجہ یہ ہوئی کہ ہفتے کے دن جب توریت و زبور کا
 وعظ ہوتا تھا تو سب مچھلیاں کیا چھوٹی اور کیا بڑی دریا کے کنارے اکٹھا ہو کر وعظ
 سننی تھیں جب یہودیوں نے مچھلیوں کو اس طرح سے دیکھا تو لالچ آیا اور پکڑنے کی فکر
 کرنے لگے اس بات سے خداوند تعالیٰ ناراض ہوا۔ فَجَعَلْنَاهُمْ نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ
 يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝ پھر میں اس قصے کو باعث
 خوف و عبرت کر دیا اوس شہر کے لوگوں کے لیے اور اس کے آگے بھیجے رہنے
 والوں کے لیے۔ اور نصیحت پر ہیزگاروں کے لیے جو اوس قوم میں تھے یا آنحضرت
 کی امت میں ہوئے۔ ایک یہودی نے دوسرے یہودی کو مار ڈالا حضرت موسیٰ
 علیہ السلام کے سامنے یہ قصہ پیش ہوا تحقیقات کی گئی لیکن قاتل کا نشان کسی طرح
 سے نہ ملا۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم آیا کہ ایک گائے فیج کرو
 اور اس کے جسم کا کوئی ٹکڑا لے کے مقتول کے مارو وہ جی اور ٹھیکہ اور اس پٹے قاتل
 کو خود بہادریگا۔ اسی کا تذکرہ آیات ذیل میں ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَإِذْ قَالَ

کہتے کہ۔ مُسْلِمَةٌ لَا شَيْءَ فِيهَا ط پوری ہے بے داغ ایک رنگ قالوا
 اَللّٰهُ حَيٌّ بِالْحَقِّ ط بولے اب کہی تم نے ٹھیک بات۔ فَاَنْجُوْهُمَا وَمَا كَادُوْهُمَا
 يَعْلَمُوْنَ ۝ پھر اوسکو ذبح کیا اور نہ معلوم ہوتے تھے ایسا کرنے والے۔ وَاِذْ
 قَتَلُوْا نَفْسًا فَاِذْ رَاَ تُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجُ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ اور
 جب تم نے مڑوا لا ایک شخص کو پہر لگے ایک دوسرے پر الزام دہرنے اور اللہ نکالتا
 ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو۔ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِ مَا پَرِهَ اَنْتُمْ مَارُوْا سِرُّكُمْ
 کہ اس گائے کے کسی ٹکڑے سے۔ پس جب مارا اوس مقتول کو تو زندہ ہو کر
 اوسنے اپنے قاتل کا نام بتایا اور جان بحق تسلیم ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے اوسکے
 قاتل سے انتقام لیا۔ اسمین نکتہ یہ ہے کہ جو گروہ کو سالہ برست تھا اوسی کے ہاتھ سے
 اللہ تعالیٰ نے گائے ذبح کرائی۔ كَذٰلِكَ يُخَيِّلُ اللّٰهُ اَلْمَوْتِ اِیْ ط اسی طرح سے
 جلاتا ہے اللہ مڑ کے کو۔ وَيُزِيْكُمُوْا اٰیٰتِهٖ ۝ اور دکھاتا ہے تمہیں نشانیاں اپنی
 قدرت کی لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ شاید کہ تم سمجھو۔ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
 ذٰلِكَ۔ بہرخت ہوئے دل تمہارے اسکے بعد فَهِيَ كَالْجَارَةِ سُوْرہ مین
 جیسے پھر آو اَنْتُمْ قَسُوْهُ ط بلکہ پھر سے بھی زیادہ سخت۔ یعنی بڑے سنگدل
 ہیں۔ وَاِنَّ مِنَ الْجَارَةِ لَمَا يَتَّخِذُ مِنْهَا لَا تَهْتَطُّ وَاَوْرِثُوهَا مِّنْۢ بَعْدِ
 اِیْہِ ۝ پھر مین جسے پھوٹی مین نہرین وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْتَقِقُ فَيَخْرُجُ
 مِنْهَا الْمَاءُ ط اور انھیں مین سے وہ بھی مین جو پھٹے مین اور نکلتا ہے اوسے
 اِنِّیْ ۝ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط اور انھیں مین سے
 وہ بھی مین جو گر پڑتے مین اللہ کے ڈر سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
 اور اللہ بے خبر نہیں ہے تمہارے کام سے۔ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا
 لَكُمْ اب کیا تم مسلمان لوگ توقع رکھتے ہو کہ وہ ماین گے تمہاری بات۔ یعنی ایمان

لائیں گے۔ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ لَيَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ اور تحقیق تھا
 ایک گروہ اون لوگوں کا کہ سنتے تھے اللہ کا کلام تو سچ ہے فَوَنذَرْنَا مِنْ بَعْدِ مَا
 عَقِلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ پھر اوسکو بدل ڈالتے تھے دانستہ حالانکہ وہ خوب
 سمجھ چکے تھے اوسکو۔ یعنی وہ خوب جانتے تھے اس بات کو کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہود مدینے میں نہ آویں کیونکہ انکے آنے سے فتنہ و فساد ہوتا
 ہے۔ اس واسطے کہ اوائل میں جب یہود آتے تھے تو کہتے تھے کہ ہم بھی مسلمانوں
 میں ہیں اور اپنے گروہ میں پہر جا کر شریک ہو جاتے۔ چنانچہ خداے تعالیٰ فرماتا ہے
 وَإِذْ الْقَوَّالَتَيْنِ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں
 سے کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں ہم۔ وَإِذْ اَخْلَا بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ قَالُوْا
 اٰخِذْ تَوْحٰٓدًا مِّمَّا فَكَمَ اللّٰهُ عَلٰیكُمْ اور جب اکٹھا ہوتے ہیں ایک دوسرے
 کے پاس یعنی یہودی لوگ شل کتب اور حبی وغیرہ کے تو کہتے ہیں کہ تم کیوں کہتے ہو
 اونسے وہ باتیں جو کھولی ہیں اللہ نے تم پر یعنی جب آپس میں جمع ہوتے ہیں تو ایک
 دوسرے سے کہتے ہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے توبہ کی
 اسی باتیں کیوں کہتے ہو جیسے بڑائی اور تعریف آنحضرت کی ظاہر ہو لیکن جو کچھ
 عِنْدَ رَبِّكُمْ مَخْطُؤٌ کہ جھٹلائیں وہ تمکو اون باتوں سے تمہارے رب کے آگے۔
 اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ کیا تمکو عقل نہیں اور تم یہ بات نہیں سمجھتے۔ اَوْ لَا يَعْلَمُوْنَ
 کیا اتنا بھی نہیں جانتے یہود ان اللہ یعلمو ما یُسروْنَ وَمَا یَعْلَمُوْنَ ○
 کہ اللہ کو معلوم ہے جو چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ اٰمِیُّوْنَ
 لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتٰبَ الْاَمَانِیَّ ○ اور انہیں یہودیوں میں سے وہ لوگ
 بھی ہیں جو پڑھتے لکھنے سے واقف نہیں یعنی کتاب کی خبر تک نہیں رکھتے لیکن
 اپنے مدعاے باطل کو خوب جانتے ہیں وَإِنْ هُمْ اِلَّا یُظَنُّوْنَ ○ اور نہیں

پاس اور نکلے مگر صرف خیال اور نکلے قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بآيَةٍ يُصَرِّفُونَ
 سو خرابی ہے اور نکلے لیے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے تَوْفَعُولُونَ
 هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ - پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے لِيَشْكُرُوا
 بِهِ مِمَّا قَلِيلًا لَّا تَاكُلُهُمْ يَدِينُ اَوْ سَكَنَ بِلَدٍ يَأْتِيهَا نَفْسٌ مِّنْ رَّحْمَتِ رَبِّكَ
 قَوْلٌ لِّهٖمْ مِّمَّا كَتَبْتَ آيَاتٍ يُّصَرِّفُونَ قَوْلَهُمْ وَمَا يَكْسِبُونَ ○ پس خرابی ہے
 اور نکلے لیے اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہے اور نکلے واسطے اپنی کمائی سے
 یہ وہ لوگ ہیں جو عوام کو اونکی مرضی کے موافق باتیں گھڑ کے لکھ دیتے تھے اور نسبت
 کرتے تھے خدا اور رسول کی طرف - اور جاہلون سے کہتے تھے کہ جو اوصاف پیغمبر الزمان
 کے توزیت میں لکھے ہیں وہ معاذ اللہ حضرت میں نہیں پائے جاتے - اور اسی بات
 کی رشوت لیتے تھے وَقَالُوا لَنُكْفِيَنَّكَ النَّارَ لَآ اِيَّامًا مَّعْدُودَةً اور
 کہتے ہیں یہود یہوذا آگ نہیں چھو سکی مگر کچھ دن گنتی کے - اور یہ اور نکالمان باطل تھا
 کہ وہ سمجھتے تھے دنیا کی مدت سات ہزار برس کی ہے - اور ہر ہزار برس کے بعد
 ایک دن عذاب ہوگا - پس اللہ تعالیٰ نے اور نکلے زعم باطل کے توڑنے کے
 لیے ارشاد فرمایا قُلْ اَتُحْذَرُونَ عَذَابَ اللَّهِ عَمَّآ - تم کہو اور محمد صلعم کیا تم نے
 چکے ہو اللہ کے بیان سے اقرار کہ تم پر عذاب نکر گیا فلن يخلف الله عهده
 تو البتہ اللہ تعالیٰ اپنے اقرار کے خلاف نکر گیا - اَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا
 لَا تَعْلَمُونَ ○ یا جوڑتے ہو اللہ پر وہ چیز جو نہیں جانتے ہو کی مگر کس
 سبب سے وَاَحَاطَتْ بِهٖ خُبْرَتُهُ اَن جَنَ كَانَهُ اور گھیر لیا اور سکو اوکے
 گناہوں نے قُلْ وَلِيكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○ پس وہی
 لوگ ہیں دوزخ کے اور وہ اوسی میں ہمیشہ رہیں گے - وَالَّذِينَ اٰمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَلِيكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ○

اور جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور کرتے ہیں کام نیک وہ جنت کے لوگ ہیں اور وہ ابھی
 میں ہمیشہ رہیں گے۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَٰءِيلَ** - اور جب لیا
 ہنسنے اقرار یعقوب کے بیٹوں سے **لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ** کہ نہ پوجو تم مگر اللہ کو
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا و **ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ** - اور ماں باپ
 سے اچھا سلوک کرو اور قرابت والوں سے اور یتیموں سے اور محتاجوں سے پس
 ماں باپ کا حق مانو اور انکی خدمت گزار رہو اور رشتے داروں اور یتیموں اور مسکینوں
 کے ساتھ احسان کرو۔ **وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا** و **أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ**
 اور کہو لوگوں کے واسطے نیک بات اور برابر رکھو نماز پہنچا نہ اور دیتے رہو زکوٰۃ موافق
 خدا کے۔ **ثُمَّ تَوَلَّيْتُمُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ وَأَنتُمْ مُّعْرِضُونَ** ○ پھر تم ہر گئے
 مگر تھوڑے تم میں سے اور تمکو وہاں نہیں کہ تم نے منہ پھیرا اس اقرار سے **وَإِذْ أَخَذْنَا**
مِيثَاقَكُمْ کہ **لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ** و **لَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ**
ثُمَّ أَفْرَأْتُمْ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ○ اور جب لیا ہنسنے اقرار سے کہ نہ کرو خون
 آپس میں اور نہ نکالو اپنی قوم کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کیا اور تم جانتے ہو
ثُمَّ أَفْرَأْتُمْ هَٰؤُلَاءِ يَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَخَرَجُوا مِّنْ دِيَارِكُمْ
وَيُتْرَكُونَ و **يَقُولُونَ لَوْلَا أَلَّاهُمْ لَقَرَّبْنَا إِلَهُم** و **لَقَرَّبْنَا إِلَهُم**
 کرتے ہو آپس میں اور مارنے ہو اپنی ذاتوں کو اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقے کو
 ان کے وطن سے اور چڑھائی کرتے ہو اونپر گناہ اور ظلم سے۔ **يَدْعُونَ مِثْلَ بَنِي قَرْيَظَ**
 دو قبیلے تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر اور دو قبیلے اور تھے اوس اور خزرج۔ بنی قریظہ
 اور اوس آپس میں موافق تھے۔ اور نضیر اور خزرج میں بھی اتفاق تھا۔ جب یہ دونوں
 لڑتے تو آپس میں جو موافق تھے وہ ایک دوسرے کے شریک ہوتے اور جب پر غالب
 اوسے مارتے اور گہروں سے نکال دیتے غزالی کے درپہ ہوتے اور ان کے مکانوں

تورات کے حکمون پر چلتے تھے وَاتَيْنَا عِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ الْبَيْتَ وَآيَةً لَهُ
 بِرُوحِ الْقُدُسِ اور دیے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور مدد کی
 ہم نے اور سکوروح پاک سے۔ مراد روح القدس سے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں
 أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنَّا لَا تُهَوِّىَ أَنْفُسَكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ فَوَيْلٌ لَّكُمْ
 كَذَّبْتُمْ وَفَرِّقْنَا بَيْنَهُمْ ۝ پہر جب تمہارے پاس آیا کوئی رسول ہے
 نہ چاہا تمہارے دل نے تو تم تکبر کرنے لگے۔ پھر ایک گروہ کو جھٹلایا تم نے اور ایک
 گروہ کو مارا تم نے۔ یعنی حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا اور یوسف و ن کو قتل کیا اور جناب
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ ایک روایت میں ہے کہ تین سو پیغمبر قتل کیے
 وَقَالُوا أَفُلَوْبَنَا غُلْفٌ ۖ اور کہتے ہیں ہمارے دل پر غلاف ہے۔ یعنی یہودی اپنی
 تعریف میں کہتے تھے کہ ہمارے دل پر غلاف ہے کہ سوا اپنے دین کے اور کسی کی
 بات ہم پر اثر نہیں کرتی۔ اور کہے جناب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ
 بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ یوں نہیں بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے اوپر
 سبب ان کے کفر کے۔ پس تھوڑے ہیں انہیں سے جو ایمان لائے اور بت کافر
 رہے۔ وَكُلَّمَا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ
 اور جب آئی ان کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے یعنی قرآن شریف کہ سچ بنا ہوا
 اوس کتاب کو جو ان کے پاس ہے یعنی توریت وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ
 عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ اور تھے وہ کہ پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر
 یعنی جب عرب کے کافر یہودیوں کو تنگ کرتے تھے تب وہ ہاتھ اٹھا اٹھا کر
 دعا مانگتے تھے کہ اے بار خدا یا نبی آخر الزمان کو جلد پیدا کر تاکہ ان کے ہاتھ سے
 یہ کافر جلد تر پریشان اور ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ خیر کے یہودیوں نے جب غطفان قبیلہ
 سے لڑ کر کئی بار شکست کھائی تو مجبور ہو کر دعا کی کہ اے خدا سے تو انا وقاد و طفیل

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو نبی آخر الزمان ہونگے اور جنگی خبر تو نے توریت میں دی
ہے کہ دو دوسے اور اللہ تعالیٰ نے بکرت نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور نصیحت فتح دی۔ جب آنحضرت پیدا ہوئے اور آپ نے دعوت اسلام کی تو منکر ہو گئے۔
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یہودیوں سے فرمایا کہ تم تو آنحضرت کی تشریف آوری
کے واسطے دعا مانگا کرتے تھے اب کیونکر ہوتے ہو اور بخون نے جواب دیا کہ یہ وہ
پیغمبر نہیں جنکا حال ہماری کتاب میں لکھا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَقُرْآٰنٍ فَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى
الْكُفْرِ ۚ ۝ پھر جب آیا ان کے پاس وہ جسے پہچان رکھا تھا اور بخون نے تو منکر
ہوئے اوس سے پس لعنت اللہ کی ہے منکروں پر یٰۤاَشْرٰکُیْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْ تَكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْیًا اَنْ یُنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِہٖ عَلٰی مَنْ
یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ ۝۔ بُری ہے وہ چیز جسکے بدلے سچا اور بخون نے اپنی جان
کو کہ منکر ہوئے اللہ تعالیٰ کے اُتارے ہوئے کلام سے اس ضد سے کہ اُتاری اللہ
نے اپنے فضل سے یہ کتاب اپنی جبر جاہی اپنے بندوں میں سے فبَاۤءُ وَبَعْضِیْہِ
سَلٰی غَضِیْبٌ وَلِلْکُفْرِیْنَ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ۝ پس کمالائے غصے پر غصہ
یعنی اللہ تعالیٰ اُسے سخت ناراض ہوا۔ اور منکروں کے لیے عرذاب ذلت
اور خواری کا۔ وَلَیْذَا قِیْلَ لَہُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ اور جب کہا جاتا ہے
اؤ کہ ایمان لاؤ اوس کلام پر جو اُتارا اللہ نے۔ قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ
عَلٰیہٖا وَیُکْفِرُوْنَ بِمَاۤ وَدَّ اٰوْہٰقُ کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو اُتارا
گیا ہے ہم یعنی توریت اور انجیل مانتے اور جو اوسکے سوا ہے یعنی قرآن شریف
وہو الحق مُّصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ اور وہی اصل تحقیق ہے سچ بتاتا ہے اوس
جو ان کے پاس ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودیوں کو اسلام کی طرف

بلانا چاہتا تو انھوں نے کہا کہ خداے تعالیٰ نے ہماری کتاب میں ہر عہد لیا ہے
 کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لادیں جب تک ہماری قربانی کو اس کے معجزے سے آتش
 غیب آکر نہ کھا جاوے اور معجزہ روشن ہو نہ دکھاوے۔ پس اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ أَنْ يَنْزِلَ إِلَيْكُمُ اللَّهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ كُنْتُمْ مَوْتِينَ ○
 تو کہ پھر کس لیے مارتے رہے ہو تم اللہ کے نبیوں کو جس سے اگر تم ایمان کرتے
 تھے تو ریت پر۔ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ اور آچکا تھا اسے
 پاس موسیٰ صبح معجزے لیکر یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمکو بت سے معجزے
 دکھائے طوفان اور میڑی اور مینڈک اور ہوا اور عصا اور یضاد اور دریا میں کا
 راستہ اور تہمین کی بارہ نہر اور سن و سلمی وغیرہ۔ ثُمَّ أَخَذْنَا آلَ لُوطٍ
 مِنْ بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ○ پھر تم نے بنالیا پڑے کو اس کے پیچھے اپنا
 معبود اور تم ظالم ہو اپنی جانوں پر۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا
 فَوْقَكُمُ الطُّورَ اور جب لیا مے اقرار سے اور اونچا کیا تہر ہاڑ۔ خذُوا مَا
 آتَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَأَسْمِعُوا قُلُوبُكُمْ لَكُمْ رَحْمَةً ○ قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا
 وَأَنشُرُبُوهَا فِي قُلُوبِهِمْ لِئَلَّا يَكْفُرُوا ○ بولے وہ سنا مے اور نافرمانی کی مے اور سبکیا اونکے دلوں میں وہ بھڑا مارے
 کفر کے۔ قُلْ بَلَّسَمَ يَا مَعْزُومِينَ ○ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ○
 تو کہ برا ہے وہ جو سکھاتا ہے تمکو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو۔ یہود کہتے تھے
 کہ ہمارے سوا بہشت میں کوئی نہ جائیگا۔ حالانکہ یہ کلام اور کاسر اسر خطا تھا کیونکہ
 بہشتیوں کو خدا سے ملنے کا امتیاق ہوتا ہے اور یہ موت سے ڈرتے تھے اس
 آیت میں اسی بات کا اشارہ ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَتْ كُومَالَةٌ اَرْءَا اَخِيْرَةً
 عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَقُمُوْا اَمُوْا اِنْ كُنْتُمْ

صِدِّیقِیْنَ ۝ تو کہہ اے محمد صلعم اگر تم کو ملنا ہے کہ آخرت کا اللہ کے یہاں خاص
 سوا اور لوگوں کے تو تم مرنے کی آرزو کرو اگر سچے ہو۔ وَلٰكِنْ يَتَمَنَّوْنَ اَبَدًا اِمَّا
 قَدْ مَتَّ اَبَدٌ يَّهْمُهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ ۝ اور یہ آرزو کبھی نہ کرینگے وہ
 اس واسطے کہ آگے بھیج چکے ہیں ہاتھ اونکے بڑے کام اور اللہ خوب جانتا ہر گناہ کو
 وَلَيَجِدُنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۝ اور بیشک پاؤ گے تم اونکو سب
 لوگوں سے زیادہ حرص کرنے والے دنیا کی زندگی میں۔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
 يَوْمَذٰلِكَ لَهُمْ كُوْنُ عَمَّا لَفَ سَنَةٍ ۝ اور شرک کرنے والوں میں سے
 بھی ایک ایک چاہتا ہے کہ ہزار برس کی عمر پاوے۔ یہ اشارہ ہے طرف کفار
 مجوس کے۔ وَمَا هُوَ بِمُزْحِرٍ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يَّعْمُرَهُ وَاللّٰهُ
 بِصِيْرٍ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ اور نہیں ممکن کہ رہائی ہو اوئیں عذاب سے سبب
 زیادہ جینے کے اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے
 کہ ایک دن یہودیوں کا گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آیا اوئیں ابن صور
 بڑا نامور تھا۔ اوئیں آپ سے عرض کیا کہ مجھے پیغمبر آخر الزمان کے سب حالات جو تورات
 میں لکھے ہیں بخوبی معلوم ہیں۔ ذرا آپ اپنے خواب راحت کے حال سے مجھے مطلع
 فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اور مجھ کو سب خبر رسی
 تیرا اوئیں عرض کی کہ لڑکا جو پیدا ہوتا ہے تو اوکے جسم میں باپ کے مادے سے
 کیا کیا ہوتا ہے اور مانسے کیا۔ فرمایا ہڈیاں اور رگیں اور تخت چیریں باپ کے اثر سے
 اور گوشت و پوست و لمعان کے اثر سے اسکے علاوہ اسنے اور بہت سے سوالات
 کیے اور جواب شکے عرض کی کہ آپ نے سچ فرمایا۔ آخر میں اوئیں عرض کی کہ وحی کون
 لاتا ہے آپ نے فرمایا جبریلؑ۔ یہ سنتے ہی کہنے لگا کہ اگر جبریلؑ نہ لاتے بلکہ اوکے جن
 سیکائیلؑ لاتے تو آپ پر ہم ایمان لاتے۔ آپ نے فرمایا کہ جبریلؑ سے اور تھے گیارہ

مع

۱۱

اوسنے بیان کیا کہ نخت نصر نے ہمارا سارا کنبہ قتل کر ڈالا اور بتون کو وطن سے نکال دیا اور قید کیا اور توریت جلادی۔ ہم نے جب اس سے باز چاہا تو جبریل نے بچا لیا علاوہ اسکے پیغمبروں کے پاس ہمارے دین کی خرابی اور ذلت و خواری کی وحی تو ہی لایا کرتے ہیں۔ اور آتش پرستوں کا بھی یہی مقولہ تھا کہ اگر میکائیل آپ کے پاس وحی لائے ہوئے تو ہم ضرور آپ پر ایمان لاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ○ کدو تم اے محمد صلعم اوس سے جو دشمن ہو جبریل کا پس جبریل ہی نے تو ادا فرمایا ہے یہ کلام تیرے دلپر اللہ کے حکم سے سچ بتاتا ہے اوس کلام کو جو اس سے پہلے ہے یعنی توریت اور راہ دکھاتا ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ جو کوئی ہو دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا پس بیشک اللہ دشمن ہے اوں کا فردن کا۔ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ○ اور تحقیق ہم نے آتارین تیری طرف آیتیں روشن اور نہ منکر ہونگے اونسے گمراہ کا ربے حکم۔ ایک گروہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ فرمائیے کیا حال ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ خدا اے تعالیٰ نے تمکو اس واسطے پیدا کیا ہے کہ سچ بات کو پہچانو اور تمپر لازم ہے کہ میری متابعت کرو۔ وہ سب کہنے لگے درست ہے۔ آپ نے فرمایا اور کیا پوچھتے ہو اوس گروہ کے لوگوں نے عرض کیا کہ ہمکو یہ بتلائیے کہ توریت کے آنے سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے کونسا کھانا اپنے لیے حرام کیا تھا آنحضرت نے فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام بارہتے اومنون نے نیت کی کہ اگر میں اچھا ہو جاؤں گا تو گوشت

اور دو دھادھنی کا جو مجھے مرغوب ہے چھوڑ دوں گا۔ پروردگار نے اونکو شفا بخشی اور یعقوب علیہ السلام نے اُسے چھوڑ دیا۔ علاوہ اسکے اور اور گزشتہ حالات بھی پوچھے مگر یہی وہ یقین نہ لائے۔ کیونکہ وہ فاسق تھے۔ **اَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا اَتَبَدَّاهُ فِرَاقًا مِّنْهُمْ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ** اور جب کیا اونھوں نے کوئی قرار تو توڑ ڈالا اور انھیں مین کی ایک جماعت لے۔ بلکہ اکثر انھیں کے یقین نہیں کرتے۔ **وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ** اور جب پونچھا اونکے پاس رسول اللہ کی طرف سے۔ **مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ** سچ بتاتا اور سکو جو اونکے پاس ہے یعنی تورات نبی فریق مین **الَّذِينَ اَوْثَقْنَا كِتَابَ اللّٰهِ وَاَعَاظُمُوهُمْ** پیندہ ایک گروہ نے کتاب پائے والوں مین سے اللہ کی کتاب بے ادبی سے اپنی پیٹھ کے پیچھے کاٹھکر **لَا يَعْلَمُونَ** گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں کہ یہ کتاب مبارک کلام خدا ہے اور محمد مصطفیٰ اسکے رسول برحق مین۔ **وَاتَّبِعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمٍ** اور متابعت کی اون یودیون نے اوس علم کی جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلیمان کی بادشاہت مین اور خدا سے تقالے سے جو اورا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا کیا تھا اور سپر قائم نہ رہے۔ سلیمان علیہ السلام کے وقت مین شیطانوں نے انسانوں کو علم سحر سکھایا اور اس بارے مین بہت کچھ لکھا گیا۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اونکی سب تحریرون کو طلب کر کے ایک صندوق مین بند کر دیا اور اوسے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا۔ بعد وفات حضرت سلیمان علیہ السلام کے وہ صندوق لوگوں نے نکالا اور تمام ملک مین ہر ایک نے پڑھا اور سکھا اور اوسکی نسبت سلیمان علیہ السلام کی طرف کی۔ بلکہ یہود کہنے لگے کہ ہم کو یہ علم اونھیں سے پونچھا ہے اور اونکو جو حکومت جن و انسان پر حاصل تھی وہ اسی علم کے زور سے تھی اور اسکے جواب مین اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل نازل فرمائی اور ظاہر کر دیا کہ یہ کام

کافروں کا ہے سلیمان کا نہیں بلکہ اُنکے زمانے میں شیطانوں نے سکھایا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيْطٰنَ كَفَرَ وَاَعْلَمُوْنَ النَّاسَ السَّجَّوْنَ۔ اور نہیں کفر کیا سلیمان نے بے حضرت سلیمان نے سحر نہیں کیا۔ لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ وَمَا اَنْزَلَ عَلَی الْمَلَکِیْنِ بِبَابِلَ هٰرُوتَ وَمَآرُوتَ اور متابعت کی یہودیوں نے ادنیٰ جو اترادو فرشتوں پر بابل میں یعنی ہاروت اور ماروت پر ان دونوں فرشتوں کا قصہ یہ ہے کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور میں گنہگار انسانوں پر طعن کیا کرتے تھے پر دردگار نے فرمایا کہ اگر تم شل اونکے ہوتے تو اونسے بھی زیادہ بُرے کام کرتے فرشتوں نے ازراہ غرور جواب دیا کہ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ ہم آدمی کی طرح خطا کار اور گنہگار ہو جائیں۔ خدا سے تعالیٰ نے اونکو بشکل انسان بنا کے دنیا میں بھیجا اور صاحب حکومت کیا وہ بیان آ کر ایک عورت زہرہ نام پر عاشق ہوئے اور شراب بھی پی اور قتل بھی کیا اور حالت نشے میں زہرہ کو اسم اعظم بتا دیا اور وہ آسمان پر گئی۔ امام زاہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم کی برکت اور خدا سے تعالیٰ کے کرم سے زہرہ تارون میں داخل ہو گئی اور یہ دونوں مردود ہوئے اور اوسی وقت خدا سے تعالیٰ نے اونکو آسمان پر آنے سے باز رکھا اور دنیا میں چاہ بابل کے درمیان اونکے سرو کے بال باندھ کے لگا دیا اور عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اوس زمانے میں جادوگر نبوت کا دعویٰ کیا کرتے تھے اور یہ فرشتے بھی اس علم کو جانتے تھے انھوں نے کہا کہ تم یہ علم اپنے سیا نے لوگوں کو سکھاؤ تاکہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کو خراب کریں یہودیوں نے جادو سیکھنے کے لالچ سے ادنیٰ متابعت کی۔ لیکن جو کوئی اونکے پاس سیکھنے کو جاتا تھا اول اوس سے کہہ دیتے تھے کہ اس سے ایمان جاتا رہیگا پر وہ چاہتا سیکھتا اور نہ چاہتا نہ سیکھتا۔

وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ إِنَّمَا أَخْنُ فِتْنَةً فَلَا تَكْفُرُوا اور
 نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں کسی کو جب تک نہ کہہ لیتے تھے کہ ہم آزمائے کے لیے ہیں
 پس تم نہ کفر کرو فیتلعللن منہما ما یقر قون بہ بین المرء ووزو جہ ط
 پھر وہ یہودی کہتے اور دونوں فرشتوں سے وہ شجر سے جدائی ڈالتے
 ہیں درمیان مرد اور اسکی عورت کے وماہم بضارتین بہ من احدا الا
 یا ذن اللہ ط اور وہ اس سحر سے کیسا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے بغیر حکم خدا کے
 ویتعلمون ما یضوہو ولا یتفہمہم ط اور سیکھتے ہیں وہ اس شجر کو جو ضرر
 پہنچائے اور نفع دے ولقد علموا لمن اشتراہ ما لہ فی
 الاخرۃ من خلاق ط اور جان چکے کہ جو کوئی اسکا خریدار بھائیے سحر کا اور
 لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ ولکس ما شرواہ انفسہم لوکاوا لعللن
 اور بہت بُری چیز ہے جیسے بچا اور نخون نے اپنی جانوں کو اگر وہ سمجھتے۔ ولو انہم
 امنوا و اتقوا لستوبہ من عند اللہ خیر ط لوکاوا لعللن ط اور
 اگر وہ یقین لاتے اور پرہیز کرتے تو بدلا تھا انکے لیے اللہ کے بیان سے بہتر
 اگر انکو سمجھ ہوتی۔ یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا۔ اے ایمان والو
 نہ کہو تم راعنا۔ یعنی جب یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں حاضر ہوتے
 اور حضرت کلام فرماتے اور میں جوابات اچھی طرح نہ سنتے اور چاہتے کہ اوسے
 پہر تحقیق کریں تو کہتے راعنا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہو نیچے۔ سلیمان
 منہ سے بھی سنتے سنتے کبھی یہ لفظ نکل جاتا تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ یہ لفظ
 نہ کہو اگر کنا ہو تو انظرنا کہو کیونکہ اوسکے معنی بھی یہی ہیں اور مقتضایے ادب یہ
 کہ پہلے سے سنتے رہو تاکہ پوچھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ اس لفظ کے کہنے میں بھی
 کافر سکاری کرتے تھے بیٹے اس لفظ کو ذرا زبان دبا کے کہتے تھے تو راعنا ہوا جاتا

جسے سنئے ہیں ہمارا چرواہا اور انکی زبان میں راہینا امن کو بھی کہتے ہیں۔ وَقُولُوا
 انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلَا كُفْرًا بَيْنَ عَذَابِ الْيَوْمِ ○ اور کہو انظرنا یعنی دیکھیے
 ہماری طرف اور سنئے رہو احکام خدا سے تمہارے لئے کے تاکہ مکر دریافت کرنے کی ضرورت
 نہ ہو اور کافروں کے لئے جو ایسی باتیں کہتے ہیں دُکھ دینے والا عذاب ہے۔ مَا
 يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ۔ دل نہیں چاہتا
 اون لوگوں کا جو کفر میں کتاب والوں میں سے اور نہ مشرکوں کا دل چاہتا ہے
 اَنْ يَنْتَازِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط اس بات کو کہ تماری جائے تمہارے
 کوئی نیک بات تمہارے رب سے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ
 ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○ اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہر سے جسکو چاہے اور اللہ
 بہت بڑا فضل رکھتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ
 مِثْلَهَا أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ نہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی
 آیت یا نہیں مٹلاتے ہیں ہم اسے مگر پونہ پجاتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر
 کیا تجھکو معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہودی طعن کرتے تھے کہ تمہاری کتاب
 میں بعضی آیتیں نسخ ہوتی ہیں اگر وہ اللہ کی طرف سے تھیں تو پھر کیا عیب دیکھا
 جو موقوف کین۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیب نہ پہلے میں تھا اور نہ پچھلے میں مگر حکم
 اختیار ہے جو وقت جو چاہے وہ حکم کرے۔ اور امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
 کہ احکام کا منسوخ کرنا کمالِ حسان پروردگار ہے۔ جیسے معراج کی رات پچاس رکعت نماز
 کا حکم ہو تھا۔ یا نماز تہجد واجب کی گئی تھی۔ ان حکموں کے بجالانے میں اس کے بندوں
 کو ہرگز مجال دم زدن نہ تھی خواہ وہ احکام بندوں پر سہل ہوتے یا مشکل مگر اوسنے
 اپنے کمال فضل سے بندہ ان کی سہولت کے لیے حسب استدعا اپنے حبیب اکرم حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان حکموں میں تخفیف فرمادی پس یہ اس کا بہت بڑا احسان ہے

اَمْ تَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ
 اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ کیا تجھکو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمان
 وزمین کی اور نہیں ہے تمہارے لیے سوائے خدا کے کوئی حمایتی نہ
 کرنے والا۔ اَمْ تَزِيدُوْنَ اَنْ تَسْأَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سَئِلَ مُوْسٰی مِنْ
 قَبْلُ کیا تم مسلمان لوگ بھی چاہتے ہو کہ سوال شروع کرو اپنے رسول سے جیسے
 سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے پہلے۔ وَمَنْ يَّكْتِبْ لِّلْكَفْرِ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ
 ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيْلِ ○ اور جس نے بد لاکفر کو ایمان کے بدلے وہ بھولا سیدھی
 یعنی یہودیوں کے بہکانے سے تم اپنے نبی کے پاس شبہ نہ لاؤ جیسے وہ اپنے
 نبی کے پاس شبہ نہ لائے کو آیا کرتے تھے۔ شبہوں کا نہ لانا گویا یقین چھوڑ کر ان کا
 اختیار کرنا ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُوْنَ نَكَرًا مِّنْ بَعْدِ
 اِيْمَانِهِمْ لَقَدْ اَرٰحَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ
 دل چاہتا ہے بہت سے کتاب والوں کا کہ تمکو پھر مسلمان ہونے کے بعد کافر بن
 سبب حسد کے جو انکے نفسوں میں ہے بعد اس بات کے کہ ظاہر ہو چکا اور بہ حق
 یعنی یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں اور قرآن کریم
 کلام خدا ہے قدیم ہے۔ آنحضرت کے اصحاب کافروں کی یہ باتیں سنکر عرض کرتے
 تھے کہ ہکو حکم ہو تو ہم طین اور کافروں کو ماریں تب یہ آیت اللہ تعالیٰ نازل کی
 فَاعْفُوْا وَاَصْفَحُوْا حَتّٰی يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
 سو تم درگزر کرو ان سے اور خیال میں نہ لاؤ یہاں تک کہ بھیجے اللہ تعالیٰ اپنا حکم اور
 اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا جب حکم آیا تو یہودیوں کو مدینے
 کے قریب سے نکال دیا۔ وَاقِيْمُوا الصَّلٰوۃَ وَآتُوا الزَّكٰوٰۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا
 لَا نَفْسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ط اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

لشنت

اور جو کچھ آگے بھیجے کے اپنے واسطے بھلائی وہ پاؤ گے اللہ کے پاس۔ یعنی اللہ تعالیٰ
 اوسکا اجر اور ثواب نکلے عنایت کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اللہ تعالیٰ
 تمہارے ہر کام کو دیکھتا ہے۔ وَقَالُوا لَنْ يَخْلُقَ الْجَنَّةَ اَلا مَنْ كَانَ هُوَ
 اَوْ نَصَارًا ۝ اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ کہ جنت میں ہرگز نہ جادوئی گے مگر وہ لوگ
 جو یہودی ہونگے یا نصرانی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ اَمَانِيْهُمْ قُلْ هَاتُوْا
 بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّصِدِّقِيْنَ ۝ یہ آرزوئیں باندہ لی ہیں اور انھوں نے
 محض بیکار تو کہ لاؤ سداہنی اگر تم سچے ہو۔ بَلٰی مَنْ اَسْأَلُوْهُ وَجْهَ اللّٰهِ وَ
 هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ اَجْرٌ عِنْدَ رَبِّهٖ ۝ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝
 ہاں جسے تاج کیا منہ اپنا یعنی نفس اپنا اللہ کے لیے اور وہ نیکی پر ہے یعنی نیک
 کام کرتا ہے پس اوسکے لیے ہے مزدوری اوسکی اپنے رب کے پاس اور نہ
 خوف ہے اُن لوگوں کو اور نہ وہ غمگین ہونگے۔ یہود اور نصاریٰ آپس میں جھگڑتے
 تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ہم تھے اچھے ہیں وہی ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا
 ہے اور آگے اوسکا جواب ارشاد ہوتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى
 عَلٰی شَيْءٍ ۝ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰی شَيْءٍ ۝ اور کہا یہودیوں نے
 کہ نصاریٰ نہیں ہیں کچھ راہ پر اور نصاریوں نے کہا کہ یہود نہیں ہیں کچھ راہ پر وہم
 يَتَكُوْنُ الْكِتٰبُ ۝ اور وہ سب پڑھتے ہیں کتاب۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
 مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۝ اسی طرح کہا اُن لوگوں نے جو نہیں جانتے مثل قول یہودیوں کے
 یعنی عرب کے اُن پڑھ لوگوں نے بھی یہودیوں کی طرح کہہ دیا۔ یہ لوگ آگے حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے آخر سب کربت پوجنے لگے ایسے ہی لوگوں کو
 شرک کہتے ہیں۔ فَاَللّٰهُ يَكُوْبُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَا كَاوُافِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝
 پس اللہ حکم کرے گا اور انہیں قیامت کے دن اوس بات میں جہنم جھگڑتے تھے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۝
 اور اوس سے زیادہ ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں یہ کہ ذکر کیا جائے
 اور نہیں اللہ کا نام اور کوشش کی اونکے اُجاڑنے میں ایسے شخصوں کو نہیں لائق
 ہے کہ داخل ہوں اور مسجدوں میں مگر ڈرتے ہوئے لہم فی الدنیا خوفی
 وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ اونکے لیے دنیا میں ذلت ہے اور
 آخرت میں بہت بڑا عذاب۔ نصاریٰ اپنے تئیں منصف جانتے تھے اور یہودیوں
 کو ظالم کہتے تھے اسوجہ سے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کی
 اور نصاریٰ نے مانا۔ لیکن جب نصاریٰ نے غلبہ پایا تو مسجد بیت المقدس کو ویران
 کر دیا اور ضد کے باعث سے یہودیوں کی مسجدیں اُجاڑ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ نے
 فرمایا کہ یہ کیا انصاف ہے کہ آدمیوں کی ضد سے اللہ کی مسجدیں ویران کریں اور
 فرمایا کہ یہ سبھی لائق نہیں کہ اوس ملک میں حاکم بنیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے وہ ملک
 شام مسلمانوں کو دے دیا۔ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُولَٰؤُا فَتُؤَٰ
 وَجْهَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَسِعَ عِلْمُهُ ۝ اور اللہ ہی کے لیے ہے مشرق
 اور مغرب میں جس طرف تم منہ کرو اوسی طرف متوجہ ہے اللہ۔ برحق اللہ گناہوں والا
 ہے سب کچھ جانتا۔ اس آیت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ
 کے حکم سے بیت المقدس کی طرف سجدہ کرنا موقوف کیا گیا اور کعبہ شریف قبلہ قرار
 دیا گیا تو یہود ہنستے تھے سپر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ اور ایک روایت
 میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے لوگ ایک اندھیری رات میں
 سبب کثرت ابراہیم و عیسیٰ کے جانب قبلہ نہ پہچان سکے تو ہر ایک نے اپنے اپنے
 قیاس سے خطا محرابی کھینچ کے نماز ادا کی صبح کو جب ہو گیا تو سمت قبلہ میں اختلاف پایا

پھر مدینہ منورہ میں آکر قضا نماز پڑھنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 اجازت چاہی۔ اس وقت یہ آیت شریف آئی کہ اگر نادانستہ متحین سمت قبلہ میں شبہ
 ہوا اور حطوف قبلہ ہونے کا تمہیں یقین ہوا اور دوسرے نماز ادا کی تو کچھ اندیشے کی
 بات نہیں تم بصدق دل جب اللہ کی طرف متوجہ ہو گے اللہ تمہاری طرف متوجہ ہوگا
 چاہے تمہارا رخ جانب مشرق ہو یا جانب مغرب۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہود
 اور نصاریٰ آپس میں جھگڑا کرتے تھے اور ہر ایک اپنے اپنے قبلے کو بہتر بتاتا تھا
 اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ مخصوص ایک طرف نہیں اس کے حکم سے حطوف متوجہ
 کر دے وہ متوجہ ہے۔ **وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ط** اور کہتے ہیں اللہ
 رکھتا ہے اولاد۔ یعنی یہود اور ترساہل کعب بن اشرف اور کعب بن اسد کے
 اور مشرکین عرب مثل ہولع وغیرہ کے کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عزیز و عیسیٰ کو
 بیٹا کیا۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہے سب سے زالا۔ **بَلْ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
 وَ الْاَرْضِ کُلِّ لَہٗ قَانِیْنُوْنَ** بلکہ اس کا مال ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں
 اور زمین میں اور ہر ایک اس کا فرمانبردار ہے۔ **بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ
 الْاَرْضِ بَنٰیہٗ وَ اَلٰہِہٖہٗ آسَمٰوٰنِ وَ اَرْضِیْنَ کَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا
 یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فِیْکُوْنُ** اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کے لیے تو یہی فرمان چاہی
 اس کو کہ ہو پس وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ **وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْ کَا
 یَکَلِمُنَا اللّٰہُ اَوْ نَاْتِیْنَاہٗ اٰیۃً ط** اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہیں علم نہیں کیوں نہیں
 باتیں کرتا ہے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہکو نشانی۔ **کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ
 قَبْلِہُمْ مِّثْلَ قَوْلِہُمْ اِسی طرح کہ چکے ہیں وہ لوگ جو اسے پہلے تھے انہیں
 کی سی۔ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُہُمْ اَیْکَ ہِیَ سے ہیں دل بھی اوتھے کہ قَدْ یَکَلِمُنَا
 الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوقِنُوْنَ** ہنے بیان کر دین نشانیں ان لوگوں کے

جو یقین رکھتے ہیں۔ اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ اَوْ لَا تَسْئَلُ
 عَنْ اَصْحَابِ الْاِحْزَابِ ۚ ہنے ٹکڑے ہو چکا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک بات
 لے کر خوشخبری دینے والا مومنوں کے لیے اور ڈرانے والا کافروں کے لیے اور
 نہ پوچھے جائیں گے تھے دوزخ والے۔ یہودیوں کی نافرمانیوں پر خیال فرما کے
 ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر خدا سے تعالیٰ اپنی سخت عذاب
 بھیجے تو شاید اوسکی دہشت سے ایمان لائیں اس بات پر اللہ تعالیٰ نے آیت
 مذکورہ نازل فرمائی اور ارشاد کیا کہ اے میرے حبیب آپ انکے بارے میں فکر و
 اندیشہ نہ کیجیے کیونکہ یہ جہنم کے لوگ ہیں آپ سے انکا حال نہ پوچھا جائے گا اور آپ
 انکے ایمان نہ لانے سے غمگین بھی نہ ہونیے۔ وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ
 وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۖ اُولَٰئِكَ رَاٰی عِندَ رَبِّكَ يَوْمَ الَّذِي
 نَصَارَىٰ یہاں تک کہ تابع نہ تو اوتو انکے دین کا قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ هُوَ الْهُدٰى
 تو کہ جو راہ کہ خدا سے تعالیٰ دکھاوے وہی راہ ہے وَلَٰكِنْ اَتَّبِعْتَ اَهْوَاءَهُمْ
 بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلٰىٍّ وَلَا نَصِيْرٍ
 اور اگر پیروی کی تو نے اونکی آرزو سے باطل کی بعد اس علم کے جو تجھے پہنچا
 تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مدد دینے والا
 الَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهُ حَقًّا ۖ ذٰلِكَ وَتِلْكَ اَمْثَلُ ۚ اُولٰٓئِكَ
 وہ اُسے پڑھتے ہیں جو حق اوسکے پڑھنے کا ہے۔ یعنی یہودیوں کچھ لوگ
 بالانصاف ہی تھے کہ اپنی کتاب کو خوب سمجھ کے پڑھتے تھے اور وہ ہی اس قرآن
 پر ایمان لائے اور انہیں سے ایک عالم تھے عبد اللہ بن سلام انکے ساتھ اور
 کئی آدمی سلمان ہوئے۔ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِہِ ۚ وہ ہی اوسپر یقین لاتے
 ہین۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِہِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ اور جو کوئی منکر ہوگا

وقف

اوس سے پس اوسى کو نقصان ہو اور وہی ہے زبا نثار۔ یٰٰدِیٰ اِسْرَآئِیْلَ
 تَدْعُوْا اِنْعَمْتِیْ اَلَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَنْتِیْ فُضِّلْتُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۝
 اے بنی اسرائیل یاد کرو احسان میرا جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ بڑا الٰہی دے تم کو تمام
 عالم پر۔ وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَلَا یُقْبَلُ مِنْہَا
 عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ یُنصَرُوْنَ ۝ اور بجز اوس دن سے
 کہ نہ کام آئے کوئی شخص کسی کے ایک ذرہ اور نہ قبول ہو اور اسکی طرف سے بدلا
 اور نہ کام آوے اور نہ سفارش اور نہ مدد پونچے کسی طرح کی۔ وَرَآخِرَ اٰیٰتِہِ
 اِبْرٰہِیْمَ کَذِبًا بِکَلِمٰتٍ فَاکْتَمَحْضَ ط اور یاد کرو جب آزمایا ابراہیم کو اور اس کے
 پروردگار نے کئی باتوں میں پہراوئے وہ سب پوری کیں۔ یعنی جو جو احکام پروردگار
 عالم نے حضرت ابراہیم پر نازل فرمائے مثل اوامر و نواہی و مناسک حج اور آئین اسلام
 کے وہ سب اوفیونے پر رے کیے۔ اس مقام سے سيقول تک جو آیتیں ہیں
 اور عین اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت فرمائی ہے
 اور شروع فرمایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نقشے سے جو تورات میں مذکور
 ہے اور ملت حنیفیہ کو ترجیح دی ہے جس پر ہمارے حضرت مبعوث کیے گئے اور رد
 کیا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے قول کو جو کہتے تھے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے
 یہودیوں کی وصیت کی ہے اور انبیاء علیہم السلام میں فرق کرنے یعنی ایک کے
 معتقد اور دوسرے کے غیر معتقد اور منکر ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔ الغرض جب
 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے احکام بخوبی پورے کیے تو حکم ہوا
 قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا مَّا ہِیَے فرمایا پروردگار عالم نے میں تجھے
 کروں گا سب لوگوں کا پیشوا۔ واقعی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہت
 بڑا درجہ قبولیت عنایت فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم سے ارشاد ہوا کہ اِشْبَعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا
 مِلَّةَ اَبِيْكَوْبْرٰهِيْمَ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کو اللہ تعالیٰ نے ہتھ
 پسند فرمایا کہ اپنے پیارے حبیب کو بھی اسی طریقے پر چلنے کے لیے ارشاد فرمایا
 جب حضرت ابراہیمؑ نے پروردگار عالم کو نہایت مہربان پایا تو عرض کی قَالَ وَمِنْ
 ذُرِّيَّتِيْ طَيِّبَتٍ اِنِّىْ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُّ اَوْ لَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ۔ اور گار میری اولاد سے بھی پیشوا پیدا کر۔ حکم ہوا۔ قَالَ
 لَا يَنْبَاكَ عَهْدِيْ لِظٰلِمِيْنَ۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے نین ہونچنا میرا قرار
 ظالموں اور بے انصاف لوگوں کو نبی اسرائیل بہت مغرور تھے کہ ہم اولاد ابراہیمؑ
 میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ابراہیم سے کہ نبوت اور بزرگی تیر
 گھر میں رہے گی اور ہم ابراہیم کے دین پر ہیں اور اوس دین کو ہر کوئی ماننا ہے۔
 اب اللہ تعالیٰ انکو سمجھاتا ہے کہ بیشک اللہ کا وعدہ ابراہیم کی اولاد سے ہے
 جو نیک راہ پر چلے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے پیغمبر ایک مہم
 ایک اسحق کی اولاد میں بزرگی رہی اب اسمعیل کی اولاد میں پونجی اور انکی دعا ہے
 دونوں کے حق میں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ سے ایک ہے
 سب پیغمبر اور سب امتیں اوس پر گزریں اور وہ یہ کہ جو حکم اللہ تعالیٰ پیغمبر کے ہاتھ
 بھیجے قبول کرو۔ اب مسلمان اوس پر ہیں اور تم اوس سے پہر گئے۔ پس جسے اوس
 مانا دو جان میں اوسکا بھلا ہوا اور جو منکر ہوا اوشے انکار کیا۔ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ
 مَثَابَةً لِّلنَّاسِ اٰمَنًا۔ اور جب مقرر کیا ہے اس گھر کو یعنی بیت اللہ کو لوگوں کا
 مرجع اور جگہ امن و امان کا مقام اِبْرٰهِيْمَ مَصْلٰطٍ۔ اور بنا لو
 اوس مقام کو جہان کھڑے ہوئے ابراہیمؑ نماز کی جگہ۔ اور اوس مکان میں پتھر
 گرٹا ہوا ہے جس پر قدم مبارک کا نشان ہے۔ وَعَهْدُ نَا اِلٰى اِبْرٰهِيْمَ قَا
 اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِيْنَ وَالْمُكِنِّيْنَ وَالرُّكْعَةِ الشُّجُوْءِ

اور حکم دیا مئے ابراہیم اور اسمعیل کو کہ پاک کر رکھو گھر ہمارا واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف والوں کے اور رکوع اور سجدے والوں کے۔ **وَلَاذِقَالَ**
إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ
مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور جب کہا ابراہیم نے اسے رب میرے
کر دے تو اس شہر امن والا اور روزی دے اسکے رہنے والوں کو میوے جو
کوئی اونہیں سے یقین لاوے اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ
السلام کی قبول ہوئی اور موافق حکم اللہ تعالیٰ کے حضرت جبریل علیہ السلام مقام
فلسطین سے ایک گائون میوون اور پھلوں سے بہرا چڑاوا ٹھالائے اور سات بار
کعبے کے گرد پھر اصدق کر ایک میدان وسیع میں جو کعبے سے تین منزل کے
فاصلے پر تھا رکھ دیا اور اسکا نام طائف رکھا۔ چنانچہ وہ ایک موجود ہے اور کعبے
کے رشتہ والے اسی کے میوے کھاتے ہیں۔ **قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمِيتُ**
قَلِيلًا نَّارُ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ فرمایا خدا
عالم نے اور جسے کفر کیا اور منکر ہوا اسے بھی فائدہ دوں گا تو جیسے دونوں پہر
اوسے کھینچ بلاؤں گا عذاب دوزخ کی طرف اور جبری جگہ ہے اسے نکلے بازگشت کی۔
وَلَاذِیْرُفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ اور جب اوٹھانے
لگا ابراہیم نبی دین اس گھر کی اور اسمعیل۔ یعنی حضرت اسمعیل علیہ السلام تہرا اوٹھا
اوٹھا کے دیتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اون پتھر ان کو درست کر کر
کے کعبے کی دیواروں میں نصب کرتے تھے۔ آخر الامر ان دونوں نبیوں نے
خانہ کعبہ کو طیار کیا اور اپنے پروردگار سے نہایت عجز و زاری سے یہ دعا کی
رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اے پروردگار ہمارا
قبول فرما ہے بیشک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا۔ **رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا**

مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ۚ اے رب ہمارے
 اور کہہ دو کہ جو حکم بردار بننا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک امت حکم بردار بنے گی
 وَآرَنَامَا سَكَنًا وَنُبَّ عَلَيْكَ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ
 اور بتا کہ جو طریقے عبادت کے سینے دستور حج کرنے کے اور معاف کرے کہو بیشک تو
 ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔ رَبَّنَا وَأَلْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا
 مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُؤْتِيهِمُ
 إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ اے رب ہمارے اور اٹھا دو ان میں ایک
 رسول ان میں سے کہ وہ پڑھے اور پڑھائے اور سکھاوے ان کو کتاب اور
 دانائی اور سنوارے ان کو بیشک تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔ ہمارے حضرت
 صلے اللہ علیہ وسلم بھی حضرت اسماعیل کی اولاد میں پیدا ہوئے۔ اور آپ دین اسلام
 کو وہ ترقی دی جو کسی نبی کے وقت میں نہ ہوئی تھی اللہ کا کلام لوگوں کو سنایا اور تعیل
 احکام کا طریقہ سکھایا اور کفر و جہالت سے نکال کر راہ راست دکھائی۔ الغرض حضرت
 ابراہیم علیہ السلام نے جو کچھ دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے
 اوس سے بہت کچھ زیادہ کر دکھایا۔ ایک دن عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے
 بھائی ماجرنے سے یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
 ایمان لاؤ کیونکہ میں نے اُنکے حالات اور اُنکی تعریفیں تو ریت میں بہت کچھ
 دیکھی ہیں وہ شخص منکر ہوا اور اوسنے نہ مانا۔ عبد اللہ بن سلام نے پھر کہا کہ یہ دین
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے ماجرنے کہا کہ مجھے اس دین کی کچھ ضرورت نہیں
 تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَنْ يَرْجَعْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ
 إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ اور کون پسند نہیں کرتا دین ابراہیم کو مگر وہ جو بے
 وقوف ہو اپنے جی سے وَقَدْ أَصْطَفَيْنَاهُ فِي لَدُنَّا ۖ وَاللَّهُ فِي الْآخِرَةِ

لَمِنَ الصَّالِحِينَ ○ اور مجھے اوسکو برگزیدہ کیا دنیا میں اور بیشک وہ آخرت میں ہر
 نیک کاروں میں سے۔ نجومیون نے نمرود کو خبر دی تھی کہ تیرے ملک میں ایک لڑکا
 ایسا پیدا ہوگا کہ تجھ کو خراب کرے گا اور تیرا ملک دمال لے لے گا۔ نمرود نے حکم دیا کہ جو
 لڑکا پیدا ہو اوسے مار ڈالو۔ دن دن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ
 ماجدہ کے شکم میں تھے لیکن آثار حمل ہویدانہ تھے اور آپکی ولادت تک کسی کو یہ
 حال مطلق معلوم نہوا۔ اور آپ ایسی ساعت میں پیدا ہوئے کہ کسی نے نہ دیکھا۔ آپکی
 والدہ نے اس خوف سے کہ دشمن سنیں گے تو مار ڈالیں گے آپکو جنگل میں لیجا کے
 ایک پہاڑ کے غار میں ڈال دیا اور اوسکا منہ پتھر سے بند کر دیا اور دل میں یہ خیال کیا
 کہ اگر خدا کی طرف سے زندگی ہے تو سبحان اللہ ورنہ دشمنوں کے ہاتھ مارے جاتے
 سے اس طرح مر جانا بہتر ہے۔ پھر ایک مدت کے بعد جوش محبت سے دیکھنے کو گئیں
 تو حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ اور صحیح و سالم پایا
 آپ میں حق تعالیٰ نے قوت نمود اسقدر زیادہ کی تھی کہ اور لڑکے ایک مہینے میں
 جب قدر بڑھتے ہیں آپ ایک دن میں اوسقدر بڑھتے تھے نو مہینے کے سن میں
 آپ ایسے تھے کہ دو برس کے معلوم ہوتے تھے اور نہایت مقبول صورت تھے
 آخر صحن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ کو دیکھ کے پہلے اوسنے یہ دریافت
 کیا کہ میرا رب کون ہے اونھوں نے اپنی طرف اشارہ کیا تب آپنے پوچھا کہ تیرا
 رب کون ہے۔ آپکی والدہ یہ کلام سنکر اپنے شوہر کے پاس گئیں اور اوسنے کہا
 کہ یہ وہی لڑکا ہے جو ملک دمال اور بادشاہی نمرود کی لے گا۔ یہ سیکھ آذوب ترا
 یعنی حضرت ابراہیم کے والد مع اپنی اہلیہ کے ابراہیم علیہ السلام کے پاس گئے۔
 آپنے پھر اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا خدا کون ہے اونھوں جواب دیا کہ میں آپنے
 پوچھا تیرا خدا کون ہے تب آپکی والدہ نے آپکے والد کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپنے

دریافت فرمایا کہ اس کا خدا کون ہے یہ سنے وہ خاموش ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت
 ابراہیم کو ہدایت کی۔ اسی قصے کی طرف بیان اشارہ ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ اِذْ
 قَالَ لِرَبِّهِمْ اَسْلِمُ لَكُمْ لَقَالَ اَسْلَمْتَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○ جب کہا او نکو یعنی حضرت
 ابراہیم کو ان کے پروردگار نے کہ اسلام لایئے فرمان بزدار ہو کہا اونھوں نے کہ فرمانبردار
 ہو امین تمام عالم کے پروردگار کا وَوَصَّي بِهٖ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهٖ وَيَعْقُوْبَ
 اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب۔ يٰذِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ
 لَكُمْ الدِّيْنَ فَلَا تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اے بیٹو میرے اللہ
 نے چنکر دیا ہے تمکو دین پس نہ مرناتم اس جہان سے مگر مسلمان ہو گے۔ عرب کے
 یہودی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ یعقوب
 علیہ السلام نے جس دین کی اپنی اولاد کو نصیحت کی تھی وہ یہی دین ہے جبہر اہم
 ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتَ
 کیا تم موجود تھے جب آئی یعقوب کو موت اِذْ قَالَ لِبَنِيْهٖ مَا نَعْبُدُوْنَ مِنْ
 بَعْدِ اِيَّيْ جِسْمَتِ كَمَا يَعْقُوْبُ نے اپنے بیٹوں کو کیا پوچھا کہ تم میرے بعد
 نَعْبُدُ اِلٰهًا وَاِلٰهَ اٰبَاۡنَا اِبْرٰهٖمُ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَاَحَدًا
 وَنَحْنُ كَذٰبٌ مُّسْلِمُوْنَ ○ کہا اونھوں نے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی اور تیرے
 باپ دادوں کے رب کی جو ابراہیم اور اسمعیل اور اسحق ہیں وہی ایک رب ہے
 اور ہم اسی کے حکم پر ہیں۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَكَلٰہُمْ
 كَسَبَتْہُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ یہ ایک گروہ تھا کہ گزر گیا ان کے
 لیے جو کما گئے وہ اور تمھارے لیے ہے جو تم کماؤ اور تم سے پوچھے نہ جائیں گے
 ان کے کام وَقَالُوْا كُوْنُوْا ہُودًا اَوْ نَصَارًا تَهْتَدُوْا اور کہتے ہیں یہود اور
 نصاریٰ سونھو کہ کہہ جاؤ تم یہودی یا نصرانی تو راہ پاؤ۔ قُلْ بَلْ مِلَّةَ

اَبْرٰهٖمَ حَنِيفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ تو کہ نہیں بلکہ بمنی اختیار کیا
 طریقہ ابراہیم کا جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے۔
 قُولُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلٰی اٰبِرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ
 وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاِلٰہَا سَبَاطٍ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَا
 اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَبِّہُمْ لَا تَفْرِقْ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ وَتَحْنُ
 اَکْہُ مُسْلِمُوْنَ ۝ اور حکم کیا اللہ تعالیٰ نے کہ کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ
 کہ اُتار گیا ہماری طرف اور جو اوتار ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اوسکی
 اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو کچھ ملا نبیوں کو صحیفوں اور معجزوں سے
 ان کے رب سے ہم فرق نہیں کرتے ایک میں بھی انہیں سے اور ہم اوس کے حکم میں
 فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنُوْا بِہٖ فَقَدْ اٰهْتٰہُ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّا لَنٰہُمْ
 فِیْ شِقَاقٍ ۚ فَسَیْکْفِیْکُمْ اللّٰہُ وَہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ پہلے اگر
 وہ بھی یقین لائیں یعنی یہود وغیرہ جسطرح تم یقین لائے ہو تو راہ پائیں گے اور
 اگر پہر جائیں تو سوا اسکے نہیں کہ وہی میں خدا پرست قریب ہے کہ کفایت کرے اللہ
 تیری طرف سے اون لوگوں سے انتقام لینے میں۔ اور وہی ہے سننے والا جاننے
 والا۔ بعد اُترنے اس آیت شریف کے سب یہود مخالف ہو گئے اور مسلمانوں کے
 ساتھ عداوت کرنے لگے۔ اور کہتے تھے کہ ہمارے لیے صبیغہ ہے اور ہمارے
 لیے صبیغہ نہیں۔ اور صبیغہ او سبے کہتے ہیں کہ نصاریٰ اپنے لڑکوں کو پیدا نش کے
 دن سے سات روز بعد عمود یہ کے پانی میں غوطہ دیتے تھے تاکہ وہ لڑکا حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کے دین پر اس پانی کی برکت سے قائم رہے اور نیت صبیغہ کی اس طرح
 کرتے تھے صَبَغْنَا لَکَ بِطَرِیْقَةِ الْمَسِیْحِ یعنی رنگتے ہیں ہم تجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ
 السلام کے طریقے پر۔ اور نصرا نیوں کا یہ بھی دستور تھا کہ جب کہ ایک نصیریہ

داخل کرتے تو ایک زرد رنگ بناتے اوس سے اوس کے کپڑے رنگتے اور وہی
 اوپر چڑھ دیتے اور اسے اونکے بیان اصطلاح کے معنی غل اور غوطہ دینے
 کے ہیں۔ جب اونھوں نے اس صنف پر افتخار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ صِبْغَةَ
 اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً زَوْجْنُكَ عِبَادُ ۝ یعنی لیا رنگ اللہ
 کا اور کسا رنگ ہے اللہ سے بہتر اور ہم اوس کی بندگی پر ہیں یعنی اوس کی عبادت
 کرتے ہیں اور اوس کو پوجتے ہیں۔ پھر یہود و نصاریٰ نے اپنی بڑائی اور فخر میں یہ کلمے
 کہنے شروع کیے نَحْنُ أَوْلَىٰ بِاللّٰهِ مِنْ خَلْقٍ ۝ یعنی ہم بڑے ہیں خدا کے اور اوس کے دوست
 نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۝ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ أَتُحِبُّونَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا
 وَرَبُّكُمْ وَكُنَّا أَعْمَالًا لَّكُمْ وَنَحْنُ كَمَا تَخْلُقُونَ ۝ تو کہہ کیا
 اب تم جھگڑتے ہو ہم سے اللہ میں اور وہی ہے پروردگار ہمارا اور پروردگار تمہارا
 اور ہمارے لیے میں عمل ہمارے اور تمہارے لیے عمل تمہارے اور ہم صدق دل
 سے اوس کے پوجنے والے ہیں۔ اَمْ تَقُولُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعٖلَ وَ
 اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَاٰلَآءَ سَبَاطَ كَاُلُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ؕ کیا تم کہتے ہو کہ
 ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اوسکی اولاد یہود تھے یا نصاریٰ قُلْ اَنْتُمْ
 اَعْلَمُوْا اَمِ اللّٰهُ ؕ تو کہہ اوسے آیا تمکو خبر زیادہ ہے یا اللہ کو۔ وَمَنْ اَظْلَمُ
 مِمَّنْ كَتَبَ شَهَادَةً عِندَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝
 اور اوس سے زیادہ ظالم کون جسے چھپائی وہ گواہی جو اد کے پاس اللہ کی طرف سے
 ستر اور اللہ بے غیبتین تمہارے کام سے۔ تِلْكَ اٰمَةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ
 وَكَلِمَاتُ مَا كَسَبَتْ وَلَا تَسْمَعُوْنَ اَعْمَالًا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ ۝ یہ ایک گروہ تھا کہ گزر گیا۔
 اونکے یہ جو کر گئے وہ اور تمہارے لیے جو تم کو داور تھے نہ پوچھے جائیں گے اونکے کام فقط



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ يُوسُفَ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا ثَلَاثٌ وَارْبَعُونَ آيَةً ثَلَاثَا عَشْرًا رُكُوعًا

سورہ یوسف کے میں اُترے آئین ایک سو گیارہ آئین ہیں اور ایک ہزار سات سو چھتر کلمے اور سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ حرف اور بارہ رکوع ہیں۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص سورہ یوسف کو پڑھا کر لگیا اسے اور اس کے اہل و عیال کو سختی موت کی نوبت کی اور دیندار لوگ اس سے محبت رکھیں گے اور رزق کی افزایش ہوگی۔ اور ہر آفت و بلا سے محفوظ رہے گا اور خوش و خرم زندگی بسر کرے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ الکراف الف سے مراد اللہ ہے اور لام سے لے کر رے سے رزاق۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا مہربان روز دہنے والا ہے۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ یہ آئین ہیں روشن کتاب کی۔ اس سورہ مبارک کے شان نزول میں اختلاف ہے بعض نقل کرتے ہیں کہ علماء یہود نے شرفاء اہل عرب سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو کہ حضرت یعقوب

علیہ السلام شہر کنعان سے ملک مصر میں کس لیے تشریف لے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت نازل فرمائی اور سارا قصہ ابتدا سے انتہا تک آپ کو بتا دیا تاکہ آپ اون لوگوں کو ان کے سوال سے زیادہ تباہ دین۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ کوئی ایک سورۃ ایسی آتی جس میں بیان جدال و قتال اور عذاب و عتاب کا نہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اونکی تشفی اور تسلی کے واسطے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ یہود فخر کیا کرتے تھے اس بات پر کہ جو قصہ ہماری توریت میں لکھا ہے وہ تمہارے قرآن میں نہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کے لیے یہ سورۃ نازل فرمائی۔ اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ ابن سوہیل نے عرض کی کہ ایک سجزہ مجھے دکھلائیے تو میں بھی ایمان لاؤں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت اللہ تعالیٰ نے اتاری اور آپ نے اسے پڑھ کر سنایا اور آؤسے سب سن کے اتاس کی کہ نہ سچ فرمایا آپ نے اسے بد بول اللہ کے توریت میں بھی یون ہی لکھا ہے بعد اسکے وہ ایمان لایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا جَزَّلْنَا قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ ہننے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا شاید کہ تم سمجھو۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا ۝ هَذَا الْقُرْآنُ فَہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہتر بیان اور اچھا قصہ کہ بھیجا ہے تیری طرف یہ قرآن۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت یعقوب کے بچے کے نہایت شاق تھے اور آنحضرت سے عرض کرتے تھے کہ ہمیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے قصے سے خبر دیجیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم وہ اچھا قصہ تیرے لیے بیان کرتے ہیں وَ اِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الْعَافِلِينَ ۝ اگرچہ تم اس سے پہلے بے خبر۔ یعنی پہلے اسے آپ نہ جانتے

اذ قال يوسف لایبیه لآبت ائی رآیت احد عشر کواکبا و الشمس
 و القمر آیتهم لی سجدین ○ جو وقت کہ یوسف نے اپنے باپ سے اسے
 میرے باپ میں نے دیکھے خواب میں گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھا میں نے
 اونکو کہ وہ مجھے سجدہ کرتے ہیں۔ آپ فرمائے کہ یہ کیا بات ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ حضرت
 یوسف علیہ السلام بارہ برس کے تھے اپنے والد ماجد کے پاس سوتے تھے جمعے
 کی رات تھی کہ ایک مرتبہ سوتے سوتے چونکے اور گھبرا کے اٹھ بیٹھے حضرت یعقوب
 علیہ السلام یہ حال دیکھ کر اونسے فرمانے لگے کہ اے جان پر خیر تو ہے تم کیوں اس قدر پریشان
 ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے والد بزرگوار اس وقت میں نے
 ایک خواب دیکھا اور میں اس سے خائف ہوا۔ وہ یہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں پہاڑ پر
 بیٹھا ہوں اور وہاں کے درخت نہایت سرسبز و شاداب میوہ دار ہیں اور چاروں طرف نہر
 جاری ہیں دروازے آسمان کے کھلے ہوئے ہیں اور کسی شخص نے تمام عالم کے
 خزانوں کی کنجیاں مجھے دی ہیں۔ اور دفعہ گیارہ تارے اور چاند اور سورج آسمان
 سے اترے اور مجھے سجدہ کیا یہ دیکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور مجھے خوف پیش ہوا
 حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونکی تشفی کی اور فرمایا تمہارا خواب یہ تھا اور یہ
 تمکو بہت بڑا درجہ عنایت کر گیا اور سلطنت و اقبال عطا فرمایا گا اور حضرت یوسف نے اپنی
 اور تمہارے گیارہ بھائی اور ماں باپ اطاعت کریں گے۔ گناہات و گناہ کا حال
 اپنے بھائیوں سے نہ کہنا۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ لا یسئرنی لآتقص
 رعیاک علی اخوتک فیکید و آلک کیداً ابن الشیطن للانسان
 عدا و مقبین ○ کہا اے میرے پیارے بیٹے نہ بیان کرنا تم اپنا خواب اپنے
 بھائیوں سے کہ وہ بنالائین گے تیرے بچے فریب یعنی تیری ایذا رسانی کے
 درپر ہونگے۔ البتہ شیطان انسان کے بے صریح دشمن ہے۔ حضرت یعقوب

علیہ السلام نے یہ مانگت اس واسطے کی تھی کہ خواب بہت صاف و روشن ہے مبادا حضرت یوسف کے بھائی سنتے ہی سمجھ جائیں اور شیطانی وسوسوں سے ہلاکت کے درپہ ہوں۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام اس نصیحت سے بہت خائف ہوئے کیونکہ آپ کے بھائی دور و قوت میں آپ سے بہت بڑے ہوئے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جب اذکوثر سان و ہرسان پایا تو اونکی تشفی کی اور فرمایا کہ تم ہرگز پریشان نہ ہو غریب خدا سے تعالیٰ تمکو تمھارے باپ دادا کے رتبے سے سرفراز فرماوے گا۔ وَكَذَلِكَ

يُخَبِّرُكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ اور اسی طرح نوازیگا تجکو تیرا پروردگار اور سکھائیگا تجھے علم تعبیر۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے نبوت اور بادشاہت عنایت فرمایگا اور کتب آسمانی تجھ پر روشن کرے گا۔ وَيُؤْتِيكَ مِنْهُ عِلْمًا وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَّا أَتَاهَا عَلٰی أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلِ الْإِبْرَاهِيمَ وَاسْتَخْلَفَ مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلٰی حَكِيمٍ اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر جیسے کہ پورا کرے تیرے دو باپ داداؤں پر پہلے سے ابراہیمؑ اور اسحقؑ پر البتہ پروردگار ابراہیمؑ پر حکمت والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنی نعمتیں پوری کرے گا اور تجھے نبوت اور بزرگوں کی شہادتیں پوری کرے گا جیسے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحقؑ کو عنایت کی اور وہ بڑا حکیم ہے اور کہ تم پر یار میں سب کچھ ہے جو مناسب سمجھتا ہے وہ کرتا ہے۔ ۱۰

ہے خلاق عالم غم پروردگار جو چاہے کرے اور سکھو ہے اختیار اب آگے اللہ تعالیٰ اذکوثر کوں کا حال بیان فرماتا ہے جو حضرت یوسف اور اونکے چھوٹے بھائی بنیامین کا حال چھپا کرتے تھے۔ لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ إِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلسَّاعَةِ ۝ بیک سخت یوسف اور اونکے بھائیوں کے قصے میں نشانیاں ہیں پوچھنے والوں کے لیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل قریش نے یہود سے کہا کہ ہکو ایسی بات بتاؤ جسے ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے اونکی سچائی کا حال

آزمائیں یہود نے کہا تم آنحضرتؐ سے یہ پوچھو کہ حضرت ابراہیم کا وطن ملک شام تھا
 اور انکی اولاد ملک مصر میں کیونکر آئی جو موسیٰ اور فرعون سے قضیہ ہوا۔ اور سہر ق تھالے
 نے فرمایا کہ پوچھنے والوں کو نشانیاں ہیں اگر وہ سمجھیں۔ یعنی قریش کو یہ قصہ محکمے سمجھنا
 چاہیے کہ حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے حضرت یوسفؑ سے حسد کیا اور انکی اہانت
 قبول نہ کی آخر اللہ تعالیٰ نے ادن سب کو حضرت یوسفؑ کا محتاج کر دیا۔ اسی طرح قریش نے
 ملک بھائی کو وطن سے نکال دیا اور اسے دہین عروج ہوا۔ یعنی قریش نے آنحضرتؐ
 کو اس قدر پریشان کیا کہ آپ بیت اللہ سے مدینے میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ
 نے اپنے فضل سے آپ کو ادن سب کا حاکم بنا دیا۔ اور اسی طرح یہودی بھی حسد کر کے
 خراب ہو گئے۔ اب حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا بغض و حسد بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں
 خواب یوسفؑ علیہ السلام کی کیفیت کیونکر معلوم ہوئی۔ مختصر یہ ہے کہ جب وقت حضرت یوسفؑ
 علیہ السلام نے اپنا خواب حضرت یعقوبؑ علیہ السلام سے بیان فرمایا اور ادنوں نے
 اسکی تعبیر بیان کر کے افشائے راز سے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کو مانت و فرمائی
 او سوقت شمعون کی والدہ یعنی حضرت یعقوبؑ کی بی بی کسی گوشے میں پوشیدہ رہا
 حال سن رہی تھیں اور ادن کو اس حال کے سنتے ہی حسد پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے کہا
 سب بیٹوں سے یہ حال بیان کر دیا اور انکو بھی حسد نے آگیا اور حضرت یوسفؑ علیہ السلام
 بہت خواب کا حال دریافت کیا آپ نے جھوٹ بیان کو خلاف شان صدیقیت سمجھ کر سب
 حال اپنے خواب کا مفصل بیان فرما دیا۔ یہ سنتے ہی ادن کے دل میں آتش حسد بھڑک
 اٹھی اور سب ملکر کہنے لگے کہ راحیل کا بیٹا بنی اسرائیل پر بزرگی چاہے خدا کی قدرت
 ہے۔ دیکھو وہ جھوٹی باتیں بنا بنا کے باپ کا دل خوش کرنا چاہتا ہے اب ہمارا
 بدلہ لینا ضرور ہے۔ پھر یہ سب اپنے بھائی یوسفؑ کے پاس گئے اور بیان کیا کہ یوسفؑ
 نے ایک نیا خواب گھر کے ہماری طرف سے باپ کا دل پھیرنا چاہا ہے روئیل چونکہ

عقل مند تھا اور نہ کہا کہ بیشک دس کا خواب سچ ہے اور اس کے چہرے سے ایسے ہی آثار
ہویدہ امن یہ سنکر اور بھی برا فروختہ ہوئے اور غم و غصے سے نہایت اتر حال ہوا
تین بدن چھوک دیا سوز درون نے اور کا | آخر ش ساتھ دیا شور جنون نے اور کا
بس رات دن انھیں فکر و نین مصروف ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی برائی
کرنے لگے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِذْ قَالَ الْيُوسُفُ لِأَخِيهِ أَهْبُ إِلَى آبِنَا
مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ مَا جَبَّ كُنْ لَكِ الْبَتَّةُ يَوْسُفُ اور اس کا بھائی بنیامین بہت پرا
ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم ایک شہ زور جماعت ہیں۔ یعنی ہم سب قوی اور زور
ہیں۔ اور دسوں آپس میں متفق ہیں۔ اِنْ اَبَا نَا كَفَى ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ البتہ
ہمارا باپ صیح خطا میں ہے۔ یعنی دو لڑکوں ضعیف و کمزور سے محبت رکھتا ہے
اور ہم دسوں کو جو زور آور اور وقت پر کام آنے والے ہیں پوچھتا بھی نہیں۔ اور
حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیادہ محبت کا باعث یہ تھا کہ اول تو حضرت یوسف اور
اس کے بھائی بنیامین چھوٹے تھے اور چھوٹی اولاد زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ دوم
یہ دونوں بھائی راحیل کی اولاد سے تھے اور راحیل سے حضرت یعقوب علیہ السلام
کو کمال درجہ محبت تھی۔ تیسرے جب بنیامین پیدا ہوئے اور راحیل کو مرض الموت
آئے ایسا گھبرا کہ انھیں اپنی زندگی کی توقع نہ رہی تو انھوں نے مرتے دم حضرت
یعقوب علیہ السلام سے بصد منت و زاری یہ عرض کی کہ اگر آپ میری روح کو میری
گور میں خوش رکھنا چاہیں تو میرے دونوں بچوں کو خوش رکھیں گے اور ان کی دل جوئی اور
تشفی میں کوتاہی نہ کیجیے گا۔ درمیر ہی روح قبر میں بے چین رہیگی۔ حضرت یعقوب
علیہ السلام نے ان کی وصیت منظور اور ان دونوں صاحبزادوں کو نہایت عزیز
رکھتے تھے اور سب سے زیادہ ان کو دونوں سے محبت کرتے تھے۔ القصہ جب
ان باتوں سے بھی ان کی تسکین نہ ہوئی اور آتش رشک و حسد نے بہت ہی جلایا تب

آپس میں صلاح کرنے لگے اتنے میں شیطان ایک پیر مرد مقدس صورت کی شکل بنا آپہنچا
 اور اونکے مجمع میں شریک ہو کے کہنے لگا کہ اے فرزند ان یعقوب معلوم ایسا ہوتا ہے
 کہ یوسف تم سب کو اپنا غلام بنایا چاہتا ہے اور آخر کار تم سب مثل غلاموں کے اوسکی
 خدمت میں رہو گے اور وہ تم پر حکمران ہو گا۔ اور یہ بڑی غیرت کی بات ہے کہ تم جھوٹے
 بھائی کے غلام بنو۔ وہ سب شیطان کو اپنا خیر خواہ ہمدرد سمجھ کر کہنے لگے کہ اے بزرگ
 مہربان پھر آپ ہی کوئی تدبیر بتائیے اسنے کہا یہ کوئی مشکل بات نہیں میں تمکو ایک آسان
 ترکیب بتائے دیتا ہوں کسی جنگل سیا بان سنان میدان میں حیلہ بہانہ کر کے لے جاؤ
 اور وہاں پہونچے موقع دیکھ کر اوسے مار ڈالو یا زمین میں دبا دو۔ یہ بات ان سنے
 پسند کی اور کہنے لگے بیشک **اقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَظْهِرُوا أَرْضَنَا تَحِلًّا لِّكُلِّ وَجْهٍ**
آيِكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ○ مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو
 کسی زمین میں کہ اکیلی رہ جائے تم پر توجہ تمہارے باپ کی۔ یعنی جب یوسف نہو گے تو
 جو محبت اُنکو یوسف سے ہے وہ تم سب سے کرنے لگیں گے۔ اور ہو جاؤ بعد اسکے
 نیک قوم۔ یعنی پر تشویش فکر نہ رہی اطمینان ہو جائیگا یا یہ کہ بعد اس فعلیہ شعبہ بون کے
 تو بہ کر کے نیکون میں شامل ہو جائینگے۔ لیکن بعض نے اسے پسند لیا اور **فَتَحْتَمَلُ**
قَاتِلُ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوْهَ فِي غَيْبَتِ ابْنٍ يَلْتَقِطُ
بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فَعِلَیْنَ ○ کہنے والے نے اُنہیں
 سے یعنی یہود نے کہ نہ مارو یوسف کو۔ کیونکہ خون کربے گناہ کا اچھا نہیں۔ اور
 ڈال دو اسکو ایک اندھیرے کٹھن میں تاکہ پائے اسکو کوئی مسافر اگر تم کو
 یہ کام کرنا ہے۔ یہ صلاح سب نے پسند کی اور کہیں میں کہنے لگے کہ ہم روز بکران چرائے
 جایا کرتے ہیں باپ سے کہیں کہ یوسف کو کبھی ہمارے ساتھ کر دیجیے کیونکہ ماشار اللہ سے
 اب وہ قریب جوانی کے ہے اور آج تک گھر سے بھی نہیں نکلا اب ہمارے ساتھ چلا

کرے اور کام یکے پر مشورہ کر کے اپنے باپ کے پاس آئے اور کہا قَالُوا يَا بَانَا مَا لَكَ
 لَا تَأْمُرُنَا عَلَىٰ يَوْسُفَ وَلَا تَالَهُ لَنُصْحُوْنَ ۝ یعنی کہا انھوں نے کہ اے باپ
 ہمارے کیا سبب ہے کہ آپ اعتبار نہیں کرتے ہمارے یوسف پر اور ہمتو اسکے خیر خواہ
 ہیں۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَزْنِزْهُ وَيَكْبِتْ وَلَا تَالَهُ لَنُحْفِظُوْهُ ۝ بھیجے اسکو
 کل ہمارے ساتھ کہ کچھ کھائے اور کھیلے۔ اور ہم تو اس کے نگہبان ہیں۔ حضرت یعقوب
 علیہ السلام نے جواب دیا قَالَ اِنِّيْ لَيُخَوِّئُنِيْۤ اَنْ تَذْكَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ
 يَّاْكُلَهُ الدِّيَابُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ کہا مجھے غم اس بات کا ہے کہ تم
 اُسے لچاؤ اور ڈرتا ہوں میں کہ کھا جائے او سکو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر ہو
 یعنی جو بانا وہ کرنے والے تھے وہی آپکی زبان سے بھی نکلا۔ پھر انھوں نے
 جواب دیا قَالُوا الَّذِيْنَ اَكْلَهُ الدِّيَابُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّا اِذَا الْخَبِرُوْنَ بِنِ
 کما انھوں نے اگر کھا گیا او سکو بھیڑیا باوجود اسکے کہ ہم زور آور جماعت ہیں تو ہمیں
 سب کچھ گنوا یا۔ الغرض حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی عرض پذیرانہ کی۔ تب
 انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سیر و تماشے کا شوق دلایا اور جنگل کی
 تعمیر اور سبزی کی شادابی اور پھولوں کی بہار بیان کر کے اور نادل بھایا۔

دیکھو تو چلکے بھائی عجب لالہ زار ہے

کھڑا ہے سبزہ زار و پھول بہار ہے

آخرش حضرت یوسف تمہارے سنتے سنتے از خود شاق ہو گئے۔ جب انھوں نے
 حضرت یوسف کو راضی پایا تو پہر اپنے والد کے پاس پہنچے اور کہنے لگے اے
 والد بزرگوار آجکل جنگل سبزہ زار ہے طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے ہیں عجب بہار
 اگر اجازت دیجیے تو ایک دن بھائی یوسف کو ساتھ لے جائیں اور سیر و تماشہ جنگل
 کا دکھلائیں۔ جی بے دل کو فرحت ہو اور آپ کوئی اندیشہ نہ فرمائیے ہم دس بھائی
 نہایت قوی و توانا ایسے ہیں کہ بھیڑیا کیا چیز ہے شیر تک کا شکار کر ڈالیں اور یہ کسی

مجال ہے کہ ہمارے جیسے جی یوسف کو نظر پر سے دیکھ سکے۔ سب بھائی یہاں کر
 رہے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی آئے اور اپنے والد بزرگوار سے بھائیوں
 کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے
 بمقتضائے محبت اور نکاح دل لول کرنا اور اجازت دینا مناسب نہ سمجھا اور فرمایا کہ اے
 میرے پیارے فرزند اگر تیرا دل چاہتا ہے تو اجازت ہے۔ مگر شب بھر بے چین رہے
 اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ اے پروردگار تو خیر الحافظین ہے میں اسے
 تیرے سپرد کرتا ہوں۔ صبح کو جب چلنے کا وقت آیا تو اپنے حضرت یوسف کو غسل دلایا
 اور پیراہن مبارک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت
 جبریلؑ نے بہشت سے لاکر اوسوقت پہنایا تھا جب آپکو نمرود نے آگ میں ڈالنا تھا
 حضرت یوسفؑ کے بازو پر باندھا اور حضرت اسحقؑ کی پگڑی سر پر باندھی اور اپنے
 سب فرزندوں سے تاکید تمام فرمایا کہ دیکھو یوسفؑ کو کسی طرح کی تکلیف نہ پائے
 بھوک پیاس کا ہر وقت خیال رکھنا وہوب میں زیادہ نہ پہرانا اور ہر بات کا خیال
 رکھنا۔ سب نے آپکا فرمان منظور کیا۔ اور روئیل نے حضرت یوسفؑ کو اپنے کندھے
 پر بٹھالیا۔ شمعون نے پانی کی چھاگل ہاتھ میں لی اور چلنے کا قصد کیا۔ دوسرے حضرت
 یعقوبؑ نے یہود اسے پکار کر کہا کہ اے یہود امین یوسفؑ کو تیرے سپرد کرتا ہوں۔
 تو اسے اپنی جان کے برابر رکھو اور خبردار بہت حفاظت سے اسکے ساتھ رہو۔
 اور خود بھی شجرۃ الوداع تک جو شہر نبیاء کے قریب تھا رہ گئے اور نہایت بیتاب و
 بے قرار ہو کر حضرت یوسفؑ کو رخصت کیا اور رخصت کلمات پند و نصیحت کے
 فرمائے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ اے فرزند ارجمند! رخصت انخواستہ کوئی وقت سخت تجھ پر
 یا کسی بلا سے ناگہانی میں گرفتار ہو جائے تو واخدا سے تعالیٰ کے دوسرے سے
 ہرگز ہرگز مدد نہ مانگنا۔ اور مجھے کسی حال میں نہ بھولنا اور نہ میں تمکو بھولوں گا یہ

گلے سے لگایا پیار کیا آنکھوں میں آنسو بہلائے خدا کے سپرد کر کے رحمت کیا فلکما
ذہبوا یہ۔ پہر جب لے کر چلے اوسکو۔ یعنی آگے بڑھے اور باپ کی نظروں سے
غائب ہوئے تو اونکو اپنا بغض و حسد لگانے کا موقع ملا تھ آیا اور حضرت یوسف کو نہایت
بے دردی سے زمین پر ٹپک دیا اور سب مارنے لگے کسی نے لاتین ماریں کسی نے
ٹمانچے کسی نے کپڑے پھاڑے کسی نے بال نوچے ننگے سر ننگے پاؤں برہنہ بدن
ہو کا پیاسا زمین پر گھسیٹے لے چلے نہ رونے پر رحم آیا نہ فریاد کو سنا وہ وہ ظلم کیے
ہلاکت کو پہنچا دیا کٹیٹھے پانی پینے کو نہ دیا زبان پیاس کی شدت سے باہر نکل آئی
حلق میں کانٹے پڑ گئے مگر اون کو کچھ ترس نہ آیا باپ نے جو یوسف کے لیے کھانا
دیا تھا وہ خود کھا گئے اور پانی اونکے سامنے پھینک دیا الغرض حضرت یوسف علیہ السلام
ان صدموں سے بیہوش ہو گئے جب غشی سے کچھ افاقہ ہوا تو یہود اسے کہا کہ باپ نے
تیرے سپرد کیا تھا تو مجھے انکے ظلم سے بچاؤ سنے کہا تم مت ڈرو میں نے تمکو اپنی پناہ
میں لیا۔ یہ سنتے ہی شمعون نے آپکے سینے پر سپر رکھا اور قتل کا ارادہ کیا مگر یہود
نے روکا اور کہا میں یوسف کو قتل نہ کرنے دوں گا چاہے میری جان جائے اس بات
پر آپس میں بہت رد و کد ہو کے یہ بات قرار پائی کہ کسی کنوئین میں ڈال دیا خود ہی
ہر جا بیگیا یا کوئی نکال لیجا بیگا۔ پس وہ سب حضرت یوسف کو ایک تاریک کنوئین
پر جو او جاڑ میدان میں کنعان سے آٹھ نو کوس کے فاصلے پر تھا لے گئے بیان
کرتے ہیں کہ وہ کنوئین نہایت تاریک اور قریب تر گز کے گہرا تھا۔ بہت ہیتناک
اور ہوام کا مسکن۔ وہاں یہ سب جمع ہوئے وَاجْتَمَعُوا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غِيَبَتِ
الْجُبِّ اور متفق ہوئے کہ ڈال دیں اوسکو اندھیرے کنوئین میں۔ تو اونھوں نے
اوسکے کپڑے اوتارے اور کنوئین میں گرانا چاہا۔ او سوقت حضرت یوسف علیہ السلام
ہر ایک کا دامن پکڑتے تھے اور منت کرتے تھے مگر کوئی نہ سنتا تھا اور اونکو

ڈھکیلتے تھے آخر دو چار نے ٹلے کنوین مین ڈالا کہ وہ کنارہ پکڑ کے رہ گئے حضرت
 یوسف نے اونٹے بہت کہا کہ خدا کے لیے میرا سپراہن تو دید کہ مین اس خطرناک جگہ
 مین ننگا نہ رہوں اونھوں نے کہا کہ اب اون چاند سورج اور ستاروں کو کیوں نہیں
 بلاتے کہ وہ تمہارے لیے کپڑے لائیں اور ٹھہیں بچائیں۔ پہراون بے رحمون نے
 آپکے ہاتھ پائوں باندھے اور کمر مین رسی باندھ کے کنوین مین لٹکایا آدمی دور
 سے چھوڑ دیا او سوقت آپکی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے انا عبد اللہ
 رَجَعْتُ إِلَى اللَّهِ وَإِلَى اللَّهِ وَلَئِنْ لَأَلْبَسُوا جُحُورًا
 کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ہم اوسی کے لیے مین اور اوسی کی طرف رجوع کرے گا
 مین۔ جوقت بھائیوں نے آپ کو کنوین مین ڈالا فوراً حکم خدا سے قتلے حضرت جبریل
 علیہ السلام آئے اور آپکو آسانی تمام کنوین کے اندر ایک پتھر پر جو پانی سے کچھ اونچا
 تھا بٹھا دیا اور سپراہن حضرت خلیل اللہ علیہ السلام آپکے بازو سے کھول کے پناہ دیا
 اور آپکی تشفی کی وہ پتھر آپکی جلوہ افروزی سے مثل مثل درختان کے ہو گیا اور کپڑے
 مکوڑے اپنے سوراخوں مین پہنا ہوا ہوئے کنوین آپکے نور سے روشن ہو گیا اور
 پانی اور سکا کھاری تھا وہ بھی میٹھا ہوا۔ یہود کو آپکے اس حال سے نہایت رنج تھا بھائی
 کو دہرا دہر ہٹال کنوین پر آیا اور رو کر پوچھا کہ اے میرے پیارے بھائی تم زندہ ہوا
 پوچھا کہ اے شخص تو کون ہے جو مجھ ایسے رنجور کو پوچھتا ہے اونے کہا مین یہود ہوں
 آپکا بھائی۔ آپ نے فرمایا میرا حال کیا پوچھتے ہو بھائیوں نے جو کچھ کیا وہ تم جانتے ہو اب
 بے یار و مددگار والد سے جدا بھوکا بیاسا ننگا اندھیرے کنوین مین پڑا ہوں یہود نے
 بعد اظہار مذمت کے معافی چاہی آپ نے فرمایا کہ جو شیت ایزدی تھی وہ ہوا۔ مگر تم میری
 دو تین باتوں کا ضرر خیال رکھنا۔ ایک یہ کہ اگر کسی کو بھوکا پیاسا دیکھنا تو اسکی خبر گیری
 یا امکان ضرور کرنا۔ دوسرے جب کوئی جوان نظر آئے تو مجھے یاد کرنا میرے سیرے

چھوٹے بھائی بنیامین کو گھر جاؤ تو میرا سلام کہنا اور میرے بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا تذکرہ کرنا ایسا شکوہ اور شکے حق میں والد ماجد کی زبان سے بددعا نکلے۔ یہودیہ باتیں اُنکے ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار چیخیں مار کے رونے لگا اور سکی آواز سے سب بھائی دوڑے اور بقیہ اردیکر اوپر بہت غصے ہوئے اور ایک بہت بڑے پتھر سے اوس کنوین کا ٹنڈہ بند کر دیا۔ حضرت یوسفؑ اس امر سے اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور خدا سے تعالے سے دعا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے حضرت جبریلؑ کو بھیجا۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے **وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِ لَيَقْبِلَنَّكَ يَا مَرْيَمُ هَذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُونَ** اور ہم نے وحی بھیجی طرف اوسکے یعنی حضرت یوسفؑ کے کہ بیشک خبردار کرو گے تم اونکو اونکے اس کام سے اور وہ نہ بخانین گے۔ یعنی تمہارے دشمن بہت جلد شرمندہ ہوں گے اور تم اس قید سے نکل کر سند عزت پر بیٹھو گے تمہارے بھائی تمہاری خدمت میں دست بستہ کھڑے ہوں گے اور سوقت یہ حالات تم اونسے بیان کرو گے اور وہ مذمت سے سر جھکا لین گے۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام کی بقیہ راری سنئے کہ جب صاحبزادوں کے واپس آنے کا وقت گزر گیا تو نہایت بے قرار ہوئے اور ہزاروں طرح کی تشویش و فکر میں مبتلا تھے آخر اپنے اپنی لونڈی کو بلایا اور اوس سے فرمایا کہ تو مجھے اوسط طرف لے چل جہاں سب لڑکے گئے ہوتے ہیں کہ میں اونکے تاخیر کرنے کا سبب دریافت کروں اور آپ گھر سے نکل کر تھوڑے فاصلے پر ایک بلند مقام تھا وہاں کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر کرنے لگے مگر کوئی نظر نہ آیا۔ اس سے اور بھی زیادہ بے قرار ہوئے اور رات قریب آئی آپنے اوس لونڈی سے فرمایا کہ تو آواز دے شاید کوئی جواب دے اوسنے اون لوگوں کو پکارا وہ آواز سنتے ہی نعرے کرتے اور کپڑے پھاڑتے وہاں سے پہلے آپنے یہ راویا سنکر حال دریافت فرمایا لونڈی نے عرض کی کہ فراق

یوسفؑ میں نالان اور گریان میں یہ سنتے ہی آپ بیہوش ہو کے گر پڑے۔ لونڈی
یہ حال دیکھ کے گھبرائی اور اس نے بت زو سے پکار کے کہا کہ اسے فرزند ان
یعقوب دوڑو جلد آؤ اپنے باپ کے دیدار سے شرف ہو کہ وہ ایک دو ساعت کے
مہمان ہیں اس خبر کے سنتے ہی اونھوں نے زیادہ تیز قدمی کی **وَجَاءُوا أَبَاهُمْ**
عِشَاءً يَبْكُونَ اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا ہونے کے بعد روتے
ہوئے۔ یعنی قریب عشا کے باپ کے پاس پہنچے اور ان کا ابر حال دیکھ کے
ہو دانے سبکو ملامت کی اور وہ سب اس مقام سے اپنے باپ کو گھر لے گئے
شب بھر حضرت یعقوب علیہ السلام حالت بیہوشی میں رہے۔ صبح کو جب ہوش
آیا تو فرزندوں کو روتا ہوا دیکھ کے اس نے دریافت کیا کہ بتاؤ میرا نور عین راحت
جان جو تمہارے ساتھ گیا تھا کہاں ہے وہ کہنے لگے۔ **قَالُوا يَا أَبَانَا نَاذِهُبْنَا**
نَسْتَقِ وَيَتْرُكُنَا يَوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَالَكُلُّ الذَّنْبُ وَمَا أَنتَ
بِأَبٍ لَّنَا وَكُنَّا صَدِيقِينَ یعنی اونھوں نے جواب دیا کہ اسے
باپ ہم دوڑ رہے تھے کہ نہ کہتے تھے ہم سب ملے دوڑتے تھے اور ایک دوسرے سے دوڑ
میں سبقت چاہتے تھے اور چھوڑ گئے تھے یوسف کو اپنے مال کو کہ پاس
پس اس کو بیٹھا کھا گیا اور آپ یقین نہ کر سکیے ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہوں یہ قول
ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو وقت یہ حال سنا تو بہت ہی مضطرب ہوئے
اور سر مبارک کو زمین پر پٹکتے تھے اور زار زار روتے تھے یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے
جب بیہوش میں آئے تو پہر اپنے فرمایا کہ لاؤ میرے یوسف کو۔ تب یہ سب ہی رونے
لگے **وَجَاءُوا عَلَى قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَثِيرٍ** اور لائے اس کے کرتے پر لہو لگا جھٹ
کھا ہے کہ جو وقت بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوین میں ڈالا اور وہاں
پہرے تو اونھوں نے باپ کے دکھانے کے لیے اور اپنے قول کی صداقت

جٹانے کے واسطے ایک بکری فوج کر کے اوسکے خون سے حضرت یوسف کے کرتے پر کچھ چھینٹے دے رکھے تھے تاکہ اوس سے ظاہر ہو کہ واقعی بھیڑیا کھا گیا۔ مگر جھوٹ جلد ظاہر ہو جاتا ہے چھپائے سے چھپ نہیں سکتا کیا معنی کہ کرتا خون سے رنگین تھا مگر بالکل ثابت کہین سے پٹھایا نوچا نہ تھا۔ اگر بھیڑیا کھاتا تو ممکن نہ تھا کہ کرتا ثابت رہتا پس اس سے اونا جھوٹ ظاہر تھا مگر وہ نہ سمجھے اور وہی کرتا حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے لے آئے اور نہایت سچے بنکے سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ حضرت ہم بے قصور ہیں اونکو بھیڑیا کھا گیا دیکھئے اونا کرتا تمام لمبے تر بہر ہے آپ یہ حال ملاحظہ فرما کے اور زیادہ بے قرار ہوئے۔ مگر اونا سچ اور جھوٹ ظاہر ہونے کے لیے آپنے اوس پیراہن کو سونگھا اور فرمایا کہ ہرگز ہرگز یہ ہو میرے پیارے یوسف کے خون کی نہیں ہے اور کسی بھیڑیے نے اوسے نہیں کھایا اگر تم سچے ہو تو اوس بھیڑیے کو لاؤ نا بھی ابھی تمہارا جھوٹ سچ ظاہر ہوا جاتا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب جنگل کی طرف راہی ہوئے اور بھیڑیے کی تلاش کر لے گئے پرتے پرتے ایک بھیڑیا کسی مقام پر نظر آگیا اوسے بدقت گرفتار کر اور اوسکے منہ میں خون لگا لے آئے اور کہنے لگے اے باپ ہمارے یہ وہی بھیڑیا ہے جسے یوسف کو ہلاک کیا۔ آپنے اوسکی طرف دیکھا تو اوسکی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور ایسی صورت ظاہر ہوئی جس سے اوسکی بے قصوری ثابت ہوتی تھی۔ آپنے جانب آسان نظر کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی حکم ہوا کہ اے یعقوب بھیڑیے کے سر پر اپنا ہاتھ رکھو اور چوچا ہو اوس سے پوچھو وہ بخوبی تمکو جواب دیگا آپنے اوس کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ تجھ کو قسم ہے خداے ذوالجلال کی تو سچ کہ میرے یوسف کو تو نے کھایا ہے یا نہیں یا تیری قوم میں سے کسی نے کھایا ہو تو بتا دے۔

کہا اوس سے اے بھیڑیے سنگدل	تو ہوتا نہیں میرے آگے خجل
----------------------------	---------------------------

کہ یوسف تھا میرا جو بدر منیر ✽ کیا تو نے جنگل میں اوسکو اسیر نہ کی تو نے پیری پر میری نظر کیا نوش تو نے اوسے بے خطر ✽

بھڑپنے نے آپکا کلام درد آمیز سنکر آنکھوں سے آنسو بہائے اور کہنے لگا۔ اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ یعنی اے اللہ کے پیارے نبی آپ پر سلام۔ میری کیا مجال و ملت تھی کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر سے دیکھ سکنا۔ مجھ پر اور میری تمام قوم پر خدا سے تعالے نے انبیاء علیہم السلام کا گوشت حرام کر دیا ہے اور ہم میں تو اتنی قوت بھی نہیں کہ آپکی بکریوں کو بُری نیت سے دیکھ سکیں پھر بھلا حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ بے ادبی کیونکر کر سکتے تھے یہ محض اہتمامِ حرمین اس گناہ سے پاک ہوں ۵

میں یوسف کی تمت سے تو پاک ہوں مگر اوس کے غم میں جگر چاک ہوں

مجھ پر ان لوگوں نے بہتان کیا ہے۔ آپنے فرمایا تو کہاں جاتا تھا اور انکے ہاتھ کیونکر آیا۔ اوسنے عرض کی ایک دن میرا دادا حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ آپس کے اتفاق اور بھائیوں کے خیل تلاپ کے فضائل اور ثواب بیان فرما رہے تھے وہ بیان میرے دادا نے مجھے کہا تھا پس میں بھی بنظر حصول ثواب اپنے بھائی سے جو ملک شام میں ہے ملنے چلا تھا راستے میں سنا کہ آپکے نور بصر تحت جگر کا پتا نہیں ملتا اس سے مجھے سخت تر صدمہ ہوا اور اس خبر کے دریافت کر لے کے لیے خدمت عالی میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا راستے میں آپکے فرزندوں مجھے ضعیف و کمزور پا کے گرفتار کیا اور آپکی خدمت میں لے آئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے کہا کہ یضیحت تم اس بیٹریے سے سیکھ لو۔ یہ سنتے ہی ان سب کے ہوش و حواس جاتے رہے اور مارے ندامت کے سر نہ اٹھا سکے۔ پھر بیٹریے نے آپسے رخصت چاہی آپنے اوس سے پوچھا کہ کچھ تجھے بھی خبر ہے کہ میرا نوز عزیز زندہ ہے یا کیا ہوا۔ اوسنے عرض کی کہ مجھے معلوم تو ہے مگر عرض نہیں کر سکتا آپنے

فرمایا کیونکہ گزارش کی کہ چغل خوری بہت بُری بات ہے۔ آج میں آپسے کہہ دوں تو کل اپنی راری قوم کے آگے ذلیل ہوں اسکے سوا غازی وہ شے ہے کہ خدا محفوظ رکھے۔ الغرض آپسے اسے رخصت فرمایا۔ بھیڑیا و مان سے آگے بڑھ کے ایک ٹیلے پر پونچھا اور اس نے آواز بلند اپنی زبان میں اپنی قوم کے لوگوں کو پکار کر کہا کہ اے میرے بھائیو اگر تم نے فرزند یعقوب علیہ السلام کو ہلاک کیا ہے تو ہزار افسوس بہت تمہارے کہ تم نے اپنی جانوں پر بہت بڑا ظلم کیا۔ کیونکہ نہ اسے تھامنے نے تمہارا نبی علیہم السلام کا گوشت حرام کیا تھا۔ اور اگر تم اس گناہ سے پاک ہو تو جلد آؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی بے گناہی کا اظہار دو اور اس بہت سے برائت حاصل کرو۔ یہ آواز سنتے ہی بھیڑیوں کے غول حضرت کے مکان کے گرد چاروں طرف سے آگے جمع ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یہ حال دیکھ کر دلستر اسے باہر تشریف لائے آپکے دیکھتے ہی سب نے سر جھکایا اور عرض کی کہ حضور ہم غلامان کی یہ طاقت نہیں کہ آپکے تحت جبر نور پھر کو چشم بے دیکھتے کجا یہ حرکت بجا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ ہم اس خط سے بالکل پاک و صاف ہیں یہ عرض کر کے وہ سب جنگیں کور ہی ہوئے۔ اور آپسے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔ قَالَ كُلُّ سَوَلَتْ لَكُمْ
 اَنْتُمْ كَوَاَصْرَاءُ فَصَبُّوْهُ جَحِيْلًا وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ○
 یعنی آپسے کہا کہ جو تم کہتے ہو یہ بات نہیں بلکہ بنیادی ہے تمہارے لیے تمہارے نفسوں نے ایک بات پس صبر ہی بہتر ہے۔ اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں میں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو۔ یہ بات اپنے فرزندوں سے فرما کر آپ نے ایک حجر سے میں قیام فرمایا اور اس کا دروازہ بند کر لیا اس حجر کے کا نام بیت الاحزان رکھا تھا اور اکثر اسی میں جلوہ افروز رہتے تھے اور سوائے غم یوسف علیہ السلام اور کچھ اچھا نہ معلوم ہوتا تھا شب و روز گریہ و زاری فرماتے تھے اور حضرت یوسف کے واسطے دعا کی

باپ کا حال زار دیکھ کے یہودا سے رہا نہ لیا کیونکہ اسے حضرت یوسفؑ سے بھی نہایت
 الفت تھی اور جب تک وہ کنوین مین رہے بیٹا روزانہ مزاج پر سی کے لیے جاتے
 تھے اور حضرت یوسفؑ آپسے اپنے والد ماجد کا حال پوچھا کرتے تھے۔ آخر یہودا نے
 بھائیوں سے کہا کہ یوسفؑ کا خواب سچ معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے دریافت کیا کہ تم کو کس
 طرح معلوم ہوا یہودا نے کہا کہ جب سے حضرت یوسفؑ کنوین مین ڈالے گئے وہ مشہور
 اندھا کنواں نہایت روشن ہے اور جب مین دہان جاتا ہوں تو آواز ایسی آتی ہے
 کہ حضرت یوسفؑ کسی سے باتیں کر رہے ہیں اور دوسرا شخص بظاہر معلوم نہیں ہوتا
 بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یوسفؑ کو کنوین سے نکال کے اس نے عہد لو کہ جو کچھ ہم نے تم سے
 برائیاں کی ہیں اور نکات ذکرہ باپ سے نہ کرو تو ہم تمہیں باپ کے پاس پہنچا دیں
 یقین ہے وہ مان لین گے۔ اس میں دو فائدے ہیں ایک یہ کہ یوسفؑ کے بغیر باپ
 کا بڑا حال ہو رہا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے زندگی کا سہارا نہیں یوسفؑ کو دیکھ کے
 اس کی زندگی ہو جائیگی۔ دوسرے ہمارے تقصیر معاف ہو جائیگی سب نے یہ بات پسند
 کی اور وہاں سے چلے کہ شیطان ایک معقول متبرک صورت بنا کے آیا اور حال دریافت
 کیا سمجھوں نے اپنے ارادے سے اطلاع دی اس نے کہا تم بڑے بیوقوف ہو
 یہ تو سمجھو کہ پہلے تم کہ چکے ہو بیٹریا لے گیا اور یہ حال ایک زمانے کو معلوم ہو گیا اب جو
 اس سے لے جاؤ گے تو جھوٹے مکار کہلاؤ گے اور باپ کے آگے ذلیل و بے اعتبار
 ہو گے بہتر یہ ہے کہ اس خفقان سے باز آؤ۔ ان سب نے اس کی نصیحت پسند کی
 اور اپنے قصد سے پر گئے۔ راویوں نے روایت کی ہے کہ اس میں یہ راز تھا اور خدا
 تعالیٰ کی یہ مصلحت تھی کہ حضرت یوسفؑ قید سے نجات پانے میں بھائیوں کے احسان مند
 نہ ہوں۔ اب حضرت یوسفؑ علیہ السلام کا حال سنئے کہ شب رات ہوئی اور کنوین مین میں پہل
 ہوا یہ ناز و نعم کے پالے ہوئے باپ کے چہیتے گھر سے کب نکلے پاتے تھے اور ان مصیبتوں

کی کیا خبر رکھتے رکھتے دفعۃً جو اس بلا سے ناگمانی میں گرفتار ہوئے یہ مقام خوفناک کبھی
 کربے قرار ہوئے دار زار روتے تھے اور اپنے پروردگار سے عرض کرتے تھے کہ اے
 پروردگار بیشک یہ میرے پہلے گناہوں کی سزا ہے اب تو اپنے فضل و کرم سے حضرت
 ابراہیم اور حضرت اسحق علیہما السلام کے واسطے مجھے بخش دے اور اس پریشانی سے
 نجات دے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ حال مشاہدہ کر کے فرشتے بھی رونے لگے
 اور عرض کی کہ اے بار خدایا یوسف کی گریہ و زاری تو محکوم بھی بے قرار کیے دیتی ہے
 واسطہ اپنی وحدانیت کا رحم فراہم حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت جبرئیل
 علیہ السلام کو حکم دیا کہ جلد جاؤ اور میرے پیارے بندے سے بعد سلام کے کہو کہ اب
 تم مضطرب نہ ہو بت جلد تکو کنوین سے نکالیں گے اور ملک و مال دینگے اور عنقریب
 تمہیں ملک مصر کا بادشاہ کریں گے۔ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپکو ایک دعا
 تعلیم کی اور فرمایا کہ آپ یہ دعا پڑھیں آپکے سب غم دور ہو جائیں گے۔ مضمون دعا یہ ہے

غریبون کا حامی ہے اور غمگسار ہے
 ہلاکت میں جو ہوا سے دے نجات
 کہ ہر رنج و شدت میں کافی ہے تو
 مرے رنج و غم پر بھی کراک نگاہ
 کرم مجھ پر اے میرے غیور کر

الہی تو ہی ہے اکیلون کا یار ہے
 تو شاہد ہے اوسکا جو ہودلین بات
 ترانا ہے دریا میں ڈوبے کو تو
 تو دہشت میں مونس ہے سب کا آگاہ
 مرے ستر کو ڈھانک ڈر دور کر

لکھا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے یہ دعا ختم نہ کی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام
 آئے اور آپکے واسطے کھانا لائے اور بہشت سے ایک قمیص نورانی ملا کے آپکو پہنایا
 اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ گروہ کے گروہ ملائک آپکے پاس جائیں اور
 آپکا دل بہلائیں۔ جب حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا قبول کی تو اس کے
 سامان ظاہری بھی پیدا ہونے لگے یعنی وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ اور آیا ایک قافلہ

بیٹے ایک سوداگر تھے اپنے قافلے کے وہاں داروہوا۔ لکھا ہے کہ نام اس سوداگر کا
 مالک تھا یہ مصر کا رہنے والا تھا مگر اب مدینے سے پہر کے مصر کو بتاتا تھا۔ اس شخص کے
 حال میں لکھا ہے کہ مرد نیندا رتقی اور نینق تھا۔ ایک شب ایام مغرب میں اس نے خواب
 دیکھا کہ میں ملک کنعان میں پہنچا اور کسی مقام پر سیر کرتا تھا کہ ایک آفتاب آسمان سے
 اتر کر میری آستین میں داخل ہوا اور میں اس سے آستین سے نکال کے اپنے سامنے
 رکھا اسے میں ایک ابرہہ سفید نمودار ہوا اور اس نے چھپر ہوتی وجہ اس پر ہانے شروع کیے
 اور میں نے وہ سب چن چکے اپنا صندوق بہر لیا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو فکر تعبیر میں
 ایک ایسے شخص کے پاس پہنچا جو اس فن میں بہت کامل مشہور تھا اس سے اپنا خواب
 بیان کر کے تعبیر چاہی اس نے کہا دو دینار دو توین بتاؤں اس نے فوراً دو دینار لاکر اس کے
 حوالے کیے۔ اس نے کہا ملک کنعان سے ایک ایسا غلام تجھے ملے گا کہ تمام خلقت اس کی
 غلام ہو جائیگی۔ اصل میں وہ غلام نہوگا بلکہ بہت بڑا علیل و بزرگ و عظیم الشان عالی خاندان کا
 اس کے باعث سے بھگوا اس قدر دولت و ثروت حاصل ہوگی کہ اقیام قیامت وہ دولت
 تیری اولاد میں رہیگی اور تیرا نام تمام روسے زمین پر روشن رہیگا اور تیرے سب کام
 بنجا دیئے۔ مالک یہ تعبیر سنتے ہی عاشق زار کی طرح سقیرا ہو گیا اور اس نے وہاں سفر کیا
 و مشق ہوا ہوا ملک کنعان میں پہنچا اور باج تلاش میں پہر نے لگا جب کہیں کوہر
 مقصود کا نشان مل پاتا تو آسمان کی طرف نگاہ کر کے خدا سے دعا کی تا کہ ان
 ہاتھ غیب نے ہدایت کی کہ اسے شخص مضطر نہوا ہی حصول مطلب میں پچاس برس کا
 زمانہ باقی ہے۔ یہ خدا اس کو وہ واپس آیا مگر اس دن سے یہ دستور مقرر کیا کہ ہر سال
 بطور تجارت ایک بار ملک شام کا سفر کیا کرتا تھا۔ خدا خدا کر کے کہ وہ زمانہ ختم ہوا اور اس
 نے حسب دستور سفر شام کیا اور جناب یوسف علیہ السلام کنوین میں آپکے تھے۔ مالک
 ابن زحمر کے قافلے والے اتفاق سے راستہ بھول کے اسی کنوین پر آ گئے۔ اور قافلے

کی سواری کے جانوروں پر ہونچے چلتے چلتے رہ گئے خصوصاً اوس قافلے میں کے ایک گدھے نے نیا جادو دکھایا یعنی اپنا بار بھٹیک کے کنوین کے پاس پونچا اور وہاں ٹوٹ گیا۔ اور مالک نے دیکھا کہ طرح طرح کے سفید جانور کثرت سے اوس کنوین کے گرد اڑتے پھرتے ہیں گویا کہ وہ کنوین کا طواف کر رہے ہیں۔ مالک نہایت عقلمند تھا یہ آثار دیکھ کے سمجھ گیا کہ وقت حصول مطلب قریب آیا۔ پس اسی مقام پر اوسے قیام کیا اور اپنے قافلے والوں سے کہا کہ جس طرح ممکن ہو رات یہاں بسر کرو صبح کو دیکھا جائیگا۔ پس سب لوگ وہاں ٹہرے اور پانی کی ضرورت ہوئی فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَةً پھر بھیجا اونھوں نے اپنا پنہیا رالٹایا اوسے اپنا ڈول۔ وارد اوسے کتے میں جو پانی لاتا ہو یعنی ہشتی۔ انھوں نے جو قوت ڈول کنوین میں پونچا حضرت یوسف علیہ السلام سمجھے کہ شاید بھائیوں کا یہ قصد ہو گا کہ مجھے کنوین سے نکال کے قتل کر ڈالیں آپ اسی خیال میں تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور کہا کہ آپ اس ڈول میں بیٹھ جائیے آپ نے فرمایا کہ اسے جبرئیل اب کہ ہر سہارا کچ ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ کو وہ آئینہ یاد ہے جو آپ نے دیکھ کے اپنے دل میں کچھ خیال کیا تھا آپ نے فرمایا ہاں مجھے یاد آیا میں نے آئینہ دیکھ کے یہ سوچا تھا کہ اگر کوئی مجھے سولے تو میری اس قدر زیادہ قیمت ہو کہ کوئی ادا نہ کر سکے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ

کما آج سکنے لگتا ہے تو ۛ ۛ یہ دام اپنے مت بھولیو ہر کچھو

حضرت یوسف علیہ السلام اوس ڈول پر بیٹھ گئے اور پانی بہرنے والے نے جب کا نام بشیر تھا ڈول کھینچنا شروع کیا مگر بوجھ زیادہ تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوسکی اعانت کی جب ڈول کنوین کے منہ کے قریب آیا تو اوس نے جھک کر دیکھا کہ اس قدر وزن کا کیا باعث ہے۔ دیکھتے ہی شدر ہو گیا کیونکہ آپ کے نور سے سارا کنوان روشن تھا اور چہرہ مبارک مثل چودھویں رات کے چاند کے تابان اور درخشان۔ بشیر نے نہایت

خوش ہو کے اپنے بھائی بُشریٰ نام کو پکارا اور کہنے لگا۔ قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا
 غُلَامٌ مِّمَّا یٰسِئْنَ کَمَا اَوْسَعْتَ کَیَا خُوشِیْ کِی بَات ہِے ہِے اِیک ہِے لڑکا۔ بعضوں نے کہا
 ہے کہ بُشر اس کے بھراہی کا نام تھا اور سے اپنی مدد کے واسطے بلایا اور وہ آیا اور وہ
 کے حضرت یوسف کو کنوین سے نکالا۔ صحیح روایت میں ہے کہ تین روز آپ کنوین
 میں رہے یہ پوچھا روز تھا کہ آپ کنوین سے نکالے گئے۔ خلاصہ کہ بُشریٰ نے مالک کو خبر کیا
 وہ یہ خبر فرست اتر سنتے ہی کنوین پر دوڑا ہوا آیا اور یوسف علیہ السلام کو انعام خداوند
 سمجھ نہایت خوشی اور مرضی سے قافلے میں لایا وَ اَسْمٰوُکَا بِضَاعَةً ط اور چھپایا
 اور سکو پونجی سمجھ کر۔ یعنی مالک نے حضرت یوسف کو بڑی دولت سمجھ کر اس خیال سے
 چھپا رکھا کہ اسے مصر میں چل کر بچپن گے اور غلاموں سے کہدیا کہ جو کوئی پوچھے
 کہدینا امانت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب قافلے والے آتے تھے اس وقت
 حضرت یوسف کے بھائیوں نے اونکو زبان پٹرنے سے منع کیا تھا اور کہا تھا کہ تم بیان
 سے چلے جاؤ چراگاہ کو خراب نہ کرو مگر اونھوں نے اونکو سمجھایا اور خاطر داری کی کچھ کھانے
 پیئے کو دیا تو شرمندہ ہو کر چلے گئے تھے مگر یہ داروزانہ ایک پیرا کرتے تھے اور حضرت
 یوسف علیہ السلام کو دیکھ جایا کرتے تھے حسب معمول اور سرور جو آئے تو آپکو کنوین
 میں نہ پایا فوراً بھائیوں کو خبر دی وہ سب دوڑے ہوئے آئے اور دریافت کیا تو
 معلوم ہوا کہ قافلے والوں نے نکالا ہے۔ پس اونھوں نے بزدل قافلے والوں سے
 حضرت یوسف کو طلب کیا اور قافلے والوں نے مجبور ہو کے حضرت یوسف کو اونکے بھائیوں
 کے سامنے بلایا۔ آپ اپنے بھائیوں کو دیکھ کر مارے خوف کے کاہنے لگے۔ بھائیوں
 نے آپسے عبری زبان میں کہا کہ جو ہم کہیں وہی تم بھی کہنا اور نہ جان سے مار ڈالینگے
 یوسف علیہ السلام چپکے کڑے رہے اور سالار قافلے سے اونکے بھائیوں نے بیان کیا
 کہ یہ ہمارا غلام بھگوان اور نافرمان تھا اسی واسطے ہم اسے کنوین میں ڈال گئے تھے

لگا گئے تاجر خدا سے ڈرو ۞ غلامی کی قیمت نہ اوسپر دھرو ۞

اس بات سے دو سب غصے ہوئے اور گئے لگے کہ بیشک یہ ہمارا غلام ہے اگر تم کو شک ہے تو خود اس سے پوچھ لو۔ غرض کہ اوصحون نے حضرت یوسفؑ کے احوال کو چھپایا اور غلام ہونا آپکا ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاللّٰهُ عَلٰی مَا تَعْمَلُوْنَ** اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ انکے مکرو فریب سے خوب آگاہ ہے۔ مالک نے کہا اچھا وہ کوئی سہی اب تم جاؤ بیجا و بجا ہمارے ہاتھ بچھڑاؤ۔ ارمون نے کہا یہ بڑا نافرمان اور جھوٹا ہے اور اسمین اور بھی عیب میں تم اس سے سخت ناراض ہیں تم کو دیتے ہیں جو چاہو دے دو حضرت یوسف علیہ السلام دونوں کی باتیں سنتے تھے اور ایک ایک کلمہ حیرت سے نکلتے تھے۔ آخر ایک بھائی نے آپکا ہاتھ پکڑ کے مالک کے حوالے کیا **وَشَرَّوْهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ذَا اَهْلٍ مَّعْدُوْدٍ** اور بیچا اوسکو بھائیوں نے ناقص قیمت پر جو چند درہم تھے گئے گنا گئے گنائے بوجہ قلت کے فرمایا کیونکہ اوس زمانے کا دستور تھا کہ چالیس درہم تک گنتے تھے اور اوسکے دراتو لتے تھے۔ مالک نے جو اپنے پاس دیکھا تو اٹھارہ درہم نکلے اور ایک روایت میں ہے کہ بیس درہم تھے۔ الغرض جو کچھ مالک کے پاس تھا وہ اوسنے اون بکے حوالے کیا اور ان سب نے آپس میں دو دو درہم بانٹ لیے۔ کیا خدا کی قدرت ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک دن آئینے میں اپنا چہرہ مبارک ملاحظہ فرما کے خیال کیا تھا کہ اگر کوئی مجھے لینا چاہے تو میری اس قدر قیمت ہوگی کہ وہ نڈے سلے گا۔ ایک دن یہ آیا کہ بھائیوں نے صرف اٹھارہ درہم کے عوض ایسے گویا بے ہا کو فروخت کر ڈالا۔ اور اوسنے یہ بات تعجب انگیز بھی نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَكَاؤُافِيْهِمِّنَ الْاٰهْدِيْنَ** اور ہورہے تھے اوس کے بیزار۔ یعنی نہیں چاہتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام انکے پاس رہیں۔

اسی واسطے اونہوں نے سچا اور قیمت کا کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ یہودانے جو آپسے کچھ محبت رکھتے تھے۔ ایسا جدوجہد بھی نہ لیا۔ خلاصہ یہ کہ مالک نے جب آپ کو لے لیا تو یہ انزیشہ ہوا کہ مبادا یہ پہرہ پٹیاں کر بن یا کوئی اور دعویدار نکلتے اس خیال سے اولن سب سے کہنا کہ اب تم دام پا چکے ہو مندر کے لیے ایک بیغماہ نگاہ دشمنوں نے حسب وخواہ مالک کے بیغماہ نگاہ کیا اور کہانیہ غلام سخت نافرمان بھگوڑا ہے جب تک مصر میں نہ داخل ہو ہرگز ہرگز قید سے نہ چھوڑنا کہ مبادا بھاگ جائے۔ اور کمل کے سوا کچھ نہ اوڑھنا اور قوت سے زیادہ کھانا نہ کھانا اور اسکے سوا اور اور تکلیف دہ باتوں کا مالک سے عہد لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھائیوں کا یہ کلام سنکے حیران و شذر سکتے کے عالم میں رہ گئے۔ مالک نے اونکے کہنے کے موافق آپ کو پاؤں بجزیر کیا اور ایک غلام بیع نام کے سپرد کیا۔ لکھتے ہیں کہ وہ غلام زشت خواور ترش رو تھا۔ اور حضرت یوسف کے بھائیوں نے مالک سے کہا کہ اب تم رخصت ہو چلے میں دیر نہ کرو۔ الفرض ادھر قافلہ روانہ ہوا اور ادھر آپ کے بھائی اپنے گھر کی طرف چلے۔ آپ کو ایک تو اس بندگراں کا ملال دوسرے بھائیوں سے جدا ہونے کا خیال بے اختیار رونے لگے۔

جو یوسف نے دیکھا کہ بھائی چلے

لگا او سکا دل ہونے او پر تلے۔

مالک نے پوچھا تم کس لیے روتے ہو اون لوگوں کو تو تماری کچھ الفت نہیں بلکہ تم سے سخت بیزار ہیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ او کو نفرت ہے تو ہونے دو مجھے تو او کی الفت ہے عبادت دو تو میں اون سے باکے مل آؤں اور اپنے چھوٹے بھائی کو پیغام دیدن مالک نے کہا بہتر ہے پس آپ پاؤں بجزیر بھائیوں کے اشتیاق میں دور دور اور پکارنے لگے اونہوں نے آواز سنکے جلد جلد قدم بڑھائے کہ کہیں یوسف ہم تک نہ آجائے یہ حال دیکھ کے آپ نے رونے لگے اور ذرا تیز قدم چلے تھے کہ زنجیر میں پاؤں اوجھا اور گر پڑے۔ یہودایہ حال دیکھ کے رونے لگے اور بھائیوں سے کہا تم بڑے بے خبر

ہو ذرا ٹھہرو خدا کے لیے یوسف کی بات سن لو۔ یہو داس کے کہنے سے وہ سب بڑے
حضرت یوسف علیہ السلام اُفتان و خیزان اونگے پاس پونچے اور کہنے لگے اسے
بھائیو جو کچھ تم نے مجھ سے سلوک کیا میں اور سکا شاکی نہیں مگر براے خدا میرے والد
ماجد کی تشفی کرتے رہنا معلوم نہیں میری سفارت میں اونکا کیا حال ہو گا اور میرے
چھوٹے بھائی کو سلام کہنا۔ یہو داس کا کلام سننے زار زار مقرر ہو کے رونے لگا اور
کہا اسے بھائی صبر و استقلال کو با تم سے ملے اور اپنا کام سپرد بخدا کر آپ اون سب سے
ملکر رحمت ہونے قافلے میں آئے اور قافلہ روانہ ہوا۔ تھوڑے فاصلے پر پونچے ہوئے
کہ آپکی والدہ کی قبر نمودار ہوئی اوسے دیکھ کے نہایت بے قرار ہوئے اور جب آپکا اونٹ
قبر کے قریب آیا بقیاب ہو کے گر پڑے اور خاک پر لوٹتے تھے اور فرماتے تھے یہ

کہ اے مادر مشفق و مہربان	کروں تھے کیا حال پناہ مان	مجھے دیکھتیں تم جو اسٹان
کہ کیسا پھنسا ہوں میں جبال میں	جدا بھکواں باپ سے کر دیا	جگمیرا اندوہ سے بہر دیا
دیکھتا ہوں کہ اندھے پہ دو ٹونگ	جکڑ کر کے رسی باندھے کر دیا	اندھے کنوئیں میں بھئی لایا
نہ دیاں سے کسی کٹا لائے	ٹانچوٹے منہ کر دیا میرا لال	کیا مار کے بھکواں بالکل نہ لال
کیا بند پانی و کھانا مرا پیا	نہ تھا دان پہ کچھ کب دانہ مرا	کیا یا تنگ ان بھائیوں نے ہر غور
کہ بچا مجھے ہر غلاموں کے ٹوٹ	کیا طوق و زنجیر میں بھکواں	میں چھوٹوں اچھا اس غم سے
میں تین قید ہر چند ناتھے پہ پون	کئی تین ہونے وفاتے سے ہو	عجب بچ و غم و عجیب و غریب
کہوں تھے کیا اپنا حال خرابا	خدا سے دعا کہ دیکھ نجات	کہ ہوسکے قضے میں کل نجات

آپ اپنا حال زار درو کے فرما رہے تھے کہ قبر سے آواز آئی اسے مرے لخت جگر نور ہیر
تو اتنا غم نہ کر اور صبر و استقلال کو کام میں لا دیکھ پردہ عیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اتنے
میں قافلہ آگے نکلیا۔ بیچ نے آپکو دیکھا تو نہ پایا چاروں طرف تلاش کرنے لگے قافلہ
میں شور مچایا آخر ایک شخص نے آپکو قبر پر پایا اور کہا بیشک تمہارے مالک نے سچ کہا تھا

کہ یہ غلام مجھ کو ڈرا ہے اگر تم نہ بھاگتے تو تمہارا اعتبار ہو جاتا آج بچے فرمایا میں بھاگنا نہیں بلکہ مجھے میری ماں کی قبر نظر آگئی میں اسے دیکھ کے بے قرار ہو گیا۔ اس شخص نے آپ کا بیان غلط سمجھا اور گستاخانہ پانچھ آپ کے روئے مبارک پر مارا۔ جس سے آپ کو غش آگیا اور یہ سخت ترصہ نہ نہایت ہی گران گذرا۔ فی الفور اس شخص کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ جب آپ کو غش سے افاقہ ہوا تو آسمان کی طرف سر اٹھاکے کہنے لگے ۵

خداوندِ عالم تو مجھ پر رحم کر	مرا حال بتر ہے اب تو کرم	ایکلا غریب اور بیکیں ہونیں
نہایت ہی مجبور رہے میں عزیز	اگرچہ سراپا گنگار ہوں	ترمی مغفرت کا طلبگار ہوں
خدا یا دعا میری کرے قبول	کہ جو میرا دل بنایت لیل	بڑا ظلم کرتے ہیں اظالمیز
تو رحمت کراؤ رحم الرحمن	ہوئی حکم رب دعا جب قبول	کیا ظالموں پر بلائے نازل

یعنی حق تعالیٰ کے حکم سے فوراً ایک سخت آندہی نمودار ہوئی اور عالم تار یک ہو گیا گرد و غبار کے مارے قافلہ گرد برد ہو گیا چار پائے چار و نظرت را ہی ہوئے۔ زمین کو زلزلہ آیا بجلی زور شور سے چکنے لگی بادل گر جنے لگے ابر سیاہ سے بڑے بڑے برسنے شروع ہو گئے۔ فرشتے حضرت یوسف علیہ السلام کے گرد جمع ہوئے۔ قافلے والوں پر دنیا اندہ ہوئی آثار قیامت نظر آنے لگے زندگی سے یاس ہوئی۔ آپس میں روؤ کے کہنے لگے کہ معلوم نہیں کیا ایسا گناہ ہے سرزد ہوا کہ مورد عذاب ہوئے اسی تشویش میں تھے کہ اس شخص نے آکر بیان کیا کہ یہ میرا قصہ ہے اور میرے ہی اعمال برکی سزا ہے کہ میں نے ایک طاغیہ اس غلام کنہائی کے مارا تھا اور آسمان کی طرف نظر کر کے دعا کی اور سیقت میرا ہاتھ خشک ہو گیا اور یہ بلاے ناگہانی نازل ہوئی۔ یہ سنتے ہی مالک مع اس غلام اور قافلے کے لوگوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قدموں پر سر دہر کے عرض کی کہ ہم سب خطا دار ہیں اللہ ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اس عذاب سے نجات پائیں اور ہمارا قصور معاف فرمائے اور

نہایت حجز و انکساری کی آپکراؤں و گولن کے مال پر ترس آیا دعا کی فضل خدا سے وہ آندھی اور شہروان کی بارش موقوف نہ ہوئی اور اس زمانہ ہو گیا تب مالک نے اس غلام کو اپنے سامنے پیش کیا کہ یہ بے ادب و ظالم اور حاضر ہر جہو چاہیے اسے سزا دے جسے اپنے ارشاد فرمایا کہ ہم کہہ کی تکلیف دینا نہیں چاہتے اس کے حق میں بھی اپنے دعا کی اور اس کا ہاتھ اچھا ہو گیا۔ یہ سب بات مشاہدہ کر کے مالک آپکی بڑی تعظیم و تکریم کرنے لگا اور کہتا تھا کہ آپ فرشتے ہیں بشر نہیں ہیں۔ پھر اس نے ملوک و وزیر و درکار اس کے آپکو عمدہ پوشاک پہنائی اور ایک نہایت عمدہ گھوڑا سواری کے لیے دیا۔ سب قافلے والے بدل آپکی توقیر و تعظیم کرتے تھے اور ادب سے آپکے تہمت پہنچتے چلتے تھے۔ راستے میں ایک شہر بالہس نام ملا قافلہ کے لوگ وہاں آوڑے۔ اس شہر کے غریب و امیر سب بت پرست تھے۔ آپکے دیکھنے کو بہت لوگ آئے اور آپ پر دل وہاں سے فنا ہو گئے اور بتوں نے پوچھا کہ آپ کا رب کون ہے آپ نے فرمایا کہ میرا رب اللہ ہے و حدہ لا شریک جسے زمین و آسمان سب کچھ بنایا اور جس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ وہاں کے اکثر لوگ ایمان لائے بتوں کو توڑ ڈالا اور خداوند عالم کی پرستش کرنے لگے۔ پھر وہاں سے قافلے کا کوچ ہوا اور شہر بلہان میں پہنچے وہاں کے لوگ بھی جوق جوق آپکی زیارت کے لیے آئے اور آپکا جال مبارک دیکھ کر جان و دل سے فریفتہ ہو گئے اور بتوں نے آپکی تصویر کھینچوالی اور بعضے اس تصویر کی پرستش کرنے لگے۔ پھر قافلہ وہاں سے بھی روانہ ہوا اور قدس میں پہنچا اوسے شب وہاں کے حاکم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کتاب ہے جلد آٹھ اور خواب غفلت سے بیدار ہو کر شہر میں ایک ماہنیر آیا ہے جا اوسکی تعظیم کر اور اوسکی دعوت کا سامان کر رکھ جو کچھ وہ کہے اوسے سب و چشم بچال اور اوسکے حکم کو باعث بہتری دین و دنیا سمجھ اور اوسے اپنا مہمان کر کے انعام حاصل کر صبح ہوئے ہی

امیر سامان دعوت لیکر شہر کے باہر پونچھا اور وار و صا در کی تلاش کرنے لگا اتفاق سے یہ قافلہ تازہ دار دلفظ آیا لوگوں سے پوچھا تمہارا سردار کون ہے انہوں نے کہا ہمارا سردار مالک بن ذعر ہے لو سنے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ سوداگر تو اکثر بیان آتا رہتا ہے اور اسے سب جانتے ہیں وہ کون شخص ہے جسکی نسبت مجھے خواب میں یہ بشارت ہوئی اسی فکر میں تھا کہ ایک سوار نے جسکے ساتھ اور بہت سے لوگ تھے اسے شہر دیکھ کے کہا کہ کس فکر میں ہے دیکھ جسکی تعظیم و تکریم کی تجھے ہدایت ہوئی ہے وہ یہ ہیں یعنی حضرت یوسف علیہ السلام راویوں نے روایت کی ہے کہ وہ سوار اور اس کے ہمراہی فرشتے تھے جو خداے تعالیٰ کے حکم سے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے میں تھے۔ وہ امیر سوار کا کلام سننے آپکے پاس آیا اور آداب بجالا کر عرض کرنے لگا کہ فرشتہ ہے بیشک نہیں ہے بشر

پہر اوسنے پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا میں وہی ہوں جسے تو نے خواب میں دیکھا۔ عرض کی آپ کو یہ خبر کس نے دی۔ فرمایا جس نے میری خبر سنا دی۔ التماس کی مجھے کیا حکم ہو ارشاد ہوا خداے واحد کی پرستش کر اور اوسے اپنا خالق و معبود سمجھ تبوں کو توڑ اور اونکی پرستش چھوڑ۔ گزارش کی بہتر مگر ایک شرط سے حضور میرے معبود میں تشریف لے چلیں اگر میرے تبوں نے آپ کو سجدہ کیا تو میں ضرور ایمان لاؤں گا۔ اور حسب حکم ادھین آپکے سامنے ہی توڑ ڈالوں گا۔ حکم ہوا اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے اس کے آگے یہ کچھ مشکل نہیں تو چل انشاء اللہ تعالیٰ اسیری شرط پوری ہو جائیگی۔ امیر جناب یوسف علیہ السلام سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ اوسنے دیکھا آپکے پیچھے ایک لشکر عظیم الشان چلا آتا ہے اور اس کثرت سے اوسمیں اچھے اچھے لوگ ہیں کہ اونکی تعداد سوا خدا کے دوسرا نہیں معلوم کر سکتا۔ امیر لشکر کثیر کے دیکھنے سے گہرا گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا حضرت آپ کا لشکر تو خدا کے فضل سے ایسا عظیم الشان ہے کہ مجھ غریب کے بیان صرف اونکے

بیٹھنے کی جگہ تک نہیں سامان دعوت تو کجا اگر مین چاہوں کہ سارے لشکر کو فقط پانی
 اسی بلا دون تو یہ بھی میرے امکان سے باہر ہے۔ آپ نے فرمایا تو مضطر نہ ہو یہ وہ
 لشکر نہیں ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہو بلکہ یہ لشکر اس خداے بزرگ کا ہے جسے
 مجھے اور تجھے اور سارے عالم کو پیدا کیا۔ یہ فرشتے مین کھاتے پیتے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ
 کے نام پاک کی تسبیح پڑھتے مین اور یہی انکی زندگی کا باعث ہے۔ خداے تعالیٰ
 کے حکم سے میری نگہبانی کے لیے میرے ساتھ رہتے مین۔ امیر آپکا کلام رحمت
 التیام شکر مطمئن ہوا اور عرض کی تشریف لے چلیے آپ اس کے ہمراہ روانہ ہوئے
 جب اس کے بتخانے مین پونچے تو ثبت کا پٹنے لگے اور ہر ایک بت نے اپنا سر آپ کے
 قدموں پر رکھا امیر یہ حال دیکھ کے نہایت متحیر ہوا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ اور
 اس کے سب ساتھی کیا صغیر اور کیا کبیر سب ایمان لائے اور آپ کے مطیع و فرمانبردار ہوئے
 امیر نے قافلے والوں سے کہا کہ بیشک یہ تمہارا سردار ہے اوشھون نے جواب دیا کہ
 نہیں ہمارا سردار مالک بن زعر ہے اور یہ اس کا غلام ہے امیر نے کہا جب غلام مین
 یہ کرامتیں ہوں تو چاہیے کہ مولا اس سے زیادہ باکرا مت ہو۔ مالک کو جواب بن نہ
 پڑا مگر یہ کہنے لگا کہ غلام بھی کہیں مالک سے بہتر ہوا ہے یہ بات سنکے امیر کو غصہ آیا اور
 اس نے یہ فکر کی کہ مالک کو قید کرے اور اس سے حضرت یوسفؑ کو لے لے۔ اس
 قصد سے بارہ ہزار سوار لیکے قافلے پر چڑھ آیا مگر چونکہ خداے تعالیٰ کو منظور نہ تھا اون
 سب سواروں نے آپکا جمال مبارک دیکھتے ہی ہوش و حواس کھو دیے اور از خود فترت
 ہو گئے بیان تک کہ اوپر غشی کا عالم ہوا۔ مالک پہلے ہی سے امیر کی نظر تاڑ گیا تھا اس وقت
 کو ضیئت سمجھا اور جلد تر وہاں سے روانہ ہوا۔ اور وہاں سے آگے بڑھ کے ایک شہر
 عرس نام مین داخل ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے دل مین خیال کیا کہ یہاں
 کے لوگ بھی میرے حسن کا حال سنکے جوق جوق آئینگے اور مجھے دیکھ کے خوش

ہو جائیں گے مگر قدرت پروردگار دیکھے کہ وہاں آپکے دیکھنے کو ایک بھی نہ آیا اور کسی نے آپکے آنے کا کچھ خیال نکلیا کیونکہ وہ لوگ بھی زیادہ حنین تھے اور قدرت خدا نظر آتی تھی ہزاروں تھے اور سچا بہ خورشید ناہ کہ خورشید و منہ لوٹنے پائے تھے کیا کچھ نہ اونکی طرف التفات تو سمجھا کہ جیسا نہیں دوسرا شہر تھی نہ تھی اونکے رخ پر نگاہ وہاں جبکہ یوسف کا محل گیا نہ پوچھی کسی نے ہی یوسف کی تیرے مثل ہی میں سہ آدمی عجب صورتیں اور عجیب رنگ تھے نہ دیکھا کسی نے نظر کو اوٹھا ہوئی غیب سے پہرہ اور سدنہ نہیں ہمارے بیان کچھ کی

یہ سنتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور سجدہ کر کے عرض کی کہ اگر پروردگار تو مالک و مختار ہے تیرے بیان کسی شکر کی کمی نہیں اگر تو چاہے دم بہر میں مجھے بہتر ہزاروں پیدا کر دے۔ میرے خیال خام سے درگزر فرما اور میری خطا بخش دے حکم ہوا اچھا سجدے سے سر اٹھاؤ اور دیکھو۔ آپ نے سر اٹھا کے ملاحظہ کیا کہ آپکے گرد زائرین کا ایک انبوہ کثیر ہے اور ہزاروں آدمی آپکا جال مبارک دیکھنے کے لیے برابر چلے آتے ہیں۔ اور آپکے ایکبار دیکھ لینے کو جان و دل سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ مالک بن زعر بیان کرتا تھا کہ ہر منزل میں آپسے نئے نئے عجائب و غرائب ظاہر ہوتے تھے فرشتے آپکو سلام کیا کرتے تھے اور ابر سفید ہمیشہ آپکے سر مبارک پر سایہ گتر رہتا تھا۔ القصہ جب قافلہ مصر کے قریب دریائے نیل پر پہنچا تو مالک نے کہا کہ آپ کپڑے اتار کے نہاؤ ایسے کیونکہ راہ کے گرد و غبار سے کپڑے بھی میلے ہو رہے ہیں اور جسم مبارک ہی غبار آلود ہے آپ نے دریائے نیل میں غسل فرمایا اور مثل چاند کے دریا سے نہا دیوں کے برآمد ہوئے پوشاک پاکیزہ ملی اور وہاں سے سوار ہو کر مصر کے دروازے پر پہنچے۔ تو اس وقت مصریوں نے ایک انداسی کہ کوئی کناسہ ہے کہ اسے مصر کے باشندوں خوشی دیکھو۔ تھوڑے ملک میں ایک ایسا غلام آیا ہے کہ جو دیکھے خوش ہو جائے۔ مگر کسے والا نہ دکھائی دیا

ہر چند تلاش کی تپانہ پایا۔ آخر وہ سمجھے کہ کچھ وسم ہو گیا ہے۔ مالک بارہ دن میں بارہ منزلیں طو کر کے مصر پہنچا اور سدن عاشورا تھا اور جسے کاروز آسمان پر گر دو غبار ایسا چڑھا ہوا تھا کہ سارے ملک پر اندھیرا چھا گیا تھا اور لوگ اوس اندھیرے سے پریشان تھے جب حضرت یوسف علیہ السلام نے شہر مصر میں اپنا قدم مبارک رکھا وہ ظلمت دور ہوئی اور عالم منور ہو گیا۔ لوگوں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلے میں دیکھا ہزار جان و دل سے شیدا ہو گئے اور آپکا شہرہ تمام ملک میں ہوا جا بجا آپکے جہاں کے تعریفین ہونے لگیں دور دور سے لوگوں کے غول آتے تھے اور زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ لکھا ہے کہ اوس زمانے میں مصر کا بادشاہ داریان بن ولید علیقی تھا اور اسکا وزیر قطفی نام تھا مگر اسے عزیز کہتے تھے اس کے غلام کی آپکا شہرہ سکے دیکھنے کو آئے اور ہزار جان و دل سے شفیقہ ہو گئے یہ خبر دشمنوں نے اپنے آقا یعنی عزیز کو پہنچائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بہت تعریف کی

کہ عبرانی آیا ہے ایسا غلام	نخل حسن سے جسکے ماہ تمام	نہ آنکھوں سے دیکھا ہوا ایسا جہاں
سنا ہونے کا نوٹ سے ایسا کمال	پری ہونے غلمان ہر نو جو دگر	سرا پا مگر نور ہی نور ہے
نزاکت ہر ایسی کگل ہو نخل	لطافت ہر ایسی کمال ہوں	وہ چہرہ کا عالم کہ عالم غوش
بیک جلوہ ہر جن آدم غوش	وہ قاست قیاست آفت خرام	وہ صورت غضب و شہم وہ کلام

غرض انہوں نے اس قدر تعریف کی کہ عزیز نادیدہ عاشق زار ہو گیا۔ اور مالک کو پیام بھیجا کہ اپنے غلام کو نخاس میں لائے دوسرے دن مالک نے آپکو نہلا ڈھلا پاکیزہ لباس سے آراستہ دہراستہ کیا اور نخاس میں لایا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا

اٹ برقع رخصے دکھا دے جھلک	کہ پر نور ہو از زمین تا فلک
کیا دور یوسف نے رخ سے نقاب	کہا سب نے بیشک ہے یہ آفتاب
کہڑا سر پہ ہر قیامت ہے یہ	قیامت کی روشن علامت ہے یہ

ہزاروں آدمی آپکے جلال مبارک کے مشاق کہڑے تھے چہرہ لوزانی دیکھتے ہی از خود رفته ہو گئے اور کسی کو جلال کلام نہ رہی۔ لگا ہے کہ وہاں ہزار ہا مخلوق تھی اور سین بہت آیت تھیں کہ شہر حیرت زدہ ہو گئے رہ گئے تھے اور بہتوں پر حالت خمار طاری تھی اور اکثر سجنو مانہ حرکتیں کرنے لگے تھے۔ جب یہ سب رفته رفته ہوش میں آئے اور نادہی نے ندا کی کہ کون خریدتا ہے اس غلام حبیب کو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ نہ کہو بلکہ یون ندا کر دو کہ کون خریدتا ہے اس غلام مجبور و غریب کو۔ یہ سنتے ہی سب تھیر ہوئے اور دل میں شرماتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اکی یہ غلام نہیں یہ تو ہم سب کا سردار جو ہم کس نہتے اسکی خریداری کریں۔ آخر کار ہر ایک جان و دل سے اونکا خواہاں ہوا اور سب ہی چاہتے تھے کہ بھولے۔ اتنے میں پھر مالک نے ندا کی کہ کون خرید اسے

اس در پہ ہا کاس	میر ہر خوبی ہے میرا غلام	غلام اسکو کہنا ہے ننگ ناک
عجب نیت ہن اوسکے جو اسکو لے	بہت کم قیمت اگر جان دے	یہ سنتے ہی ہر ایک اپنے اپنے

حوصلے کے موافق دام دینے پر طیار ہوا۔ ایک شخص نے ایک بدرہ سونے کا جبین ہزار اشرفیاں تھیں لاکھ لاکھ دوسرے نے کما میں پچاس بدرے دیتا ہوں میرا بولنا کہ سو بدرے میرے ہوتے۔ پھر ایک نے کہا کہ میں آپکے وزن کے برابر شک دیتا ہوں دوسرا بولامین شک بھی آپکے برابر تول دو لگا اور دوبارہ وزن کر دیا اور ہرے برابر تول کے سب تیری نذر کرو لگا۔ خلاصہ یہ کہ قیمت آپکی سونا اور چاندی و شک وزن آپکے قریب جی تھی ایک عورت بازغہ نامے آئی اور اسنے مالک سے کہا کہ میرے پاس ایک ہزار در شہوار و دو دو مثقال کے مین اور کچھ فیروزے بدشتی مین یہ میرے اور اسکے سوا اور جو اہرات و سنگ بھوزن تول دو لگی مالک نے چاہا کہ آپکو اس عورت کے حوالے کرے کہ اتنے مین زینجانے اپنے کپٹھے سے آپکا جلال شاہد پایا وہ تو پہلے ہی سے بدل مشاق تھی اور خواب میں ہزار جان سے عاشق ہو چکا تھا

دیکھتے ہی اوسے اپنا خواب یاد آگیا اور دل میں کہنے لگی کہ بیشک یہ وہی ہے جسے
 میں نے پہلے دیکھا تھا۔ اب یہاں پہنچا ہوا ہے کہ اوسے اپنے شوہر یعنی عزیز کو بلایا اور اوس سے
 کہہ دیا کہ غلام کو لیتے ہو اوسے کہا میرے کوئی اولاد نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ اسے لے لیں اور
 اپنا فرزند بنالیں وہ تو خدا سے بھی چاہتی تھی اوس نے کہا بہتر ہے پس عزیز نے
 دو گنی قیمت دے کے آپ کو لینا چاہا۔ لیکن معلوم ہوا کہ بادشاہ اوسے لینا چاہتا ہے
 زلیخا نے عزیز کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور اوس نے حضور بادشاہ میں حاضر ہو کر عرض کی
 کہ غلام کے کوئی اولاد نہیں ہے اگر حضور فرمیں بخشی کریں اور اجازت دیں تو میں اس
 غلام کو لے کے اپنا فرزند بناؤں۔ بادشاہ نے عزیز کو اجازت دی اور اوس نے زلیخا
 کو یہ خوشخبری سنائی۔ لکھا ہے کہ یہاں لوگ قیمت پر قیمت بڑھاتے جاتے تھے اور
 حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال دیکھ کے زار زار بے قرار روتے تھے اللہ تعالیٰ
 نے آپ کی تسفی کے واسطے جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور اوس نے آپ سے کہا کہ
 اے یوسف اللہ فرماتا ہے کہ تم رنجیدہ نہ ہو اپنا دل خوش رکھو ہم تم کو اس شہر سے
 نکالیں گے اور وادع غلامی ان سب خریداروں اور تاشائیوں کی پیشانی پر
 دھریں گے اور سب کو تمہارا غلام کر دیں گے۔ آپ اس خبر کے سننے سے خاموش ہوئے
 اور دل مطمئن ہوا۔ الغرض زلیخا اور عزیز نے اپنا تمام زور و جواہر دے کے حضرت
 یوسف علیہ السلام کو لیا اور اپنے گھر لائے۔ یہ حال دیکھ کے بازغدار سے غم کے ہاک
 ہو گئی اور بہت سے آپ کے لینے والے آپ کے نہ ملنے سے قریب مرگ ہو گئے اور
 بہت سے محزون ہو گئے اور بہتوں نے اپنا مال و متاع خدا کی راہ پر لٹا دیا اور فقیر
 ہو گئے۔ زلیخا علیہا السلام کے حال میں لکھا ہے کہ یہ بچپن سے حضرت یوسف
 علیہ السلام کی عاشق زار تھیں اور انکی سرگزشت راویانِ معتبر نے یوں لکھی ہے
 کہ شاہانِ مغرب میں سے ایک بڑا بادشاہ اولو العزم ظہیر نام تھا اوسکا ملک تھا

وسیع تھا اور فوج بے شمار زر و جواہر کے انبار انبار۔ لوٹتی غلام ہزار در ہزار خوش کسی
 شوق کی کمی نہ تھی مگر اولاد نہ ہونے سے مغموم تھا سو خدا سے تعالٰیٰ نے اسے ایک
 بیٹی عنایت کی نام اور کار اعیل تھا مگر دلچسپا کہتے تھے۔ بہ نہایت حسین نام نہین تھی۔
 جب نو برس کی ہوئی ایک روز اپنے بستر راحت پر سو رہی تھی کہ اسنے خواب میں دیکھا
 کہ ایک جوان ماہر و حور و دلکش مہر تھا ایک دروازے سے چلا آیا۔ اور یہ دیکھتے ہی ہزار
 جان سے عاشق ہو گئی۔ جب خواب سے بیدار ہوئی دیوانہ وار زار زار بے قرار روٹنے
 لگی بار بار غش پر غش آتے تھے اور جب ہوشیار ہوتی تھی روتی تھی اور کہہ پڑے پیارا
 تھی ہر چند لوگوں نے استفسار حال کیا مگر وہ اسقدر بے حواس تھی کہ سرو پا کی خبر نہ تھی
 کسی نے لٹچہ سوٹکھا یا کسی نے کیڑ چہر کا مگر کچھ سود مند نہوا۔ بہت دیر کے بعد جب
 غشی سے کچھ افاتہ ہوا تو اسکی دایہ نے جو نہایت محبوب اور محرم راز تھی استفسار کیا
 چونکہ اسے دایہ سے نہایت اُلفت تھی اسنے اپنے خواب کا سب قصہ کہ سنا۔ دایہ
 نے کہا یہ خواب و خیال ہے اس فکر میں نہ پڑو اور اس سوداے غم کو دل سے دور کر دو اپنی
 جان ہلاک کرنا اچھا نہین۔ دلچسپا نے کہا اگر مجھے اپنے دل پر اختیار ہوتا تو میں بولی
 کیون ہو جاتی۔ دایہ نے خیال کیا کہ مرض عشق نے اسکے دل میں گہر کر لیا اب نصیحت
 سود مند ہوگی بہتر ہے کہ بادشاہ سے یہ حال کہا جائے یہ سمجھ کے اسنے بادشاہ کو
 اطلاع دی۔ بادشاہ نے طبیبوں اور نجومیوں اور رمالوں اور معبران کو بلایا اور
 پوچھا کہ اسکا کیا حال ہے بیان کر دو سمجھوں نے اپنے اپنے علم کے موافق عرض
 کیا کہ کوئی جسی بیماری نہین ہے۔ بادشاہ یہ بیان سُنکے خاموش ہو رہا اور اپنے
 گہروالوں سے کہا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھو دیکھیں کیا انجام ہوتا ہے۔ لکھا ہے کہ
 اسی طرح سے ایک سال گزر گیا اور زلیخا دن بدن خشک ہوتی جاتی تھی اور مرض میں
 بجائے تخفیف کے ہر دم زیادتی تھی۔ اکثر اشارے عشقہ پڑتی اور روتی تھی

کہ اوجہاں تو گل ہو کس باغ کا کہ عالم کیا جھپہ ظلمت کدہ مرادل لیا بے تباہے پتا جہاں ہو اوکر مین پونچون	جو باعث ہوا میرے داغ کا گھر ہو تو کس کان کا میر بیان کہ ہر جگہ ڈھونڈ ہوں مین ایو تعلق اس طرح دتی تھی اور نامہ اسے زار کرتی تھی کہ بعد ایک سال	تو کس چرخ کا ماہ ہو سج بتا کہ تجھ مین مین ہرم ہون گوہر نشان تر نام کیا ہو کمان ہے مکان
نہایت بیکار ہو گئی سرافس کے قدم پر دہرا اور کما سخن سے دہن کو گھر ریز کر فرشتہ ہو تو یا پریزاد ہے تبسم مین آکر یہ کہنے لگے فرشتہ ہو مین کی پریزاد ہوں نہیں اس مین مطلق ہو کچھ شک رہا اگر و عوی عاشقی ہے تجھے	وہ قد دیکھتے ہی یہ پرا خطار کہ اوی میرے پیار سے مر دہار مرادل لیا تو نے اوجہاں جان گر دہر بائی مین استاد ہے کہ مین ایک دلا د آدم سے ہوں نہ مین دہر بائی مین استاد ہوں ہو اوی وہی بھمیں پر تو نکلن تو رکھ دیا تو دوسے ہر دم مجھے	ادھی سرو قد ہو کے بے تکیا لب لعل کو اب شکر ریز کر اور اپنا بتایا نہ نام و نشان لب یوسفی ہر تو گویا ہوئے اسی خاک اور آب عالم سے ہوں ولیکن ہوں آئینہ حسن عجب اوی نور سے میرا چمکے چرخ زلیخانے حب اپنے محبوب
سے یہ جواب پایا تو اور بھی آتش عشق نے جلایا۔ اور نئے سر سے دردِ فرقت نے سستایا۔ پہلے سے زیادہ بے قرار اور دلفگار ہوئی اپنوں اور غیر و نکی نظر دل مین ذلیل و خوار ہوئی بادشاہ نے ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ پذیر نہوا آخر اس کے پاؤں مین سونے کی زنجیر ڈالی اور مقید کیا۔ جب زنجیر پاؤں مین پڑی تو اور بھی زیادہ پریشان ہوئی روتی تھی اور کہتی تھی کہ مین خود قیدیوں سے بدتر ہوں میرے پیر مین ناحق زنجیر ڈالی۔ خلاصہ یہ کہ اسی بے قراری اور آہ و زاری مین اوسنے پہ ایک سال گزرا مارے غم کے پوست و استخوان رہ گئے تھے کھانا پینا حرام تھا نہ کھاتی نہ پیتی نہ سوتی تھی وہ	شب و روز اس غم مین روتی تھی وہ	

کہ ایک شب تڑپتے تڑپتے آنکھ لگ گئی تو پھر تیسری بار جمال یوسف علیہ السلام سے خواب میں مشرف ہوئی بے اختیار پروانہ وار آپ کے گرد پہرے کے قدموں پر گری اور عرض کرنے لگی کہ لہذا میرے حال پر کرم فرمائیے اور اپنے نام و نشان سے مطلع کیجئے آپ نے فرمایا کہ شہر میرا مصر ہے اور میں وہاں کا عزیز ہوں۔ یہ سنتے ہی اوسکی جان میں جان آئی خواہ اس درست ہوئے خواصون کو بلایا اور کہا میرے باپ کو خبر دو کہ میرے دماغ جنون کے لیے فکر کر رہے ہیں نے آج پھر خواب دیکھا ہے اور اپنے مطلوب کا بتایا پایا ہے۔ خواصون نے فوراً اوسکے باپ کو خبر دی اور وہ یہ حال سنے کے بیٹے کے پاس آیا اور پوچھا کیا حال ہے اوسنے بے قراری کی کیفیت میں غم و حنا کو بالاسے طاق رکھ کر عرض کی کہ بابا جان میرا مقصود ملک مصر میں ہے مجھے اجازت دیجیے کہ میں جاؤں اور اپنی مراد حاصل کر دوں۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ احوال نوری اگر تیرا خواب درست ثابت ہے تو ضرور مصر سے تیری خواستگاری آئے گی اور جان تیری مرضی ہوگی وہاں کا بند و بست کیا جائیگا۔ لیکن ایک عرصہ گزر گیا کوئی دو تھوڑا سا مصر سے نہ آئی۔ ہاں اور اکثر بادشاہوں کی درخواستیں آئیں جو زلیخا نے نام منظور کیں۔ وجہ یہ تھی کہ عزیز کا اتنا مرتبہ نہ تھا کہ بادشاہوں کے یہاں پیام بھیجے۔ اور زلیخا اسی فکر میں تھی کہ عزیز مصر کا پیام آئے تو میں منظور کروں جب اوسنے دیکھا کہ مصر سے پیام آنے کی کوئی امید ظاہری نہیں ہے تو اوسنے مجبور ہو کر اپنے باپ سے کہا کہ میں سوائے عزیز مصر کے دوسرے سے ہرگز ہرگز شادی نہ کروں گی۔ باپ نے اوسکی تشفی کی اور بادشاہوں کے انچون کو یہ جواب دے کے رخصت کیا کہ میری دختر نیک اختر مہر مصر سے منسوب ہو چکی ہے۔ اور ایک نامہ عزیز مصر کے پاس اس مضمون کا روانہ کیا کہ ہر چند اکثر شاہان عالم کے پیام میرے یہاں آئے ہیں لیکن میں نے تیرے اوصاف اس قدر سنے ہیں کہ کوئی تجسے اچھا نہیں

معلوم ہوتا۔ عزیز نے اس امر کو اپنا فخر سمجھا اور نہایت خوشی سے منظور کیا۔ بہر بہت جلد چلے
 سامان شادی فراہم کر لینا کے ملک میں پہنچا بادشاہ کو خبر ہوئی اس نے بھی سامان
 شادی کے کیے زینچا اس حال سے آگاہ ہوتے ہی باغ باغ ہو گئی خوشی کے مارے
 پھولی نہ سہاتی تھی۔ الغرض دو طرفہ بڑی دھوم دھام سے شادمانہ سامان ہوئے اور
 حسب رواج زمانہ زینچا کا عقد عزیز مصر سے ہو گیا اور بادشاہ نے جینے لو کا نہ مینے درو
 جواہر کے انبار اونٹوں پر بار کرادیے اور لونڈیاں اور غلام اور خدام اور فوج و چشم
 اور سونے کے جڑا و ظروف اور جواہرات کا گنا اور اور سب چیزیں موافق دستور
 شادمانہ عظیم الشان کے دیکر اپنی بیٹی کو رخصت کیا جب مصر میں پہنچی اور عزیز کے
 محل خاص میں داخل ہوئی تو مکان مثل بادشاہوں کے مکانات کے نہایت آراستہ
 و پیراستہ پایا اور دیکھا کہ ایک تخت جواہر نگار بچھا ہوا ہے اور ہر طرف کے سامان عیش
 و عشرت موجود ہیں یہ اپنے دلمین بہت خوش و خرم باسید حصول مطلوب عزیز کے
 اشتیاق میں بیٹھی تھی کہ اتنے میں عزیز بھی محل میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی
 نہایت غمگین ہوئی اور پہلے سے زیادہ سقراط زار زار روتی تھی اور جان کھوتی
 تھی کہ اسے یہ کیا ستم ہوا میں جسکے عشق میں بیان تک آئی اسکا تو نشان بھی نہ
 پایا اور مفت ایک دیو کی قید میں پھنسی۔ گہرا مان باپ کا چھٹنا اور بھی میرے حق
 میں ستم ہوا انھیں خیالات میں ناز زار روتی تھی اور آسمان کی طرف دیکھتے کہتی تھی

کہ اگر چہ تو نے یہ کیا کر دیا	مجھے بی وطن کر کے رسوا کیا	دکھایا کسے اور پھنسا یا کہاں
میں آئی کہاں تو لایا کہاں	میں تھی جسکی دیوانی وہ نہیں	کہ ہر فرق آئیں و دشمن کہیں
کروں اب تب کیا کہ ہر جاؤں میں	مذکھوں یہ غم کا شمر جاؤں میں	وہاں تو بارے مجھے چھٹے
بیان کام مجھ کو پڑا دیو سے	میں کہے میں آئی پر پوچھے کہاں	سو نکلا یہ بھوت الامان الاما

زینچا بیتاب و بے قرار دیوانہ وار نخت و فلک سے شکوہ و شکایت کرتی اور اپنی تازہ

مصیبت پر افسوس کر رہی تھی کہ ناگمان ایک خدا سے غیب و سکے کان میں پونجی سے	کہ سن اور لیجانہ کھانچ دتا ہا	لیگا تجھے تیرا مقصد شباب	پھنسا یا تجھے تو نکالیں گے ہم
ترے سر سے اس جکڑا لینگے ہم	تجھے اسیلے لائے ہیں ہم بیان	پھنساتے تجھے گرنہ اس نام میں	کیسے سجدہ شکر اُسے ادا ہا
نویں گے تجھ پر اسے دسترس	چلیگانہ تجھ پر کبھی اس کا بس	زلیخانے جسدِ مٹی یہ خدا	
تو تاخیر ہوتی ترے کام میں			

یہ مژدہ جان فراسنتے ہی اوسے شکین ہوئی صبر و شکر سے نظر بند کر کے بیٹھی اور گریا گن گن کے گذارنے لگی کہ دیکھیے پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور وہ محبوب لغزان کب نظر آتا ہے۔ چونکہ عاشق صادق تھی اور قسام ازل نے اوسے حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے خاص کیا تھا عزیز اوسکے وصل سے بہرہ مند نہوسکا۔ بلکہ جب کبھی عزیز نے قصد مواصلت کیا قدرت خدا سے اپنے تئیں اس لائق نہ پایا اور کیونکہ یہ امر ممکن تھا کیونکہ عزیز صرف امین تھا اور امانت بھی وہ کہ جو ایک نبی کے لیے خاص تھی پس امانت میں خیانت نہ کر سکا۔ اور اس باعث سے نہایت شرمندہ و نادم رہتا تھا۔ اور محبت سے پیش آتا تھا۔ برخلاف اوسکے زلیخا کو باعث غیر مطلوب ہونے عزیز کے اوس سے نفرت تھی۔ الفرص زلیخا آپکو دیکھتے ہی پہچان گئی اور حسب بیان مذکورہ بالا مالک سے لیلیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام حب مالک سے رخصت ہوئے عزیز کے گھر جانے لگے تو مالک نے عرض کی کہ یا حضرت آپنے فرمایا تھا کہ میں تجھے رخصت ہوتے وقت تجھے اپنے حال سے اطلاع دوں گا اب آپ رخصت ہوتے ہیں اپنا وعدہ ایفا کیجیے آپنے فرمایا کہ اے مالک بیشک میں نے تجھے کہا تھا اور اب میں اپنے حال سے تجھے اطلاع دیتا ہوں مگر اس راؤ کو ہرگز کسی سے نہ کہنا اوسنے عرض کی بہتر اپنے فرمایا میں وہی ہوں جسے تھے اپنے بچپن میں خواب میں دیکھا تھا اور ہم سے تعبیر ہو چکی تھی اے مالک میں یوسف ہوں حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا

یہ سنتے ہی مالک ایک آہ سرد بہر کے بیہوش ہو گیا اور توڑی دیر کے بعد جب ہوش
و حواس بجا ہوئے تو بصد منت دست بستہ عرض کرنے لگا کہ یا حضرت میرا قصور معاف
کیجئے اور مجھے جو بے ادبی ہوئی اسے بخش دیجئے افسوس صد ہزار افسوس کہ مجھے
پہلے سے یہ حالات معلوم نہ ہوئے ورنہ یہ چند روز غلامی میں بسر کر کے نعمت کو میں حاصل
کرتا اور بلکہ آپ کو اپنے پاس سے ہرگز جدا نہ کرتا چاہے مجھے اس سے دس گنی قیمت
ملتی مگر آپ ایسے گوہر بے بہا کو ہاتھ سے نہ تیا اور آپ کی غلامی میں اپنی زندگی بسر کرتا
خلاصہ یہ کہ مالک کو بھی آپ کی سفارت کا سخت صدمہ ہوا۔ اور تعجب سے پہر پوچھنے لگا
کہ آپ کے بھائیوں نے یہ کیا ستم کیا کہ پہلے آپ کو گنہگار ٹھہرا اور پھر میرے ہاتھ فروخت
کیا آپ نے فرمایا اسکا تذکرہ نہ کرنا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اور میں نے اپنے حال سے حسبِ عہد
تھکوا اطلاع دیدی اس نے عرض کی کہ تھمیرے قصور معاف فرمائیے اور میرے حق میں
و عا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند صالح عطا فرمائے۔ آپ نے اس کے قصور معاف کیے
اور اس کے حق میں دعا کی۔ لکھا ہے کہ بیکرت آپ کی دعا کے اس کے بیان بامیں رکے
پیدا ہوئے۔ مالک آپ سے قدم بوس ہو کے با صد حسرت و افسوس رخصت ہوا اور
آپ عزیز کے گھر میں تشریف لائے زینچا آپ کو دروازے تک لینے گئیں اور بڑے اعزاز
و کرام سے لاکر ایک تخت زرین پر بٹھایا اور خوشی سے گھر کو نہایت آراستہ اور پیراستہ
کیا اور لونڈیاں خدمت کے لیے حاضر کر دیں۔ لکھا ہے کہ مالک سے جو بوقت یوسف
علیہ السلام کو عزیز نے لیا تو خزانہ خالی ہو گیا تھا اور جب آپ نے قدم مبارک عزیز کے
گھر میں رکھا قدرت خدا سے اس کا خزانہ پہلے سے زیادہ بڑھ گیا۔ اور وہ آپ کو نہایت تعظیم
و تکریم سے رکھتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس مالک آیا اور کہنے لگا کہ جب تک یوسف علیہ السلام
میرے یہاں جلوہ افروز رہے تھے طرح طرح کے خیر و برکات مجھے حاصل تھے اب وہ نہیں رہے
اجازت دو کہ میں آپ سے دعا کے لیے عرض کروں۔ اور مالک نے آپ سے عرض کی

آپنے اوسکے لیے دعا فرمائی حق تعالیٰ نے اوسے مال و اولاد دونوں نعمتیں عطا فرمائیں اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پکتے وقت مالک سے ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تو اسقدر زر و جواہر میری قیمت میں کیوں لیتا ہے میں حرم ہوں کیا تو نہیں جانتا کہ میں یوسف بن یعقوب بن ابراہیم ہوں۔ مالک نے عرض کی کہ جب میں نے آپ کو لیا تھا اوس وقت یہ حال آپ کے کیوں نفرمایا۔ ارشاد ہوا کہ مصلحت اوس وقت کے کہنے میں نہ تھی۔ پس مالک نے عزیز سے کہا کہ میں نے انھیں میں درم کو لیا ہے اس سے زیادہ میں تم سے نہیں لے سکتا تم صرف بیس درم مجھے دیدو مگر شرط یہ ہے کہ انکی تعظیم و توقیر میں ذرا فرق نہ آنے پائے۔ اور مالک آپسے بصد عاجزی کہنے لگا کہ اے نبی اللہ کے میں نے آپ کے فرمانے کے موافق اسقدر زر و جواہر کا لالچ نہ کیا اور آپ کے فرمان کو ان جواہرات سے زیادہ بہتر سمجھا اب آپ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال اور اولاد و صلح عطا فرمائے۔ آپ وحی کے منتظر تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ یہ دعا کیجئے یا مَنْ يَعْزُّ وَيَذِلُّ یا مَنْ يَصْنَعُ وَيُزِفُّ یا مَنْ يُعْطَى وَيَمْنَعُ یا مَنْ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَرْزُقْ هَذَا الشَّيْءَ اَوْ لَا اَذْكُرُ اِیْنِی اے وہ خدا کہ عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے اور اے وہ کہ بناتا ہے اور بڑھاتا ہے اور اے وہ کہ دیتا ہے اور لے لیتا ہے اور اے وہ خدا کہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے عطا کر اپنے فضل سے اس بوڑھے کو اولاد مرد۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ آپ یہ دعا کی۔ كَفَّرَ اللَّهُ لَكَ مِنَ الْمَالِ وَالْاَوْلَادِ فِي غَيْرِ قَنْتَةٍ وَنَقَلَ الْعِزَّ وَالْمَنْعَ لَكَ۔ پھر مالک آپسے رخصت ہو کے اپنے گھر گیا اور اوسکی عورت حاملہ ہوئی اور اوسکے بیان دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اور اسبطر سے بارہ مرتبے میں دو دو لڑکے کر کے اللہ تعالیٰ نے اوسے چھ بیٹوں لڑکے عنایت کیے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اوسکی بارہ بیبیاں تھیں ہر ایک کے بیان ایک

ایک حل میں دو دوا لٹکے پیدا ہوئے اس طرح سے اوسے اللہ تعالیٰ نے چوبیس^{۱۴}
لٹکے عنایت کیے۔ یہ حالات کرامت آیات اور معجزات شاہدہ کر کے عزیز نے
کما وَقَالَ الَّذِي شَتَرْتَهُ مِنْهُمْ قَصِّصْ كَلِمَاتِهَا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ
اَنْ تَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَ وَكُلًّا اور کما اوس شخص نے کہ مول لیا تھا جسے یوسف
کو بیٹے عزیز نے کہ مصر کا رہنے والا تھا اپنی عورت زلیخا سے کہ بڑی ابرو سے رکھ
اسکو شاید کہ نفع دے کہو یا بنائیں ہم اسکو فرزند۔ یعنی عزیز مصر نے اچکھ ہوشیار اور عقلمند
دیکھ کر فرزندوں کی طرح رکھا کہ ہمارے کاروبار میں ہمارا نائب ہو گا۔ اور اس خیال سے
آپ کی زیادہ توقیر کی کہ لا ولد میں فرزند بنائیں گے۔ اور اپنی بی بی سے آپ کی تعظیم
اور توقیر کرنے کی تاکید کی۔ اور کما اسے نہایت آرام سے بہت اچھے مکان میں رکھ
زلیخانے آپ کو اپنے سب مکانوں میں سے ایک بہت عمدہ مکان رہنے کو دیا اور
نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عزیز نے خواب
میں دیکھا کہ کوئی اوس سے کہتا ہے زلیخا سے یوسف کو ہرگز جدا نہ کرنا سوچہ سے
اوس نے اپنی بیوی سے تاکید کی اور با ابرو توقیر رکھنے کو کہا اور یہ بھی مروی ہے
کہ زلیخانے عزیز سے بیان کیا کہ میں تمہارے بیٹے ہوں اوس نے کہا تم حضرت یوسف کو
اپنے پاس رکھو مگر آپ کے اعزاز و اکرام سے غافل نہ ہونا۔ اور بعضوں نے لکھا ہے
کہ عزیز نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خصال حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ دیکھ
کے زلیخا سے کہا کہ یہ نہایت بزرگ مرتبہ اور متقی شخص ہے اسکی خدمت اور خاطر داری
کا تم خود خیال کرو خدا مہربان چھوڑو۔ اور ایک تفسیر میں ہے کہ عزیز نے زلیخا سے کہا کہ
کہ یہ شخص نہایت درجہ بزرگ مرتبہ اور خاصان خدا سے ہے اسکی خدمت اور عظمت
میں تا امکان کوشش کرو تا کہ خدا ہم پر رحم کرے۔ روایت ہے کہ زلیخا آپ پر ہر دم
طرح نما رہتی تھیں جیسے شمع پر پروانے۔ یا آپ اوس کے نزدیک مثل قبلے کے تھے

اور وہ مثل مرغ قبلہ نہ کہ ہر خطہ اور ہر ساعت آپ کے رخ انور کے سامنے رہتی تھی اور نہایت مطیع و فرمانبردار تھی۔ ایک دن آپ کو اپنے عبادت خانے میں لے گئی اور بتو کئی قلیل و مکریم کر کے اونکو سجدہ کیا اور حضرت یوسف سے کہنے لگی کہ قسم ہے مجھے ان بتوں کی عبادت کی کہ آپسا موس و مہربان ہیکو کوئی نہ ملیگا۔ یہ کہتے ہی اور کثرت جو سونے کا تہا زمین پر گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ زلیخا کو اس بات سے سخت حیرت ہوئی اور حضرت یوسف سے کہنے لگی اسکا کیا باعث کہ میرا یہ بت بے سبب گر کے پاش پاش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اسے سجدہ کیا تھا اسلئے میرے رب نے اسے ٹپک دیا۔ اوسنے پوچھا آپ کا کون رب ہے اوسکی تعریف سے مجھے بھی مطلع کیجیے آپ نے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جسے زمین و آسمان پیدا کیے اور جن و ملک اور انسان و حیوان اور تمام مخلوقات اور مجھے اور تجھے بنایا اور وہی سب کو پالتا اور روزی دیتا ہے زلیخانے کہا کیا آپ کے رب نے مجھے سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اور وہ بیان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اوس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں وہ چہا اور ظاہر اور دلون کے خیالات تک سے واقف ہے اور اوسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ کلام سنے زلیخانے کہا کہ آپ کا خدا بت اچھا ہے جسے آپ کو ایسا اچھا خوبصورت بنایا اگر میرا یہ بت نمودا تو میں بیشک آپ کے خدا کو پوجتی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے قصد فرمایا کہ وہاں سے اوٹھ جائیں زلیخانے آپ کو بہت روکا اور عرض کی کہ او یوسف اگر مجھ سے عزیز پوچھے گا کہ اس بت کو کیا ہوا تو میں کیا جواب دوں گی۔ آپ اپنے خدا سے کہ گئے اوسے دیباہی کر دیجیے جیسا کہ پہلے تھا آپ نے دعا فرمائی قدرت خدا سے اوسکے ٹکڑے سب ایک دوسرے سے مل گئے اور وہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو گیا۔ زلیخانے کہا کہ میں سمجھی تھی مجھی کو آپ کی الفت زیادہ ہے اب معلوم ہوا کہ آپ کا خدا جسے زمین و آسمان بنایا وہ سب سے دیا وہ آپ کی محبت رکھتا ہے اور آپ کو سب پر

اوسنے اختیار دے دیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ زلیخا اور عزیز دونوں آپکو اپنی جانوں سے زیادہ چاہتے تھے اور کوئی بات تنظیم و تکریم محبت مروت خاطر تواضع میں ہرگز فرو گذاشت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ صرف ان دونوں ہی دل میں حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت نہ تھی بلکہ **وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضَيْنِ** اور اسی طرح جگہ دی ہمیں یوسف کو اوس ملک میں۔ یعنی یوسف علیہ السلام کو تمام ملک پر قدرت دی کہ جو چاہیں تصرف کریں اور تمام ملک کے باشندوں کے دلوں میں آپکی جگہ کر دی اور سبکو آپکا مطیع و فرمانبردار بنادیا۔ **وَلِنُعَلِّمَهُمِنَ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ** ط اور اس واسطے کہ ہم اوسکو سکھاویں تعبیر خوابوں کی یا کتب آسمانی کے معنی۔ اور بعض نے بیان کیا ہے کہ تاویل قناد سے مختلف زبانیں مراد ہیں۔ اور اوسوقت میں ستر زبانیں بولی جاتی تھیں وہ سب حضرت یوسف علیہ السلام جانتے تھے اور ہر زبان میں بخوبی کلام فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ اونکو یہ علوم اپنی قدرت سے عطا کیے تھے **وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ** اور اللہ غالب ہے اپنے کام پر یعنی کوئی اس کے حکم کو نہیں ٹال سکتا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت یوسف کے بایوں نے اونکو کنوین میں ڈالاکلیف دی ہر طور سے ستایا ناقص دامن پر بیچا اور ہر طرح سے تباہی چاہی مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عزت اور بادشاہی دی اور دشمنوں کے لگاڑے کچھ نہ بگاڑا بعد اللہ کا ارادہ تھا وہ پورا ہوا۔ **وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی نہیں سمجھتے کہ جملہ امور خداے تعالیٰ کے ارادے اور اسکی مشیت پر موقوف ہیں۔ مراد اون لوگوں سے اہل مکہ ہیں اور وہ یہود جنہوں نے اہل کہ کو سکھایا تھا کہ تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ پوچھو اور اونہوں نے آپسے پہ قصہ دریافت

کیا اور یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے اور ہر کام پر غالب ہے وہ چاہیگا تو آپ پر سب ظاہر ہو جائیگا
 ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام شب دروزا دسی محل میں جلوہ افروز
 رہتے تھے جو زینچانے آپ کے رہنے کے لیے مقرر کیا تھا اور زینچا ہی ہر ساعت وہر کھڑ
 آپ کے سامنے رہتی تھیں۔ اور آپ مثل زاہد دن اور عابدوں کے شب دروزا د خدا
 کیا کرتے تھے ایک دن آپ عبادت میں مشغول تھے کہ غم فراق نے جوش مارا اور
 والد ماجد کا خیال دلمیں آگیا قدرت خدا سے ابویوسف ایک شہر سوزان جبرانی میں
 صحیفہ ابراہیم علیہ السلام پڑھتا ہوا وہر آنکھ اور اداس کی آواز آپ کے کان تک پہنچی سننے
 ہی بے قرار ہو گئے اور لمحات تمام اس کے پاس تشریف لے گئے اس سے فرمایا
 کہ اے دوست کہاں سے آتا ہوا اور کہاں کا ارادہ ہے اس نے عرض کی کہ کنعان سے
 آیا ہوں اور تجارت کو جاتا ہوں کنعان کا نام سننے ہی فراق پورنے ایسا بخیدہ کیا کہ
 آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور فرمایا کہ اے کنعان کے رہنے والے تم کنعان سے
 کب آئے اور پیغمبر یعقوب علیہ السلام کی ہی کچھ خبر تھیں معلوم ہے اس نے عرض کی
 کہ کنعان چوڑے ہوئے مجھے ایک مہینا ہو گیا۔ اور میرے پیغمبر کی کیفیت کچھ نہ پوچھے
 کیونکہ ادھکا حال بیان کے قابل نہیں ہے اور ادھکا وہ بیچ و غم سے جکے سننے سے
 کیلچہ شق ہوتا ہے ادھکا ایک فرزند جس سے وہ کمال محبت رکھتے تھے گم ہو گیا اور اس کے
 بہائیوں نے بیان کیا کہ اسے میٹر لے گیا جب سے یہ خبر سنی ہے شب دروزا بقرار
 رہتے ہیں سوائے بیچ و غم اور گریہ و زاری کے کوئی کام نہیں کھانا پینا سونا راحت و آرام
 سب بالاسے طاق ہے۔ آپ نے فرمایا اے کنعانی صاف بیان کرو کہ وہ رہتے کہاں ہیں
 اس نے بیان کیا کہ خلقت سے علیحدہ ایک گہر بنایا ہے اس کا نام بیت الاحزان رکھا ہے۔
 وہی ادھکا عبادت خانہ ہے۔ اور اوسے میں رہتے ہیں۔ کثرت گریہ و زاری سے حال
 ہے کہ ملکین تک جہر گئیں اور آنکھوں کے پوٹھوں میں زخم پڑ گئے ہیں۔ صبح کو جب

اوس عبادت خانے سے باہر آتے ہیں تو اس قدر نوحہ فرماتے ہیں کہ دیکھنے اور سننے والے
 اونکے غم و سنج پر افسوس کرتے اور آتسو بہاتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے
 والد ماجد کا یہ حال سننے ہی بیہوش ہو کے گر پڑے۔ تاجر آپکا یہ حال دیکھ کے خائف
 ہوا اور عہد ترا اپنے اونٹ پر سوار ہوا وہاں سے راہی ہوا۔ آپکو جب غشی سے افاقہ ہوا
 اور حواس درست ہوئے تو اوس ناقہ سوار کو نہ دیکھا اور یہی زیادہ بیقرار ہوئے اور غم
 و سنج ہوا۔ زلیخا نے آپکو بلوایا اور تشفی کی۔ لکھا ہے کہ جب وہ سوار ملک کنعان میں پہنچا
 تو اوسنے خیال کیا کہ بیشک وہ شخص جو مجھے مصر میں ملاتا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کی
 اولاد سے ہے اوسکا حال آپسے ضرور عرض کرنا چاہیے یہ ارادہ کر کے وہ آپکے عبادت خانہ
 کے دروازے پر آیا اور عرض کرنے لگا یا حضرت اس خادم کا سلام قبول کیجئے اور توجہ
 دیر کے لیے حجرے سے باہر تشریف لائیے ایک خبر لایا ہوں وہ سُن جائیے۔ آپنے
 فرمایا ذرا توقف کروقت عبادت قریب ہے میں اپنے پروردگار کی عبادت سے فارغ
 ہوں تو آؤں اور کچھ دیر بعد عبادت سے فراغت کر کے آپ باہر تشریف لائے اور
 سوار نے جو حالات آپکے فرزند یوسف علیہ السلام کے سنے تھے وہ سب بیان کیے
 اور کہا کہ میں ہی ایک روز اس طرف جاتا تھا اوس جوان رعنا نے آپکا حال مجھے سنا
 اور جب میں نے بیان کیا تو سنتے ہی بیہوش ہو گیا پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ حضرت
 یعقوب علیہ السلام نے یہ حالات سنے فرمایا کہ وہ میرا فرزند ہے جسپر یہ مصیبتیں گزریں
 اور شائد نہ ہو۔ مگر آپکا غم تازہ ہو گیا اور نہایت بیقرار ہوئے۔ پھر اوس سوار تاجر نے حضرت
 یوسف علیہ السلام کے چہرہ مبارک کے نشانات بیان کیے آپنے فرمایا کہ تو نے اوسکا
 نام پوچھا تھا اوسنے عرض کی کہ اوس جوان نے اپنا نام یوسف اور اپنے باپ کا نام
 یعقوب بتایا تھا۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین کامل ہو گیا کہ وہ حضرت یوسفؑ
 ہی تھے اور جوش غم سے بیہوش ہو گئے۔ جب غشی سے افاقہ ہوا فرمایا اے تاجر

تو نے یوسف کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ اونے عرض کی کہ بیشک مصر میں زلیخا کے مکان کے پاس مجھے ملاقات ہوئی تیر حضرت یعقوبؑ نے اوسے گلے سے لگایا اور اوسکی آنکھوں کو ہوسہ دیکے فرمایا کہ بیشک تو نے یوسف کو دیکھا کیونکہ تجھیں سے یوسف کی بو آتی ہے اور مقرر ہو کے کہا کہ ایک بار پھر وہی حال بیان کر۔ اونے تمہیل فرما کی اپنے اوسے دماغ خیر دے کے رخصت کیا۔ برادران یوسف یہ کیفیت سن کے دلمین پشیمان ہوئے اور بظاہر باپ کو چٹلایا اور ملامت کرتے ہوئے بیت الاحزان میں لے گئے۔ انرض حضرت یوسف علیہ السلام وہاں عرصے تک رہے اور بڑے ہوئے

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۖ وَرَجَبُ يُونُسَ قُوَّةً وَجَوَانِي
 کو یعنی اٹھارہ یا بیس برس کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ دیا ہے اونکو حکم اور علم۔ مراد حکم سے نبوت اور شاہی ہے اور علم سے علم کتب الہی اور عقل و دانش اور فرماتا ہے خداوند عالم وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ اور ایسا ہی بدلادیتے ہیں ہم نیکی والوں کو۔ مراد محسنین سے مومنین ہیں۔ اور بعض روایت میں ہے کہ مراد محسنین سے انبیاء علیہم السلام ہیں یعنی حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب میں اپنے بہتے ہوئے فیوں کو اچھا بدلادیتا ہوں جیسا احسان میں نے اور فیوں کے ساتھ کیا اور اون کو سخت مشکون اور مصیبتوں سے بچایا اوس سے زیادہ میں آپکے ساتھ احسان کروں گا۔ لکھا ہے کہ زلیخا کا عشق دن و نارات چو گنا ہوتا جاتا تھا اور وہ ہر طور سے عمدہ عمدہ لباس آپکو پہنا آراستہ کو پیراستہ کر کے دیکھتی اور اپنا دل خوش کرتی تھی رفتہ رفتہ آتش عشق بہرک اوٹھی اور زلیخا مقرر ہو کے مقصد دل کی طلب میں آپسے رمز و کنایے کرنے لگی۔ اور آپ اوس سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے اور اس پرہیز سے وہ اور زیادہ دیوانی ہوئی جاتی تھیں۔ خلاصہ یہ کہ زلیخا نے خیال حصول مقصد دل عزیز سے عبادت لیکے ایک گمراہ بنایا کہ اوس میں مانت قبتے تھے اور ہر نبی کے

عَنْ نَفْسِهِ۔ اور پھیلایا اور سکو عورت نے جبکہ گہرین تھا اپنا جی تھامنے سے۔ یعنی زلیخا نے بزمی آشتی بصد منت آپسے طلب وصل کی اور پہلے ہی سے آپکو سامان مواصلت یعنی تصویرین وغیرہ دکھا کے براگنچہ کرنا چاہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ مجھے اس فعل سے بچائے وَغَلَقَتْ الْأَبْوَابَ وَقَالَ كِهَيْتَ لَكَ اور بند کیے دروازے اور کھنے لگی جلدی کر یعنی زلیخا نے اس مکان کے دروازے سب بند کر دیے اور کہا جلدی کیجیے میں نے اپنے نفس کا آپکو اختیار دے دیا آپ نے جب یہ حالات اضطراری مشاہدہ کیے تو فرمایا قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّكَ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ مَا یعنی کہا آپ نے خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا اور نے مجھکو اور منزل قرب و اختصاص غایت کی۔ یا یہ کہ عزیز بڑا ہے اور سردار ہے اور نے مجھے بت آرا سے رکھا اور نیک سمجھ کے تیرے پاس رہنے کی اجازت دی بہرین کیونکر اوسکا جان اور حق نعمت بھوکرا و سکی امانت میں قصد خیانت کردن۔ إِنَّكَ لَا يَفْعَلُ الظَّالِمُونَ تحقیق نہیں فلاح پاتے ظالم کہ حق نہیں بچانتے اور نیکی کے بدلے بدی کرتے ہیں زلیخا نے آپکے فرمانے پر کچھ توجہ نہ کی اور کھنے لگی ای یوسف تیرے جال نے مجھے نیم سبل کر دیا ہے اور مدت سے تیرے وصال کی طالب ہوں تو کیوں اسقدر مجھے کنارہ کش ہو کے میرے دل کو ترڑا پاتا ہے دیکھ وقت ہاتھ سے جاتا ہے۔

ای جان صدقے اس تیرے صن جال کے	ارمان بہرے میں لیکن ہزاروں جال کے
-------------------------------	-----------------------------------

پہر کھنے لگی یوسف مجھے تجھے بڑی الفت ہے۔ آپ نے فرمایا میرا پتھ سے زیادہ مجھے چاہتا ہوں عرض کی آپکے بال کیا اچھے ہیں۔ فرمایا سب سے پہلے یہی خاک سیاہ ہوں گے۔ کہا تیرے عشق نے مجھے خاک کے خاک کر دیا۔ فرمایا آتش و دوزخ سے ڈر۔ کہا مجھے تیرا قد بہت محبوب ہے۔ فرمایا جو خدا نے بنایا وہ ہے۔ غرض کہ اور نے آپکو ہر طرح پھیلایا اور اپنے اوسکا کنا نہانا تو کھنے لگی تو کس لیے ڈرتا ہے اگر شرم زیادہ ہے تو میں سب پرے

ابھی ڈالے دیتی ہوں۔ فرمایا خدا کے نزدیک سب ظاہر ہے لاکھ پردے ڈالو تو کیا ہوتا ہے۔ کہا اگر تجھے عزیز کا ڈر ہے تو میں اسے زہر ملا ہل رے کے ہلاک کر سکتی ہوں فرمایا یہ اور بھی زیادہ گناہ ہے کہ مجھے خون میں شریک کرتی ہے۔ جب زلیخانے دیکھا کہ سنت خوشامد سے کام نہیں چلتا تو ڈرانے لگی اور کہا اگر تو میرا کننا نہ مانے گا تو میں تجھے سخت تکلیفیں دوں گی اور رسوا کروں گی۔ اپنے فرمایا خدا میرا مددگار ہے مجھے بچا لے گا۔ جب زلیخا آپ کو کسی طرح راضی نہ کیا تو کہا اس مکان کے اندر سے پانی لے آؤ یہ تھا کہ آپ اندر جائیں تو بیاختہ ہو کے حصول مقصد کے لیے لپٹ جائے لیکن آپ نے یہ بھی نہ کیا۔ پھر زلیخانے آپ سے ایک کمرے کی تعریف کی اور کہا جاؤ اسے دیکھ آؤ قابل دیکھنے کے ہو آپ نے خیال کیا کہ چلو کچھ دیر کو تو اس سے نجات ہو۔ اور آپ اس مکان میں داخل ہوئے زلیخا بھی آپ کے پیچھے پوچھی اور کہنے لگی کہ اب تو مجھے بچکے کہاں جاتا ہے میرے آگے آ اب میں تجھے نہ چھوڑوں گی۔ اس وقت آپ نے خدا سے پناہ مانگی اور رونے لگے شیطان نے یہ حال دیکھ کر بڑی خوشی کی اور کہا کہ حسن و دوطرفہ اور جوش قوت اور تمام اسباب فعل انہو کے موجود ہیں غرق یہ یوسف مبتلا ہوا چاہتا ہے کہ میں جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ سب سامان موجود ہونے سے کیا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے صدیق کا محافظ موجود ہے اور شیطان یہ بات سُنکے بھاگا۔ زلیخانے آپ کے آنسو پونچھے اور کہنے لگی میں نے تجھے آزاد کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے آتش و دوزخ سے آزادی درکار ہے۔ غرض زلیخانے پہلے سنت سے راضی کرنا چاہا پھر ڈرایا ہزاروں حیلے باتیں کیے جن کا بیان اس مختصر کتاب میں محال ہے مگر کسی صورت سے مطلب برآری نہ کی تو ناچار ہو کر لپٹنے کا ارادہ کیا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے وَلَعَدَّ هَمَّتْ بِم وَكَمْ بَقَاءُ لَوْ لَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ اور البتہ عورت نے فکر کی اس کی اور اس نے فکر کی عورت کی اور اگر یہ نہ ہوتا کہ دیکھتا یوسف دلیل اپنے پروردگار کی تو ہوتا

جو ہوتا۔ یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام سے مخالفت کا ارادہ کیا اور حضرت یوسفؑ نے اوسکو دور کرنا چاہا اور اپنے پروردگار کی دلیل دیکھ کے بچکے ورنہ اوس بجا مشکل تھا برہان میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ نے یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ دنوں میں اونگلی دبائے کڑے مین اور کہتے ہیں اے یوسف تو صدیقین سے ہے کیا کرتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لعلہ نبوت یوسفی تھا جو اسوقت حائل ہو گیا اور آپ کو اس فعل پر روکا۔ بعض کا بیان ہے کہ چہت پر لکھا دیکھا لَا تَقْرَبُوا الزَّانَا۔ بعض نے لکھا ہے کہ جب اوس دیوار پر نظر کی جو آپ کے قریب تھی تو اوس پر نقوش تھا کہ لَا تَقْرَبُوا الزَّانَا پھر دوسری دیوار پر نظر کی تو یہ مکتوب دیکھا کہ وَإِنَّا عَلَيْكَ لَحَافِظِينَ۔ جب تیسری طرف دیکھا تو یہ مسطور پایا کہ وَاتَّقُوا يَوْمًا تُصْجَوْنَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔ اور چوتھی طرف نظر کی تو یہ لکھا پایا يَكُونُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفَى الصُّدُور۔ اور بعضوں نے بیان کیا کہ یہ تحریر دیکھی اِنَّكُمْ مَعَكُمْ اسْمَعُوْا اَدْنٰی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ صورت یعقوبؑ یا شکل عزیز نظر آئی کہ اشارہ بھاگنے کا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ زلیخا نے جب یہ ارادہ کیا تو اوس مکان میں ایک بُت تھا اوسکے سامنے پردہ والہ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دیکھ کے زلیخا سے کہا کہ تو حیا کرتی ہے اوس پہرے جو نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ کسی کام کی طاقت رکھتا ہے پر میں کیونکر اپنے پروردگار سے حیا کروں جو ظاہر و باطن سب دیکھتا جانتا ہے اور اس بات سے آپ متنبہ ہوئے اور زلیخا کو دفع کرنا چاہا۔ بعض روایت میں ہے کہ آپ نے یعقوب علیہ السلام کی آواز سنی کہ فرماتے تھے اِسْمُكَ مَكْتُوبٌ فِي الْاَنْبِيَاءِ وَ اَنْتَ تَعْمَلُ مَعَالِ السُّفَهَاءِ۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک شخص نظر آیا اور اوسنے کہا کہ اے یوسف اگر ایسا کام کر لگا تو نبوت کے مرتبے سے گر جاوے گا۔ اور بعض کا بیان ہے کہ ایک حور ایسی نظر پڑی کہ آپ زلیخا کو بھول گئے اور اوس سے آپ نے

پوچھا تو کسکے لیے ہے اوسنے جواب دیا میں اوسکے لیے ہوں جو زمانہ کرے۔ اور کیا روایت میں ہے کہ ایک پرندہ نمودار ہوا اور اوسنے یوسف کے کان میں کہا کہ زلیخا آخر تیرے ہی لیے ہے مگر ابھی کچھ دن صبر کر۔ اور بعض نے بیان کیا ہے کہ آپکو وہ کنوان نظر آیا جہیں آپ قید تھے اور کہنے والے نے آواز دی کہ اسے یوسف کیا اس کنون کو بھول گئے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ شیطان نے ایک ہاتھ حضرت یوسف کے پہلو پر رکھا اور ایک ہاتھ زلیخا کے پہلو پر رکھ کے آمادہ کرنا چاہا اور زلیخا جو پہلے ہی سے طالب تھی اوسنے کثرت آہ و زاری اور گریہ و اشکباری سے آپ کا دل نرم کر دیا اور آپکے لپٹی اوسوقت اپنے اوسکی گریہ و زاری پر خیال کر کے دلیں کچھ قصد کیا تھا کہ ایک فرشتہ چلایا اور کہا کہ آسمانوں پر تیرا نام انبیاء و صدیقین میں لکھا ہے اور زمین پر تو ایسے فعل قبیح کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ متنبہ ہوئے اور اوس فعل قبیح سے بچ گئے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس مکان میں داخل ہوتے وقت اپنے کمر بند میں بنظر احتیاط سات گراہین لگائیں تھیں اور زلیخا نے جب آپکو آمادہ کیا تو اپنے وہ گراہین کھولنا شروع کیں جب گرہ کھولتے تھے غیب سے منع کرنے والے طرح سے منع کرتے تھے۔ جب ساتویں گرہ آپ کھولنے لگے تو ایک فرشتہ شبکل حضرت یعقوب علیہ السلام آیا اور اوسنے آپکے سینے پر مارا کہ رشتہ شہوت سے نکل گئے اور اسی سبب سے آپکے گیارہ فرزند ہوئے اور بارہ نمونے جیسے یعقوب علیہ السلام کے ہوئے تھے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپکو بچالیا جیسا کہ خدا سے تعالیٰ فرماتا ہے

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ

اسی طرح کیا ہے تاکہ پیر دین ہم اوس سے بُرائی اور بُرے میانی کہ دنا ہے بیشک وہ ہے ہمارے چُنے ہوئے بندوں میں سے۔ یعنی یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے

خالص بندوں میں سے تھے آخر وہ صاف نکل گئے اور اس بلا سے بچے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَاسْتَبَقْنَا الْبَابَ** اور دوڑے دوڑے دروازے کی طرف گئے حضرت یوسف علیہ السلام اس گناہ سے بچنے کی جب کوئی تدبیر نہ دیکھی تو زینچا ناراض ہو دروازے کی طرف دوڑے اور زینچا بھی جلد تر آپکے پکڑنے کے واسطے پیچھے پیچھے دوڑی دروازے سے بھاگتا تھا مگر قدرت خدا سے جس قفل پر آپ ہاتھ رکھتے تھے وہ کھل جاتا تھا یہاں تک کہ ساتویں دروازے پر پہنچے اور زینچا ہی دوڑی ہوئی وہاں تک پہنچ گئی اور زینچا نے آپکے کرتے کا دامن پیچھے سے پکڑا اور کھینچا مگر آپ زور کر کے نکل گئے **وَقَدْ أَتَّ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ** اور بھاڑا زینچا نے کھینچ کر تاپا یوسف علیہ السلام کا پیچھے سے مگر آپ کو نہ پایا۔ اور کچھ بس چل سکا

گئے جب کہ اوس در سے یوسف نکل	زینچا کڑی رہ گئی ہاتھ مل
ترہنے لگی بے قراری کے ساتھ	زبان پر تھا جاری یہ زاری کے ساتھ
کہ ہے مرا طائر مدعا	مرے دامن میں پھنس کے جاتا رہا

وَالْفَيَاسِيَّةَ هَالِكًا الْبَابُ اور پایا ان دونوں نے شوہر زینچا بیٹے عزیز کو قریب دروازے کے۔ یعنی جب یہ دونوں دوڑتے ہوئے دروازے تک پہنچے اور حضرت یوسف علیہ السلام باہر نکل گئے تو اوس وقت عزیز دروازے پر کھڑا ہوا تھا ان دونوں کو پریشان دیکھ کے سمجھا کہ شاید انہر کوئی سانحہ ایسا گذرا ہے کہ یہ دونوں خائف ہو کے دروازے تک پہنچے ہیں۔ وہ اس حال کو پوچھنے بھی نہ پایا تھا کہ زینچا اپنی بریت کے خیال سے پہلے ہی سے شور مچایا **قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** کہنے لگی کیا سزا ہے اس شخص کی جو ارادہ کرے تیری گھر والی کے ساتھ بُرائی کا مگر یہ کہ قید کیا جائے یا عذاب سخت دیا جائے۔ اس کہنے سے اوسکی یہ غرض تھی کہ آپ الزام سے بچ جائے اور

یوسف علیہ السلام کو خطا وار ٹھہرائے تاکہ مورد عذاب و عقاب کیے جائیں اور خود اپنے شوہر اور لوگوں کی نگاہ میں بے قصور اور پارہ ساری رہے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکی ہوشیاری اور چالاکی مشاہدہ کر کے عزیز سے صاف بیان فرمادیا۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي۔ کہا اسی نے خواہش کی تھی مجھے کہ نہ تھاموں اپنا بیٹا یعنی اسی زلیخا نے مجھے مبتلا کرنا چاہا تھا مگر میں نے نہ مانا اور وہاں سے بھاگ گیا۔ عزیز نے کہا کہ میں تیرے کئے کا کیونکر یقین کروں کیونکہ ہر مدعی اپنے کام کے لیے اپنے موافق بات کہتا ہے۔ پھر عزیز نے زلیخا سے پوچھا کہ تیرے دعوے پر بھی کوئی گواہ ہے جو تیری گواہی دے کیونکہ بغیر گواہ کے قاضی بھی فیصلہ نہیں کرتا ہے۔ زلیخا نے جواب دیا کہ میں گواہ و شاہد کمان سے لاؤں کیونکہ سوا میرے اور اس جوان کے اس جگہ دوسرا کوئی نہیں تھا۔ پھر عزیز حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا اور غصے سے کہنے لگا کہ میں نے تیرے ساتھ بھلائی کی تھی اور سکا بدلاتو نے خوب دیا۔ تجھے شرم ہی نہ آئی کہ میں نے تجھے آرام سے رکھا اپنے فرزندوں کی طرح پالا گدہا مال و دولت سب کا تجھے اختیار دیا اور باوجود اس احسان کے تو اپنے سین بھول گیا اور میری امانت میں خیانت کا ارادہ کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جواب کی فکر میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو الہام کیا کہ اے یوسف تو اس چھوٹے بچے کو جو جھوٹے میں پڑا ہوا ہے اپنا گواہ بنالے۔ اپنے عزیز سے کہا کہ اگر تم منظور کرو تو میں اپنا گواہ پیش کروں عزیز نے کہا تا تیرا کون گواہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا گواہ وہ ہے جو جھوٹے میں بیٹھا ہے اور وہ زلیخا کی خالہ کا بیٹا تھا۔ عزیز نے کہا کہ چار مہینے کا لڑکا بولنے کی طاقت تک نہیں رکھتا پھر بھلا تیری گواہی کیا دلگا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا خدا اوسکے گویا کرنے پر قادر ہے۔ عزیز نے یوسف علیہ السلام کے فرمانے کے موافق اوس سے پوچھا قدرت الہی سے وہ گویا ہوا۔ وَشَهِدَ شَاهِدًا مِنْ اَهْلِهَا

اور گواہی دی گواہ نے زلیخا کے اہل میں سے بیٹے اوس دودہ پیتے بچے نے عزیز سے یہ حکیمانہ بات کہی اِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ بیٹے اگر ہے کرتا یوسف کا پھٹا ہوا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ یہ دلیل اس بات کی ہے کہ یوسف آمادہ تھا اور زلیخا اوسے ہٹاتی تھی پس کرتا آگے اسی رد و بدل میں پھٹ گیا۔ وَاِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَلَا بَتَّ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ○ اور اگر ہے کرتا یوسف کا پٹا ہوا پیچھے سے پس جھوٹی ہے زلیخا اور وہ سچوں میں سے ہے۔ کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آمادگی زلیخا کی دیکھ کے یوسف بھاگے اور یہ اونکے پیچھے پکڑنے کے لیے دوڑی اور جلدی میں یوسف نکل گئے مگر کرتا جو زلیخا نے پکڑ کے کھینچا تھا پیچھے سے پھٹ گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے بچا زاد بھائی کو گواہ بنایا لکھا ہے کہ وہ ایک مرد عاقل ہوشیار حکیم تھا عزیز نے اوسکو بلایا اور کہا سچ بیان کر جو تجھے معلوم ہے اوسنے بیان کیا کہ کرتا پٹنے کی آواز میں نے دروازے کے باہر سے سنی تھی مگر میں خطا وار کسی کو نہیں کہہ سکتا کیونکہ گھر کے اندر کا حال معلوم نہیں کہ آگے کون تھا اور پیچھے کون تھا۔ ہاں ایک عقل کی بات میں بتاتا ہوں وہ یہ ہے کہ یوسف کا کرتا دیکھیے اگر آگے سے پٹا ہوا ہے تو بیشک اوسکی خطا ہے اور اگر پیچھے سے پٹا ہوا ہے تو زلیخا خطا کار ہے۔ خلاصہ یہ کہ عزیز نے آپکا کرتا دیکھنے کے لیے اپنے پاس بلایا فَلَمَّا رَأَى قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَذِبِكُنَّ پس جب دیکھا عزیز نے کرتا یوسف علیہ السلام کا پیچھے سے پٹا ہوا تو زلیخا کی طرف متوجہ ہوا اور غصے سے کہنے لگا کہ یہ سب تمہارا کرتا ہے کہ تم نے پہلے ہی سے شور مچا دیا کہ جو تمہارے گھر والوں کے ساتھ بڑائی کا ارادہ کرے اوسکی کیا سزا ہے اور آپ ہی جواب ہی دے دیا کہ اوسے قید کرو اور کڑا

ماروا ان کیدہ کین عظیمہ ۵ بیشک مکر تھا راست بڑا ہے اور عورتیں اکثر مکاری
ہیں اور اولاد کا مکر مردوں پر مثل افسوں کے چل جاتا ہے۔ پہر جب عزیز کو حضرت
یوسف علیہ السلام کی بے قصوری اور زلیخا کی مکاری معلوم ہو چکی تو اوسے یوسف علیہ
السلام کی تسلی کے لیے کہا یوسف اعرض عن هذا مکہ۔ اے یوسف جانے
دو یہ مذکور۔ اور اس بات سے منہ پھیر لو در گذر کرو اور پھر آپ کی تسفی کے لیے کہا ۵

زلیخا ہے جھوٹی تو سچا ہے لیک	ترے اسکے حق میں ہی بس ہونیک
کہ اس راز کو تو نہ افشا کرے ۶	ولے تا بمقدور اخف کرے

اور زلیخا سے بہت ناخوش ہو کے کہا واستغفر لی لذنبک ۷ اِنَّکَ کنت
من الخطیئین ۸ اور طلب بخش کر اے زلیخا اپنے گناہ کے لیے اور یوسف سے
معذرت کر کہ وہ مسافر ہے اور بے خطا ہے اور تو نے او سے بے سبب تکلیف دی
اور ادس کا دل دکھایا ہے۔ اور بیشک تو ہی تھی خطا کاروں سے۔ یعنی سراسر تیری ہی
خطا تھی۔ بعد اسکے زلیخانے جمال یوسف کو چھپایا۔ اور عزیز نے اس قصے کے مخفی
رکنے میں تا امکان کوشش کی اور سب کو افشاے راز سے منع کیا مگر عشق و مشک کہیں
چپائے سے چھپتا ہے آخر یہ راز پشت از بام ہوا اور تمام مصر میں عورتوں اور مردوں
کی زبانوں پر یہ مذکور ہونے لگے۔ وقال نسوة فی المدینة امرأت
العزیز تراود فتہا عن نفسہ ۹ اور کئے لگیں کئی عورتیں اوس شہر میں
کہ عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے۔ یعنی کئی عورتوں نے شہر
میں یہ بات مشہور کر دی کہ عزیز کی بی بی زلیخا اپنے غلام پر مرتی ہے۔ تفاسیر میں
لکھا ہے کہ وہ پانچ عورتیں تھیں خواصوں میں سے۔ ایک داروغہ محلات کی بی بی
اور ایک ساتی کی گھر والی اور ایک داروغہ باور چیخانہ کی اہلیہ اور ایک داروغہ جلیخانہ
کی بیوی اور ایک داروغہ اصطبل کی زوجہ۔ ان سب نے زلیخا کا پردہ بھی فاش کیا

اور طعنہ بھی دیے کہ عجب کمبخت عورت ہے کہ غلاموں پر مرتی اور جان دیتی ہے ۵

یہ یوں طعنہ زن عورتیں مصر کی	کہ بندے کی اپنے یہ بندی ہوئی	یا جبکہ مول و سکودل دیدیا
بجھا شمع غیرت دمی یہ کیا کیا	خرید اجسے او سپہ شیدا ہوئی	زلیخا کی عقل و خرد کیا ہوئی
عجب پر عجب اور ہے یہ منہ	کہ خواہاں ہو یہ اور گریزاں ہو	اسے الفت اور او سکوفت ہو
یہ ہے عزت و خیر بادشاہ	یہ نزدیکی لائے تو بھاگے وہ	یہ کرتی ہو عجز او سکو ہے لبغیر

اندھیر ہے کہ بادشاہ کی بیٹی اور عزیز کی جو رو ہو کے ایک غلام عبرانی پر جان و دل سے
فدا ہو بیشک قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اوسکا جی فریقہ ہو گیا اوسکی محبت میں۔ یعنی وہ
استغیر عاشق و فریقہ ہو گئی ہے کہ گویا یوسفؑ کی محبت اوسکا دل و جگر چاک کر کے
اوسمیں گھس گئی ہے اور سوائے یوسفؑ کے اوسے کچھ نظر نہیں آتا نہ عزت کا خیال
ہے نہ آبر و ریزی ملال نہ خلقت کی حیاء کا خوف۔ اِنَّا لَنَرِيهَا فِي صُكَّرٍ
مُبِينٍ ○ ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے۔ حیاء و شرم سب طاق پر رکھ دی
اور عزیز ایسے بلند مرتبہ شوہر سے سُنہ موڑ ایک غلام زرخیز پر نہر ار جان سے عاشق
ہو گئی۔ اور اس بات کا چرچا شہر کے تمام گہروں میں ہونے لگا بیان تک کہ زلیخا جب
کسی شادی وغیرہ میں کہیں سہان گئی تو اوسنے خود اپنے کانوں سے عورتوں کا تکرار
سُن لیا اور اوسے بہت غم ہوا فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَدْبَسَتْ لِيَهُنَّ
پھر جب سنا اوسنے اونکا فریب بلوا بھیجا اونکو۔ یعنی جب زلیخا اونکی طعنہ زنی اور جھوٹ
باتوں سے بہت عاجز ہوئی تو اوسنے چالیں عورتوں کو سہان بلایا اور انہیں وہ پانچ
عورتیں بھی تھیں جو زیادہ طعنہ زنی کرتی تھیں اور زلیخا کو انہوں نے بدنام رکھا تھا
جب وہ سب عورتیں آئیں تو اونکی بہت خاطر تواضع کی۔ اور ان عورتوں کے
بلانے سے غرض یہ تھی کہ وہ یوسفؑ کو دیکھیں۔ ہر چند زلیخا یوسفؑ علیہ السلام کو چہرے
میں رکھتی تھی اور کیسکو نہ دکھاتی تھی مگر ان عورتوں کو اس خیال سے دکھانے کے لیے

بلایا کہ حضرت یوسفؑ کے جلال با کمال کو دیکھ کے دلمین شرمندہ ہوں اور طعنہ زنی سے زبان کو روکین **وَاعْتَدَتْ لَهَا مِثْكَأً** اور طیار کی اونکے واسطے ایک مجلس اور بعضوں نے مٹکا کے معنی مند کے لیے مین یعنی اونکے لیے مسندین مہیا کیں اور بعض نے لکھا ہے کہ مجلس طعام آراستہ کی اور اوسین ہر ایک کے لیے مسند تکیے لگائے کیونکہ اوس زمانے کا یہی رواج تھا کہ تکیہ لگا کے کھانا کھاتے تھے اور اوس محفل کے لیے انواع و اقسام کے عمدہ عمدہ کھانے طیار کرائے۔ جب وہ سب عورتیں اوس محفل میں جمع ہوئیں اور سب کے سامنے کھانا چٹا گیا تو زلیخا نے اونہیں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک ترنج دیا **وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا** اور دی اونہیں سے ہر ایک ہاتھ میں ایک چھری تاکہ ترنج کو اپنے ہاتھ سے تراش کے کھانے میں آمیز کر لیں اور کھائیں۔ جب یہ سب سامان ہو چکے تو زلیخا نے اونے کہا کہ یوسف کو دیکھو گی

کہ وہ تم تو یوسفؑ کو بلوائوں میں + جو خواہش تمہیں ہو تو دیکھاؤں میں

وہ سب کہنے لگیں کہ تو اس بات کی آرزو تھی کہ کبھی طرح یوسفؑ کو دیکھیں بارے خدا نے ہمارے دل میں خود ڈال دیا۔ بہت بہتر ہے جلد لائیے ہم سب بے حد مشتاق ہیں۔ زلیخا اونکی مرضی پا کے حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے پاس گئیں اور اونکو لباس فاخرہ اور تاج مکمل پہنا آراستہ و پیراستہ کیا اور خود اون عورتوں کے پاس آئیں اونے کہا دیکھو وہ یوسفؑ آتا ہے اور حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے **وَقَالَتِ الْفُجُورَةُ عَلَیْہِ سَیِّئًا** اور کہا زلیخا نے یوسفؑ سے نکل آانکے سامنے۔ پس حضرت یوسفؑ علیہ السلام زلیخا کے کہنے سے مجبور تشریف لائے **فَلَمَّا دَرَاہِئَہُ اَکْبَرُہُ** پس جب دیکھا اوسکو اون عورتوں نے تو بزرگ پایا حسن و جمال میں اور ایک بار دہکتے ہی بخیر ہو گئیں۔ اور اسقدر محمودیدار تھیں کہ اپنے تن بدن تک کی خبر نہ رہی تھی **وَقَطَعْنَ اَیْدِیْہُنَّ** ز اور کاٹ ڈالے اون عورتوں نے اپنے ہاتھ ادھر

سبھی اونہیں مطلق خبر نہ ہوئی اور نہ ہاتھ کٹنے سے درد وغیرہ معلوم ہوا۔

کہان کا ترنج اور کمانی چھری	رہا تھا کیونکہ جس جی میں جی	گئی عقل جب ہاتھ سے یہ قلم
ہر اک نے کیے ہاتھ اپنے قلم	بجائے ترنج اپنے ہاتھ کو کاٹ	کیے سرخ خونے دو پٹونے پٹا

اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اون عورتوں کو زلیخا نے ایک ایک ترنج اور ایک ایک چھری دیکھے کہا کہ جب یوسف آئے تو تم اس سے ترنج کاٹ کے دیدینا۔ پس جب حضرت یوسف علیہ السلام مثل چود ہوین رات کے چاند کے برآمد ہوئے تو اون کا یہ حال ہوا۔

طالع ہوا جو شرق در سے وہ آفتاب	باقی رہی نہ دیکھتے ہی پر کسی میں تاب
بخود ہوئیں وہ ایسی کہ کاٹے سبھونے ہاتھ	دیکھا جو اس کا حسن گلو سوز بے نقاب
کنے لگیں کہ حور ہے یا یہ فرشتہ ہے	یا چود ہوین کی رات کا روشن ہر ہاتھ

اور بعض سے منقول ہے کہ اون عورتوں میں ایک عورت کا فرہ بارہ تھی وہ اس محفل میں ایام معمولی سے ہوئی تو اس سے نہایت شرم آئی اور اس نے دعا کی کہ اے یوسف علیہ السلام کے پروردگار میں تجھ پر ایمان لائی تو میری شرم رکھ پس خدا سے تعالیٰ نے اون تمام عورتوں کو ایک رنگ کر دیا یعنی سب اپنے اپنے ہاتھ کاٹ خون سے آلودہ ہو گئیں اور اس لڑکی کے حال سے کوئی آگاہ نہ ہوئی۔ لکھا ہے اون سب عورتوں میں سے اکثر دن نے اپنے ہاتھ بے خبری سے جدا کر ڈالے تھے

اور یہی روایت ہے کہ بعضی اس حالت بخوردی میں جان دے بیٹھیں القصہ جب اونہیں ہوش آئے تو حیرت سے کہنے لگیں۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلٰکٌ کَرِہٌ اور کہنے لگیں وہ عورتیں حَاشَ لِلّٰہِ نہ نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ۔ یعنی وہ عورتیں آپ کا جمال بے نشان مچھ کے اس قدر حیرت زدہ ہوئیں کہ اون کو یقین ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام انسانوں میں سے نہیں بلکہ بڑے بزرگ فرشتے ہیں کیونکہ اون کا نظر ایسا حسین آہستہ مچھ نہ گذر

تھا اور نہ اونھوں نے ایسا حسنِ خداداد کبھی سُنا تھا۔ جب زلیخا نے اون عورتوں کو اس قدر بیہوش اور حیرت زدہ پایا تو اس نے کہا اَلَا لَکُمْ ذَلٰلٰکَ الَّذِیْ لَمْ تُنَبِّیْ فِیْہِ کہ یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا چکو تھے اسکے واسطے کہ وہ اب میں حق بجانب ہوں یا تم۔ اون سب نے زلیخا سے نہایت عذر و معذرت کی اور سب متفق ہو کے کہنے لگیں

بجا ہے جو اس پر ترا دل گیا	کہ یہ دلربا یوں کا ہے دلربا	جو کھولے یہ رخ برقعہ پاک سے
تو جہاں تکین نہ خود بھی فلاک سے	تجھے طعنہ دینا ہے بس بنا سزا	کہ تیری نہیں آہن ہر گز خطا
اسے جو کہ دیکھتا مہر جانے گا	سرا پا قیامت ہے یہ دلربا	زلیخا نے سُنا کہ مہر آہ
اسی نے کیا ہر خرابا و رتبہ	ایسی مین لفت میں آوارہ ہوا	ایسی محبت میں بیچارہ ہوا

اسی نے میرے ہوش و حواس کھولے اور مجھے بدنام کیا وَلَقَدْ رَاوَدَتْہَا عَنْ نَّفْسِہَا فَاِصْطَعَمَ ط۔ اور میں نے چاہا اس سے اسکا جی مگر اس نے بچایا اپنے تئیں اور میرے کہنے نے کے موافق مجھے نہ ملا۔ میں نے سزا فکر کی مگر اس نے ایک نہ مانی۔ اور میری دل کی آرزو نہ نکلی۔ وَکَیْنٌ لَّہٗ لَفِیْعَلٌ مَّا اَصُوْرُہٗ لَیْسَ یُحِیْثُ وَلَیْکُوْنَ نَاٰمِنٌ الصَّغِیْرُوْنَ ۱۰ اور اگر نہ کر لگا یہ جو میں اسکو کہتی ہوں تو البتہ قید کیا جائیگا اور ہو گا بے عزت۔ یعنی زلیخا نے کہا کہ میں تیرے عاجز ہو چکی اور تاخیر میں میرا کام تمام ہوتا ہے پس اب میں نے بیشک اپنے دل میں یہ بات ٹھہرا لی ہے کہ اسے قید خانے بھیج دوں شاید وہاں کی تکلیفوں سے پریشان ہو کے میری آرزو پوری کرے وہ عورتیں یہ حال دیکھ کے بہت غمگین ہو میں اور یوسف سے کہنے لگیں

کہ اے یوسف! جو حق کے بادشاہ	جہاں میں کسی کو نہیں ہر بقا	خدا نے کیا تمکو سلطانِ حسن
دیا سب تجھے جو ہر سامانِ حسن	زلیخا ترے عشق میں ہر خراب	اسے کرے وصل سے کامیاب
مردی ہی یہ اسہ تو ترس کھا	نہ بے ترس ہو اس قدر دلربا	نیا ز اسکا دیکھ اس قدر کرنا ز
تکبر نہیں خوب اسے سرفراز	کہیں عاجز آنتقام اسکا لے	بتگ کے وہ تجکو نیا ز اندے

بٹھائے نہ زندان میں جکودہ نہ قید اختیار آپ اسے یا کر کر کہ ہر ایک ہم میں سے ہر شاہن	کہ ہے سخت جاسے بدای نیل اگر تیرا ادسہر کسی طرح سے تو ہر مہر حسن اور ہم ماہ حسن	نہ غم میں او سے تو گرفتار کر نہیں بل تو مل جسے سوکھ جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے
ادون عورتوں اور زلیخا کا یہ کلام سنے منہ پیر لیا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ ادون عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو ہم ادسکو ایک گوشے میں لیجا کے سمجھائیں اور تمہارے حصول مقصد پر راضی کریں زلیخا نے ادسکو اجازت دی اور ادونوں نے زلیخا سے علیحدہ ہو پہلے زلیخا کے لیے حضرت یوسف کو راضی کرنا چاہا اور جواب نہ پایا تو اپنے دلی حوصلے اور ارمان ظاہر کرنے شروع کیے اور بیان تک بیان کیا کہ جناب یوسف ؑ نے ادسکی تقریر سے ناخوش ہو کے منہ پیر لیا اور وہ عورتیں سب رخصت ہوئیں اور زلیخا نے آپکو بلا کے پھر سمجھایا چونکہ آپ پہلے ہی سے ان باتوں سے متنفر تھے اور ادس پر بھی کورات دن سننے میں آیا گہرا کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کرنے لگے۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ بِئْسَ كَمَا جَاءَ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۖ لَئِنْ أَسَاءْتُ إِلَيْكَ يَوْمَئِذٍ لَأَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝۱۰ اور اگر تو نہ دفع کرے مجھے ادسکا فریب تو مائل ہو جاؤں ادسکی طرف اور ہو جاؤں میں بے عقل۔ یعنی اے پروردگار میرے اگر تو ادس کے کرو فریب سے مجھے نہ بچا بیگا اور میرا دل ادس پر مائل ہو جائیگا یا ادس کے کرو فریب میں بھنس جاؤں گا تو میں جاہل اور بے عقل ہو جاؤں گا یعنی گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لکھا ہے کہ زلیخا		

میں علاوہ گناہ کبیرہ ہونے کے اور بہت سی قباحتیں ہیں منجملہ اوکے دس نقصان بیان
 لکھے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ عقل و دین میں نقصان آتا ہے اور عمر و رزق گھٹتے ہیں۔
 دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے اور چہرے کا نور جاتا رہتا ہے۔ تیسرے یہ
 کہ نیکوں سے جدائی ہو جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ دل میں فتور آ جاتا ہے۔ پانچویں نیاں
 پیدا ہو جاتا ہے۔ چھٹے دل میں نور اور خوف خدا نہیں رہتا۔ ساتویں اسکی دعا مقبول
 نہیں ہوتی۔ آٹھویں مرد و العبادت ہو جاتا ہے۔ نویں دنیا میں بدنام ہوتا ہے لوگ
 اسے برا کہتے ہیں۔ دسویں سزاوار عذاب و عقاب ہوتا ہے۔ القصہ جناب یوسف
 کی یہ دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی۔ **فَاَسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَوَّرَ عَظْمَهُ**
 پس قبول کر لی اسکی دعا اسکے رب نے پہر دفع کیا اس سے اول کا فریب۔ یعنی
 جو دعا حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کی وہ اسنے مقبول فرمائی
 اور عورتوں کے کمر و فریب سے بچا لیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ زیادہ پریشانی کے
 باعث سے آپکے منہ سے یہ کلمہ نکلا کہ عورتوں کے فریب میں پڑنے سے مجھے قید خانہ
 اچھا ہو رہا اگر آپ صرف رہائی کی دعا فرماتے اور قید خانے کا نام نہ لیتے تو اللہ تعالیٰ
 آپکو یونین رہائی دے دیتا **اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** بیشک وہ بے سننے والا
 خبردار۔ سب کے دلوں کا حال جاننے والا۔ مگر چونکہ آپ کی زبان سے نکل چکا تھا
 اور دعا بھی قبول ہو چکی تھی اسکے سامان ظاہری یہ ہوئے کہ وہ عورتیں جنھیں زلیخانے
 حضرت یوسف کے دکھانے کے لیے بلایا تھا اور وہ حضرت یوسف کے سمجھانے سے
 عاجز ہو گئیں تھیں انھوں نے زلیخا سے بیان کیا کہ تیری رائے بہت درست ہے
 یہ جب تک قید خانے نہ جائیگا اور وہاں کی مصیبتیں نہ اٹھائیگا ہمارے سمجھانے اور
 تمہارے کہنے کو ہرگز ہرگز نہ مائیگا۔ اب مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ چند روز اسے
 قید میں رکھ پہرہ وہاں پر نشان ہو کے از خود تیری خواہش کر گیا۔ زلیخا چونکہ پہلے ہی

اس خیال میں تھی اونکے کہنے سے فوراً مستعد ہو گئی۔ اور عزیز سے اس نے بیان کیا کہ اب تو میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہی ایک عالم میں بدنام ہوں لوگ طعن دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زلیخا اپنے درخیز غلام پر سو جان سے عاشق ہے۔ مجھ میں ان باتوں کے سننے کی برداشت نہیں کلچر کم کیا۔ یوسف نے مجھے ایسا بدنام کیا کہ جینے سے تنگ ہوں اور اسی سبب اب اس کی خدمت کو میرا دل نہیں چاہتا اسیلے میں نے یہ تجویز کی ہے کہ چند روز کے لیے اسے قید خانے بھیج دو تا کہ مجھے مفرطے اور لوگوں کے دلوں سے خیالات باطلہ جاتے رہیں بلکہ وہ سمجھ جائیں کہ محض افترا ہے زلیخا بالکل پاک و صاف ہے اور یوسف سراسر خطا کار و گنہگار۔ پریقین ہے کہ مجھے کوئی لمحہ ہی نہ دیکھا اور سمجھیں گے کہ اگر عاشق ہوتی تو مشوق کو قید نہ کرتی۔ عزیز نے بھی خیال رفع بدنامی یہ تجویز پسند کی

ثُمَّ بَدَأَ الْهَوَمِينَ بَعْدَ مَا دَارُوا الْأَيَاتِ لِيُكْسِبُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۝

سو جہا لوگوں کو وہ نشانیاں دیکھنے پر بھی کہ قید رکھیں اس کو ایک مدت تک۔ یعنی عزیز نے زلیخا کے کہنے سے مصلحت جانکر باوجود دیکھنے یوسف کی بے گناہی کی نشانیوں کے اسے کچھ دن کے لیے قید کرنے کا ارادہ کیا اور دلعین خوب جانتے تھے کہ حضرت یوسف بے گناہ ہیں۔ کیوں کہ دیکھ چکے تھے کہ دودھ پیتے بچے نے آپکے پاک ہونے پر گواہی دی اور کمر تا آپکا موافق اس کی گواہی کے پیچھے سے پھٹا نکلا اور عورتوں نے آپکا جمال مبارک مشاہدہ کر کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہا یہ بزرگ فرشتہ غلام یہ کہ زلیخا نے ہمارا کو بلا کے ایک بھاری زنجیر بنانے کا حکم دیا۔ ہمارا کو آپکے حال پر افسوس ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اس قدر بھاری زنجیر ایسے نازک شخص کے لیے مناسب نہیں بہتر ہے کہ ہلکی زنجیر بنوائے زلیخا نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا سروکار ہے جو کہ یادہ کر۔ ہمارا دلیسی ہی زنجیر بنا لیا اور زلیخا نے آپکے پاؤں میں ڈلوں کے اپنے خدام کو حکم دیا کہ انھیں سوار کر کے بازار میں لے جاؤ اور نہ کہہ دو کہ جو کوئی عزیز کے گھر والوں سے

بری کا ارادہ کر کے اوسکی یہ سزا ہے۔ خدام حسب احکام زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام
 کو لے چلے۔ اُسوقت آپ آبدیدہ ہوئے اور اپنے پروردگار سے عرض کرنے لگے کہ
 اے پروردگار بھائیوں کے ستم باپ کے غم فراق زلیخا کے بدنام کرنے کے حصہ سے ابھی
 بھولے نہ تھے کہ اب پھر ہماری سواری قید خانے چلی اسمن تیری کیا مشیت ہے اے
 ارحم الراحمین رحم کر اپنے وعائنم نہ کی تھی کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا پروردگار
 فرماتا ہے کہ آپ کچھ غم نہ کیجیے پریشان نہ ہو جیے میں قید خانے کو آپ کے لیے مقام رحمت
 بنا دوں گا۔ لکھا ہے کہ حسب یوسف علیہ السلام کو قید کرنے کے لیے لے چلے تو ہزاروں
 مرد و عورت آپ کے دیکھنے کو آئے تھے اور بازار میں شور عظیم برپا تھا جو آپ کو دیکھتا تھا
 نالان ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ زلیخا نے اس پر بڑا ظلم کیا اتنے میں زلیخا بھی پوشاک مردانہ
 پہن بیٹھ رہی ہو کہو ڈری کہ دیکھوں یوسف کس رنگ میں ہے اور آپکی سواری کے قریب
 آگئے مگر اس غلام پر عزیز نہایت غصے سے۔ آپ نے فرمایا کہ عزیز کے غصے سے کیا ہوتا
 ہے میرا پروردگار غصے ہو۔ اس کلمے کے سننے سے زلیخا پر خوف غالب ہوا اور آپ
 راہی ہوئی۔ جب آپکی سواری قید خانے کے دروازے پر پہنچی تو وہاں کے
 داروغہ نے آپکی تعظیم کی اور کہا میں آپکو بہت دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا خدا رستہ
 لائے باپ نے زیادہ محبت کی تھی تو کنوین میں ڈالا گیا تھا۔ زلیخا نے محبت کی تو قید خانے
 پہنچا دیکھے تیری محبت سے کیا ہوتا ہے۔ پھر آپ قید خانے میں داخل کیے گئے اور قوت
 آپکو بہت بچ ہوا اور اپنے دل میں فرمانے لگے کہ اے پروردگار مجھے کس قصور کے
 بدلے تو نے بیان بھیجا دئی آئی کہ اے یوسف تو نے خود ہی تو کہا تھا کہ ان عورتوں
 کے کمر سے جلیخا نہ بہتر ہے پھر اب مجھے کیا پوچھتا ہے کہ کس جرم میں بیان بھیجا کیا تو
 صرف عافیت ہے۔ اگلا تو ہم مذمتیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے سکوت فرمایا۔ لکھا
 ہے کہ جب آپ قید خانے میں پہنچے تو آپ نے بسم اللہ کہے قدم رکھا تھا دانگ داروغہ نے

ایک خشک درخت کے پتے رہنے کی جگہ دی تھی۔ وہ درخت آپ کے قدم کی برکت سے نہایت سرسبز ہو گیا۔ دوسرے روز صبح کو جو قید خانے کے لوگوں نے دیکھا نہایت حیرت ہوئی اور سب آپ کی تعظیم کرنے لگے۔ اور آپ ہر وقت فراق پر مین رویا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے رونے سے وہاں کے لوگ گہرا گئے تھے۔ ایک روز آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کی بہت تشفی کی اور فرمایا کہ میں آپ کو عظیم تعبیر خانے آیا ہوں۔ آپ ذرا منہ کھولیں چہرہ جبرئیل علیہ السلام نے ایک شوشل موتی کے تابان اور در نشان آپ کے دہن مبارک میں ڈال دی اور کہا اسے نگل جائیے اس کے کھاتے ہی آپ پر علم باری روشن ہو گیا۔ اور آپ لوگوں کو خواب کی تعبیر بتا کر تے تھے قدرت خدا سے جو کچھ فرماتے تھے وہی ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کا یہ حال دیکھ کے ہر قیدی اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھا کرتا تھا۔ رہتا تھا۔ سب آپ کو قید خانے میں بھیجا تو داروغہ کو حکم دیا تھا کہ اسے قید سخت میں رکھنا مگر بعد کچھ عرصے کے دوسرا حکم پہنچا کہ یوسف کو نہایت آرام سے رکنا ہرگز ہرگز اسے تکلیف نہ دینے پائے داروغہ کو خلف حکم سے حیرت ہوئی اور درخت کیا اسکا باعث کیا ہے جواب ملا کہ قید سے یوسف کو تکلیف دینا مقصود نہیں بلکہ تہذیب و تہذیب مطلوب ہے۔ اور زلیخا آپ کے لیے لباس اور انواع و اقسام کے کھانے بھیجا کرتی تھی۔ اور ہر چند بظاہر اسے قید کیا تھا مگر دل سے چاہتی تھی۔ بلکہ آپ کے قید کرنے سے اس کا اور بھی اتر حال ہو گیا تھا ایک نظر دیکھنے کو ترستی تھی اور کچھ بنائے نہ بنتا تھا۔ **وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانٍ** ط اور داخل ہوئے قید خانے میں اس کے ساتھ دو جوان۔ یعنی جبرئیل جناب یوسف علیہ السلام کو دینے قید خانے بھیجا تو اسے دو جوان بھی آپ کے ہمراہ قید خانے میں داخل کیے گئے تھے۔ ایک اون سے بادشاہ ریان کا ساتھی تھا اور دوسرا بلخ۔ یہ دونوں اس جرم میں ماخوذ ہوئے تھے کہ بادشاہ کو زہر دی کا انہر گمان تھا۔ اور بادشاہ کے ایک دشمن نے انکو لالچ دیا تھا

کہ اگر تم زہر دیکے بادشاہ کا کام تمام کرو گے تو میں تمکو زہر جو اہر سے مالا مال کروں گا اور یہ خبر بادشاہ نے سن لی تھی۔ جب یہ دونوں بادشاہ کی خدمت میں پہنچے اور بادشاہ نے ان سے غصے ہو کے حال دریافت کیا تو طباح نے کہا کہ ساقی کی شراب نہ نوش کیجیے گا اسمین زہر ہے اور ساقی نے بیان کیا کہ طباح کا کھانا نہ کھائیے گا کیونکہ اسمین زہر ہے پھر بادشاہ نے ساقی سے کہا کہ تو یہ شراب پی لے او سے وہ شراب پی لی اور کچھ اثر ہوا مگر چونکہ بادشاہ دونوں سے بدگمان تھا او سے دونوں کو قید خانے بھیج دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ آپ اکثر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ازراہ رؤیا کرتے تھے اور قیدیوں کی بخیراری اور دلداری فرماتے تھے کسی کی تسفی اور تسلی کرتے تھے کسی کو کمزور دیکھتے تو درویشی سے کسی کے پیٹے کپڑے سی دیتے تھے۔ اور اگر بیمار دیکھتے تو دوا کرتے تھے آپ کی مہربانیوں سے سارا قید خانہ آجکا مطلع و فرمانبردار تھا۔ ایک روز ان نو بیٹے طباح رساقی نے بھی خواب دیکھا اور بعض نے لکھا ہے کہ خواب نہیں دیکھا بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے آزمائش کے لیے دسے کہیں شراب گھڑ لیا اور بعض کا بیان ہے کہ ساقی نے خواب دیکھا اور طباح نے پر نہیں پایا اور دونوں نے آپ سے عرض کی کہ ہمارے خواب کی ہی تعبیر فرمائیے آپ نے ارشاد کیا کہ خواب بیان کرنا قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَأَيْتُ أَصْصًا مِّنْ خَمْرٍ كُنْتُ لَكَ مِنْ يَمِينٍ وَآخَرُ إِنِّي أَرَأَيْتُ

ہوں کہ میں بخوڑتا ہوں شراب۔ یعنی ساقی نے جناب یوسف علیہ السلام سے عرض کیا کہ با حضرت میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک باغ میں ہوں اور وہاں انگور کا درخت ہے اور میں میں خوشے لگے ہوئے ہیں اور کاسہ شاہی میرے ہاتھ میں ہے میں انگور کا عرق اوس کاسے میں بخوڑتا ہوں۔ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَأَيْتُ

أَسْطًى مِّنْ فِضٍّ أَوْ يَمِينٍ خُبْرًا نَّا كُلُّ الطَّيْرِ مِنْهُ وَآخَرُ اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اوٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں اور میں سے۔

یعنی بادرچی نے بیان کیا کہ یا حضرت میں نے یہ دیکھا کہ میں محل شاہی میں ہوں اور میرے سر پر روٹھون کا خون ہے اور پرندے اڑ اڑ کے آتے ہیں اور میں سے بجاتے ہیں۔ جب دونوں نے اپنے خواب آپسے بیان کر دیے تو کہنے لگے **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتٰنَا ذٰلِكَ مِّنْ اٰتِیِّ رَبِّنَا عَلٰی بَشَرٍ مَّا کُنَّا نَسْتَلِیْهِ اِنَّا کُنَّا نَحْمَدُکَ وَنُکَذِّرُکَ بِمَا کُنَّا نَعْمَلُ** یعنی آپ قیدیوں کے ساتھ احسان کرتے اور انکے خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں اور ہر طرح سے انہیں آرام دیتے ہیں پس ہم پر ہی مہربانی فرمائیے اور ہمارے خواب کی تعبیر بتا کے ہمیں ممنون کیجیے۔ مگر جناب یوسف علیہ السلام نے مصلحت انکے خواب کی بھی بیان کرنے میں تاخیر کی کیونکہ ان دونوں میں سے ایک کے لیے ہلاکت ہوئی تھی اور آپسے چاہا کہ انکو اللہ تعالیٰ کی توحید سکھائیں تاکہ وہ جو ہلاک ہونے والا ہو ایمان دار ہو کے مرے پس اپنے اونسے ارشاد کیا **قَالَ لَا یَأْتِیْکُمَا طَعَامٌ مِّنْ تَحْتِ الْقَیْطِ اِلَّا تَبٰتَا وِیْلَیْہِ قَبْلَ اَنْ یَّآتِیْکُمَا کَمَا نَاہَ اَنْ تَکُوْنَا مِمَّنْ یَّکْفُرُوْنَ** تمکو کھانا جو ہر روز تمکو ملتا ہے مگر تبا چکو گا تمکو اسکی تعبیر اسکے آنے سے پہلے۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے لیے آیا کرتا ہے وہ آنے نہ پاوگا کہ میں تمکو اسکے آنے سے پہلے اسکے رنگ اور مزے سے خبر دوں گا۔ انہوں نے کہا ایسی باتیں تو مجھے بخوشیوں اور کاہنوں سے سنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نہ بخوشی ہوں نہ ستارہ سناں بلکہ یہ میرا معجزہ ہے صبح **ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلٰی رَبِّیْ طٰیءٌ یَّعْلَمُ** کہ محکوم کیا میرے رب نے۔ بذریعہ وحی اور الہام کے۔ اسلیے کہ **اِنِّیْ تَرٰکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ** میں نے چھوڑا دین اوس قوم کا کہ یقین نہیں رکھتی اس پر **وَهُمْ بِالْآخِرَةِ ہُمْ کَافِرُوْنَ** اور آخرت سے وہ منکر ہیں۔ یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت سے انکار کرتے ہیں میں نے انکا دین چھوڑ دیا ہے۔ اس بیان سے آپ کی غرض یہ تھی کہ کفر سے انکا دل پھیر دین تہر

فرمایا وَابْتَكَ مِلَّةَ آبَائِكَ اِبْرٰهِيْمَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ط اور اختیار کیا
 میں نے دین اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا۔ مَا كَانَ لَنَا اَنْ
 نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ط ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو۔ یعنی ہم
 ہرگز نہ اور انہیں کہ پیغمبر ہو کے خدا کا شریک ٹھہرائیں۔ اور اس وعظ سے مطلب یہ
 تھا کہ انکو دین خدا سے رغبت ہو اور ایمان لائیں اور اسی واسطے پھر فرمایا کہ یوسف
 ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ
 یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ بھلا نہیں مانتے۔ یعنی
 یہ توحید اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے ہے کہ اسنے وحی کے ذریعے سے
 ہمکو اس توحید سے آگاہی دی۔ اور لوگوں پر بھی فضل خدا ہے کہ انکی ہدایت کے واسطے
 انہیں کو بھیجا کہ توحید سے اور انہیں خبردار کریں لیکن بہت لوگ ایسے ہیں کہ انکی پس
 پیغمبر آئے اور انہوں نے توحید سکھائی مگر وہ نہیں شکر کرتے۔ اسقدر بیان فرماتے
 آگے آئے انکو سمجھایا اور فرمایا يَا صٰحِبِي السِّجْنِ عَاذٌ بِكَ بِمُتَغَيِّرٍ قُوْن
 خَيْرًا عَمَّ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّاتُ اے در در فقیو قید خانے کے بھلا کئی معبود
 جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست یعنی اے قید خانے کے میرے و دونوں
 یار و کیا بہت سے متفرق خدا بہتر اور سونے کے تمہارے بنائے ہوئے اچھے ہیں
 یا اللہ اکیلا زبردست تو مناسب پر غالب کہ کوئی ادنیٰ برابر ہی نہیں کر سکتا۔ مَا تَعْبُدُوْنَ
 مِنْ دُوْنِهِ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ
 سُلْطٰنٍ ط کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے مگر نام ہیں کہ رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے
 باپ دادا نے نہیں اتاری اللہ نے انکی سند۔ یعنی جنکی تم عبادت کرتے ہو وہ
 صرف نام ہیں اصل انکی کچھ ہی نہیں اور نہ انکا وجود ہے نہ وہ پرستش کے لائق
 ہیں نہ اللہ تعالیٰ نے انکی پرستش کے واسطے کوئی دلیل و حجت نازل کی ہے

بلکہ صرف تنہی او کو مقرر کر کے بے وجہ اونکی پرستش شروع کر دی ہے اِن اَحْکَمِ الْاَحْکَمِ
 لِلّٰہِ حکومت نہیں ہے کیسکی سوائے اللہ کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا قدرت والا حکم
 ہو اور حکم عبادت سوائے اوسکے دوسرے کے یہ نہیں ہے کیونکہ اوسکے سوا کوئی لائق
 عبادت کے نہیں ہے۔ اَمَّا لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اَنَا کَاط اور نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر
 اوسکی کو۔ یعنی خداوند تعالیٰ نے حکم دیا ہے اپنے پیغمبروں کی زبانی کہ سوائے کسی کی
 عبادت نہ کرو۔ ذٰلِكَ الَّذِیْنَ الْقَائِمُوْنَ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ
 یہی ہے راہ سیدھی پر بہت لوگ نہیں جانتے۔ یعنی راہ حق کو نہیں دیکھتے اور اوہ راہ
 بھٹکتے پرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ آپکا یہ بیان سنے ساقی مسلمان ہو اور طباغ ایمان نہ لایا۔
 اور قید خانے کے اور بہت سے قیدی بھی شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ اہل امر
 سے نہایت خوش ہوئے اور قیدیوں سے فرمایا کہ وہ اب کیا ارادہ ہے میرے ساتھ
 اس قید خانے میں رہنا چاہتے ہو یا رہائی وہ سب جو مسلمان ہوئے تھے چودہ سو تھے
 اونہیں سے چار سونے عرصہ کی کہ ہم آپکے ساتھ اس قید میں رہنا اپنی رہائی سے بہتر سمجھتے
 ہیں۔ اور ہزار نے کہا کہ ہم رہائی چاہتے ہیں۔ پس آپنے اون ہزار سے کہا کہ اچھا جاؤ
 اونہوں نے بیان کیا یا حضرت ہم کیونکر جاسکتے ہیں ایک تو پانچویں بیڑیاں ہیں جو چلنے
 ندھنگی۔ دوسرے دروازے کے نگہبان کیوں جانے دیں گے۔ آپنے فرمایا میں تمہارے
 لیے اپنے بھائی رب سے دعا کرتا ہوں وہ تمہیں رہائی دیگا۔ پھر ایک اونگی سے اشارہ
 فرمایا سب قیدیوں کی بیڑیاں ٹوٹ گئیں پھر فرمایا کہ جاؤ اسنے اپنے گھر وہ سب آپ کا
 شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے اپنے گھر پونچے اور اس بات کا اپنے اپنے شہر دین میں
 چرچا کیا۔ اور باقی قید رہے۔ پھر جناب یوسف علیہ السلام نے اون دونوں قیدیوں
 کے خواب کی تعبیر بیان کی کہ یا صَاحِبِی السَّجْنِ اَمَّا اَحَدُکُمَا فِیْ سَقْفِ رَیْ
 خَمْرًا اے رفیقو بندھی خانے کے ایک جو ہے تم دونوں میں سے سو پلاوے گا

اپنے آقا کو شراب۔ یعنی اپنے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں میں ایک جو بادشاہ کا ساتی ہے
 تین دن کے بعد قید سے چھوٹ جائیگا اور بدستور اپنی خدمت پر سرفراز ہوگا۔ **وَآخِذَا**
الْآخِرُ قِيَصُكُم مِّنَ الْأَمْرِ الَّذِي فِيهِ تَسْتَنَفِثُونَ اور دوسرا جو ہے سو سوئی پڑے گا
 پہر کھائیں گے جانور اس کے سر میں سے۔ یعنی طبایع سے فرمایا کہ تیرا رزق کل دنیا سے
 اوٹھ گیا۔ کل سویرے اوٹھتے ہی تجھے سوئی دی جائیگی اور تو وہیں پڑا رہیگا یا تنگ کہ
 تیرے سر کو کوٹے اور چیلین کھا بیگی۔ یہ سنتے ہی خباثتوں نے لگا اور کہا میں نے ہرگز
 یہ خواب نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ آپ سے کہہ دیتا تھا۔ اپنے ارشاد فرمایا کہ اب رونے پینے سے
 کیا ہوتا ہے۔ **قَضَى الْأَمْرَ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ** فیصل ہوا کام جس کی تحقیق
 تم چاہتے تھے۔ یعنی جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا چاہے تمہارا خواب سچ ہو یا جھوٹ اب جو کچھ
 میں نے کہہ دیا اس کے خلاف نہوگا۔ اور ویسا ہی ہوا جو اپنے فرمایا تھا یعنی دوسرے روز
 طبایع پر جرم زہر دی ثابت ہو گیا اور بادشاہ کے حکم سے اسے سوئی دی گئی ایک مدت
 تک اس کی لاش پڑی رہی چیلون اور کو دون نے اس کا بھیجا کھایا۔ اور تیسرے روز
 بادشاہ نے ساتی کو بے قصور سمجھ کے قید خانے سے بلوایا اور قدیم خدمت سے سرفراز
 کیا **وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاسِجٌ مِّنْهُمَا ادْكُرْنِي عَيْنًا** کہ بیک ز اور کہا یوسف
 نے اس سے جبکو سمجھا تھا کہ بچے گا اون دونوں میں سے کہ میرا ذکر کیجیو اپنے آقا
 کے پاس۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے ساتی سے فرمایا کہ تم بادشاہ ریان سے
 میری سفارش کرنا کہ ایک بے گناہ بلاء و جہ قید خانے میں عرصے سے مقید ہے۔

یہ کہنا کہ زندان میں ہے اک غریب	عدالت سے سلطان کی ہر بے نصیب
وہ بے جرم محبوس ہے او سپہ شاہ	تفضل سے فرمائیں اکدم نگاہ

شاہد کہ مجھے رہائی دے ساتی نے عرض کی کہ بہت بہتر کہہ دینا میرا کام ہے آگے بادشاہ
 کو اختیار ہے۔ الغرض جب ساتی بادشاہ کے پاس پہنچا تو عیش و عشرت میں حضرت

یوسف علیہ السلام کا ذراں اور اپنا خواب بھول گیا۔ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ
 ذِيئِهِ۔ سو بھلا دیا اور سکو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے۔ یعنی ساتی بادشاہ سے
 حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے
 معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت شیطان نے ذکر پر درگاہ
 بھولا دیا اور اپنے اپنی رہائی کے لیے بادشاہ ریان سے ذریعہ ساتی مدد طلب کی اسی
 وجہ سے آپ کی رہائی میں بہت تاخیر ہوئی فَلَكَيْتَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ ۝ پر
 رہ گیا قید میں کئی برس۔ یعنی کئی برس قید میں پڑے ہے لکھا ہے کہ اس واقعے کے بعد
 سات برس قید خانے میں رہے اور مشہور یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک بارہ برس قید میں
 رہے۔ ایک ابن جریر علیہ السلام آئے حضرت یوسفؑ نے ان کو پہچانا اور کہا کہ ابراخا المرین
 آج کیا ہے کہ میں تنگو گنگاروں کی منزل میں دیکھتا ہوں۔ جبرئیل نے کہا کہ یا طاہر الظاہرین
 تیرے پروردگار نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ کو کسے پہچایا کچھ تجھے معلوم ہو
 کہا پروردگار نے پہچایا اور اسکے سوا کون پہچا سکتا ہے۔ کہا کیا تجھے معلوم نہیں کہ جب مزدوں نے
 ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور ہمارے فرشتوں نے مدد کے لیے پوچھا تو اس نے
 انکار کیا اور کہا میری مدد کے واسطے میرا پروردگار کافی ہے۔ انفوس ہے کہ تجھے یہ حال
 معلوم ہو اور تو خود نبی ہو اور نبیوں کا بیٹا اور پوتا ہو کہ خدا کے سوا دوسرے سے مدد چاہی
 اور بادشاہ کے پاس پیغام بھیجے کہ ایک نبی زادہ قید میں ہے پس آج تک تو زلیخا کی قید
 میں تھا اور آج سے ہماری قید میں ہے کیونکہ تو نے غیر سے مدد چاہی۔ اور کہا جبرئیل
 علیہ السلام نے کہ پروردگار نے فرمایا ہے کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی کہ ابھی تنگو
 اور سات برس تک قید میں رکھوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ بات سُنکے نہایت پشیمان
 ہوئے اور زار و زار رونے لگے پھر جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ خدا سے توالے مجھے
 راضی تو ہے جبرئیلؑ نے کہا ہاں راضی ہے تب آپ نے فرمایا اب مجھے سات برس قید

میں رہنے کا کچھ غم نہیں۔ پہر آپ دعا دا استغفار میں مصروف ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسف سے کہا کہ پروردگار پوچھتا ہے کہ تجھ کو خواب کسے دکھلایا۔ اور تیرے باپ کو تیری محبت کسے دی۔ اور قافلے کو کنوین پر تیرے نکالنے کے لیے کسے بھیجا۔ اور کسے تجھے دعا بتائی جسکے پڑھنے سے تونے کنوین سے نجات پائی۔ اور عورتوں کے کمرے کسے تجھے بھیجا۔ اور دورہ پیتے بچے کو تیری گواہی کے لیے کسے لگایا دی۔ اور غم تعبیر خواب تجھے کسے سکھایا۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ یہ سب میرے پروردگار کے احسان سے ہے اسی نے سب کچھ کیا اور جو چاہیگا کر لیا سوائے اس کے کسی میں یہ طاقت نہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا پروردگار فرماتا ہے کہ جب تو جانتا تھا کہ سب کچھ تیرے پروردگار نے کیا ہے تو پہر کیوں تونے میرے غیر سے مرد چاہی اور میرے ایک بندے سے التجا کی۔ اور مجھے تونے سوال نہ کیا۔ کہ میں تجھ کو قید خانے سے نکالتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سنتے ہی ایک آہ سرد بھری اور بیہوش گئے۔ جب ہوش میں آئے تو سر زمین پر رکھا اور زار زار روئے اور دعا کی کہ اے رب اسطہ میرے باپ دادون کا مجھے بخش دے اور میرے گناہوں سے دگدز کر اور میرا بیچ و غم دور فرما۔ حکم ہوا کہ اے یوسف تو کیوں واسطہ دیتا ہے تیرے باپ دادون کا مجھ پر کیا حق ہے اگر آدم کو کتاب تو میں نے اسے اپنے دست قدرت سے بنایا اور بہشت میں رہنے کو جگہ دی۔ ایک درخت کے پاس جانے سے ممانعت کی تھی تو اسنے اسے کھایا پہر تو بہ کی میں نے معاف کیا اور سکا قصور۔ اور اگر نوح کو کتاب ہے تو اسنے لوگوں سے بوجہ نافرمانی ناراض ہونے کے لیے بد دعا کی میں نے سب کو ڈبو دیا اور اسے مع ساتھیوں اور کشتی کے بچالیا۔ اور اگر ابراہیم کو کتاب ہے تو او سے میں نے اپنا ظلیل کیا اور آتش سرد سے نجات دی۔ اور اگر یعقوب کو کتاب ہے تو میں نے اسے بارہ فرزند دیے اور یمن سے ایک فرزند جو اسکی نظروں سے غائب کیا تو مدت سے اس کے فراق میں

رہتا ہے یہاں تک کہ آنکھیں بھی روتے روتے کھو بیٹھا اور راستے پر بیٹھ کر تمام غلہ قات سے میری شکایت کرتا ہے۔ اب بنا کہ کوئی ناحق تیرے باپ دادا کوں کا بھیر ہے۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام زار زار سقا روڑتے تھے اور اپنے نعل سے نادم ہوتے تھے پھر اپنے دعا کی کہ اے پروردگار میرے اپنے احسان قدیم اور فضل عظیم سے مجھے بخش دے اور میرے گناہوں سے درگزر کر اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ قید خانے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے اپنا ایک پرزین پر مارا کہ زمین ہٹ گئی اور ساتون طبقے نظر آنے لگے پھر حضرت جبرئیل نے حضرت یوسف سے کہا دیکھیے کیا ہے آپ نے فرمایا کہ زمین کے ساتون طبقے نظر آتے ہیں اور تحت الثریٰ میں ایک سفید تہر ہے پھر جبرئیل نے آپ کے سامنے ایک اوس تہر پر اس زور سے مارا کہ وہ شق ہو گیا اور اوس میں سے ایک کیڑا سبز تپا لیے ہوئے چلا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ دیکھا تھے۔ پروردگار فرماتا ہے کہ میری قدرت دیکھو کہ تحت الثریٰ میں پتھر کے کیڑے کو وہ رزق پونچھتا ہوں جو اوسے مطلوب ہو۔ جب مجھے اپنی ادنی مخلوق کا اس قدر خیال ہے تو تمہیں کیونکر بھولتا کہ تم میرے صفی اور میرے خلیل کی اولاد سے ہو۔ پھر جبکہ ہمیں تمہارا اس قدر خیال ہو اور تم اپنی رہائی کے لیے ہم سے نہ کو بلکہ ریان سے سفارش کرو تو ہم تم سے کیا خوش ہو گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال دیکھ کے نہایت غمگین اور اندوگین ہوئے اپنے نعل سے بہت نادم تھے اور آپ کا یہ حال تھا۔

لگا کا اپنے میدا بے درنگ	ندامت کے مایے ہوا آب	سنا جبکہ یوسف نے رب کا عتاب
سو اتیرے میرا ننیں کوئی یار	کہا اوسے پاک پروردگار	ہوا خوف سے زرد چہرے کا رنگ
کہا کیلے پھر تو میرے سوا	تجھی سے ہر اک بلند اور ستا	تجھی نے کیا نیت سے جھکوتا
کہ ریان کو سمجھا تو حاجت روا	نکلی تو نے مجھے ذرا ہی جیا	سمجھتا ہے اور دن کو حاجت روا
کہا بخش یارب یہ میری خطا	رکھوں قید میں عمر بہر سب	سزا اسکی یہ ہر کہ میں تجھ کو اب

میں بندہ ہوں تیرا ابو جبریل عطا

جو مجھے ہوا بخشد سوائے کیم

تو جو حرم پیش اور غفور الرحیم

جب آپ کی منت و زاری حد سے بڑھی تو حضرت جبریل نے کہا اے یوسف صبر کرو اب
 تمہارے ایام غم گٹ گئے چند سال کی اور مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے قید کا مطلق غم نہیں
 اگر میرا بڑا مجھے راضی رہے تو سات برس کیسے شر برس خوشی سے گزار دوں۔ پھر حضرت
 یوسف نے جبریل علیہ السلام سے اپنے والد کا حال پوچھا اونہوں نے کہا آپ کے غم میں
 رونے روئے انہیں ہونگے مہین۔ آپ بہت رنج کیا اور فرمانے لگے کاش میں پیدا
 نہ ہوتا تو حضرت یعقوب کا کو یہ غم نہ ہوتا۔ اور بقیہ قرار رونے لگے۔ اور آپ اس قدر گریہ و زاری کرتے
 رہے کہ آپ کے رونے سے بارگاہ قید خانے کے لوگ پریشان تھے۔ لوگوں نے زینجا کو
 خبر دی کہ یوسف کے رونے سے سب قیدی پریشان ہیں۔ اوسنے حکم دیا کہ قید خانے
 کو ایک طرف سے نہائی کر کے ایک کھڑکی جالیدار شارع عام کی طرف لگا دو کہ یوسف
 اوسیں دیکھ سکے اور لوگوں کی آمد و رفت اور بازار کی سیر سے اوسکا دل بہلے ردنا مدونہ
 جو قیدین کو آرام ملے۔ وہ کھڑکی جب بنائی گئی تو اتفاق سے اوسکا رخ جانب کنعان
 تھا۔ اسی کو جب یوسف علیہ السلام اوس کھڑکی میں بیٹھتے تو کنعان کی طرف رخ کر کے
 فوری پیر میں باعین کیا کرتے تھے۔ لیکن اتفاق سے آپ اوس کھڑکی میں بیٹھتے تھے
 کہ آپ نے دیکھا کہ ایک شہر سوار جنگل کو جاتا ہے اور اوسکا اونٹ سرکشی کرتا ہے۔ ہر چند شہر
 سے دور ہے اور مارا مگر وہ روکے نہڑکا اور قید خانے کی جانب چلا۔ آخر شہر سوار اتر
 چلا اور اونٹ ہمارے قید خانے کے حضرت یوسف کے سامنے آ پونچا اور زبان فصیح سے عرض کرنے
 لگا کہ میں شہر کنعان سے آیا ہوں اور اب پھر وہیں کا ارادہ ہے کیا آپ حضرت یعقوب کا
 بیٹا ہیں؟ آپ نے غم میں اولکا بڑا حال دیکھا روئے روئے انہیں ہونگے
 اور انہیں بہت غم ہوگا۔ یوسف پرست و استخوان باقی ہے۔ حضرت یعقوب یوسف اپنے والد بزرگوار
 کا یہ حال دیکھ کر بہت غم میں رہے اور انہیں بہت غم ہونگے۔ اور انہوں نے

دہوئے تھے کہ اتنے میں وہ سوار آ پونچھا اور اس نے چاہا کہ اونٹ کو مارے اور وہ اس کے
 بچائے مگر اس نے نہ پایا تھا کہ زمین نے اوسکو کپڑا لیا اور گٹھنوں تک دھس گیا۔ اور حضرت
 یوسف نے پکار کے اوس سے کہا کہ اے شخص اسے کیوں مارا ہے صبر کرو ہم
 ادھر آجھے کچھ پوچھنا ہے۔ اوس نے ہاتھ سے عصا پھینکا زمین نے پانوں کی طرح رستے
 آپکے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اوس سے دریافت کیا کہ تو کہاں سے آتا ہے عرض کی
 شہر کنعان سے۔ فرمایا تو کنعان میں اپنے اونٹ کہاں چراتا تھا۔ عرض کی مقام آل سقیہ
 میں۔ آپ نے فرمایا تو اوس درخت کو بھی جانتا ہے جسکی بارگاہِ شاخیں تھیں اتفاق سے
 ایک شاخ اوس درخت سے جدا ہو گئی اور کئی سال سے وہ درخت اوس شاخ کے غم میں
 نالے کرتا ہے۔ اوس نے التماس کی کہ یہ حال جو آپ نے بیان فرمایا ہے بعینہ حضرت یعقوب
 علیہ السلام کا حال ہے کیونکہ اونکے بارگاہِ صاحبزادے تھے اونہیں سے ایک کاپتا ہینز
 ملتا اوسکے غم میں اونہوں نے چوراہے پر ایک مکان بنایا ہے جسکا بیت الاحزان نام
 رکھا ہے اور وہاں شب و روز فراقِ فرزند میں گریہ و زاری کرتے رہتے ہیں اور ہر ایک
 دار و صادر سے اوسکا پتا پوچھتے ہیں مگر کوئی اوسکے نام و نشان سے خبر نہیں دیتا۔
 جناب یوسف علیہ السلام اپنے والد کا یہ حال معلوم ہونے سے اور زیادہ رنجیدہ ہوئے
 اور پوچھا کہ اے شخص اب تو اس شہر سے کہاں جائیگا۔ عرض کی مال تجارت فروخت
 ہو جائے تو ہر کنعان کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس مال میں تجھے کیا ملیگا۔ کہنے لگا اگر
 سب فروخت ہو جائے تو سو درم فائدے کی امید ہے آپ نے اپنے بازو سے ایک توت
 کا کھول کے اوسے دکھایا اور فرمایا کہ یہ ہزار دینار کا ہے میرا کہاں تو میں تجھے دیدوں
 اوس نے کہا فرمائیے۔ ارشاد ہوا کہ تو مال وغیرہ سب اپنے پاس رہنے دے اور یہ نگینہ بھی
 یا قوت کا مجھے لے لے مگر بت جلد سید ہا کنعان کو روانہ ہو اور بیت الاحزان کے دروازے
 پر جکے پکار کہ اے حضرت یعقوب اللہ کے پیغمبر میں غریبوں اور قیدیوں کا قاصد ہوں

اور مجھے ایک غلام نے جو مصر کے قید خانے میں مقید ہے بھیجا ہے اور آپ کو بل سلام
 کہا ہے۔ اور عرض کی ہے کہ اوقات خشوع و خضوع میں دست نضرع اٹھا کر مجھے دعا سے
 یاد دیجیے اور وہ آپ کے دیکھنے کا نیت شاق ہے۔ شتر سوار نے پوچھا آپ کا کیا نام ہے
 فرمایا تجھے نام سے کیا کام جو کہا ہے وہ پیغام پوہنچا دے اگر تجھے زیادہ خیال ہے میرا
 چہرہ دیکھ لے نشانات بیان کر دینا۔ اور یہ بھی کہدینا کہ اوس غریب نے کہا ہے کہ جبکہ
 میں آپ کے قدموں سے جدا ہوا سوائے گریہ و زاری اور بیقراری کے دوسرا کام نہیں
 اور جب تک آپ کے جال باکمال سے مشرف نہوں گا کوئی دم آرام نہوگا۔ اور اسے سوار جو
 دعا اپنے واسطے اوس سے چاہیگا وہ قبول ہوگی۔ اوس سوار نے آپ کے فرمان کو بل
 منظور کیا اور آپ کے چہرہ مبارک کو بغور دیکھ آپسے یا قوت لے کنگان کو اوس وقت روانہ
 ہوا اور جلد جلد منزلین طر کر تا ہوا کنگان پوہنچا۔ اور سب سے پہلے بیت الاحزان کے
 دروازے پر آیا اور پکار کے کہا السلام علیک یا نبی اللہ۔ حضرت یوسف کی بہن نے پوچھا
 کہ تم کون ہوا سننے عرض کی کہ میں غریبوں اور قیدیوں کا قاصد ہوں حضرت یعقوب
 علیہ السلام کو سجدہ بھیجے تاکہ جو پیغام لایا ہوں عرض کروں۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو
 کہنا ہو کہدو وہ اپنے غم میں اس قدر مبتلا ہیں کہ کسی سے بات تک نہیں کرتے شب و روز
 گریہ و زاری میں گزارتا ہے۔ سوار نے عرض کی کہ میں اوس غریب محبوب کا قاصد ہوں
 جو محبوب کے ملنے سے مایوس ہے تم حضرت کو سجدہ دو تو میں حال بیان کروں۔ حضرت
 یوسف کی بہن نے اپنے والد سے جا کے کہا کہ ایک قاصد آیا ہے ذرا تکلیف کر کے اوس کا
 پیغام سن بیجیے حضرت یعقوب علیہ السلام رونے لگے اور پوچھا کہ قاصد ہے کہاں سے
 آیا ہے۔ یہ کہہ اڑٹھے مگر کمرورجے گریٹھے جب باہر تشریف لائے اوس نے سلام کیا اپنے جواب
 دیا اور فرمایا کہ اے شخص تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے کہ تجھے بوسے محبت آتی ہے
 اوس نے عرض کی کہ ایک مسافر مقید لول و محزون کا قاصد ہوں اور مصر کے آتا ہوں اور یہ

جناب یوسف علیہ السلام کا پیغام اور سارا قصہ کہنایا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بہت روئے اور فرمایا کہ اگر شخص بیشک تو خوشخبری لایا اور اس سے بوسے وصال آتی ہے۔ اب بتاؤ کیا چاہتا ہے او نے عرض کی کہ جس نے مجھے یہ پیغام دیا تھا او نے بہت مال مجھے دیدیا۔ آپ نے اوسکے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تجھرموت کی سختیاں آسان کرے پراوٹ نے یہ عرض کی کہ میرے لیے بھی دعا کیجئے کیونکہ اصل میں باعث پیغام آدمی میں ہوں۔ آپ نے اوس اونٹ کے لیے دعا کی کہ خداے تعالیٰ تجھے بہت کے تاقون میں داخل کرے۔ پہر سوار نے کہا یا حضرت اوس غزدہ قیدی کے واسطے بھی دعا کیجئے آپ نے دعا کی کہ اے پروردگار اوسکو قید سے رہائی دے اور عزیزوں اور قریبوں سے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے دن قریب پونچھے۔ جبریل علیہ السلام آئے اور آپکو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آج تمہاری دعا قبول کی اب بہت جلد زندان سے رہائی ہوگی۔ القصہ جب سات برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپکی رہائی کے ظاہری سامان ہونے لگے اور بادشاہ ریان نے ایک خواب دیکھا اور خائف ہو کے زمین پر گر پڑا سب خدام دڑے حال دریافت کیا بادشاہ نے کہا میں نے ایک خواب پریشان دیکھا ہے صبح کو دروازہ حاضر ہوئے بادشاہ نے او سے کہا کہ سب بخومی اور رمال اور معبروں اور دانشوروں کو حاضر کرو جب فرمان شاہی سب لوگ حاضر ہوئے اور بادشاہ نے او کے سامنے اپنا خواب بیان کیا وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَمْرِي سَبْعَ بَقَرَاتٍ سَوِيَّاتٍ يَأْكُلْنَ سَبْعَةَ عَجَافٍ وَسَبْعَ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ۔ اور کہا بادشاہ نے میں خواب دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی اوںکو کھاتی ہیں سات ڈوبلی اور سات بالیان ہری اور دوسری سوکھی۔ یعنی بادشاہ نے اون لوگوں سے بیان کیا کہ میں نے شب کو خواب میں دیکھا کہ میں دریاے نیل کے کنارے چوہوں کے اکھارا اور سکا پانی بہنے سے ٹک گیا اور ادھمیں سے سات گائیں موٹی تازہ فربہ نہایت ملیں لگاں بیٹھ

بعد اوس کے اور سات گاہیں اوسین سے ایسی نکلیں کہ کہیں گوشت کا نام تک اوسین نہ تھا بلکہ
 بالکل پوست و استخوان تھیں اور ان دلیوں نے اون موٹی گاہوں کو دانتوں سے کپڑ
 کے اوٹھالیا اور مع سینگوں کے نکل گئیں۔ مگر اونکے جسم ویسے ہی رہے اور اس قدر موٹی
 گاہیں کھانے سے اونکی جسامت میں مطلق فرق نہ آیا بلکہ ویسی ہی پوست و استخوان ہیں
 پر وہ وہاں سے مصر میں پونچھیں تمام بازاروں میں دھڑکی بہرتی تھیں اور آواز میں سخت
 ہینٹناک لگاتی تھیں پھر شہر سے نکل کے وہ متفرق ہو گئیں۔ تین مشرق کی طرف گئیں اور
 تین مغرب کی طرف اور ایک نظر سے غائب ہو گئی۔ اور سات بالیان نہایت سرسبز و شاداب
 نظر آئیں مگر ادھر بھی سات بالیان نہایت خشک اسطر سے لپٹیں تھیں کہ اون سبز بالیوں
 کو بالکل چھپا لیا تھا۔ بادشاہ نے یہ خواب بیان کر کے حاضرین سے فرمایا **يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ**
أَقُولِي فِي رُؤْيَايَ إِن كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُونَ ○ اسے دربار والو تعبیر کنو گے
 میرے خواب کی مگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے۔ یعنی بادشاہ نے اپنے دربار والوں سے
 اور اون نجومیوں اور رمالوں سے اور دربار کے حکیموں اور عاقلوں سے بعد خواب
 بیان کرنے کے فرمایا کہ اگر تم لوگ خواب کی تعبیر سے بخوبی واقف ہو تو میرے خواب
 کی تعبیر بیان کرو۔ وہ لوگ بادشاہ کا خواب سُنکے نہایت متحیر ہوئے اور جواب دیا۔
قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعِلْمِنَا ○
 کہنے لگے یہ اڑتے خواب ہیں اور ہم کو تعبیر ان خوابوں کی معلوم نہیں۔ یعنی سب نے
 بادشاہ سے عرض کی کہ یہ خواب پریشان ہے اسکی تعبیر ہم نہیں کہہ سکتے اگر کوئی سچا
 خواب ہوتا تو اسکی تعبیر گزارش کرتے۔ بادشاہ اس جواب سے متحیر ہوا اور نہایت فکر
 میں تھا کہ ساتی کو بادشاہ کا یہ حال دیکھ کے حضرت یوسف یا دعا گئے اور اسے بادشاہ
 لہا وقال الذی نجا منها وادکر بعد امۃ انا انبت کونیا ویدقار سلو
 اور بولا وہ جو بچا تھا اون دونوں قیدیوں میں سے اور یاد کیا مدت کے بعد اوسنے

پیغام یوسف علیہ السلام کا کہ میں بتاؤں تمکو اسکی تعبیر سو تم مجھکو بھیجو۔ یسے اذن دو قیدیوں
 میں سے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید ہوئے تھے اور انکو اپنے تعبیر خواہ
 بتائی تھی ایک مارا گیا تھا اور دوسرا بچا جو بادشاہ کا ساتھی تھا اسنے جب بادشاہ کو متفکر پایا
 تو اسے جناب یوسف علیہ السلام یاد آئے اور آپکا پیغام جو اپنے اس سے بادشاہ سے
 کہنے کو فرمایا تھا یاد آگیا تو نہایت نادم ہوا اور اسنے بادشاہ سے کہا کہ میں آپ کے خواہ
 کی تعبیر بیان کروں گا اگر مجھے قید خانے میں جانے کی اجازت دیجیے۔ کیونکہ وہاں ایک شخص
 ہے جو نہایت سچی تعبیر بیان کرتا ہے اور پھر اسنے اپنا اور بھائی کا سب قصہ بیان کیا اور بادشاہ
 سے حضرت یوسف کی تعریف کی بادشاہ بہت خوش ہوا اور ساتھی سے کہا کہ تو جلد جا اور
 میرے خواب کی تعبیر دریافت کر آ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بادشاہ سب لوگوں سے
 اپنا خواب بیان کر کے بھول گیا اور ان لوگوں سے پوچھا تو انکو بھی یاد نہ رہا وہ
 سب کیتلم بھول گئے بادشاہ ان لوگوں سے ناراض ہوا اور نہایت پریشان تھا کہ تعبیر تو
 درکار خواب ہی یاد نہیں۔ اسوقت ساتھی نے جناب یوسف علیہ السلام کو یاد کیا اور بادشاہ
 سے کہا کہ قید خانے میں ایک شخص ہے جو آپکا خواب ہی بیان کر دے گا اور تعبیر بھی سچی
 دے گا بادشاہ اس بات سے بہت خوش ہوا اور ساتھی کو حکم دیا کہ تو ابی ابی قید خانے میں جا
 اور میرے خواب کی تعبیر دریافت کر کے جلد آ۔ ساتھی فرمان شاہی سنتے ہی سوار ہو قید خانے
 میں پہنچا۔ جناب یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو سلام عرض کیا اور اپنی فراموشی
 اور ندامت کا حال گزارش کر کے عذر کرنے لگا۔ آپنے فرمایا کہ تیرا قصہ نہیں شیطان نے
 تجھے بھولا دیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اسنے سراپا پایا تو بادشاہ کا حال یوں
 بیان کیا کہ اسنے ایک خواب دیکھا اور تمام نجومیوں اور دانوں اور معبروں سے پتہ نہ
 کیا مگر کسی نے تعبیر نہ کی بلکہ وہ سب مع بادشاہ اس خواب کو بھول گئے اسلئے میں آپکی
 خدمت میں بادشاہ سے اجازت لے کے حاضر ہوا۔ اور میں نے آپکے سب حالات

بادشاہ سے بیان کر دیے بلکہ اس وقت بادشاہ ہی نے آپ کے پاس بھیجا ہے اور میں جانتا ہوں یوسف ابھٹا الصدیق اَقْتِنَا فِی سَبْعِ بَقَرَاتِ سِمَانٍ یَا کُلْهُنَّ سَبْعَ عَجَافٍ وَ سَبْعَ سُتَبِلَاتٍ خُضْرًا وَ أَحْوَرَ یُسَبِّحُ لَکَ یوسف اے بچے حکم دے کہ اس خواب میں سات گائیں سوئی اوکو کھائیں سات دہلی اور سات بالیان ہری اور دوسری سوکھی۔ کھا ہے کہ قدرت خدا سے ساقی کو بادشاہ کا خواب یاد آگیا اور اس نے جناب یوسف علیہ السلام سے بیان کیا کہ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ سات دہلی گایوں نے سوئی سات گایوں کو کھالیا اور سات بالیان ہری میں اونپر سات بالیان خشک ایسی لٹپی ہیں کہ ہری بالیوں کو چپا لیا ہے۔ اب آپ اسکی تعبیر فرمائیے لَعَلَّیْ اَرْجِعَ اِلَی النَّاسِ کَعَلَّهِمْ یَعْمَلُوْنَ کہ میں لے جاؤں لوگوں کے پاس شاید اوکو معلوم ہو۔ یعنی بادشاہ اور اس کے مصاحبوں کے پاس لے جاؤں کہ وہ تعبیر سننے ہی واقع ہوں اور آپ کے علم غرض کو بھی جانیں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو صدیق اسوجہ سے ساقی نے کہا کہ وہ ایک صدیق قید خانے میں تعبیر کے بارے میں آزما چکا تھا۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے سب بیانات سنکے فرمایا قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنَیْنَ ذَا بَأْسٌ فَمَا حَصَدَ تَزْرَعُونَ فَدُرُؤُهُ فِی سُنْبُلِهِ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ کہ تم کھیتی کرو گے سات برس لگ کر سوجو کاٹو اسکو چھوڑ دو اسکی بالی میں مگر تھوڑا جو کھاتے ہو۔ یعنی تم سات برس تک اچھی طرح کھیتی کرو گے اور غلہ خوب پیدا ہوگا۔ سات گائے فرہ سے یہ مراد ہے۔ مگر ٹکڑے چاہے کہ ان سات برسوں میں جو کھیتی کرو تو بالیوں میں سے غلہ نہ لکا لو کیونکہ خراب ہو جاتا ہے بلکہ اولن بالیوں کو حفاظت سے رکھ چھوڑو۔ ہاں کھانے کے موافق جس قدر ضرورت ہو وہ اولن بالیوں میں ہے لکھل کے صاف کر لو تا کہ سال بہر اوسمیں سے کھاؤ۔ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعَ سِنٍ اَدْیَا کُلُّنَ مَا قَدْ مَتَّوْهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَحْصُلُوْنَ پھر آئیے اسکے پیچھے سات برس سختی کے کہ کھا جائیں جو کھا تم نے

اونکے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے۔ یعنی اسکے بعد سات برس ایسی سختی سے گزرینگے کہ تم اپنا سب غلہ جمع کیا ہوا کھا جاؤ گے اور بہت بڑا قحط ہوگا بارش وغیرہ نہوگی۔ دہلی سات گانین اسی سے مراد ہیں۔ مگر اتنا بچ رہیگا کہ دوسرے سال بیج بونے کے لیے تمہارے کام آئے بلکہ یہ بات ضرور ہے کہ بیج کے لیے تھوڑا سا تم بچا رکھو۔ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ○ پھر آدلیگا اس سے پچیسے ایک برس اوسمین مینہ پاونینگے لوگ اور اوسمین رس بچوڑین گے۔ یعنی جب یہ سات برس قحط کے گزر جائینگے تو ایک سال بیا آجیگا کہ لوگ اپنی مراد کو پونچھیں گے اور بارش کثرت سے ہوگی غلہ ارزان ہوگا۔ اور بیج وغیرہ جو بچوڑے جاتے ہیں مثل تلون اور زیتون اور انگور وغیرہ کے بہت پیدا ہونگے۔ اور بعضون نے لکھا ہے کہ مراد بچوڑنے سے یہ ہے کہ بعد قحط گزرنے کے گائے اور بکری وغیرہ کا دودھ دہین گے۔ خلاصہ جناب یوسف علیہ السلام کے ارشاد کا یہ ہے کہ موٹی سات گایون اور ہرے سات خوشون سے سات برس فراخی اور بحالی کے مراد ہیں۔ اور دہلی گایون اور سو کے خوشون سے سات برس قحط کے اور سوکھی گایون کا موٹی گایون کو کھالینا اور خشک خوشون کا تر خوشون کو چھپالینا علامت اس بات کی ہے کہ فراخی کے سالون کا غلہ تنگی کے سالون میں لوگ کھائیں گے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام تعبیر خواب بیان فرما چکے ساتی آپسے رخصت ہو کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا او سوقت دربار شاہی اراکین سلطنت سے بہرہ ہوا تھا ساتی نے وہ سب قصہ اوس مجمع عام میں بیان کیا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ بیشک میرے خواب کی یہی تعبیر ہے اور اوشے چاہا کہ میں اپنے خواب کی تعبیر یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنوں تاکہ زیادہ تر میری تشفی اور تسلی ہو۔ وَقَالَ الْمَلِكُ اَنْسُوْنِي يَهْ اور کھا بادشاہ نے لے آؤ او سکومیرے پاس۔ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ۔ پس سوقت کہ آیا یوسف کے پاس بھیجا ہوا بادشاہ کا۔ یعنی جب ساتی نہایت توک و احتشام سے سواری

لکے حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ کے پاس لیجانے کے لیے قید خانے میں آیا اور پے
 عرض کی کہ تشریف لے چلے آکھو بادشاہ نے یاد فرمایا ہے کہ تعبیر خواب آپکی زبان سے سُنے
 اُس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ پہلے اپنی بے گناہی بادشاہ پر ظاہر کر دین
 کہ ہر کسی کو مجال گفت و شنید نہ ہے۔ یہ خیال فرما کے آپنے اوس قاصد سے کہا۔ قَالَ
 اَرْجِعْ اِلٰى رَّبِّكَ فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قُتِلْنَ اَيْدِيَهُنَّ اِنَّ
 رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ کہا ہر جا اپنے خاوند کے پاس اور پوچھ اوس سے کیا حقیقت
 ہے اُن عورتوں کی جنھوں نے کاٹے اپنے ہاتھ۔ میرا رب تو اولیٰ کا فریب سب جانتا ہے
 یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے ساتی سے کہا کہ تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور اوس
 سے کہو کہ پہلے اُن عورتوں سے پوچھو کہ مجھے کیا ایسا گناہ سرزد ہوا ہے جسکی سزا میں قید کیا
 ہے اور باپس ادب و کرم النفسی زلیخا کا نام نہ لیا۔ لکھا ہے کہ ہمارے رسول مقبول احمد مجتبیٰ
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوسف کو بخشے بڑے صابر اور بردبار تھے
 اگر دوسرا ہوتا تو پہلے شرط بائی کر لیتا ہر تعبیر بیان کرتا۔ الغرض ساتی حسب ارشاد جناب یوسف
 علیہ السلام بادشاہ کے پاس آیا اور آپکا پیغام پوچھایا۔ بادشاہ نے اُن عورتوں کو بلوایا اور
 اُن سے استفسار فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوُدُ قُن
 يُّوْسُفَ عَنِ نَّفْسِهٖ ؕ كَمَا بَا دِشَاهُ نَے عورتوں کی حقیقت ہے تمہاری جب تمنے یوسفؑ
 یوسف کو اوسکے جی سے۔ یعنی جب تمنے یوسف سے اپنا مطلب چاہا تو اوس وقت تمہارا کیا
 حال تھا۔ اُن عورتوں نے جواب دیا۔ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ
 کہنے لگیں حاش اللہ کہو معلوم نہیں اوپر کچھ بُرائی۔ یعنی ہمارے نزدیک حضرت یوسفؑ
 کے ذمے کچھ بُرائی نہیں نہ توڑی نہ ہمت جب زلیخا نے دیکھا کہ اب بیان سوا سچ کے
 کام نہیں چلتا تو اُس نے بھی صاف صاف بیان کر دیا۔ قَالَتِ امْرَاۃُ الْعَزِیْزِ اِنَّ
 حَصْحَبَ اُنْحٰی ذَا نَارٍ وُدُّہٗ عَنْ نَفْسِہٖ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ کہنے لگی

عورت عزیز کی اب کھل گئی سچی بات مین نے پھسلایا تھا او سکوا سکے جی سے اور وہ سچا ہر
 بیٹے زینچانے کہا کہ حق بات یہ ہے کہ مین نے اپنے مقصد دلی کی خود اس سے تنہا کی تھی
 اور اس نے مجھے کچھ درخواست نہیں کی بلکہ ہمیشہ مجھے اس سے پرہیز کیا۔ یہ قصور میرا ہی ہے
 وہ بالکل بے گناہ ہے اور سچا ہے۔ اور اس نے عزیز سے بھی سچ کہہ دیا تھا۔

گناہ اپنی جانب بتانے لگی	صدقہ حاصل بخش کی آنے لگی	کہا اس نے یوسف تو ہر گیلناہ
مین ہوں اس کی الفت مین گم کر دلا	طلب وصل پہلے کیا مین تھا	نہ مانا جو پر اس نے میرا کہا
تو زندان مین مین بٹھایا اسے	سے غم نے غم مین پھنسا یا اسے	جو احسان اس کرین بادشاہ
سزا دار ہر اس کے وہ رشک ماہ	ہوا اس کے خوش بادشہ یہ کلام	کہا لاؤ اس کو بعزت تمام

بادشاہ حضرت یوسف کی بے گناہی سننے نہایت خوش ہوا اور کہلا بھیجا کہ آپ جلد آئیے اور
 عورتوں نے اپنے قصور کا اقرار کر لیا ہے مین آپ کے سامنے اونکو سزا دوں گا۔ حضرت یوسف
 علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا مطلب اونکی سزا ہی نہیں بلکہ یہ مقصد ہے کہ اول کا مکرو فریب اور ظلم
 و زیادتی معلوم ہو جائے۔ ذَلِكْ لِيَعْلَمَ اَنِّي كَوَّارٌ خَفِيَّةٌ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ لَا
 يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ۝ یہ اس واسطے کہ وہ شخص معلوم کرے کہ مین نے
 خیانت اس کی نہیں کی چپکراوریہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب و غمازدوں کا۔ بیٹے جناب یوسف
 علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کہنے سے میری غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ مین نے
 اس کے پیٹھ پیچھے خیانت نہیں کی بلکہ اس کی مہربانیوں اور حق پرورش کا خیال رکھا اور
 اللہ نہیں چلنے دیتا خیانت کرنے والوں کے مکرو فریب کو۔ پھر آپ نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ
 نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس خیانت سے پاک کیا ہے اور مین اپنے نفس کی
 مضبوطی سے نہیں پاک ہوا۔ ایسے آپ نے اپنے نفس کی بے اعتباری بیان فرمائی اور کہا
 وَمَا اُبْرِيئُ نَفْسِي ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اَلَا مَرَجِمَ رَبِّي اِنْ
 لَرَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور مین پاک نہیں کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے بڑائی مگر جو

رحم کیا میرے رب نے بیشک میرا رب ہے بخشنے والا مہربان۔ یعنی اپنے فرمایا کہ میں اپنے نفس کو پاک دیا گزیر نہیں کتنا کیونکہ نفس تو بڑائی اور مصیبت کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ مگر میرا پروردگار بڑا غفور اور رحیم ہے جو مجھے نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے۔ بادشاہ نے جناب یوسف علیہ السلام کی امانت اور دیانت اور عقل و فراست اور کلام بزرگانہ جو سنا تو حد سے زیادہ آپ کا شوق ہوا اور اس نے ہر حکم دیا کہ لاؤ یوسف علیہ السلام کو جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے وَقَالَ الْمَلِكُ اَتُونِي بِهِ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس میں خاص کر رکھوں اسکو اپنے کام کے لیے یعنی اپنے سب کام اس کے سپرد کروں۔ لکھا ہے کہ بادشاہ نے ستر سوار آپ کی ہمراہی کے لیے روانہ کیے اور پوچھا کہ شاہانہ بھیجی اور بڑے اعزاز و اکرام اور دھوم دھام سے آپ کو قید خانے سے بلایا۔ قیدی آپ کی مفارقت سے گریان اور نالان ہوئے آپ نے او کو تشفی دی اور نہایت تسلی کی۔ پھر غسل فرما کے لمبوس عطیہ شاہی زیب بدن کیا اور وہاں سے بعد شان و شوکت روانہ ہوئے۔ جب دربار شاہی میں پہنچے بادشاہ نے آپ کا استقبالیہ کیا۔ آپ نے بادشاہ کو سلام کیا بادشاہ بے غلیظہ نہایت تنظیم و تکریم سے آپ کو لایا اور تخت شاہی پر بٹھایا۔ لکھا ہے کہ اس وقت جناب یوسف علیہ السلام کا سن شریف تیس برس کا تھا بادشاہ آپ کی لیاقت و دیانت عقل و فراست سے تو خرد دار ہو ہی چکا تھا صورت مبارک دیکھتے ہی فریقہ ہو گیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے خواب کی تعبیر زبان مبارک سے میرے سامنے ارشاد کیجیے۔ آپ نے حسب فرمان بادشاہ پہلے اس کا خواب مفصل بیان کیا اور پھر تعبیر فرمائی۔ پھر بادشاہ نے آپ سے پوچھا کہ اس کا کیا بند و بست ہونا چاہیے آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا میری صلاح یہ ہے کہ یہ سات برس جو فراخی کے میں امن و مہموی و برکت سے بہت زیادہ کاشتکاری کی جائے اور جو بوقت زراعت طیار ہو تو اس کے پانچ حصے کیے جائیں چار حصے قحط کے دنوں کے لیے رکھے جائیں اور پانچویں حصے کا غلہ بالیوں سے

لکا لکڑادیوں کے صرف میں آئے اور بھوسا اور سکا حیوانات کے لیے رکھا جائے۔ اسطرح سے
سات برس تک انتظام کیا جائے اور ہر برس غلہ بلتا رہے تاکہ خراب نہ ہونے پائے۔ پھر
جب یہ سال فراخی کے گزر جائیں گے اور قحط کے دن آئیگی تو چاروں طرف سے غیر ملکوں
کے لوگ آپکے شہر میں غلہ خریدنے آئیں گے اور وقت جس نرخ سے چاہیں گے حسب
دلخواہ فروخت کریں گے اور اس سے اس قدر فائدہ ہو گا کہ آپکے خزانے زر و سیم سے بھر جائیگا
اور اس حکمت سے شاہانِ روئے زمین حیرت میں رہ جائیں گے۔ بادشاہ آپکے کلام عاقلانہ اور
حکیمانہ سے نہایت خوش ہوا فلمّا کلمہ قال انک الیوم لدینا مکین امین
پھر جب بات حیت کی ادس سے کہا چ تو نے آج ہمارے پاس جگہ بائی معتبر ہو کر بیٹھے جب
بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے باتیں کیں اور انکو نہایت عقیل و فہیم لائق و فائق
پایا تو فرمایا کہ اے یوسف آپکی امانت داری اور بلند مرتبے نے ہمارے دل میں جگہ کر لی
اب جو کچھ آپ فرمائیں وہ ہم کریں اور جو منصب آپ چاہیں آپکو دین اور جو تمنا آپکی ہو پوری
کریں قال اجعلنی علی الخزانۃ الادھن لانی حفظ علیہ کما بمجد مقرر کر ملک
کے خزانوں پر میں خوب نگہبان ہوں خبردار۔ یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا
کہ اے بادشاہ مصر کے خزانے اور نقد و جنس اور ملک کا محاصل میرے سپرد کر کہ میں
اوسکا نگہبان رہوں اور میں اُن انتظام خوب جانتا ہوں یا یہ کہ میں ہر ملک کے لوگوں کی
زبان جانتا ہوں کیونکہ آپ بہتر زبانیں جانتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ بادشاہ نے ایک سال کے
بعد سونے کا تخت جہیں جو اہرات لگے ہوئے تھے حضرت یوسف کو دیا اور ایک تاج جڑاؤ
ادکے سپرد رکھا اور مصر کے تمام خزانوں کی کنجیاں آپکے سپرد کیں اور سب اختیارات
شاہانہ آپکو عنایت کیے۔ مگر آپنے عزیز کا منصب دسکی زندگی بھر نہیں لیا۔ بعد ایک سال
کے جب عزیز نے انتقال کیا تو وہ منصب بھی آپکے ہاتھ آیا۔ حدیث شریف میں وارد ہے
کہ اگر جناب یوسف خود استاد نہ کرتے تو ادسی وقت بادشاہ اُنکو تمام خزانوں پر اختیار دیدیتا

انفرض حضرت یوسف علیہ السلام انتظام ملک کرنے لگے اور لوگوں کو زراعت کا حکم دیا اور زراعت نہایت کثرت سے ہونے لگی یہاں تک کہ مرقون کی اُجاڑ بنجر زمین بھی جو جا بجا بہت اُفتادہ تھی سرسبز و شاداب نظر آنے لگی اور قدرت خدا سے غلہ بھی حسب دلخواہ کثرت سے پیدا ہوا حضرت یوسف علیہ السلام اوسین ایک حصہ مزارعین کو دیتے تھے اور چار حصے خود خون سمیت جمع کیے جاتے تھے اور اوسکے رکھنے کے واسطے شہر سے باہر اپنے ایک مکان نہایت وسیع طیار کرایا تھا۔ سات برس تک اپنے ہی انتظام فرمایا اور بہت کثرت سے غلہ فراہم کیا جب یہ سات برس فراخی کے گزر چکے اور قحط کے دن شروع ہوئے تو مصر یون پر بھوک نے غلبہ کیا اور اوپر غلہ گران ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ساری خلقت کی زبان پھٹا اجموع الجوع جاری ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبریل نے اون شہروں کے باشندوں پر نذال کی کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی کھاتے تھے اور اوپر نافرمانی کر کے نہ شربت تھے اسلئے بلا سے قحط سات سال کے لیے قیہ مسلط ہوئی۔ لکھا ہے کہ بھوک سے لوگوں کا نہایت اتر حال تھا اور بادشاہ پر بھی بھوک نے اس قدر غلبہ کیا کہ اونے عاجز ہو کے جناب یوسف علیہ السلام سے کہا کہ دفع بھوک کی تدبیر بتائیے۔ آپ نے بسم اللہ کہہ کے اوسکے سینے پر ہاتھ رکھا اور اوسنے تکلیف زیادتی اشتہا سے نجات پائی۔ لکھا ہے کہ ابتدا سے قحط میں صدائے جبریل علیہ السلام جناب یوسف علیہ السلام نے حفنی اور باد چٹانہ شاہی کے ملازمین کو حکم دیا کہ بادشاہ کے لیے خاصہ طیار کرو اور انھوں نے گزارش کی بادشاہ کے کھانا کھانے کا یہ وقت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو حکم کہتے ہیں اوسکے موافق کرو۔ باد چڑی نے آپ کے حکم سے خاصہ طیار کیا۔ جب اوسے رات گزری بادشاہ بیتاب ہو کے اٹھا اور حکم دیا کہ جو کچھ کھانا اس وقت موجود ہو حاضر کرو مجھے نہایت شدت سے بھوک ہے۔ جب باد چڑی تازہ عمدہ کھانا لیکے حاضر ہوئے بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کھانا تم نے کیوں پکایا تھا عرض کی حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے بادشاہ نے

حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے کیونکر معلوم کیا کہ شب کو مجھے بربک لگے گی جو میرے واسطے کھانا طیار کرایا۔ آپ نے فرمایا آج شب اول قحط ہے اور قحط کی علامت یہ ہے کہ انسان کو بہت اشتہا ہوتی ہے اسوجہ سے میں نے معلوم کیا کہ آج خلاف عادت آپ کو خواہش طعام زیادہ ہوگی۔ بادشاہ نہایت متحیر ہوا اور آپ کی اسے صائب پر آفرین کی اور جناب یوسف علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ آپ ایام قحط میں کبھی شکم سیر ہو کے نہ کھاتے تھے بادشاہ نے کہا کہ آپ کیا ستم کرتے ہیں کہ کھانا بہت کم نوش فرماتے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ تمام ملک مصر میں جو کچھ ہے وہ سب آپ کے لیے موجود ہے پھر آپ کھانے میں اسقدر کمی کیوں فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے بادشاہ اگر میں اپنا پیٹ بھر لوں تو بھوکوں کو کیونکر یاد رکھوں میں اسواسطے شکم سیر ہو کے نہیں کھاتا کہ ان لوگوں کا مجھے ہر لحظہ خیال رہے اور میرا پروردگار مجھے خوش ہو۔ الغرض خشک سالی نہایت شدت سے ہوئی ایک قطرہ پانی نہ برسا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے زراعت کی قطعاً ممانعت کر دی کہ محض بیگا رہے کچھ نہ ہوگا بلکہ تخم ہی ضائع جائے گا۔ اور قحط نے وہ رنگ جھایا کہ بڑے بڑے ذی مقدور دن کی زبان سے نمرہ الجوع الجوع سننے میں آیا خلقت کا ہر کیا حال بیان ہو۔ بیچارے کم مایہ لوگ تو فاقے پر فاقے کرتے تھے اور کھانے کو ترستے تھے اسوقت جناب یوسف علیہ السلام سے سب نے غلہ طلب کیا اور آپ نے غلہ فروخت کر کے کا حکم دیا۔ لکھا ہے کہ سال اول دینار و درہم کے عوض غلہ فروخت ہوا یہاں تک کہ اہل شہر اور بیرون شہر کے لوگ گنگے پاس دیکھنے تک کو دینار و درہم نہ رہے اور لوگوں کے دھنیے تک صرف ہو گئے اور سب درہم و دینار جناب یوسف علیہ السلام کے خزانے میں داخل ہوئے۔ دوسرے سال جب لوگوں کے پاس روپیہ نہ رہا تو زیور اور جواہرات دیر سے کے غلہ لینے لگے۔ یہاں تک کہ قحط کی بدولت تمام زیورات اور جواہرات سے بھی ہاتھ نہ ہوئے اور پھر آدھام سے سیر ہو کے نہ کھایا۔ اور تمام زیور اور جواہرات جناب یوسف علیہ السلام کے خزانے میں

آئے۔ اور تیسرے سال جب خلقت کے پاس روپیہ پیسہ زرد و جواہر زیورات وغیرہ کی قسم کچھ بھی نہ رہا تو اونھوں نے ہاتھی گھوڑے بیل اور اور چار پائے جو اونکے پاس تھے دیر سے کے غلہ لینا شروع کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ سال بہن کسی کے پاس کوئی سوہا اور چوپایہ نہ رہا اور سب حضرت یوسف کی ملک ہوئے۔ چوتھے سال غلاموں اور لونڈیوں کے عوض میں اہل شہر نے غلہ لیا اور سال بہنیں اونسے بھی صبر کر بیٹھے اور مصر میں سوا جناب یوسف کے دوسرے کے میان نام کو لونڈی غلام نہ رہے۔ پانچویں برس جب کچھ نہ رہا تو تن کے کپڑے اور گہر بار اور درخت اور اساس البیت اور زمینوں کے بدلے لوگوں نے غلہ لیا اور بالکل تباہ ہو گئے۔ چھٹے برس کھیت اور نہرین بیج کے گزارہ کیا۔ ساتویں برس مرتا کیا نہ کرتا اور لا دون کو بیجا اور خرد بک گئے۔ اور سب جناب یوسف کے لونڈی غلام ہو گئے۔ اور قدرت پروردگار شاہسے میں آئی۔ کیونکہ ایک دن وہ تاکہ مالک حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر میں پہنچنے کے لیے لایا تھا اور تمام خلقت آپکے دیکھنے کے لیے آئی تھی اور ایک وقت وہ تھا کہ زلیخانے آپکو قید کیا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ یہ غلام بے تصور مقید ہوا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا کہ تمام ملک کے لوگوں نے از خود جناب یوسف علیہ السلام کی غلامی قبول کی۔ خلاصہ یہ کہ جناب یوسف علیہ السلام نے جلد حالات بادشاہ سے کہے بادشاہ آپکی تدبیر مافلانہ سے حیرت میں رہ گیا اور آپکی بے حد تعریف کی آپہنچے بادشاہ سے دریافت کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ بادشاہ نے فرمایا آپکو اختیار ہے جو چاہیے وہ کیجیے تمام اہل مصر اور میں سب آپکے بیل غلام میں۔ آپنے ارشاد کیا کہ مجھے کسی کے غلام بنانے اور مال و اسباب لینے سے کچھ مطلب نہ تھا بلکہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ خلقت کسی طور اس آفت سے بچے۔ بادشاہ نے پھر فرمایا کہ آپکو سب اختیار ہے جو مناسب سمجھیے وہ کیجیے اور بادشاہ نے اپنا تاج مکمل یوسف علیہ السلام کے سر پر رکھا اور لباس خاص اپنا اونکے زیب جسم کرایا اور شمشیر خاص عطا کر کے تخت شاہی پر بٹھایا اور سب امور

سلطنت آپ کے سپرد کر کے سلطنت سے کنارہ کش ہوا۔ امرا و اراکین سلطنت نے حاضر ہو کر
نذیرین دین اور جناب یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر ہوئے۔ ایک روایت میں ہے کہ شاہ
ریان نے ایک ہی سال کے بعد جناب یوسف علیہ السلام کے قبضے میں سلطنت دیدی تھی
خلاصہ یہ کہ آپ شاہ مصر ہوئے اور تمام مخلوق کو جو غلے کے عوض اپنی جانیں آپ کے ہاتھ بیچ
چکی تھی آزاد فرمایا اور مال و اسباب اور ان کے حوالے کیا اور فرمایا کہ مجھے اسکی کچھ حاجت نہیں
سیراب و درگاہ مجھے سب کچھ دیتا ہے اور میری سب حاجتیں پوری کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
نے اپنے فضل عظیم اور احسان عظیم سے آپ کو ملک مصر پر حکمران کیا جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے
وَكَذَلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ أَنْ يَكْبُوءَ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ لَهُ نُصِيبُ
بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ اور یوں قدرت دی کہ
یوسف کو اس زمین میں جگہ پکڑی اور زمین جان چاہی۔ پوچھتے ہیں ہم اپنی ہر جگہ
جانیں اور ضایع نہیں کرتے ہم نیک بھلائی والوں کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ حضرت یوسف پر
اپنا فضل و احسان ظاہر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اس طرح میں بادشاہ کو یوسف پر مہربان
کیا کہ وہ بادشاہی سے دست بردار ہوا اور یوسف بجائے اس کے بادشاہ ہوئے اور تمام
ملک پر تصرف اور اختیار اور زمین حاصل ہوا اور ہم جسے چاہتے اپنی نعمت اور رحمت سے
فیضیاب کرتے ہیں۔ اور نیکی کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں اور ان کا اجر ضایع نہیں
کرتے۔ لکھا ہے کہ جناب یوسف کے اوصاف حمیدہ سے ایک وصف احسان تھا کہ ہر وقت
آپ لوگوں کے ساتھ احسان فرماتے رہتے تھے۔ ادلی بات یہ تھی کہ کبھی تنہا کھانا نہ نوش
فرماتے تھے اور بڑے مہمان نواز تھے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں لفظ
مَحْسِنین فرمایا اور دنیا کے جاہ و دشمن جو آپ کو حاصل ہوئے بیان فرما کے آخرت کے درجات
علیا کا ذکر فرمایا وَكَأَجْرٍ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ اور
نیک آخرت کا بہتر ہے ان کو جو یقین لائے اور رہے پر ہیز گاری میں۔ یعنی ان لوگوں

کے لیے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور فرمانبرداری کی اور بُرے کاموں سے دُور
 اور بُرے علاوہ دنیاوی فائدوں کے آخرت میں بڑے بڑے درجے ہیں۔ جیسے جناب
 یوسف علیہ السلام کہ سبب پرہیزگاری اور تقویٰ شکاری کے ترچاہ سے مرتبہ جاہ کو پہنچے
 اور تمام ملک مصر کے بادشاہ ہوئے اور پھر آخرت میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑے
 درجے اور اچھے اچھے اجر ہیں۔ اب زلیخا کا حال سنئے کہ جب عزیز نے انتقال کیا
 اس نے تمام زرد مال ٹاٹ کے پٹھ کے غم میں ایک گوشہ تنہائی اختیار کیا اور سات برس کے قوط
 نے رہا سہا جو کچھ اس اسہ اس کے پاس تھا وہ بھی کھو دیا اور ہر جوانی رخصت ہوئی بڑا پے نے
 آگھر اغرضنگہ اور سکا بہت اتر حال ہوا مال خود دولت حسن و جوانی عزیز و اقارب رفتہ رفتہ
 سب کوچ کر گئے اور زلیخا محتاج پریشان حال بے یار و مددگار رہ گئی بڑا اپنے کمر خرم کو دی غم
 یوسف علیہ السلام میں رو رو کے اندر ہی ہو گئی تمام اعضا اور قوی ضعیف ہو گئے۔ لوگ
 اسے دیکھ کے افسوس کرتے تھے اور ادھر سب ترس کھاتے تھے مگر وہ اس حال
 میں بھی مشت یوسف علیہ السلام کا دم بہرتی تھی اور آپکے دیکھنے کو ترستی تھی۔ حضرت
 یوسف علیہ السلام کی سواری سیسے میں ایک بار بازار میں نکلتی تھی اور تمام جلوس شاہانہ آپکی
 سواری کے ساتھ ہوتا تھا زلیخا بھی اس سواری میں تھی اور آپکو لپکارتی تھی مگر باعث شورو
 خل خلعت کے اسکی آواز آپکے کان تک نہ پہنچتی تھی۔ مجبور ہو کے واپس آتی اور
 اپنے بتوں سے فریاد کرتی تھی کہ میرا کام سرانجام کو پہنچاؤ۔ مگر کئی سال گزر گئے اور بتوں
 کی خدمتگداری سے کچھ کام نکلا اتھتوں سے ناراض ہو کے کہنے لگی کہ میری عمر گزر گئی مال
 و دولت جاتا رہا بُرے حال کو پہنچی تمہاری منت کرتے کرتے تک گئی اور کچھ انجام کار
 نہ ہوا بلکہ معاملہ برعکس مہا کہ میں فقیر اور ذلیل ہوئی اور میرا غلام رتبہ شاہی کو پہنچا اور ادھر
 بھی تنہا دلی دل ہی میں رہی کاش میں یوسف کے خدا کی پرستش کرتی ہوتی تو اس
 بُرے حال کو نہ پہنچتی۔ یہ کہہ کے اس نے نہایت غصے سے اون بتوں کو پھینک دیا اور

سب کو توڑنا رکے ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اور آسان کی طرف رخ کر کے مبعود حقیقی سے یون
عرض کرنے لگی کہ اے پروردگار یوسف علیہ السلام کے مین تجھ پر ایمان لائی اگر تو گنہگاروں
کے گناہوں کو بخشا اور ادنیٰ توبہ قبول فرماتا ہے تو میں بھی گنہگار ہوں مجھے بھی بخش اور
میری توبہ قبول فرما۔ اور سوقت یہ صدائے غیب اوسکے کان میں پونجی۔

باز آ باز آ انچہ ہستی باز آ *	اگر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ مادر گہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ *

یہ سنتے ہی اوسے آس ہوئی اور پہرہ رو کر عرض کرنے لگی کہ اے پروردگار میرے مین نے
وصال یوسف کی تمنا میں مال و دولت آبر و عزت جاہ و ثروت عیش و عشرت سب کچھ
کھو یا پہرہ ہی مطلب کو نہ پونجی بلکہ فقر و فاقے میں گرفتار ہوئی اور آتش شوق وصال یوسف
نے دل و جگر جلایا کے خاک کر دیے اے میرے مبعود حقیقی مجھ پر رحم کر اور یوسف کو میری
محبت دے اور اوسکے دیدار سے میرے دل کو سرد اور آنکھوں کو نور عطا فرما خداوند
عالم کو اوسکی عاجزی پسند آئی دعا قبول فرمائی اور حضرت یوسف کے دل میں شوق دیدار
زلیخا ڈال دیا اور بعد مدت کے آپکو زلیخا کا خیال آیا اور دلمین فکر کی کہ اوسکی خبر لینا فہر
ہے کیونکہ مجھ پر اوسکا حق ہے اور میری ہی محبت سے وہ نباہا ہے۔ القصہ ایک روز آپ
سیر و تفریح کے لیے سوار ہوئے اور زلیخا کا خیال کیا۔ اور زلیخا آپکی سواری کی خبر پا کے
اوس راستے پر آ بیٹھی۔ جب سواری جناب یوسف علیہ السلام کی قریب آئی تو اوسنے
بہت گریہ و زاری کی اور آپکو پکارا آپنے اوسکی آواز سنی اور سواری ٹھیرالی اور فرمایا یہ کون
روتا ہے اسے لاؤ اور سب گریہ و زاری کا دیا منک کر دے۔ لوگ اوسے آپ تک لے آئے
آپنے دیکھا کہ ایک انرہی بڑھیا ہے فرمایا اسے نیک بخت تو کون ہے اور کیا چاہتی ہے
اوسنے عرض کی میں زلیخا ہوں جسے آپکو اپنی جان سے زیادہ چاہا اور مال و دولت آبر و
سب آپ پر سے تار کر دی اور آپ مجھے پہچانتے ہی نہیں۔ اور پہرہ اوسنے بیان شروع کیا

کہا اونے ایسا تو ہر بے خبر	کہ مطلق نہیں تجکو میری خبر	کہا ہر طاہرین سے منہ اپنا لال
کہا تجکو میرا نہیں کچھ خیال	لگی رو کے کہنے کہ وا حسرتا	مری او سپہ من جو نہیں جانتا
زینچا ہوں میں تیری خدمت گزار	کیا جان تن میں نے تجھ پر تار	خریدا تجھے دیکھ سب مال و زر
تجھے میری ابتک نہیں کچھ خبر	کیا واسطے تیرے تاراج راج	ترے سر پہ شاہی کا ہر آج تاج
لگی تجھے ہی جب سے دنگی لو	پنہاتی تجھے دن میں پوشاک سو	کیے فرش قالین تیرے لیے
بتا کیسے آرام میں نے دیے	نہ اسپر ہی تجکو میری ہو خبر	ستم ایسے لہہ مجھ پر نہ کر پٹ

دینچا کا یہ حال دیکھ کے جناب یوسف علیہ السلام کو سخت عبرت ہوئی اور اپنے نہایت فسق کیا فرمایا اسے زینچا تیرا حسن و جمال کیا ہوا عرض کی آپ کے غم میں سب با مال ہو گیا۔ پوچھا تیرے قد کو کیا ہو عرض کی بار غم سے پیٹھ خم ہو گئی۔ پھر اپنے فرمایا اسے زینچا تیری کھون کو کیا ہو انکدارش کی آپ کے غم میں روتے روتے پلکیں جھڑ گئیں نوز جاتا بھان اندر میرے اپنے اوسکے حال پر نہایت اندیس کیا اور حکم دیا کہ اسے ہمارے گھر میں پونہ چار دو ختم نے فوراً تعمیل کی۔ جب آپ سیر سے فارغ ہوئے داپس آئے تو اسے سہل گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے آپ کو یاد دلایا اور کہا کہ زینچا سے غافل نہ ہو جسے یہ سنتے ہی اپنے زینچا کو یاد فرمایا اور خود ایک کرسی پر جلوہ گر ہوئے۔ زینچا نے حاضر ہو کر سلام کیا اور عرض کی کہ اب میرے حال زار پر رحم فرمائیے اور میری دلی آرزو میں پوری کیجیے اب میں آپ کے دادا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے پروردگار پر ایمان لائی ہوں اور اوس پاک پروردگار کی وحدانیت کا دل سے اقرار کرتی ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اوسکے حال پر نہایت مہربانی کی اور فرمایا کہ اسے زینچا غم نہ کر انشاء اللہ اپنی مراد دلی جلد تر پائیگی۔ اب یہ کہہ کہ تیری اصلی تنہا اور آرزو کیا ہے۔ عرض کی کہ آرزوؤں کا حال پوچھیے صد ہا آرزوؤں میں بیان کرتے ڈرتی ہوں مگر چار باتیں عرض کرتی ہوں اگر قبول ہوں تو زینچا نصیب۔ جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے زینچا جو کچھ تمہاری آرزو ہو بیان کرو

کہ زینا پسے پر دروگارسے تمھارے لیے دعا کر دن۔ زینخانے عرض کیا کہ اول یہ تمنا ہے کہ آپ میرے واسطے دعا کیجیے کہ میری آنکھوں کو خدا سے تعالے روشن کرے اور تاریکی دور فرمائے تاکہ آپ کے جمال جہاں آرا لکھوں کے سوز جگر دروہل پر دروہل ہو۔ جناب یوسف علیہ السلام نے زینخانے کے کہنے سے دعا کی اللہ تعالے نے اپنے فضل سے برکت آپ کی دعا کے فورا زینخانے کو نور بصر مرحمت فرمایا اور اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں آپ کے دیدار سے دل کا سور آنکھوں کا نور دونا ہوا شکر پر دروگارسے بجالائی اور نہایت خوش و غرم ہو کے التماس کی کہ دوسری آرزو یہ ہے کہ جو جوانی اور حسن و جمال پر دروگارسے نے مجھے پہلے مرحمت فرمایا تھا وہاں ہی بلکہ اس سے زیادہ اب عنایت ہو۔ آپ نے اس کے حال پر رحم فرما کے سر درگاہ پر دروگارسے دعا کی باری تعالے نے قبول فرمائی۔ زینخانے اگلے ماہ چارہ درختان نہایت خوبصورت حین نوجوان ہو گئی۔ جناب یوسف علیہ السلام نے اس کا حسن شہادہ کر کے شہر پیر لیا کہ زمین کچھ خیال نہ آنے پائے۔ زینخانے بارگاہ حق تعالے میں سجدہ شکر ادا کیا اور آپ کا نہایت شکریہ ادا کر کے گزارش کی کہ تیرا مقصد اور اصلی مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی خدمت سے اب مجھے سرفراز کیجیے اور اپنے نکاح میں لا کے مجھے آبرو اور عزت دیجیے حضرت یوسف علیہ السلام اس سوال کے سننے سے متفکر ہوئے اور اپنے سر جھکا لیا کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کس اندیشے میں ہیں پر دروگارسے فرماتا ہے کہ اس کی یہ عرض بھی قبول کر دیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہاری دعا سے یہ حسن و جوانی زینخانے کو پہننے کے واسطے دی ہے یہ صرف تمہارے لیے ہے پر کیا وجہ ہے اور اس میں کیا برائی ہے کہ تم متفکر ہو۔ آپ نے عرض کی کہ اسے پر دروگارسے اسوجہ سے اندیشے میں تھا کہ میں اسے اپنی مرتبہ جانتا تھا حکم ہوا کہ اب یہ اس حال پر نہیں بنے اسکو بدل دیا حسن و جوانی دیا اب کچھ فکر کی بات نہیں تم اسے اپنی خدمت سے محروم نہ رکھو۔ الغرض جناب یوسف علیہ السلام نے جب اس سے دیکھا تو اس کے حسن و جمال خدا داد نے اپنا شیعہ و فرشتہ بنایا۔

ہوئی صبح تھیں جنت کی حور	نوروزان ہوئی رہ سے ہی چار بند	ہو اہن پہلے سے اوسکا دھند
اُسے دیکھ حورون نے سر کو دھنا	نہ آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں میں	کہ تما حسن اوسکا خدا داد نو
ہوئی شمع روشن پہلوسنگی	زینچا کی آفت ہوئی بیمار	اوسے دیکھ یوسف ہنسے بیکار
کیا آکے دونوں کا عقد نکاح	پہر اک روز روح الامیں نے بلع	جو تھی تیرگی دلسے وہ ددرکی

جب زینچا اپنے جملہ مقاصد سے کامیاب ہوئی تو اس نے کہا کہ جو تھی آرزو میری تھی کہ میرے واسطے دعا فرمائیے کہ پروردگار اپنی محبت مجھے عطا کرے حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا کی حق تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ القصہ جناب یوسف علیہ السلام زینچا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور جو محبت کہ آپسے زینچا نے ابتداء میں کی تھی اب آپ اس سے زیادہ زینچا سے محبت کرنے لگے اور زینچا نے ایک مکان علیحدہ اپنے لیے خاص کیا شب و روز اس میں رہتی تھیں اور یاد خدا کیا کرتی تھیں سو اس کے کوئی بات اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اور جب قدر جناب یوسف علیہ السلام اونکی خواہش کرتے تھے اسے سیکھتا اور انکو عبادت میں زیادہ مشغول پاتے تھے اور زینچا کی محبت آپکے دل میں زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام زینچا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے زینچا جس طرح تم میرے لیے پہلے بے قرار تھیں آج مجھے بھی ویسی ہی بے قراری ہے زینچا نے گزارش کی کہ اب تو سو اسے عبادت پر دروگاہ کے کوئی بات اچھی نہیں معلوم ہوتی آپ نے کہا اے زینچا میرا وہی حال ہے جو حال تھا اور سرور تھا جب تم مجھے منزل بہت خانہ میں لے گئی تھیں۔ زینچا نے آپ کا کلمات مانا اور چاہا کہ وہاں سے اسے جائیں آپ نے اسے اور کاداسن پکڑا اور زینچا نے اسے کھینچا یہاں تک کہ کمرہ زینچا کا پھٹ گیا۔ زینچا نے کہا اب اس میں رہیں اور آپ برابر ہوئے ایک دن وہ تھا کہ میں نے باعث جوش الفت آپ کا دامن مبارک کھینچا تھا ایک دن یہ ہے کہ آپ نے مجھے محبت سے سرفراز فرمایا اور بیشک یہ میرے پروردگار کا احسان عظیم ہے کہ میں جب اسے پہچان لائی اس نے میری سب مراد میں پوری کیں اور

مزید بران اپنی عبادت کا خداوند عالم نے مجھے وہ شوق و ذوق مرحمت فرمایا کہ وہ جان سے مستغنی کر دیا۔ اب مجھے سوائے عبادت کے کسی بات میں لطف نہیں۔ اور میں اپنے پروردگار کی نہایت شکر گزار ہوں کہ میرا دامن عصمت آج تک ہر طرح کے لوٹ سے پاک رہا و جو دیکھ عزیز مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا مگر مجھے خبر نہیں کہ وہ عدوت تھا یا مرد۔ اور ساری عمر آپ کے غم فراق میں کاٹی یا تنگ کہ پروردگار نے اب مجھے بھرپور کی

کیا پرزینا نے شکر الہی	کہ سرزد نہ مجھے ہوا کچھ گناہ	محبت میں تیری میں روتی رہی
سدا جان اپنی میں کھوتی رہی	ترا دین میں نے کیا اختیار	ہوا مجھے راضی ہر اگر دگار

جناب یوسف علیہ السلام اسکے ایمان لانے اور عبادت خدا میں مشغول رہنے سے نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اسے زینچا جیسا تھے میرے واسطے ایک مکان شاہانہ بنا کے اور سکنا نام بیت العبادت رکھا تا اب میں بھی تمہارے واسطے ایک عمدہ مکان عبادت خدا کے لیے طیار کرتا ہوں جسکا نام بیت العبادت رکھوں گا۔ تم اوس میں نہایت آرام و اطمینان سے عبادت پر درگزار میں مشغول رہنا۔ انرض حضرت یوسف علیہ السلام اور زینچا و دونوں میں اس قدر محبت ہوئی کہ ایک دوسرے کے عاشق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے دونوں کو سرفراز کیا اور زینچا سے جناب یوسف کے گیارہ درد نہ پیدا ہوئے۔ اب جناب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حال سنئے کہ تمام مصر کے لوگ جناب یوسف علیہ السلام کے فیض عام اور خلق تام سے بندہ بیدام ہو گئے تھے اور ہر ایک آپکا ثنا گو اور معروان تھا وہاں کے باشندے کہتے تھے کہ آج تک ایسا بادشاہ علیم و کریم لم یلق و خلق نہ دیکھنے میں آیا اور نہ سنا گیا۔ علاوہ مصر اور دبار مصر کے جو قافلے آتے تھے آپکے فیض سے بہرہ یاب ہو کے ملکوں ملکوں آپکے اوصاف کا تذکرہ کرتے اور لوگوں کو آپکا شتاق بناتے تھے خصوصاً کنعان اور شام کے قافلے جب مصر سے سرفراز اور کامیاب ہوئے آتے تھے تو ہر مقام اور ہر بازار میں آپکے تذکرے کرتے اور آپکے انعام و اکرام اور جہان

کی تعریفیں کر کے لوگوں کو خوش کرتے تھے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا دو تین گناہ شہر
کنعان میں ایسے مقام پر تھا کہ ہر ایک قافلہ اور ہر سے گزرتا تھا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام
قافلے والوں سے سنتے تھے کہ عزیز مصر ہانوں پر نہایت مہربانی فرماتا ہے اور بڑا
کریم انفس رحیم اور نہایت عقیل و فہیم نیک سیرت خوبصورت تمام اوصاف پسندیدہ کا جامع
ہے تو آپ خیال فرماتے تھے کہ بیشک وہ کوئی عارف با کمال ہے اور آپ کو یہ نہ معلوم تھا
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کے فرزند و لبند کو شاہی مصر کی رحمت کی ہے
اور جناب یعقوب علیہ السلام حضرت یوسفؑ کے اوصاف سنتے سنتے آپ کے مشتاق تھے
اور فرماتے تھے کہ اگر مجھ میں قوت ہوتی تو میں ایسے شخص کی ملاقات کے لیے ضرور جاتا
اور حضرت یوسف علیہ السلام فراق پر میں ہمیشہ غمگین اور محزون رہتے تھے اور اپنے
پروردگار سے دعا کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار تو نے مجھ پر بڑا فضل و احسان کیا
مجھے ہر پریشانی اور تکلیف سے نجات دیکے مرتبہ شاہی کو پہنچایا اب تیرے فضل و کرم
سے اُمید دار ہوں کہ مجھے میرے باپ کے دیدار سے سرفراز فرما۔ اللہ تعالیٰ نے
آپ کی دعا قبول کی اور اسکے اسباب یوں ظاہر فرمائے کہ جب تمام کنعان میں شاہ مصر کے
فیض و سخاوت شہرہ عام پایا اور اثر قحط نے مخلوقات کنعان کو بہت تسایا و امان کی غلظت
قحط کے باعث پریشان و حیران ہوئی اور اولاد یعقوب علیہ السلام بھی اس بلا سے
سرگشتہ و نالان ہوئی مویشی وغیرہ ہلاک ہوئے شب و روز کے غم و اندوہ سے سینے
چاک ہوئے تو حضرت یعقوبؑ کے سب فرزند آپ کے پاس آئے اور نہایت عجز و زاری سے
یہ کلمہ زبان پر لائے کہ والد بزرگوار ایک تو آپ مدت دراز سے ہم سے ناراض ہیں بات
میں نہیں فرماتے اس صدمے سے ہم نہایت غمگین تھے دوسرے اب قحط نے ایسا ماحول
ولاچار کیا ہے کہ جیسے سے تنگ ہیں اللہ ہمارے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق
دار و غلامانہ اور ہماری خطا معاف کیجیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ

بادشاہ مصر کی بہت تعریف سنی ہے کہ وہ نہایت مہمان نواز اور فیاض ہے تم ادھر کے پاس جاؤ تو یقین ہے کہ تمہیں فائدہ ہو۔ صاحبزادوں نے گذارش کی جسے ہی ایسا ہی سنا ہے آپ کی اجازت ہو تو جائیں مگر ہم لوگ تو قحط کے اسے بنگے ہو کے اس قدر انتظامات بھی نہیں رکھتے کہ دربار شاہی میں کوئی تحفہ لے کے جائیں اور لوگ جو جاتے ہیں نہ صرف تحفے لے جاتے ہیں اور وہاں سے مال و دولت لاتے ہیں۔ ہم خالی ہاتھ جانیکے تو ہمیں کون پوچھیکا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اوس بادشاہ میں بڑا جھٹ ٹو رہی ہے کہ غریبوں کے ساتھ بہت سلوک کرتا ہے اور اوسے کچھ نہیں لیتا اور اگر کچھ قدرے قلیل لیتا ہے تو بہت کچھ دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ سب مصر جانے پر آمادہ ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دسوں جاؤ اور بنیامین کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ پھر آپ نے سبکو ایک ایک اونٹ دیا اور تجارت کے واسطے کچھ اونٹن رنگین اور پیر وغیرہ اونکے ہمراہ کیا اور ایک اونٹ مال تجارت کا بنیامین کے نام سے اونکے سپرد کیا اور آداب و قواعد دربار شاہانہ اونہیں بتلا کے رخصت کیا اور یہ سب جانب مصر روانہ ہوئے اب مصر کے وار و صادر کی حمائی اور اونکے لیے جو انتظام مقرر تھا اوسکا حال سنئے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے مسافروں کے قیام کے واسطے عمدہ عمدہ مکانات طیار کرائے تھے اور شہر کے ہر دروازے پر کچھ لوگ مقرر کیے تھے کہ وہ ہر قافلے اور مسافر کے جمع حالات سے نام و نشان و حسب و نسب و اقسام مال تجارت وغیرہ قلمبند کر کے آپ کے پاس بھیج دیتے تھے اور اونہیں سے جس شخص کو آپ طلب فرماتے تھے اوسے حاضر کرتے تھے۔ جب فرزند ان جناب یعقوب علیہ السلام مصر کے دروازے پر پہنچے تو نگہبانوں نے اول تو انکو نہایت بزرگ اور حلیل القدر دیکھ کے سلام کیا پھر اپنے معمول کے موافق سب حالات پوچھے انہوں نے کہا تمکو اس امر سے کیا کام اونہوں نے جواب دیا کہ ہم اسبواسطے اس دروازے پر امور ہیں۔ انقدّمہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے حالات

اور نام نشان اور حسب و نسب اور مدعا سے سطر ب اوئسے بیان کیا اور ایک مکان میں آئے
نگہبانوں نے حسب قاعدہ سب حالات قلمبند کر کے شاہ مصر یعنی جناب یوسف علیہ السلام
کی خدمت میں روانہ کیے لکھا ہے کہ وہ عرضداشت ملاحظہ فرما کر آپ نایت طول ہوئے
اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہوئے وزیر دن نے گزارش کی کہ حضور کے ملال کا کیا
باعث ہے فرمایا یہ سب میرے وہی بھائی بن جنھوں نے مجھے کنوین میں ڈالا اور بچا
وزیر دن نے عرض کی کہ پھر ملال کا کیا باعث فرمایا اسکے دو سبب ہیں ایک یہ کہ وہ سب
میری وجہ سے گنہگار ہوئے اور دوسرے یہ کہ اونکو قحط نے بڑے درجے کو پہنچایا مجھے
اور نگاہ حال سکے ملال ہوا۔ وزیر نے عرض کی اب آپ اونکے ساتھ کیا سلوک کرئیے فرمایا
جو اپنے عزیزوں اور قریبوں کے ساتھ نہوار ہے۔ آپ کا کلام سکے وزیر امتحان ہوئے اور
دل میں کہنے لگے کہ بیشک ہمارا بادشاہ اللہ کا ولی اور نبی ہے۔ پھر جناب یوسف علیہ السلام
نے نگہبانوں کے نام حکم بھیجا کہ ہمارے مہمانوں کو آرام سے رکھنا اور اونکی خاطر مدارات
میں ہرگز ہرگز کمی نہ کرنا۔ کھانا پینا لباس میوہ اور جس چیز کی اونکی ضرورت ہو فوراً پہنچانا
غرض تین دن تک اونکی مہمانی اور خاطر داری بخوبی کی گئی۔ اور چوتھے دن حکم ہوا کہ
اونکو ہمارے پاس لاؤ۔ اور بادور بچانے کے داروغہ کو حکم ہوا کہ ہمارے مہمانوں کے لیے
وہی کھانا طیار کر جو ہمارے واسطے طیار ہوتا ہے اور اسی طور سے ان مہمانوں کو
کھلاؤ جس طور سے ہمارے لیے انتظام کیا جاتا ہے۔ مکان اونکی دعوت کے لیے آراستہ کیا
گیا۔ لوگ متحیر تھے کہ یا آئی یہ کون ہیں کہ جسکے واسطے بادشاہ نے اسقدر اہتمام کیا ہے مگر
جمال دمزدن نہ تھی جو استفسار کرتے وَجَلَّ اخُوَّةُ يُوْسُفَ فَاَدْخَلُوْهُ عَلَيْهِ
فَعَرَفُوْهُ وَهُوَ لَا مُتْكِرُوْنَ ۝ اور آئے بھائی یوسف کے بہر داخل ہوئے
ارکے پاس تو اسنے بچانا اونکو اور وہ نہیں پہچانتے۔ یعنی جناب یوسف علیہ السلام کے
سب بھائی آئے اور اونکا سامان دعوت جو شابانہ طور پر کیا گیا تھا دیکھ کر نایت غرض ہوئے

اور آپس میں کہنے لگے ہم بڑے خوش نصیب ہیں کہ بادشاہ نے جو خاطر تواضع کسی کے لیے عین کی وہ آج ہمارے واسطے ہے۔ ایک نے اونٹن سے کہا یہ تو سب سچ ہے مگر کہیں ایسا نہ کہ بادشاہ نے یہ سوچا ہو کہ یہ بڑے مالدار ہونگے انکی خوب خاطر کروہ پانے روپیہ لو۔ بیان روپیہ میسہ کمان۔ خدا کرے بادشاہ ناراض نہ ہو۔ دوسرے نے کہا کہ میان تمہارے خیالات و اہیات ہیں۔ بادشاہ نے ہمارے بزرگوں کے نام سے ہیں اسوجہ سے یہ سب خاطر مدارت ہے ورنہ ہمارے پاس کیا رکھا ہے۔ تیسرے نے کہا ہاں تم نے سچ کہا مگر یہ بھی ضرور ہے کہ ہم لوگوں سا جہان خوش و خوش وضع اگر اس شہر میں تلاش کرو تو وہوند ہے نہ ملے گا اور اسی وجہ سے ظاہری کے باعث سے بادشاہ نے یہ اکرام کیا ہے۔ چوتھے نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو بادشاہ نے ہم لوگوں کو غریب فقیر واجب الرحم سمجھ کے یہ توقیر کی ورنہ بادشاہ کو تمہارے مال اور حسن و شرافت کی کیا پرواہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام علیحدہ ایک مکان میں بیٹھے تھے یہ بیان سنے آبدیدہ ہوئے اور سب افسوس کیا اور وہ سب وہاں سے اوشکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیے گئے۔ تو بادشاہ یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے اودن سب کو پہچانا اور ان دسوں نے حضرت یوسف کو مطلق نہ پہچانا اور انکے نہ پہچاننے کے کئی سبب تھے اول یہ کہ ایک عرصہ دراز قریب چالیس برس کے گزر گیا تھا اور بھائیوں نے جناب یوسف کو اتنا مٹھلی سے بارہ برس کے سن میں چھوڑا تھا اور اب جو آپکو دیکھا تو ایک بادشاہ جلیل القدر لباس بادشاہی سے آراستہ تاج مکمل سر پہنے تخت جو اہر نگار پر جلوہ افروز پایا۔ پہر کیونکر پہچان سکتے تھے۔ دوسرے یہ کہ جناب یوسف علیہ السلام چلن کے اندر نقاب پوش بیٹھے تھے اور یہ سب باہر تھے اسوجہ سے نہ پہچانا تیسرے یہ کہ بوجہ مصیبت کے انکے دیدہ دل سیاہ ہو گئے تھے یہ کیونکر پہچان سکتے تھے چوتھے یہ کہ اودکو اس امر کا دہم و گمان ہی نہ تھا کہ جناب یوسف علیہ السلام مرتبہ شاہی سے شرف یاب ہونگے جو وہ بنظر شناخت آپکو دیکھتے۔ القصہ جب بھائیوں نے بادشاہ کو دیکھا اور

نہ پہچانا تو حسب دستور آداب پہچانائے اور سلام کیا۔ بادشاہ نے جواب دیا اور نہایت مہربانی سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ ان سب نے عرض کی کہ ہم شام کے باشندے ہیں آپ کا نام سنکے آئے ہیں۔ حکم ہوا کس لیے آئے ہو اور کیا کام ہے۔ عرض کی پریشان حال ہیں ہمارے ملک میں قحط پڑا تباہ و پریشان ہو گئے آپ کے فیض عام کا شہرہ جو سننے میں آیا ہم بھی فیضیاب ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم جاسوس تو نہیں ہو کہ میرے ملک کے حالات دریافت کر کے کسی کو خبر دینے کے لیے آئے ہو۔ جن کی سعادۂ شہرہ کو جاسوسی سے کیا کام ہم سب حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں نبی عیسیٰ قحط کے پریشان فکے بیان حاضر ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے استفسار کیا کہ تمہارے باپ کے گورنر زمین۔ عرض کی بارہ فرزند ہیں مگر ایک بھیرا کھا گیا اور ایک ہمارے باپ کی خدمت میں ہے اور ہم دسوں آپ کے پاس حاضر ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بیان تمکو کوئی پہچانتا ہے۔ گزارش کی مصر کے لوگ مہین نہیں پہچانتے۔ فرمایا اچھا تم اپنے چھوٹے سے تیلے بھائی کو لاؤ تو ہم اوس سے تمہارے حالات پوچھیں گے اور وقت معلوم ہو جائیگا کہ تم سیسے ہو یا چھوٹے عرض کی ابکہ ہم آئیں گے تو اسے لیتے آئیں گے آپ نے فرمایا کہ یہیں کیونکر تعین ہو تم میں سے ایک بیان رہے اور سب جا کے اوسے لے آئیں اور پہر اپنے حکم دیا کہ ان سے جو کچھ ملے لے لو اور غلہ حبقر مانگیں دیو۔ خدام نے حسب ان شاہی جو کچھ اونھوں نے دیا لے لیا اور ہر ایک کے لیے ایک ایک اونٹ غلے کا بار کرادیا۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ رَاقِبًا فِي يَوْمٍ أَتَتْهُ أُنثَىٰ مِّنْ أَهْلِهِ بِغُلَامٍ فَاذْكُرْكُنَّ يَوْمَ إِذْ تُبْعَثُونَ

حضرت یوسف علیہ السلام نے اونکی روانگی کا سامان طیار کرادیا اور دسوں اونٹ غلے سے لدوا دیے تو اونھوں نے کہا ہمارے پاس ایک اونٹ ہمارے اوس بھائی کا بھی ہے جسے ہم اپنے باپ کی خدمت میں چھوڑ آئے ہیں وہ بھی بار کر دیجیے۔ فرمایا ہم آدمیوں کے شمار سے دیتے ہیں، اونٹن کے شمار سے کچھ کام نہیں۔ جب انوں نے بہت منت کی تو

قَالَ اَنْتَوْنِي بِاَخِي لَكُمْ مِّنْ اَيْسَكُوْهُ - کہا لے آؤ میرے پاس ایک بھائی جو تمہارے
 باپ کی طرف سے ہے۔ یعنی اپنے چھوٹے بھائی کو جو دوسری ماں سے میرے پاس
 لے آؤ تو میں اس کے لیے بھی غلہ دوں۔ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اَوْفِي الْكَيْلِ وَاَنَا خَيْرُ
 الْمُنْزِلِيْنَ ○ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پوری دیتا ہوں بہرتی اور خوب طرح اُتارتا ہوں
 یعنی تم تو دیکھتے ہی ہو کہ میں ہر ایک کو پورا پیمانہ دیتا ہوں اور اپنے مہمانوں کی بڑی
 خاطر مدارات کرتا ہوں اور ان کے ساتھ احسان کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ فَاَنْ لَّوْ تَاوْنُوْنِيْ
 بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَّكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ○ پھر اگر اس کو نہ لائے میرے پاس
 تو بہرتی نہیں تم کو میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آؤ۔ یعنی اگر تم اپنے اس بھائی
 کو نہ لاؤ گے تو میں تمہیں بھی غلہ نہ دوں گا اور میرے پاس آنے پاؤ گے بلکہ میری ولایت
 میں ہی قدم نہ رکھنا۔ قَالَ سَتَرْنَا وُدَّعْنَاهُ اَبَاہٗ وَاَلْفَعَلُوْنَ ○ بولے
 ہم خواہش کریں گے اس کی باپ سے اور البتہ سکو کرنا۔ یعنی اس کے لانے کے لیے ہم اپنے
 باپ سے درخواست کریں گے اور اپنے امکان بہر کوشش میں دریغ نہ کریں گے کیونکہ سکو تو
 یہ کام کرنا ہی ہے اور ہم آپسے وعدہ کر کے چلے ہیں کہ اسے ضرور لائیں گے اور اسی
 واسطے اپنے بھائی شمعون کو چھوڑے جاتے ہیں۔ وَقَالَ لِفَتٰیْنِهٖ اجْعَلُوْا
 بِضَاعَتَهُمْ فِی رِحَالِهِمْ ○ اور کہد یا خدمتگاروں کو اپنے رکھد او ان کی پونجی ان کے
 بوجھوں میں۔ یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمتگاروں یا غلاموں کو حکم
 دیا کہ جو کچھ ان سے لیا ہے غلے کے بدلے میں وہ بھی ان سب کے بوجھوں میں رکھد
 اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ ان سے غلے کے دام نہ لیں۔ یا یہ مقصد تھا کہ پریشان و حیران
 ہیں ان کا مال واپس دینا چاہیے تاکہ راستے میں ادراہ کے کام آئے اور تکلیف نہ اٹھائیں
 وقت ضرورت اس سے کام لیں یا یہ خیال آپ نے کیا کہ بھائیوں سے قیمت لینا اچھا نہیں
 یا اس باعث سے لَعَلَّهُمْ یَرْفُوْنَہَا اِذَا اُنْقَلِبُوْا اِلٰی اٰہْلِہُمْ لَعَلَّهُمْ

کہ شام کو بچاؤ میں جب ہر کر جائیں اپنے گھر شام وہ پہر آویں لیجئے
 جب وہ اپنے گھر پہنچیں گے اور اپنے مال میں اس پونجی کو پائیں گے جو اونھوں نے
 غلے کے بدلے میں تھی تو بخیاں دیانت اور امانت کے واسطے آئینگے اور چھوٹے بھائی
 کو بھی لیتے آئیں گے یا باپ اور نکو تاکید کر کے بھیجیں گے کہ یہ غلے کی قیمت جو سہو سے بیان
 چلی آئی ہے اسے بادشاہ کے پاس پہنچاؤ۔ القصہ فرزند ان جناب یعقوب علیہ السلام
 بادشاہ یعنی حضرت یوسف کے فرمان کو منظور کر آپسے حضرت ہو جانے شام روانہ ہوئے
 راستے میں شیطان نے آگیر اور چاہا کہ ہر کالے۔ مگر فضل پروردگار سے فرشتوں نے اسے
 ہٹا دیا اور یہ سب شر شیطان سے محفوظ رہے اور کنعان میں داخل ہوئے اپنے والد ماجد
 کے پاس حاضر ہوئے سلام عرض کیا اور کہنے لگے اے والد عزیز مصر نایت باتمیز اور اچھا
 حاکم ہے، سنئے تو آج تک ایسا خلیق حاکم نہیں سنا۔ غریبوں پر بہت رحم کرتا ہے اور ہر وقت
 خوف خدا رکھتا ہے پہلے اس نے خیال کیا کہ ہم جاسوس ہیں مگر جب سمجھے آپ کا نام لیا اور یوسف
 کا قصہ کہا تو آپ کا حال سننے نایت غمگین ہوا اور ہمارے کلام کو اس نے جھوٹ خیال کر کے
 حکو حکم دیا کہ تم اپنے چھوٹے بھائی کو لاؤ تو ہم اس سے سب حال پوچھیں اور تمہارے
 کہنے کا یقین ہو۔ لیکن اس نے ہمارے ساتھ ایسے سلوک کیے کہ اگر ہمارا حقیقی بھائی ہی ہوتا
 تو ایسا سلوک نہ کرتا اور باقی حال اس آیت شریف سے ظاہر ہے **فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ**
أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا آخَانَا لِنَكْتَلُ وَلِنَأْكُلْ
وَلَنَحْيَا ○ پر جب پہر گئے اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ بند ہوئی ہے بہرہ
 سب ہمارے ساتھ بھائی ہمارا کہ بہرہ لائیں اور ہم اس کے نگہبان ہیں۔ یعنی جب وہ
 اپنے باپ کے پاس آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے احسانات بیان کر چکے تو کہنے
 لگے اے والد بزرگوار اب تو ہماری آس ٹوٹ گئی کیونکہ بادشاہ نے فرما دیا ہے کہ تم اس کے
 آنا تو ہمارے پاس اپنے چھوٹے بھائی کو لیتے آنا کہ ہم تم سے خوش ہوں اور اس کے

واسطے بھی غلہ دین اور اوسنے یہ بھی کدیا ہے کہ اگر تم اپنے چھوٹے بھائی کو نہ لاؤ تو
 میری ولایت میں ہرگز نہ آنا اور نہ میں تمہیں کچھ دوں گا۔ اور اسی وعدے کے لحاظ سے
 شمعون کو ہم وہاں چھوڑ آئے ہیں۔ پس آپ مہربانی فرما کے ہمارے ساتھ ہارے بھائی
 کو بھیج دیجئے کہ ہم اپنے واسطے اور اوسکے واسطے غلہ لائیں اور آپ اوسکے بھیجنے میں
 نہ کیجئے کہ ہم اوسے بہت حفاظت سے لے جائیگے اور غلہ لے کے مع اپنے چھوٹے بھائی
 اور شمعون کے جلد تر خوش و غرم آپ کی خدمت میں حاضر ہونگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام
 فرمایا کہ بادشاہ کو تمہارے بھائی کا حال کیونکر معلوم ہو عرض کی جب اوسنے میں جاس
 بنایا تو میں نے بیان کیا کہ ہم حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں پھر اوسنے پوچھا کہ تمہارے
 باپ کے کڑے بیٹے ہیں میں نے بیان کیا کہ بارہ تھے اوس میں سے ایک کو بیڑیا لے گیا اور ایک
 ہمارے باپ کے پاس ہے اور ہم دسوں آپ کے پاس حاضر ہیں تب اوسنے کہا کہ تم اوسے
 لاؤ تو ہم اوس سے سب حال پوچھیں گے اس واسطے ہم آپ سے کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی
 کو ہمارے ساتھ کر دیجئے قَالَ هَلْ اَمْنٰكُمُ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنَّاكُمُ عَلٰى
 اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ مَا كَا مِ نْ اَعْتَابٍ اَكْرٰنَ تَمَارَا وِ سِرْ مَرْدُوْ هٰی جِیَا اَعْتَابَ كِیَا تَحَا وِ سِ
 بھائی پر پہلے۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کی بات سُننے میں
 جواب دیا کہ میں تمہیں کیونکر امانت دار جانوں کیونکہ اس پہلے ہی تم امانت دار بنے میرے
 پیارے یوسف کو لے گئے تھے اور اوسے کھو آئے جسکے غم میں میرا تب تک جگر جاگتا
 اب مجھے تمہارا اعتبار نہیں اور تم کیا حفاظت کرو گے قَالَ لَہٗ خَیْرٌ حِفْظًا وَّ هُوَ
 اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۝ سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے
 زیادہ مہربان۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت بڑا حافظ اور نگہبان ہے اور میں اوس پر ہر
 اور توکل کرتا ہوں اور میں نے اپنے سب کام اوس کے سپرد کیے ہیں اور وہی بہت
 بڑا رحم کرنے والا ہے اور اپنے فضل و کرم سے اوسکی حفاظت کر لیا اور مجھے و فرزندوں

کے غم میں مبتلا نہ کر لیا۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر کامل بہرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی کہ میں تیرے دونوں فرزندوں کو تجھے ملاؤں گا۔ القصہ فرزند ان یعقوب علیہ السلام جب اپنے والد حضرت یعقوب سے اس قدر حالات اور حاجات بیان کر چکے تو اپنے اونٹوں کے بار کھولنے آئے وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضْعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ وَرَبُّ كَهْلِي أَوْنَھُنَّ نے اپنی چیز نسبت پائی اپنی پونجی کہ بہرائی اونکی طرف یعنی حب اونٹوں نے اپنے اونٹوں کے بار کھولے اور سب اسباب دیکھا تو ایک شیلے میں وہ پونجی بھی نظر پڑی جو بادشاہ کو دیکے او سکے بدلے میں غلہ لائے تھے اسے دیکھ کے متحیر ہوئے قَالُوا يَا بَانَا مَا نَجْعِي هَذِهِ بَضْعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرًا أَهْلُنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزِدَاكَ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ بولے اے باپ دے جو ہم مانگتے ہیں یہ پونجی ہماری پیردی ہے ہکو اور رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خبر داری کہ میں اپنے بھائی کی اور زیادہ لیون بہرتی ایک اونٹ کی۔ یعنی کہنے لگے اے والد ماجد اب جو ہم جاتے ہیں وہ ہمیں دیجیے ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ کیجیے اس سے زیادہ احسان کرنے والا ہمیں کون ملیگا دیکھیے بادشاہ نے ہکو غلہ بھی دیا اور ہماری پونجی بھی پیردی اب ہمارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہم دوبارہ بادشاہ کے پاس جائیں اور اپنے لوگوں کے لیے کھانا لائیں اور اپنے بھائی کو کمال حفاظت سے لے جائیں تاکہ ایک اونٹ بہر اور زیادہ غلہ لائیں ذٰلِكَ كَيْلٌ لِّسَيِّدٍ ۖ یہ بہرتی آسان ہے۔ یعنی بادشاہ کے نزدیک ایک اونٹ غلہ زیادہ دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے کیونکہ وہ بادشاہ بڑا سیر چشم ہے اور یہ پانہ تھوڑا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اسمیں کوئی بات ضرور ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ پونجی پیردی ہے بلکہ اس بات میں تمہارا امتحان ہے۔ تم کو لازم ہے کہ وہاں جاؤ تو فوراً یہ مال واپس دو۔ فرزندوں نے عرض کی

جائی کو ساتھ کبھی تو ہم جائیں قال لَنْ اَرْسِلَكَ مَعَكُمْ حَتَّى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا
 مِّنَ اللّٰهِ كَتَبْنَا ثَلٰثِيْ بَرٍّ اِلَّا اَنْ يُّخَاطَبُ يَكُوْنُ۔ کہا ہرگز نہ بھیجوں گا اور سکو ساتھ تمہارے
 بیان تک کہ دو جھکو عہد خدا کا کہ البتہ پونچھ دو گے اور سے میرے پاس۔ مگر یہ کہ گھر سے
 جاؤ تم سارے۔ یعنی جناب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بنیامین کو ہرگز ہرگز تمہارے
 ساتھ نہ بھیجوں گا کیونکہ مجھے تمہارا اعتبار نہیں رہا۔ مگر اس طور سے کہ تم مجھے ساتھ ذکر خدا کے
 اس بات کا عہد کرو کہ تم اور سے نہایت حفاظت سے میرے پاس لے آؤ گے اور ایک
 روایت میں ہے کہ مراد ذکر خدا سے قسم ہے یعنی تم خدا کی قسم کھا کے عہد کرو کہ ہم بنیامین
 کو نہایت حفاظت سے مصرتک لپھائیں گے اور اسی طرح آپ تک پونچھ دین گے
 تو مجھے تمہارے کہنے کا یقین آئے اور بنیامین کو تمہارے ساتھ کروں۔ بیان اوس صرت
 میں مجبوری ہے کہ تم سب کسی بلامین گھر جاؤ یا کوئی سخت مصیبت تم سب کو پیش آئے کیونکہ
 اس حال میں تمہارا قصور نہیں۔ اور سب نے قسم کھائی اور عہد کیا کہ جب ہماری جان
 سلامت ہے انشاء اللہ تعالیٰ بنیامین کا دل کے خیال رکھیں گے اور اور سے مطلق
 تکلیف نہ ملے پائگی۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کچھ کہہ منے بیان کیا ہے یہی
 عہد مجھے کھدو۔ پھر ان سب نے اپنے بیان کے موافق اقرار نامہ لکھا اور دستخط کیے
 یٰہود اٰضامن ہوا فَلَکُمْ اَتُوْہُ مَوْثِقُہُمْ قَالَ اللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ
 پھر جب دیا اور سکو عہد سب نے بولا ذمہ اللہ کا ہے جو یاقین ہم کہتے ہیں۔ یعنی جب ان
 سب نے آپ کے سامنے اقرار نامہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ میں نے کہا اور تم نے کیا
 اسے اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور وہی بہت بڑا کفیل اور نگبان ہے۔ آپ نے موافق حکم
 شرع کے اسباب ظاہری پختہ کر لیے اور اللہ پر بہرہ و سا کیا۔ اور بنیامین کو ان کے ساتھ
 کر دیا۔ جب وہ سب چلنے کو لپھار ہوئے تو آپ نے نصیحت کی وَقَالَ یٰۤاَبْنٰی لَا تَدْخُلُوْ
 مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقٍہٗؕ اور کہا اے بیٹو

نہ داخل ہونا ایک دروازے سے اور بیٹھو کئی دروازوں سے جدا جدا۔ حضرت یعقوب نے فرمایا کہ شہر مصر میں جاؤ گے تو ایک دروازے سے بنانا بلکہ متفرق دروازوں سے شہر میں داخل ہونا تاکہ نظر نہ لگے اور یہ اس واسطے فرمایا کہ یہ سب خوبصورت قومی ہیکل شہر زور تھے مباد لوگ ان سب کو دیکھیں اور خوبصورتوں جو انوں کا مجمع دیکھ کے کسی کی نظر نہ لگجائے یا یہ لوگ بادشاہ کے مقرب ہو گئے ہین اور بادشاہ نے انکی بہت تواضع کی ہر ایسا نہ کہ ان سب کو پہچان کے کوئی دشمن دی کا ارادہ کرے۔ لکھا ہے کہ اس شہر کے پانچ دروازے تھے۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے بمقتضای محبت پدری پہلے انکو یہ نصیحت کی بعد اسکے اپنا عجز درگاہ پر درو گار میں ظاہر کیا اور فرمایا وَمَا أُغْنِي عَنكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَحْكَمُوا إِلَّا لِلَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ اور میں نہیں بچا سکتا نکو اللہ کی کسی چیز سے حکم کیا نہیں سوا اللہ کے اوس پر مجھ کو بہر و سا ہے اور اوس پر بہر و سا چاہیے بہر و سا کرنے والوں کو یعنی جناب یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ میری نصیحت اور محبت تمہارے حق میں اللہ کی کسی چیز سے نکل نہیں بچا سکتی بلکہ نفع اور ضرر سب اوسکے ہاتھ ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور جو چاہیگا وہ کریگا اور سب حکم اوس کے لیے ہوگا کہ وہ احکم الحاکمین ہے سوائے اوسکے کسی کو حکومت نہیں۔ اور میں اوس پر بہر و سا کرتا ہوں وہی نکل و حفاظت سے رکھیں گے اور سلامتی سے پونچھیں گے اور پھر میرے پاس لائیگا۔ اور اوس پر سب توکل کرنے والے بہر و سا کرتے ہین۔ پھر آپ کے صاحبزادوں نے عرض کی کہ ایک خط بادشاہ مصر کے نام لکھ دیجیے اپنے اوتکے کہنے سے شاہ مصر کے نام ایک نامہ لکھ دیا اور ایک دستار موردی جو حضرت ابراہیم سے پونچھی تھی بطریق تحفے کے یثودا اور بنیامین کے ہاتھ روانہ کی اور جب وہ سب چلے تو آپ اوتکے پونچھنے کو شجرۃ الوفاء تک تشریف لے گئے اور وقت آپ کو حضرت یوسف کا جانا اور اپنا شجرہ کو ترک اوتکے ہمراہ آنا یاد آ گیا نہایت بے قرار ہو کے روئے اور انکو

تو کل بخدا رخصت کیا۔ وَاَلَمْ نَدْخُلُوْهُمِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ اَوْ رَحِبْ دَاخِلُہُوْ
 جبر سے کہتا تھا اونکے باپ نے۔ یعنی جب یہ سب اپنے باپ سے رخصت ہو کے میسر
 ہو کر تے ہوئے مصر میں پہنچے اور حسب وصیت اپنے والد بزرگوار کے علیحدہ علیحدہ دروازوں
 سے داخل ہوئے تو مصر کے پانچ دروازے تھے ہر دروازے سے دو دروازے کی شہر
 میں گئے۔ اور بنیامین بوجہ ناواقفی کے شامی دروازے پر کھڑے تھے دسین سوچتے
 تھے کہ میں کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں کیونکہ وہاں کی زبان آپ نہ جانتے
 تھے اور نہ مصر کے باشندے آپ کا کلام سمجھتے تھے اس باعث سے حیران و پریشان اپنے
 اونٹ پر سوار ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ کی یہ کیفیت حضرت
 یوسف علیہ السلام سے بیان کی اور کہا کہ بنیامین شہر کے دروازے پر کھڑے ہر ایک سے
 بھائیوں کا پتا پوچھتے ہیں مگر کوئی اونکی بات نہیں سمجھتا کہ جواب دے اب تم کو مناسب ہے
 کہ لباس شاہانہ اوتارو اور دوسرا لباس بدل کے بسواری شہر اسکے پاس جاؤ اور
 اپنے ساتھ لاکے بھائیوں سے ملا دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سنکے رونے
 لگے اور لباس شاہانہ اتار غریبانہ پوشاک بدل اونٹ پر سوار ہو دوسرے دروازے
 سے اونکے پاس پہنچے تاکہ وہ سمجھیں کہ یہ شخص بھی کہیں اور سے آیا ہے اور شہر میں
 جاتا ہے۔ جب بنیامین کے قریب پہنچے تو انہیں نہایت پریشان پایا اور اپنے اپنے
 بھائی کو سلام کیا چونکہ جناب یوسف علیہ السلام نقاب پوش تھے بنیامین نے آپ کو نہ پہچانا
 اور سلام کا جواب دیکے خاموش ہو رہے تب حضرت یوسف علیہ السلام نے زبان عبری
 میں اون سے پوچھا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کیا ارادہ ہے۔ بنیامین نے کہا میں ملک
 شام سے آیا ہوں اور چونکہ میری زبان کوئی نہیں سمجھتا اسوجہ سے پریشان ہوں کہ کس سے
 حال دریافت کروں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے ملک میں بہت
 رہا ہوں اور عبری زبان خوب جانتا ہوں۔ اب تم یہ کہو کہ بے سبب تمہارا آنا کیونکر ہوا۔

بنیامین نے ایک آہ سرد بہر کے کہا کہ ہمارا گرتا ہوا گویا اور ہم سب پریشان ہو گئے۔ اور یہ
 تباہی ہم پر اور موت سے ہے جیسے ہمارا بڑا بھائی یوسف گم ہو گیا ہے۔ آپنے پوچھا اب کیا
 حال ہے کہا سب رنج و غم سے پامال ہیں یہ کہ کے بنیامین نے بھائی کے گم ہونے اور
 اپنی مصیبت پر اسقدر افسوس کیا کہ جناب یوسف علیہ السلام رونے لگے۔ اور ایک بازو
 گرا کر انہما جبین یا قوت کے گنگنے جڑے ہوئے تھے بنیامین کو دیا۔ اونہوں نے آپسے
 لے کے پوچھا کہ اسے مین کیا کر دن۔ آپ اونکی ناواقفی سے ہنسنے اور فرمایا کہ اسے
 تم اپنے بازو پر باندھ لو اور کسی سے کہنا نہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا
 کہ اب تم کیا چاہتے ہو کہا مجھے میرے بھائیوں سے ملا دیجیے آپنے فرمایا اچھا میرے ساتھ
 چلو اور دونوں وہاں سے روانہ ہو کے مصر کے دروازے میں داخل ہوئے۔ جب
 حضرت یوسف علیہ السلام اپنے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ سب بھائی موجود ہیں بنیامین
 سے کہا کہ لو دیکھو تمہارے سب بھائی موجود ہیں انکے پاس جاؤ۔ یہ فرما کے آپ دوسرے
 راتے سے گھر میں داخل ہوئے۔ جب بنیامین بھائیوں کے پاس پہنچے تو ان سب
 نے انکو خوش و خرم دیکھ کے سبب پوچھا انہوں نے سب حال اپنا بیان کیا اور وہ
 بازو بند دکھایا اسے دیکھ کے سب خوش ہوئے لکھا ہے کہ وہ ایک بازو بند بچپن ہزار
 دینار کی قیمت کا تھا بنیامین نے جب دیکھا کہ اوپر سبکی نظر ہے تو اسے توڑ کے اس کے
 یا قوت بھائیوں کو بانٹ دیے اور کچھ آپ لے لیے غرض کہ وہ سب اپنے باپ کی وصیت
 کے موافق مصر میں داخل ہوئے اور اللہ نے انہیں خیر و خوبی سے پہنچایا چنانچہ اس
 آیت سے ظاہر ہے مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً
 فِي نَفْسٍ يَعْقُوبَ قَضَاهَا وَإِنَّ لَهُ وَعِلْوًا لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَكِنَّ
 أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ کوئی نہیں بچا سکتا تھا اور اللہ کی کسی چیز سے مگر ایک
 خواہش تھی یعقوب کے جی میں سو کر چکا اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھانے سے لیکن بہت لوگ خبر

نہیں رکھتے۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام اس وصیت اور نصیحت سے اپنے صاحبزادوں کو قضا و قدر سے نہیں بچا سکتے تھے مگر شفقت پر ہی نے مجبور کیا اور آپ نے بمقتضای محبت صاحبزادوں کو نصیحت فرمائی اور شیک آپ علیہ یقین رکھتے تھے اور صاحب معرفت تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بفریہ وحی سکھایا تھا۔ لیکن اکثر آدمی آپ کے علم و یقین اور مراتب عالیہ سے واقفیت نہیں رکھتے۔ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ اَوْحٰی بَصَرًا وَاُولٰٓئِكَ لَا يَصْطَفُونَ الْكَوْنِ۔ یعنی جب سب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو آپ کے مکان کی شان و شوکت اور ساز و سامان فرش و فرش تصاویر وغیرہ دیکھ کے ان کے دلوں میں رعب غالب ہوا لکھا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے ایک مکان سونے کا بنوایا تھا نہایت وسیع اور بلند اور اوسکی دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں کہیں جناب یعقوب علیہ السلام کی تصویر تھی اور کہیں برادران یوسف علیہ السلام کی تصویریں اس طور سے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مارتے اور بگٹے سر بگٹے پاؤں کھینچے یسے جاتے ہیں۔ کہیں آپ کی تصویر تھی کہ جناب یوسف علیہ السلام یودا کے دامن میں چھپے اور شمعوں چھری لے کے آپ کے قتل کے لیے دوڑا۔ اور روئیل نے آپ کے پیسے کا پانی پھینک دیا اور روئیل نے آپ کے آگے ڈال دی۔ اور کہیں یہ تصویر تھی کہ بھائیوں نے آپ کے کپڑے اوتارے اور زور و ظلم سے گنویں میں ڈالا غرض جو جو ظلم کہ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کیے تھے وہ سب ان تصاویر سے ظاہر تھے۔ جناب یوسف علیہ السلام نے سب بھائیوں کو اسی مکان میں طلب کیا اور یہ سب جب پہلے دروازے پر پونچے تو دیکھا کہ اوس مکان میں دیباہ احمر کا فرش ہے اور دیواروں پر سواران جہاز کی ہینٹناک تصویریں منقش ہیں پر دوسرے دروازے پر پونچے اور وہاں کے ساز و سامان دیکھ کے حیرت زدہ ہو گئے اسبغ حسن جب ساتون دروازوں کا حال دیکھتے ہوئے مکان میں داخل ہوئے تو ان کے چہرے خوف و رعب سے متغیر ہو گئے تھے۔ جب مکان میں پونچے تو دیکھا کہ باؤں

لقاب پوش تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے مارے خوف کے ادھر ادھر نہ دیکھ سکے سر
 جھکایا اور نہایت ارب سے سلام کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اوسے دریافت کیا
 کہ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم کنان کے باشندے ہیں پہلے ہی آپ کی
 خدمت میں حاضر ہونے تھے اور آپ نے حکم دیا تھا کہ اپنے بہائی کو لے کے حاضر ہو پس
 اب ہم اپنے باپ سے بعد ازت وزارتی عہد و بیان کر کے حسب حکم بادشاہ اپنے بہائی
 بنیامین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اچھا اب حال معلوم ہوا اب تم بیٹھو
 یہ سب حسب حکم بادشاہ فرش کے کنارے بیٹھ گئے۔ اور عرض کی کہ پہلی دفعہ جب ہم
 حضور کا عطیہ غلام کے بیان سے روانہ ہوئے تھے تو وہ قیمت جو ہننے جلے کے عوض
 میں دی تھی سو سے ہمارے شلیتے میں چلی گئی اور ہکو مطلق خبر نہ ملئی جب ہم مکان کی
 گئے اور اوسے شلیتے میں پایا تو متحیر ہوئے اب اوسے ہم اپنے ہمراہ لائے ہیں وہ حاضر
 ہے بادشاہ نے فرمایا کہ وہ نکو معاف ہے جو چاہو سو کرو۔ پھر بادشاہ نے بنیامین سے
 فرمایا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے اپنا نام بتایا۔ جب یہ سب عرض و معروض کر چکے
 تو بادشاہ نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ پیٹھ خوان عمدہ کانون کے ملکہ کر کے لے آؤ
 فوراً خدام نے طعام لذیذ حاضر کیا اور انہوں نے باجائز بادشاہ کھانے کا ارادہ کیا
 میں روئیل نے جو نظر اٹھا کے دیکھا تو وہ سب تصاویر جو او کی ظلم و جور کی مظہر تھیں نظر
 پڑیں دیکھتے ہی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور کہتے کا عالم ہو گیا سب
 بہائیوں کو یہ بات ناگوار ہوئی اور کہنے لگے یہ کیا حال ہے تمہارا بے سبب رونا ہکو سخت
 وبال ہے روئیل نے کہا اسے ہائیو میرا رونا بے سبب نہیں فراتم ہی اس مکان کی
 دیوار پر نظر کرو دیکھو ہننے بننے جو کچھ کیا تمادہ سب بیان نظر آتا ہے اور اوسے دیکھنے سے رنج
 و غم تازہ ہوا جاتا ہے جب اون سب نے وہ تصویریں دیکھیں حیرت زدہ ہو کے رونے
 لگے اور زبان میں طاعت کلام نہ رہی کھانا پینا مرام ہوا رنگ فق حواس بائندہ دل پریشان

شدر و حیران کئے کے عالم میں بخود پہ کے رہ گئے حضرت یوسف علیہ السلام حلیمین میں
یہ حال دیکھ رہے تھے آپ نے خدام کو حکم دیا کہ اوسے دریافت کریں کہ نہ کھانے کا کیا باعث
ہے جب خدام شاہی نے دریافت کیا تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ یہ بات کھانے کے قابل
نہیں بادشاہ سے صرف اتنا عرض کر دو کہ اس مکان کی تصویر میں دیکھنے سے ہلکے کمال
صدمہ ہوا اور جب تک ہم بیان میں ہمارے کھانا نہ کھایا جائیگا۔ بادشاہ نے اس کی عرض
پذیر فرمائی اور دوسرے مقام پر اونکو بیٹھنے کا حکم دیا اور خوان کھانیکے اوس مقام سے
اوتھوا سنگولائے کھانا اونکے واسطے چٹا گیا اور ان سب کے حواس بجا ہوئے تو بادشاہ
نے فرمایا کہ دو دو بھائی جو ایک مان سے ہوں ایک ایک خوان پر بیٹھیں اور کھانا کھائیں
جب وہ دون بھائی دو دو مل کے ایک ایک خوان سے کھانے بیٹھے تو پانچ خوان
ان کے حصے میں آئے اور چھٹے خوان پر بنیامین تنہا رہ گئے اور اپنے بھائی یوسف کو بلا
کر کے زار زار روتے تھے اور افسوس کرتے تھے تب بادشاہ نے دریافت کیا کہ اسے
شخص تو کیوں روتا ہے اور کس کے غم میں جان کھوتا ہے بنیامین نے عرض کی کہ
اے بادشاہ آپ نے حکم دیا کہ دو دو بھائی جو ایک مان سے ہوں ایک ایک خوان پر
بیٹھیں اور یہ سب آپ کے حکم کے موافق مستعد ہو گئے مین اکیلا رہا اور مجھے اپنے بھائی
یوسف کا بڑا صدمہ ہوا کاش وہ اسوقت ہوتا تو میں بھی اوسکے ساتھ کھاتا یہ کہ کے غم
اس قدر روئے کہ مہوش ہو گئے بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام بنیامین کے
کلام پر درد کے سننے سے بہت غمگین ہوئے مگر ضبط کو کام فرمایا اور خدام کو حکم دیا کہ کھانا
چھڑکین اور نخلہ سنگھائیں جب بنیامین ہوش میں آئے تو بادشاہ نے فرمایا کہ اسے شخص
تو اس قدر غم نکر اور یہ بتا کہ تیرا بھائی ایک مان سے کوئی انہیں ہی ہے یا نہیں بنیامین نے
عرض کی کہ یہ سب میرے بھائی مین مگر دوسری مان سے اور میری مان سے جو میرا
دوسرا بھائی تھا اوسکا نام یوسف تھا اور اسی کے غم سے میرا یہ حال ہوا بادشاہ نے

فرمایا کہ پہرہ کمان ہے اور اسے کیا ہو انبیاءین نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں صرف اتنا جانتا ہوں کہ دسوں بھائی والد سے اجازت لے کے اوستہ جانب ہمارے گئے اور وہاں سے پہرے تو رو تپتے آئے کہ اوستے بیٹریا سے گیا اور اسکا کرتا لمبو ہوا ہوا لاک والد ماجد کو دکھایا جو اب تک میرے پاس موجود ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے اون دسوں بھائیوں سے پوچھا کہ یہ واقعہ تمہارے سامنے پیش آیا اون لوگوں نے عرض کی ہاں تب اپنے ارشاد فرمایا کہ تعجب کی بات ہے میں نے سنا ہے کہ ایک تم من ایسا قوی اور زورور ہے کہ شیر کو پکڑ کے پھاڑ ڈالتا ہے۔ عرض کی کہ وہ شمعون ہے۔ پہر اپنے فرمایا کہ ایک تم من ایسا جو کہ بڑے درخت کو جڑ سے اوکھاڑے پھینک دیتا ہے۔ کہنے لگے وہ رومیل خیر پہر اپنے کہا ایک ایسا ہے کہ اس کے نعرے سے عالمہ عورتوں کی محل ساقط ہو جاتے ہیں عرض کی وہ یودا ہے ارشاد ہوا کہ باوجود اس زور و قوت کے تمہارے سلنے یوسف کو بڑھا بیجائے اور حرم کچھ نہ کر سکو بڑے تعجب کی بات ہے۔ آپکا فرمان سنکے وہ سب سرنگون اور شرمندہ ہوئے کچھ جواب نہ دے سکے۔ پہر جناب یوسف علیہ السلام نے نبیا میں سے فرمایا کہ اب تم غم نہ کرو اگر تمہیں بھائی کی تناسی تو میں تمہارا بھائی ہوتا ہوں نبیا میں نے کہا

کہ جس سے مجھے سب بھلائی ملے

کہا شاہ کب تجھسا بھائی ملے

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تم مجھے یوسف کے بدلے اپنا بھائی سمجھو اور وہ چٹا خوان کمانے کا چلن کے اندر ننگوایا اور نبیا میں کو بلایا **اَوْیَ اِلَیْہِ اَخَاہُ** اپنے پاس بٹھایا اپنے بھائی کو اور کہا وہاں وہ دو دو بھائی کھا رہے ہیں یہاں ہم تم دو بھائی ملکے کھائیں خلاصہ یہ کہ جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی نبیا میں کو اس بہانے سے اپنے پاس بلالیا اور فرمایا کہ اب کھانا کھاؤ جب اپنے اپنا ہاتھ کمانے کے لیے بڑھایا اور آپ تھاب پوش تھے نبیا میں آپکا ہاتھ دیکھتے ہی پہر رونے لگے آپنے فرمایا کہ اب کیوں روتے ہو کہا اے بادشاہ آپکا ہاتھ بینہ ایسا ہے جیسا میرے بھائی یوسف کا

ہاتھ تھام لی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پہر گئی اب مجھے ضبط کی طاقت نہیں جناب یوسف
 محال شاہد کر کے بقرار ہو گئے اور باعث جوش و شہت نقاب چہرہ مبارک سے اویس
 دی اور بنیامین سے قال اِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْکِبْ عَلَیْہِمَا کَاوْنِیْ مَعْلُوْ
 کما بیشک بنیامین بھائی ہوں پس اب کچھ غم نہ کروں ہاتھوں کا جو بھائیوں نے ہمارے
 حق میں کر دیا ہے اب سے جدا کر کے طرح طرح کے صدمے دیے اور تکلیفیں پہنچائیں
 بنیامین بنیامین علیہ السلام کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی اس قدر خوش ہوئے کہ نوبت
 ہفتی پہنچی اور جوش و حواس بجا ہوئے تو کمال محبت سے حضرت یوسف علیہ السلام
 کے سینے سے ہٹ گئے اور اس قدر خوش ہوئے کہ اپنے سب بیچ و غم بھول گئے۔ فرط غمی
 سے پورے دو ماہ تھے اور حیرت سے بار بار فرماتے تھے **شعرا**

انچھوٹے چشم بیداریت یارب یا بے خواب	خوشن را در چنین راحت پس چندین عدا
اور خدا پرست نے دیکھا جو یہ بیداری کہ خواب	دل نے پائی آج راحت مٹ گیا سچ وعدا

پہر بنیامین نے جناب یوسف علیہ السلام کا دامن پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں آپ کے پاس سے
 نہ جاؤں گا۔ آپ نے ارشاد کیا کہ والد ماجد کو سخت صدمہ ہو گا۔ بنیامین نے بہت اصرار کیا تب
 فرمایا کہ ایک صورت سے ممکن ہے اگر تمہارے خلاف منوہ یہ ہے کہ چوری کی تمت
 ہو گا کہ اس جیل سے تین بھائیوں سے جدا کروں اور اپنے پاس رکھوں۔ بنیامین نے
 کہا مجھے سب منظور ہے مگر آپ کی جدائی گوارا نہیں۔ جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر
 اسکی فکر نہ کیاں گی۔ پہر اپنے والد ماجد کا حال بنیامین سے پوچھا اور انہوں نے گزارش کی

گیا روتے روتے ہوا لکھوئے نوا	ہیں مرنے سے نزدیک عینے سے دوا
ترے غم میں لکھوئے دریا ہے	ملاقات کھے اونہیں اشتیاق

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کا یہ حال سنے نہایت غمگین ہوئے اور اب ویدہ ہو کے
 فرماتے گئے کہ دانی اور نکاحی حال ہو گا اور مجھے بھی اونکی مفارقت کا ہر وقت ملال ہو رہا ہے

اپنی بہن کا حال پوچھا بنیامین نے کہا کہ اورنگار بیچ دو غم جو دسے بڑھا ہوا ہے آپ کے بیچ دو غم کے سوا کوئی کام نہیں۔ پہر آپ نے پوچھا کہ تمہاری بیوی ہے یا نہیں کہا ہے تو لیکن وہ کہیں میں کہیں۔ فرمایا کوئی اولاد بھی ہے عرض کی تین لڑکے ہیں۔ ارشاد ہوا اوس کے نام بیان کرہ گزادش کی ایک کا نام دم ہے یعنی خون دوسرے کا نام یوسف ہے تیسرے کا نام زب ہے یعنی سیڑھا۔ فرمایا یہ نام کیسے رکھے کہا جیسے یاد آئے ویسے رکھے اور اصل یہ ہے کہ جب میرے بیان کوئی لڑکا پیدا ہوا آپ کے نمونے سے جسے خوشی کے بدلے بیچ ہوا اور اسی خیال سے کہ ہر وقت میں آپ کے غم میں رہتا تا نام ہی ایسے رکھے جو ہر وقت آپ کو یاد دلاتے رہیں۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین سے سب حالات پوچھ کے اور کو بھائیوں کے پاس جانے کی اجازت دی اور فرمایا اگلا حال کسی سے نہ کہنا بنیامین بھائیوں کے پاس آئے۔ بھائی آپس میں یہ تذکرے کر رہے تھے کہ راحیل کا بیٹا بڑا خوش نصیب ہے دیکھیے پہلی ملاقات میں یہ قرب و اختصاں اوسے حاصل ہوا کہ بادشاہ کے بڑے بیٹا ہوا ہے اور بادشاہ اوس سے بہت خوش ہے یہ ہی اللہ کی قدرت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب بنیامین بھائیوں کے پاس جا کے بیٹھے اور سب کمانے پینے سے فراغت پا چکے تو بادشاہ نے اون سب کو قریب بلایا اور کنعان کے حالات دریافت کیے پہر پوچھا کہ یوسف کا غم تم سب میں کسے زیادہ ہے اونہوں نے جواب دیا کہ بنیامین کسب سے زیادہ غم ہے پہر فرمایا کہ تم سب جو غلہ لینے کو آئے ہو کچھ دام ہی لائے ہو عرض کی کہ ہم سب غلہ پریشان ہیں ہمارے پاس روپیہ کمان بادشاہ کا شہرہ فیض سنکے حاضر ہوئے ہیں آپ نے فرمایا اچھا بقدر غلہ تم اپنے اپنے اونٹوں پر بار کر سکو لیجاؤ اور غلاموں کو حکم دیا کہ کنائیوں کو بقدر غلہ مانگیں دید و پس غلامان شاہی پیانے بہر بہر کے دینے شروع کیے اور ان سب نے اپنے اپنے اونٹوں کے تیلے بہر لیے اور جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے ایک ملازم محرم راز کو حکم دیا کہ جب یہ سب سامان ملتا کر کے چلنے کا قصد کریں تو ہمارے پانی پینے کا

مکتور بنیامین کے اسباب میں رکھ دیا۔ لکھا ہے کہ وہ کٹورا سونے یا زبرجد کا تھا اور اوسین
 جو اسرات جڑے ہوئے تھے اور بنیال عزت و نقاست طعام کے اوسے پیانہ قرار دیا تھا
 فَلَمَّا جَعَلَهُمْ مِجْمَارَ هُوَ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ بِرَبِّ يَدَا
 کر دیا گیا اوسکے لیے اور نکلا سامان تو رکھ دیا پالہ سونے کا راہدار شاہی نے اوسکے بھائی کے
 شیشے میں بیٹھے بنیامین کے اسباب میں۔ پھر سمعون کے بوجھ اچھی طرح کسکے اونٹوں پر بار
 کر کے اونٹین جانے کی اجازت دی۔ جب شہر کے باہر پونچھے اور کنعان کے راستے پر
 مڑے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ایک مصاحب کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ چند
 سوار لے کے جلد روانہ ہو اور یہ قافلہ جو کنعان کو جاتا ہے اسے میرے پاس لے آؤ
 کیونکہ یہ لوگ ہمارے پانی پینے کا برتن لے گئے ہیں۔ پس وہ لوگ اوسکے عقب میں گئے
 ثُمَّ آذَنَ مُوْسَىٰ أَيْتَهُمَا الْعِثْرَ لَئِنْ لَمْ يَنْبَهِهُمَا بِكَلِمَتِي أَوْ يَخْلُوا
 نے کہ اسے قافلے والو بیشک تم چور ہو۔ یہ اس خیال سے کہا کہ اونٹوں نے جناب یوسف
 علیہ السلام کو باپ سے چُرا کے بیچڑا لیا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ حسب ارشاد جناب
 یوسف علیہ السلام کے یہ کلام کہا جب اون قافلے والوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام
 کے صاحبزادوں نے اوس پکارنے والے کی آواز سنی تو قَالُوا وَآفَقُوا عَلَيْهِمْ
 مَاذَا اتَّعَقَدُونَ ۚ تو بولے یعنی جواب دیا اور اوس راستے پتھر کے ان لوگوں
 کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے تمہاری کیا چیز جاتی رہی جسے ڈھونڈتے پھرتے ہو۔
 قَالُوا نَفْقَهُ صَوَاعِدَ الْمَلِكِ ۚ لَمَّا لَمْ يَنْبَهِهُمَا بِكَلِمَتِي أَوْ يَخْلُوا عَلَيْهِمْ
 کے پانی پینے کا پیالہ ڈھونڈتے ہیں جسے پیانہ بنایا تھا اور اوس سے بہرہ رکھنے
 لگے غلہ دیا تھا اب وہ ہمیں نہیں ملتا اور پھر کہنے لگے وَلَمِنْ جَاءَ بِهٖ خَلْعٌ بَعْثُورٌ
 آنا بہرہ دے گی اور جو کوئی اوسے لائے یعنی پیانے کو اوسکے لیے ایک اونٹ
 کے بوجھ کا غلہ انعام ہے اور ہم اس بات کے خاص ہیں اوسے ضرور لوٹیں گے۔

قَالُوا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنَفْسِهِ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا
 مُسْرِقِينَ ۝ کہنے لگے قسم اللہ کی تمکو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں
 اور نہ ہم کبھی چور تھے یعنی اُن لوگوں نے خدا کی قسم کھا کے بیان کیا کہ تم لوگ بھی جانتے
 ہو کہ ہم فساد کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ امین ہیں اسی احتیاط سے بنے اپنے اونٹوں کے
 منہ باندھ دیے تھے کہ مبادا کسی کا کھیت بادرخت کھا جائیگا تو ہم گناہگار ہونگے اور اسی
 لحاظ سے وہ پونجی جو سو سے ہمارے شلیتوں میں چلی گئی تھی ہم پہیر لائے اور ہم ملک
 کنعان سے شہر مصر میں ہرگز اس واسطے نہیں آئے کہ لوگوں کے مال پر بجا تصرف کریں اور
 نہ ہم چور ہیں نہ ہمارا کام چوری ہے قَالُوا فَمَا جَزَاءُہٗ اِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ۝
 بولے پھر کیا سزا ہے اسکی اگر تم جھوٹے ہو۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے خادموں نے
 جواب دیا کہ تم اپنے تئیں بری الذمہ سمجھتے ہو اگر اسپر ہی ہمارا مال تمہارے بوجھوں میں سے
 نکلے اور تم جھوٹے ٹھہرو تو اس صورت میں کیا سزا ہے اس شخص کی جسکے پاس سے مال
 ہمارا ہو قَالُوا جَزَاءُہٗ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِہٖ فَہُوَ جَزَاءُہٗ ۝ کہنے لگے
 اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ میں پایا جائے وہی اس کے بدلے میں جائے یعنی حضرت یعقوب
 علیہ السلام کے صاحبزادوں نے کہا کہ جسکے شلیتے میں سے وہ مال لے اسکی سزا یہ ہے کہ
 ایک سال اسے ایک سال تک بطور غلاموں کے اپنے پاس رکھے اور جناب یعقوب علیہ
 السلام کی شریعت میں چور کی یہی سزا مقرر تھی۔ کَذٰلِکَ نَجْزِی الظَّالِمِ ۝ وہم ہی
 سزا دیتے ہیں گناہاروں کو یعنی چوروں کو۔ القصہ جب یہ سب گفتگو ہو چکی اور سزا ہی مقرر
 ہو گئی تو ملازمان جناب یوسف علیہ السلام نے اونٹنے کہا کہ اب تم بادشاہ کے پاس چلو
 اور وہاں چلکے جائزہ دو وہ سب بے خوف و بے ہراس اپنی بے قصوری کے زعم
 میں اُن لوگوں کے ہمراہ روانہ ہوئے اور مصر میں داخل ہو کے بادشاہ کی ڈیوڑھی پر
 شیر سے یہ حال دیکھ کے لوگوں کو حیرت ہوئی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ حسب فرمان شاہی

اور سب قافلے والوں کو ہم لوگوں نے در دولت پر حاضر کیا ہے۔ حکم ہوا کہ اونکی تلاشی لجا
فَبَايَأُكُفْرًا قَبْلَ وَاعَاءِ آخِيهِ پس شروع کیا یوسف نے اونکی خرچہوں کو دیکھنا
اپنے بھائی کی خرچی دیکھنے سے پہلے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے دوسرے بھائیوں
کے شلیتوں کا جائزہ لینا شروع کیا اور اپنے بھائی نبیامین کا جائزہ پہلے نہ لیا بخیرالتمت کے
یا اس لحاظ سے کہ بھائیوں کو کچھ شک نہ ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے حکم سے
آپ کے ملازمین نے تلاشی شروع کی اور سب سے پہلے شمعون کا اسباب دیکھا گیا مگر اس میں ادس
پائے لگانے نہ پایا۔ تب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جانے دو سکوان جو انوں
پر چوری کا مطلق شبہ نہیں۔ بھائیوں نے جواب دیا کہ اب جو کچھ ہونا ہو وہ ہو ہم بغیر تلاشی
دیے نہ جائیں گے اور آپ ضرور ہمارا سب اسباب دیکھ لیں کہ آپ کو بھی شبہ نہ رہے اور ہم بھی
سچے اور بے قصور ان سب کے نزدیک قرار پائیں اونکے کہنے سے پھر ہر ایک کا اسباب
دیکھا گیا یہاں تک کہ دسوں بھائیوں کے شلیتے دیکھ ڈالے اور پیالے کا سراغ نہ ملا تب ان
سب نے کہا جانے ہی دو ان دسوں کا جائزہ لے کے کیا حاصل ہوا جواب گیا یوں
کا بھی جائزہ لیا جائے اور حقیقت میں یہ سب جو ان اس قسم کے معلوم ہی نہیں ہوتے
تب ان سب بھائیوں نے کہا کہ ہم نہ مامین گے اب ضرور اس بھائی کا اسباب ہی دیکھو کیونکہ
تمہیں بے سبب مہین الزام دیا ہے اسوقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ارشاد کیا کہ اب
کچھ ضرورت نہیں کہو تم لوگوں پر صرف شبہ تھا اسباب وہ بھی نہیں رہا۔ اونہوں نے عرض
کی کہ اے بادشاہ اسکا اسباب ہی ضرور دیکھا جائے ورنہ اس بارے میں یہ اپنا فخر ہمیشہ
ظاہر کرتا رہے گا۔ اونکے اصرار سے بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا نبیامین کا اسباب ہی دیکھا جائے
خدام نے بموجب فرمان شاہی نبیامین کا اسباب ہی کھولا والا اور دیکھنے لگے **ثُمَّ اسْتَحْيَا**
مِنْ وَاعَاءِ آخِيهِ پھر نکال کٹورا اپنے بھائی کے شلیتے سے یعنی نبیامین کے
اسباب میں سے وہ کٹورا برآمد ہوا۔ اس حال کے دیکھنے سے سب بھائی نہایت غمگین اور

شرمندہ ہوئے اور اونکے زور شور سب جاتے رہے مذمت سے سر جھکالیا اور بنیامین سے کہنے لگے کہ اے بھائی تو نے کیا غضب کیا اب ہم سب منہ دکھانے کے قابل نہ رہے بادشاہ کی نظروں میں ذلیل و خوار ہوئے خلق اللہ کی نزدیک بے اعتبار ہوئے آبرو عزت سب خاک میں ملی اور نئی مصیبت گھلے پڑی۔ بنیامین نے کہا کہ مجھے اسکی مطلق خبر نہیں اور میں نہیں جانتا کہ یہ کٹورا میرے اسباب میں کمان سے آیا اور کیونکر آیا۔ بھائیوں نے کہا اگر تم نے نہیں رکھا تو پھر کون لایا اور تمہارے اسباب میں کیونکر آیا۔ اوسنے جواب دیا کہ اسکا حال نہ پوچھو بھلا تم ہی بتاؤ کہ تمہارے اسباب میں درہم کسے رکھے تھے اگر تم اسے جانتے ہو تو سمجھ لو کہ اوسی نے میرے اسباب میں کٹورا دہر دیا ورنہ مجھے بے وجہ طعنے دینے سے اور برا بھلا کہنے سے کیا فائدہ اور اگر وہ درہم کسی نے تمہارے اسباب میں نہیں رکھے اور تم نے چرائے تو میں نے بھی کٹورا چرایا اس صورت میں میں اور تم سب برابر ہیں پھر بیوجہ ملامت کرنے سے کیا حاصل۔ بنیامین کا یہ کلام سنے وہ سب خاموش ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس جیل سے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھنا چاہا۔ اور خداوند تعالیٰ فرمایا کہ **كَذَلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ ط** یون داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو اپنے اسی طرح سے سکھایا ہم نے یوسف کو العالم کے ذریعے سے کہ بھائی کو روکین اور اپنے پاس رکھیں یا یہ کہ ان سب بھائیوں کے مکرو و کید کی جزا اسطور سے حضرت یوسف کے ہاتھ سے دلوائی اور ارشاد ہوتا ہے **مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ط** ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو کیا ضرور تھا کہ وہ اپنے بھائی کو بادشاہ مصر کے طریقے کے موافق پکڑے کیونکہ شاہ مصر کے قانون میں چور کی یہ سزا مقرر تھی کہ اس سے علاوہ جو سرقہ کے اسکی دو گنی قیمت جو انے میں لیتے تھے اور کوڑے لگا کے شہر بدر کر دیتے تھے اور ایسی سزا دی سے یوسف علیہ السلام کا مطلب یعنی بنیامین

کا اپنے پاس رکھنا فوت ہوتا تھا پس اس سبب سے آپ نے اپنے بھائی کو اس قانون سے محفوظ رکھا اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوا۔ یعنی بنیامین کے بھائیوں کے منہ سے ان خود یہ بات نکلی کہ ہمارے بیان چور کو ایک سال کے لیے غلام بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے مقصد کے موافق تھا بادشاہ کا حکم کر دیا یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے کہنے کے موافق بنیامین کو ایک سال کے لیے رکھا اور بموجب قانون مصر سزا دی اب آگے اللہ تعالیٰ اپنا فضل و رحمت ظاہر فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے کہ **نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ عَلِيمٌ** ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے لیے چاہیں اور ہر خبر جاننے والے سے اوپر ہے ایک خبردار۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بڑے بڑے درجے مرحمت فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے علم و حکمت عطا کرتا ہے جیسا او سنے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کہ آپ کو درجہ شاہی کو پہنچایا اور سب بھائیوں سے بلند رتبہ دیا اور علم و حکمت اور وحی عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا علم سب سے بڑا ہے وہ ہر شے کی خبر رکھتا ہے اور ادا لے سوا کوئی بڑا علم والا نہیں اور کا علم تمام مخلوقات کے علم سے نہایت وسیع اور برتر ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب وہ کٹوا بنیامین کے شیلے سے نکلا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کہ اسے کنعان کے باشندویہ تم سے کیا بیجا حرکت کی تم تو کہتے تھے کہ ہم پیغمبر زادے ہیں۔ آپ کا فرمان سنکے وہ سب نادام ہوئے اور بنیامین سے نہایت غصے ہو گئے کہنے لگے کہ اے راحیل کے بیٹے تو نے پردیس میں ہی ہمیں رو سیاہ کرایا اور نہ دکھانے کے قابل نہ رکھا بلکہ یہ تو کہہ کر تو نے کیونکر سب سے چھپا کے کٹورالے لیا اور ہم سے بھی نہ دیکھا اور جناب یوسف علیہ السلام کو جواب دیا کہ اس راحیل کے بیٹے نے ہلکھٹ عذاب میں مبتلا کیا۔ بنیامین کو اس بات کا کچھ غم نہ تھا کیونکہ وہ اس رمز سے واقف تھے مگر بھائیوں کا کلام سخت اور غصہ دیکھ کے کہنے لگے کہ راحیل کے بیٹے نے ہرگز ہرگز ہلکھٹ

بلاد مصیبت میں نہیں ڈالا بلکہ تم سب راحیل کے بیٹوں کو بلا میں پھنساتے رہے پہلے
 میرے بھائی یوسف کو حیلے بنانے سے بچا کے جنگل میں چھوڑ آئے اب مجھے چور بناتے ہو
 بنیامین کی اس بات سے وہ سب غصے ہوئے اور بادشاہ سے کہنے لگے قَالُوا اِنْ
 يَسْكُوفُ فَكَذَّابٌ اَوْ اَسْخَرْنَا مِنْ قَبْلُ هَٰٓئِهِ يَمْنُ كَٰفُورٌ کہنے لگے کہ اگر بنیامین نے چوری
 کی تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ اسکے بھائی نے بھی اس سے پہلے چوری کی تھی یہ
 اشارہ اونہوں نے جناب یوسف علیہ السلام کی طرف کیا اور اس بار سے میں کئی روایتیں
 ہیں کثافت میں لکھا ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام کی خالہ کے گھر میں مرغیان پٹی ہوئی
 تھیں اور آپ خالہ کے گھر میں موجود تھے اتفاق سے ایک سائل آیا اور اسنے سوال کیا
 جناب یوسف علیہ السلام نے ایک مرغی پکڑ کے سائل کو دیدی۔ بھائیوں نے آپ پر چوری
 کی تحت لگائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی خالہ کے بیان ایک بت تادہ او سے
 اپنے سامنے رکھ کے پرستش کرتی تھیں اور اونہیں ضعف بھرتا اتفاق سے آپنے اکیلے
 اونہیں پرستش کرتے دیکھا تو اس بت کو توڑتا رکھے اوہراوہر پھینک دیا۔ جب وہ پرستش
 سے فارغ ہوئیں اور اس بت کو ٹوٹا تو نہ پایا پس دشمنوں نے آپ پر چوری کی تحت
 لگائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب راحیل نے انتقال کیا تو حضرت یوسف کو اونکے
 والد نے اپنی بہن کے سپرد کیا اونہوں نے آپ کی پرورش کی یہاں تک کہ آپ پانچ برس کے
 ہوئے اور موقت جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنی بہن سے حضرت یوسف علیہ السلام
 کو طلب کیا اور فرمایا کہ اب یہ خدا کے فضل سے اس قابل ہوا کہ اسے لکھنے پڑھنے کی تعلیم
 دیجائے پس مناسب ہے کہ ہمارے پاس بھیج دو اونہوں نے کہا مجھے یوسف سے
 اس قدر محبت ہے کہ ایک دم کی جدائی گوارا نہیں ابھی میں نہ بھیجوں گی جناب یعقوب علیہ
 السلام نے اولنکا کنا نہ مانا اور تاکید کی کہ اس طرح بیکار و قات ضایع کرنا اچھا نہیں تم اسے
 بھیج دو کہ اسکی تعلیم کا بندوبست کیا جائے جب اونہوں نے دیکھا کہ حضرت یعقوب

علیہ السلام کسی طور سے نہ مانیں گے اور مجھے حضرت یوسف کی مفارقت کی برداشت نہ ہوگی
تورات کو وہ مکر بند جو حضرت اسحاق کے ترکے میں ملا تھا حضرت یوسف کے کمر بند میں باندھ
دیا صبح کو جناب یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت یوسف کے لینے کے قصد سے
حب اپنی بہن کے پاس گئے تو اونکو پریشان پایا سبب دریافت کیا کہا میرا کمر بند گم ہو گیا
تو میں نے سب گھر والوں کی تلاشی لی آخر یوسف کی کمر سے ملا۔ آپ خاموش ہو رہے
اور چلتے وقت اونسے کہا کہ حب تک تھرا جا بی جا ہے یوسف کو اپنے پاس رکھو کیونکہ اوسوقت
کی شریعت میں یہی حکم تھا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب اونکے بیانات سن کچے
فَاَسْرَوْهَا يُوسُفَ فِي نَفْسِهِ وَكَوَيْبُهُ هَا لَهَا قَوْلُهَا اَنْتَ مُسْتَشْرِكٌ
مَعَنَا نَاءَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۝ تب آہستہ سے کہا حضرت یوسف نے اپنے
دل میں اور اونکو نہ بتایا کہ تم اور ہر ہو درجے میں یعنی حضرت یوسف نے اس قصہ پر کچھ
خیال نہ کیا اور مقبضائے مصلحت خاموش ہو رہے اور بھائیوں پر یہ بات ظاہر نہ کی بلکہ اپنے
دل میں یوں خیال کرنے لگے کہ تم کب جھے ہو تم نے تو وہ چوری کی کہ مجھے باپ سے چُرایا
کنوین میں ڈالا اور پہر پوشیدہ بیچ لیا اور اس پر یہ مکر کیا کہ کراٹھو میں رنگ کے لائے اور پاؤں
سے کہا کہ اوسے بھیڑیالے گیا بیشک تم سب سے بدتر ہو درجے اور مرتبے میں اور پر فرمایا
کہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ تم باتیں بناتے ہو۔ پھر اپنے اپنے خدام کو حکم دیا کہ بنیامین کو لپکا
جب آپکے ملازمین نے بنیامین کو بھائیوں سے جدا کیا تو وہ سب بگڑے اور نہایت غصے
ہوئے خصوصاً یہودانے اس مقدمے میں آپسے سخت گفتگو کی اور اس قدر غصے میں بہرا کہ اونکو
شانوں کے بال کھڑے ہو گئے اور اونہیں سے خون ٹپکنے لگا تب حضرت یوسف علیہ السلام
نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سے جو اسل رہا تافرایا کہ اس شخص کی پشت پر ہاتھ پیر
آپکے صاحبزادے نے ایسا ہی کیا اور یہود کا غصہ فرو ہو گیا۔ کیونکہ خاندان جناب یعقوب
علیہ السلام میں یہ بات عجائبات سے تھی کہ اگر آپکی اولاد میں سے کسی کو غصہ آئے اور دوسرا

آپ کی اولاد سے اوسکی بیٹی پر ہاتھ رکھ دے تو اسکا غصہ فرو ہو جاتا تھا۔ پہر یہودانے وہی گفتگو شروع کی اور کہا اے بادشاہ ہمارے بہائی کو چھوڑ دے ورنہ ایک نعرہ ایسا کرینگے کہ تیرے شہر کی حاملہ عورتوں کے حل ساقط ہو جائیں گے اور اس سے پہر ویسا ہی غصہ آیا تب اپنے اپنے صاحبزادے سے کہا اور صاحبزادے نے اوسکی بیٹی پر ہاتھ پیر افروا غصہ جاتا رہا تب یہود کو حیرت ہوئی اور اسنے ہائیوں سے پوچھا کہ کیا تھے میری بیٹی پر ہاتھ پیر اتنا بھائیوں نے کہا نہیں تب یہودانے کہا کہ بیشک جناب یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے بیان کوئی ہے جسے میری بیٹی پر ہاتھ رکھا اور دو دفعہ میرا غصہ فرو ہو اور یہ بات ہرگز ممکن نہ تھی پھر سہ بارہ یہودانے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ ہمارے بہائی کو چھوڑ دے ورنہ اچھا ننگا اور نہایت غصے سے ارادہ کیا کہ تخت پر چڑھ جائے جناب یوسف علیہ السلام نقاب ڈالے ہوئے تخت سے اترے اور یہود کو کپڑے اوسکے ہاتھ سر پر لاکر زمین پر گرادیا اور کہنے لگے اے کنعانیو تمکو اپنے زور پر بڑا گنہگار ہے اور تم سمجھے ہو ہم پر کوئی غائب ہو گا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے سے زبردست بنایا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا زور و قوت دیکھ کے وہ پست ہو ا اور سب کے دلوں اور جوش جالتے رہے جب دیکھا کہ اب کوئی زور نہیں چلتا تو عاجزی اور نرمی سے پیش آئے اور

قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّكَ أَبَاسِيحًا كِيدٌ فَخَذْنَاكَ مَكَانَ نَرٍ اِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

کہنے لگے اے عزیز اسکا باپ بہت بوڑھا ہے بڑی عمر کا ہو تو اسکے بدلے میں ہم میں سے ایک کو رکھ لے یعنی حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہا کہ اے عزیز اسکا باپ بہت بوڑھا ہے اور بڑے رتبے والا ہے بعد ہلاک ہونے یوسف کے او سے بنیامین سے نہایت انس اور محبت ہے پس تو بنیامین کے بدلے ہم لوگوں میں سے جسے چاہے غلام بنالے مگر بنیامین کو چھوڑ دے کیونکہ اوسکے بچانے سے ہمارے باپ کو بڑا صدمہ ہو گا اور باپ سے عہد کر کے ہم اسے لائے تھے اور بکو بڑا احسان کرنے والا تھے

ہیں کہ اس سے پہلے ہی تو نے ہمارے ساتھ احسان کیے اور اب بنیامین کو چھوڑ دے
اپنا احسان ہم لوگوں پر تمام کر حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا۔
قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَنْ أَخْذَلَكَ اَلْاَمَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَكَ اِذَا
اِذَا الظَّالِمُونَ ۝ بولا اللہ پناہ دے اس سے کہ ہم کیوں پکڑیں مگر جسکے پاس پائی اپنی
چیز تو تو ہم بے انصاف ہوئے یعنی اپنے آپنے فرمایا کہ خدا کی پناہ ہم ہرگز ایسا کام نہیں کر سکتے
کہ بے قصور کسی کو گرفتار کریں مان جسکے پاس اپنا مال پائیں گے اسے گرفتار کریں گے
اور اگر کسی کو بے خطا بے قصور کسی کے بدلے میں پکڑیں تو اس وقت بیشک ہم ظلم کرنے
والے ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ اون سبھوں نے بنیامین کے چھڑانے میں کوئی بات اور ٹھا
نہ رکھی پہلے بادشاہ سے بزور مانگا اور لڑنے کو طیار ہوئے جب اس سے مطلب نہ نکلا تو رست
اور عاجزی سے پیش آئے اسپر ہی کام نہ چلا تو یوس ہوئے فَلَکُمَا اسْتَيْسُوا مَوَدَّةَ
خَلَصُوا اِنْجِيَا ط پر جب نا اُمید ہوئے اس سے اکیلے بیٹھے مصلحت کرنے کو یعنی
ایک ایسے مقام میں جان کوئی غیر نہ تھا بیٹھ کے صلح کرنے لگے کہ اب کیا تدبیر کرنا چاہیے
ہر ایک نے اپنی اپنی راے کے موافق بیان کیا قَالَ کَبُرَ بِهِمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنْ
اَبَاکُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْکُمْ مَّوَدَّةَ اَللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ
فِیْ یُوسُفَ ۚ بولا اونہیں کا بڑا کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد
لیا ہے اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے بارے میں۔ یعنی کہا اس نے جو اون سب
میں بڑا تھا یعنی یو دوانے یار وئیل نے کہ اسے بھائیوں کی تھکو معلوم نہیں کہ ہم سب باپ سے
کیسے کیسے عہد و پیمان کر کے بنیامین کو لائے تھے کہ اسے حفاظت سے لیجا میں گے
اور راحت و آرام سے آپ تک پہنچا دیں گے خدا نے چاہا تو اس کا بال بیکانہ نے پا لگا
اور خداوند تعالیٰ کا عہد دیا تھا اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی تھی اور اس
سے پہلے یوسف کے حق میں کیا کچھ تقصیر نہ کر چکے ہو اور اب یہ مشکل پیش آئی ہے

فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِيَ ابْنِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي ۚ وَهَٰذَا
 خَيْرٌ لِّمَنْ يَحْكُمُ ۖ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ سوین نہ سرکون گا اس ملک سے جب تک کہ حکم دے مجھ کو میرا باپ
 یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ یعنی یہود
 یار دیل نے کہا کہ میں اس شہر سے باہر ہرگز ہرگز قدم نہ رکھوں گا مگر اس صورت میں کہ یا تو
 والد مجھے آنے کی اجازت دین یا یہ کہ خدا سے تعالے میرے باپ کو بذریعہ وحی میرے
 بیان سے جانے کا حکم دے یا کسی صورت سے بنیامین رہائی پائے۔ اور اللہ تعالے
 بہت اچھا حاکم ہے بے رور رعایت حکم کرتا ہے۔ اِرْجِعُوا إِلَىٰ آبَائِكُمْ فَتَقُولُوا
 يَا أَبَانَا إِنَّ ابْنَنَا سَوَّىٰ ۚ پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ تیرے
 بیٹے نے چوری کی۔ یعنی یہود نے کہا کہ میں تو اس شہر سے باہر قدم نہ رکھوں گا مگر سب
 بھائی ملے اپنے باپ کے پاس جاؤ اور کہو اے ہمارے باپ آپ کے بیٹے بنیامین نے
 چوری کی وَمَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْنَاوَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حَفِظِينَ ۝ اور ہم نے
 وہی کہا تھا جو ہم کو خبر تھی اور ہم کو خبر غیب کی یاد نہ تھی۔ یعنی ہم نے گواہی نہیں دی مگر وہ جو ہم
 معلوم ہو کہ بادشاہ کا پیالہ ہمارے سامنے بنیامین کے شکلیتے سے نکلا باقی غیب کا حال
 اللہ تعالے کو معلوم ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ پیالہ بنیامین نے چرایا۔ یا سو سے اس کے
 شکلیتے میں آگیا۔ پاکستانی نے جان بوجھ کے اس کے اسباب میں رکھ دیا۔ اور اگر آپ کو ہمارے
 کہنے کا یقین نہیں ہے تو اَسْأَلُ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي
 أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَدِّقُونَ ۝ اور پوچھ لے اس بستی سے جہیں ہم تھے
 اور اس قافلے سے جہیں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں۔ یعنی آپ شہر مصر میں
 اپنا آدمی بھیج کے دریافت کر دیجیے یا اون قافلے والوں سے پوچھیے جس کے ساتھ ہم مصر سے
 یہاں تک آئے ہیں اور وہ آپ کے پڑوس میں رہتے ہیں۔ اور ہم سب اس بات میں بہت
 سچے ہیں ہرگز ہرگز آپ سے جھوٹ نہیں کہتے۔ الغرض یہود کی اصلاح سب نے پسند کی اور

ایک قافلے کے ہمراہ جو مصر سے کنعان کو جاتا تھا وہ سب روانہ ہوئے اور کنعان میں پہنچے اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہودانے جو کچھ کھاتا سب بیان کیا جاتا۔ یعقوب علیہ السلام کو اس حال کے سننے سے کمال پہنچ ہوا اور آپ نہایت مبہر ہوئے

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْ لَا بُولَاكُم بِنَائِي هِيَ تَمَارِے

جی نے ایک بات۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کے بیان کو جھوٹ جانا اور فرمایا کہ کچھ نہیں بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہارے واسطے ایک بات بنائی ہے اور آپس میں مشورہ کر کے یہ فقرہ مہینہ مہینہ سناتے آئے ہو۔ ورنہ بادشاہ مصر کو کیا معلوم ہے کہ چور کو کیا سال تک غلام بنائے رکھے مگر فَصَبُّوْهُ جَحِيْلٌ عَسَىٰ اَللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَكُمْ بِهٖۤ اَمْۢ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ اب صبری بہتر ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ نے آئے میرے پاس دن سب کو وہی ہے خبردار حکمتوں والا یعنی جناب یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اب سوائے صبر و شکر کے مجھے کچھ کام نہیں اور مجھے اپنے اللہ پر بہروسا ہے اور اپنے خیال کیا کہ اب میری مصیبت انتہا کو پہنچی اور رنج و مصیبت کے بعد اکثر راحت ہو کر آتی ہے پس فرمایا قریب ہے کہ میرا پروردگار اون سب کو یعنی جناب یوسف علیہ السلام اور نبیا میں اور ان کے اون بانیوں کو جو مصر میں ہیں جلد تر میرے پاس پہنچائے شاید اللہ تعالیٰ میرے رنج و غم اور مصیبت کو خوب جانتا ہے اور وہ بہت بڑا حکمت والا ہے اور کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا اَسْفَٰكُمُ اَیُّوْسُفَ اور اٹھاپراؤ کے پاس سے اور کہا اے افسوس یوسف پر یعنی جناب یعقوب علیہ السلام نے کمال ملال کے باعث اپنے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا ہاے افسوس فراق یوسف پر پہر آپ بیت الاحزان میں داخل ہوئے صاحب کشف لکھتے ہیں کہ جناب رسول مقبول احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ جناب یعقوب علیہ السلام کو فراق یوسف علیہ السلام میں کس قدر رنج و غم تھا

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ تیراؤن کے برابر جتنے بیٹے مر گئے ہوں۔ پہر اپنے پوچھا کہ اونہیں ثواب کس قدر ملا کہ تلو شہیدون کے برابر۔ واقعی جناب یعقوب علیہ السلام کے برابر دنیا میں کوئی اس قدر آتش فراق سے سینہ بریان نہیں ہوا۔ لکھا ہے کہ جناب موصوف چالیس برس کامل آتش فراق یوسف علیہ السلام میں سینہ سوزاں رہے اور اس مدت میں آپ کے آنسو خشک نہیں ہوئے یعنی کثرت گریہ و بکا سے اس مدت میں کسی وقت آنسو نہیں ٹپے اور ایک روایت میں ہے کہ ابتدا سے فراق سے زمان وصال تک اسی برس گزرے مگر آپ کو ایک دم رونے سے فرصت نہ تھی۔ روایت ہے کہ جب آپ اپنے بیٹوں سے منہ پیر کے بیت الاحزان میں داخل ہوئے تو نہایت غلگین اور اوداس تھے کہ جبریل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور کہا کہ کچھ ضرورت ہو تو مجھے فرمائے آپ نے کہا کہ مجھے اللہ کے سوا کسی سے کوئی حاجت نہیں ہاں اگر پروردگار ملک الموت کو میرے پاس بھیج دے تو ادائے ایک بات دریافت کروں لکھا ہے کہ اوسی وقت ملک الموت بفرمان باری تعالیٰ آپ کی طلبی کے موافق آپ کے کپور اپنے اونہیں پروردگار کی قسم دیکھے پوچھا کہ تنہ یوسف کی جان تو نہیں لٹا لی اونہوں نے جواب دیا کہ میں نے اونکی روح نہیں قبض کی اور وہ دنیا میں بہت آرام سے ہیں اللہ تعالیٰ نے اونہیں ملک و مال جاہ و خشم مال و دولت سب کچھ دیا ہے اپنے فرمایا وہ کہاں ہے کیا یہ نہ پوچھیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اونہیں طلب کیجیے وہ آپ کو جلد ترانکے وصال سے کایا کر لیا اور اب وہ زمانہ بہت قریب ہے کہ آپ ادائے ملین۔ اس بات کے سننے سے کچھ تشفی ہوئی مگر شفقت پدری نے مجبور کیا اور بنیامین کے تازہ صدمے نے غم یوسف علیہ السلام کو دو گنا کر دیا نہایت بے قرار ہو کے روئے **وَ اَبْصَحْتَ عَيْنَا مَلَكِنَ اَنجُونِ وَ هُوَ كَظِيمٍ** اور سفید ہو گئیں آنکھیں اوسکی غم سے سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا۔ یعنی اسی بیخ و غم میں روتے روتے جناب یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں

سفید ہو گئیں بنائی جاتی رہی اور آپ کو اپنے صاحبزادوں پر سجدہ غصہ تھا لیکن ظاہر نہ فرماتے تھے بلکہ دل ہی دل میں ضبط کر کے رہ جاتے تھے۔ اور کظیم کے یہی معنی ہیں کہ غم و غصے کو ضبط کرے اور ثبات قدم رہے۔ جب آپ کے صاحبزادوں نے یا اسفا کا لغزہ آپ کی زبان پر کہا سنا اور آپ کو نہایت مضطرب کیا قالوا ان الله تفتون ان الله يوسف حتى تكون حوضا او تكون من الهالكين۔ کہنے لگے قسم اللہ کی تو نہ چھوڑے گا یا یوسف کی جب تک کہ گل جاوے یا ہو جائے مردہ۔ یعنی آپ کے صاحبزادوں کو اس حال کے دیکھنے سے رنج ہوا اور انہوں نے آپ سے کہا کہ اسے والد بزرگوار آپ کو یہ غم اور بے قراری کب تک رہیگی اس قدر عرصہ گزرا اور اب تک آپ کا وہی حال ہے بلکہ آپ کا غم دن و نوا رات چوگا ہوتا چلا جاتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اس رنج و غم کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں گے یہاں تک کہ آپ کو صحن شدید قریب بہ ہلاکت کر دے یا آپ ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں۔ آپ نے جواب دیا قال انما اשكو ابني و حزني الى الله۔ بولامین تو کہہ دیتا ہوں اپنا احوال اور غم اللہ ہی کے پاس۔ یعنی اپنے فوایا کہ اسے بیٹو میرے میں اپنے رنج و غم کی شکایت اپنے پروردگار سے کرتا ہوں کیونکہ اب مجھ میں ضبط و تحمل کی طاقت نہیں رہی اور سو اسے خدا سے تعالیٰ کے مجھے غیر سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں اسیلے کہ سوائی پاک پروردگار کے کیا کا مفد ورنہ میں کہ یکسوں کے کام بنائے اور بیچاروں کی مدد کرے۔ اور تم مجھے اس غم و بے قراری میں رہنے دو تمہیں اس سے کیا کام ہے اور نہ میں تم سے کچھ کہتا ہوں۔ اور حزن اور بے قراری اس غم کو کہتے ہیں جبکا جیسا نا اسکان بشری سے باہر ہو۔ پھر آپ نے یہ دعا کی

اے مرے مولے! بہت آوارہ ہوں
جلوہ دکھلا طالب نظر آ رہا ہوں

چارہ سازی کر مری چسپا رہوں
دیدہ غم دیدہ کو دیدار دے

لکھا ہے کہ جب جناب یعقوب علیہ السلام نے انما اشكو ابني و حزني الى الله کہا پروردگار نے وحی بھیجی کہ اے یعقوب! قسم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی کہ اگر یوسف اور بنیامین

مر بھی گئے ہوتے تو میں تیرے اس نالے کے سبب سے جو تو نے کیا اون دونوں کو
 زندہ کر کے تیرے پاس بھیج دیتا ہوں۔ اس سے بھی بہت سرور ہوئے اور اپنے بیٹوں
 سے کہا کہ **وَاَعْلَمُوْا مِنْ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** اور جانتا ہوں میں اللہ کی طرف
 سے جو تم نہیں جانتے یعنی اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی جو کچھ مجھے بتایا ہے وہ تم نہیں
 جانتے یعنی جناب یوسف علیہ السلام کا زندہ ہونا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا اون کے
 پاس پہنچنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک دن
 ہمسائے کے دونوں میں سے ایک شخص آیا اور اونے آپ کو مضموم پریشان دیکھ کے سبب
 دریافت کیا۔ آپ نے کہا کہ یوسف کے غم میں آنکھیں گھٹیں اور بنیامین کے صدرے نے
 کہ غم کو دی آپ یہ باتیں کر رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ پروردگار
 سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ کیونکہ تم ہمارا شکوہ غیروں سے کرتے ہو اور کوساٹے ہم سے
 نہیں کہتے کہ ہم تمہارے سب بیچ وغم دور کریں پس آپ نے کہا **اِنَّمَا اَشْكُوْا بَنِيَّ وَخُزْنِيَّ**
اِلَى اللّٰهِ اور نہایت نامم ہونے استغفار کی اور اوس دن سے آپ نے یہ بات اختیار کی کہ جو
 کوئی آپ کے بیچ وغم کا باعث ہو جتنا فرماتے **اِنَّمَا اَشْكُوْا بَنِيَّ وَخُزْنِيَّ اِلَى اللّٰهِ** پر اپنے
 بھائی اور اپنے ہمسائے کو گارے عرض کرنے لگے کہ اسے پروردگار مجھ پر مکر اور میرے
 دونوں عزیزوں کو تم سے ملاو سے حکم ہوا کہ اسے یعقوب اب اس قدر پریشان نہ وصلد تراپے
 کہ اسے کوئی ہونچر لگے مگر لگو چاہیے کہ سکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ اور جبریل علیہ السلام نے آپ سے
 کہا کہ آپ کو اس بیچ وغم کا باعث ہی معلوم ہو آپ نے کہا نہیں جبریل نے کہا آپ کو خیال نہیں
 کہ ایک مرتبہ آپ نے بکری بیچ کی اور اوسے بھون کے نوش فرمایا اور اپنے پڑوسی سکین کو
 جبر زندہ رہا اور اوس میں سے کچھ نہ دیا۔ باوجودیکہ اون نے آپ سے سوال ہی کیا مگر آپ نے کچھ اتفاقاً
 نہ فرمایا اور وہ ناخوش ہو کے چلا گیا۔ اسی باعث سے آپ اس بیچ میں مبتلا ہوئے۔ اور
 بعض کہتے ہیں کہ آپ نے ایک لونڈی کے لڑکے کو اوس سے جدا کر کے بیچ دیا اور وہ اس

نہ کر کے۔ کہ غم میں تمام عمر روتی رہی پس حق تعالیٰ نے آپ کو اوتنے ہی زمانے تک فراق
 یوسف علیہ السلام میں مبتلا کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے بیان ایک لگائے تھے
 اوسکے بچے کو اس کے سامنے آپ نے فرج کر ڈالا اور اوس پر کچھ ترس نہ کھایا اس سبب سے فراق
 یوسف علیہ السلام میں مبتلا ہوئے۔ القصہ جب جناب یوسف علیہ السلام کا زندہ اور سلامت ہوتا
 حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملک الموت اور جبرئیل علیہم السلام سے معلوم ہوا تو آپ نے اپنے
 صاحبزادوں سے کہا یٰبَنَیَّ اَذْهَبُوا فَتَسْتَأْذِنُوا یُوسُفَ وَآخِیْہِ
 وَكَانَ یُسْوَءٌ مِّنْ دُورٍ اللّٰہُ اَسَے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اوسکے
 بھائی کی اور نا اسید نوا اللہ کے فیض سے۔ یعنی اللہ پر ہر وس کر کے جاؤ اور حضرت یوسف
 اور بنیامین کو ڈھونڈ ہو تلاش کرو اِنَّكَ لَا یٰلَیْسُ مِنْ دُورٍ اللّٰہُ اِلَّا الْقَوْمُ
 الْكَافِرُوْنَ ۝ بیشک نا امید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر کافر لوگ۔ جب اپنے
 بیٹوں سے یہ بات فرمائی تو اونہوں نے کہا آپ کا فرمان بجا اور درست ہے مگر کہیں سے
 ہوئے بھی جیسے ہن مدت ہوئی یوسف کو بیٹریا لے گیا اوسکی خاک تک باقی نہوگی ہم کسے
 ڈھونڈ سکتے جائیں اور آپ ناحق اپنی جان دیے دیتے ہیں اس سے کیا حاصل ہو
 تب آپ نے ایک محبت نامہ شاہ مصر کے نام لکھا اور شمعون کے حوالے کیا اور فرمایا کہ یہ خط
 مصر کے بادشاہ دو۔ خلاصہ اوسکا یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یعقوب اسرائیل اللہ
 بن اسحاق فرج اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ کی طرف سے بعد سلام کے بادشاہ مصر کو معلوم ہو
 کہ اسے عزیز میں اس خاندان سے ہوں کہ چیر ہمیشہ بلا سول رہتی ہو خوشی اور غم بلکہ ہر حال
 میں خدا سے تعالیٰ اہلک از ماتا رہتا ہے اور شہرت و ہر حال میں ہمارا حامی و مددگار رہی کر
 کافروں نے میرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں بازو کے اونہیں آتش نرو و
 میں ڈالا حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نجات دی اور آگ کو گلزار کر دیا۔ میرے
 باپ اسحق کے حلق پر چھری رکھی گئی حق تعالیٰ نے اوسکے بدلے مونا بھیجا اور انکو بچا لیا

میرا ایک بیٹا تھا جو مجھے سب بیٹوں سے زیادہ پیارا اور محبوب تھا اور اسکے بہائی اوسے صحرا میں لے گئے اور وہاں سے جب آئے تو اوسکا کرتا خون آلود مجھے دکھایا اور کہا اوسکو بہیریا لے گیا۔ مجھے اوسکی جدائی کا اسقدر غم ہوا کہ روتے روتے اندھا ہو گیا۔ ابھی اوس غم سے نجات نہ ہوئی تھی کہ اوسکا دوسرا بہائی جسکے دیکھنے سے مجھے تسکین ہوتی تھی اوسے تیرے کنے سے اوسکے سب بہائی لے گئے اور مجھے آکر بیان کیا کہ اوسنے بادشاہ کا کٹورا چرایا اور بادشاہ نے اوسے قید کر لیا پس مطلب یہ ہے کہ اس خط کے دیکھتے ہی میرے بیٹے کو ہیچہ کے کیونکہ نہ ہم چور ہیں اور نہ ہمارے خاندان میں کوئی چور ہے اور اوسکے ہونے سے میرا بیچ و غم حد سے زیادہ ہو گیا ہے اور اگر میرے بیٹے کو نہ بھیجے گا تو میں تیرے لیے بد دعا کروں گا کہ اوسکا اثر مائت پشت تک پونہ بھیجے گا۔ میں نے تجھے خبر دیری آگے تو مختار ہے۔ والسلام۔ پھر اپنے کچھ پونجی شہینہ اور روغن اور پنیر وغیرہ دیکے اونکو جانب مصر روانہ کیا اور وہ سب منزلین طمو کر کے مصر میں پونہ بھیجے اور اپنے اوس بہائی کے پاس جو بنیامین کے سبب سے مصر میں رہ گیا تھا گئے اور اوس سے سب حال بیان کر اوسے ہمراہ لے حضرت یوسف علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ فَلَکُمَا سَخْلًاوَعَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَاوَأَهْلْنَا الضُّرُّوَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَمَةٍ فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ط پھر جب داخل ہوئے اوسکے پاس بولے اے عزیز بڑی ہے ہمراہ ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہکو بہرتی اور خیرات کہ ہمیں دینے جب فرزند ان یعقوب اپنے والد کا نامہ اور مختصر تحفے لے کے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اوس نامے کو بادشاہ کے تخت پر رکھ دیا اور کہنے لگے اے عزیز ہم اور ہمارا گھر والے سخت پریشان اور حیران ہیں اور کھانے پینے تک کو ہمارے پاس کچھ نہیں اور ہم جو کچھ لائے ہیں وہ نہایت حقیر اور ناقص ہے پس ہمیں غلے کے پانے دیجیے اور ہمیں

خیرات کیجئے یعنی پونجی ہماری ناقص اور قلیل ہے اسے قبول کیجئے اور ہمیں اپنے حوصلے کے موافق غلہ دیجئے اس واسطے کہ اِنَّ اللہَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ۝ بیشک اللہ تعالیٰ جزا سے خیر دیتا ہے خیرات دینے والوں کو جو زیادتی کے ساتھ خیرات دیتے اور مسکینوں کے دل خوش کرتے ہیں۔ جناب یوسف علیہ السلام نے اون سب کے بیان سننے اور نامہ نامی جناب یعقوب علیہ السلام اوٹھا کے دیکھا آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا جب اس کا مضمون پڑھا تو بے قرار ہو گئے اور سبت روئے قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَافَعَلْتُ یُوسُفَ وَآخِیْہٖ اِنَّہٗ جَہِلُوْنَ ۝ کما کچھ خبر رکھتے ہو کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے جب تکو سمجھ نہ تھی۔ یعنی آپ نے فرمایا کہ تم نے جو سلوک یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیے وہ تمہیں یاد ہیں۔ یہ بات آپ نے بھلا صرف اون کے یاد دلانے کے لیے فرمائی کیونکہ وہ تو سب کچھ جانتے اور بخوبی جانتے تھے کہ ہمنے جناب یوسف کو سخت تکلیفیں دیں اور اون کے بھائی کو بہت ذلیل و خوار سمجھا اور آپ نے براہ شفقت یہ بھی فرمایا کہ یہ امور تم سے بوجہ جہالت یعنی فوجوانی اور شوخی کے ہوئے اور شاید اب تم نے اون سے توبہ کر لی ہوگی۔ پھر آپ نے نقاب چہرہ مبارک سے اوٹ دی اور تاج شاہی اوتار کے تحت پر رکھ دیا۔ بھائیوں نے جب چہرہ مبارک دیکھا پہچان لیا قَالُوا اَءَاٰتَاکَ لَا نَتَّ یُوسُفَ ۖ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف۔ یعنی آپ ہی یوسف ہیں کیونکہ آپ کے سوا یہ جن و جہال دوسرے کو کمان نصیب اور ایک روایت میں ہے کہ جناب یوسف علیہ السلام نے نقاب چہرے سے اوٹھا کے قبضہ فرمایا پس آپ کے دوزان مبارک جو سلک گہر سے کین انفل تھے نور افشان ہوئے اور بھائیوں نے پہچان لیا کہ آپ ہی یوسف ہیں قَالَ اَنَا یُوسُفُ وَہٰذَا اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللہُ عَلَیْنَا فرمایا آپ نے کہ میں یوسف ہوں یہ میرا بھائی بنیامین ہے بیشک اللہ جل شانہ نے ہم پر رحمت کیا اور ہم کو سب آفتوں اور بلاؤں سے بچا کے بزرگی اور مرتبہ دیا۔ اِنَّہٗ مَنَّ یَتَّقِ

وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ○ بیشک جو کوئی پرہیزگار ہو اور ثابت رہے تو اللہ نہیں کھوتا حق نیکی والوں کا۔ یعنی جو کوئی پرہیزگاری کرے اور اللہ سے ڈرے اور صبر کرے تو اللہ نہیں ضائع کرتا ثواب نیکی کرنے والوں کا۔ القصہ جب بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو بے نقاب دیکھ کے پہچانا تو تخت کی جانب سر جھکیا اور چاہا کہ آپ کے قدم مبارک کو چومیں اور بوسہ دین پس آپ فوراً تخت سے اتر آئے اور سب بھائیوں سے بے لگہ ہوئے قَالُوا تَاللَّهِ لَفُكْدًا أَتَرَاكَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اتِّكَافًا الْأَخِطَيْنِ ○ بولے قسم اللہ کی البتہ تم کو پسند رکھا اللہ نے ہم سے اور ہم سے جو کئے والے۔ یعنی کما حضرت یوسف کے بھائیوں نے کہ قسم خدا کی اس حسن و جمال اور نیک سیرتی و کمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر برگزیدہ کر لیا اور ہم بیشک خطا وار ہیں بہ سبب اون کاموں کے جو ہم نے کیے اور وہ سب اپنے افعال سے نادم ہوئے اور رنج گئے قَالُوا لَا تَنْزِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَكْفُرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ○ کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشنے اللہ تم کو اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان۔ یعنی جناب یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا اس کے عوض آج میں تمہیں کچھ نہیں کتا اور نہ کوئی الزام دیتا ہوں اور نہ اس بات کا تذکرہ تمہارے منہ پر کروں گا اللہ تعالیٰ تم کو بخشنے اور معاف کرے کہ تم اپنا قصور مانتے اور اس کا اقرار تو کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور آپ نے اپنے بھائیوں کی بہت غلطی کی اور نوازش بزرگانہ سے پیش آئے یا شک کہ وہ سب اپنے قصور بھول گئے اور آپ کے ملنے سے نہایت خوش ہوئے اونکے پڑمردہ دل آپ کے کلام محبت الیام سے تازہ ہوئے اور چہرے بشاشی سے پر رونق ہوئے۔ پھر اپنے اپنے والد ماجد کا حال پوچھا اونہوں نے سب کیفیت گزارش کی۔ آپ بہت بخشید ہوئے اور اپنے بھائیوں سے فرمایا۔ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَإِن تَوَلَّوْا

عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ۚ وَأَوْتَيْنَا إِلَهُكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ بجاوہ
 کرتا میرا اور ڈالو میرے باپ کے منہ پر کہ چلا آئے انگوٹھوں سے دیکھتا اور لے آؤ میرے
 پاس اپنا سارا گھر۔ یعنی اپنے ذہن پر کہ اب تم میرا کرتا لے جاؤ اور جناب والد ماجد کے منہ پر
 ڈالو وضو کے فضل سے اونکی آنکھیں روشن ہو جائیں گی پھر تم اونکو اور اپنے سارے
 گھر بار کو لے کے میرے پاس چلے آنا۔ لکھا ہو کہ وہ کہتا جو اپنے بھائیوں کے ہاتھ روانہ کیا تھا حضرت
 ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تاج کا فروں نے آتش نمرود میں آپکو ڈالا اور سوت حضرت
 جبریل علیہ السلام نے حکم باری تعالیٰ اجت سے لاکے آپ کو پہنایا تھا اور وہ حضرت اسماعیل
 کو ملا اور حضرت اسحاق سے حضرت یعقوب کے پاس آیا اور آپ نے بمقتضائے محبت حضرت
 یوسف کے بازو پر باندھ کے اونہیں بھائیوں کے ہمراہ کیا جب بھائیوں نے جناب یوسف
 علیہ السلام کو پہنہ کر کے کنوین میں ڈالا تو حضرت جبریل نے بازو سے کھول کے آپکو پہنایا
 اور وہ آپکے آنسوؤں سے تر ہوا۔ اور اوسکا یہ خاصہ تھا کہ جب کسی بیمار یا مبتلا سے بلا پڑا
 جاتا تھا تو فوراً اسے آرام ہو جاتا تھا۔ حق تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی بھی
 کہ اسے یوسف وہ کہتا جلد اپنے باپ کے پاس روانہ کرو اور اپنے حسب بیان مذکورہ بھائیوں
 کے حوالے کیا تو یہود نے کہا کہ یہ کرتا مجھے دیجئے کیونکہ پہلے ہی خون آلود پیراہن میں لے گیا
 تھا جس سے والد ماجد کو اسقدر رنج ہوا کہ آج تک باقی ہے پس اگر یہ کرتا میں لے جاؤں گا
 تو وہ مجھے خوش ہو گئے اور اس پیراہن کی خوشی میں اس پیراہن کا غم بول کے میرے
 قصور سے درگزر فرمائیں گے پس اپنے وہ پیراہن یودا کو دیا اور سامان سفر اونکے لیے
 طیار کر دیا یہود اس امر سے نہایت خوش ہوئے اور بھائیوں کو ہمراہ لے مصر سے نکل
 کنعان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ کرتا ایک غلام کے ہاتھ
 اپنے روانہ کیا۔ اسکا قصہ اسطور سے ہے کہ جب بنیامین پیدا ہوئے اور اونکی والدہ ماجدہ
 جنت کو سد ہارین تو حضرت یعقوب نے بنیامین کو دودھ پلانے کے لیے ایک کنیز خرید لی

اور اوسکے چھوٹے بچے کو جسے وہ بہت چاہتی تھی اس خیال سے بیچ ڈالا کہ اوسکا سب روٹ
 بنیامین کے حصے میں آئے اور اوس کینز کو اپنے بچے کی جراثی کا سخت صدمہ ہوا اور اسے
 دعا کی کہ پروردگار حبیباً انہوں نے میرے بچے کو مجھے جدا کر کے میرا دل تڑپایا اور اوسکے
 فراق میں مجھے پڑکایا تو یہی انہیں اسطرح سے تڑپا دیا دعا اوسکی قبول ہوئی اور ہاتھ غیب
 نے مذاکی کہ جسے حضرت یعقوب بہت دوست رکھتے ہیں وہ کچھ ہی دن میں اوسے جدا ہوا
 چاہتا ہے۔ لکھا ہے کہ اوس کینز کے لڑکے کا نام بشیر تاجب وہ بڑا ہوا تو ایک تاجر نے
 اوسے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ فروخت کیا اور جب آپ مصر میں مقیم ہوئے
 تو اوسے اپنا ندیم بنایا اور آپ اوس سے بہت انس رکھتے تھے اودہ ہی فرمانبرداری و غریب
 امانت داری خیر خواہی سے آپکے احکام بجالاتا تھا لیکن آپکو اس بات کا گمان ہی نہ تھا کہ
 یہ وہی غلام ہے جسے جناب یعقوب علیہ السلام نے بیچا تھا پس جناب یوسف علیہ السلام نے
 اپنا کرتا اُسے دیکھے کفان کو رو بہ کیا سو لکھا فَصَلِّتْ لِعِيَادِهِ اور جب جدا ہوا تو قافلہ
 بنے جب قافلے والے شہر مصر سے باہر ہوئے اور کفان کے راستے پر آئے تو باوصحاب نے
 حق تعالیٰ سے اجازت لے کے جناب یوسف علیہ السلام کے گیتے کی خوشبو حضرت
 یعقوب علیہ السلام کے دماغ میں پونجائی تو آپ غرش ہوئے وَقَالَ اَبُوهُمْ اِنِّیْ کَاۤجِدُ
 رَجِیْ یُوْسُفَ لَوْ کَاۤ اَنَّ نَفْسِیْ دُوْنَ ۝ کہا اونکے باپ نے یعنی حضرت یعقوب
 علیہ السلام نے اون لوگوں سے جو اونکے پاس حاضر تھے کہ بیشک مجھے اسوقت یوسفؑ
 کی خوشبو آتی ہے مگر تم کب مانو گے بلکہ کہو گے بڑھاپے کے باعث فتور عقل ہے اور اوس
 خوشبو کے پہچاننے کا باعث یہ تھا کہ وہ کرتا بشت کا تاجب اوس کرتے کی خوشبو آپکو
 معلوم ہوئی تو آپ سمجھ گئے کہ بشت کی خوشبو یوسف علیہ السلام کے ہوا دوسرے میں نہیں
 پس آپ نے فرمایا مجھے یوسف کی خوشبو آتی ہے قَالُوا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ
 اَعٰتٍۭ یَّوۤمَ ۝ بولے وہ لوگ یعنی حاضرین اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے

کہ خدا کی قسم آپ اب تک اپنی پُرانی غلطی مین مین کہ سوا سے ذکر یوسف کے کوئی بات نہیں کرتے اور باوجود گزرنے مدت مدید کے اب بھی یوسف کی بو آپ کو آتی ہے اور آپ حد سے زیادہ مشتاق ملاقات مین۔ القصہ جب بشیر حب فرمان یوسف علیہ السلام وہ کرتا لے کے کنعان مین پونجا تو اوسنے دیکھا کہ ایک کنوین پر ایک عورت کپڑے دھو رہی ہے اور وہ بشیر کی ماں تھی جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے کپڑے دھو رہی تھی بشیر نے اسی سے کہا کہ مجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس جانا ہے اگر تلو او لکا مکان معلوم ہو بتاؤ اوسنے سراوٹا کے بشیر کو دیکھا اور کہا کہ تجھے اون سے کیا کام ہے وہ تو اپنے غم مین ایسے مبتلا ہیں کہ کسی سے بات تک نہیں کرتے۔ بشیر نے کہا مین جناب یوسف علیہ السلام کے پاس سے آیا ہوں اور او لکا پیغام لایا ہوں مدیہ سنتے ہی وہ بقیہ رہی اور ایک چنچ مار کے کہنے لگی کہ اے پروردگار تیرا وعدہ خلاف نہیں۔ بشیر کو حیرت ہوئی اور اوسنے پوچھا کہ وہ کیا بات ہے اوس عورت نے اپنا سب احوال جیسا کہ مذکور ہو کہ سنایا پھر بشیر نے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کا کیا نام ہے اوسنے کہا بشیر یہ سنتے ہی بشیر نہایت خوش ہوا اور اوسنے کہا کہ مین ہی تیرا بیٹا ہوں اور میرا ہی نام بشیر ہے جلد آج سے مل کہ مین ہی تیرے بغیر بقیہ رہا تھا۔ پس وہ دوڑی اور بشیر کو گلے سے لگایا اور نہایت خوش و خرم اوسے اپنے ہمراہ جناب یعقوب علیہ السلام کے پاس لے آئی اور اطلاع دی آپ چاہتے تھے کہ کلام کریں مگر غش آگیا اور بیوش ہو کے گر پڑے۔ جب افاقہ ہوا بشیر نے پیراہن یوسفی آپ کے چہرے پر ڈالا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھیں روشن کر دیں اور آپ نہایت خوش و خرم ہوئے بشیر سے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات پوچھتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ اور پہلی روایت اس طور پر ہے کہ یوسف و اجاب یوسف علیہ السلام سے وہ کرتا لے کے نہایت عجلت سے روانہ ہوئے اور جلد جلد منزلیں طر کرتے ہوئے کنعان مین پونچے

فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْفَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَادْرَكَ بَصِيرًا ۝ پس جب

بشرینے ہو کر تالے کے تو اسنے پونچتے ہی وہ کرتا اپنے باپ کے منہ پر ڈالا
 پس جناب یعقوب علیہ السلام بنیا ہو گئے اور اچھی طرح دیکھنے لگے۔ قَالَ اَكْمُرْ اَقْلُ
 لَكُمْ اَتَانِيْ اَعْلَمُ مِنْ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ کما اپنے پوتوں سے کیا میں نہیں
 کہتا تھا تم سے کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے بواسطہ وحی اور الہام کے وہ باتیں جو
 تم نہیں جانتے یعنی جناب یوسف کا زندہ ہونا اور ہر آپسے ملنا۔ اور یہ خبر سنتے ہی وہاں
 بہت لوگ جمع ہو گئے اور حضرت کے صاحبزادے بھی جو راستے میں تھے آپونچے اور نہایت
 عجز سے آپکے قدموں پر گرے اور قَالُوا يَا اَبَا نَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا اِنَّا كُنَّا
 خٰطِئِيْنَ ۝ کہنے لگے اے باپ ہمارے بخش مانگ خدا سے تعالیٰ سے ہمارے
 گناہوں کی بیشک ہم گناہگار ہیں اور ہم نے یوسف کے حق میں بڑی خطا کی قَالَ سَوْفَ
 اسْتَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبِيْ ۝ اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ کما یعقوب علیہ السلام نے
 قریب ہے کہ میں بخش مانگوں گا اپنے رب سے تمہارے لیے بیشک وہ پروردگار تو بہ
 کرنے والوں کے گناہوں کو بخشتا ہے اور اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اونکی
 سختیاں دور کرتا ہے۔ لکھا ہے کہ اپنے اپنے صاحبزادوں کے لیے اسوقت
 دعا کی بلکہ اس خیال سے تاخیر فرمائی کہ سحر کے وقت دعا فرمائیں گے ایسے کہ دعا
 سحر اللہ تعالیٰ کے بیان زیادہ تر مقبول ہے اور بعض نے لکھا ہے کہ اپنے اس خیال
 سے تاخیر کی کہ جناب یوسف علیہ السلام سے بھی دریافت فرمائیں کہ انہوں نے بھی اپنے
 بھائیوں کا تصور معاف کیا یا نہیں اور صحیح روایت یہی ہے کہ جب تک آپ مصر میں نہیں
 پونچے اونکے واسطے دعا نہ کی۔ اور جب مصر میں داخل ہوئے تو ایک رات نماز تہجد کے
 واسطے اٹھے اور نماز سے فارغ ہو کے قبلہ رو کھڑے ہوئے آپکے پیچھے جناب یوسف
 علیہ السلام تھے اور اونکے پیچھے اور سب صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے
 تھے اور سب صاحبزادے آمین کہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول کی

اور اولن سب کے قصور معاف کیے۔ لکھا ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام بنیا ہوئے اور اپنے
 بشیر کو دیکھا تو فرمایا تو کون ہے اوسنے عرض کی میں وہ ہوں جسے آپنے مان سے جدا
 کر کے چھڑا لیا۔ اور میرا نام بشیر ہے۔ آپ یہ بات سنے رونے لگے اور فرمایا کہ بیشک میں نے
 تیرے حق میں بُرا کیا اور میں فراق کی تکلیف سے ناواقف تھا۔ پہرا آپنے اوس سے
 پوچھا تب مجھے کوئی حاجت ہے اوسنے عرض کی کہ مجھے کوئی حاجت نہیں ہاں خاتمہ بخیر
 ہونے کے لیے دعا کیجئے آپنے فرمایا کہ سبط رح تو نے مجھے خوش کیا اللہ تعالیٰ تجھے خوش
 رکھے اور تیرا خاتمہ بخیر ہوے پہرا اوسنے اور آپکے سب صاحبزادوں نے عرض کی کہ جناب یوسف
 علیہ السلام نے التماس کی ہے کہ میرا ارادہ خود حاضر ہونے کا تھا مگر پروردگار نے مجھے حکم
 حکم دیا کہ میں آپکو مصر میں آنے کی تکلیف دوں لہذا امیدوار ہوں کہ آپ مع تمام متعلقین کے
 مصر میں تشریف لائے۔ پس آپنے مصر کی روانگی کا قصد فرمایا اور تمام متعلقین عزیز و اقارب
 نوکر چاکر و دست احباب اور جن لوگوں سے کچھ بھی تعلق تھا سب آپکے ہمراہ چلنے کو طیار ہوئے
 جناب یوسف علیہ السلام نے بھی دو سو سو اریان اور سامان سفر آپکے واسطے بشیر کے ہمراہ
 مصر سے روانہ کیا تھا۔ القصہ جناب یعقوب علیہ السلام مع اپنے سب ہمراہیوں کے مصر
 کی طرف روانہ ہوئے لکھا ہے کہ وہ سب مرد و زن تعداد میں چار سو تھے منزل بہ منزل طح
 کرتے ہوئے جب مصر کے قریب پہنچے تو بشیر نے آگے جا کے جناب یوسف علیہ السلام کو خبر
 دی۔ جناب یوسف علیہ السلام نہایت خوش ہوئے اور اپنے فوج کو استقبال کا حکم دیا سو ارا
 مسلح زرق برق عربی گھوڑوں پر سوار نہایت تزک و احتشام سے آپکے استقبال کے لیے
 روانہ ہوئے جب آپکے قریب پہنچے سب نے سلام کیا اور قدمبوس ہوئے آپنے فرمایا تم
 کون لوگ ہو عرض کی ہم حضرت یوسف کی فوج کے سوار ہیں القصہ جمعہ رآپ آگے بڑھتے
 تھے انبؤہ درانبؤہ پلٹشیں اور سوار پیادے آپکے استقبال کو آتے اور آپکی سواری کے
 ہمراہ چلتے تھے جب مصر سے بت قریب ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے باوثاق

ریان سے کہا کہ میرا باپ خدا کا پیغمبر ہے اور پیغمبروں کی اولاد سے ہے آج شہر کنعان سے
 مع اپنے متعلقین کے مصر میں آیا ہے اور اس کے استقبال کے لیے آپ کو بھی شہر کے باہر چلنا
 چاہیے القصد جناب یوسف علیہ السلام بادشاہ ریان اور مصر کے شرفیوں اور امیروں اور
 رئیسوں کو ساتھ لے لشکر عظیم آراستہ کر بڑے جاہ و شہم فرج و خدم سے اپنے والد بزرگوار کے
 استقبال کے لیے شہر کے باہر آئے اور جناب یعقوب علیہ السلام مع اپنے فرد و فردوں اور
 ہمراہیوں کے ایک ٹیکرے پر چڑھ کے ان کے لشکر اور سواری اور دھوم دھام اور انتظام
 کو دیکھتے اور خوش ہوتے تھے کثرت ملبوس ملوکانہ اور فرج و لشکر شاہانہ دیکھ کے تعجب
 فرمانے لگے کہ جبریل علیہ السلام آئے اور کہا آپ اس لشکر کو ملاحظہ کریں اس قدر تعجب نہ
 کیجیے ذرا نظر اٹھا کے دیکھیں کہ ملائکہ کے لشکر زمین و آسمان میں کس قدر کثرت سے آپ کی
 خوشی کے باعث سرور و غم شادان و فرحان موجود ہیں اور آپ کے غم سے جقدر غلگین
 تھے اوس قدر آپ کی غمی سے آج خوش ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب جناب یوسف علیہ السلام کی
 سواری قریب آئی اور آپ اپنے انکو نشان و شوکت الی لباس شاہانہ سے نہایت آراستہ
 و پیراستہ دیکھا تو دریافت کیا کہ کیا یہی بادشاہ مصر ہے لوگوں نے عرض کی کہ یہ حضرت
 یہ آپ کے فرزند و بلند جناب یوسف علیہ السلام ہیں۔ آپ اوبھین دیکھ کے نہایت خوش ہوئے
 جب حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری بہت ہی قریب آئی اور آپ کی نظر اون پر پڑی تو
 ہی جوش محبت سے بے قرار ہو گئے اور بہت جلد اپنے مرکب سے اتر کے آگے چلے
 اور او دہر یوسف علیہ السلام ہمد شوق قدموں نہایت مچلت سے گھوڑے سے
 اترے پہر کیا تمام امیر و شریف رئیس و سردار فوراً اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے
 ایک جہوم ہو گیا اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم بھی زمین پر اتر و پس جناب
 یعقوب اور یوسف علیہما السلام دوڑ کے گلے ملے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا
 کہ اس سلام علیک یا مذهبہ الاخوان یعنی سلام میرے پیغمبر اسے غمون کے مٹانے والے

اور فرط خوشی سے گلے مل کے اسقدر روئے کہ تمام حاضرین روتے تھے بہا تک کہ فرشتوں کو بھی یہ حال دیکھ کے رونا آیا۔ پھر روتے روتے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیوش ہو گئے اور جناب یوسف علیہ السلام نے اوکھا سر مبارک اپنے دانہ پر رکھ لیا اور گلاب و کیوٹا چڑکا یہاں تک کہ ہوش و حواس درست ہوئے۔ لکھا ہے کہ میدان میں ایک شامیانہ وسیع نصب کیا گیا تھا وہاں دونوں صاحب بروقت ملاقات جلوہ افروز تھے ان دونوں کی الفت و محبت دیکھ کے لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ اے اللہ اسقدر الفت دنیا میں شاید دوسرے کو نہ ہوگی ہر فرد بشر اس حال کے دیکھنے سے مسرور تھا اور کہتے تھے **نظم** :

پس از عمرے بہ یک دیگر رسیدن
بہ شادی دست در آغوش کردن
بہم گفتن سخن و زہم شنیدن
ز عاشق و فقیہ غم باز کردن *

چہ خوش حال ست روے دوست دیدن
شراب خوش دلی را نوش کردن
بہ کامے دل زمانے آزمیدن
ز دلبر حال دل آغز کردن

لکھا ہے کہ شہر مصر کے قریب ایک موضع جناب یوسف علیہ السلام کی ملک سے تھا اوہیں اپنے ایک مکان عالیشان بنوایا تھا اسوقت اس مکان میں آپ اترے **فَلَمَّا سَكَتَ** **دَخَلُوا عَلَيْهِ يُوسُفُ وَأُخُوهُ إِلَيْهِ أَبَوَاهُ** پس جب داخل ہوئے وہ سب یوسف علیہ السلام کے پاس اس مکان میں توجہ دی اپنے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس اپنے اپنے والد بزرگوار اور خالہ کو جو سوتیل ماں ہی تھیں بہت تعظیم و تکریم سے اس محل میں اوتا رہا اور سب سے ملے مزارع پر سی فرائی بہت چون پر عنایت بزرگداشتی **وَقَالَ ادْخُلُوا امْصِرَإِنَّ شَاءَ اللَّهُ امْنِينَ** ○ اور کہا اوں سب سے کہ داخل ہو مصر میں اگر چاہے اللہ تعالیٰ امن سے کہ کوئی رنج و غم اور عسرت و تکلیف باقی نہ رہے پھر سب لوگ وہاں سے روانہ ہوئے جب مصر میں آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نہایت اعزاز و اکرام سے انہیں اپنے مکان میں آنا اور **دفعہ** **أَبُو يَحْيَىٰ عَلَىٰ الْعَرْشِ**

اور چڑھایا اپنے ماں باپ کو اپنے تخت پر اور آپ بھی تاج شاہی پہن کے اُسپر بیٹھے وَ
 خَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا ۙ اِنَّہٗ اَدرُسُنہٗ کے بھل کر پڑے وہ سب یعنی باپ اور خالہ اور بھائی
 سجدہ کرتے ہوئے حضرت یوسفؑ کو کیونکہ اس زمانے میں سجدہ تعظیمی جائز تھا پس بچہ
 تعظیم کے اون سب نے حضرت یوسفؑ کو سجدہ کیا آپ یہ حال مشاہدہ فرما کے خوش ہوئے
 وَقَالَ یٰۤاَبَتَ ہٰذَا اَنَا وِیْلٌ رَّءٰی یٰۤاَبٰی مِنْ قَبْلِ ہٰذَا اور کہا اے میرے باپ
 یہ آپ لوگوں کا سجدہ کرنا تعبیر ہے میرے خواب کی جو بین نے اس سے پہلے روکین میں
 دیکھا تھا قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا بیشک کیا اور سیکو میرے پروردگار نے سچ یعنی
 جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند اور سورج مجھے سجدہ کرتے ہیں
 اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے ملی ہیں وہ آج بیداری میں میرے پروردگار نے
 مجھے دکھا دیا کہ آپ اور خالہ اور گیارہ بھائیوں نے مجھے تعظیم سے سجدہ کیا اور نیک ریاں
 نے تمام خزانوں کی کنجیاں میرے سپرد کیں قَدْ اَحْسَنَ بَیْیْ اِذَا اَخْرَجْتَنِ مِنَ
 السِّجْنِ وَجَاءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ فَرَّغَ الشَّیْطٰنُ بِکُنِّیْ
 وَبَیِّنَ اٰخُوْتِیْ اور بیشک احسان کیا میرے ساتھ میرے پروردگار نے جب نکالا
 مجھے قید خانے سے اور کنوین کا ذکر اس واسطے نہ کیا کہ سب بھائی اپنے دل میں شرمندہ
 ہونگے اور لایا آپکو جنگل سے بدو ایک مقام کا نام ہے جو ولایت شام میں کنعان سے قریب
 تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام اکثر وہاں بیٹھتے تھے یعنی اپنے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے
 بڑا احسان اور فضل کیا کہ مجھے قید خانے سے نکال کے تخت پر بٹھایا اور آپکو مقام بدو سے
 میرے پاس لایا بعد اسکے کہ جگر اور مخالفت والدی شیطان نے درمیان میرے اور میرے
 بھائیوں کے اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَسْتَاْخِرُہٗ اِنَّہٗ ہُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ○
 بیشک میرا پروردگار نیک دینے والا ہے جسکو چاہے اور بیشک وہی ہے جاننے والا
 تدبیر دان کا اور حکمت والا ہے کہ ہر کام کو موافق مصلحت اور حکمت کے کرتا ہے

پہر حضرت یعقوب علیہ السلام نے جناب یوسف سے پوچھا کہ اے فرزند دلبند چپ تیرے بھائی
 تجھے میرے پاس لے گئے تو اونہوں نے تجھے کیا کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے عرض
 کی کہ اے جناب والد ماجد یہ حال نہ پوچھیے کہ آپ کو بھی سبج ہو گا اور مجھے بھی وہ مذکور اچھانین
 معلوم ہوتا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا مجھ کا کچھ توڑا حال تو کو بت اپنے بھائی
 والد بیان کیا کہ جب مجھے سب بھائی کنوین کے پاس لے گئے تو کہا اپنا کرتا تو میں نے کہا
 اسے بھائیوں مجھے برہنہ نہ کرو اس وقت اونہوں نے چڑھی نکالی اور کہا اتارنا ہے تو اتارین
 ہم فرج کر ڈالیں گے میں نے جان کے خوف سے کرتا دھرتا اور اونہوں مجھے کنوین میں دھکیلا
 مگر میں سنبھلا اور کنوین میں نہ گرا تب اونہوں نے میرے ہاتھ پیر رسی سے جکڑ کے کنوین میں
 لٹکایا اور دور سے چھوڑ دیا۔ یہ حال پُر مال سنتے ہی جناب یعقوب علیہ السلام ہوش ہو گئے
 اپنے فوراً ان کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھا اور گلاب چھڑکا جب ہوش میں آئے روتے تے
 اور فرماتے تھے کہ اے فرزند پہر کہو کہ آگے کیا ہوا۔ اپنے کہا کہ اے والد بزرگوار ازیر سے
 حضرت اسحاق و حضرت غلیل مجھے اس ذکر سے معاف کیجیے اپنے جناب یوسف علیہ السلام
 کی اتماس قبول کی خاموش ہو رہے اور پہر یہ ذکر کبھی فرمایا۔ لکھا ہے کہ ایک دن جناب
 یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف سے فرمایا کہ مجھے مصر کا نہنا اچھانین معلوم ہوتا تم
 شہر کے باہر ایک مکان بنوادو کہ میں خلقت سے علیحدہ اوس مکان میں رہوں اور اپنی
 عمر بقیہ یا د خدا میں صرف کروں مگر شرط یہ ہے کہ تم ہی شب کو وہاں رہا کرو کہ میرے دل
 کو تسکین ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی وقت معماروں کو بلا کے حکم دیا اور مقام
 بتا دیا کہ وہاں ایک مکان نہایت عمدہ جلد تیار کرو۔ لکھا ہے کہ وہ مکان شہر کے باہر قریب
 کچھ عرصے میں تیار ہو گیا اور حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کو تمام خزانے اور اموال
 اور اسباب شاہی دکھاتے ہوئے اوس مکان میں لے گئے۔ جناب یعقوب علیہ السلام اوس
 مکان میں قیام فرمایا اور رات دن مصروف عبادت رہتے تھے۔ پہر حضرت یوسف علیہ السلام

نے اپنے سب بھائیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ مکانات بنوائے اور اپنے بھائی نبیا مین کے لیے اپنے قریب ایک مکان طیار کر لیا اور سب کے ساتھ سلوک کیا نہایت عیش و عشرت سے وہ سب اوقات بسر کرتے تھے اور جناب یعقوب علیہ السلام سے پڑھتے اور یاد دہا کیا کرتے تھے اسی طرح جب چوبیس برس گزرے اور زمانہ انتقال یعقوب علیہ السلام کا قریب آیا

وگرگون ہوئی گردش آسمان	چمن میں لگی چلنے بارِ خزان	ہوا حکم خالق یہ جبریل کو پڑ
کہ یعقوب کو جا کے آگہ کرو	کہ مقصد ترے سب برائے تمام	ملا اپنے یوسف سے ہوشاد کام
اوسے مصر کا تنے دیکھا عزیز	یہ سب ہنسنے دی و سکو عقلِ تنیر	تمہیں چاہیے مہر سے اب چلو
نکل لینے کنعان کی تم راہ لو	زیارت وہاں اپنے آبا کی کر پڑ	کہ دن موت کے آئے نزدیک تہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ خبر جناب یوسف کو دی آپ نہایت غمگین ہوئے مگر حکم خدا کیا چارہ تھا حضرت یعقوب علیہ السلام جناب یوسف کو وصیت کر دے اور دعائیں دے ایک اونٹنی پر سوار ہوا عازم کنعان ہوئے اور آپ کے سب صاحبزادے اور جناب یوسف علیہ السلام مع اپنے خدم و حشم کے آپ کے ہمراہ چلے جب شہر کے باہر کنعان کے راستے تک آپ کے ہمراہ پہنچے تو وہاں سے آپ نے سبکو رخصت کیا ہر چند صاحبزادوں نے ہمراہ چلنے کے بارے میں اصرار کیا مگر آپ نے نہ مانا سبکو دعا دے کے تھما وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ کے سب فرزند نہایت پیغمبر ہو کر روئے اور آپ کو دیکھتے رہے جب آپ نظرِ دل سے غائب ہوئے سب واپس چلے آئے اور جناب یوسف علیہ السلام ہی جب وصیت پوری ہض کو پٹے اور حضرت یعقوبؑ منزلین طم کرتے ہوئے کنعان میں پونہچے اور اپنے آباؤ اجداد کی قبر پر زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں اپنے مرکب سے آخر زیارت کی اور زرار زار رونے لگے یا تک روئے کہ روتے روتے بیہوش ہو گئے اوس بیہوشی میں اپنے دیکھا کہ باقوت کی کرسیوں پر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسحاقؑ جلوہ گر ہیں اور فرماتے ہیں کہ اب تمہارا انتظار ہے جلد آؤ۔ جب آپ ہوشیار ہوئے تو اپنے اونٹنی کو چوڑ دیا اور فرمایا

کہ تو مصر جا اور میری اولاد سے کہہ دے کہ یعقوب اپنے رب سے جا ملا۔ پہر آپ وہاں سے اٹھے اور کچھ مضطرب ہوئے ناگمان آپ نے دیکھا کہ ایک قبر وہاں کھدی ہوئی ہے جس میں مشک و عنبر کی خوشبو آتی ہے آپ نے دعا کی کہ یا رب یہ گھر مجھے دے یا تق غیب نے نذر دیا کہ یہ آپ ہی کے لیے ہے پس ملک الموت بحکم باری تعالیٰ آئے اور آپ کی روح پر فتوح قبض کی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَرَأَا الْكَلْبَ وَاجْتَوَىٰ فَرَشْتُونَ نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنا نماز جنازہ پڑھ اوس قبر میں دفن کیا۔ اور وہاں پہلے تین قبریں تھیں ایک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری حضرت اسحاق علیہ السلام کی تیسری بی بی سارہ کی چوتھی جناب یعقوب علیہ السلام کی ہوئی پہر پروردگار نے حضرت جبریل کو حکم دیا کہ اس واقعے کی خبر یوسف کو دین۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ خبر سنی نہایت غمگین ہوئے اور روتے پہر اوس اونٹنی نے وہاں پہنچ گئے یہ خبر دی اور جناب یعقوب علیہ السلام کے سب صاحبزادے اس خبر کے سننے سے نہایت غمگین ہوئے اور ہر ایک نے بہت غم کیا۔ پہر جناب یوسف علیہ السلام نے نام شہر کے لوگوں کو حکم دیا کہ اسلام لائیں مگر اونہیں سے چالیس ہزار مسلمان ہوئے اور بادشاہ ایمان نہ لایا پس اپنے مع اپنے اعزا اور اقربا اور سب مسلمانوں کے شہر کے باہر قیام فرمایا اور ایک شہر اہل اسلام سے آباد کیا اور اسکا نام حرم رکھا مگر وہاں پانی کی بہت قلت تھی آپ نے پروردگار سے دعا کی حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور ایک پرابنازمین پر مارا خدا کے حکم سے فوراً ایک نہر وسیع جاری ہو گئی جس سے سب مسلمانوں کو راحت ہوئی اور نہایت خوش ہوئے پہر آپ نے اوس شہر میں ایک قلعہ بنوایا اور وہ شہر اسقدر آراستہ پیراستہ ہوا کہ ملک ربان نے اس کے دیکھنے کی التجا کی مگر آپ نے فرمایا کہ ایمان لاؤ تو یہاں آؤ اور دیکھو اس نے نہ مانا اور اپنے قدیم مذہب بت پرستی پر قائم رہا بہا شک کہ مر گیا۔ پہر کچھ عرصے کے بعد زلیخانے وفات پائی اور جناب یوسف علیہ السلام کو بہت سچ ہوا یہاں تک کہ آپ کو دنیا سے نفرت ہوئی اور یا وجنت فرمانے لگے القصہ بعد وفات یعقوب علیہ السلام

جب تیس برس گزرے تو یوسف علیہ السلام نے اونکو اپنے والد کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں اے یوسف میں تمہاری ملاقات کا نہایت مشتاق ہوں جلد آؤ اور تین دن میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ یوسف علیہ السلام جب خواب سے سیدار ہوئے تو اپنے سب بہائیوں کو بلا کے نصیحت اور وصیت کی اور بیوہ کو اپنا ولیعہد کر کے بیٹوں کو اکلے سپر کیا اور مناجات کے طور پر اپنے پروردگار سے کہنے لگے رَبِّ قَدْ أَتَيْتَنِي مِنَ الْمَلَأِیْکَ وَ عَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِیْلِ الْأَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوْفِّقْنِیْ مُسْلِمًا وَاَحْسِنِیْ بِالسُّلٰتِیْنِ اے رب میرے تحقیق تو نے وہی مجھے بادشاہی اور ملک داری مصر کی اور سکھائی تو نے مجھے تعبیر خوابوں کی اسے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے تو ہی ہے میرا کارزار اور مددگار دنیا اور آخرت کے کاموں میں موت دے مجھ کو اسلام پر اور ملا دے مجھے میرے نیک آبا و اجداد سے۔ لکھا ہے کہ جب جناب یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اوسکے تیسرے روز اپنے صاحبزادے کو بلا کے وصیت کی اور کہا اے میرے بیٹے جب تک آسمان سے نہ اتر آئے مجھے ہرگز دفن نہ کرو پھر اپنے اس جان فانی سے ملک جاودانی کو کوچ فرمایا لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام آئے اونکے ہاتھ میں بہشت کا ایک سیب تھا وہ سیب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ میں دیا اپنے اوسے سونگھا اور درہی باغ وصال ہوئے۔ آپکے صاحبزادے صدائے غیب کے منتظر تھے کہ ہاتھ غیب نے صدائی اور ایک طبق یا قوت کا غیب سے نمودار ہوا جسکی خوشبو سے دل و دماغ تازہ ہوتا تھا۔ آپکے صاحبزادے نے آپکو غسل دیا اور جنت سے جو طبق آیا تھا اوسمیں سے کفن لے کے پناہ اور تمام شہر کے لوگوں نے نماز پڑھی پھر آپکا تابوت نہر پر لائے اور قوت احمد وریان سے شق ہو گئی بانی ادھر ادھر ٹھا اور ایک قبر نمودار ہوئی جسکی خوشبو سے روح خوش ہوئی تھی۔ اور وہ قبر اسقدر صاف و سفید نورانی تھی کہ سفید پتھر کا صندوق معلوم ہوتا

پس آپ کو اور مین دفن کر کے سب لوگ باہر آئے اور نہراؤ سیطرح مل گئی۔ لکھا ہو کہ اس واقعے سے آپ کے عاصیہ اداست اور بہائی اور سب عہد پر ہر ایک جمیع مسلمانان شہ نہایت تمکین ہوئے اور چالیس دن تک اس غم میں روتے رہے۔ لکھا ہو کہ دس برس کے سن میں بھائیوں نے کنوین میں آلا اور پندرہ برس کے بعد باپ سے ملے اور چالیس برس سب مل کے غم سے گزرا۔ پھر تینتیس برس کے بعد ایک سو پچیس سال کی عمر میں اپنے وفات پائی۔ اب آگے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ يَعْزِيهِ جُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَقِصَّةِ يُونُسَ الْكَافِي غِيَابِ الْخَبْرِ سَتَجِدُنَا أَهْلَ الْأَنْبِيَاءِ كَيْفَ يَكُونُ آيَاتُكُمْ يَكُونُونَ ۝ اور نہ تھے آپ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس باپ وہ تجویزین کرتے تھے آپس میں مجتمع ہو کے یوسف کے کنوین میں ڈالنے کی۔ اور وہ مکر کرتے تھے یوسف اور یعقوب علیہما السلام کے ساتھ پس جب معلوم ہوا کہ آپ وہاں پہنچے اور نہ اپنے کسی سے یہ قصہ ناگوار مطابق واقعے کے خبر دی تو منکون کو یقین کرنا چاہیے کہ بیشک یہ قصہ بذریعہ وحی الہی آپ کو معلوم ہوا یہ بیان اون لوگوں کے لیے ہے جنہوں نے آپ کے اذنانے کے لیے یہ قصہ پس دریافت کیا تھا۔ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ مُؤْمِنِينَ ۝ اور نہیں ہیں اکثر لوگ یقین کر نیوالے اگرچہ آپ لایح دین۔ یعنی آتوبت چاہتے ہیں کہ انہیں براہ راست پر لائیں مگر بہت لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۝ اور تو مانگتا نہیں اون سے کچھ نیک یہ تو اور کچھ نہیں ہر مگر نصیحت ہمارے عالم کو یعنی آپ تبلیغ احکام الہی اور قرآنی قصے بنا کے اون سے کچھ اجر نہیں چاہتے اور یہ قرآن تو تمام عالم کے واسطے نصیحت ہے نہ صرف اہل مکہ کے لیے جو آپ کے معجزوں سے منہ پیرتے ہیں۔ وَكَانَ مِنْ آيَاتِهِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُرَوِّقُ عَلَيْهِمَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ اور بہت نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت اور حکمت کی

آسمانوں میں اور زمینوں میں کہ وہ لوگ گذرتے ہیں اونپر اور دیکھتے ہیں اور وہ اونٹانیوں
 سے منہ پھیر لیتے ہیں نہ اونکو عبرت ہوتی ہے نہ اونہیں فکر کرتے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ
 أَكْثَرُ هُوَ بِاللَّهِ الْوَاحِدِ مُشْرِكُونَ ○ اور نہیں ایمان لائے اکثر اون میں
 کے خدا سے تعالے پر باوجود دیکھتے قدرت کی نشانیوں کے مگر وہ شرک کرنے والے ہیں
 تفاسیر میں لکھا ہے کہ مراد ان لوگوں سے عرب کے کافر ہیں جو کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ
 ہے اور ہم اوسکے بندے ہیں مگر ساتھ ہی اوسکے شرک کرتے اور کہتے تھے کہ فرشتے
 اللہ تعالے کی بیٹیاں ہیں۔ یا یہود مراد ہیں جو اللہ تعالے پر تو ایمان لائے مگر حضرت
 عزیر کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ یا نصاریٰ جنہوں نے خدا سے تعالے کو مانا اور ایمان لائے
 مگر حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ خدا سے تعالے ان لوگوں کو خوف
 دلاتا ہے اور فرماتا ہے أَفَأَمِنُوا أَنْ تَأْتِيَهُمْ غَشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ
 اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ کیا بے خوف
 ہو گئے مشرک لوگ اس بات سے کہ آئے اونپر عذاب خدا کا جو گیر لے اونکو ہر طرف سے
 اور ایک ہی نہ چوڑے یا آئے اونپر قیامت ناگمان اور اونکو اوسکے آنے کی خبر نہ
 اور نہ اونہوں نے اوسکے لیے اپنے کام درست کر رکھے ہوں۔ یعنی منکر اور مشرک خدا کے
 غضب اور قیامت سے منہ نہ ہو گئے ہیں جو ایسی باتیں کرتے ہیں۔ قُلْ هَذِهِ سَبِيلُ
 أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعْتُمْ وَسُبْحَانَ اللَّهِ وَمَا
 آتَانَا مِنَ الْمُنْشُرِ كَلِمَةٍ ○ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ توحید کی طرف بلانا میری راہ ہے
 اور میں اسی راہ پر قائم ہوں بلانا ہوں خلقت کو اللہ کی طرف بلانی ہوئی راہ پر اور میرے پیروں کی
 اللہ کی طرف بلانے میں اور اللہ تعالے پاک ہوں شرک توں سے جو تم ہونگے لیے بیان کرتے ہو
 اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔ کافروں نے کہا کہ جب اللہ تعالے کے بیان
 فرشتے موجود ہیں تو کیوں آدمیوں کو رسول بنا کے بھیجتا ہے اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَا

مِنْ قَبْلِكَ رَجَاكَ الْاَوْحَىٰ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرَىٰ اور ہمیں پہچانے
 تجھے پہلے کوئی رسول مگر یہی مرد کہ وحی پہنچی پہنچے اور وہ شہر اور دیہات کے
 لوگوں میں سے تھے۔ اور جن اور عورتوں اور جنگل کے لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ
 نے کیکو رسول نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ
 فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ پس کیا یہ لوگ نہیں
 پھرتے زمین میں یعنی شام اور میں اور دیارِ مشرق کی انہوں نے سیر نہیں کی پس چاہیے
 کہ سیر کریں اور دیکھیں نظرِ عبرت سے کہ کیا ہوا انجام کار اوں لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے
 اور نبیوں کو جھٹلاتے تھے اللہ تعالیٰ نے اوپر عذاب بھیجا اور انہیں نیت و نابود کر دیا پس
 یہ اولیٰ حال دیکھ کے عبرت پر لیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن مجید کی کتاب
 سے باز آئیں اور ڈریں وَلَكِنْ اِرْاِ الْاٰخِرَةَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰتَفَوْا اَفْلَا
 تَعْقِلُوْنَ اور البتہ اگر آخرت کا بہتر ہے دنیا کی فانی لذتوں سے یعنی بہشت اور
 اوسکی نعمتوں کے آگے دنیا کوئی چیز نہیں۔ کیا نہیں سمجھتے اور اس بارے میں غور نہیں
 کرتے کا فرقہ عاقبت اور اوسکی سب چیزیں باقی رہنے والی چند روزہ دنیا سے بدرجہا
 بہتر ہیں۔ اب انبیاء سابق کے جھٹلانے والوں کے حق میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے
 اَوْنٰكُمْ مَّهْلِكًا دِيْ حَتّٰى اِذَا اسْتَيْسَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا
 یہاں تک کہ نا امید ہو گئے اُنکے ایمان لانے سے پیغمبر اور خیال کیا اوں پیغمبروں نے
 کہ بیشک ہم جھٹلائے گئے۔ یعنی انبیاء نے مجبور ہو کے کافروں سے کہا کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ
 گے تو تم پر عذاب آئے گا مگر جب عذاب کے آنے میں دیر ہوئی تو اؤں کو خیال ہوا کہ عذاب کے
 نہ آنے سے کافر ہمیں جھٹلائیں گے تو جَاءَهُمْ نَصْرٌ مِّنَّا فَفُجِعَ مِنْ شَرِّ مَا كُنُوْا
 اوں انبیاء کو مدد ہماری یعنی اُنکے جھٹلانے والوں پر عذاب آیا پس نجات دیئے گئے وہ جنہیں
 ہم نے چاہا یعنی پیغمبر اور اُنکے فرمانبردار لوگ ممتیاب ہوئے اور کافروں کو ہلاک ہوئے

وَلَا يَرْدُّ بَاسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝ اور زمین پیراجاتا عذاب ہمارا اگر
کفار سے جب اونپر آتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ
عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ بیشک ضرور ہے انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں
کے قصوں میں یا حضرت یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کے قصے میں عبرت
اور نصیحت عقلمندوں کے لیے۔ مراد عقلمندوں سے صاحب اسرار اور اہل باطن
ہیں کہ انکو ایسے قصے سننے سے عبرت ہوتی ہے اور جناب یوسف علیہ السلام کا قصہ
تو سراسر باعث عبرت ہے کیونکہ باوجود اس حسن خدا وادار و قرب خدا کے آپ کیسے
شہداء میں مبتلا رہے باپ سے چھوٹے کنوین میں ڈالے گئے فروخت ہوئے قید رہے
مگر ہر حال میں صابر و شاکر رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے درجہ شاہی کو پہنچایا۔ پس عقلمند
لوگ ان قصوں کے سننے سے عبرت حاصل کرتے ہیں اور مصیبت و سختی میں گہراتے نہیں
بلکہ صبر و شکر کو کام میں لاتے ہیں۔ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ - نہیں ہے
یہ قرآن ایسی بات کہ جھوٹ بنائی ہو یا کسی نے اپنے دل سے گھڑی ہو و لکن
تَصَدِّقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَقْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ - مگر سچا کرنے
والا اور سکا جو اس کے آگے کتب آتی ہیں سے۔ یعنی توریت اور انجیل وغیرہ کتب
آسمانی کا سچا کرنے والا ہر راستی اور صحت میں انکے موافق ہے اور بیان کرنے والا
ہے اون چیزوں کا جنکی دین اور دنیا میں حاجت ہوتی ہے۔ وَهُدًى وَ
رَحْمَةً لِّلْقَوْمِ الْيُؤْمِنُونَ ۝ اور راہ دکھانے والا ہے راہ چلنے والوں کو
اور رحمت اور مہر ہے اللہ کی اون لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں اللہ تعالیٰ
کی وحدت اور جناب سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے
سراسر ہدایت ہر ایمان بھری یہ قرآن رحمت ہر اللہ کی اللہ احمد کہ تفسیر سورہ یوسف ختم ہوئی
اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مقبول فرمائے اور اہل سلام کو اسکے پڑھنے کی توفیق دے فقط

صورت بشری جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ یعنی کہ وہ
 اے محمد صلعم سوائے ان کے نہیں کہ میں ہی مثل تمہارے بشر ہوں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے
 آپؐ کے مرکب اکملے ارشاد کیے جیسے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اور دوسری صورت ملکی جیسا کہ فرمایا
 اِنَّمَا خُضِرْتُ صَلَوات اللہ علیہ وسلم نے اِنِّیْ کَسَمْتُ کَا حِدٍ کُوْا اِنِّیْ اَبِیْتُ عَنْ رَّبِّیْ اُطْعِمْنِیْ
 وَیَسْقِیْنِیْ۔ یعنی بیشک میں نہیں ہوں تم میں سے کسی کے مثل میں رہتا ہوں اپنے
 رب کے پاس اور یہ کہلاتا ہے مجھے اور پلاتا ہے مجھے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے
 آپؐ پر مقطعات مثل تَفْطِیْصٌ اور حَقِّصٌ وغیرہ کے نازل فرمائے۔ اور تیسری صورت
 حق ہے جیسا کہ فرمایا اپنے مَنْ اِنِّیْ فَقَدْ رَاٰی اَلْحَقَّ یعنی جنہ دیکھا مجھے اوس نے
 حق دیکھا۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے کلام مبہم فرمایا ہے جیسے فَاَوْحٰی اِلَیْکَ
 مَا اَوْحٰی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ ثناء اس سورت کا نام ہے۔ یعنی اے محمد صلعم اللہ
 علیہ وسلم یہ سورت ذِکْرُ مَحَبَّتِ رَبِّکَ عَبْدُکَ لَکَرِیَّا ۝ بیان ہے تیرے
 رب کی مہربانی کا اپنے بندے ذکر یا پر حضرت ذکر یا بن آذر بن رحیم بن سلیمان بن داؤد
 علیم السلام ایک پیغمبر عالیشان بیت المقدس کے مجاوروں کے سردار اور مقرب بارگاہ
 پروردگار تھے۔ اللہ تعالیٰ اولا کا قصہ اپنے حبیب سے بیان کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ
 یَا ذِکْرُ وَہ وقت اِذْ نَادٰی رَبُّہٗ نِدَاً خَفِیًّا ۝ جب پکارا ذکر یا نے اپنے
 رب کو پکارنا پوشیدہ۔ یعنی جب حضرت ذکر یا علیہ السلام نے بعد قربانی کرنے کے بیت المقدس
 کی محراب میں حاضر ہو کر نہایت ادب و اخلاص سے اپنے پروردگار کو پوشیدہ آواز سے پکارا
 اور دعا کی اور سب پوشیدہ دعا کرنے کا یہ تھا کہ آپ نہایت بوڑھے ننانوے برس کے تھے
 اور آپ کی بی بی صاحبہ بانج تھیں پس آپ کو شرم آئی کہ ایسے حال میں لوگوں کے سامنے فرزند
 پیدا ہونے کے لیے پکار کے دعا کریں اس خیال سے آپ نے اپنے پروردگار سے ہستہ
 سے دعا کی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ بوجہ ضعف کے آپ کی آواز کمزور ہو گئی تھی پس آپ نے

کمال خلاص اور آرزو سے دعا کی اور قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهْنَ الْعِظْمِ مِیْنِ۔
 اے رب میرے بڑھی ہو گئیں میری ہڈیاں۔ یعنی اس قدر ضعیف ہوئے کہ ہڈیاں
 تک کمزور ہو گئیں جو سارے جسم سے زیادہ سخت اور مضبوط ہوتی ہیں۔ وَاسْتَعْلَ
 الرَّاسُ شِیْبًا۔ اور چکنے لگا سر میرا بڑھاپے سے۔ یعنی اس قدر بوڑھا ہوا کہ سارا سر سفید
 ہو گیا اور بال سفید چکنے لگے وَکَلَّا کُنْ بِدَعَاکَ رَبِّ شَقِیًّا۔ اور تجھے
 مانگتا رہے رب میں محروم نہیں رہا۔ یعنی جب میں نے تجھے کوئی دعا کی تو نے اپنے
 فضل سے قبول فرمائی اور مجھے محروم نہیں رکھا وَرَآئِیْ خِفْتُ الْمَوَالِیْ مِنْ
 وَرَآئِیْ اور میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے۔ یعنی میں اپنے چچا زاد
 بھائیوں کے اندیشہ مند ہوں کہ وہ میرے بعد قیام دین اور امور نیک میں سُستی کریں گے اور میری
 خلافت اچھے طور سے نہ کر سکیں گے۔ پس میرے بعد میرا کوئی قائم مقام نہ بنا چاہیے جو ان
 کا مون بخوبی انجام دے اور حال یہ ہے کہ میں بہت ضعیف ہوں وَکَانَتُ اَقْرَبَیْ
 عَاقِرًا۔ اور عورت میری بانج ہے اور بوڑھا جو اٹھانوے برس کی عمر کو پہنچی ہے
 فَصَبَّیْ مِنْ لَدُنْکَ وَلِیًّا۔ پس بخش اے مجھ کو اپنے پاس سے ایک فرزند
 کام اوٹھانے والا جو امور دین کا میرے بعد متولی ہو یُرِثْنِیْ وَیَرِثْ مِنْ اِلِ
 یَعْقُوْبَ۔ میراث لے میری یعنی امامت اور نیک کاری اور میراث لے اولاد
 یعقوب سے۔ اور مراد یعقوب سے یا تو حضرت یعقوب بن اسحاق علیہم السلام ہیں یا
 یعقوب بن ماثان عمران کے بھائی جو مریم کے بیٹے تھے۔ وَاجْعَلْ لِّرَبِّیْ رِضًا
 اور کر او سکواے رب میرے من ماننا یعنی نیک اور اپنا فرمانبردار جس سے قوراضی
 اور خوشنود ہو۔ لکھا ہے کہ یہ دعا کر کے حضرت زکریا علیہ السلام نے درگاہ باری تعالیٰ
 میں سجدہ کیا اور نہایت عاجزی اور زاری کرنے لگے۔ اَللّٰهُ تَعَالٰی نے آپ کی عاجزی
 پر رحم فرمایا اور اپنے فضل سے دعا قبول کی اور مِثْلَ آئِیْ یَزِکْرُ یَا اِنَّا نُبَشِّرُکَ

یَعْلَمُ اسْمَهُ یَحْنٰی اے ذکر یا اسم غوث مجری دیتے ہیں تجھے ایک لڑکے کی
 جگانام بچی ہے اور وہ لڑکا ایسا ہے کہ **لَوْ نَجْعَلُ لَّہٗ مِنْ قَبْلِ سَمِیَآ**
 نہیں پیدا کیا ہوتے اس کے لیے اس سے پہلے اس نام کا کوئی۔ تفسیر مینی میں
 ہے کہ حضرت بچی علیہ السلام کے لیے اس مر سے کوئی فضیلت نہیں کہ اس نے پہلے کوئی
 ہنام اور کا پیدا نہیں ہوا بلکہ باعث فضیلت یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے جل جلالہ نے اس کا
 نام آپ رکھا اور بعضوں نے لکھا ہے کہ حضرت بچی اس باعث سے۔ جو پہلے تھے کہ اس
 کوئی گناہ وقوع میں نہیں آیا اور نہ گناہ کا قصد کیا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ذکر یا علیہ السلام آپ
 خدا سے غیب کے سننے سے نہایت خوش ہوئے اور عرض فرمایا **قَالَ رَبِّ اِنِّیْ
 یَكُوْنُ لِیْ غَلَمٌ وَكَانَتْ اَمْرًا تِیْ عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ
 عَلَیْكَ** اے رب میرے کیونکر ہو گا میرے بیان میں اور میری عورت بانج ہے۔
 اور میں پونچا ہوں مگر بڑھاپے سے نہایت صنف کو۔ لکھا ہے کہ یہ کلام آپ کا نبوت نہ تھا
 بلکہ آپ نے حصول علم کے لیے اپنے پروردگار سے عرض کی کہ اے رب میرے میں نہایت
 ضعیف اور کمزور ہوں اور میری عورت بانج ہے کیا تو اسی حالت میں مجھے فرزند
 عطا کرے گا یا مجھے از سر نو جوان کر کے میرا مقصد عنایت فرماے گا۔ **قَالَ کَذٰلِکَ**
 کہا فرشتے نے بموجب حکم پروردگار کے حضرت ذکر یا سے کہ اسی طرح بڑھاپے کی حالت میں
قَالَ رَبِّکَ هُوَ عَلٰی ہٰذِیْنَ وَقَدْ خَلَقْتَکَ مِنْ قَبْلُ وَکُوْنَاکَ
نَسِیًا کہ اتیرے پروردگار نے کہ اس سن میں ایسے دو شخصوں سے چھین ایک بت
 بوڑھا اور دوسرا قابلیت اولاد ہونے کی نہ رکھا ہو لڑکا پیدا کرنا میری قدرت کے آگے
 آسان ہے کچھ مشکل نہیں۔ اور بیشک پیدا کیا ہونے تجھ کو تجھے سے پہلے اور نہ تھا تو کوئی
 چیز۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو بھی تو پہلے محض معدوم تھا ہونے اپنی قدرت سے
 تجھے پیدا کر کے موجود کر دیا پس ہماری قدرت کاملہ کے آگے یہ بات کچھ حقیقت نہیں کہتی

کہ در پور چوں سے لڑکا پیدا کریں۔ حضرت زکریا علیہ السلام اس بشارت سے خوش
تو ہوئے مگر یہ نہ معیار مہوا کہ لڑکا کب پیدا ہوگا پس **قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً**
لہا اے رب میرے کر دے میرے لیے کوئی نشانی تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ
فرزند کب پیدا ہوگا **قَالَ اٰیٰتُكَ اَلَا تُكَلِّمُ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سُوًیًا**
فرمایا اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام سے کہ نشانی تیری یہ ہے کہ تو بات نہ کر سکا
لوگوں سے تین رات دن تک برابر اور کوئی دکھ تکلیف نہ ہوگی۔ پھر اوس وقت ادنیٰ
زبان اس قدر موٹی ہوئی کہ بات کرنے سے مجبور ہو گئے۔ **فَخَبَّرَ عَلٰی قَوْمٍ مِّنْ**
اٰیٰتِہٖۤ اٰیٰتٍ۔ پھر اپنے قوم پر بحجاب عبادت سے صبح کے وقت اور عالمہ ہوئیں ادنیٰ
بی بی اشباع اسی رات۔ **فَاَوْحٰی اِلَیْہِمَاۤنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا**۔ پس
اشارہ کیا طرف اونکے یعنی اپنی قوم کے کہ نماز پڑھو یا تسبیح کرو اپنے خدا کی صبح اور شام
غرض تین دن تک حضرت زکریا کی زبان بند رہی بعد اوس کے حسب دستور آپ کلام فرماتے
لگے۔ اور بعد گزرنے مدت حمل کے حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انکا یہ حال تھا
کہ بچپن ہی سے عابد و زاہد تھے۔ لکھا ہے کہ آپ ٹاٹ کے کپڑے پہنتے تھے اور
چھوٹی سی عمر میں عبادت اور ریاضت میں بڑے بڑے عابدوں کا ساتھ دیتے
تھے یا تنک کہ حق تعالیٰ نے اوپر وحی بھیجی کہ **یٰحٰیٰی خُذِ الْکِتٰبَ**
بِقُوۡۃٍ اے یحییٰ لے کتاب کو یعنی توریت کو کوشش اور دل کی قوت سے۔ **وَ**
اٰتٰیۡنَہٗ اَلْحَکْمَ صَبِیًّا اور پہننے دیا اوسکو حکم لڑکپن میں یعنی اللہ تعالیٰ نے
حضرت یحییٰ کو علم و حکمت اور کتاب توریت کی سمجھ لڑکپن میں عنایت کی۔ لکھا ہے کہ اوست
حضرت یحییٰ علیہ السلام تین برس یا سات برس کے تھے۔ ایک دن محلے کے لڑکوں
نے اونسے کہا کہ آؤ کھیلین تو اونہوں نے جواب دیا کہ ہم کھیلنے کے واسطے نہیں پیدا
ہوئے۔ **وَ حٰکَمَۤا مِّنْ لَّدُنَا وِزْکُوۡۃً وَّ کَانَ تَقِیًّا** اور دیا جانے یحییٰ کو

شوق اپنی طرف سے اور مستحرائی اور مہربانی و نرم دلی اور تھا وہ پرہیزگار فرمانبردار
 گناہین سے بچنے والا۔ **وَبَرَّابَوَالِدَيْهِ وَلَوْ كُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا** اور
 نیکی کرنے والا مان باپ سے اور فرمانبردار اونکا اور نہ تھا نافرمان سرکش بے حکم اور
 اللہ تعالیٰ کا گناہگار۔ **وَسَلَّمَ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ**
يُبعَثُ حَيًّا اور سلام ہے اوپر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس
 دن اٹھایا جائیگا زندہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اونکو سلامتی عنایت کی شر شیطان سے جس دن
 پیدا ہوئے۔ اور عذاب قبر سے جس دن وفات پائی۔ اور قیامت کے دن اوسکے ہول
 سے۔ **وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا**
شَرْقِيًّا اور یاد کر کتاب میں قصہ مریمؑ کا جب کنارے ہوئی اپنے لوگوں سے ایک
 شرقی مکان میں۔ یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
 ارشاد فرماتا ہے کہ یاد کیجئے قرآن میں حضرت مریم عمرانؑ کی بیٹی کا قصہ کہ وہ ہمیشہ مسجد
 بیت المقدس میں رہتی تھیں اور بضرورت اپنی خالہ کے گھر میں نہانے اور پاک ہونے
 کے لیے جاتی تھیں اور بعد غسل و پاکی کے پھر مسجد نہ کو رہیں چلی آتی تھیں۔ ایک دفعہ
 اپنی خالہ کے گھر میں تھیں کہ اونھیں غسل کی ضرورت ہوئی اور اونھوں نے خالہ سے
 غسل کے لیے ایک مکان مانگا اور سب علیحدہ اوس مکان میں جو مشرق رو تھا داخل ہوئیں
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا پس کر لیا مریمؑ نے اونکے سامنے پردا۔ یعنی
 حضرت مریمؑ نے اون لوگوں کے سامنے ایک کپڑے کا پردا ڈال دیا تاکہ اوس پرٹے
 کے اندر نہائیں اور اونھیں کوئی نہ دیکھے پھر نہاد ہو کے کپڑے پہنے۔ **فَارْسَلْنَاهَا**
إِلَىٰ هَارُونَ وَخَافَ مِمَّا لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا پھر بھیجا ہم نے اوسکے پاس اپنا
 فرشتہ پہرین آیا اوسکے آگے آدمی پورا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اونکے پاس حضرت جبریل
 علیہ السلام کو بھیجا اور وہ بصورت انسان حضرت مریمؑ کے سامنے ظاہر ہوئے جب

حضرت مریم نے ایک غیر مرد کو اپنے نہانے کے مکان میں دیکھا تو مضطرب ہوئیں اور
 قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ کُنْتَ تَقِیُّنَا ۝ کہا مجھکو رحمن کی
 پناہ تجھ سے اگر تو ڈر رکھتا ہے۔ یعنی حضرت مریم نے کہا کہ میں پناہ مانگتی ہوں اپنے مہربان
 پروردگار کی تیرے شر سے اگرچہ تو پرہیزگار اور سقی ہے۔ یہ کمال پاکداسنی کے عیش
 سے فرمایا۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اوس زمانے میں ایک شخص تقی نام تھا جو عورتوں
 کو پریشان کیا کرتا تھا حضرت مریم اوس کا قصہ سن چکی تین پس اپنے خیال کیا کہ یہ وہی شریر
 ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی۔ جب جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کو بہت مضطرب
 پایا تو قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلٌ رَّبِّکَ ۝ لَکَہٗبَ کَلِمَۃٍ عَلٰمًا زَکِیًّا ۝ کہا
 میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دیجائون مجھکو ایک لڑکا ستر۔ یعنی تم جسکی پناہ مانگتی
 ہو اوس پروردگار نے مجھے بھیجا ہے کہ تمھو ایک پاک بیٹا اوس کے حکم سے دیجائون
 قَالَتْ اَنِّیْ یٰکُوْنُ لِّیْ غُلُوْمٌ وَّکُوْمُ عَمْسَیْنِ بَشَرٌ وَّکُوْلُکَ بَغِیًّا ۝ بولی کہ
 سے ہو گا میرے لڑکا اور چھو انہیں مجھکو آدمی نے اور کہیں نہ تھی میں بدکار۔ یعنی حضرت
 مریم نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ میرے یہاں کیونکر لڑکا ہو گا کیونکہ آج تک مجھے کسی
 آدمی نے نہیں چھوا مطلب یہ کہ موافق دستور دنیا کے نہ میرا نکاح ہوا نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ
 لگایا اور نہ میں بدکار خرابی ڈھونڈنے والی ہوں۔ قَالَ کَذٰلِکَ ۝ کہا جبریل علیہ السلام
 نے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یوں ہی ہے۔ یا یہ کہ جو کچھ تم نے کہا سب درست اور سچا ہے
 مگر قَالَ رَبِّکَ هُوَ عَلٰی ہٰٓہُنَا ۝ فرمایا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے یعنی
 بے باپ کے لڑکا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت آسان ہے۔ اور وہ تمھو بیٹا دیتا ہے
 تاکہ تم پر اوسکی قدرت کا بلہ ظاہر ہو وَلَجَعَلْہٗ اٰیٰتٍ لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنْہٗ ۝
 اور اوسکو ہم کیا چاہیں لوگوں کے لیے نشانی اور مہربانی طرف سے۔ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ
 نے کہ ہم اوس لڑکے کو لوگوں کے لیے اپنی قدرت کی نشانی بنائیں گے تاکہ لوگ

اوسے دیکھ کے اور اوسکے حال پر غور کر کے ہماری قدرت کو پہچانیں اور ہم اولن لوگوں کے لیے اوسے اپنی طرف سے رحمت کریں وَكَانَ آمَرًا مَّقْضِيًّا ○ اور ہے یہ کام ٹھہر چکا۔ یعنی بے باپ کے لڑکا پیدا ہونا لوح محفوظ میں تحریر ہو چکا ہے۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم کے قریب آئے اور اونکے گریبان یا سینه میں پھونکا۔ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ پھر پیٹ میں لیا اوسکو پھر کنارے ہوئی اوسکو لیکر ایک پرے مکان میں۔ یعنی حضرت مریم علیہا السلام اوس وقت تھرتھارے عیسے علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں۔ اور اونہیں اپنے پیٹ میں لے کے شہر سے باہر ہوئیں اور ایک مکان میں پونہچیں۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ شہر سے جانب مشرق ایک پہاڑ تھا وہاں چلی گئیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ بیت لحم کے میدان میں جو شہر الیاس سے چھ کوس کے فاصلے پر تھا تشریف لے گئیں تاکہ اونہیں اس حال سے کوئی نہ دیکھے۔ الغرض جب مدت حل پوری ہوئی نیٹے آٹھ یا نو مہینے گزر چکے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ مدت حل تین ساعتیں یا نو ساعتیں تھیں اونکے بعد درود زہ شروع ہوا تو حضرت مریم نے ایک خشک درخت کجور کا دیکھا اور اوسکے نیچے جانے کا ارادہ فرمایا فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ اِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ فَهَرَلَتْ بِهٖ اُیُّو سَکُو حَتّٰی کَادَ رِوْاۤیْکُ کُجُورِکِی جَرَّوْا یعنی مریم علیہا السلام بوجہ درود زہ کے اوس کجور کے درخت کے نیچے پونہچیں اور مارے درد کے اپنے تئیں اوسکی جڑ سے باندھ دیا اور نہایت شرمندہ ہو کر قَالَ لَکِی لَیْسَتِیْ مِمَّنْ قَبْلَ هٰذَا وَکُنْتُ نَسِیًّا مَّنْسِیًّا ○ بونی کی طرح میں مرجھاتی اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بھری۔ یعنی آپ نے کہا کہ کاش میں اس واقعے سے پہلے مرجھاتی اور لوگ مجھے بھول جاتے تو بہتر ہوتا اس سے کہ میں لڑکا جنمیتی ہوں اوس حال میں کہ میں کنواری ہوں اور میری شادی نہیں ہوئی۔ اور اوس پر طرہ یہ کہ بیت المقدس کے عابد لوگ سب مجھے جانتے ہیں کہ میں اونکے امام کی بیٹی ہوں اور حضرت زکریا علیہ السلام

کی کفالت میں ہوں پس میرے لیے اس جینے سے مرنا بہتر تھا۔ الغرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اونکی گریہ و زاری سنی فَنَادٰ لَهَا مِنْ تَحْتِهَا اَلَا كُزِّي قَدْ جَعَلَ رَبِّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ پھر آواز دی اوںکو اوںکے نیچے سے کہ غم نہ کھا پیدا کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو اونکے پیٹ میں آواز دی اور کہا کہ آپ غمگین نہ ہوں اور موت کی تمنا نہ کریں اور قدرت خدا ملاحظہ فرمائیں کہ اوں نے اپنے فضل و کرم سے آپکے قدموں کے نیچے ایک نہر پانی کی جاری کر دی ہے کہ اوسین سے آپ پانی پئیں اور ہلاکت کریں وَهَٰؤُلَاءِ اِلٰیكَ يَجِدُ الْعَصَا تُعْتَصِقُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا ۝ اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اوس سے گریگی تجھ پر کی کھجوریں۔ یعنی کھجور کے سونکھے ہوئے درخت کو اپنے آگے بٹھکائیے اور ہلائیے کہ اوس میں سے آپکے لیے تروتازہ خرے ٹپکیں فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا ۝ پس کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ یعنی تازے خرے کھائیے اور نہر کا ٹھنڈا پانی پیجیے اور فرزند کے دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی کیجیے یا سونکھے درخت کے تازہ ہونے اور پھل دینے سے خوش ہو جیے کہ وہ آپکے حال سے بہت مناسب رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھیے کہ اوں نے سونکھے درخت کو از سر نو تروتازگی بخشی اور بارود کیا اور آپکے بیان بے باپ کا لڑکا پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ندادینے والا اور ان باتوں کا سمجھانے والا ایک فرشتہ تھا جس نے کھجور کے درخت کے نیچے آپ سے یہ باتیں کیں۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جنھوں نے حضرت مریم کو سبھایا اور اونکی تشفی کی۔ خلاصہ یہ کہ قدرت خدا سے وہاں ایک نہر نہایت صاف و شفاف پانی کی جاری ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے حضرت مریم کے گرد جمع ہوئے۔ اور جناب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے فرشتوں نے فوراً آپکو اٹھایا اور نلاد و صلا جنت کے حرم میں لپیٹ حضرت مریم علیہا السلام کی گود میں دیا۔ اور غیب سے

صَدَّ اَنْیَ فَاَمَّا تَرِیْنِ مِنَ الْبَشَرِ اِثْمًا فَقُولِ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
 صَوْمًا فَلَنْ اَكُوَ الْیَوْمَ اَنْسِیًّا مِّنْكُمْ سُبْحٰنَیْ تُو دیکھئے کوئی آدمی تو کیسوں میں نے مانا جو
 رحمن کا روزہ سو بات نہ کرونگی کج کسی آدمی سے بیٹے اے مریم اگر تم آدمیوں میں سے
 کیسکو دیکھو اور وہ تم سے دریافت کرے کہ یہ لڑکا کہاں سے آیا تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں نے
 اپنے مہربان پروردگار کی نذر کا روزہ رکھا ہے میں ہرگز آج کسی انسان سے نہ بولونگی
 کیونکہ آج کے دن میں خدا سے تعالیٰ کی مناجات میں مصروف ہوں اور فرشتوں سے
 باتیں کرتی ہوں اور اس زمانے میں روزے کا یہ دستور تھا کہ علاوہ ترک آب و طعام کے
 کلام بھی ترک کر دیتے تھے۔ ان فرض بیت المقدس کے لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام
 کو جب محراب میں پایا تو جا بجا تلاش کرتے اور لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے اتفاق سے
 ایک شخص وہاں سے ہو کر آیا تھا اس نے خبر دی کہ میں نے جناب مریم علیہا السلام کو بیت لحم
 دیکھا تھا یہ سنتے ہی حضرت مریم کی قوم کے لوگ وہاں پہنچے حضرت مریم نے جب دور
 سے اون لوگوں کو آتے ہوئے دیکھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کے اونکی
 طرف چلین فَاَنْتَ بِہِ قَوْمُہَا تَحْمِلُہٗ پھر لائی او سکوا اپنے لوگوں کے پاس گود
 میں۔ بیٹھ حضرت مریم علیہا السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لیے ہوئے اپنی قوم
 کے لوگوں کے پاس آئیں۔ اون لوگوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اونکی گود میں
 دیکھا تو متعجب ہوئے قَالُوْا اِیْمُرُکُمْ کَفَدْ جِئْتِ شَیْئًا فَرِیْدًا بولے اے مریم
 تو نے کی یہ چیز طوفان۔ یعنی اون لوگوں نے کہا کہ اے مریم تم نے یہ کیا کیا کہ تم ایک عجیب
 اور بڑی چیز ایسی لائیں کہ ہمارے گہرانے میں کہی کسی نے نہیں دیکھی۔ اِیَّاخْتَلَوْۤنَ
 مَا کَانَ اَبُوۡکَ اَمْرًا سُوًۤیًا وَمَا کَانَتِ اُمُّکَ بِعِیْلًا اے بن ہارون
 کی عورتا تیرا باپ بڑا آدمی اور نہ تھی تیری ماں بدکار۔ بیٹے اے ہارون کی بہن تمہارا باپ غریب
 بدکار شخص نہ تھا بلکہ بیت المقدس کا امام نہایت عابد و زاہد اور بیت شریف و نیک تھا اور

نہ تمہاری مان فاقہ کی بیٹی بدکاری بلکہ وہ بھی بہت نیک اور پارسا تھی۔ پہر کیا سبب کہ ایسے نیک مان باپ کی بیٹی ہو کے بے باپ کا لڑکا گھسنے لگا۔ اور اون لوگوں نے حضرت مریمؑ کو سخت بارون اسوجہ سے کہا کہ یا تو آپ کے بھائی کا نام بارون تھا۔ یا اس خیال سے کہ بارون بنی اسرائیل میں ایک ایسے متقی اور نیک تھے کہ اُتھا اور نیک بنتی میں لوگ اونکی مثال یا کرتے تھے پس چونکہ حضرت مریمؑ ہی نہایت نیک اور پارسا تھیں اس باعث سے اون لوگوں نے آپکو بارون کی بہن کہا۔ انقض حضرت مریمؑ علیہا السلام نے جب اونکا کلام سنا۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ طُوْا اِثَارَہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ ان سے سب حال پوچھو اور جواب مانگو قَالُوْا كَيْفَ نَكْلُوْهُمِنْ كَانْ فِيْ لَمَحْدٍ صَبِيًّا ۝ ہمارے ہم کیونکر بات کریں اوس سے جو گود میں لڑکا ہے۔ پس قوم کے لوگوں نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ ہم اس دودھ پیتے چھوٹے سے بچے سے کیا بات کریں جو بات سمجھنے کے ماسوا ہونے تک کی قدرت نہیں رکھتا۔ لکھا ہے کہ اسوقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دودھ پیا رہے تھے جب آپ نے یہ بات سنی تو دودھ چھوڑ کے اون لوگوں کی طرف منہ کیا اور نہایت فصاحت سے قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ قَدْ اَنْزِلْنِيْ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ كَبِيْرًا ۝ کہا میں بندہ ہوں اللہ کا اور سننے دی ہے مجھے کتاب۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے مان کے پیٹ میں کتاب انجیل کی تعلیم فرمائی ہے۔ یا انجیل دینے کا حکم ازل میں میرے لیے ہو چکا ہے۔ اور مجھکو اوس نے نبی کیا ہے وَجَعَلَنِيْ مَبْرُكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۝ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوَةِ وَالزَّكٰوَةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ اور بنایا مجھکو برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھکو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں جیسا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا بنایا ہے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا مجھے حکم دیا ہے تمام عمر۔ وَ تَبَرَّأْ اِلٰی الدّٰتِ وَ لَوْ جَعَلَنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ اور کیا مجھے سلوک کرنے والا اپنی مان کے ساتھ اور زمین بنایا مجھکو زبردست اور بخت یا تکبر کے غرور کردن اور

لَوْ كُنْ كَتَلِفُ دُونِ - وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَوْمَ وَلَدْتَ وَيَوْمَ أُمُوتُ وَيَوْمَ أُتِيَ جُحَنَّمُ ۝ اور سلامتی ہے مجھے جہنم میں پیدا ہوا اور جہنم مرونگا اور جہنم
 اونٹن یا جاؤنگا زندہ ہو کر - ذَٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ يَحْسِبُ الْمُحْسِنُونَ مَرْيَمَ كَاثِبًا - یعنی
 جس کا یہ حال صحیح اور درست بیان ہوا وہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے اور بقول نصاریٰ خدا کا
 بیٹا نہیں بلکہ اس کا باندہ اور رسول ہے قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝
 یہ بات حق اور درست ہے جہنم لوگ جھگڑتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ کہ دونوں حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کے بارے میں مخالفت رکھتے ہیں - اور سچ بات نہیں سمجھتے - یہود تو معاذ
 اللہ ایسے باتیں کہتے ہیں اور نصاریٰ تو بتاتے ہیں کہ خدا کا بیٹا بناتے ہیں - اور نہیں سمجھتے کہ مَا
 كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۚ سُبْحٰنَہٗ ؕ اللہ ایسا نہیں کہ رکھے اولاد وہ پاک
 ذات ہے - اور ان امور بات سے بالکل منزہ اِذَا قُضِيَ اَمْرٌ ۙ فَاِنَّمَا يَقُولُ
 لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ جب ٹھہراتا ہے کچھ کام ہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جاوے ہو جاتا ہے
 یعنی اللہ تعالیٰ ایسا قدرت والا حاکم ہے کہ جب کوئی کام چاہتا ہے تو صرف اتنا فرماتا
 ہے کہ ہو پس وہ فوراً ہو جاتا ہے - وَلَٰنَ اللّٰهُ رَبِّيْ ۙ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ
 هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ رب ہے میرا اور رب ہے
 تمہارا سوا اسی کی بندگی کرو اور اس کے سوا دوسرے کو نہ پوجو یہ ہے راہ سیدھی الہی
 بہت کی فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۚ پھر کئی راہ ہو گئے فرنے انہیں
 سے - یعنی یہود و نصاریٰ آپس میں اختلاف کرنے لگے - یہود نے جناب عیسیٰ علیہ السلام
 کو حد سے زیادہ گھٹایا اور نصاریٰ نے حد سے زیادہ بڑایا - اور نصاریٰ کے تین فرقے
 ہوئے ایک نے خدا کا دوسرے نے تین خداؤں میں کا ایک خدا ٹھہرایا تیسرے نے
 خداؤں کو کہا - قَوْلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ يَوْمَ عَظِيْمٍ ۝
 سو غرابی جسے منکر دن کو جوقہ دیکھیں گے ایک دن بڑا - یہ غرابی ہے اس کے

لیجے جو کافر ہوئے قیامت کے دن۔ میدان قیامت میں حاضر ہونے سے یا اور سکی دشت اور خوف سے۔ اَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُوكُمْ فَتَسْأَلُكُمُ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ کیا سننے دیکھنے ہو گئے جہن آئین گے ہمارے پاس لیکن بے انصاف آج کے دن صریح بھٹکتے ہیں سینے کیا وہ کافر سننے ہو گئے یا دیکھتے ہو گئے جہن ہمارے پاس آئی گے۔ اور انہیں دیکھنے سننے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا گو ظالم آج صاف گمراہی میں ہیں۔ وَأَنْذِرْ لَهُمْ يَوْمَ الْكَسْفِ اور ڈرادے اور انکو حسرت اور پشیمانی کے روز سے۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار مکہ کو حسرت اور پشیمانی کے روز سے ڈرا دیجیے کیونکہ اوس دن کافروں کو یہ حسرت ہوگی کہ ہم ایمان کیوں نہ لائے اور ہم گمراہوں کے ساتھ گئے کہ ہم نے گناہ کیوں کیے اور فرمانبردار خدا اور رسول نیک اور اچھے لوگ حسرت کریں گے کہ ہم نے اچھے کام زیادہ کیوں نہ کیے جو آج اس سے ہی زیادہ بلند درجے پاتے اِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَجِبَ فِصْلٌ مِّنْهُمْ ۝ یعنی جب سب حساب کتاب کا فیصلہ ہو گے حکم ہو گا کہ روزی و رزخ میں ڈالے جائیں اور بہشتی بہشت میں داخل کیے جائیں۔ پس بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسا دن تو پیش آنے والا ہو وھم مَعَفًّی غَفْلَةً وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ یقین نہیں لاتے۔ یعنی وہ اوس دن کے حال سے بے خبر ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اِنَّا كُنَّا نَبْرُدُّ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ۝ ہم واپس لوٹتے ہیں زمین کے اور جو کوئی ہے زمین پر اور ہماری طرف پہرہ آئی گے۔ یعنی بیشک ہم زمین کی میراث لینگے اور جو کچھ زمین پر ہے۔ غرض یہ کہ سب فنا ہو جائیں گے اور ہم باقی رہیں گے اور ہماری طرف پہرہ آئی گے۔ وَأَذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ ۝ اور مذکور کرتے ہیں ابراہیم کا۔ یعنی یاد کیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ جبکی نزرگی کے سب مذہب وائے قائل ہیں۔ اِنَّكَ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ

تَنِيَا ۝ بَيْتِكَ تَعَاوَدَ تَجَانِبِي - یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے سچے اور سچے جود اور بلند مرتبہ نبی تھے۔ اِذْ قَالَ لِابْنِهِ يَا بَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۝ جب کہا اپنے باپ کو اے باپ میرے کیون پوجتا ہے جو چیز تر سے نہ دیکھے اور نہ کام آوے تیرے کچھ - یعنی یاد کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر بن ناخورا کے کہ اے باپ کیون پوجتے ہو او سے جو کچھ نہیں سنتا اور کچھ نہیں دیکھتا اور نہ تھے کوئی بڑی دور کر سکتا ہے نہ تمہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ يَا بَتِ اِنِّي قَدْ جِئْتُكَ مِنَ الْعَالَمِ مَا كُوْنُ اِيَّاكَ فَاتَّبِعْنِيْ اِهْدِكْ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ اے باپ میرے بجلو آئی خبر ایک چیز کی جو بجلو نہیں آئی سو میری راہ چل سو جادوؤں بجلو سدی راہ یعنی اے میرے باپ بیشک مجھے وحی کے ذریعے سے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تم کو معلوم نہیں پس تم میری پیروی کرو اور میری راہ چلو کہ میں تمہیں سید ہارستہ بناؤں۔

يَا بَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ اِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ اے میرے باپ میرے نہ پوج شیطان کو بیشک شیطان ہے جمن کا نافرمان - یعنی اے میرے باپ شیطان کی عبادت اور پرستش نہ کرو کیونکہ شیطان بیشک اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے اور اونے آدم کے سجدہ کرنے سے انکار کیا جسے مردود بارگاہ کبریا ہوا اور لوگوں کو بہکانے لگا۔ يَا بَتِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّمْسَكَكَ الْعَذَابُ مِنَ الْوَحْمِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہ پونچے تجھے عذاب رحمن سے پہر تو ہو جادو کے شیطان کا ساتھی - یعنی اے باپ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں شیطان کے پونچے اور او سکی پیروی کرنے کے باعث سے تجھ پر خدا کا عذاب آوے اور تو او س عذاب میں شیطان کا ساتھی ہو جائے۔ قَالَ اَرَا عَذَابَ اَنْتَ عَنْ الْهَيْئَةِ يَا بُرْهٰنِيْوَجْ وہ بولا کیا تو پہرا ہوا ہے میرے

اپنے مطلب سے محروم اور بے نصیب نہ ہو گا۔ بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ بتوں کے پوجنے سے بے نصیب اور بے بہرہ اور خدا کی مہر سے بہت دور ہیں۔

الغرض حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور سب بت پرستوں سے علیحدہ ہو کر شہر بابل سے جسے ارم نہرن کہتے ہیں نکلے اور وہاں سے کوہستان فارس یا کوہستان کنعان کی طرف روانہ ہوئے اور سات برس تک اون پہاڑوں میں پہرتے اور سیر کرتے رہے۔ جب اونکے باپ نے انتقال کیا اور اونکے چچا مذکور کو بت خانے کی خدمت سپرد ہوئی تو یہ خبر سنے پر بابل میں آئے اور بتوں کی مذمت شروع کی اور اکثر بت توڑ دالے اور آتش نرود اوپر سرد ہوئی۔ پھر آپ نے بہرامی حضرت سارہ لوط ملک شام کا قصد فرمایا اور سکایا ان اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔

فَلَمَّا عَزَلَهُمْ وَمَا يُعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۚ

پھر جب کفار سے ہوا اون سے اور بتوں کو بتی کیا۔ وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بختا بننے اور سکواحق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا۔

یعنی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اون بت پرستوں سے علیحدہ ہوئے اور اونکو اپنے چھوڑ دیا اور اونکے بتوں کو بھی جنہیں وہ خدا کے سوا پوجتے تھے توڑا اور چھوڑا جو اللہ تعالیٰ نے بی بی سارہ علیہا السلام سے آپ کو حضرت اسحق فرزند اور حضرت یعقوب پوتا عنایت کیا اور ان دونوں کو اپنے افضل سے نبی برگزیدہ کیا۔ خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی راہ میں ہجرت کی اپنی بتوں سے علیحدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے اونے بہتر اپنے دیے اور حضرت اسمعیل کا تذکرہ اس واسطے فرمایا کہ وہ آپ کے پاس نہیں رہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهُمُ مِنْ رَحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۚ

اور دیا ہم نے اونکو اپنی مہر سے اور رکھا اونکے واسطے سچا بول اور نچا سینے بخشی ہم نے اونکو اپنی رحمت میں سے رحمت مراد رحمت سے مال

اور اولاد جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سچائی اور بلند مرتبہ مرحمت فرمایا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّكَ أَنْتَ كَانَتْ مَحْصَا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا** ○ اور مذکور کتاب میں موسیٰ کا وہ تھا چٹا ہوا اور تمہارا رسول نبی یعنی یاد کرو اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک میں احوال موسیٰ علیہ السلام کا بیشک وہ پاک تھے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر خلت کی ہدایت کے لیے **وَنَادَيْنَاهُ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ فِجْيَا** ○ اور پکارا رہنے اور سکودا سنی طرف سے طور پہاڑ کی اور نزدیک بلایا اور سکوبھید کرنے کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور کے دامن رخ سے جو دادی ایمن میں واقع ہے پکارا اور انکو مرتبہ قرب عنایت فرمایا۔ اور ایک تفسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بلند کیے گئے اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان اور ایک حجاب سے دوسرے تک اسقدر بلند ہوئے کہ اپنے اوس قلم کی آواز سنی جس سے توریت لکھی جاتی تھی۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ جل جلالہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہی حجاب باقی رہا تھا **وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا** ○ اور بخشا ہے اور سکودا سنی مہرے بھائی اور سکا ہارون نبی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے انکے بھائی ہارون کو مددگار بنایا اور وہ نبی تھے **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ سَمِعْنَا لَكُمْ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا** ○ اور مذکور کتاب میں اسماعیل کا وہ تھا وعدے کا سچا اور تمہارا رسول نبی۔ یعنی حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے کہ یاد کیجئے قرآن پاک میں قصہ حضرت اسماعیل کا۔ وہ بیشک وعدے کے سچے تھے اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے خلت کی طرف خبر دینے کے لیے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حالات میں لکھا ہے

کہ آپ وعدے کے بڑے سچے اور پکے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک شخص سے وعدہ فرمایا کہ جب تک تو نہ آئیگا میں اسی مقام پر کھڑا ہو لوں گا پس آپ اپنے وعدے کے موافق وہیں کھڑے رہے اور اسی طرح تین دن گزرے اور ایک روایت میں ہے کہ پورا سال بہر گزر گیا بعد اوسکے وہ شخص آیا۔ اس عرصے میں آپ نے درختوں کی چھال کھا کے گزارہ کیا اور باوجود ہزاروں دقتوں کے وعدے کے ایفا کرنے میں کامل اور ثابت قدم رہے اور انکی تعریف میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَ الزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا** ○ اور حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے رب کے یہاں پسند یعنی حضرت اسمعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں اور اپنی امت کے تمام لوگوں کو نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم فرماتے تھے اور مقبول بارگاہ الہی تھے کیونکہ وہ اپنے قول و فعل میں بڑے پکے اور مستقل مزاج تھے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ حضرت ادریس علیہ السلام کا قصہ بیان کرتا ہے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرماتا ہے۔ **وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ يَنْتَظِرُ صِدْقَآئِنَا** ○ اور مذکور کہ کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچائی۔ یعنی قرآن پاک میں حضرت ادریس علیہ السلام کا قصہ یاد کیجیے کہ وہ سچے نبی تھے۔ حضرت ادریسؑ حضرت شیثؑ کے پروتے اور حضرت نوح علیہ السلام کے پرداد اسی نام مبارک انکا اخوؑ تھا مگر علوم کی درس تدریس کی زیادتی کے باعث سے آپ کا لقب ادریس مشہور ہو گیا۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے قلم سے خط آپ ہی نے لکھا اور حال نجوم ہی پہلے پہل آپ ہی نے بیان فرمایا اور کپڑے کا سینا آپ ہی سے شروع ہوا۔ آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد سو برس گزر چکے تھے جب پیدا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں تین صحیفے ازل فرمائے۔ اب اللہ تعالیٰ انکے مال میں فرماتا ہے **وَرَفَعْنَا مَكَانًا عَلِيًّا** ○ اور اوٹھالیا ہم نے اور سکو ایک اونچے مکان پر یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مرتبہ

نبوت اور اعلیٰ درجہ قرب سے سرفراز فرمایا۔ یا بخت مین جگہ دی یا چوتھے آسمان پر اٹھالیا اور چوتھے آسمان پر اور یس علیہ السلام کا موجود ہونا حدیث معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اور یس علیہ السلام سے چوتھے آسمان پر ملاقات ہوئی اور اس بار سے مین مختلف روایتیں مین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت اور یس علیہ السلام آفتاب کی گرمی اور شدت حدت سے بہت پریشان ہوئے تو بارگاہ حق تعالیٰ مین مناجات کرنے لگے کہ اے پروردگار باوجودیکہ مین آفتاب سے نہایت دور ہوں مگر او سکی گرمی اور تیزی مجھے جلا سے دیتی ہے پس اوس فرشتے کا کیا حال ہوگا جو آفتاب کو اٹھائے یہ پرتا ہے۔ اے رب العالمین اپنے فضل و کرم سے آفتاب کی تیزی اور شدت اوس فرشتے سے دور کر دے اور آفتاب کا بوجھ ادا سپہلکا کر اور اوسے اپنے فضل سے سب سختیوں سے محفوظ رکھ۔ پروردگار عالم نے حضرت اور یس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آفتاب کی گرمی اور بوجھ اوسکے لیے کم کر دیا جب اوس فرشتے نے آفتاب کو ہلکا پایا اور گرمی و تیزی مین بھی کمی دیکھی تو خداوند عالم سے عرض کی کہ اے خدا اے تعالیٰ آج آفتاب کی تیزی اور بوجھ مجھے کم معلوم ہوتا ہے اسکا کیا باعث ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے پیارے بندے اور پیش نے تیرے لیے دعا کی تھی ہم نے قبول کی۔ پس اوس فرشتے نے جناب اور یس علیہ السلام کی زیارت کے لیے زمین پر اترنے کی حق تعالیٰ سے اجازت چاہی اور بعد حصول اجازت زمین پر آیا حضرت اور یس علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپکے فرمانے کے موافق آپکو اپنے پردن پر چما کے آسمان پر آفتاب کے قریب لے گیا اور پھر بوجب آپکے کہنے کے ملک الموت سے دریافت کیا کہ حضرت اور یس کی عمر کتنی ہے اور اونکا انتقال کیونکر ہوگا ملک الموت نے عمر دن کا ذکر دیکھ کے جواب دیا کہ وہ ابھی مطلع آفتاب کے قریب وفات پائیں گے جب وہ ذیشتہ ملک الموت سے رخصت ہو کے اپنے مقام پر آیا تو حضرت اور یس علیہ السلام

اوسنے زندہ نہ پایا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام بڑی کثرت سے عبادت کرتے تھے۔ ملک الموت اونکی زیارت کے نہایت مشتاق ہوئے اور پروردگار سے اجازت لیکے زمین پر آئے اور آپسے ملاقات کی اور اپنے آزمانے کے لیے اوسے کہا کہ میری جان بہن سے نکالو۔ اونیون نے حکم حق تعالیٰ کے چکے کنے کے موافق روح قبض کی۔ پھر حق تعالیٰ نے اوکو دوبارہ زندہ کیا اور حضرت عزرائیل علیہ السلام اونیون آسمان پر لے گئے دوزخ کے حالات دکھائے پھر جنت میں پونچایا۔ اور وہاں سے نہ اٹھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ادریس حضرت الیاس علیہ السلام کا لقب ہے جو بنی اسرائیل میں پیغمبر ہوئے تھے اور حضرت خضر علیہ السلام کی طرح زندہ رہے۔ اب اللہ تعالیٰ ان نبیوں کے حق میں ارشاد فرماتا ہے۔

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ يَرَاهُ لُوحٌ
 جنکو نعمت دی اللہ نے نبیوں میں فرزندانِ آدم میں سے۔ یعنی یہ لوگ جنکیان کیا گیا ذکر یا اور ادریس علیہا السلام ایسے لوگ ہیں جنہر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دینی اور دنیوی بھیجی ہیں اور یہ پیغمبر ہیں اولادِ آدم میں سے وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَنًى نُوْحٍ اور اونیون جنکو لاد لیا ہننے نوح کے ساتھ۔ یعنی باقی اونکی اولاد میں سے ہیں جنکو ہننے حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں اوٹھایا۔ اور وہ لوگ ادریس علیہ السلام کے ماسواہین وَمِنْ ذُرِّيَةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرٰئِيْلَ وَمِمَّنْ هَدٰىنَا وَاجْتَبٰىنَا اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل کی اور اونیون جنکو ہننے سوچھ دی اور پسند کیا۔ یعنی اور وہ لوگ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ذریات سے ہیں اور وہ لوگ جنہیں ہننے راہ حق دکھائی اور برگزیدہ کیا اوکو آدمیوں میں سبب شرف نبوت کے

اِذْ اَتٰنَا عَلٰی عِمْرٰنَ الْوَحْيَیْنَ خُزًّا مَّجْدًا وَبٰکِنًا ۝ جب اوکو مآں آیتین رحمن کی گرتے ہیں سجدے میں اور روتے ہوئے۔ یعنی یہ سب لوگ جنکیان کیا گیا ایسے ہیں کہ جب انہر اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں

تو منہ کے بھل گرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سجدے میں اور روتے ہیں اس کے خوف سے پس اس سے ظاہر ہے کہ کلام ربانی سننے کے ساتھ رونے کو ایک بڑی نسبت ہے اور یہی حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور روروا اور چوروانہ آئے تو اپنے سینے رونے والے کی صورت بناؤ۔ اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی شان میں جنکے دلوں میں کلام اللہ سننے سے شوق بڑھتا تھا اور محبت الہی کے جوش میں آنکھوں سے دریا بہتے تھے فرماتا ہے وَلَا إِذْ أَسْمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ الْوَسْوَیٰ تَرَىٰ أَغْیَیْمٌ تَبْخِیضٌ مِّنَ الدَّمَ - یعنی جب سنتے ہیں وہ لوگ اس کلام پاک کو جو اتارا گیا رسول کی طرف تو دیکھتے ہو تم انکی آنکھوں کو کہ بہتے ہیں اونسے آنسو۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کا شوق اور اپنی اور اپنے رسول کی محبت نام اہل سلام کو ایسی ہی غایت فرماتے کہ کلام مجید کے سننے سے آتش شوق دل میں بھڑکے اور غم کے آنسو آنکھوں سے بہیں۔ قرآن مجید کے سجدوں میں سے یہ پانچوں ان سجدہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نبیوں کا بیان ختم کر کے انکی اولادوں کا تذکرہ فرماتا ہے۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا ۚ پھر انکی جگہ آئے ناخلف گنواۓ نماز اور پیچھے پڑے مزوں کے سوا گئے ملے گی گمراہی۔ یعنی ان برگزیدہ نبیوں کے بعد انکے برے فرزندوں نے غفلت سے نماز چھوڑ دی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے گناہوں میں مبتلا ہو گئے پس بہت جلد اس گمراہی اور مصیبت کی سزا دیکھیں گے۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ غیٰ ایک دوزخ کا کنواں ہے اور اس کا عذاب اس قدر سخت و شدید ہے کہ اہل دوزخ جب اس کنوین کے عذاب والوں کو دیکھیں گے تو اُس عذاب سے خدا کی پناہ مانگیں گے اور بعض نے لکھا ہے کہ غیٰ دوزخ کے ایک میدان کا نام ہے جسکی آگ نہایت سخت اور تیز ہے اور اوس میں بے نماز اور نفس کے پیروں کے جائیگے اور اوپر سخت عذاب ہوگا۔ اَلَا مِّنْ تَابٍ وَامْنٍ وَعَمَلٍ صَالِحٍ ۚ مگر جسے توبہ کی اور تقیین لایا اور نیک کام کیا

لینے جو گناہوں سے بھرا اور توبہ کر کے سچے دل سے ایمان لایا اور کام نیک موافق
 حکم خدا و رسول کے کیے فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ شَيْئًا
 سو وہ لوگ جائیگے بہشت میں اور اور کثافت نہ رہیگا کچھ نہیں وہ لوگ توبہ کر کے ایمان لائے
 سیدھے بہشت میں داخل ہونگے اور ان کے اجر میں کمی نہ کی جائیگی۔ اور وہ بہشت جہنم وہ
 لوگ داخل ہونگے جَنَّتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ
 باغ میں رہنے کے جنکا وعدہ دیا ہے رحمن نے اپنے بندوں کو بن دیکھے۔ یعنی ان کے
 رہنے کے لیے وہ باغ میں جنکا وعدہ پروردگار عالم نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔
 اور وہ باغ ایسے عمدہ ہیں جو دیکھنے میں نہیں آئے۔ اِنَّكَ كَانَتْ وَعْدًا مَّائِيًا
 بیشک ہے اوکے وعدے پر پونہچنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس بہشت کا اپنے نیک بندوں
 سے وعدہ کیا ہے وہ بہشت جلد سامنے آنے والی ہے اور ایمان والے اس میں داخل
 ہونگے۔ اور وہ بہشت ایسی ہے کہ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا سَلَامًا نہ سنیں
 وہاں مک بک سو اسلام کے۔ یعنی جنت کے لوگ جنت میں کوئی لغو اور بیہودہ بات
 نہ سنیں گے مگر سلام باری تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے یا اوکے فرشتوں کی طرف سے
 یا آپس میں ایک دوسرے سے۔ وَلَهُمْ فِيهَا بَكْرَةٌ وَعَشِيًّا
 اوکے لیے ہے اونکی روزی وہاں صبح اور شام۔ یعنی اوکے لیے ہیں جنت کی نعمتیں
 دو وقت صبح اور شام یا ہمیشہ کے لیے۔ لکھا ہے کہ جنت میں رات اور دن نہوگا مگر کچھ
 نشانیاں ہونگی جسے مقدار رات اور دن کی پہچانی جائیگی۔ اور ایک تفسیر میں لکھا ہے
 کہ دروازے بند کرنے اور کھولنے سے رات معلوم ہوگی اور دروازے کھولنے اور
 پر دے اٹھانے سے دن معلوم ہوگا۔ اور رات کو جو عین مسلمانوں کی خدمت کرے گی
 اور دن کو غلامانِ تِلْكَ الْجَنَّةِ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ
 تَقِيًّا وہ بہشت ہے جو میراث دیگے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہو گا پر ہیز گار نہ

یعنے وہ بہشت جہاں ہم نے ذکر کیا ہم اپنے بندوں میں اس سے میراث دینگے جو پہر ہیزگار ہوگا
 روایت ہے کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصحاب کھٹا و زرد و القز
 اور رروح کا حال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کل جواب دوں گا اور اس وقت آپ نے انشاء اللہ تعالیٰ
 نہیں فرمایا تھا۔ پس پندرہ یا پچیس روز تک جبریل علیہ السلام آپ کے پاس نہیں آئے بعد
 اسکے جب آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی تم بہت عرصے کے بعد آئے میں تمہارا بہت
 منتظر تھا۔ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا وَمَا نَسْتَكْثِرُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ ؕ اِنْ هُمْ
 اِذْ تَرَوْهُ لَكَرِهُوا مِنْكَ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ؕ یٰمَرْيَمُ اقْنُصِيْ ذُنْبَكَ
 وَتُحِیْ رُءُوسَ الْوَحْشِ اِلٰی الْبَابِ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْكَافِرُ
 وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ؕ اوسى کا ہے جو ہمارے آگے اور جو ہمارے پیچھے اور جو
 اوسکے بیچ میں ہے اور تیرا رب نہیں بھولنے والا۔ یعنے اوسى پر دردگار کے لیے ہے جو کچھ
 ہمارے آگے ہے آنے والے کاموں سے اور جو کچھ گندگیا ہمارے پیچھے اور جو درمیان میں
 ہے۔ یا اوسى کے لیے حکم ہے ہامی ابتدا اور انتہا میں اور ہامی زندگی میں اور اسے رسول
 اللہ کے آپکا پر دردگار بھولنے والا نہیں ہے بلکہ آپ کے حال سے وہ خوب آگاہ ہے جب
 اسے منظور ہوتا ہے ہکوا آپ کے پاس ہیجتا ہے۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
 وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا ؕ
 رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو اوسکے بیچ میں ہے سو اوسى کی بندگی کر اور شہر ارہ
 اوسکی بندگی پر کوئی پہچانتا ہے تو اوسکے نام کا۔ یعنے وہی ہے پر دردگار آسمانوں اور زمین
 کا اور پر دردگار ہے اوسکا جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ پس زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا
 اور اوسکے درمیان میں جو کچھ ہے اوسکا پالنے والا کیونکر بھولے گا اور اسے رسول اللہ کے
 حبیب آپ نے سمجھ لیا کہ آپکا پر دردگار آپکو بھولا نہیں تو اوسکی عبادت میں ثابت رہیے اور
 وحی میں دیر ہونے سے پریشان نہ ہئیے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اوسکے سوا کسی کا نام اللہ

چو ہرگز نہیں بلکہ غلبہ الہی اس بات سے ظاہر ہے کہ آج تک کسی مشرک نے اپنے معبودان
 باطل کو اللہ نہیں کہا ہاں آلہ کتے رہے بغیرت و ہدایت نے اس نام پاک کو کافروں کے
 تصرف سے بچایا اور ایمان والوں کی زبان پر جاری کیا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کے
 نام سب اوسکی صفت ہیں اور ہوا سے اوسکے کوئی ان صفتوں کا نہیں ہے **وَقَوْلُ**
الْإِنْسَانِ إِذَا مَامَ لِسُوْفَ أَخْرَجَ حِثًّا ○ اور کہتا ہے آدمی کیا
 جب میں مر گیا ہر نکلونگا جی کر یعنی کفار ایک دوسرے سے براہ تعجب کہتے ہیں کہ یہ بات
 کیونکر ہو سکتی ہے کہ مردہ خاک قبر سے جی اوٹھے یہ خلاف عقل اور مشکل ہے۔ خداوند
 تعالیٰ اجل شانہ اوسکے جواب میں ارشاد فرماتا ہے **أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا**
خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنْ يَكُنْ نَسِيًّا ○ کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اوسکو بنایا
 پہلے سے اور وہ کچھ چیز نہ تھا۔ میں آدمی یہ خیال نہیں کرتا کہ جب وہ کوئی چیز نہ تھا بلکہ میں
 تھا تو ہم نے اپنی قدرت سے اوسے بنایا اور معدوم سے موجود کر دیا۔ پس اب دوبارہ
 اوسکی خاک پر آگندہ کو جمع کر کے زندہ کرنا ہمارے نزدیک کیا مشکل ہے **فَوَرَّاهُ**
لَخَشَرَةٍ تَهُمُ وَالشَّيَاطِينُ تَهُمُ خَضِرٌ حُمْرٌ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ○ سو قسم ہو
 تیرے رب کی ہم گھبر بلائیں گے اونکو اور شیطانوں کو پہرہ سامنے لائیں گے گرد و دوزخ کے
 گھٹنوں پر گرے یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اون کافروں کو جس اوسکے شیطانوں
 کے میدان حشر میں جمع کرے گا اور وہ سب ایک ایک زنجیر میں بند ہے ہوئے دوزخ
 کے گرد اگر دلائے جائینگے اور حساب و کتاب کی دہشت یا خوف دوزخ اوپر اس قدر غالب
 ہو گا کہ وہ سب زانو کے بعل گر پڑینگے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ سب آدمی دوزخ
 کے گرد حاضر کیے جائینگے ایسے کہ نیک لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اونھیں پروردگار نے
 کیسی سخت بلاؤں سے نجات دی اور یہ اس بات سے خوش و غرم ہوں اور بڑے
 لوگ دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے دیکھ لیں اور اپنے اعمال بدیا کر کے رنجیدہ ہوں

ثُمَّ لَنَزَعُنَّ مِنْ كُلِّ فِئَةٍ آيَةً ۚ أَشَدَّ عَلَى الْكَافِرِينَ عِتْيًا ۝ پھر خدا
 کریں گے ہم ہر فرقے میں سے جو نسا اور زمین سے سخت رکھتا تھا زمین سے اگر ٹہیے پھر نکالیں گے
 ہم دوزخ میں ڈالنے کے لیے ہر گروہ میں سے اس شخص کو جو بڑا نافرمان اور سخت کافروں کا
 لُحْمُ الْكَافِرِينَ ۚ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ۝ پھر ہم کو خوب معلوم ہیں جو بہت
 قابل ہیں دوزخ میں بیٹھنے کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو سب سے
 پہلے آتش دوزخ میں ڈالنے کے لائق ہیں۔ وَإِنْ مِنْكُمْ لَكَافِرٌ ۖ وَآرِدُهُ أَكَانٌ
 عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ اور کوئی نہیں تم میں سے جو نہ پوچھتا اور سپر ہو چکا ہو
 تیرے رب پر ضرور مقرر۔ یعنی کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جو دوزخ پر سے نہ گذرے اور
 یہ وعدہ پروردگار کا ضرور مقرر ہے اس میں ہر گز خدات نہیں مگر جب ایماندار لوگ دوزخ پر سے
 گذریں گے تو آگ ٹھنڈی ہو جائیگی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ سب دوزخ میں داخل
 کیے جائیں گے مگر ایمانداروں پر آگ ایسی ٹھنڈی ہو جائیگی جیسی حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے لیے ہوئی تھی جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ ثُمَّ نَخْتَبُ لَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
 وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثًا ۝ پھر بچا دیں گے ہم ان کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ
 دیں گے گنہگاروں کو اسی میں اور نہ مے کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے متقی
 پر ہیزگار ایماندار لوگوں کو دوزخ سے نجات دیگا اور کافر اسی اور نہ مے کریں گے اور وہیں
 پڑے رہیں گے۔ لکھا ہے کہ بہشت کی راہ نہیں مگر دوزخ کے منہ میں۔ اور دوزخ متغیر کی
 شکل ہر منہ اور کادینا سے بڑا کنارے سے کنارے تک راہ ہے بال سے باریک اور
 تلوار سے تیز ایمان والے اوپر سے صحیح و سلامت گذر جائیں گے اور گنہگار گر پڑیں گے پھر ان
 عمل کے کئی روز بعد نکالے جائیں گے اور پروردگار کے فضل و کرم یا جناب رسول مقبول
 کی شفاعت سے ان کے گناہ بخشے جائیں گے اور کافر دوزخ میں پڑے رہیں گے پھر نہ
 دوزخ کا بند ہو جائیگا۔ وَلَا ذَاتُ نَفْسٍ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّمَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ دُرُجُهُمْ ۚ

لِّلَّذِينَ آمَنُوا أَجْرٌ أَيْ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مِّمَّا قَامُوا وَكَوْنًا
 اور جب سنا ہے انکو ہماری آیتیں کھلی کھلتے ہیں جو لوگ منکرین ایمان والوں کو دوزخ
 فریقوں میں سے کسا مکان بہتر ہے اور اچھی لگتی ہے مجلس۔ یہی قریش کے سرداروں میں
 سے وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے ایمان والے غریبوں اور فاسقوں سے کہہ دین کہ ان دوز
 گردوں میں سے کون اچھا ہے مکان اور مرتبہ کے رو سے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے
 کائنات کیسے عمدہ ہیں اور ہمارے لیے جملہ سامان عیش و عشرت موجود ہے عرب کے ہر
 برسے ذی عزت سردار ہماری محفلوں میں آتے ہیں۔ اور ہم نہایت عزت ذات اور عیش و عشرت
 سے بہرہ کرتے ہیں۔ ایک تم ہو کہ نہ کھالے کو پیسہ نہ ٹیٹھے کو جگہ نہ کوئی عیش و آرام۔ پھر تم اچھے کہو
 خلاصہ یہ کہ مشرکین عرب ایمان لانے اور حکم خدا پر چلنے سے دنیا کی عزت اور راحت کو اچھا سمجھتے تھے
 اور اس چند روزہ راحت و آرام دنیا سے فانی ہو کر کرتے تھے یہ نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ایمان والوں کے لیے نہایت بہشت اور ملک جاودانی میں بڑے بڑے درجے قرار
 کیے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کے خیر و افتخار توڑنے کے لیے ان کو شاد فرمایا وَكَوْنًا
 قَبْلَكُمْ مِنْ قَرْنٍ هُوَ أَحْسَنُ آتَانَا وَرَثًا ۝ اور کتنی کچھ اپنے ہم پہلے ان سے
 سنگین وہ ان سے بہتر تھے اسباب میں اور نمود میں یہی نہ سمجھ سکتے تھے کہ ان سے کیا جانتے تھے کہ
 بننے ان سے پہلے بہت سے گروہ اور قبیلے کے لوگ جو ان سے مال و دولت جاہ و عزت و شرف و
 میں کہیں اچھے تھے ہاک کر ڈالے نہ ان کا مال ان میں بچا سکا نہ ان کے جہاں ان سے مذاہب
 روکا۔ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ اسْمُهُمْ ۝ اور کہہ دو کوئی برا
 بھگتا سو چاہیے اس کو کہ کچھ لجاوے رحمن اللہ۔ یعنی کہ نہ کچھ اس سے بڑا ہو اور نہ کچھ
 لوگوں سے جو اپنے مال و جہاں پر فخر و غرور کرتے ہیں کہ جو کوئی راہ حق سے دور ہو اور اللہ سے
 اللہ تعالیٰ اس سے مہلت دیتا ہے اور پورے پورے نعمت پہنچاتا ہے کیونکہ دنیا تمام تہاں ہے
 آخرت میں سب بڑا بھلا کھل جائیگا اور یہاں سب نیک و بد بھلائی اور جہاں میں

نہ زندگی میں نہ مرتے وقت نہ اوس دن جب اوٹھایا جاوے گا۔ عاص نے جواب دیا کہ اچھا جلد
تم اوٹھائے جاؤ گے اوس دن آنا اور اپنا قرض اوس دن مجھے لینا کیونکہ اگر یہ بات سچ ہو
تو میں وہاں بھی تمسے بہتر ہو گا اس لیے کہ میرا مال اور میری اولاد بہت ہے۔ پس حق
تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی: **اِقْرَأْ اٰیَةَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیَاتِنَا وَ**
قَالَ لَا وَتَیْنٌ مَّا لَا وَ لَکِنَّا ۱۰ بھلا تو نے دیکھا وہ جو منکر ہوا ہمارے آیتوں سے
اور کہا مجھ کو نہ ہے مال و اولاد۔ یعنی کیا دیکھا آپ نے اوس شخص کو جو ہماری آیتوں سے
منکر ہوا اور کہا اوس نے کہ قیامت میں مجھے مال ملیگا اور اولاد ملیگی۔ **اَطْلَعُ الْغِیْبِ اَمِ**
اَتُخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدٌ ۱۱ کیا مطلع ہو گیا ہے غیب پر یا لے رکھا ہے عہد
کے بیان قرار۔ یعنی کیا اوسے غیب کا حال معلوم ہو گیا اور لوح محفوظ کو دیکھ آیا یا خدا
تعالیٰ کے یہاں سے کوئی عہد لے چکا ہے۔ **کَلَّا طٰیۃٌ یٰ نٰحِیْنِ** جو وہ کہتا ہے **سَمَّکْتُکُمْ**
مَا یَقُوْلُ وَاَنْتُمْ لَمْ تَدْرِ ۱۲ **مِنْ الْعَذَابِ مَدًّا** ۱۳ ہم لکھ رکھیں گے جو تمہارے
اور بڑھاتے جاویں گے اوسکو عذاب میں لغوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا
ہے ہم اوسے لکھ رکھیں گے اور اوسکے لئے عذاب بڑھاتے جائیں گے۔ **وَنُورِثُہُ**
مَا یَقُوْلُ وَاٰیَاتِنَا فَرَدًّا ۱۴ اور ہم لے لیں گے اوسکے مرسے پر جو بتاتا ہے سچا تو
آویگا ہمارے پاس اکیلا یعنی جو کچھ وہ مال و اولاد بتاتا ہے ہم اوس سے سب پہر لیں گے
اور قیامت کے روز ہمارے پاس بالکل نہا آئیگا۔ **وَ اَتُخَذَ وَاٰمَنُ دُوْنَ اللّٰهِ الْعِزِّ**
لَیْکُوْنُوْا الصُّعُوْرَ ۱۵ اور کہا اسے لوگوں نے اللہ کے سوا اوروں کا پوجنا کہ ہوا ان کے
بے عزت کا باعث۔ یعنی قریش کے مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں اور فرشتوں
کی پرستش شروع کی ہے تاکہ انکی شفاعت کے باعث خدا سے تعالیٰ کے سامنے عزت پائیں
کَلَّا طٰوِیۃٌ ہرگز نہیں ہو سکا کہ وہ عزت پائیں بلکہ سَیْکُفِّرُوْنَ بِعِبَادِہِمْ وَ
یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِمْ حُزْبًا ۱۶ وہ منکر ہو گئے انکی بندگی سے اور ہوجا دیں گے

اوکے مخالف لینے قریب ہے کہ مشرک اپنے معبودان باطلہ سے منکر ہو جائیں اور ہوں قیامت
 کے باعث اونکی پرستش سے پرہیز کر کے اونکے دشمن ہو جائیں۔ اَلْکُفْرَآءُ اَنَا اَرْسَلْنَا
 الشَّيْطٰنَ عَلٰی الْکٰفِرِیْنَ کُوْزُہُمْ اَزْکٰوۃؕ تو نے نہیں دیکھا کہ ہنچوڑ رکھے
 ہیں شیطان منکروں پر اوجھالتے ہیں اونکو اوبھار کر۔ یعنی کیا تھے نہیں دیکھا کہ ہنچوڑ رکھے
 کو کاؤڈن پر مسلط کر دیا ہے اور وہ اونھیں لٹا ہوں پر آمادہ کرتے ہیں اور دوسو سے ڈال کر
 بہکا تے ہیں۔ فَلَا تَحْجُلْ عَلَیْہُمْ اِنَّمَا عَدَاۗءُ سُوۡرۃٌ جَلِیۡءٌ لِّکُلِّ اَیْمٰنٍ سَمِیۡمٌ
 پوری کرتے ہیں اونکی گنتی۔ یعنی تم جلدی کرو اور پیر عذاب آنے کے بارے میں کیونکہ ہم تو اونکی
 اجلوں کے دن پورے کرتے ہیں یَوْمَ یَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الْاٰیْمٰنِ وَفَدَاۗءِ
 جسدن ہم اکٹھا کر لائیں گے پر ہیزگاروں کو حشر کے پاس نہان بلائے یعنی جب پر ہیزگار متقی لوگ
 خداوند حشر کی بہشت کی طرف اکٹھا کیے جائیں گے اور اچھے اچھے انڈوں پر سوار کر کے جنت میں
 اس طرح داخل کیے جائیں گے جیسے ذی عزت لوگ بادشاہوں کے دربار میں داخل ہوتے
 ہیں وَ لَسُوۡقُ الْاٰیْمٰنِ اِلَی جَہَنَّمَ وُرْدًاۙ اور ہانک لجا جائیں گے گنہگاروں کو
 دوزخ کی طرف پاسے۔ پیادہ جیسے بہائم کو ہٹاتے ہیں لَا یَمْلِکُوۡنَ الشَّفَاعَۃَ
 اِلَّا مَنۡ اِتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحْمٰنِ عَہۡدًاۙ نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا
 مگر جس نے لے لیا ہے حشر سے قرار۔ پسے کسی کو سفارش کی مجال نہوگی مگر جسے اللہ تعالیٰ
 اجازت دے۔ وَقَالُوۡا اَتُخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًاۙ اور لوگ کہتے ہیں حشر
 رکھتا ہے اولاد۔ یعنی کفار نادانی سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اولاد رکھتا ہے
 ہیں اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اونسے کہیں کہ لَقَدْ جِئْتُمُوۡہُمْ سِبۡاۙ اِذَا
 تم آگئے ہو بھاری چیز میں بیٹے اتنے بہت سخت بے ادبی کی بات کہی اور بڑا گناہ کیا۔
 مَعَادُ السَّمٰوٰتِ یَتَفَطَّرْنَ مِنْہٗ وَتَخْشَعُ الْاَرْضُ وَجِبۡرُ الْجِبَالِ
 ہَذَاۙ ابھی آسمان بہٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پانی

دیکھو کہ۔ یعنی قریب ہے کہ آسمان بھٹ جائے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹوٹ پھوٹ
 کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اِنْ دَعَا الرَّحْمٰنُ وَلَدًا اِیْنِیْ اَسْمٰتُ سَمٰتٍ مِّنْ سَمٰتٍ
 ہین رحمن کے نام پر اولاد۔ یعنی خدا کی طرف اولاد ہونے کی نسبت کرتے ہیں۔ وَمَا یَنْبَغِیْ
 لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّخْذَ وَلَدًا ۝ اور نہیں بن آتا رحمن کو کہ رکھے اولاد۔ یعنی اللہ تعالیٰ
 کو زیبا نہیں کہ وہ اولاد رکھے کیونکہ اس سے اولاد کی کچھ احتیاج نہیں۔ اِنْ کُلِّ مَنْ فِی
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اَتٰی الرَّحْمٰنَ عَبْدًا ۝ کوئی نہیں آسمان اور زمین
 میں جو نہ اس کے رحمن کا بندہ ہو کر اس کے پاس۔ یعنی زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں ہے
 جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس بندہ ہو کر نہ آوے۔ بلکہ سب اس کے بندے
 ہیں اور وہ سب کا خالق اور مالک ہے۔ لَقَدْ اَخَصَّ مَوْعِدَهُمْ عَذَابًا ۝
 اور کثرت سے اور گن رکھی ہے ان کی گنتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم نے ان سب کا احاطہ
 کر رکھا ہے اور کوئی اس کے علم سے باہر نہیں ہے وہ سب کو جانتا ہے اور گن رکھا ہے اور
 ان سب کو اور ان کے سب کاموں کو۔ وَلَهُمْ اٰتِیَہِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ فَرْدًا ۝
 اور ہر کوئی انہیں آویگا اس پاس قیامت کے دن اکیلا یعنی وہ سب آنے والے
 ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف قیامت کے دن اکیلے کہ اس وقت نہ کوئی ان کا ساتھی ہوگا
 نہ بار نہ مددگار۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَّہُمْ
 الْجَنَّةَ وَدَّارًا ۝ اللہ جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں اور نیکو
 دیا رحمن محبت۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور اس کے
 حکموں پر چلے اور نیک کام کی پس نزدیکی ہے کہ ظاہر کرے اللہ تعالیٰ ان کے لیے
 اپنی محبت یا ان کے دلوں میں اپنی محبت ڈال دے۔ یا خلق کے دلوں میں ان کی محبت پیدا
 کرے غیر سبب اور ذریعے کے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب پروردگار عالم
 اپنے کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے

کہ یہ بندہ میرا مطیع و فرمان بردار ہے اور میں اسے دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو۔ پس سب فرمان حق سبحانہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام بھی اسے دوست رکھتے ہیں اور تمام اہل آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ اجل جلالہ اپنے فلان بندے کو دوست رکھتا ہے تم سب بھی اسے دوست رکھو۔ پھر آسمان کے سب باشندے ندائے جبرئیل علیہ السلام سن کے حق تعالیٰ کے اس مقبول بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اسے نہایت دوست رکھتے ہیں۔ پھر اوسکی محبت اہل زمین کے دلوں میں ڈالی جاتی ہے اور وہ بھی اسے دوست کر لیتے ہیں۔ پس مقام غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور فرمان برداری سے اس انسان ضعیف البنیان کو کیسے اعلیٰ درجے اور بلند رتبے حاصل ہوتے ہیں اور اہل زمین و آسمان اسے دوست سمجھتے ہیں۔ آج کل اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے

فَاِنَّمَا يَسْمُوْنَكَ رِبِّسًا نَّكَ لَتُبْكِبَنَّ بِرِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنَادِيْهِ قَوْمًا لَّدُنَّا ۝

سو بے آسمان کیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشی مناسے تو ڈرو والوں کو اور ڈر اسے جھگڑالو لوگوں کو۔ یعنی یہ قرآن پاک جسے آپ پر آسمان کر دیا یا آپکی زبان عربی میں اوتارا یا اوسکی تلاوت آپکی زبان پر سہل کر دی سو یہ اس واسطے کہ آپ خوشخبری دین متقی پر ہیزگار لوگوں کو جو شرک سے کنارہ کش ہوئے اور راہ راست پر چلے اور ہمارے حکم کو سچے دل سے بجالائے اور ہمے ڈرتے رہے۔ اور اسواسطے کہ ڈراوین آپ اس کے سبب سے سخت جھگڑنے والے اور عداوت رکھنے والے کافروں کے گردہ کو جو ایمان نہیں لاتے اور اہل سلام سے جھگڑتے اور لڑتے ہیں اور اونسے عداوت اور دشمنی رکھتے ہیں۔ اور اپنے مذاہب باطلہ کے مقابلے میں دین حق کو برا سمجھتے ہیں۔ اور راہ راست پر نہیں چلتے۔ تاکہ وہ دُورین اور ایمان لائین اور دنیا کی دولت اور آخرت کے عذاب سے نجات پائیں۔ وَ

كَمْ اَعْمَلْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قُرْنٍ هَلْ تُحِشُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ
 اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۝ اور کتنی کہا چکے ہم ان سے پہلے سنگتیں آہٹ پاتا ہے
 تو اوہ میں کسی کی یا سنتا ہے او کی ہنک - یعنی کتنے ہی ہلاک کر ڈالے اور تباہ کر دیے
 ہیں ہمارے قوم میں سے پہلے زمانے کے لوگ ہر قرن میں ہر ایک قوم میں سے
 جو کافر اور مشرک اور نافرمان تھے - اور ایسے نیت و ناپو کر ڈالے کہ اوہ میں سے
 نہ کوئی دکھائی دیتا ہے نہ کوئی کسی کی آواز سنائی دیتی ہے - عذاب اور قہر آہی نے
 او کو ایسا فنا کر دیا ہے کہ گولپید اہی ہوئے تھے - پس لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ
 کے قہر و غضب سے زمین اور شرک سے تو بہ کرین اللہ پاک بے نیاز کے لیے اولاد
 نہ قرار دیں بلکہ سب کو اس کا بندہ سمجھیں ورنہ وہ قادر ذوالجلال جسے بڑے بڑے
 بادشاہوں اور سرکشوں کو خاک سیاہ کر ڈالا اور نام نشان تک باقی نہ رکھا بہت بڑی
 قدرت والا ہے اور سب کچھ اس کے قبضہ اقتدار میں ہے ایک دم میں مشرکوں اور
 منکروں کو ایسا ہلاک کر گیا کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا - اور اس وقت او کا مال جبر
 اوہیں بڑا غرور ہے اور اس کے باعث اہل سلام پر فخر کرتے ہیں کچھ کام نہ آئیگا - اور
 او کی اولاد جیسے مددگار و معاون قوت بازو سمجھتے ہیں کچھ مدد نہ سکے گی - اور اس کے
 مہبودان باطلہ جن کو وہ درگاہ باری تعالیٰ میں اپنا شفیع سمجھتے ہیں او کو عذاب الہی سے
 ہرگز نہ بچا سکیں گے - اور یہی خداوند تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اپنی مہر سے
 اپنے بندوں کو راہ راست پر چلنے کا حکم فرماتا ہے اور اپنے رسولوں اور نبیوں کو ہدایت
 کی ہر امت کے واسطے بھیجتا ہے ورنہ وہ پاک بے نیاز سب سے مستغنی ہے فقط

الحمد للہ کہ تفسیر سورہ مریم ختم ہوئی - اب تفسیر سورہ یس لکھی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے
 پڑھنے اور دیکھنے کی اہل سلام کو توفیق دے اور ہر خاص و عام کو اس سے منتفع کرے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ يٰسٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثٌ وَثَمَانُونَ آيَةً

سورہ یس مکیہ ہے اس میں تیرائی آیتیں اور سات سو ستر کلمے اور تین ہزار تیس حرف ہیں فضائل اس سورت شریف کے احادیث میں بہت مسطور ہیں منجملہ ان کے چند فوائد بیان کئے جاتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیشک ہر چیز کے لیے دل ہے اور دل قرآن شریف کا سورہ یس ہے۔ مراد دل سے خلاصہ ہے۔ پس جو شخص کہ یس پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دین قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور دارمی نے روایت کی ہے۔ اور عطاء بن رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے خبر پونجی بکھو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے پڑھی سورہ یس شروع دن میں روایگی جاتی ہیں حاجتیں اوسکی۔ یہ حدیث دارمی نے مرسل روایت کی ہے اور معقل بن یسار مزی سے روایت ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے پڑھی یس اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بخشے جاتے ہیں اوسکے سب گناہ اگلے اور پڑھو اسکو اپنے مردوں پر۔ یعنی جو قریب موت کے ہوں یا مردوں کی قبروں کے نزدیک کہ وہ بخش کے زیادہ محتاج ہیں۔ اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے سنی سورہ یس ثواب ملتا ہے اوسے برابر اوس شخص کے جسے میں دینار راہ ضامن تصدق کیے اور جسے

پڑھا اوسے اوسکے لیے ثواب ہے میں حج کرنے کے برابر۔ اور جس نے کبھی سورہ یٰسین اور پاک
 و صاف پانی سے دھو کے پی لی داخل کیے جلتے ہیں اوسکے دل میں ہزار بھین اور ہزار نور
 اور ہزار برکتیں اور ہزار حمتیں اور ہزار رزق اور دور کیے جاتے ہیں اوس سے تمام نبض
 اور کینے اور بیماریاں۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ دوست رکھتا ہوں میں
 کہ یٰسین میری امت کے ہر انسان کے دل میں ہو۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 کہ جو شخص سورہ یٰسین ہر رات پڑھے پھر وہ مر جائے تو گویا وہ شہید مرا۔ اور ابن عباس رضی اللہ
 عنہ سے روایت ہو فرمایا اودھون نے کہ جس نے پڑھی سورہ یٰسین وقت صبح کے دجاتی ہے
 اوسے آسانی اور فراخی اوس رات کی صبح تک اور فرمایا نہیں ہے کوئی میت کہ پڑھی جاوے
 اوسکے پاس یٰسین مگر یہ کہ آسانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اوس پر بنے اگر قریب المرگ ہو تو نزع روح
 میں آسانی ہوتی ہو اور اگر مر گیا ہے تو صاحب قبر میں اوس پر آسانی ہوتی ہو۔ اور ابو قتادہ رضی اللہ
 عنہ سے کہ باری تعالیٰ سے ہیں روایت ہو فرمایا اودھون نے کہ جو کوئی پڑھے سورہ یٰسین حقہ
 کی جائے اوسکے لیے۔ اور جو کوئی پڑھے اوسے ایسے حال میں کہ بھوکا ہو سیر ہو جائے۔ اور
 جو کوئی پڑھے اوسے ایسے وقت میں کہ راہ بھولا ہو راہ پائے۔ اور جو کوئی پڑھے اوسے
 اوس وقت کہ کوئی چیز اوسکی گم ہو گئی ہو تو ملے اوسے وہ چیز۔ اور جو کوئی پڑھے اوسے کھانے
 کے وقت ایسے حال میں کہ کھانے کی قلت کا خوف ہو تو پورا ہو وہ کھانا اوسکے لیے اور
 کفایت کرے۔ اور جو کوئی پڑھے اوسکو میت کے پاس آسانی کیجاوے اوس میت کے
 لیے۔ اور جو کوئی پڑھے اوسے اوس عورت کے پاس کہ دشوار ہو نیچے کا ہونا اوس پر آسانی
 ہو اوسکے لیے۔ اور جس نے پڑھا اوسے گویا کہ قرآن شریف گیارہ بار پڑھا اور ہر چیز کے لیے دل
 ہے اور دل قرآن کریم کا لیت ہے۔ روایت کیا اسے بیہقی نے شعب لایان میں۔ اور زکریا
 کی حاکم اور بیہقی نے ابی جعفر محمد بن علی یثیٰ نام زمین النابین سے کہ فرمایا اودھون نے
 کہ جو شخص سنگدل اور قصی القلب ہو اور چاہے کہ یہ بات اوس سے ہانی رہے

پس لازم ہے اسے کہ گھرے۔ یسینؑ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ ایک
 پیالے میں زعفران سے پہرا دے دھوکے پی لے۔ اور روایت ہے کہ حضرت سعید بن جبیر نے
 ایک شخص مجنون پر یسین پڑھی پس وہ اچھا ہو گیا۔ اور روایت کی ابو الشیخ نے کتاب عصمت میں
 محمد بن سہل مقری سے اونہوں نے محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عمرو دبلغ سے اونہوں نے اپنے
 باپ سے کہ کہا اونہوں نے میں ایک راستے سے جاتا تھا اور اوہیں بھٹتے بہت تھے ناگمان
 دیکھا میں نے ایک عورت کو کہ سُنْ کپڑے پہنے ہوئے ایک تخت پر بیٹھی ہے اور قندیلین روشن
 ہیں اور وہ بُلّاتی ہو مجھے پس یہ دیکھتے ہی میں نے یسین شریف شروع کی اور اسکی قندیلین بجھیں
 اور وہ کہنے لگی اے بندہ خدا کیا کیا تو نے میرے ساتھ پس میں محفوظ رہا اس سے۔ اور کہا
 مقری نے جب تک خوف ہو بادشاہ کا یا دشمن کا تو پڑھو یسین شریف اسکی برکت سے سخت
 جاتا رہ گیا۔ اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو یسین شریف پڑھا
 کرتے تھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی زیارت کرے اپنے ان باپ کی
 قبر کی یا ایک کی اون دونوں میں سے ہر سفتے میں تو چاہیے کہ پڑھے اسکی پاس یسین پس بخشنا
 ہو اللہ تعالیٰ واسطے اسکی گناہ اسکی بقدر شمار ہر حرف یسین شریف کے۔ اور ایک روایت
 میں ہے کہ جس مسلمان مرد یا عورت کے سر ہانے نزع کے وقت سورہ یسین پڑھی جاتی ہو اسکی
 پاس کثرت سے فرشتے ہیں اور اسکی لیے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ اور جو شخص خود پڑھا ہو
 اور تلاوت سورہ شریف کی اسنے مداومت کی ہو وقت مرنے کے اسکی روح نہ نکالی جائیگی
 جب تک کہ دارِ روضہ بہشت اور سکو شرب بہشت لا کر نہ پلا دے۔ اور وقت نزع اور قبر اور حشر اور
 وقت حساب یہ شخص خرم اور شاد کام رہ گیا۔ اور صورت مذکورہ کا نام ستجمہ بھی ہے کہ تمام کرتی ہے
 اپنے پڑھنے والے پر نیکیوں اور بھلائیوں کو۔ اور اسکا نام دفعہ بھی ہے کیونکہ دور کرتی ہے
 اپنے پڑھنے والے سے سب بُرائیوں کو اور قاضیہ بھی نام ہے اسواسطے کہ روا کرتی ہے
 اپنے پڑھنے والے کی سب حاجتوں کو۔ خلاصہ کہ فضائل اسکی بہتار ہیں بقدر گنجائش مختصر بیان

کھے گئے۔ یہ مقطعات قرآنی میں سے ہے۔ سوائے پروردگار عالم اور اس کے رسول اکرم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسکے معنوں سے کوئی آگاہ نہیں۔ ہاں بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ نام پروردگار کا ہوا قرآن شریف کا۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ سورت کا نام ہر جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہو کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پڑھی حق تعالیٰ نے طہ اور یس آسمان وزمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے اور تفسیر اور ردی میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پاک میں سات نام ہیں منجملہ انکے ایک نام یہی ہے اسی واسطے اہل بیت کو آل یس کہتے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ مراد اس سے کلمہ سید ہو۔

میں اسے سردار نبیوں کے کیا پروردگار کیا اندیشہ ہو اس بات کا کہ کفار کہہ سکتے ہیں کہ تم پیغمبر اللہ تعالیٰ کے نہیں ہو تو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ اِنَّآ اَنۡزَلْنَاهُ عَلٰی سُلَيْمٍ عَلٰی صَوَاطِیۡہٗ مُسْتَقِیۡمٍ قسم ہے اس پکے قرآن کی تو بیشک ہے بھیجے ہو دُن مین سے اور پر سید ہی راہ کے۔ یعنی قسم ہے قرآن حکمت والے کی کہ آپ بیشک اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبیوں میں سے ہیں جو خلق کی ہدایت اور تعلیم تو حید اور راہ راست بتانے کے لیے بھیجے گئے تھے تَنْزِیۡلِ الْعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ اِنۡتَ اَرۡسَدُ رِجۡلَیۡکَ اِنۡکَ اِنۡتَ اَرۡسَدُ رِجَلاً یعنی یہ قرآن پاک اوتارا ہوا اللہ تعالیٰ غالب مہربان کا ہے لَتَنۡذِرَ رَفُوعًا مَّاۤ اَنۡذَرِ اٰۤاۤوۡھُمۡ فَھُمۡ غٰفِلُوۡنَ کہ تو ڈر اور اسے ایک لوگوں کو کہ ڈر نہیں سنا انکے باپ دادا نے سو وہ خبر نہیں رکھتے ہیں تاکہ ڈرا دین آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اوس قوم کے لوگوں کو کہ نہیں ڈرائے گئے باپ دادا انکے نزدیک والے سبب دوری زمانے کے باڈرا دین آپ انکو اوس شر سے کہ ڈرائے گئے تھے اوس سے باپ دادا انکے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے دانے میں اور وہ اب تک بے خبر ہیں لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَکْثَرِھِمۡ فَھُمۡ لَا یُؤْمِنُوۡنَ ثابت ہو چکی ہے بات اون بتوں پر سو وہ نہ مانیں گے بنے ثابت ہو چکا وعدہ عذاب کا بہت سے کافلوں پر مگر وہ ایمان نہیں لاتے اس سے مراد

یعنی آپ تو ڈرتے ہیں ان لوگوں کو جو قرآن کریم کی پیروی کرتے اور صحت مانتے ہیں
 اور اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں یا ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ساتھ اوس شے
 کے جو غائب ہو لیکن معاملات قیامت فَبَشِّرْهُ بِمَا كُنْتَ لِحُدُودِهِ مُخَوِّعًا ۝ سوا اسکو
 دے خوشخبری معافی کی اور عزت کے نیک کی۔ یعنی آپ ایسے ڈرنے والے کو گلاشتہ
 گناہوں کی بخشش اور آئندہ ثواب کی خوشخبری دیجئے شان نزول میں لکھا ہے کہ نبی سلمہ کے
 مکانات مسجد سے دور تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ
 حکم دین تو ہم اپنے گھر مسجد کے قریب بنالین۔ پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 پر یہ آیت شریف نازل فرمائی اِنَّا نَحْنُ مُخِي الْمَوْتِ وَنُكْتُبُ مَا قُلُّ مُوَاوَا
 اَنَّا نَحْنُ مُوَاوَا ۝ اَحْصَيْنَا فِي اِمَامٍ مُّبِينٍ ۝ ہم میں جو جلاتے ہیں مرنے
 اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور انکے پیچھے نشان رہے اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے ایک
 کھلی اصل میں یعنی ہم جلاتے ہیں مردوں کو اپنی قدرت سے یا دلون مردہ کو ہدایت سے
 اور لکھتے ہیں انکے اچھے بُرے کاموں کو جو وہ آگے کر چکے اور لکھتے ہیں ہم نشانیاں اوکے
 قدموں کی جب وہ مسجد کی طرف جاتے ہیں اور ہر قدم پر ہم انہیں ثواب دیتے ہیں اور ہر شے
 کا احاطہ کر لیا ہے ہم نے لوح محفوظ میں۔ لکھا ہے کہ بعد نازل ہونے اس آیت شریف کے جناب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی سلمہ سے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں رہو مسجد کے پاس
 مکان بنانے کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ دور سے مسجد میں جانے کا ثواب زیادہ ہے اور تمہارے
 قدموں کے نشان گھر سے مسجد تک جانے میں جقدر زمین پر پڑتے ہیں سب لکھے جاتے ہیں
 اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ثواب عنایت کرتا ہے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ آثار
 عام ہے حسنہ ہو یا ستیہ حسنہ جیسے علم پڑ جانا یا نیک کام کے لیے جانا یا صدقہ جاریہ جیسے مسجد
 یا بل یا کنواں یا سراے بنوانا۔ اور ستیہ جیسے رواج باطل یا ظلم وغیرہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ
 ارشاد فرماتا ہے کہ ہم سب ذرہ ذرہ لکھتے ہیں اور ہر ایک کو اد کے کھل کے موافق جزا دینگے

سج ہے ۛ گندم از گندم بریدہ جو ز جو بہ از مکاناتِ عمل غافل مشوہ وَاَصْرِبْ لَہُمْ
مَثَلًا اَصْحَابَ الْفِرْعٰوْنِ یٰۤاِذَا جَآءَہَا الْمَوْسٰوْنُ ۝ اور بیانِ کواکے واسطے
ایک کہادت اس گانوں کے لوگوں کی جب آئے اوسین بھیجے ہوئے۔ یعنی آپ کے
والوں سے انطاکیہ گانوں کے رہنے والوں کی مثال بیان کیجیے جب کہ آئے اوس کے
پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے منقول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا اوس کے خلیفہ شمعونؑ
دو حاریوں کو جو کف نام صادق اور صدوق تھا انطاکیہ کو بھیجا کہ اُن کے لوگوں کو جا کر ہدایت کریں
اور اوسین راہ راست پر لہا دیں۔ جب وہ دونوں حواری انطاکیہ کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے
نے جو بکر بیان چہرا ہا تھا اون دونوں سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اون دونوں نے اوسے
سلام کیا اور کہا ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں لوگوں کی ہدایت کے واسطے آئے
ہیں بوڑھے نے کہا تمہارے اس دعوے کے سچ ہونے کی کیا دلیل ہے اونہوں نے کہا
ہم حکم خدا سے ہر بیماری کو اچھا کرتے ہیں اور کوڑھی اور اندھے اور گونگے کو شفا دیتے ہیں
اور اللہ تعالیٰ ہماری دعا سے ہر مرض کو دور کرتا ہے۔ اوس بوڑھے نے بیان کیا کہ میرا لڑکا
ایک مدت سے سخت بیمار ہے بیان کے سب حکیم اوسکا علاج کرتے کرتے عاجز ہو گئے او
کسی طور سے آرام نہیں ہوتا اگر وہ لڑکا تمہاری دعا سے اچھا ہو جائے تو میں تمہارے خدا
پر ایمان لاؤں یہ دونوں اوسکے ساتھ گئے اور لڑکے کے سر ہانے کھڑے ہو کے دعا کی
پروردگارِ عالم نے قبول فرمائی اور اوس مریض مایوس نے فوراً صحت پائی وہ بوڑھا ایمان
لایا۔ لکھا کہ اوس کا نام صیب بنجار تھا۔ جب یہ خبر انطاکیہ میں مشہور ہوئی کثرت سے لوگ ان
حواریوں کے پاس آتے تھے اور انکی دعا سے اچھے ہو ہو کے چلے جاتے تھے اس بات سے
ان حواریوں کی نہایت شہرت ہوئی یا نیک کہ وہ ان کے بادشاہ کو جو بہت پرست تھا خبر
ہوئی کہ دو شخص تازہ دار و جو تہوڑے عرصے سے بیان آئے ہوئے ہیں لوگوں کو دھندلانت
حق تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور بت پرستی روکتے اور بت پرستوں کو عذاب دے دیتے ہیں

پس اوسنے اون دونوں کو ہلاک کیا۔ شمعون یہ حال سنے انطاکیہ میں آئے اور بادشاہ کے منہاجوں سے رسم و راہ پیدا کر کے اپنی عقل و تدبیر سے بادشاہ کے مقربوں میں داخل ہوئے اسی قصہ کو اللہ تعالیٰ اجل شانہ بیان فرماتا ہے کہ اِذَا ارْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَهُكُم مُّرْسَلُونَ ۝ سب بھیجے بنے اونکی طرف دو تو اونکو جھٹلایا پھر تیسرے نے زور دیا تیسرے سے تب کہا ہم تمہاری طرف آئے ہیں سبھیجے ہوئے۔ یعنی جب اون دونوں رسولوں کو وہاں کے لوگوں نے جھٹلایا تب اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے اونکو غلبہ دیا تیسرے کے بھیجنے سے جو شمعون تھے یا سلام یا یونس پس کہا اونہوں نے کہ اے اہل انطاکیہ بیشک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں قالوا انا انزلناکم بالبرہان واما انتم فلا بشئ مثلائنا ۝ واما انزلناکم من شیء ان انتم کما انتم ۝ وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور جنہوں نے کچھ نہیں اُتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو۔ یعنی انطاکیہ کے لوگوں نے ان سے کہا کہ جیسے ہم آدمی ہیں ویسے ہی تم بھی ہو پھر تم میں کیا اچھالی اور کیا خصوصیت ہے جو تم رسول ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نہیں اُتاری مگر تم جھوٹا دعویٰ کیے ہو۔ قالوا ربنا ےکملوا اننا لیکم مرسلون ۝ کہا ہمارا رب جانتا ہے بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ یعنی اونہوں نے جواب دیا کہ ہم خود سے نہیں آئے بلکہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں واما علینا الا البلاغ المبین ۝ اور ہمارا ذمہ یہی ہے جو حجاج دینا کہو مگر یعنی ہم پر سوائے انہیں کہ ہم پیغام ظاہر و بچا دین سوچنے اپنا کام پورا کیا اگر تم نہ مانو گے تو ہم پر عذاب آئے گا قالوا انا نطیرنا بکم ولکن کونتمھوا الذر جئتکم ولکم ستاکم مننا عذاب الیم ۝ بولے ہمارے نامبارک دیکھا تمکو اگر تم نہ چھوڑو گے تو ہم تمکو گناہ کرینگے اور تمکو گئے گی ہمارے ہاتھ سے دکھ کی مار یعنی کہا اہل انطاکیہ نے کہ تمہارا انا ہمارے لشکر ہوا۔ کیونکہ جب سے تم یہاں آئے ہو مینہ نہیں برسا اور کھیتی ہماری سوکھ گئی

پس اگر نہ باز ہو گے اپنے دین کی طرف بلانے سے تو ہم تم کو نگسار کر گئے اور تم کو ہمارے
 ہاتھ سے سخت صدمہ پہنچا گا **قَالُوا طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ** اِنَّا نَرٰكُمْ تَوْبِلُ اَنْتُمْ
قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے کیا اس سے کہ تم کو سمجھایا کوئی
 نہیں پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے یعنی رسولوں نے جواب دیا کہ شگون بد تمہارا تمہاری
 شامت اعمال اور تمہارے عقائد باطلہ کے باعث ہے۔ اور تم ہمارے نصیحت کرنے اور راہ
 راست بتانے کو شگون بد سمجھتے ہو اور ہو قتل اور مار پیٹ سے ڈراتے ہو۔ یہ کوئی بات نہیں
 بلکہ تم وہ قوم ہو جو دین کی حد سے گزر گئے ہو۔ منقول ہے کہ بادشاہ شمعون ہی بنجانے
 کو جاتے تھے اور خدا سے تعالٰیٰ کو سجدہ کرتے تھے سب لوگ سمجھتے تھے کہ یہ بتوں کو سجدہ
 کرتے ہیں۔ بادشاہ شمعون سے نہایت خوش تھا اور ایسا معتد سمجھتا تھا کہ بغیر انکے مشورے کے
 کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا میں نے سنا ہے کہ دو شخص غریب
 مسافر آپ کے حکم سے قید خانے میں داخل کیے گئے ہیں انکے مقید ہونے کا کیا باعث ہے
 بادشاہ نے کہا وہ ہمارے بتوں کے سوا اور خدا بتاتے ہیں اور بت پرستی سے روکتے ہیں
 شمعون نے تعجب سے کہا ذرا اونہیں بلوایئے میں ہی تو انکی عجیب باتیں سنوں بادشاہ
 نے ان دونوں کو بلوایا وہ آئے اور شمعون کے دیکھنے سے اپنے دل میں نہایت خوش
 ہوئے اور بے تکلف بادشاہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ شمعون نے اونسے دریافت کیا کہ تم کسی
 پرستش کرتے ہو انہوں نے جواب دیا ہم اسے پوجتے ہیں جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے
 والا ہے۔ شمعون نے کہا تمہارا خدا کیا کرتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ انہوں کو آنکھیں دیتا ہے
 اور کوڑیوں کو اچھا کرتا ہے اور حاجت مندوں کی حاجت روا کرتا ہے۔ یہ بات سُنکے شمعون نے
 بادشاہ سے کہا کہ کسی اندھے کو بلوایئے فی الفور حسب فرمان شاہی خدام نے ایک اندھے
 کو وہاں حاضر کیا۔ اور شمعون نے ان دونوں سے کہا کہ اب تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ یہ اندھا
 بینا ہو جائے۔ ان دونوں نے دعا کی حکم پروردگار سے اسی وقت اس اندھے کی آنکھیں

روشن ہو گئیں۔ پھر شیعوں نے بادشاہ سے کہا کہ اسے بادشاہ اگر آپ فرمائیں تو ہم اپنے خداؤں سے بھی کہیں کہ وہ کسی اندھے کو اچھا کریں۔ بادشاہ نے آہستہ سے کہا کہ اے شیعوں تم جانتے ہو کہ وہ تو کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ خود ہی دیکھنے سننے سے معذوبین شیعوں بادشاہ کا یہ کلام سنے ناوش ہو رہے اور پہاڑوں حواریوں سے پوچھا کہ اسے جو انو تمہارا خدا اور کیا کر سکتا ہے انہوں نے کہا ہوسے کو زندہ کرتا ہے شیعوں نے کہا اگر تمہارا خدا مرد سے کو زندہ کرے تو ہم بھی اوسپر ایمان لائیں۔ پس ان دونوں نے اوس بادشاہ کی مردہ لڑکی کے لیے اپنے پروردگار سے دعا کی اور وہ فوراً حکم خدا سے زندہ ہو گئی لکھا ہر کہ اوس لڑکی کو مرے ہوئے بہت عرصہ گزر چکا تھا اور بعض نے لکھا ہر کہ سات ہی روز گزرے تھے انفرص اوسکے زندہ ہونے سے بادشاہ مع اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ایمان لایا اور کچھ لوگ جو سخت کافر تھے اس امر سے ناراض ہوئے اور جمعیت کثیر اپنے ہمراہ لے کے رسولوں اور مومنوں قتل کے درپے ہوئے۔ حبیب بنجار نے جب یہ خبر سنی اوسوقت اپنے گھر سے نکل اوسطرن کو روانہ ہوا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدْيَنَةِ رَجُلٌ يُسَمَّى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ۚ اتَّبِعُوا مَنِ لَا يُسْأَلُكُمْ عَنْ سَعْيِكُمْ ۖ وَهُمْ مُّقْتَدُونَ ۝** اور آیا شہر کے پرے پرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا اسے قوم چلو راہ پران بھیجے ہوؤں کی چلو راہ پر ایسوں کی جو تم سے نیک نہیں مانگتے اور راہ سوچے ہیں یعنی حبیب بنجار دوڑتا ہوا وہاں آیا اور کہنے لگا اسے میری قوم کے لوگو پیروی کرو ان رسولوں کی اور کہنا انا ایسے لوگوں کا کہ پیغام خدا تمہیں پہنچاتے ہیں اور راہ نجات بتاتے ہیں اور بہرے کچھ بلا نہیں مانگتے اور وہ راہ راست پر ہیں جس سے دونوں جہان میں بھلائی **وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝** اور جھگو کیا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اوسکی جسے جھگو بنایا اوسکی طرف پہر جاؤ گے۔ میں مجھے کیا ہو گیا ہر کہ میں اوس پروردگار کی عبادت نہ کروں جسے مجھے پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا

اور اوس کی طرف تلو پہر جانا ہے ؕ اَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ اِلٰهًا اِنْ يُّرَدِّنَ السَّحَابَ
بِضَرْبٍ لَا تَعْنِيْ شَفَاعَةُ مُمْسِكِيْهَا وَلَا يَنْقُذُوْنَ ۝ بھلا میں کچھ دنوں اور کے
سوا اور دن کو پوچھنا کہ اگر پچھر جاہے حزن تکلیف کچھ کام نہ آئے بجھو اونکی سفارش اور نہ وہ
چھڑا دیں گے۔ یعنی کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود سمجھوں اور بتوں کو پوجوں
اور میں جانتا ہوں کہ اگر میرا پروردگار میرے لیے تکلیف چاہے تو اون بتوں کی سفارش
میرے کام نہ آئیگی اور نہ وہ مجھے اوس تکلیف سے بچا سکیں گے اِنِّیْ اِذَا الْفَوْضَلِ
مُتَّبِعِيْنَ ۝ تو تو میں بتکا رہوں صیح۔ یعنی اگر میں ایسا کروں تو صیح گمراہ ہو جاؤں۔ قوم نے
جب حبیب نجار کا یہ کلام سنا تو اوس کے قتل کا ارادہ کیا اور سوقت حبیب نے رسولوں کی طرف
منہ کر کے کہا اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِوَبَّكَوْا فَاسْمَعُوْنَ ۝ میں یقین لایا تمہارے رب پر مجھے سن لو
یعنی میں تمہارے خدا پر ایمان لایا تم سنو اور میرے ایمان لانے کے گواہ رہو۔ لکھا ہر کہ قوم نے
حبیب کو اس قدر تہوار سے کہ وہ شہید ہوا۔ اوسکی قبر الظاہیہ کے بازار میں ہے اور ایک روایت
یہ ہے کہ جب وہ قوم کے ظلم سے مرگیا تو پروردگار عالم نے اوسے زندہ کر کے بہشت میں پہنچا
اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب قوم نے اوسکے ہلاک کرنے
کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اوسے آسمان پر اٹھالیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اور
بادشاہ اور مومن سب شہید ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ سب قوم کے ہاتھ سے سلاست
نکل گئے اور حبیب نجار قتل کیا گیا یا آسمان پر گیا۔ بہر صورت قَبْلِ اَدْخَالِ الْجَنَّةِ حکم ہوا
اوسکے لیے کہ چلا جا بہشت میں۔ جب وہ بہشت میں پہنچا اور انعام خداوندی سے سرفراز ہو
تو باوجود اس قدر صدمہ اور تکلیف و ٹہانے کے اوسے بہشت میں ہی قوم کا خیال آیا اور
قَالَ اِلَيْتِ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمَكْمُوْمِيْنَ ۝
کہا کسی طرح میری قوم معلوم کریں کہ بخشنا مجھ کو میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں
یعنی کاش میری قوم اس حال سے واقف ہوتی تو وہ بھی ضرور ایمان لاتی۔ اب ورنہ

اوسکی قوم کے بارے میں فرماتا ہر وہما آتزلنا علی قومہ من بعد من جند
 من السماء وما کتا منزلین ○ اور اُناری نہیں بنے اوسکی قوم براؤ کے پیچھے
 کوئی فوج آسمان سے اور ہم اُنار نہیں کرتے۔ یعنی حبیب کے قتل ہونے کے بعد اوسکی
 قوم کے ہلاک کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی لشکر آسمان سے نہیں اُتارایکونکہ کافر کیا
 حقیقت رکھتے تھے جسکے واسطے لشکر بلاکہ اوتاراجاتا۔ اور جنگ بدر و خنین میں جو فرشتے اُترے
 تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے آئے تھے نہ کافروں کے خیال سے۔
 پس اہل نظر اکیہ کی سزا دی کے واسطے کوئی فرشتہ آسمان سے نہیں آیا بلکہ اوسکی ہلاکی کا
 باعث ان کانت الا صیحة واحدة فاذا هم خامدون ○ یہی تھی ایک
 چنگھاڑ پربت ہی سب مجھ رہے۔ یعنی جبریل علیہ السلام کے پروں کی آواز سے جب وہ
 اپنے دونوں بازو کھول کے اوس شہر پر سے گزرے تو وہ سب اس طرح سے مر گئے جیسے آگ
 دفتہ بجھ جاتی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نادانی پر افسوس کرتا ہر اور فرماتا ہر جسکو
 علی العبادہ ما یأتیہم من رسول الا کاؤا بہ یتھزؤن ○ کیا افسوس ہے
 بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا اون پاس جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے۔ یعنی افسوس ہے
 بندوں پر کہ جب اوسکے پاس کوئی پیغمبر اوسکی ہدایت کے لیے آتا ہر تو اوس سے سخران کرتے ہیں
 اور اوسکے کہنے پر نہیں چلتے او کویر و کو اھلکنا قبلہم من القرون اھو
 الیہم لا یرجون ○ کیا نہیں دیکھتے کتنی کھاپکے ہم انسے پہلے سنگین کہ وہ اون پاس
 پر نہیں آتے۔ یعنی وہ نہیں دیکھتے اور خیال نہیں کرتے کہ ہم نے او سے پہلے بہت سی قومیں ہلا
 کر ڈالیں اور کوئی اونہیں سے پر کے انکے پاس نہ آیا ورنہ کل لما جمیعہ لدینا
 محضون ○ اور ساروں میں کوئی نہیں جو اکٹھے نہ آدین ہاسے پاس پکڑے۔ یعنی یہ
 سب جو پہلے ہلاک ہوئے اور وہ مخالف جو پہلے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے
 حاضر کیے جائیں گے اور اپنے اپنے قول و فعل کی سزا پائیں گے وایہم لا یرضون

الْمَيْتَةُ أَحْيَاهَا وَأَخْرَجَ مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ○ اور ایک نشانی ہے
 او کو زمین مردہ اوس کو سنبھلے جلایا اور نکالا اوس میں سے اناج سوا اسی میں سے کھاتے ہیں۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے اونکے لیے یہی نشانی کیا ہے کہ زمین
 مردہ یعنی خشک کو باران رحمت سے زندہ اور پہلہ ہرا کر کے اوس میں سے اونکے لیے اناج پیدا کرتا
 ہے جو وہ کھاتے ہیں۔ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ تَحْتِهَا أَنْهَابٌ وَخُرُوجًا مِنْهَا
 مِنَ الْعُيُونِ ○ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ ۖ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ
 اور بنائے ہیں اوس میں باغ کجور کے اور انگوروں کے اور بہائے اوس میں بعضے چشمے کہ کھا دین اوس
 میوؤں سے اور وہ بنایا نہیں اونکے ہاتھوں نے پہر کیوں شکر نہیں کرتے۔ یعنی بنائے اللہ
 تعالیٰ نے زمین میں باغ کجوروں اور انگوروں کے اور جاری کیے اوس میں چشمے تاکہ کھائیں
 میوے اوں باغوں کے۔ اور یہ باغ اور میوے اور نہریں اونکی بنائی ہوئی نہیں بلکہ محض
 قدرت الہی سے بنی ہوئی ہیں پہر کیوں نہیں شکر کرتے ہر درگاہ کی نعمتوں کا مَسْبُوحَاتُ الَّذِي
 خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُثْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْثُسِهِمْ وَمِمَّا لَا
 يَعْلَمُونَ ○ پاک ذات ہے جسے بنائے جوڑے سب چیز کے اوس قسم سے جو آسمان
 زمین میں اور آپ اومین اور جن چیزوں میں کہ اونکو خبر نہیں۔ یعنی پاک ہر وہ خداے برتر
 جسے پیدا کیے جوڑے ہر شے کے جو زمین سے اُگتی ہے جیسے نباتات اور اشجار اور اونکے نفوس
 سے جیسے لڑکا لڑکی اور اوس چیز سے جسے وہ نہیں جانتے ہر طور کی خلقت وَآيَةُ لَهُمْ
 الْيَلِّ ۖ نَسْفُكُهُ مِنْهُ النَّهَارُ ۖ فَإِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ ○ اور ایک نشانی ہے او کو رات
 اود پھر لیتے ہیں ہم اوس سے دن پھر تب ہی یہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ذات ہی ہے کہ اوس سے دن کو کھینچ
 لیتا ہے اور یہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَالِكَ
 نَقْدٌ مِنَ الْغَزِيِّزِ الْعَلِيِّ ○ اور سورج چلا جاتا ہے اپنی ٹھہری راہ پر یہ سادہ ہے

اوس زبردست باخبر کا۔ یعنی ایک اور نشانی قدرت پروردگار کی یہ ہے کہ سورج چلتا ہے
اوسکی مقرر کی ہوئی راہ پر جہاں تک اوسکا دورہ پروردگار نے مقرر کر دیا ہے اور یہ دورہ اوسکا
مقرر کیا ہوا ہے اوسی پروردگار زبردست حکمت والے کا۔ وَالْقَمَرُ قَدَارًا مُّتَنَازِلًا
حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ اور چاند کو ہنسنے بات دی ہیں منزلیں یہاں
تک کہ پہر آ رہا جیسی شبنی بُرائی یعنی چاند کے لیے پروردگار نے منزلیں مقرر کر دی ہیں
اور وہ اونہیں منزلوں میں چلتا اور گشتا بڑھتا ہے یہاں تک کہ خمیدہ پرانی شبنی کے مانند ہو جاتا
ہے یہ بھی قدرت کردگار کی ایک نشانی ہے۔ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ
الْقَمَرَ وَلَا النُّجُومُ سَائِرٌ الْقَهَّارُ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ نہ سورج کو پونچھ
کہ پکڑے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی ایک ایک گہرے میں پیرتے
ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا اندازہ ایسا ہے کہ نہ سورج چاند کو پاسکتا ہے اور نہ رات دن پر
سبقت لے جاسکتی ہے۔ بلکہ ہر ایک ستارا اور چاند اور سورج سب آسمان میں تیرتے ہیں جیسے
پانی میں مچھلی اور یہ سب تسبیح کرتے ہیں اپنے پروردگار کی۔ وَإِنَّ لَهُمْ فِي آثَانَا حِمْلًا
ذَرِيَّتَهُمْ فِي الْفَلَائِ الْمَشْحُونِ ۝ اور ایک نشانی ہے اونکو کہ ہنسنے اٹھائی اونکی
نسل اوس بہری کشتی میں۔ یعنی نوح علیہ السلام کی کشتی میں جہین آدمی اور حیوانات سب
بہرے ہوئے تھے وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝ اور بنا دیے ہم نے
اونکو اسطر کے جہر چڑھتے ہیں۔ یعنی پروردگار عالم نے اونکے لیے مثل ناؤ کے اور بہت سی
سواریاں بنا دیں جیسے بھرے اور ڈونگیان۔ اور خشکی میں اونٹ اور گھوڑے وَإِنْ نَشَأْ
نَغْرِثْهُمْ فَلَا صَوْرَتَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَنْفِقُونَ ۝ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا
إِلَىٰ حِينٍ ۝ اور اگر ہم چاہیں تو اونکو ڈبا دیں پھر کوئی نہ پونچھے اونکی فریاد کو اور نہ وہ
خلاص کیے جا دیں مگر ہم اپنی ہر سے اور کام چلانے کو ایک وقت تک۔ یعنی اگر پروردگار
چاہے تو ڈبو دے اونکی کشتیوں کو ایک دم میں اور کوئی اونکو ڈوبنے سے نہ بچا سکے اور

نہ موت کے پنجے سے پھڑکے مگر اوسنے اپنی رحمت سے چھوڑ دیا اونکو ایک وقت معین
اور بچا تا ہے اونہیں اور دنیاوی فائدے دیتا ہے **وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ
أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** ○ اور جب کہیے اونکو بچو اپنے سامنے
آتے سے اور اپنے پیچھے چھوڑے سے شاید تم پر رحم ہو۔ یعنی جب کہا جاتا ہے کافروں سے
کہ دُرو اور اس عذاب سے جو تم سے پہلے جھٹلانے والوں پر آیا اور اوس نذر اسباب سے کہ تم سے
پچھے ہے یعنی عذاب قیامت و آخرت اور ایمان لاؤ پر درو و گار عالم پر تاکہ تم پر رحم کرے
اللہ تعالیٰ تو منہ پھرتے ہیں اور اونکا غنا و فساد زیادہ ہوتا ہے **وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ
مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ** ○ اور کوئی حکم نہیں پہنچتا اونکو اپنے
رب کے حکموں سے جسکو ٹلانہیں رہتے۔ یعنی جب آتی ہے اونکے پاس کوئی نشانی
اونکے پر درو گار کی نشانیوں میں سے تو اوس سے منہ پھرتے ہیں۔ **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ
اتَّقُوا اللَّهَ مَا رَزَقَهُ اللَّهُ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالَّذِينَ آمَنُوا اتَّخِذُوا
لِغَايَةِ اللَّهِ أَطْعَمَهُ قُلُوبُهُمْ أَنْ تَقُولُوا لَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ** ○ اور جب کہیے اونکو
کہ و کچھ اللہ کا دیا کہتے ہیں منکر ایمان والوں کو ہم کیوں کھلاؤں ایسے کو کہ اللہ چاہتا تو اوسکو
کھلاتا تم لوگ تو زے بہک رہے ہو صریح۔ یعنی جب کہا جاتا ہے اونکے کہ جو کچھ اللہ نے
دیا ہر اوسمیں سے خیرات کرو اور محتاجوں اور مسکینوں کو کچھ دو تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں
ہم کیوں دین ایسے لوگوں کو جنکا دینا اللہ نے نچا ہا کیونکہ ہمارے خیال میں اللہ تعالیٰ سب
مخلوقات کے دینے پر قادر ہے پس جب اوسنے ان لوگوں کو نہیں دیا تو ہم ہی نہیں دیتے
اور تم لوگ صریح بکے ہوئے ہو کہ مشیت الہی کے خلاف کام کرنے کا ہمیں حکم دیتے ہو۔ اور
یہ اون کافروں کی گمراہی کا باعث تھا کہ اونہوں نے خیرات کرنے میں تو مشیت ایزدی کا ہاتھ
کیا اور حکم ایزدی سے جو اونکے آزمانے کے لیے تھا پر گئے۔ **وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا
الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** ○ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو۔

یٰسے کہتے ہیں کافر مسلمانوں سے کہ وعدہ قیام قیامت کب ہے اگر تم سچے ہو تو بتاؤ۔ مَا
 يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ○ یہی راہ دیکھتے
 ہیں ایک چنگھاڑ کی جواؤ نکو پکڑے گی جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ یعنی وہ انتظار
 نہیں کرتے مگر ایک آواز کا جواؤ نکو پکڑ لے گی اور وہ معاملات دنیوی میں جھگڑ رہے
 ہوں گے وہ یہ کہ اسرافیل علیہ السلام حکم پر ورور کا رصور پہنکین گے اور ناکان قیامت آجائیں گی۔
 فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ○ پہنہ سکیں گے کہ کچھ
 کہہ مریں اور نہ اپنے گھر کو پہنچا دیں گے۔ یعنی پہنہ کوئی وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر دن
 تک جا سکیں گے بلکہ جہاں ہوں گے وہیں رہ جائیں گے وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ
 الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ○ اور پھوکا جاوے نرسنگا پھرت ہی وہ
 قبروں سے اپنے رب کی طرف پیل پڑیں گے۔ یعنی پھر دوسری بار بعد چالیں برس گذرینگے
 صور پھوکا جاوے گا پس سب مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف
 دوڑے جائیں گے اور ان چالیں برسوں میں کافروں پر عذاب بھی نوگا اور حبیب اٹھیں گے
 قَالُوا أَوَلَيْكُنَا مِنْ بَعَثْنَاهُمْ مَّرْقَدًا ۚ كَذِبٌ أُولَٰئِكَ إِلَىٰ حِمْلٍ ○ اے خدایا ہماری کس نے
 اوٹھا دیا بلکہ ہماری نیند کی جگہ سے۔ فرشتے انکو جواب دیں گے۔ هَذَا مَا وَعَدَكَ
 الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ○ یہ وہ ہے جو وعدہ دیا تھا رحمن نے
 اور سچ کہا تھا نبیجے ہوؤں نے یعنی یہ وہی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اور اوسکے
 رسولوں نے نگوں پایا تھا اور تم اوسے نہانتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ کب ہے وہ وعدہ اِنْ
 كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ○ یہی ہوگی
 ایک چنگھاڑ پھرت ہی وہ سارے ہمارے پاس پکڑے آئے۔ یعنی نوگاہ واقعہ مگر ایک
 آواز صورت کی یعنی نغمہ اخیر پس ساتھ ہی اس آواز کے سب لوگ کیا کافر اور کیا مسلمان
 پروردگار کے آگے حاضر ہوں گے۔ فَالْيَوْمَ لَا تُلَاقُوا نَفْسًا شَيْئًا وَلَا تَجْعَلُونَ

ع

 قَوْلُ
 يٰسَ

لَا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ پہر آجکے دن ظلم نہوگا کسی جی پر کچھ اور وہی بدلا پاؤ گے جو
 کرتے تھے۔ یعنی آج وہ انصاف کا دن ہو کہ کسی انفس پر ایک ذرہ بہر ظلم نہوگا بلکہ جو عمل حسنہ
 کیے اس کے موافق جزا پاویگا خواہ وہ عمل چھ ہوں یا بڑے اور اِنْ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ
 الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاَلِهَيُونَ ○ تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک دہندے میں ہیں یا تین
 کرتے۔ یعنی بہشت کے لوگ آج اپنے شغل میں ہیں آپس میں یا تین کرتے خوش ہوتے
 اور میوے کھاتے ہیں۔ ثُمَّ وَاذُوا جَهَنَّمَ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرَائِكِ مَتَكُونُونَ ○
 وہ اور انکی عورتیں سایوں میں تنخوں پر بیٹھے ہیں تکیے لگائے۔ یہی بہشت والے اور
 انکی بیبیاں سائے میں آرام سے تکیے لگائے تنخوں پر بیٹھے ہیں۔ لَهُمْ مِمَّا فَاكِهَةٌ
 وَلَهُمْ مَّا يَدْعُونَ ○ انکو وہاں میں میوے اور انکو ہے جو مانگتے ہیں۔ یعنی
 اہل بہشت کے لیے ہر طرح کے میوے ہیں اور جو کچھ وہ چاہیں انکے لیے سب موجود ہے
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو خوش بختی کے خیال میں آئے گی وہ
 قدرت پروردگار سے اس کے سامنے موجود ہو جائیگی اور اسے مانگنے اور کہنے کی ضرورت
 نہوگی۔ اور انکے لیے سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبِّ رَحِيمٍ ○ سلام بولنا ہے رب مہربان
 سے۔ یعنی پروردگار مہربان کی طرف سے بغیر واسطے کے انکے لیے سلام ہوگا۔ جابر
 بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ بہشتی راحتوں اور نعمتوں میں مصروف ہو گئے کہ ناگمان اور ہر نور پروردگار جھنگ کا
 جب سراوٹھا کے دیکھیں گے پروردگار عالم فرمائے گا السلام علیکم یا اہل الجنة۔ اور گنگار
 کے لیے حکم ہوگا کہ وَامْتَاذُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ○ اور تم الگ ہو جاؤ آج کے
 گنگارو۔ یعنی آجکے دن جدا ہو جاؤ اسے نافرمانو فرمان برداروں سے کہ تمہارے لیے
 روزِ نزع ہے اور انکے لیے بہشت ایسے کہ اونہوں نے نیک کام کیے اور تم نے رُسے اَلَمْ
 أَعِزُّدْ إِلَيْكُمْ يٰبَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ

مُتَّبِعِينَ ۝ مَن لَّمْ يَرْكُضْهُمَا تَحْمِلُوهُمَا ۝ اَدَمُ كِي اُولَا دَكُم نَبُو جُو شَيْطَانُ كُو وَه كَهْلَا دُشْمَنُ هُ
 مَهَارَا۔ یعنی اے آدم کے پیٹو گیا مین نے تم سے نہیں کہا تھا کہ شیطان کو نہ پوجو کیونکہ وہ تمہارا
 ظاہری دشمن ہو اور اسکی عداوت تمہارے باپ آدم کے ساتھ سب پر ظاہر ہو۔ وَ اَن
 اَعْبُدُوْنِي ۝ اَصْرَاطُ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ راہ ہے سیدھی۔ یعنی
 پوجو مجھ کو اور میری عبادت کرو کہ یہ راہ سیدھی جنت کی ہو۔ وَلَقَدْ اَضَلُّ مِنْكُمْ جِبِلًّا
 كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝ اور وہ بہکائے گیا تم میں سے بہت خلق کو بہر گیا
 تمکو بوجہ دہمتی۔ یعنی شیطان تم میں سے بہتوں کو بہکائے گیا اور گمراہ کیا۔ پس کیا تم نہ سمجھتے
 تھے اور ہمارے حکم کو نہ جانتے تھے جو اوسکے دام فریب میں پھنسے ہذا جَعَلُوْا اَلَّتِي
 كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ ۝ یہ دوزخ ہو جسکا تمکو وعدہ تھا۔ یعنی تمہارے حکم نہ ماننے اور شیطان
 کے کہنے پر چلنے کی سزا یہ دوزخ ہے جسکا وعدہ تمکو دنیا میں دیا گیا تھا۔ اِصْلُوْهَا اَلْيَوْمَ
 بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ بیٹھو اس میں آجکے دن بدلا اپنے کفر کا۔ یعنی داخل ہو آج اس
 دوزخ میں اس باعث سے کہ تم کفر کرتے اور تمہارے نبیوں کو جھٹلاتے تھے۔ یہ دوزخ
 اوسیکا بدلہ ہو۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَنُكَلِّمُنَا اَيْدِيَهُمْ وَنَنصَرِفُ
 اَرْجُلَهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ آج ہم مہر کر دیں گے اونکے منہ پر اور بولین گے ہم
 اونکے ہاتھ اور بتا دیں گے اونکے پاؤں جو کچھ وہ کہاتے تھے۔ یعنی آج اونکے منہ پر ہم
 مہر کر دیں گے کہ وہ بول نہ سکیں اور اونکے ہاتھ اور پاؤں اور اعضا اونکے کاموں کی گواہی
 دیں گے اور ہم سے بیان کریں گے۔ لکھا ہے کہ جسے کافروں کے اعضا اونکے افعال کی گواہی دیں گے
 ویسے ہی مومنوں کے اعضا اونکے افعال نیک کی گواہی دیں گے۔ اَمَّا مَنۢ ہُوَ كِهٰ بِمَا شَہَدَا
 بِنْدَةُ مَوْمِنٍ سَے پوچھ گیا کہ کیا لایا وہ اپنی اطاعت اور عبادت کے بیان کرنے سے شرم کر گیا
 پس حق تعالیٰ اوسکے اعضا کو گواہ کر لیا اور ہر ایک عضو اپنے اپنے اعمال بیان کرے گا
 بیان تکے اولیٰ علیہ کی پورین ستیج کی گواہی دیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا پورا

فرماتا ہے کہ **وَكُونُوا لَكُمْ أَعْيُنٌ عَلَىٰ آلَيْكُمْ فَاصْبِرُوا الصَّوْطَ فَأَنَّىٰ يَصْبِرُونَ** ○ اور اگر تم چاہیں ٹھانیں انکی آنکھیں پہر دوڑیں راہ لینے کو پہر کہاں سے سوچئے۔ یعنی اگر تم چاہیں تو انکی آنکھیں دنیا میں ٹھانیں اور وہ راہ ڈھونڈتے ہیں اور انکو کچھ نہ سوچئے **وَكُونُوا لَكُمْ أَعْيُنٌ عَلَىٰ آلَيْكُمْ فَاصْبِرُوا** **مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ** ○ اور اگر تم چاہیں صورت بدل دیں انکی جہان کی تان پہر نہ سکیں آگے چلنا اور نہ وہ اوٹے پہرین۔ یعنی اگر تم چاہیں تو انکی صورتیں بدل ڈالیں اور جہان ہوں دین و دنیا میں نہ آگے بڑھ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں اور نہ پہلی سی صورت رکھیں۔ **وَمَنْ تَعْمُرْهُ تَنَكِّسْهُ فِي خَلْقٍ أَفَلَا يَعْقِلُونَ** ○ اور جو کچھ بڑھا کریں اور نہ ہا کرین خلقت میں پہر کیا بوجھ نہیں رکھتے۔ یعنی جسے ہم پڑی عمر دیتے بڑھا کرتے ہیں اسکی خلقت بدل دیتے ہیں یعنی اسکی قوت ضعف سے اور جوانی بڑھاپے سے بدل دیتے ہیں جیسے لڑکا ست ہوتا دیسے ہی بڑھا ست ہو جاتا ہے۔ پس کیا نہیں سمجھتے کہ جو پروردگار خلقت کے بدلنے پر قادر ہے وہ آنکھوں کے ٹھانے اور صورت کے بدلنے پر بھی قدرت کامل رکھتا ہے۔ کرنا انکار اسکی قدرت سے نہایت جہل ہے * ہمہ سب کچھ صعب ہے اور اوجہ سب کچھ سہل ہے چہ کفار کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اللہ تعالیٰ نے انکا قول رد کرنے کے لیے فرمایا۔ **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ** ○ اور ہم نے نہیں سکھایا اسے شعر کہنا اور یہ اسکی لائق نہیں۔ یعنی ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ شعر کہنا اسکی لیے ذیاب ہے کیونکہ اگر وہ شعر کہتے تو لوگوں کو شک ہوتا کہ یہ قرآن بھی سبب فصاحت اور بلاغت شاعری کے بنا لیا یہ بکیران ہو گا **لَا ذِكْرَ وَقرآن مبين** ○ لکن یہ ذکر من کاں حیثا ویحق القول علی الکفرین ○ یہ تو نری سمجھوتی ہے اور قرآن فصاحت و ادب سے اسکو حسین جان ہو اور ثابت بات منکرون پر مبنی جو کچھ ہم نے اپنے رسول پر اتارا یہ نصیحت اور ہدایت اور قرآن من

روشن ہر تمام احکام کا بتانے والا تاکہ ڈراوے ہمارا رسول اوسے اور سب لوگوں کو جنہیں جان
 ہو مورا جان سے عقل و فہم ہے یا ایمان کیوں کہ حیات ابدی ایمان سے ہے اور جاہل
 اور کافر مثل مرد سے کہ ہیں۔ اور ایسے کہ ثابت ہو غدا پ کافرون پر قرآن پاک کے زمانے
 سے **اَوْ كُفِّرُوا** وَاَنَّا خَالِفُوا **اِنَّهُمْ قَوْمًا عَمِلَتْ اٰيَةُ نَبَا الْاَنْعَامِ اَفَصُمُّوْا لَهَا**
مَّا لَكُمْ کون کیا اور نہیں۔ یہ ہے وہ کہ ہم نے بنادیے او کو اپنے ہاتھوں بنائے سے چوپائے
 پر وہ اونکے مالک ہیں۔ یہ ہے کیا و یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے اونکے لیے چوپائے مثل بکری لگائے
 اونٹ وغیرہ کے بنادیے اور وہ اونکے قبضے اور اختیار میں ہیں **وَذَلَّلْنَاهَا لَكُمْ فَمِنْهَا**
رُكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ اور عاجز کر دیا او کو اونکے آگے پر اونہیں کوئی ہر اونکی
 سواری اور کسی کو کھاتے ہیں۔ یعنی اون جانوروں کو مسخر کر دیا ہم نے اونکے لیے پس بعضوں
 پر وہ سوار ہوتے ہیں جیسے اونٹ اور گھوڑے اور بعضوں کو وہ کھاتے ہیں جیسے گائے
 اور بکری۔ **وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ فَلاَ يَشْكُرُوْنَ** اور او کو اونہیں
 فائدے ہیں اور پینے کے گھاٹ پر کیوں شکر نہیں کرتے۔ یعنی اونکے لیے ان چار پائوں
 میں فائدے ہیں کھال اور بال وغیرہ کے اور پینے کی چیزیں جیسے دودھ وغیرہ۔ ہر او کو
 ان نعمتوں کے کیوں شکر نہیں کرتے۔ **وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِلٰهَةً لَّعَلَّهُمْ**
يُصَوِّرُوْنَ اور پکڑے ہیں اللہ کے سوا اور حاکم کہ شاید او کو مرد پونچھے۔ یعنی کافروں
 نے پروردگار عالم کے سوا اور او کو معبود ٹھہرایے ہیں اس خیال سے کہ وہ اونکی مدد کرے
 حالانکہ وہ سب **لَا يَسْتَصِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ**
 نہ سکیں گے اونکی مدد کرنی اور یہ اونکی فوج ہو کر پکڑے آئیگی۔ یعنی کافروں نے خداے
 تعالیٰ کے سوا جگو معبود سمجھا یہ وہ معبود اونکی مدد پر گز نہیں کر سکتے کیونکہ او کو کچھ قدرت نہیں
 ہاں کافروں کے لشکر ہو کر قیامت کے دن پکڑے آئیگی اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے
 اب حق تعالیٰ اپنے غیب سے فرماتا ہے کہ **فَلَا يَخْزِيْكَ فَوْلُهُمْ وَلَا تَنَالُكَ**

مَا يَسْأَلُونَ وَمَا يَعْزُبُونَ ۝ اب تو غم نہ کھا انکی بات سے ہم جانتے ہیں جو چاہتے
 ہیں اور جو کھولتے ہیں۔ یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انکے اس کہنے سے کہ وہ ہمارا
 شریک نہیں رہتے ہیں یا آپ کو شاعر اور ساعر بتاتے ہیں غم نہ کھینچے کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں انکے
 بنفص دیکھنے کو جو وہ چاہتے ہیں۔ اور انکے شرک اور کفر کو جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ روایت
 ہے کہ عاص بن دائل اور ابوہل کچھ ہڈیاں پرانی بوسیدہ ہاتھ میں لے کے آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کچھ سردار قریش بھی وہاں موجود تھے یہ دونوں آپ سے
 عرض کرنے لگے کہ کون ایسا ہے جو ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ جلادے۔ آپ نے فرمایا کہ پروردگار
 عالم قیامت کے دن انہیں ہی زندہ کرے گا اور تجھے ہی اوٹھا دیگا۔ اوس وقت یہ بات نازل ہوئی
 اَوْ كَوْنِ الْاِنْسَانُ اَلَا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ ۙ اِذَا هُوَ خَصِيْلٌ مَّهِينٌ ۝
 کیا دیکھتا نہیں آدمی کہ ہم نے اوسکو بنایا ایک بوند سے بہت ہی وہ ہو گیا جھگڑتا بولتا۔ یعنی
 کیا نہیں دیکھتے کافر کہ پیدا کیا ہم نے اوسکو ایک منی کے قطرے سے اور رفتہ رفتہ ترقی دیکھ
 مان کے پیٹ سے باہر نکال کر بچے سے بڑا کیا گویا بی دی۔ پر وہ ہو گیا جھگڑنے والا ظاہر
 وَضَعَبْ لَنَا مِثْلًا ۙ وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۙ طَقَالَ مَنْ يُحْمِلُ لِحِطَامٍ ۚ وَهِيَ رَمَلٌ ۙ
 اور بٹھاتا ہے ہمیر کھادت اور بھول گیا اپنی خلقت کئے لگا کون جلادے گا ہڈیاں جب تک
 ہو گئیں۔ یعنی اپنے نزدیک ہمارے لیے ایک امر عجیب بنا لایا۔ اور اپنی پیدائش کو بھول
 گیا اور پوچھتا ہے کہ کون جلادے گا ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ اور نہیں جانتا کہ اوسے کسے
 پیدا کیا اور کون عدم سے وجود میں لایا۔ قُلْ مَحْيَاهَا الَّذِي اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ
 وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ وَالَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ اَلْاُخْضَرِ نَادًا
 فَاِذَا اَنْتُمْ مُنْتَهُى قَدْ اَوْنٌ ۝ تو کہ اوسکو جلادے گا جس نے بنایا اوسکو پہلی بار اور وہ
 سب بنانا جانتا ہے جسے بنادی تو کو سبز درخت سے آگ پر اب تم اوس سے سُکاتے
 یعنی کہہ دیجیے آپ اونسے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی جلادے گا

جنے اپنی قدرت سے پہلی بار انکو پیدا کیا اور وہی ہر شے کو پیدا کرنا جانتا ہے تمام مخلوق کا علم اسے
 بخوبی ہے اور وہ ایسی قدرت والا ہے کہ جسے تمہارے لیے بنزدخت سے آگ نکال دی۔
 پس اب تم اس سے آگ روشن کرتے ہو۔ آگ پتھر سے نکلتی ہے یا بعضے بنزدختوں سے
 جیسے مرغ یا عقار یا بالنس۔ انکی شہدائیں جب آپس میں ہوا سے رگڑتی ہیں تو اونے آگ نکلتی ہے
 اسی کی نسبت حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو بنزدخت سے آگ نکالنے پر قادر ہے وہ سب
 ہیروں پر ترازگی دینے پر بدرجہ اولیٰ قدرت رکھتا ہے۔ **اَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
 وَالْاَرْضَ بِقَدِيْرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ** کیا
 جسے بنائے آسمان اور زمین نہیں سکتا کہ بناوے ویسی۔ اور کیوں نہیں۔ اور وہ جو
 اصل بنانے والا جانتا ہے سب کچھ۔ یعنی جسے زمین و آسمان پیدا کیے کیا وہ انکے مانند
 نہیں پیدا کر سکتا ہے۔ بیشک پیدا کر سکتا ہے اور وہی ہے پیدا کرنے والا تمام خلق کا
 اور جانتا ہے ہر شے کے پیدا کرنے کا حال اور وہ بڑی قدرت والا ہے اور سب جانتا ہے
اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا رَا دَسْتِنًا اَنْ يَقُوْلَ لَکُمْ فِیْکُوْنُ ○ اور حکم ہی ہے
 جب چاہے کسی چیز کو کہے اور ہو وہ ہو جاوے۔ یعنی پروردگار عالم کا حکم ہی ہے
 کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے صرف اتنا ہی حکم دیتا ہے
 کہ ہو پس وہ فوراً ہو جاتی ہے اور اوسمیں چشم زدن کی دیر نہیں ہوتی۔ اور یہ اوسکی کامل
 قدرت کی دلیل ہے کہ جو شے چاہتا ہے اسی دم ہو جاتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں یہ کلمہ
 ایک نشانی ہے جب فرشتے سنتے ہیں سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی شے پیدا ہوگی۔ **فَبِئْسَ
 الَّذِیْ یَبْدِیْ ہِمْ مَلٰکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّلَا لَیْکَ تَرْجِعُوْنَ** ○ سو پاک ہو وہ ذات
 جسکے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ یعنی پاک ذات اور بے عیب
 ہے وہ پروردگار جسکے قبضہ قدرت میں بادشاہی ہے ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر جانا ہے سب کو فقط

تفسیر سورہ الصافات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ الصَّافَاتِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثَةٌ وَاثْنَتَانِ وَثَمَانُونَ آيَةً

سورہ صافات مکہ کی ہے اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور آٹھ سو ساٹھ کلمے اور تین ہزار آٹھ سو چھبیس حرف ہیں۔ محض اس سورت شریف کے بشمار ہیں مختصر یہ ہے کہ جو کوئی اسے پڑھیں گے اللہ تعالیٰ اسے دہل گنا صواب و نیکیاں عنایت فرمائیں گے اور شیطان اس سے دور رہے گا اور گواہی دینگے اس کے لیے فرشتے اور تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہیں گے۔
وَالصَّفَّاتِ صَفًّا قسم صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر بیٹھے ہیں قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر گھرے ہوتے ہیں عبادت پروردگار کے لیے یا اس کا حکم سننے کے لیے۔
فَالْجُجُوتِ زُجُوجًا پھر ڈنٹے والوں کی جھڑک کر بیٹھے ہیں قسم ہے ان فرشتوں کی جو شیطانوں کو آسمان پر جانے اور باتیں سننے سے روکتے اور انہیں جھڑکتے ہیں اور ڈنٹتے ہیں۔
فَالْتَلِيَّتِ ذِكْرًا پھر پڑھنے والوں کی یاد کر بیٹھے ہیں قسم ہے کلام خدا کے تلاوت کرنے والوں کی بحرا الحقائق میں ہے کہ مراد صافات سے ارواح ہیں اور زاجرات سے المات الہی کہ عوام کو منہیات سے روکتے ہیں اور نالیات سے نفوس ذکر وہ اپنی عمر یاد خدا میں صرف کرتے ہیں۔
يَادِينِ يَرِي ہی دن رات بسر کرتے ہیں چٹام کرتے ہیں یونین یونین سحر کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ کئے کے کافروں نے عجب سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب خداؤں کو ایک خدا کی طرف لائے ہیں حق تعالیٰ نے ان کو

قسم کھا کر فرمایا کہ اِنَّ اِلٰهَكُمْ وَاٰلِهَكُمْ اَحَدٌ ۝ بیشک مہمک تمہارا ایک ہے۔ یعنی تمہارا
 خدا تمہارا خالق اور مہمک ایک ہے کیا ہو گیا نہ ہو۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ
 مَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَسَارِقِ ۝ رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان
 اور رب مشرقوں کا۔ یعنی پروردگار زمین اور آسمان اور مشرقوں اور کوکبوں کا رب ہے
 اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے سب کا وہ پروردگار ہے۔ اور فرمایا اے خداوند
 عالم کہ اِنَّا زَيْنٰ السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِرِزْقِنَا اِلٰكُمْ اَكْبَرٌ ۝ وَحِفْظًا
 مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ ہم نے رونق دی ورے آسمان کو ایک رونق
 جو تمہارے مین اور بچاؤ بنایا ہر شیطان سرکش سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا
 کو ستاروں سے زینت دی۔ مراد ستاروں کی مختلف شکلیں ہیں جیسے ثریا اور بنات
 اور جو ان کے سوا ہیں۔ اور بچاؤ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو شیاطین کے چڑھنے سے لکھا
 ہے کہ انھیں ستاروں کی روشنی سے آگ لگتی ہے جس سے شیطانوں کو مار پڑتی ہے
 اور آسمان پر جہاں نہیں پاتے لَا يَسْمَعُوْنَ اِلَّا الْمَلٰٓئِكَةَ اَعْلٰی وَيَقْدِفُوْنَ
 مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُخُوْرًا وَّكُفُوْرًا عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ سن نہیں سکتے
 اوپر کی مجلس تک اور بچھکے جاتے ہیں ہر طرف سے ہانکے گئے اور ان کو مار رہے ہمیشہ
 یعنی شیاطین بلند تر فرشتوں کی باتیں سننے کی طاقت نہیں رکھتے اور ہر طرف سے
 ہانکے جاتے ہیں اور بچھکی جاتی ہے اور بگڑ اور ان کے لیے عذاب ہے ہمیشہ اَلَا
 مَنْ خَلَفَ مِنْ خَلْفَةٍ مَّخْلُفَةٌ فَاتَّبَعُ النَّارَ ۝ اَبَتْ اَقْبَ ۝ مگر جو کوئی اچک لایا
 جھٹ سے پھر پیچھے لگا اور اس کو انکارا چکنا یعنی جو شیطان جلدی سے فرشتوں کی
 کوئی بات سنے بھاگتا ہے تو پیچھے ہو لیتا ہے اس کے شعلہ جلائے والا یا ستارہ چمکتا کہ
 اور اس کو جلاوے اور ایندھن پونچا دے۔ لکھا ہے کہ رکانت بن زید اور ابوالاسدین
 بٹا و قمر اور حشر کے منکر تھے اور ہمیشہ اپنی قوت اور زور کے دعوے اور گھمنہ قریش میں

بیان کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے خیال باطل کے ٹوڑنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی **فَاسْتَفْتِمُوهُمْ أَكَلُوا نَسْلًا مِمَّنْ خَلَقْنَا إِنَّهُمْ لَكَاظِمُونَ** **وَلَا يَنفِرُونَ** اب پوچھ لے یہ شکل میں بنائے یا جتنی خلقت بنے بنائی۔ ہمیں نے ان کو بنایا ہے ایک گارے چکے سے۔ یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا فروں سے پوچھیے کہ وہ سخت ترین پیدائش میں یا جو سنہ پیدائش کے جیسے آسمان اور فرشتے اور ستارے اور شہاب۔ بیشک ہم نے پید کیا جو ان کو ایک مٹی چپکنے والی سے اور وہی اونکا مادہ اصلی ہے تفسیر سالم التمریل میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ جو کوئی قرآن مجید کو سنیگا وہ ضرور ایمان لائے گا مگر مشرکان کہ نے جب وہ کلام برحق سنا تو سخرہ بن کر رہ گئے آپ کو اس بات سے بہت تعجب ہوا پس اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے یہ آیت شریف نازل فرمائی **بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُونَ** بلکہ تو رہتا ہے اچھے میں اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار کے کلام باطل کا خیال نہ کیجیے اور ان سے دست بردار ہوئیے کیونکہ آپ ان کے ایمان نہ لانے اور قرآن پاک کے نہ ماننے پر تعجب کرتے ہیں اور وہ آپ کے تعجب کرنے پر ہنستے اور ٹھٹھے لگانے ہیں **وَلَا إِذْ كُرُوا لَآيِدُكُمْ فَوْنَ** اور جب سمجھائے نہیں سوچتے۔ یعنی انکا حال یہ ہے کہ جب ان میں نصیحت کی جاتی ہے اور سمجھائے جاتے ہیں تو نہیں مانتے **وَلَا إِذْ أَوْأَيِدُكُمْ فَوْنَ** اور جب کھینچے کچھ نشانی مہنسی میں ڈال دیتے ہیں یعنی جب کوئی معجزہ یا دلیل آپ کے قول کے سچائی کی دیتے ہیں تو اسے مہنسی میں ڈال دیتے ہیں۔ **وَقَالُوا إِن هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ** اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے کھلا اپنے معجزات اور دلائل حقہ کو جادو قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں **إِذَا مَثَلْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعُظَامًا** **إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ** **أَوْ أَبَاؤُنَا** **أَوْ أَوْلَادُنَا** کیا جب ہم مر گئے اور ہڈی گئی اور ہڈیاں کیا ہوگا پھر اٹھانا ہو گیا اور ہمارے باپ دادوں اگلے کو یعنی جب ہم گل ٹر کے مٹی اور کو کھل ہڈیاں رہ گئے تو کیا ہم پھر اٹھنا

جائیں گے یا ہمارے باپ دادا پہلے۔ قُلْ نَعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ تو کہہ بان اور
تم ذلیل رہ گئے۔ یعنی اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اولیٰ نے کہہ دیجئے کہ بان بیشک تم سب
اوٹھائے جاؤ گے اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی اوٹھائے جائیں گے اور تم ذلیل ہو گے
فَإِذَا هُمْ مِنْ فَاثِمَاتٍ زُجْرَةٍ وَاحِدَةٍ ۖ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝ سو وہ تو
یہی وہ ایک چٹکی پر تہی یہ لگیں گے دیکھنے۔ یعنی یہ اوٹھانا اور کچھ نہیں صرف ایک چٹکی
ہو صو کہ۔ نہیں فوراً وہ سب زندہ ہو قبروں سے نکل دیکھنے لگیں گے۔ وَقَالُوا يَوَيْلَنَا
هَذَا أَيُّومُ الدِّينِ ۝ اور کہیں گے اسے خرابی ہماری یہ آبادن جزا کا۔ یعنی اس وقت
نکروں کو افسوس ہو گا اور کہیں گے اسے خرابی ہماری یہ وہی روز جزا ہے جس کے وعدے
ہمے ہوئے تھے۔ فرشتے اس وقت کہیں گے هَذَا أَيُّومُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ
بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝ یہ ہے دن فیصلے کا جسکو تم جھٹلاتے تھے۔ یعنی یہ وہ دن ہے
جبیں سب باتوں کا فیصلہ ہو گا یا یہ وہ دن ہے جبیں نیک بدوں سے جدا کیے جائیں گے
اور یہ وہی دن ہے جسکی خبر تم کو دی گئی تھی اور تم اسے جھوٹ سمجھتے تھے۔ پھر پروردگار عالم
فرشتوں کو حکم دیا کہ اُخْشَعُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا
يَعْبُدُونَ ۝ مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْحَيِّ ۝ جمع
کر و گندگاروں کو اور انکی جوڑوں کو اور جو کچھ پوجتے تھے اللہ کے سوا پھر چلاؤ انکو راہ پر
دو رخ کی۔ یعنی جمع کرو اور ان لوگوں کو جو شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے جیسے بت
پرست اور ستارہ پرست اور انکی جوڑوں کو جو کافروں اور مشرکین اور ان چیزوں کو
جنہیں مشرکین پوجتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا مثل بتوں وغیرہ کے اور لجاؤ انکو دو رخ
کے راستے کی طرف۔ پھر جب کہ وہ سب لوگ دو رخ کی جانب منہ کریں وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ
مَسْئُولُونَ ۝ کھڑا رکھو انکو اسے پوچھنا ہے۔ یعنی کھڑا کرو انکو حساب گاہ میں یا اپنی صراط پر
کہ انکے عقائد اور اعمال پوچھے جائیں گے۔ جس سے وہ زیادہ تر ذلیل اور رسوا ہوں گے۔

پہ فرشتے ان سے کہیں گے مَا لَكُمْ لَا تَخَافُونَ ۝ کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی
 مرد نہیں کرتے۔ یعنی تم تو اس دن کے مسکرتے اور اپنے تئیں بڑا زور اور سمجھتے تھے پہ
 کیا ہے آج کہ آپس میں ایک دوسرے کی مرد نہیں کرتے اور اس عذاب و حساب سے
 اپنے تئیں نہیں چڑھاتے۔ وہ کچھ جواب نہ دیں گے۔ حق تعالیٰ ہل شانہ فرشتوں سے فراد گیا
 بَلْ هُمَ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ۝ کوئی نہیں وہ آج آپکو بکڑواتے ہیں۔ یعنی آج
 فرمانبردار بنے ہیں۔ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ اور منہ کیا
 بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے۔ یعنی حسابگاہ میں اونکے کمزور اور زور والے
 یا غریب و امیر آپس میں ایک دوسرے سے مخاطب ہو کے کہیں گے کہ کب آج کون دن
 پیش آیا ہے یا آپس میں ایک دوسرے کو سرزنش کر گیا۔ قَالُوا إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ
 عَنْ الْيَمِينِ ۝ بولے تمہیں تھے کہ آتے تھے ہم پر دہن سے۔ یعنی اونہیں کے غریب
 رئیسوں سے کہیں گے کہ تمہیں تو ہمارے پاس نصیحت کے لیے آیا کرتے تھے اور زور
 و قوت سے اور از رو سے قسم کہا کرتے تھے کہ جو دین ہم تمہیں بتاتے ہیں یہی حق ہے
 قَالُوا بَلْ لَكُمْ كُفْرًا مِّنْ أُمُومِنِينَ ۝ وہ بولے کوئی نہیں پر تمہیں نہ تھے یقین لانے
 والے۔ یعنی اونکے رئیس جواب دیں گے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ تم تو پہلے ہی سے سیدھے راستے
 پر نہ تھے کہ ہم تمہیں بہکاتے۔ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ
 قَوْمًا طٰغِينَ ۝ اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا پر تم ہی تھے لوگ بے حد چلنے والے۔ یعنی
 ہم تم پر ایسے غالب اور زیر دست ہی نہ تھے کہ تمہیں زور و ظلم سے بہکاتے بلکہ تم خود ہی
 بے راہ اور قوم سرکش تھے۔ فَحَقَّ عَلَيْكُمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا إِنَّكَ لَنَاقٍ ۝ سو ثابت
 ہوئی ہم پر بات ہمارے رب کی۔ ہکو مزہ چکھنا۔ یعنی فرمان پروردگار لا مثلتہ جھٹو ہمارے
 حق میں پورا ہوا اور ہم بے شک عذاب چکنے والے ہیں۔ فَأَغْوَيْنَاكُمْ إِنَّا كُنَّا غٰوِينَ ۝
 پہرے ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم تھے آپ گمراہ۔ یعنی ہم تو گمراہ تھے ہی تم کو بھی گمراہ کیا اور اپنا ساتھی

برالیا۔ پروردگار عالم فرما دیا۔ **فَاتَّخِذُوا مِثْلِي فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكِينَ**
 سو وہ اس قدر تکلیف دین شریک ہیں۔ یعنی وہ اور ان کے بکالنے والے آپس کے دن
 عذاب میں شریک ہیں۔ جیسے دنیا میں گمراہی کے شریک تھے۔ **إِنَّا كَذَلِكَ نَفْعَلُ
 بِالْجُورِ** ○ ہم ایسا کچھ کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں۔ یعنی ہم گنہگاروں کے
 ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں اور ان کو ان کے گناہوں کے موافق سزا دیتے ہیں۔ اس لیے کہ
إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ○ وہ کہتے کہ اگر
 جب کوئی کتاب کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے تو غور کرتے تھے۔ یعنی جب اس سے
 کہا جاتا تھا کہ سوا خداوند عالم کے کوئی لائق عبادت کے نہیں اور ہمیں تم سے سب سے زیادہ
 یہ سب باطل ہیں اور سزاوار بندگی نہیں تو غور اور تکبر سے سرکشی کرتے تھے اور اس
 کلمہ حق کے کہنے سے منہ پیرتے تھے۔ **وَيَقُولُونَ إِنَّا لَنَأْتِيَنَّكَ الشَّارِعُ**
مُحْضُونَ ○ اور کہتے کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کے کہنے سے ایک شاعر دیوانے
 کے۔ یعنی کہتے تھے شرک کہ ہم اپنے مہودوں کی عبادت ایک دیوانے شاعر کے کہنے
 سے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اور اپنے زعم باطل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 شاعری اور جنون کی نسبت کرتے تھے حالانکہ وہ خود دیوانے اور مجنون تھے۔ حق تعالیٰ
 ان کے جواب میں فرماتا ہے **بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَقَ الْمُرْسَلِينَ** ○ کوئی
 نہیں وہ لایا ہے سچا دین اور سچا مانا ہے سب رسولوں کو۔ یعنی جو کچھ شرک کہتے
 ہیں سب غلط ہے اصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ان کی طرف اللہ حق
 کے اور لائے ان کے لیے دین حق کو اور سچا مانتے ہیں اور سب رسولوں کو جو ان سے
 پہلے گذرے۔ **إِنَّا كَذَلِكَ نَفْعَلُ الْعَذَابَ بِالْأَلْبِيسِ** ○ بیشک تم کو چکنی دھندلی والی
 یعنی بیشک اے کافرو تم عذاب سخت چکنے والے ہو اور جانے والے ہو ورنہ زمین سبب
 شرک اور کفر اور رسولوں کی تکذیب اور بے ادبی کے۔ **وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ**

تَعْمَلُونَ ۝ اور وہی بدلا پاؤں گے جو کچھ تم کرتے تھے۔ سینے کافروں اور مشرکوں کو
 ان کے اعمال کے موافق سزا دی جائے گی اَلْاَعْيَادُ اللّٰهُ الْمُخْلِصِينَ ۝ مگر جو بندے
 اللہ کے ہیں چنے ہوئے۔ یعنی جو بندے نیک اور اللہ تبارک کے مقبول ہیں ان کے
 گناہوں کا بدلہ نہیں وہ صاف ہوئے اور ان کے اعمال نیک اور فرمانبرداری کی جزا
 دی گئی ہوگی۔ اُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّوَدُّ ۝ قَوْلُهُ وَهُمْ مَّا كُنْتُمْ مُونَ ۝
 اُولَٰئِكَ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ۝ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ ۝ وہ جو ہیں ان کو روزی ہے مقرر
 میوے اور ان کی عزت ہے باغوں میں نعمت کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے
 بیٹھے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں ان کے لیے روزی ہے ظاہر بڑی لذت
 اور مزے کی ہمیشہ کے لیے اور وہ روزی کیا ہے میوے ہیں طرح طرح کے تروتازہ اور
 سوکھے اور ان کے لیے بڑی عزت ہر بہشت کے باغوں میں۔ بیٹھے ہوئے ہیں تختوں پر
 ایک دوسرے کے سامنے تاکہ ایک دوسرے کو دیکھ کے خوش ہوں۔ یُطَافُ عَلَیْهِمْ
 بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۝ بِمِصْنَاءٍ لَّدُنَّ لِلشَّیْبَانِ ۝ لوگ لیے ہر تے ہیں
 ان کے پاس پیالہ شراب کا ستھری سفید مزہ دیتی پینے والوں کو۔ یعنی بہشت کے ساتھی ایک
 گرد جام شراب لیے ہر تے ہیں اور وہ شراب نہایت صاف شفاف سفید خوشبو خوش مزہ
 پاکیزہ لذت بخش ہے پینے والوں کے لیے۔ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَلَا ظَلَمٌ لَّا یَذُوقُونَ ۝
 نہ اوس میں سر پہر تا ہے اور نہ اوس سے بکتے ہیں۔ یعنی وہ شراب مثل دنیا کی شراب کے
 نہیں بلکہ وہ ایسی نفیس اور عمدہ شراب جو جس سے نہ سر پہر تا ہے نہ عقل جاتی ہے اور
 نہ مست ہو کر بیہودہ بننے کی نوبت آتی ہے۔ وَعِندَهُمْ قِصَصُ الطُّرُفِ
 عِیْنٍ ۝ کَا تَقْنَبُ بَیضٌ مَّكُونٌ ۝ اور ان کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ
 رکھتیاں بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ انڈے ہیں چھپے دہرے۔ یعنی بہشت والوں
 کے پاس عورتیں پاکیزہ نظر لگ جائے گی جو اپنے شوہروں کے سوا دوسرے پر نظر نہ

نہ ڈالیں گی۔ اور انکی آنکھیں بڑی بڑی اور نہایت خوبصورت ہونگی گویا کہ وہ اہل
 مین جیسے ہوئے۔ یہ تشبیہ حوروں کی صفائی اور پاکیزگی کی ہے۔ **فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى
 بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ** ○ پر سنہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف گئے پوچھنے۔ یعنی
 اہل بہشت مین سے بعضے بعضوں کی طرف مخاطب ہو گئے اور آپس مین پوچھیں گے
 احوال دنیا کا یا دوست و دشمن کا۔ **پس قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ**
 بولا ایک نے والا اونہیں مجھو تھا ایک ساتھی۔ یعنی کہ گایک شخص ہشتیوں مین سے
 اپنے دوستوں سے کہ دنیا مین میرے ہمنشینوں مین ایک شخص تھا وہ بہشت سے
 انکار کرتا تھا۔ لکھا ہے کہ یہود اور قطروں دو بھائی تھے جنکا قصہ سورہ کہف مین مذکور
 اور یہاں بھی اونہیں دونوں کا تذکرہ ہے کہ یہود اموں مین بہشت کے لوگوں سے کہیں
 کہ میرا بھائی قطروں مجھے دنیا مین ملاست کرتا تھا اور **يَقُولُ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُصْذِقِينَ**
 کہتا کیا تو یقین کرتا ہے۔ یعنی کیا تو قیامت کو سچ جانتا ہے **اِذَا امْتَنَّا وَكُنَّا تُرَابًا**
وَعِظَامًا ○ **اِنَّا لَمَدَّيْنُوكَ** ○ کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے سہی اور ہڈیاں کیا
 ہکو بدلا ملا ہے۔ یعنی جب ہم مر گئے اور ہمارا گوشت پوست سڑ گل کے مٹی ہو گیا اور ہڈیاں
 کھوکھلی ہو گئیں تو کیا پر جلانے جائیں گے اور جہاں دیے جائیں گے۔ **قَالَ هَلْ اَنْتُمْ**
مُّطْلِعُونَ ○ کہتے کا ہاں تم جہانک کر دیکھو گے۔ یعنی یہود اہل بہشت سے کہے گا
 کہ وہ بھائی میرا دوزخ مین ہے ذرا تم جہانکو اور دیکھو کہ وہ کس درجے مین ہے اور یہ
 خدا مین کہہ قمار ہے ہشتی کہیں گے کہ تم اسے خوب پہچانتے ہو تم ہی ذرا دوزخ مین
 جہانک کے دیکھو کہ وہ کہاں ہے۔ **فَاَطْلَعُوْا فِيْ سَوَاءٍ الْجَحِيْمِ** ○ پھر جہانکا
 تو اسکو دیکھا چون بیچ دوزخ کے۔ یعنی یہود انے جب خود جہانک کے دیکھا تو اسکو نہم
 کے بیچ مین پایا۔ **قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتُ لَأَكُوْدِرِيْنَ** ○ بولا قسم اللہ کی تو تو لگا تھا
 کہ مجھ کو مٹے مین ڈالے۔ یعنی یہود کہے گا کہ اسے قطروں خدا کی قسم تو نے تو چاہا تھا

کہ مجھے بھی گمراہ کر کے ہلاک کرے اور اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے۔ وَلَوْ لَا نِعْمَةٌ
 رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ اور اگر نہ تو میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا
 اور نہیں جو پکڑے آئے۔ میں اگر میرا پروردگار مجھ پر فضل نہ کرتا اور تیرے بکالے سے
 نہ بچاتا تو میں بھی تیرے ساتھ جہنم میں داخل ہوا ہوتا۔ پھر یہود اور شیون سے اسطور پر
 کیگا کہ اور کیا بھائی بھی سن لے۔ اَفَمَا نَحْنُ بِمَبْتَلَيْنِ ○ اَلَا مَوْتُنَا الْاُولٰٓئِ
 وَمَا نَحْنُ بِمُعَدَّيْنِ ○ کیا اب ہم کو نہیں مرنے کا مگر جو پہلی بار مر چکے اور ہم کو تکلیف
 نہیں پہنچنی۔ یعنی اب بہشت میں تو ہمارے لیے موت نہیں ہاں اس سے پہلے دنیا میں
 ہمارے لیے موت تھی اور نہ ہم عذاب کیے جائینگے۔ فرشتے جواب دین گے کہ بیشک نہ
 اب تم مرد گے اور نہ پھر عذاب ہو گا یہود اور خوش ہو کے کیگا اِنَّ هٰذَا الْهُوَ الْفَوْزُ
 الْعَظِيْمُ ○ بیشک یہی ہے بڑی مراد ملنی۔ یعنی بیشک بڑا مراد پانا یہی ہے کہ بہشت میں
 نہایت راحت و آرام سے رہیں گے اور عذاب نہ دیکھیں گے۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ
 الْعَمِلُوْنَ ○ ایسی چیزوں کے واسطے چاہیے محنت کریں محنت والے۔ یعنی سی
 نعمت اور راحت دائمی کے لیے لازم ہے کہ عمل کرنے والے ضرور اچھے اچھے عمل
 کریں نہ دولت دنیا کے واسطے کہ جسکو بقائیں اور چند روزہ ہے۔ پھر حق تعالیٰ جل
 شانہ وجل جلالہ ارشاد فرما دیگا اَذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكَ اَمْ شَجَرَةٌ زَيْتُوْنَ ○
 بھلا بہتر ہے یہ مہانی یا درخت سینڈ کا۔ یعنی یہ نعمتیں بہشت کی جو بیان ہوئیں یہ بہتر
 مہانی کے لیے یا سینڈ کا درخت جو دوزخ میں ہو گا اور اس کے پہل جو کڑوے اور
 نہایت خراب ہوتے ہیں دوزخوں کو زبردستی کھلائے جائینگے اور وہ گلے میں نہیں لگے
 گویا یہ بھی دوزخوں کے لیے ایک عذاب سخت ہے۔ پروردگار عالم فرماتا ہوں اِنَّا جَعَلْنٰهَا
 فِتْنَةً لِّلظٰلِمِيْنَ ○ بنے اسکو رکھا ہے خراب کرنا ظالموں کا۔ یعنی تو ہڑ کا درخت
 دوزخ میں ظالموں کے خراب کرنے اور عذاب دینے کے لیے پروردگار عالم نے رکھا ہے

اور دنیا میں ہی ان کے لیے خرابی ہے کیونکہ جب وہ سنتے ہیں کہ دوزخ میں تعدد ہر کا درخت ہے تو تعجب سے کہتے ہیں کہ آگ میں ہنر درخت کیونکر ہو گا اور یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اس کے آگے سب آسان ہے۔ اور نہیں دیکھتے اس کی قدرت کاملہ کو کہ وہ دنیا ہی میں ہنر دیکھ کر کس طور سے آگ میں پیدا کرتا اور جلاتا ہے اور ہر سے درختوں سے آگ کے شعلے نکالتا ہے۔ پس ایسی بڑی قدر والے پروردگار کے نزدیک آگ میں ہنر درخت کا پیدا کرنا اور اس سے آگ کے حصے سے محفوظ رکھنا کوئی بڑی بات نہیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں مرقوم ہے کہ ابن زبیر نے سرداران قریش سے کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجو زقوم سے ڈراتے ہیں اور لغت بزرگہ میں زقوم اور کھجور کا نام ہے۔ یہ سنتے ہی ابو جہل اور سرداران قریش کو اپنے ہمراہ لے کے گھر آیا اور لوندی سے کہنے لگا کہ زقوم لا۔ وہ کھجوریں اور کھن لائی ابو جہل نے اون سے کہا لو کھاؤ یہ وہی زقوم ہے جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہجو ڈراتے ہیں پس حق تعالیٰ اجل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جسے تم نے زقوم سمجھ رکھا ہے وہ زقوم ہی نہیں بلکہ اِنَّمَا تَشْجُو شَجْرًا شَجْرًا مَرِيًّا فِي اَصْحَابِ الْجَنَّةِ وہ ایک درخت ہے کہ نگاہ اور دوزخ کی جڑ میں۔ یعنی زقوم وہ ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلے گا اور اس کی شاخیں دوزخ کے تمام طبقوں میں بلند ہو کر پونچھیں گی۔ ○ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ شگونہ اور اس کا جیسے سر شیطانوں کے یعنی نہایت بد شکل اور ہیندک بعض کہتے ہیں کہ مراد رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ سے ہولناک اور بد شکل سانپ ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ سیاہ پتھر جو کے گرد تم سے اونہیں رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ کہتے تھے اور اونہیں سے یہ تشبیہ ہے۔ فَاَنَّهُمْ لَا يَكُونُ مِنْهَا مَالٌ وَلَا نَفْسٌ مِنْهَا الْبَطُونُ ○ سودہ کا دیکھو اس میں سے پھر ہر گز اس سے پٹ۔ یعنی دوزخی وہ زقوم کھائیں گے اور مارے ہو کہہ کے اس سے پٹ بہرین گئے باز بردستی وہ ان کو کھلایا جائیگا۔ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهِمُ الشُّكُوبًا

مِّنْ حِجَابٍ پھر اونکو اس کے اوپر ملونی جلتے پانی کی۔ میں نے زقوم کھلا کر اونکو اس قدر چلتا
 پانی پلایا جاوے گا جس سے دل و جگر جل جاوے اور منہ اور حلق کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں
 اور وہ پانی زقوم میں بجائے۔ **ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْحِجَابِ** پھر اونکو لپٹا آگے
 ڈھیر میں۔ یعنی ایسا کھانا اور پانی جب اونکو کھلا پلا چکین گے تو دوزخ کی طرف لپٹا دیں گے
 اور یہ اونکے لیے پہلی مہمانی ہے کیونکہ **أَتَاهُمُ الْغَوَايَا لَهُمْ ضَالِّينَ** ۱۔ **فَهُمْ عَلَى**
أَثَارِهِمْ يُصْرَعُونَ ۲۔ انھوں نے پائے اپنے باپ دادا سے بکے ہوئے سودہ اونھیں
 کے قدموں پر دوڑتے ہیں۔ یعنی اونکے باپ دادا گمراہ تھے اور یہ اونھیں کے قدم بقدم
 گمراہی میں چلنے لگے **وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ** ۳۔ اور بہک چکے ہیں انہیں
 آگے بہت لوگ پہلے۔ یعنی کچھ انھیں پر موقوف نہیں بلکہ انہیں پہلے ہی بہت سی قومیں اسی
 طرح گمراہ ہو چکی ہیں جیسے قوم نوح اور قوم عاد و ثمود۔ **وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُّنْذِرِينَ**
 اور ہم نے بھیجے ہیں انھیں ڈر سناتے والے میں نے باوجودیکہ ہم نے ان قوموں میں ڈرانے
 والے بھیجے جو اونکو ہمارے عذاب سے ڈراتے رہے مگر وہ ایمان نہ لائے۔ **فَانْظُرْ**
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۴۔ **إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ** ۵۔ اب دیکھ لیا
 ہوا آخر ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے۔ یعنی دیکھیے آخر ان لوگوں
 کا جو ڈرائے گئے تھے اور ایمان نہ لائے مگر ان پر عذاب آیا مگر اللہ کے خاص بندے جو ڈر نہ
 اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور ایمان لائے وہ عذاب سے بچ گئے۔ **وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا**
فَلْيَعْمَلِ الْإِنْسَانُ عَمَلًا صَبِيْرًا ۶۔ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب ہو نہ چنے والے میں ہم پکار رہے ہیں
 نوح نے اپنی قوم کی نافرمانیوں سے پریشان ہو کے ہم کو پکارا تھا اور قوم کی ہلاکت چاہی
 تھی پس ہم نے نوح کی دعا قبول کی اور کافروں کو غرق کر دیا اور ہم بیت چھ دعا قبول کرنے
 والے ہیں۔ **وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ** ۷۔ اور بچا دیا اسکو اور اس کے
 گھر کو اس بڑی گہرا ہٹ سے۔ بچا لیا نوح کو اور اس کے گھر والوں کو بڑی سختی سے

اور وہ قوم کی ایذا رسانی یا طوفان کی پریشانی تھی وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمُ الْبَقِيَّةَ ۝
 اور رکھی اس کی اولاد وہی رہ جانے والی۔ یعنی حضرت نوحؑ کی اولاد بقائے نسل کے لیے
 بقیہ قیامت باقی رکھی۔ لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی کشتی میں اُسی یا تراسی آدمی تھے وہ سب
 طوفان سے بچے مگر اونے سلسلہ نسل نہیں جاری ہوا۔ ہاں حضرت نوحؑ علیہ السلام کے
 تین بیٹوں سے سلسلہ نسل جاری ہوا۔ سام وسط زمین میں بسے اونے عرب اور تور
 اور ایران پیدا ہوئے۔ اویافث جانب شمال بسے اونے ترک اور خزاو ر سقلا ب پیدا
 ہوئے۔ اور عام جانب شمال بسے اونے ہند اور حبش اور بربر پیدا ہوئے۔ سب آدمی
 انھیں کے سلسلہ نسل میں بنے۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمْ فِي الْأَخْيَرَيْنِ ۝ اور باقی رکھا اونے پہلی
 خلق میں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی ثنا گوئی بچلی استون کے لیے باقی رکھی کہ
 وہ است محمدیہ میں تاکہ وہ کہیں سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ ۝ کہ سلام ہو نوحؑ پر سب
 جہان والوں میں۔ یعنی ہمیشہ خلق اونے سلام پہنچتی ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ
 اپنی رحمت کاملہ سے حضرت نوحؑ علیہ السلام پر سلام لکھ فرماتا ہے کہ اِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیکی والوں کو۔ یعنی جب طرح ہمنے نوحؑ کو جزاے نیک
 دی ہے اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزاے خیر دیتے ہیں۔ اِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا
 الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وہ پرہیزگارے بندوں ایمانداروں میں۔ یعنی حضرت نوحؑ علیہ السلام اللہ
 تعالیٰ کے فرمانبردار ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ ثُمَّ اَنۡزَلْنَاهُ فِي الْاٰخِرَيْنِ ۝
 پھر ڈبا دیا ہم نے دوسروں کو۔ یعنی حضرت نوحؑ کے دعا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈبا دیا
 سب کافروں کو۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ کی تعریف کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اِنَّ
 مِنْ شِيعَتِهِ الْاَبْرٰهِيْمَ ۝ اور اسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیمؑ۔ یعنی حضرت
 نوحؑ علیہ السلام کی راہ چلنے والوں میں سے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام تھے اِذْ جَاۤءَ
 رَبُّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ۝ جب آیا اپنے رب کے پاس لیکر دل صاف اور پاک۔

یعنی یاد کیجئے اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خلوص دلی سے اپنے پروردگار کے پاس آئے اِذْ قَالَ لِكَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ
 جب کہا اپنے باپ کو اور اسکی قوم کو تم کیا پوجتے ہو۔ یعنی یاد کیجئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے اور کسے پوجتے ہو اَفَتَعْبُدُوْنَ الْاِلٰهَۃَ دُوْنَ اللّٰهِ تَرْيَدُوْنَ ۚ كِيُوْنُ جُھوٹ بنائے حاکمون کو اللہ کے سوا سے چاہتے ہو۔ یعنی کیا تم اللہ برحق کے سوا دوسرے معبود جھوٹے بنایا چاہتے ہو
 فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ پھر کیا خیال کیا ہے تمہان کے صاحب کو۔ یعنی تم جو معبود برحق کے سوا جھوٹے معبود قرار دیتے ہو اور خداے تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہو تو تم نے کیا گمان کیا ہے پروردگار عالم کے ساتھ کیا اس گناہ کی وہ تمکو سزا دیگا یا تمہارے عذاب نہ کریگا۔ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام سنا تو جواب دیا کہ کل ہمارے یہاں عید ہے سب صحرا کو جائیں گے آج انواع و اقسام کے کھانے لیار کر رہے ہیں یہ سب بتوں کے پاس رکھ کر باہر جا دیں گے وہاں سے آکر بطور تبرک یہ کھانا تقسیم کر دیں گے تم بھی ہمارے ساتھ چلنا اور ہمارے بتوں کی زینت و زینت دیکھنا۔ یقین ہے کہ جب تم یہ سب حال دیکھو گے تو بہکو معذور رکھو گے اور لعنت ملامت نہ کرو گے حضرت ابراہیم علیہ السلام انکی جاہلانہ باتیں سننے کے خاموش ہو رہے اور اپنے کچھ جواب نہ دیا دوسرے روز جب وہ لوگ چلنے کو لیار ہوئے تو انہوں نے آپ سے کہا کہ آئیے آج ہم اور آپ چلیں۔ فَظَنُّوْا نَظْرَةً فِی الْجَنۡمِ ۝ پھر نگاہ کی اکیلا تارون میں۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نظر اٹھا کے تارون کو دیکھا یا نجوم کی کتاب ملاحظہ کی اس واسطے کہ انکی قوم علم نجوم کو بہت مانتی تھی پس آپ نے اسی طور سے اوسے کلام کیا۔ فَقَالَ اِنِّیْۤ اِنۡتِیۤ اِنۡتِیۤ سَقِیۡتُوْا ۝ پھر کائنات میں تارون۔ یعنی بیمار ہو اچاہتا ہوں تمہارے ساتھ نہ جاؤں گا فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدۡرِیۡۤیۡنَ ۝ پھر اٹھ گئے اوس سے پیٹھ دیکر۔ یعنی وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حال علالت شکر پیٹھ موڑ چلے گئے اس خیال سے

کہ شائد چلنے سے آپ زیادہ بیمار نہوجائیں یا اس گمان سے کہ عید کاروز ہے اور بتوں کی
پوجا کرنی ہے بیمار کو لیجانا کیا ضرور ہے۔ جب وہ سب جانب صحرا عید منانے کو روانہ ہوئے
فَرَاغُوا إِلَىٰ آلِهِمْ ۖ فَقَالَ الْكَافِرُونَ ۖ پھر جاگھسا اونکے بتوں میں پھر بولائے
کیون نہیں کھاتے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام پوشیدہ طور پر اونکے بتوں کے پاس گئے
وہاں جا کے دیکھا کہ وہ بت نہایت آراستہ و پیراستہ کیے گئے ہیں اور اونکے آگے عمدہ
قسم کے کھانوں کے خوان چنے ہوئے ہیں پس آپ نے مذاق کے طور پر اون بتوں سے
کہا کہ تم کیون نہیں کھاتے ان کھانوں کو اور پھر فرمایا مَا لَكُمْ لَا تَكْطِفُونَ ۖ تم کو کیا حرج
کہ نہیں بولتے۔ اور مجھے جواب نہیں دیتے فَرَاغُوا عَلَيْهِمْ ۖ ضَمُّ يَاءُ الْكَلِمَةِ ۖ پھر گھساتا
اور پیرا ہٹے ہاتھ سے۔ یعنی پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اون بتوں کو زور و قوت سے
مار مار کر ٹکڑے کر ڈالا اور تیر بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ یہ حال سورۃ انبیاء میں مفصل
مذکور ہے۔ جب غمزدی عید گاہ سے واپس آئے اور بتخانے میں تمام بتوں کو ٹوٹا پھونک دیا
تو کہنے لگے کہ یہ سب کام ابراہیم کے ہیں۔ فَاَقْبِلُوا إِلَيْهِ يَزِيدُونَ ۖ پھر لوگ آئے
اوپر دوڑ کر گھبراتے۔ یعنی غمزدی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس گھر کر دوڑتے ہوئے
آئے اور آپ کو پکڑ کر غمزدی کے پاس لے گئے اور وہاں آپ سے بہت مباحثے لوگوں نے
کیے آپ نے مقول جواب دیا اور قَالَ اتَعْبِدُونَ مَا تَخْتَلِفُونَ ۖ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ
وَمَا تَعْمَلُونَ ۖ بولا کیون پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے بنایا تمکو اور جو تم بناتے
ہو۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اون سے کہا کہ تم کیون پوجتے ہو او سے جو اپنے ہاتھ سے
تراشتے اور بناتے ہو حالانکہ تمکو پروردگار نے بنایا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اپنے ہاتھوں سے
پس یہ الزام جب اون لوگوں نے سنا تو قالُوا اَبْنَاؤُكَ بَنَيْنَا فَاَلْقَوْهُ فِي الْحَيِّ ۖ
بولے چو اسکے واسطے ایک چٹائی پھڑوا اسکو آگ کے ڈھیر میں یعنی غمزدی اور اس کے
مصحابوں نے کہا کہ ابراہیم کے جلانے کے لیے ایک گھر بناؤ اور اس سے لکڑیوں سے

خوب بہر کے اوسین آگ لگا دوسب آگ بہت تیز جلنے لگے تو اوسین ابراہیمؑ کو ڈال دو
 کہ بالکل جل جاوے۔ **فَاَرَادُوا بِيَه كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمْ اَسْفَلِينَ** ○ پھر
 چاہنے لگے اوسپر براد اوپر بہنے ڈالا اودھن کو نیچے۔ میں نے غمزدیوں نے حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کے ساتھ مکاری کا ارادہ کیا اور چاہا کہ اودکو جلا دیں۔ مگر پروردگار عالم نے
 اونہیں کو ذلیل و خوار کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو گلزار کر دیا **وَقَالَ اِسْمٰیۡلُ**
اٰتٰہِبْ اِلٰی دِیۡ سَیِّدَیۡنِ ○ اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ
 محکوراہ دیگا۔ یعنی جب آپ اوس آگ سے نکلے اور آپکے والد نے بادشاہ کی خاطر سے آپکو
 گھر سے نکالا تو آپنے کہا کہ میں جانے والا ہوں اپنے پروردگار کے حکم سے یعنی ملک شام
 کی طرف۔ قریب ہو کہ راہ دکھائیگا مجھے پروردگار میرا منزل مقصود کی طرف۔ پھر اپنے سفر شام
 کیا اور اسی سفر میں ہاجرہ بی بی سارہ کے ہاتھ لگیں اور اودنوں نے حضرت ابراہیمؑ کے پیرو کیا
 جب بی بی ہاجرہ اونکے ملک میں آئیں تو دعا کی آپنے کہ **رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِیۡنَ**
 اور بخش مجھکو کوئی نیک بیٹا۔ میں اسے پروردگار میرے مجھے ایک بیٹانیک عنایت فرما
 جو غربت میں میرا مونس ہو اور طاعت میں میرا مددگار **فَبَشِّرْنٰہُ بِغُلَامٍ حَلِیۡمٍ** ○ پھر
 خوشخبری دی ہمنے اوسکو ایک لڑکے کی جو ہوگا نعل والا۔ میں نے پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے
 آپکی دعا قبول کی اور آپکو ایک صاحبزادے پروردگار نعل مزاج کی خوشخبری دی۔ اور حضرت اسماعیل
 علیہ السلام بی بی ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم خداوندانام
 بی بی ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شام سے مکہ میں لائے اور حضرت اسماعیلؑ
 رہے اور بڑے ہوئے پھر ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے دیکھنے کے
 لیے شام سے مکہ میں آئے اور وہاں تین شب برابر اسطور سے اپنے خواب دیکھا کہ میں
 بیٹے کو فوج کرتا ہوں۔ پہلا خواب آٹھویں ذبحہ کو دیکھا تو دن بہر اوسکی تعبیر کی فکر میں رہے پھر
 نویں شب کو وہی خواب دیکھا تو خیال کیا کہ بیشک فوج کرنا ہوگا پس اوسکی تدبیر کرنے لگے

جب دشوین شب کو پہر وہی خواب دیکھا تو آپ حضرت اسماعیل کو اپنے ہمراہ لے کے بیت اللہ شریف کی طرف چلے اور وہ عید اٹھی کا روز تھا۔ فلما بلغ معہ السعی پہر جب پونچھا اوسکے ساتھ دوڑنے کو بیٹھے جب حضرت ابراہیم درمیان صفا اور مروہ کے جو مقام سہی پونچے قال یبنی ائی ائی آدمی فی المنام آئی آذبحک فانظر ماذا اترسی کہا اے بیٹے میرے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو کیا دیکھتا ہے۔ بیٹے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے میں تین راتوں سے یہی خواب دیکھتا ہوں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں بس اب تم سن کیا کہتے ہو اور تمہارے نزدیک کیا کرنا چاہیے۔ قال یا بت افعل ما تؤمر دستگیر فی ان شاء اللہ من الصبرین ○ بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو تجھ کو باویگا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا۔ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو جواب دیا کہ آپ کو جو حکم ہوتا ہے وہ آپ بے مثل کیجئے خدا نے چاہا تو مجھے صابر اور شاکر اور راضی ہوگا خدا پائین گے۔ فلما اسلما وتکلم للجبین ○ پہر جب دونوں نے حکم مانا اور بچھاڑا اوسکو ماتھے کے بھل۔ بیٹے جب دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کا بدل ارادہ کیا اور آمادہ ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام خداے پسر پر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام خداے سر پر تو بچھاڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو ماتھے کے بھل بیٹے اور نکاماتھا زمین پر رکھا اور قصد ذبح کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ اے باپ میرے میرے ہاتھ پائوں مضبوط باندھ دیجئے تاکہ وقت ذبح میرے تڑپنے سے آپ کے کپڑے میرے لموین نہ بہریں اور میں اس بے ادبی سے شرمندہ نہوں نہ میں قتل کا کچھ ڈر ہے مجھے خوف یہ ہے کہ دامن پاک نہ حضرت کا مرے خون سے بہرے چہ اور جب گھر چلا تو میرا سلام میری باد صربان سے کیسے لگا اور میرا پیرا ہن خون آلود او نہیں دیجئے گا تاکہ اوسکی تسلی ہو اور نہ میرا زمین پر رکھ کر تاکہ وقت ذبح آپ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑے اور نہ

پر ہری خوش نہ مارے کہ مبادا حکم الہی میں تاخیر واقع ہو۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا بیان سُنکے دل مضبوط کر کے اونکے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھے اور چھری اونکے حلق پر دھردی حق تعالیٰ نے ایک حلقہ تانبے کا حضرت اسماعیل کے گلے میں پستادیا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سخت پتھر اونکے گلے پر پیدا کر دیا کہ ہر چند حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زور کیا مگر کٹنا تو کجا خط تک نہ پڑا اور بعض نے لکھا ہے کہ گلاٹ کر ہر دست ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنے ابراہیم کے اس کام کو پسند کیا وَ نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّكُنْ لَّابُرْهِيْمَ ۝ فَقَدْ صَدَّقَ الرُّوْىَا ج اور بنے ابراہیم کے اس کام کو پسند کیا کہ ابراہیم نے سچ کر دکھایا خواب۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپسے خوش ہوا اور فرمایا کہ اے ابراہیم خوب سچ کر دکھایا خواب کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں صاحبزادے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر غن کا اثر نہیں پایا تھا ویسا ہی قدرت خدا سے بیداری میں ظاہر ہوا اِنَّا كُنَّا لَكَ نَجْوٰی اَحْسِنَ ۝ ہم یوں دیتے ہیں بدلائن کی کرنے والوں کو۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم یوں مشکل حکم کر کے آزماتے ہیں پھر انکو قائم رکھتے ہیں تب درجے بلند کرتے ہیں اور اچھا بدلا دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو اور فرماتا ہے پروردگار عالم کہ مَن هٰذَا لَهٗوَ الْبَلٰۤءِ ۝ اَمْلٰیۡنَ ۝ وہ بیشک یہی جو صریح جانچنا۔ یعنی باپ اپنے بیٹے کو خدا سے تعالیٰ کے حکم سے اپنے ہاتھ سے ذبح کرے یہ بت بڑی صریح آزمائش ہے وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ اور اوسکا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کو پڑا۔ یعنی حضرت ابراہیم نے جب اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کے چھری زور سے چلائی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے گلا نہ کٹا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اونکے بیٹے کو اونکے آگے سے سر کا دیا اور بہشت سے ایک دُنبہ فرج ہوا لیس برس سے وہاں چر رہا تھا چھری کے نیچے لاکر رکھ دیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آنکھیں کھولیں تو دُنبہ نہ بوج پڑا ہوا دیکھا وَ تَرٰکُنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیۡنَ ۝ سَلَوٰۤتِیْ اِبْرٰہِیْمَ ۝ اور باقی رکھا ہے اور پھر پھلی خلق میں کہ سلام ہے ابراہیم پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ہے بچلی خلق یعنی امت محمدیہ میں اور لکا ذکر خیر باقی رکھا اسطورے کہ کہیں سلام ہے
 حضرت ابراہیم پر۔ یا کہ اللہ تعالیٰ خود اوپر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے **كَذٰلِكَ**
نَجْنِي الْمُحْسِنِينَ ○ ہر ہم یوں دیتے ہیں بدلائن کی کرنے والوں کو۔ یعنی ہم نیکی کرنے والوں
 کو ایسا ہی بدلاتے ہیں۔ **اِنَّكُمْ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ** ○ وہ ہر ہمارے بندوں
 ایماندار ہیں۔ یعنی حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے نیک اور ایماندار بندوں میں سے تھے
وَكُنْ حَتَّىٰ نَاٰ بِاسْحٰقَ يَبْنٰی مِنْ الصّٰلِحِيْنَ ○ اور خوشخبری دی ہے اسکو اسحق کی
 جو نبی ہوگا نیک بخون میں۔ یعنی حضرت اسحق کے پیدا ہونے کی اللہ تعالیٰ نے اسکو خوشخبری
 دی۔ **وَبَرَکْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰی اِسْحٰقَ** ○ اور برکت دی ہے اسپر اور اسحق پر۔ یعنی برکت
 دی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحق علیہما السلام کو کہ انکی پشت سے انبیا
 بنی اسرائیل پیدا کیے **وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُّبِينٌ** ○
 اور دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح۔ یعنی حضرت
 ابراہیم علیہ السلام کے دونوں صاحبزادوں کی اولاد میں مومن و پرہیزگار اور کافرو
 ستمگار دونوں فرقے ہیں۔ **وَلَقَدْ مَكَنَّا عَلٰی مُوسٰی وَهٰرُونَ** ○ اور ہم نے احسان
 کیا موسیٰ اور ہارون پر۔ نعمت اور نبوت سے۔ **وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ**
الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ○ اور بچا دیا ہم نے انکو اور انکی قوم کو اس بڑی گہرا سٹ سے
 یعنی قبطیوں کی ایذا رسانی اور غلبے سے۔ **وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ** ○ اور
 انکی مدد کی تو رہے وہی دربر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انکی مدد کی جس سے وہ دشمنوں پر
 غالب رہے۔ **وَاتَّخَذْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَقِيْمَ** ○ اور دی انکو کتاب واضح۔
 یعنی موسیٰ اور ہارون کو اللہ تعالیٰ نے کتاب واضح اور روشن ہدایت فرمائی اپنے فضل
 و کرم سے **وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ** ○ اور سمجھائی ہم نے انکو سیدھی راہ
 یعنی راہ راست و درست پیروی دین اور اطاعت خدا کی۔ **وَمَنْ كُنَّا عَلٰی كَوْمَا فِي**

الْأَخْيَرِينَ ۝ سَلِّمْ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ وَبَاقِي رُكَّاعًا وَنُجُجًا خَلْقَ مِنْ
 کہ سلام علی موسیٰ اور ہارون پر۔ یعنی اونکی تعریف اور اونپر سلام پہنچنا اللہ تعالیٰ نے
 پچھلی امتوں میں باقی رکھا۔ اِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ ہم یوں دیتے ہیں
 بدلائیکے کرنے والوں کو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بڑے بڑے درجے
 اور رتبے مرحمت فرماتا ہے اِنَّهُمْ مِّنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝ وہ دونوں میں
 ہمارے بندوں ایماندار ہیں۔ یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون۔ وَانَّ الْيَاسَ
 لَمِنَ الْمُؤَسَّلِينَ ۝ اور تحقیق الیاس ہے رسولوں میں۔ یعنی الیاس علیہ السلام
 بن یاسین اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے تھے خلق کی طرف راہ راست اور دعوت حق کے لیے
 اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَلَا تَتَّقُونَ ۝ جب کہا اپنی قوم کو کیا تم ڈرتے ہو۔ یعنی یاد کیجئے اور
 حضرت محمد جب الیاس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم عذاب الہی سے نہیں ڈرتے ہو۔
 اَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ احْسَنَ الَّذِيْنَ كَرَّمْتَ بِعِلِّكَ ۝ کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور
 چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو۔ یعنی تم بعل کی پرستش کرتے ہو۔ لکھا کہ بعل ایک سوئے
 کا بت تھا تیس گز کا لٹبا اور اس کے چار منہ تھے پس حضرت الیاس نے اپنی قوم کو اسکی
 پرستش سے منع فرمایا اور عبادت خدا کی طرف بلایا اور فرمایا کہ کیوں چھوڑتے ہو اچھے پیدا
 کرنے والے اچھی صورت بنانے والے کو اللہ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ
 جو اللہ ہے رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔ پس لازم ہے کہ اسی کی
 عبادت کرو اور اسکا شریک نہ ٹھہراؤ۔ فَلَمَّا بَوَّاهُ فَاَتَهُمْ لَحُضُّوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ
 اللّٰهِ الْمُخْلِصِينَ ۝ پہراؤ سکو جھٹلایا سو وہ پکڑے آئے ہیں مگر جو بندے اللہ کے
 ہیں چنے۔ یعنی قوم نے آپکو جھٹلایا اور وہ سب سختی عذاب ہوئے اور عذاب کے لیے حاضر
 کیے جائیں گے۔ مگر اللہ کے خالص بندے جنہوں نے اللہ کی پرستش کی اور اس کے احکام
 کو مانا جملہ عذاب و عقاب سے محفوظ رہیں گے۔ لکھا کہ حضرت الیاس علیہ السلام شریعت میں

پر مبعوث ہوئے اور حق تعالیٰ نے شہر بعلبک کے باشندوں کی ہدایت کے لیے اونھین بھیجا وہاں کا بادشاہ جو پہلے مسلمان تھا اور عورت کے ہرکانے سے بُت پرست ہو گیا تھا اسے اور اس کی قوم کو اپنے بت پرستی سے روکا جب اونھوں نے نہ مانا تو اپنے بددعا کی تین برس تک بلا سے قحط اور پھر ہی پر آپ کی طرف رجوع ہوئے آپ نے فرمایا ایمان لاؤ جب ہی اونھوں نے نہ مانا۔ آخر اپنے بارگاہ کبریٰ میں بحجر وزاری دعا کی کہ اے پروردگار عذاب آنے سے پہلے مجھے اس قوم میں سے نکال حکم ہوا کہ فلان روز فلان مقام میں جاؤ وہاں جو سواری ملے اس پر سوار ہو کر بیان سے چلے جانا۔ چنانچہ حضرت الیاسؑ حکم پر وردگار ربوز معین مقام معلوم میں پہنچے وہاں ایک جانور شبک شیر آگ کا بنا ہوا انکے سامنے آیا یہ اس پر سوار ہوئے اور البیس کو اپنا تائب کر کے وہاں سے روانہ ہوئے پھر حق تعالیٰ نے اونکو بال و پردیے اور لباس نورانی پہنایا کھانہ پینے کی حاجت نہ رہی فرشتوں کے ساتھ پرواز کرنے لگے۔ بعد جانے حضرت الیاسؑ علیہ السلام کے قوم پر عذاب آیا اور سخت کال پڑا حضرت الیاسؑ علیہ السلام کی تعریف میں لکھا ہے کہ آپ انسبی بھی ہیں اور نفکی بھی اور معین ہیں انصرام اموات ہر می کے لیے جیسے حضرت خضر علیہ السلام انصرام اموات بحری کے لیے۔ اور یہ دونوں صاحب تافھت و باقی رہیں گے اور تاج میں شریعت مصطفوی کے اور عرفات میں دونوں صاحب ایک دوسرے سے ملے ہیں اور رمضان المبارک میں بمقام بیت المقدس باہم افطار فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے انکو دیکھتے ہیں۔ وَمَنْ كُنَّا عَلَيْكَ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينَ ۝ اور باقی رکھا اس پر پہلی خلق میں کہ سلام ہے الیاس پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلی خلق میں اور کا ذکر خیر ساتھ سلام کے باقی رکھا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خود او پر سلام بھیجے اور فرماتا ہے کہ اِنَّا كُنَّا لَنَجْجِي الْيَحْيٰى ۝ اِنَّكَ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ہم یون دیتے ہیں بدلائیک کی کرنے والوں کو وہ ہرے ہمارے بندوں ایماندار ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ انکی تعریف فرماتا ہی اور فرماتا کہ ہم اپنے ایماندار بندوں

کو بہت اچھے اچھے درجے دیتے ہیں۔ وَإِنَّ لَوْ طَائِفًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ اور بیشک لوٹ
 ہو رسولوں میں سے جو خلق کی ہدایت کے لیے آئے۔ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ ○
 اَلَا جَعَلْنَا لَ الْغَابِرِينَ ○ جب بچا دیا ہننے اور سکو اور اسکے گھر والوں کو سارے
 مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں۔ یعنی بار کھینچے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصہ لوٹ
 علیہ السلام کا کہ ہننے اور نکو اور اسکے گھر والوں کو نجات دی۔ مگر اونکی بڑھیا بی بی جس نے انکا
 ساتھ نہ دیا وہ قوم کے ساتھ رہ گئی ثُمَّ ذَرْنَا الْآخِرِينَ ○ پھر اوکھاڑا ہننے دوسرے نکو
 یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب نازل کیا اور دوبار اوکو ذیروزہ کیا۔ وَلَا تَكُونُوا
 لِمُتَشَكِّرُونَ عَلَيْهِمْ مُّصْحِحِينَ ○ وَاللَّيْلِ أَفْلا تَعْقِلُونَ ○ اور تم گزرتے ہو اور نہ سچ
 کے وقت اور رات کو پہر کیا نہیں بوجھتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یہ سب نشانیاں بیان فرما کے کثرت
 کہ اسے قریش کے لوگو تم جب ملک شام کو تجارت کے لیے جاتے ہو تو صبح اور شام دونوں وقت
 اون مقاموں پر گزرتے ہو اور قوم لوٹا کی اُلٹی ہوئی بستیاں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو پس کیا تم
 سمجھتے نہیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام ہلاکت اور خرابی ہے۔ وَإِنَّ يَوْمًا مِّنَ الْيَوْمِ سَاعَةٍ
 اور تحقیق یونس ہے رسولوں میں سے۔ یعنی حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے
 پیغمبر تھے اور قوم نینوی پر جو بلاد موصل میں تھی ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے قوم نے انکو جھٹلا
 انہوں نے اونکے کفر کے باعث اوپر عذاب نازل ہونے کی دعا کی اور قوم سے علاحدہ ہوئے جیسا
 کہ سورۃ یونس میں مذکور ہے الغرض قوم پر عذاب آیا اور اونے آثار عذاب دیکھ کے توبہ کی اور
 ایمان لائے عذاب اونے اوٹھالیا گیا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام اس اندیشے سے کہ میں نے
 اپنی قوم پر عذاب آنے کا وعدہ کیا ہے پس اگر عذاب نہ آیا تو قوم مجھے جھوٹا کیلی اور ذلیل کرے گی
 وہاں سے روانہ ہوئے اور جاتے جاتے دریا کے کنارے پہنچے إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلِ الْكَافِرِ
 الْمُشْكِينِ ○ جب ہالک کر پونچا اس بہری کشتی پر یعنی جب یونس علیہ السلام دریا پر پہنچے
 تو تاجر اپنا مال واسباب لاد کے کشتی پر سوار ہو رہے تھے یہ بھی اول کشتی پر سوار ہوئے موجب

کشتی دریا کے بیچ میں پونجی ٹھیکر گئی ملاعن نے کہا کہ اس کشتی میں شاید کوئی بھاگا ہوا غلام
سوار ہو گیا ہے اس باعث سے نہیں چلتی ہے۔ یونس علیہ السلام نے کہا کہ میں بھاگا ہوا غلام
ہوں تاجرون نے کہا کہ آپ ہرگز غلام نہیں کیونکہ آپ کی پیشانی پر ایسے آثار نہیں پائے جاتے۔
جناب یونس علیہ السلام نے بہت اصرار کیا کہ میں ہی بندہ گنہگار ہوں اور دستور یہ تھا کہ اس
غلام کو دریا میں ڈال دیا کرتے تھے تاکہ کشتی چل سکے۔ انرض جب اہل کشتی کو یقین نہوا اور
حضرت یونسؑ نے مبالغہ فرمایا تو کشتی والوں نے قرعہ ڈالنے کی فکر کی فَاَنظَرْنَاهُمْ فِي
مِنْ الْمَدْحَصَيْنِ ۝ پس قرعہ ڈالوایا تو ہو گیا الزام کھایا۔ بیسے تین بار قرعہ ڈالا گیا اور ہر بار
حضرت یونسؑ کے نام نکلا۔ پس کشتی والوں نے چاہا کہ آپ کو دریا میں ڈال دین حق تعالیٰ نے
ایک مچھلی کو حکم کیا اور وہ منہ کھول کے سامنے آئی کشتی والوں نے آپ کو دوسری طرف سے
ڈالنا چاہا وہ مچھلی اوپر سے بھی آ موجود ہوئی۔ پس یونس علیہ السلام مکی اورہ کر از خود دریا میں
کو دوپڑے۔ ۝ قَالَتْ كَمْ أَهْلُ الْقُبُورِ يَكْفُرُونَ ۝ پہر قلمہ کیا او سکھ مچھلی نے اور وہ اُلٹنا
کھایا ہوا تھا بیسے دریا میں کودتے ہی مچھلی نے آپ کو نگل لیا اور آپ اپنے تئیں ملامت کرتے تھے
کہ میں کیوں قوم سے بھاگا۔ اور اس مچھلی کو حکم پروردگار ہوا کہ یہ تیرا طعام نہیں ہے بلکہ اسے
اس طرح رکھ جسے لڑکا مان کے پیٹ میں رہتا ہے۔ پس وہ مچھلی اپنا منہ پانی سے باہر کیے ہوئے
سارے دریا میں پھرتی تھی اور حق تعالیٰ نے اس کا حکم نہایت صاف شفاف مثل آئینے
کے کر دیا تھا کہ حضرت یونس علیہ السلام اس کے اندر سے تمام دریا کے عجائبات ملاحظہ کرتے تھے
اور ہر وقت یاد آتی میں رہتے تھے یہاں تک کہ چالیس شبانہ روز اس صورت سے گزرے
اب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَكَوْكَأَتْ سَقَطًا ۝ ۱۰ ۝ ۱۱ ۝ ۱۲ ۝ ۱۳ ۝ ۱۴ ۝ ۱۵ ۝ ۱۶ ۝ ۱۷ ۝ ۱۸ ۝ ۱۹ ۝ ۲۰ ۝ ۲۱ ۝ ۲۲ ۝ ۲۳ ۝ ۲۴ ۝ ۲۵ ۝ ۲۶ ۝ ۲۷ ۝ ۲۸ ۝ ۲۹ ۝ ۳۰ ۝ ۳۱ ۝ ۳۲ ۝ ۳۳ ۝ ۳۴ ۝ ۳۵ ۝ ۳۶ ۝ ۳۷ ۝ ۳۸ ۝ ۳۹ ۝ ۴۰ ۝ ۴۱ ۝ ۴۲ ۝ ۴۳ ۝ ۴۴ ۝ ۴۵ ۝ ۴۶ ۝ ۴۷ ۝ ۴۸ ۝ ۴۹ ۝ ۵۰ ۝ ۵۱ ۝ ۵۲ ۝ ۵۳ ۝ ۵۴ ۝ ۵۵ ۝ ۵۶ ۝ ۵۷ ۝ ۵۸ ۝ ۵۹ ۝ ۶۰ ۝ ۶۱ ۝ ۶۲ ۝ ۶۳ ۝ ۶۴ ۝ ۶۵ ۝ ۶۶ ۝ ۶۷ ۝ ۶۸ ۝ ۶۹ ۝ ۷۰ ۝ ۷۱ ۝ ۷۲ ۝ ۷۳ ۝ ۷۴ ۝ ۷۵ ۝ ۷۶ ۝ ۷۷ ۝ ۷۸ ۝ ۷۹ ۝ ۸۰ ۝ ۸۱ ۝ ۸۲ ۝ ۸۳ ۝ ۸۴ ۝ ۸۵ ۝ ۸۶ ۝ ۸۷ ۝ ۸۸ ۝ ۸۹ ۝ ۹۰ ۝ ۹۱ ۝ ۹۲ ۝ ۹۳ ۝ ۹۴ ۝ ۹۵ ۝ ۹۶ ۝ ۹۷ ۝ ۹۸ ۝ ۹۹ ۝ ۱۰۰ ۝ ۱۰۱ ۝ ۱۰۲ ۝ ۱۰۳ ۝ ۱۰۴ ۝ ۱۰۵ ۝ ۱۰۶ ۝ ۱۰۷ ۝ ۱۰۸ ۝ ۱۰۹ ۝ ۱۱۰ ۝ ۱۱۱ ۝ ۱۱۲ ۝ ۱۱۳ ۝ ۱۱۴ ۝ ۱۱۵ ۝ ۱۱۶ ۝ ۱۱۷ ۝ ۱۱۸ ۝ ۱۱۹ ۝ ۱۲۰ ۝ ۱۲۱ ۝ ۱۲۲ ۝ ۱۲۳ ۝ ۱۲۴ ۝ ۱۲۵ ۝ ۱۲۶ ۝ ۱۲۷ ۝ ۱۲۸ ۝ ۱۲۹ ۝ ۱۳۰ ۝ ۱۳۱ ۝ ۱۳۲ ۝ ۱۳۳ ۝ ۱۳۴ ۝ ۱۳۵ ۝ ۱۳۶ ۝ ۱۳۷ ۝ ۱۳۸ ۝ ۱۳۹ ۝ ۱۴۰ ۝ ۱۴۱ ۝ ۱۴۲ ۝ ۱۴۳ ۝ ۱۴۴ ۝ ۱۴۵ ۝ ۱۴۶ ۝ ۱۴۷ ۝ ۱۴۸ ۝ ۱۴۹ ۝ ۱۵۰ ۝ ۱۵۱ ۝ ۱۵۲ ۝ ۱۵۳ ۝ ۱۵۴ ۝ ۱۵۵ ۝ ۱۵۶ ۝ ۱۵۷ ۝ ۱۵۸ ۝ ۱۵۹ ۝ ۱۶۰ ۝ ۱۶۱ ۝ ۱۶۲ ۝ ۱۶۳ ۝ ۱۶۴ ۝ ۱۶۵ ۝ ۱۶۶ ۝ ۱۶۷ ۝ ۱۶۸ ۝ ۱۶۹ ۝ ۱۷۰ ۝ ۱۷۱ ۝ ۱۷۲ ۝ ۱۷۳ ۝ ۱۷۴ ۝ ۱۷۵ ۝ ۱۷۶ ۝ ۱۷۷ ۝ ۱۷۸ ۝ ۱۷۹ ۝ ۱۸۰ ۝ ۱۸۱ ۝ ۱۸۲ ۝ ۱۸۳ ۝ ۱۸۴ ۝ ۱۸۵ ۝ ۱۸۶ ۝ ۱۸۷ ۝ ۱۸۸ ۝ ۱۸۹ ۝ ۱۹۰ ۝ ۱۹۱ ۝ ۱۹۲ ۝ ۱۹۳ ۝ ۱۹۴ ۝ ۱۹۵ ۝ ۱۹۶ ۝ ۱۹۷ ۝ ۱۹۸ ۝ ۱۹۹ ۝ ۲۰۰ ۝ ۲۰۱ ۝ ۲۰۲ ۝ ۲۰۳ ۝ ۲۰۴ ۝ ۲۰۵ ۝ ۲۰۶ ۝ ۲۰۷ ۝ ۲۰۸ ۝ ۲۰۹ ۝ ۲۱۰ ۝ ۲۱۱ ۝ ۲۱۲ ۝ ۲۱۳ ۝ ۲۱۴ ۝ ۲۱۵ ۝ ۲۱۶ ۝ ۲۱۷ ۝ ۲۱۸ ۝ ۲۱۹ ۝ ۲۲۰ ۝ ۲۲۱ ۝ ۲۲۲ ۝ ۲۲۳ ۝ ۲۲۴ ۝ ۲۲۵ ۝ ۲۲۶ ۝ ۲۲۷ ۝ ۲۲۸ ۝ ۲۲۹ ۝ ۲۳۰ ۝ ۲۳۱ ۝ ۲۳۲ ۝ ۲۳۳ ۝ ۲۳۴ ۝ ۲۳۵ ۝ ۲۳۶ ۝ ۲۳۷ ۝ ۲۳۸ ۝ ۲۳۹ ۝ ۲۴۰ ۝ ۲۴۱ ۝ ۲۴۲ ۝ ۲۴۳ ۝ ۲۴۴ ۝ ۲۴۵ ۝ ۲۴۶ ۝ ۲۴۷ ۝ ۲۴۸ ۝ ۲۴۹ ۝ ۲۵۰ ۝ ۲۵۱ ۝ ۲۵۲ ۝ ۲۵۳ ۝ ۲۵۴ ۝ ۲۵۵ ۝ ۲۵۶ ۝ ۲۵۷ ۝ ۲۵۸ ۝ ۲۵۹ ۝ ۲۶۰ ۝ ۲۶۱ ۝ ۲۶۲ ۝ ۲۶۳ ۝ ۲۶۴ ۝ ۲۶۵ ۝ ۲۶۶ ۝ ۲۶۷ ۝ ۲۶۸ ۝ ۲۶۹ ۝ ۲۷۰ ۝ ۲۷۱ ۝ ۲۷۲ ۝ ۲۷۳ ۝ ۲۷۴ ۝ ۲۷۵ ۝ ۲۷۶ ۝ ۲۷۷ ۝ ۲۷۸ ۝ ۲۷۹ ۝ ۲۸۰ ۝ ۲۸۱ ۝ ۲۸۲ ۝ ۲۸۳ ۝ ۲۸۴ ۝ ۲۸۵ ۝ ۲۸۶ ۝ ۲۸۷ ۝ ۲۸۸ ۝ ۲۸۹ ۝ ۲۹۰ ۝ ۲۹۱ ۝ ۲۹۲ ۝ ۲۹۳ ۝ ۲۹۴ ۝ ۲۹۵ ۝ ۲۹۶ ۝ ۲۹۷ ۝ ۲۹۸ ۝ ۲۹۹ ۝ ۳۰۰ ۝ ۳۰۱ ۝ ۳۰۲ ۝ ۳۰۳ ۝ ۳۰۴ ۝ ۳۰۵ ۝ ۳۰۶ ۝ ۳۰۷ ۝ ۳۰۸ ۝ ۳۰۹ ۝ ۳۱۰ ۝ ۳۱۱ ۝ ۳۱۲ ۝ ۳۱۳ ۝ ۳۱۴ ۝ ۳۱۵ ۝ ۳۱۶ ۝ ۳۱۷ ۝ ۳۱۸ ۝ ۳۱۹ ۝ ۳۲۰ ۝ ۳۲۱ ۝ ۳۲۲ ۝ ۳۲۳ ۝ ۳۲۴ ۝ ۳۲۵ ۝ ۳۲۶ ۝ ۳۲۷ ۝ ۳۲۸ ۝ ۳۲۹ ۝ ۳۳۰ ۝ ۳۳۱ ۝ ۳۳۲ ۝ ۳۳۳ ۝ ۳۳۴ ۝ ۳۳۵ ۝ ۳۳۶ ۝ ۳۳۷ ۝ ۳۳۸ ۝ ۳۳۹ ۝ ۳۴۰ ۝ ۳۴۱ ۝ ۳۴۲ ۝ ۳۴۳ ۝ ۳۴۴ ۝ ۳۴۵ ۝ ۳۴۶ ۝ ۳۴۷ ۝ ۳۴۸ ۝ ۳۴۹ ۝ ۳۵۰ ۝ ۳۵۱ ۝ ۳۵۲ ۝ ۳۵۳ ۝ ۳۵۴ ۝ ۳۵۵ ۝ ۳۵۶ ۝ ۳۵۷ ۝ ۳۵۸ ۝ ۳۵۹ ۝ ۳۶۰ ۝ ۳۶۱ ۝ ۳۶۲ ۝ ۳۶۳ ۝ ۳۶۴ ۝ ۳۶۵ ۝ ۳۶۶ ۝ ۳۶۷ ۝ ۳۶۸ ۝ ۳۶۹ ۝ ۳۷۰ ۝ ۳۷۱ ۝ ۳۷۲ ۝ ۳۷۳ ۝ ۳۷۴ ۝ ۳۷۵ ۝ ۳۷۶ ۝ ۳۷۷ ۝ ۳۷۸ ۝ ۳۷۹ ۝ ۳۸۰ ۝ ۳۸۱ ۝ ۳۸۲ ۝ ۳۸۳ ۝ ۳۸۴ ۝ ۳۸۵ ۝ ۳۸۶ ۝ ۳۸۷ ۝ ۳۸۸ ۝ ۳۸۹ ۝ ۳۹۰ ۝ ۳۹۱ ۝ ۳۹۲ ۝ ۳۹۳ ۝ ۳۹۴ ۝ ۳۹۵ ۝ ۳۹۶ ۝ ۳۹۷ ۝ ۳۹۸ ۝ ۳۹۹ ۝ ۴۰۰ ۝ ۴۰۱ ۝ ۴۰۲ ۝ ۴۰۳ ۝ ۴۰۴ ۝ ۴۰۵ ۝ ۴۰۶ ۝ ۴۰۷ ۝ ۴۰۸ ۝ ۴۰۹ ۝ ۴۱۰ ۝ ۴۱۱ ۝ ۴۱۲ ۝ ۴۱۳ ۝ ۴۱۴ ۝ ۴۱۵ ۝ ۴۱۶ ۝ ۴۱۷ ۝ ۴۱۸ ۝ ۴۱۹ ۝ ۴۲۰ ۝ ۴۲۱ ۝ ۴۲۲ ۝ ۴۲۳ ۝ ۴۲۴ ۝ ۴۲۵ ۝ ۴۲۶ ۝ ۴۲۷ ۝ ۴۲۸ ۝ ۴۲۹ ۝ ۴۳۰ ۝ ۴۳۱ ۝ ۴۳۲ ۝ ۴۳۳ ۝ ۴۳۴ ۝ ۴۳۵ ۝ ۴۳۶ ۝ ۴۳۷ ۝ ۴۳۸ ۝ ۴۳۹ ۝ ۴۴۰ ۝ ۴۴۱ ۝ ۴۴۲ ۝ ۴۴۳ ۝ ۴۴۴ ۝ ۴۴۵ ۝ ۴۴۶ ۝ ۴۴۷ ۝ ۴۴۸ ۝ ۴۴۹ ۝ ۴۵۰ ۝ ۴۵۱ ۝ ۴۵۲ ۝ ۴۵۳ ۝ ۴۵۴ ۝ ۴۵۵ ۝ ۴۵۶ ۝ ۴۵۷ ۝ ۴۵۸ ۝ ۴۵۹ ۝ ۴۶۰ ۝ ۴۶۱ ۝ ۴۶۲ ۝ ۴۶۳ ۝ ۴۶۴ ۝ ۴۶۵ ۝ ۴۶۶ ۝ ۴۶۷ ۝ ۴۶۸ ۝ ۴۶۹ ۝ ۴۷۰ ۝ ۴۷۱ ۝ ۴۷۲ ۝ ۴۷۳ ۝ ۴۷۴ ۝ ۴۷۵ ۝ ۴۷۶ ۝ ۴۷۷ ۝ ۴۷۸ ۝ ۴۷۹ ۝ ۴۸۰ ۝ ۴۸۱ ۝ ۴۸۲ ۝ ۴۸۳ ۝ ۴۸۴ ۝ ۴۸۵ ۝ ۴۸۶ ۝ ۴۸۷ ۝ ۴۸۸ ۝ ۴۸۹ ۝ ۴۹۰ ۝ ۴۹۱ ۝ ۴۹۲ ۝ ۴۹۳ ۝ ۴۹۴ ۝ ۴۹۵ ۝ ۴۹۶ ۝ ۴۹۷ ۝ ۴۹۸ ۝ ۴۹۹ ۝ ۵۰۰ ۝ ۵۰۱ ۝ ۵۰۲ ۝ ۵۰۳ ۝ ۵۰۴ ۝ ۵۰۵ ۝ ۵۰۶ ۝ ۵۰۷ ۝ ۵۰۸ ۝ ۵۰۹ ۝ ۵۱۰ ۝ ۵۱۱ ۝ ۵۱۲ ۝ ۵۱۳ ۝ ۵۱۴ ۝ ۵۱۵ ۝ ۵۱۶ ۝ ۵۱۷ ۝ ۵۱۸ ۝ ۵۱۹ ۝ ۵۲۰ ۝ ۵۲۱ ۝ ۵۲۲ ۝ ۵۲۳ ۝ ۵۲۴ ۝ ۵۲۵ ۝ ۵۲۶ ۝ ۵۲۷ ۝ ۵۲۸ ۝ ۵۲۹ ۝ ۵۳۰ ۝ ۵۳۱ ۝ ۵۳۲ ۝ ۵۳۳ ۝ ۵۳۴ ۝ ۵۳۵ ۝ ۵۳۶ ۝ ۵۳۷ ۝ ۵۳۸ ۝ ۵۳۹ ۝ ۵۴۰ ۝ ۵۴۱ ۝ ۵۴۲ ۝ ۵۴۳ ۝ ۵۴۴ ۝ ۵۴۵ ۝ ۵۴۶ ۝ ۵۴۷ ۝ ۵۴۸ ۝ ۵۴۹ ۝ ۵۵۰ ۝ ۵۵۱ ۝ ۵۵۲ ۝ ۵۵۳ ۝ ۵۵۴ ۝ ۵۵۵ ۝ ۵۵۶ ۝ ۵۵۷ ۝ ۵۵۸ ۝ ۵۵۹ ۝ ۵۶۰ ۝ ۵۶۱ ۝ ۵۶۲ ۝ ۵۶۳ ۝ ۵۶۴ ۝ ۵۶۵ ۝ ۵۶۶ ۝ ۵۶۷ ۝ ۵۶۸ ۝ ۵۶۹ ۝ ۵۷۰ ۝ ۵۷۱ ۝ ۵۷۲ ۝ ۵۷۳ ۝ ۵۷۴ ۝ ۵۷۵ ۝ ۵۷۶ ۝ ۵۷۷ ۝ ۵۷۸ ۝ ۵۷۹ ۝ ۵۸۰ ۝ ۵۸۱ ۝ ۵۸۲ ۝ ۵۸۳ ۝ ۵۸۴ ۝ ۵۸۵ ۝ ۵۸۶ ۝ ۵۸۷ ۝ ۵۸۸ ۝ ۵۸۹ ۝ ۵۹۰ ۝ ۵۹۱ ۝ ۵۹۲ ۝ ۵۹۳ ۝ ۵۹۴ ۝ ۵۹۵ ۝ ۵۹۶ ۝ ۵۹۷ ۝ ۵۹۸ ۝ ۵۹۹ ۝ ۶۰۰ ۝ ۶۰۱ ۝ ۶۰۲ ۝ ۶۰۳ ۝ ۶۰۴ ۝ ۶۰۵ ۝ ۶۰۶ ۝ ۶۰۷ ۝ ۶۰۸ ۝ ۶۰۹ ۝ ۶۱۰ ۝ ۶۱۱ ۝ ۶۱۲ ۝ ۶۱۳ ۝ ۶۱۴ ۝ ۶۱۵ ۝ ۶۱۶ ۝ ۶۱۷ ۝ ۶۱۸ ۝ ۶۱۹ ۝ ۶۲۰ ۝ ۶۲۱ ۝ ۶۲۲ ۝ ۶۲۳ ۝ ۶۲۴ ۝ ۶۲۵ ۝ ۶۲۶ ۝ ۶۲۷ ۝ ۶۲۸ ۝ ۶۲۹ ۝ ۶۳۰ ۝ ۶۳۱ ۝ ۶۳۲ ۝ ۶۳۳ ۝ ۶۳۴ ۝ ۶۳۵ ۝ ۶۳۶ ۝ ۶۳۷ ۝ ۶۳۸ ۝ ۶۳۹ ۝ ۶۴۰ ۝ ۶۴۱ ۝ ۶۴۲ ۝ ۶۴۳ ۝ ۶۴۴ ۝ ۶۴۵ ۝ ۶۴۶ ۝ ۶۴۷ ۝ ۶۴۸ ۝ ۶۴۹ ۝ ۶۵۰ ۝ ۶۵۱ ۝ ۶۵۲ ۝ ۶۵۳ ۝ ۶۵۴ ۝ ۶۵۵ ۝ ۶۵۶ ۝ ۶۵۷ ۝ ۶۵۸ ۝ ۶۵۹ ۝ ۶۶۰ ۝ ۶۶۱ ۝ ۶۶۲ ۝ ۶۶۳ ۝ ۶۶۴ ۝ ۶۶۵ ۝ ۶۶۶ ۝ ۶۶۷ ۝ ۶۶۸ ۝ ۶۶۹ ۝ ۶۷۰ ۝ ۶۷۱ ۝ ۶۷۲ ۝ ۶۷۳ ۝ ۶۷۴ ۝ ۶۷۵ ۝ ۶۷۶ ۝ ۶۷۷ ۝ ۶۷۸ ۝ ۶۷۹ ۝ ۶۸۰ ۝ ۶۸۱ ۝ ۶۸۲ ۝ ۶۸۳ ۝ ۶۸۴ ۝ ۶۸۵ ۝ ۶۸۶ ۝ ۶۸۷ ۝ ۶۸۸ ۝ ۶۸۹ ۝ ۶۹۰ ۝ ۶۹۱ ۝ ۶۹۲ ۝ ۶۹۳ ۝ ۶۹۴ ۝ ۶۹۵ ۝ ۶۹۶ ۝ ۶۹۷ ۝ ۶۹۸ ۝ ۶۹۹ ۝ ۷۰۰ ۝ ۷۰۱ ۝ ۷۰۲ ۝ ۷۰۳ ۝ ۷۰۴ ۝ ۷۰۵ ۝ ۷۰۶ ۝ ۷۰۷ ۝ ۷۰۸ ۝ ۷۰۹ ۝ ۷۱۰ ۝ ۷۱۱ ۝ ۷۱۲ ۝ ۷۱۳ ۝ ۷۱۴ ۝ ۷۱۵ ۝ ۷۱۶ ۝ ۷۱۷ ۝ ۷۱۸ ۝ ۷۱۹ ۝ ۷۲۰ ۝ ۷۲۱ ۝ ۷۲۲ ۝ ۷۲۳ ۝ ۷۲۴ ۝ ۷۲۵ ۝ ۷۲۶ ۝ ۷۲۷ ۝ ۷۲۸ ۝ ۷۲۹ ۝ ۷۳۰ ۝ ۷۳۱ ۝ ۷۳۲ ۝ ۷۳۳ ۝ ۷۳۴ ۝ ۷۳۵ ۝ ۷۳۶ ۝ ۷۳۷ ۝ ۷۳۸ ۝ ۷۳۹ ۝ ۷۴۰ ۝ ۷۴۱ ۝ ۷۴۲ ۝ ۷۴۳ ۝ ۷۴۴ ۝ ۷۴۵ ۝ ۷۴۶ ۝ ۷۴۷ ۝ ۷۴۸ ۝ ۷۴۹ ۝ ۷۵۰ ۝ ۷۵۱ ۝ ۷۵۲ ۝ ۷۵۳ ۝ ۷۵۴ ۝ ۷۵۵ ۝ ۷۵۶ ۝ ۷۵۷ ۝ ۷۵۸ ۝ ۷۵۹ ۝ ۷۶۰ ۝ ۷۶۱ ۝ ۷۶۲ ۝ ۷۶۳ ۝ ۷۶۴ ۝ ۷۶۵ ۝ ۷۶۶ ۝ ۷۶۷ ۝ ۷۶۸ ۝ ۷۶۹ ۝ ۷۷۰ ۝ ۷۷۱ ۝ ۷۷۲ ۝ ۷۷۳ ۝ ۷۷۴ ۝ ۷۷۵ ۝ ۷۷۶ ۝ ۷۷۷ ۝ ۷۷۸ ۝ ۷۷۹ ۝ ۷۸۰ ۝ ۷۸۱ ۝ ۷۸۲ ۝ ۷۸۳ ۝ ۷۸۴ ۝ ۷۸۵ ۝ ۷۸۶ ۝ ۷۸۷ ۝ ۷۸۸ ۝ ۷۸۹ ۝ ۷۹۰ ۝ ۷۹۱ ۝ ۷۹۲ ۝ ۷۹۳ ۝ ۷۹۴ ۝ ۷۹۵ ۝ ۷۹۶ ۝ ۷۹۷ ۝ ۷۹۸ ۝ ۷۹۹ ۝ ۸۰۰ ۝ ۸۰۱ ۝ ۸۰۲ ۝ ۸۰۳ ۝ ۸۰۴ ۝ ۸۰۵ ۝ ۸۰۶ ۝ ۸۰۷ ۝ ۸۰۸ ۝ ۸۰۹ ۝ ۸۱۰ ۝ ۸۱۱ ۝ ۸۱۲ ۝ ۸۱۳ ۝ ۸۱۴ ۝ ۸۱۵ ۝ ۸۱۶ ۝ ۸۱۷ ۝ ۸۱۸ ۝ ۸۱۹ ۝ ۸۲۰ ۝ ۸۲۱ ۝ ۸۲۲ ۝ ۸۲۳ ۝ ۸۲۴ ۝ ۸۲۵ ۝ ۸۲۶ ۝ ۸۲۷ ۝ ۸۲۸ ۝ ۸۲۹ ۝ ۸۳۰ ۝ ۸۳۱ ۝ ۸۳۲ ۝ ۸۳۳ ۝ ۸۳۴ ۝ ۸۳۵ ۝ ۸۳۶ ۝ ۸۳۷ ۝ ۸۳۸ ۝ ۸۳۹ ۝ ۸۴۰ ۝ ۸۴۱ ۝ ۸۴۲ ۝ ۸۴۳ ۝ ۸۴۴ ۝ ۸۴۵ ۝ ۸۴۶ ۝ ۸۴۷ ۝ ۸۴۸ ۝ ۸۴۹ ۝ ۸۵۰ ۝ ۸۵۱ ۝ ۸۵۲ ۝ ۸۵۳ ۝ ۸۵۴ ۝ ۸۵۵ ۝ ۸۵۶ ۝ ۸۵۷ ۝ ۸۵۸ ۝ ۸۵۹ ۝ ۸۶۰ ۝ ۸۶۱ ۝ ۸۶۲ ۝ ۸۶۳ ۝ ۸۶۴ ۝ ۸۶۵ ۝ ۸۶۶ ۝ ۸۶۷ ۝ ۸۶۸ ۝ ۸۶۹ ۝ ۸۷۰ ۝ ۸۷۱ ۝ ۸۷۲ ۝ ۸۷۳ ۝ ۸۷۴ ۝ ۸۷۵ ۝ ۸۷۶ ۝ ۸۷۷ ۝ ۸۷۸ ۝ ۸۷۹ ۝ ۸۸۰ ۝ ۸۸۱ ۝ ۸۸۲ ۝ ۸۸۳ ۝ ۸۸۴ ۝ ۸۸۵ ۝ ۸۸۶ ۝ ۸۸۷ ۝ ۸۸۸ ۝ ۸۸۹ ۝ ۸۹۰ ۝ ۸۹۱ ۝ ۸۹۲ ۝ ۸۹۳ ۝ ۸۹۴ ۝ ۸۹۵ ۝ ۸۹۶ ۝ ۸۹۷ ۝ ۸۹۸ ۝ ۸۹۹ ۝ ۹۰۰ ۝ ۹۰۱ ۝ ۹۰۲ ۝ ۹۰۳ ۝ ۹۰۴ ۝ ۹۰۵ ۝ ۹۰۶ ۝ ۹۰۷ ۝ ۹۰۸ ۝ ۹۰۹ ۝ ۹۱۰ ۝ ۹۱۱ ۝ ۹۱۲ ۝ ۹۱۳ ۝ ۹۱۴ ۝ ۹۱۵ ۝ ۹۱۶ ۝ ۹۱۷ ۝ ۹۱۸ ۝ ۹۱۹ ۝ ۹۲۰ ۝ ۹۲۱ ۝ ۹۲۲ ۝ ۹۲۳ ۝ ۹۲۴ ۝ ۹۲۵ ۝ ۹۲۶ ۝ ۹۲۷ ۝ ۹۲۸ ۝ ۹۲۹ ۝ ۹۳۰ ۝ ۹۳۱ ۝ ۹۳۲ ۝ ۹۳۳ ۝ ۹۳۴ ۝ ۹۳۵ ۝ ۹۳۶ ۝ ۹۳۷ ۝ ۹۳۸ ۝ ۹۳۹ ۝ ۹۴۰ ۝ ۹۴۱ ۝ ۹۴۲ ۝ ۹۴۳ ۝ ۹۴۴ ۝ ۹۴۵ ۝ ۹۴۶ ۝ ۹۴۷ ۝ ۹۴۸ ۝ ۹۴۹ ۝ ۹۵۰ ۝ ۹۵۱ ۝ ۹۵۲ ۝ ۹۵۳ ۝ ۹۵۴ ۝ ۹۵۵ ۝ ۹۵۶ ۝ ۹۵۷ ۝ ۹۵۸ ۝ ۹۵۹ ۝ ۹۶۰ ۝ ۹۶۱ ۝ ۹۶۲ ۝ ۹۶۳ ۝ ۹۶۴ ۝ ۹۶۵ ۝ ۹۶۶ ۝ ۹۶۷ ۝ ۹۶۸ ۝ ۹۶۹ ۝ ۹۷۰ ۝ ۹۷۱ ۝ ۹۷۲ ۝ ۹۷۳ ۝ ۹۷۴ ۝ ۹۷۵ ۝ ۹۷۶ ۝ ۹۷۷ ۝ ۹۷۸ ۝ ۹۷۹ ۝ ۹۸۰ ۝ ۹۸۱ ۝ ۹۸۲ ۝ ۹۸۳ ۝ ۹۸۴ ۝ ۹۸۵ ۝ ۹۸۶ ۝ ۹۸۷ ۝ ۹۸۸ ۝ ۹۸۹ ۝ ۹۹۰ ۝ ۹۹۱ ۝ ۹۹۲ ۝ ۹۹۳ ۝ ۹۹۴ ۝ ۹۹۵ ۝ ۹۹۶ ۝ ۹۹۷ ۝ ۹۹۸ ۝ ۹۹۹ ۝ ۱۰۰۰ ۝

جیون۔ یعنی اگر یاد خدا اٹھرتے ہوئے قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ لیکن یاد خدا
 کے باعث بہت جلد بائی ملی غَنَبَكَ نَهْ بِالْعَوَاءِ وَهُوَ سَقِيلٌ ۝ پھر ڈال دیا ہم نے او کو
 پٹھر میدان میں اور وہ بیمار تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس مچھلی کو حکم کیا اور اس نے حضرت
 یونس علیہ السلام کو ایک ایسے میدان میں جا کے او گل دیا جہاں درخت اور گھاس وغیرہ
 نہ تھی بلکہ صاف میدان تھا اور آپ ایسے نحیف اور کمزور تھے جیسے دوبارہ مان کے پیٹ سے
 پیدا ہوئے وَأَنْبَتْنَا عَلَيْكَ شَجَرَةً مِّنْ تَقْطِیْنٍ ۝ اور ادا گایا ہم نے او پر ایک درخت
 سیل کا۔ یعنی پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے حضرت یونس علیہ السلام کے سر ہانے ایک درخت
 کہ وہ کامیاد کر دیا جسکی تراوت سے اونکو تسکین ہوئی اور جسکے پتوں نے او پر سایہ کر لیا تاکہ وہ
 اور ہوائے گرم سے بچیں اور کھمی وغیرہ آپ پر بیٹھنے نہ پائے کیونکہ درخت کدو کی خاصیت ہے
 کہ کھمی او سکے گرد نشین جاتی۔ اور پہاڑی بکریوں کو حکم ہوا کہ وہ ہر وقت اپنے تھن سے آپ کو
 دودھ پلاتی تھیں یہاں تک کہ آپ میں قوت آئی اور گوشت پوست حالت اصلی پر آگیا۔ وَ
 أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَدُونِ ۝ اور بھیجا او کو لاکھ آدمیوں پر یا زیادہ
 یعنی حضرت یونس علیہ السلام جب بالکل توانا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے او کو پھر دوبارہ لاکھ
 آدمیوں کی طرف بھیجا بلکہ لاکھ سے بھی بیس ہزار یا شہ ہزار زیادہ تھے۔ خلاصہ یہ کہ جب حضرت
 یونس علیہ السلام کے آنے کی خبر باشندگانِ غنیمہ کو ہوئی تو اونکا بادشاہ کل قوم کے آپ کے
 استقبال کے لیے شہر کے باہر آیا اور بڑے اعزاز و اکرام سے شہر میں لے گیا فَاَمْنُوْا
 فَسْتَعْنَاهُمْ إِلَىٰ حَيْنٍ ۝ پھر وہ یقین لائے پھر ہم نے او کو برتنے دیا ایک وقت تک
 یعنی اول سب نے حضرت یونس کے ہاتھ پر تجددِ ایمان کی اور اللہ نے فائدہ دیا او کو ایک وقت
 میں تک فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۝ اب اس نے پوچھ کیا
 تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں اور اونکے یہاں بیٹے۔ یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنی
 علیح اور بنی غزاعہ وغیرہ سے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں پوچھے کہ کیا آپ کے رب کے

بیان کیا کہ میں اور ان کے یہاں رکے اَمَّ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ اِنَا نَا وَهُمْ
 شَٰهِدُونَ ۝ یا جسے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ دیکھتے تھے۔ یسے کیا فرشتوں کے
 پیدا کرتے وقت وہ موجود تھے۔ اَلَا اَنْتُمْ مِّنْ اَفْکِهِمْ لَیْقُوْنَ ۝ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ
 وَءَاثِمُ کَذِبُوْنَ ۝ سنا ہے وہ اپنا عجیب بنایا کہتے ہیں کہ اللہ کے اولاد ہوئی
 اور وہ بیشک جھوٹے ہیں یسے اور گاہ بیان سر اسر غلط اور بہتان جو اصطفیٰ البَنَاتِ
 عَلٰی الْبَنٰیۃ ۝ یا پسند کیں بیٹیاں بیٹوں سے۔ یسے کیا پروردگار عالم نے پسند کر لیں بیٹیاں
 جسے تم میزاں ہو اولاد بیٹوں پر جو تمہارے لیے باعثِ فخر ہیں۔ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَخْتَلِفُوْنَ ۝
 کیا ہوا ہے نکلو کیا انصاف کرتے ہو۔ یسے کیا ہو گیا ہے اور تم کیسے مضطرب ہو کہ جو چیز اپنے
 لیے پسند نہیں کرتے اور اسکی نسبت خداے تعالیٰ کی طرف کرتے ہو۔ اَفَلَا تَذٰکُرُوْنَ ۝
 کیا تم وہ بیان نہیں کرتے۔ یسے تم نہیں خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے بالکل
 پاک اور منزہ ہے۔ اَمَّ لَکُمْ سُلٰطٰنٌ مُّبٰیۃٌ ۝ یا تم پاس کوئی سند ہو کھلی۔ یسے تم جو
 بیان کرتے ہو کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اسکی تمہارے پاس کیا دلیل ہے کیا کوئی کتاب
 آسمانی تمہارے پاس ہے۔ پس اگر تمہارے پاس اس قول کے ثبوت میں کوئی کتاب آسمانی
 موجود ہے۔ فَاْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّصْدِقٰۃِیۡنَ ۝ تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم سے
 یسے اگر سچا دعویٰ کرتے ہو۔ منقول ہے کہ نبی خزانہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جنوں سے رشتہ
 کیا اور انہیں شادی کی اوس سے فرشتے پیدا ہوئے۔ اور جو س کہتے تھے کہ خدا اور شیطان
 دونوں بھائی ہیں۔ نفوذ باللہ منہا۔ حق تعالیٰ نے انکے کذب و بہتان کے دعویٰ سے توبہ
 کے لیے فرمایا وَجَّهْ لَّوْ اٰیٰتِکَ وَیٰکُنْ اِلٰہِکَ نَسْبًا ۝ اور ٹھیرایا ہے اوسین اور
 جنوں میں نہا۔ یسے کافروں نے خداے پاک اور جنوں میں ناتا رشتہ قرار دیا جو لَقَدْ
 عَلِمْتَ اِلٰہِکَ اِنَّہُمْ لَمْ یَخْصَوْوْا ۝ اور جنوں کو معلوم ہے کہ وہ پکڑے آتے ہیں
 یسے جنوں کو خوب معلوم ہے کہ وہ قیامت کے دن عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ○ اللہ نہ الٰہِ جان باتوں سے جو بتاتے ہیں۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ کی طرف جو اولاد اور قرابت کی نسبت کرتے ہیں یہ محض غلط ہر جگہ یہ سب کافروں کا افترا
 ہے اور اللہ تعالیٰ ان باتوں سے بالکل پاک و صاف اور منزہ ہے۔ یہ کافر خداوند تعالیٰ
 پر بہتان دہرتے ہیں۔ **إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ** ○ مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے
 وہ اللہ تعالیٰ کی صفت دینا کرتے ہیں اور اس کو پاک و منزہ جانتے ہیں **فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُمَا**
تَعْبُدُونَهُ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاعِلِينَ ○ سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو اس کے ہاتھ سے
 بیکار نہیں لے سکتے۔ یعنی اے کافر تم اور تمہارے جوئے مہبود کسی کو بیکار نہیں لے سکتے۔
إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِحٌ جَلِيلٌ ○ مگر اسی کو جو بیٹھنے والا ہے اگلیں۔ یعنی جس کے لیے
 اللہ تعالیٰ نے دوزخ لکھ دی ہے۔ اور فرشتے بولتے ہیں **وَمَا مَنَّا إِلَّا لَكُمْ مَعَالِمٌ**
مَعْلُومٌ ○ اور ہم میں جو ہے اس کو ایک ٹھکانا ہے۔ یعنی ایک حد معین ہے کہ اس سے
 آگے بڑھ نہیں سکتے۔ **وَلَا نَأْتِيَنَّكَ الصَّافُونَ** ○ اور ہمیں میں قطار باندھنے والے
 یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے صفت باندھ کے کھڑے ہونے والے۔ **وَلَا نَأْتِيَنَّكَ**
الْمُسَكِّنُونَ ○ اور ہمیں میں پاکی بولنے والے۔ یعنی پاک پروردگار کی تسبیح کرنے والے
 یہ سب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبانی فرمایا۔ اب ارشاد دہوتا ہوا **وَإِنْ كَانُوا لِيُفْعَلُوا لَأَنْ**
لَّوْكَانَ عِنْدَ نَاذِرٍ أَمِينٍ ○ لکن عباد اللہ **الْمُخْلَصِينَ** ○ اور یہ تو کہتے
 تھے اگر ہم پاس حوال ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چنے۔ یعنی کافر پہلے تو یہ کہتے تھے
 کہ اگر ہمارے پاس کتاب ہدایت و نصیحت کی پہلے لوگوں میں سے ہوتی تو ہم ہی اللہ کے خالص بندے
 ہوتے۔ اب جو اللہ تعالیٰ نے اومنین نبی ہیجا اور احسن الکتب نازل فرمایا **فَكَفَرُوا بِهِمْ فَسُوفَ**
يَعْلَمُونَ ○ سو اس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیگے۔ پس قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ
 نے ہیجا تو اس منکر ہو گئے پس قریب ہو کہ وہ اس کا انجام دیکھیں گے۔ **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَأْمُنَا**
لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ○ اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں۔ یہ کہ

اَلْهُمْ مَنصُورُونَ ۝ بَشٰكٌ وَّ نٰمِیْنٌ كُوْمِدُوْهُنَّ یٰۤهٰیۤسَۤیۤنَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیۤنَّ رَسُوْلُوْكَ وَّ عَدُوُّ فَرٰیقَا
 یٰۤهٰمِدُوْنِیۤنَ كَا وَاوَاوَمِیْنِیۤنَ غَالِبٌ كَرِیۤكَا ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ اور ہمارا لشکر جو ہر
 زبر پر ہے اللہ کے ایما دار بند ہے ہی غالب ہیں قَتُوْلُ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیۤنٌ ۝ پس تو منہ پیرے
 انے ایک قَت تک یعنی او محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اوں کا فروں منہ پیر لیجیے وعدہ نصرت تک جو روز بدر
 یا روز فتح مکہ ہو ۝ اَبْصِرُوْهُمْ فَنُصِرْکُمْ یٰۤیۤسَۤیۤوْنَ ۝ اور اونکو دیکھا رہ کہ گے دیکھ لین گے یعنی آپکی
 نصرت اور علوم مرتبت کفار نے جب یہ سنا تو کہنے لگے یہ کب ہو گا اللہ تعالیٰ فرما ہر اَفِیۡعَدَاۤ اِیۡنَا
 یَسْتَعِیۡیۡلُوْنَ ۝ کیا ہماری قَت شاب مانگتے ہیں۔ اور اوسکے آنے کا وقت پوچھتے ہیں فَاِذَا
 نَزَلَ یَسٰۤلُھُمْ فَاَسَآءَ صَبٰۤاۡھُمُ الْمُنٰدِیۡنَ ۝ پہر جب اُسے گی اونکے میدان میں تو بڑی
 صبح ہو گی ڈرائے گئوں کی یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب اُنپر آئگا تو بری ہو گی صبح اونکی صبح آئے
 فرمایا کہ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب وہ کسی مقام کو لوٹنا چاہتے تھے تو رات کو وہاں دوڑ جاتے تھے
 اور صبح ہوتے لوٹ مار کر کے پہر اپنے گہروں کو واپس آتے تھے پس حق تعالیٰ نے اونکی رسم کے
 موافق اونکو یاد دلایا کہ جب ہمارا عذاب آئگا تو اونکی صبح بری گی اور چونکہ عرب میں لوٹ مار اکثر صبح
 کو ہوا کرتی تھی اسوجہ سے اوسکا نام ہی صبح پڑ گیا تھا۔ یا تاک کہ اگر اور وقت میں ہی لوٹ
 مار ہوتی تھی تو اوسے ہی صبح کہتے تھے۔ اور بیان پروردگار عالم نے تشبیہ دی جو عذاب کو لشکر
 کے ساتھ کہ دفعتہ آ پڑے اور غارت کرے اور یہ صبح فتح مکہ میں ظاہر ہو گیا۔ اہل اللہ اپنے نبی کریم سے
 دوسری بار بطور تاکید کے فرمایا کہ ۝ وَ تَوَلَّیۡ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیۤنٌ ۝ وَ اَبْصِرْکُمْ فَنُصِرْکُمْ یٰۤیۤسَۤیۤوْنَ
 اور پہر آیا انے ایک قَت تک اور دیکھا رہا کہ گے دیکھ لین گے۔ یعنی منہ پیر لیجیے او محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 ان کا فروں اور دیکھتے ایک قَت تک پس قریب ہو کہ وہ دیکھ لین گے اپنا حال عذاب دینا اور آخرت میں
 یٰۤسَۤیۤنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَ سَلُوْا عَلٰی الْمُرْسَلِیۡنَ ۝ وَ اَحْكُمْ لِلّٰہِ رَبِّ
 الْعٰلَمِیۡنَ ۝ پانچ بات ہر تیرے رب کی وہ عزت والا پاک ہر ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام
 رسولوں پر اور سب نبی اللہ کو جو رب ہر سارے جہان کا۔ اس آیت میں بندو کو تسبیح و تسلیم کی تعلیم ہے فقط



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْجَمْرِ السَّجْدَةِ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَخَمْسُوْنَ اَوْتُوْهُ

سورہ نجم سجدہ جسکا دوسرا نام سورہ فضلت بھی ہے بیت اللہ شریف میں آنحضرتؐ اور اس میں چوتن آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔ اس کے فضائل میں مسطور ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب کو آرام نہیں کرتے تھے جب تک سورہ تبارک الذی اور سورہ نجم سجدہ نہ پڑھ لیتے تھے۔ **حَمِّ** مراد حرف حاسے حکم اور ہم سے ملک جز۔ یا یہ اشارہ اس بید کا ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول کے درمیان ہے جسے کوئی فرشتہ مغرب اور نبی مرسل بھی نہیں جانتا ہے۔ یا یہ کہ یہ دونوں حرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسط نام مبارک میں واقع ہیں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام پاک الرحمن کے وسط میں بھی واقع ہوئے ہیں پس اللہ تعالیٰ قسم کھا کے فرماتا ہے کہ یہ قرآن کریم **تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** اتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔ جو اپنے بندوں پر ہر حال میں رحم فرماتا ہے اور جبکہ قبضہ قدرت میں سبکی بخشش اور نجات ہو۔ اور یہ قرآن پاک **كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا** سُرِّیَّ الْقَوْمِ يَعْلَمُوْنَ **بَشِيْرًا وَّاَوْذَانًا** کتاب ہو کہ جدا جدا کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو سنا تا خوشی اور ڈر۔ یعنی یہ وہ کتاب ہے جو

کہ جسکی آیتیں امر و نہی اور وعدے اور وعید کی علیحدہ علیحدہ ہیں اور زبان عربی میں نہایت صاف و واضح طور سے اُترتی ہے تاکہ سمجھیں اسے سمجھنے والے خوشخبری دینے والی سے ایمان لائے والوں کو اور ڈرانے والی منکروں کو۔ قَاعِ صٰی اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ (پہر بیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ پر وہ نہیں سنتے۔ یعنی مشرکوں نے ایسے کلام برحق کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اسے خیال میں نہ لائے اور وہ کچھ نہیں سنتے وَقَالُوا اَقُلُّوْا بَنٰی اٰدَمَ اَکْثَرُھُمْ مَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقُرْۤوۡمِنْ بَیۡنِنَا وَبَیۡنَکُمْ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوۡنَ ۝ اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اوس بات سے جس طرف تو ہکو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے تیرے پیچ میں اوٹ ہے سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ یعنی مشرکین عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ جس طرف ہمیں بلاتے ہیں اوس طرف جانے سے ہمارے دل پر پردہ ہے قرآن پاک ہم نہیں سمجھ سکتے اور ہمارے کان مجبور ہیں اون آیتوں کے سننے سے جو آپ پڑھتے ہیں اور ہمارے آپکے درمیان پردہ ہے کہ جو آپکے طریقے پر چلنے سے ہمیں روکتا ہے پس آپ اپنے دین پر چلیے ہم اپنے دین پر چلتے ہیں۔ یا جو آپ ہمارے لیے کر سکیں وہ کیجیے ہم سے جو ہو سیکے گا ہم ہی کریں گے۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَاُوۡسٰی اِلَیَّ اِنَّمَا الْھٰکُوۡلُ لَہٗ وَاٰحَدٌ فَاَسْتَقِیۡمُوۡا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوۡا ۙ تُوۡکِبَہٗمِنْۢ بَہِیۡ اَدَمٰی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے جھکو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سید ہے رہو اوسکی طرف اور اوس سے گناہ بخشو۔ یعنی اے رسول مقبول آپ اوسے کہیے کہ جیسے تم آدمی ہو ویسے میں بھی آدمی ہوں کوئی جن نہیں ہوں کہ میری بات تم نہیں سمجھتے اور نہ میں تمہیں کوئی بُری راہ بتاتا ہوں جسکے سننے سے تم بہرے بنے جاتے ہو اور جسکے ماننے سے تمہارے دل پر پردہ پڑتا ہے بلکہ جسے تو پروردگار نے جو حکم دیا ہے وہ میں تمہیں سُناتا ہوں کہ بیشک پروردگار تمہارا کیلا ہے پس سجدہ چلو اوسکی طرف اور مانو اوسکی وحدانیت کو اور اطاعت کرو اوسکی اور بخشو اوس سے اپنے گناہ

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ
 كَافِرُونَ ۝ اور خرابی ہے شرک والوں کو جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وہ آخرت سے
 منکر ہیں۔ یعنی عذاب سخت اور خرابی ہر مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے یعنی کلمہ لا الہ
 الا اللہ پڑھ کے اپنے نفسوں کو شرک و کفر سے پاک نہیں کرتے۔ یا بیاعت بخل کے مال کی
 زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ یعنی آخرت میں جزا ملنے کا یقین نہیں کرتے۔
 اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ البتہ جو یقین لائے
 اور کیے کام بہتے اور نیکو ملک ملے جس میں ہو۔ یعنی جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کیے
 اور ان کے لیے ثواب دیا ہے۔ اب حق تعالیٰ پر اپنے حبیب سے فرماتا ہے کہ قُلْ اَسْتَغْفِرُكُمْ
 لَتَكْفُرُنَّ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنٍ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗ اَنْدَادًا ۝
 کہ کہ کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اور نہ کو
 یعنی کیا تم اس پروردگار سے منکر ہوتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی۔ اور شرک کرتے ہو
 اس کے ساتھ دوسروں کو لکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن زمین بنائی اور پیر کے دن بچائی
 اور وہ جس کے لیے تم شرک ٹھہراتے ہو ذٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وہ ہے رب جہان کا۔
 یعنی زمین کا بنانے والا اور تمام جہان کا پیدا کرنے والا اور سب عالموں کا بنانے والا وہی ہے۔
 اور وہ پروردگار ایسا ہو کہ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَّ مِنْ تَحْتِهَا وَبَرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ
 فِیْهَا اَنْوَاعًا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ۝ اور رکھے اوس میں وجہ اور برکت رکھی اس کے
 اندر اور ٹھہرائیں اوس میں خوراکیں اس کی چار دن میں۔ یعنی وہ ایسا قدرت پروردگار ہے جس نے
 زمین بنا کے اوس پر پہاڑ قائم کیے تاکہ دیکھنے والے اس کی قدرت کا علم کا مشاہدہ کریں اور برکت
 دی اوس پہاڑوں میں کہ ہر طرح کی کھانیں اوس میں پیدا کیں بابرکت دی زمین میں کہ اوس میں
 باغ اور کھیتیاں اور نہریں اور دریا پیدا کر دیے اور مقرر کیں اوس میں خوراکیں اہل زمین
 کے لیے جیسے غلہ اور گوشت اور طرح طرح کی نعمتیں اور تمام ہوا یہ سب کام یعنی غذاؤں کا قہر۔

اور زمین و پہاڑ کی پیدائش چار دن میں۔ یعنی دو دن میں زمین پیدا ہوئی اور دو دن میں
یہ سب مکمل ہوا۔ اور لکھا ہر کمرہ منگل اور بدھ کا روز تھا۔ سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ ○ پورا
ہوا پوچھنے والوں کو۔ یعنی جو لوگ زمین کی پیدائش کا حال پوچھتے تھے اور ان کا جواب پورا ہوا
اور جب یہ سب طیار ہو چکا تُو اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ ہر چڑھا آسمان
کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا۔ یعنی پہر پروردگار نے آسمان بنانے کا قصد کیا اور وہ اوقت
دھواں تھا۔ لکھا ہے کہ خداوند عالم نے ایک جوہر بنز پیدا کیا اور اس پر نظر نہایت ڈالی
تو وہ گھل کر بننے لگا پہر آگ کو اس پر مسلط کیا جس سے اس میں جوش پیدا ہوا اور کف
اور بخارات اس سے ظاہر ہوئے کف سے زمین بنائی اور بخارات سے آسمان بنا یا
فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ اَنْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا پہر کہا اس کو اور زمین کو اُو تم دونوں
خوشی سے یا زور سے۔ یعنی پروردگار عالم نے آسمان و زمین دونوں سے فرمایا کہ اُو اہا
تم بخوشی یا بہ جبر میرے حکم کی تعمیل کے لیے اور حکم ہوا آسمان کو کہ ظاہر کر اپنے میں چاند
اور سورج اور حکم ہوا زمین کو کہ ظاہر کر اپنی نہرین اور درخت۔ قَالَتَا اَتَيْنَاكَ طَائِعِينَ
وہ بولے ہم آئے خوشی سے۔ یعنی ہم دونوں بخوشی تیری فرمانبرداری کے لیے حاضر ہیں
پس چار ڈالا خداوند عالم نے آسمان کو فَقَضٰهُمْ سَبْعَ مَمَوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ و
اَوْسٰى فِيْ كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرًا پہر ٹھیرائے وہ سات آسمان دونوں میں پہر اوتا رہر
آسمان میں حکم اس کا یعنی حق تعالیٰ نے اس کے سات آسمان بنائے جمعات اور جمعہ دو
دن میں اور مقرر کر دیا ہر آسمان میں کام اور سکاء۔ وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ
وَحِفْظًا اور رونق دی ہم نے درے آسمان کو چراغوں سے اور نگہبانی۔ یعنی آسمان
دنیا کو پروردگار عالم نے ستاروں سے زینت دی اور ہر طرح سے اس کی حفاظت کی
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ یہ سارہا ہے زبردست خبردار کا۔ یعنی یہ سب
جو بیان ہوا یہ پروردگار زبردست جاننے والے کا اندازہ کیا ہوا ہے۔ فَاِنْ اَنْعَمْنَا

فَقُلْ أَنتَدَرُّكَوَصِيعَةً مِّثْلَ صِيعَةٍ عَادٍ وَمَعْمُودٍ ۝ پہرا گروہ ملا میں تو تو
کہ میں نے خبر سنا دی تھو ایک کڑا کے کی جیسے کڑا کا آیا عا د اور نمود پر۔ یعنی کفار کہ اگر آپ کے
فرمان سے یہ سب باتیں نکلے مٹے پیرین اور ایمان نہ لائیں تو آپ اور اُنسے کہہ دیجئے کہ میں
ڈرتا ہوں تھو عذاب آسمانی سے جیسا کہ عا د اور نمود کی قوم پر آیا تھا۔ اور ان قوموں کا تذکرہ
پروردگار عالم نے اس واسطے فرمایا کہ کفار قریش سفر میں اکثر دونوں قوموں کے مقامات پر گزرتے
اور عذاب کی نشانیاں دیکھتے رہتے تھے۔ اب آگے اون دونوں قوموں پر عذاب نازل ہونے
کا سبب پروردگار بیان فرماتا ہو کہ اِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ
خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ حَاجَبَ آتَاؤُنْكَ بِأَسْرُسُلِ رَسُولِ آگے سے اور پیچھے سے
کہ نہ پوجو کسی کو سوا اللہ کے۔ یعنی جب اون دونوں قوموں کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیچھے
بینیہ حضرت ہود اور حضرت صالح نرمی اور گرمی اور ہر طور سے آئے اور کہا اونہوں نے کہ نہ پوجو
کسی کو سوا اللہ تعالیٰ کے فَلَوْ كُوشَاء رَبَّنَا لَا تَزِلُّوهُمَا فَانَابَا وَرُجُومُ
بِهِ كُفْرُونٌ ۝ کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا تو اتارنا فرشتے سو ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں دیتے
یعنی کہا اون لوگوں نے کہ اگر ہمارا خدا چاہتا تو ہماری ہدایت کے واسطے فرشتے بھیجا اور ہم
تو مثل ہمارے انسان ہو پس ہم اسے نہیں مانتے جو تم ہمارے لیے لائے ہو یا جسے کہتے ہو۔
اور وہ دونوں میں تھیں فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ سُوْدُوهُ
عا د تھے غرور کرنے لگے ملک میں ناحق کا۔ یعنی قوم عاد نے جو بلا دین کے باشندے تھے
حضرت ہود کے فرمان کو مانا اور ناحق تکبر کرنے لگے وَقَالُوا إِنَّا نَسْتَكْبُرُ مِنَّا قُوَّةٌ
اور کہنے لگے کون ہے جس سے زیادہ زور میں۔ کیونکہ وہ اپنے تئیں بڑا زور آور سمجھتے تھے اور بڑے
جسم طویل القامت تھے پہاڑی پتھروں کو ٹکڑوں سے توڑ ڈالتے تھے پس اس زور پر انہوں
غرور نے اُگھیرا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ
مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ كَايَا دیکھتے نہیں کہ اللہ جنے اونکو بنایا وہ زیادہ ہے اونسے زور میں۔ یعنی

اور مغروروں کو یہ نہیں سوجھتا کہ پروردگار عالم جسے اونکو بنایا ہے وہ بدرجہا اوسے زور و قوت میں اغلب ہے کیونکہ وہ اوسے ہی زیادہ طاقتور بندے بنانے پر قادر ہے پہراو کے زور کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ وَكَانُوا يَاسِيَةً يُحَدِّثُونَ ۝ اور تھے ہماری نشانیوں سے منکر باوجودیکہ انہیں سچ جانتے تھے فَارْسَلْنَا عَلَيْهِم رِجَالًا صَوَّافِيًا يَلْقَوْنَ فِيهَا مَنَاسِكَتًا يُقَالُ لَهُمْ عَذَابُ الْآخِرَةِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا پھر بھی ہنسنے اور ہنر ہوا بڑے زور کی کئی دن مصیبت کے کہ چکنا چنن اونکو رسوائی کی مار دنیا کے جیتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اونپر بڑی تیز اور سخت ہوا دلو کے آخر میں مین من بھیجی کہ اونکو عذاب کا مزہ اچھا اور ہلاک کرے دنیائیں وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ آخِرُهَا وَهُمْ لَا يُصْصُونَ ۝ اور آخرت کی مار میں تو پوری رسوائی ہے اور اونکو مدد نہیں یعنی آخرت کا عذاب بہت تیز اور نڈا اونکو مدد ملے گی اوسکے دور کرنے میں۔ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ وَأَوْرَثُوهُم شُعْرًا يَنْفَخُونَ فِيهِمْ اُنکو راہ بتائی۔ یعنی قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے راہ راست بتائی فَاسْتَكْبَرُوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ پھر اونکو خوش لگا اندھا رہنا سوچنے سے۔ یعنی اونکو گمراہی اور کفر ہی اچھا معلوم ہوا۔ فَآخَذَ ثَمُودُ صِغْرَةَ الْعَذَابِ الْمَوْتِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ پھر بکڑا اونکو کڑا کے نے ذلت کی مار کے بدلا دیا کا جو کھاتے تھے۔ یعنی اونپر ایک سخت آواز کے ساتھ ایسا زلزلہ آیا کہ اوسکے صدر سے اوسکے کلیجے پھٹ گئے۔ یہ بدلاتا اوسکے کفر اور رسولوں کے جھٹلانے کا۔ وَتَجَنَّبَا الدِّينَ آمَنُوا اَوْ كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ اور بچا دیئے ہنسنے جو یقین لائے تھے اور بچ چلتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اوس عذاب سے ایا نوالے پر ہنیز گاروں کو بچا لیا۔ وَيَوْمَ يُنْفَخُ الْعَادَةُ اِنَّ اللَّهَ لَا يَلِيكَ فَهُمْ يُدْعُونَ ۝ اور جب دن جمع ہونگے دشمن اللہ کے دوزخ پر پہراو کی شلیں ٹہن گی یعنی کافروں کے اعمال نامے فرشتے لائیں گے تو وہ اوس سے منکر ہونگے اور کہیں گے کہ یہ ہمارے دشمن ہیں دشمنی سے جھوٹ لکھ لائے ہیں سب اللہ تعالیٰ آسمان وزمین سے

گواہی دلو اور گواہی پر کہیں گے یہ بھی ہمارے دشمن ہیں یا رب تیرے بیان ظلم نہیں کوئی ہمسایہ
دوست گواہی دے تو سنبھلے۔ پھر حکم پر درکار سے اونکے اعضا گواہی دینگے جیسا کہ اس
آیت سے ظاہر ہے۔ حَتَّىٰ اِذَا مَا جَاؤُهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ
وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ یہاں تک کہ جب پونچھے اوپر بتائیں گے اونکو
اونکے کان اور اونکی آنکھیں اور اونکے چمڑے جو کچھ وہ کرتے تھے۔ یعنی گواہی دیں گے
اونکے تمام اعضا اپنے اپنے کام کی مثلاً کان سننے کی اور آنکھیں دیکھنے کی علیٰ ہذا القیاس۔
اور لکھا ہے کہ سب اعضا نے پہلے بائیں ران اور داہنی ہتھیلی گواہی دیگی۔ وَقَالُوا ۙ
بِجُلُودِهِمْ لِمَا شَهِدْنَا ثُمَّ عَرَيْنَاهَا ۙ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو تنے کیوں بتایا
ہمکو۔ یعنی اپنے اعضا سے غصے ہو کر کہیں گے کہ تنے کیوں گواہی دی ہم تو تہین آرام سے
رکتے تھے تکلیف نہ دیتے تھے قَالُوا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ
هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُونَ ۝ وہ بولے ہمکو بولایا اللہ نے جسے بولایا
ہر چیز کو اور اوسے بنایا تمکو پہلی بار اور اوسے ہی کی طرف پھر جاتے ہو۔ یعنی اونکے اعضا جواب
دینگے کہ ہم سے ناحق بیزار ہوئے ہو بہت اذ خود نہیں بولے بلکہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے بولایا جسے ہر
چیز کو گواہی دی ہے اور وہی تمکو پہلی مرتبہ عدم سے وجود میں لایا۔ اور اوسے ہی کی طرف اب
پھرے ہو جزا کے واسطے۔ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَوُونَ اَنْ تَشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ
وَلَا اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنْ اللّٰهُ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا
تَعْمَلُونَ ۝ اور تم نہ پردہ کرتے تھے اس سے کہ تمکو بتاؤ گے تمہارے کان اور نہ تمہاری
آنکھیں نہ تمہارے چمڑے۔ پر تمکو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں جو تم کرتے ہو۔
یعنی تم اعضا سے کسی کام کو نہیں چھپاتے تھے کیونکہ تمکو یہ نہ معلوم تھا کہ وہ تمہارے کاموں کی
گواہی دینگے۔ کفار سمجھتے تھے کہ جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وہ خدا کے تعالیٰ جانتا ہے اور جو درجہ
کرتے ہیں اوس سے وہ آگاہ نہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ

الَّذِي ظَنُّوا أَنَّهُم كَانُوا أَزْدِكُمْ فَاصْبَحَ تَوْفَئِهِمْ جُحِيمٌ ۝ اور یہ وہی تمہارا
خیال ہے جو رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں اوسی نے تم کو کھایا پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں
یعنی تمہارے آئین خیال نے جو تم دنیا میں سمجھتے تھے کہ ہمارے پوشیدہ کام اللہ تعالیٰ انہیں
جاننا آج آخرت میں تم کو ہلاک کیا اور تم ہو گئے نقصان پانے والے۔ فَإِنْ يَصِيرُوا فَإِلَّا زَادَ
مَكْرَهُمْ ۝ پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ اور کالہر ہے۔ یعنی اگر اب وہ صبر کریں یا جزع اور
فرع کریں کچھ ٹھنڈا سوا ہے اسکے کہ آؤ لگا لگا کر مارو نہ ہے۔ وَإِنْ يَسْتَعِثُّوا فَمَا هُمْ
مِنَ الْمُعْصِيْنَ ۝ اور اگر وہ مینا یا چاہیں تو ان کو کوئی نہیں مانتا۔ یعنی دنیا میں توبہ سے
یا صبر سے ہی بعضی بلا بچا جاتی ہے اور آخرت میں چاہے صبر کریں یا توبہ یا منت کوئی قبول نہیں
ہوتی۔ وَقَبَضْنَا لَهُمْ قُرْآنًا فَزَيَّلُوا ۝ اللَّهُمَّ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
اور لگا دیے ہیں انہیں تعیناتی پھر انھوں نے بھلا دکھایا ان کو جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے
یعنی اوپر شیطان مقرر کر دیے ہیں کہ وہ انہیں زینت دیتے ہیں ان کے آگے کے کاموں یعنی
دنیا اور متابعت نفس سے اور برا کر دکھاتے ان کو جو ان کے پیچھے ہے یعنی امورات عقبی
اس لیے کہ اس سے منکر ہیں وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمِّ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ
مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ اور شک پڑی اور ہر بات مکرر سب
فرقوں میں جو ہو چکے ہیں ان سے آگے جن کے اور آدمیوں کے وہ غمے ٹوٹے والے۔
یعنی پورا ہوا اوپر وعدہ عذاب کا اور فرقوں کے ساتھ جو ان سے پہلے جنوں اور آدمیوں میں
سے گزرے کیونکہ وہ بھی انہیں کی طرح فیوں کو جھٹلاتے اور خدا سے تعالیٰ کی نافرمانیاں
کرتے تھے پس یہ اور وہ دونوں سخت عذاب ہوئے۔ کیونکہ تھے یہ کافر دونوں جہان میں
زبان پانے والے۔ لکھا ہے کہ کفار قریش نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو قرآن شریف پڑھتے دیکھو تو ایسا فل شور مچاؤ کہ وہ پڑھنے سے مجبور ہوں اور سننے
سے نہ آئے۔ پس جب وہ آپ کو قرآن شریف پڑھتے دیکھتے تھے تو بعضے تابان بجاتے تھے

اور بعض نے اپنے اشعار کی تعریف کرتے تھے اور یہودہ کہتے تھے حق تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل کی۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا هَذَا الْقُرْآنَ وَالنُّعُوتَ فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ○ اور کہنے لگے منکرانِ کان دہر اس قرآن کے سننے کو اور یہ کہ کر دوا سکے پڑھنے میں شاید تم غالب ہو۔ یعنی کافروں نے کہا کہ قرآن کو نہ سنو اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگیں تو ایسی بک بک کر دیا کہ ان کے پڑھنے پر غالب ہوا اور وہ پڑھتے پڑھتے رک جائیں۔ فَلَنَذِيقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَادُوا أَشَدَّ آثَابًا لَّكَ يَنْهَهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ سو یہ کو ضرور چکھانی منکروں کو سخت اور انکو بدلا دینا برے سے برے کاموں کا جو کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کافروں پر سخت تر عذاب کریں گے اور بہت بُری جزا دیں گے ان کے کاموں کی جو وہ کرتے تھے۔ ذَلِكَ جَزَاءُ عَادَ إِذِ اللَّهُ التَّارُظُ يَهْ سَرَا هُ اللّٰهُ كُے دُشْمَنُوں كُی آگُ بِنِی عَذَابُ سَخْتِ دُوزَخِ كَا۔ لَهْوُ قِيَمَادَارِ اُخْلَدُ اُو كُو اُو سِی مِیْنِ كُھَرُوسِ اَكُے لِیَے۔ بِنِی مَہِیشَہ وَہ دُوزَخِ ہِی مِیْنِ رَمِیْنِ كُے جَزَاءُ بِمَا كَانُوا یَاۤیْتِنَا مُجْدُونَ ○ بدلا دیا جو بھاری باتوں سے انکار کرتے تھے۔ یعنی یہ بدلا ہے اُن كُے كُھَرُورِ جُھُكُنَے كَا كُہ وَہ اللّٰهُ كُے كُے كَلَامِ اور اُو كُی نِشَانِیوں كُہ نہانتے تھے اور رسولوں سے جھگڑا كُرتے تھے۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا اَرِنَا الَّذِيْنَ اَضَلْنَا مِنَ الْجَنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلُهُمْ تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُونُوا مِنَ الْاَسْفَلِیْنَ ○ دركہیں كُے جُھُلوگُ منكرہیں اے رب ہمارے بھگو دھا وہ دونوں جنہوں نے بھگو بھگایا جو جن ہے اور جو آدمی كُہ دالین ہم اُنكو اپنے پاؤں كُے نیچے كُہ وہ زمین سب سے نیچے۔ یعنی كَا فَرَجِ دُوزَخِ مِیْنِ پُڑِیگے تو كہیں كُے اے رب ہمارے بھگو دھو انوں شخْصِ دِكھا دے جنہوں نے بھگو گراہ كیا جو جنوں اور آدمیوں مِیْنِ سے مِیْنِ۔ بَیكِ اُو مِیْنِ كَا شَیْطَانِ ہِے بِنِے نَا فَرَمَائِی كُی اور وہ جنوں مِیْنِ سے ہے اور دوسرا انسانوں مِیْنِ سے قَابِلِ ہِے جِنِے سب سے پہلے خُونِ نَا حِی كُیا كَا كُہ ہم اُن

سے تشبیہ دیتے تھے۔ پس حق تعالیٰ نے آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ وَلَا تَسْتَغْوِي
 الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی یعنی جزا اور سزا میں۔ اِدْفَعُ
 بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ جواب میں تو کہہ اوس سے بہتر یعنی اسے میرے حبیب آپ اذکے
 جواب میں وہ کیسے جو بہتر ہو۔ اور غصے کو حلم سے تسکین دیجیے اور گناہوں کو عفو سے محو کیجیے
 اور لغو باتوں سے درگناہ فرمائیے کیونکہ اس برتاؤ سے دشمن مثل در دست لے ہو جاتے ہیں
 اگرچہ دلیمن نہوں۔ فَاذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ
 حَمِيمٌ ○ پھر جو دیکھے تو جنہیں تجھ میں دشمنی تھی جیسے دوستدار ہے ناتے والا۔ یعنی جب آپ
 ایسا کریں گے تو اپنے دشمنوں کو ایسا پائیں گے جیسے دوست قرابتی۔ وَمَا يَلْقَاكَ مِنَ
 الَّذِينَ هَبَّ رُوحٌ اِدْرِ يَہِ بات ملتی ہے اونہیں کو جو ہمارے کہتے ہیں۔ یعنی یہ عمدہ صفت
 کہ بُرائی کے بدلے نیکی کرنا ہے اونہیں لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر کرتے ہیں تکلیف
 اور اپنے نفس کو بدل لینے سے روکتے ہیں۔ وَمَا يَلْقَاكَ مِنَ الْاَذْوَ حِطَّ عَظِيمٌ ○ اور
 یہ بات ملتی ہے اوسکو جبکی بڑی قسمت ہو یعنی یہ بات حاصل نہیں ہونی مگر بڑے حوصلے
 والوں کو کہ بُری بات کے تحمل کریں اور اذکے جواب میں سہلی کہیں۔ یہ اقبال مندی کی
 نشانی ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ خطِ عظیم سے مراد بہشت ہے وَمَا يَلْقَاكَ مِنَ
 مِنَ الشَّيْطَانِ تَزْعُرُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اور کبھی چونک جائے تو شیطان کے دوسو سے
 سے تو پناہ پکڑاؤ۔ یعنی کبھی بے اختیار ہمتہ آجائے تو یہ شیطان کے دوسو سے ہر
 پس پناہ مانگو اللہ سے کہ اذکے شر سے محفوظ رکھے۔ اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○
 بیشک وہی ہے سنا جاننا۔ تمہارے ارادے اور نیت کو۔ وَمِنْ اٰيَاتِهِ الْكُلُّ وَالْجَمْعُ
 النُّجُومُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اذکے قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور
 سورج اور چاند۔ پس لَا تَسْجُدْ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ وَابْتَهِ بِاللّٰهِ الَّذِي
 خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○ نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور

سجدہ کر دینا کہ جس نے وہ بنائے اگر تم اوسے کو پوجتے ہو۔ یعنی جیسے تم پروردگار کی مخلوق ہو
 ویسے ہی چاند سورج ہی اوسے کے بنائے ہوئے ہیں پس مخلوق کو ہرگز سجدہ نہ کرو بلکہ خالق
 کو تسجدہ کرو جس نے یہ سب بنائے ہیں۔ اگر تم اوسے واحد و یکتا جاننے کی عبادت کرتے ہو۔ امام
 شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اسی آیت پر سجدہ کرنا چاہیے کیونکہ حکم سجدے کا اسی مقام پر ہے
 فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ
 هُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○ پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ میرے رب کے پاس ہیں باکی بولتے ہیں
 اوسکی رات اور دن اور وہ نہیں سمجھتے۔ یعنی اگر وہ سجدہ کرنے سے غرور کریں تو وہ ہیں کیا
 چیز اور اولیٰ کا غرور کیا ہے۔ پروردگار کی عبادت رات دن فرشتے کرتے ہیں اور بالکل نہیں
 سمجھتے۔ امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت پر سجدہ کرتے تھے کیونکہ سجدے کا تذکرہ بیان پر ختم
 ہوا ہے۔ اور علمائے کبار نے لکھا ہے کہ اگر پہلی آیت پر سجدہ کریں تو سجدہ شرط ہے اور اگر دوسری
 آیت پر سجدہ کریں تو سجدہ محبت۔ وَمِنْ آيَاتِهِ الْكَلَمُ الْمُسْتَسْتَجَابُ ○ اَلْأَرْضُ خَالِصَةٌ
 فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ○ اور ایک اوسکی نشانی یہ کہ تو دیکھتا
 ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہے اوپر بانی ماری ہوئی اور اوپر ہی۔ یعنی زمین
 خشک پڑی رہتی ہے جب اللہ تعالیٰ اوپر مینہ برساتا ہے تو پہلے ہی ہے اور سرسبز ہوتی
 ہے إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَهُ الْمَوْتُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ جس نے
 اوندکو جلایا وہ جلاد و یگانہ مردے وہ سب چیز کر سکتا ہے۔ یعنی جس نے زمین مردہ کو زندہ کیا وہ
 مردوں کو بھی جلاد و یگانہ کیونکہ وہ ہر کام کی قدرت رکھتا ہے اور اوسکے نزدیک سب آسان ہیں
 إِنَّ الَّذِينَ يُكْفَرُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ○ جو لوگ کفر سے دہشتے
 ہیں ہماری آیتوں میں ہنسے چہے نہیں۔ یعنی جو لوگ ہماری آیتوں میں کج سمجھ کر تے ہیں
 اور تاویلات باطلہ سے اوندکو پھرتے جلتے ہیں۔ ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور اوندکے
 اس فعل کی سزا دیں گے أَفَمَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ

بِحَقِّ

الْقِيَامَةِ مَجْلًا اِيك جو پڑتا ہے آگ میں بہتر یا ایک جو آویگا اس سے دن قیامت کے
 یعنی جو دروزخ میں پڑے وہ اچھا ہے یا جو قیامت کے دن اس سے آئے وہ اچھا۔ اَعْمَلُوا
 مَا شِئْتُمْ ثُمَّ لِيَبْلُوْنَا مَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا کرتے جاؤ جو چاہو بیشک جو کرتے ہو وہ دیکھتا
 ہو۔ یعنی یہ سب تم کو بتا دیا گیا اب جو چاہو کرو پروردگار عالم سب دیکھتا ہے اور جزا و سزا سب
 اُس کے ہاتھ ہے جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالَّذِيْ كُرِّمَآ جَاءَهُمْ
 جُولُوكُ مُنْكَرٌ ہونے سمجھوتی سے جب اُن پاس آئی۔ یعنی جو لوگ قرآن پاک کے منکر ہوئے
 وہی کا فر اور منافقین۔ وَلَئِنَّ لَهُ لَكِتٰبٌ عَزِيزٌ اور یہ کتاب ہے نادر۔ یعنی قرآن پاک
 بڑی عزت والی کتاب ہے۔ كَايَاتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ يَدَيْنِ يَدَايِهِ وَلَا مِنْ خَلْفِيْهِ
 اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے۔ یعنی یہ وہ سچی کتاب ہے جس میں کہیں
 جھوٹ کا نام بھی نہیں تَقْرِيْلٌ مِّنْ حٰكِمٍ حَمِيْدٍ اُتاری ہوئی ہے حکمتوں والے
 سب خوبیوں سے۔ یعنی یہ کتاب کریم پروردگار حکیم اور بہت بڑے قدر والے کی
 نازل کی ہوئی ہے۔ مَا يَقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لَكَ رُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ تَخَنَّى
 وہی کہتے ہیں جو کہہ دیا ہے سب رسولوں سے تجھ سے پہلے۔ یعنی اے حبیب اکرم حضرت
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کا فردن کے کہنے سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں کیونکہ آپ سے پہلے
 جو رسول گذرے ہیں ان کو بھی کُفّار اسی طرح کہتے تھے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَ
 ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ تیرے رب کے یہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی ہے ڈکھ والی
 یعنی آپ کا پروردگار رسولوں اور مومنوں کو بخشنے اور معاف کرنے والا ہے اور منکروں اور
 مشرکوں کو عذاب سخت دینے والا ہے۔ کفار کہتے تھے کہ قرآن پاک عربی زبان میں کیوں
 نازل ہوا یا تو زبان عجم میں نازل ہونا یا کچھ عربی میں ہوتا اور کچھ عجمی میں کہ دونوں فر
 اسے سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآٰنًا عَرَبِيًّا لَقَالُوْا اَلَمْ يَكُنْ
 فُصِّلَتْ اٰيَاتُهُ اور اگر ہم اُس کو کرتے قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اہل کی باتیں کیوں

نہ کھولی گئیں۔ میں نے اگر قرآن پاک اللہ تعالیٰ العجی زبان میں اوتارتا تو کفار عرب کہتے کہ اسکا بیان صاف اور واضح ایسی زبان میں کیونکہ ہم اسے بخوبی سمجھتے اور دیکھتے آج بھی وہی ط کیا اوپری زبان کی کتاب اور عرب کا آدمی۔ یعنی عرب کا آدمی ہوگا اوپری زبان میں کتاب چاہے جو سمجھ میں بھی نہ آئے اور اپنی زبان میں کتاب ہوتے نہ دیکھے اور نہ سمجھے قُلْ هُوَ الَّذِي يَنْهَىٰ عَنْ مَنَافِعِ الْبَاطِلِ وَيُحْيِي الْحَيٰوةَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۚ

ہے اور روگ کا دافع۔ میں نے قرآن پاک ایمانداروں کے لیے ہدایت ہو اور ہر طرح کے مرض کے واسطے شفا ہے وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِيْٓ اٰذَا نُهُوْا عَنْ عَمَلِهِمْ سَخِرَ مِنْهُمْ ۚ وَهُمْ عَلَيْهِمْ كَاٰبِتٌ ۚ

عجی ط اور جو یقین نہیں لاتے انکے کا نون میں بوجھ ہے اور یہ قرآن انکے لیے اندیسا ہے۔ یعنی جو لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں وہ انکے سننے کے لیے بہرے ہیں اور انکے دیکھنے کے لیے اندھے کہ اسے گوش ہوش سے نہ سنتے ہیں اور نہ اس کے کمال ہدایت کو دیکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ يُنَادُوْنَ مَنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۚ وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۚ

تھے دور کی جگہ سے۔ یعنی یہ لوگ ایسے ہیں جیسے کوئی دور سے پکارا جائے کہ وہ نہ پکارنے والے کی صورت دیکھے اور نہ اسکی آواز سنے۔ پھر اسے اسکی اچھائی اور بُرائی کی کیا خبر ہوگی پس ویسے ہی یہ بھی ہیں کہ نہ کمال قرآنی کو دیکھتے ہیں نہ اسے سمجھتے ہیں۔ پھر اس سے کیا فائدہ اوٹھا سکتے ہیں۔ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَاخْتَلَفَ فِيْهِ ۚ وَهُوَ يَتَّبِعُ الْحَدٰثَ ۚ وَقَدْ اٰتٰىهُ رَبُّهُ الْوَحٰی ۚ

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت عطا کی تھی لیکن اوہ میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا کہ بعضوں نے مانا اور بعضوں نے نہ مانا۔ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضٰی بَيْنَهُمْ ۚ وَهُوَ يَتَّبِعُ الْحَدٰثَ ۚ وَقَدْ اٰتٰىهُ رَبُّهُ الْوَحٰی ۚ

رب سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا۔ یعنی اگر پروردگار عالم نے پہلے سے روز قیامت جزا و سزا دینے کا وعدہ نہ کیا ہوتا تو ان میں اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا اور وہ اپنی سزا کو پہنچ جاتے۔

وَلَا تَهْمِلْ فَعَلِيَ شَاكِ مِنْهُ مُرِيبٌ ○ وروہ دہوکے مین مین اوس سے جو چین
 نہیں دیتا۔ یعنی مشرکان عرب توریت یا قرآن کی طرف سے دہوکے مین مین جو انہیں
 چین نہیں لینے دیتا ہے مَن عَمَلٍ صَاحِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا
 جسے کی بھلائی سوا اپنے واسطے اور جن نے کی بُرائی وہ بھی اُسی پر۔ یعنی جسے بھلائی کی سوا
 اوسنے اپنے لیے کی اور جسے بُرائی کی سوا اوسنے اپنے لیے کی۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ
 لِلْعَبِيدِ ○ اور تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ ظلم کرے بند و پسر۔ یعنی پروردگار ایسا نہیں ہے
 کہ اچھے کاموں کی بُرائی جزا دے اور ظلم کرے اپنے بند و پسر۔ اَلَيْكِهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ
 اوس کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کا۔ یعنی قیامت کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اسکا علم
 اوس کی ہے وَمَا تَخْجُبُونَ مِنْ شَمَائِلِ مِنْ أَكْمَامِهِمَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَ
 لَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ○ اور کوئی سیوے نہیں جو نکتے مین اپنے غلاف سے اور گاہے
 نہیں رہتا کسی مادہ کو اور نہ وہ چنے جسکی اوسکو خبر نہیں۔ یعنی سیوے جو غلافوں سے نکتے مین
 یا عورتیں جو حاملہ ہوتی مین اور صفتی مین ان باتوں کا بھی علم خدا کے سوا دوسرے کو نہیں
 اور کوئی نہیں جانتا ان باتوں کو وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ اَيْنَ شُرَكَائِيَ قَالُوا اذْهَبْ
 مَا مِتْنَا مِنْ شَهِيدٍ ○ اور جس دن اُنکو پکارے گا کہ امان مین میرے شریک بولیں گے
 ہتھے کجگو کہہ نہایا ہم مین کوئی نہیں اقرار کرتا۔ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ کافروں کو پکارے گا اور
 اور اذروں سے غصہ اونسے کہے گا کہ امان تیرے شریک جنہیں تم پوجتے تھے۔ تو وہ کہیں گے
 اسے پروردگار ہم تو تجھے عرض کر چکے کہ ہم مین سے کوئی اس بات کی گواہی نہیں دیتا
 کہ تیرے لیے شریک ہے بلکہ ہم تو اونسے بیزار مین۔ وَصَلَّ عَلَیْهِمُ مَا كَانُوا لَدُنْكَ
 مِنْ قَبْلُ وَظَنُوا مَا لَهُمْ مِنْ حَافِظٍ ○ درجہ گ گیا اونسے جبر پکارتے تھے پہلے
 اور سمجھے کہ اُنکو نہیں کہیں خلاصی۔ یعنی کافروں دنیا مین جہنم کی عبادت کرتے تھے قیامت
 کے روز سب بھول جائیں گے اور جان لینگے کہ اُن بتوں سے کچھ مدد نہ ملے گی اور خدا

خدا سے کوئی صورت رہائی کی نہیں۔ لَا يَسْعَى إِلَّا نَاسٌ مِّنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ ۖ
 تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی کے۔ یعنی صحت اور طرح بطرح کی نعمت مانگنے سے آدمی کبھی
 نہیں تھکتا۔ وَلَٰنَ مَسَّ الشَّيْءُ فَيُقْسَىٰ قَنَوطٌ ۝ اور اگر لگ جائے او سکوبرائی تو اس
 توڑے نا امید ہو کر اپنے اگر کوئی تکلیف انسان کو پہنچے تو بالکل مایوس اور نا امید ہو جاتا ہو
 وَلَٰكِنَّ أَذْقَنَهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِمَّنْ بَعْدَ ضَرْبٍ مَّسَّاهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا لِي ۖ
 اور اگر ہم چکھا دیں او سکوکچھ اپنی مہر پیچھے ایک تکلیف کے جو اسے پہنچی تھی کہنے لگے گا یہ میرے
 میرے لائق۔ یعنی جب تکلیف کے بعد ہم اسے کچھ راحت دیتے ہیں تو وہ کہنے لگتا ہے
 کہ میں اسی کے لائق تھا اور ہمیشہ میں ایسا ہی رہوں گا۔ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ وَآئِمَّةً
 وَلَٰكِنَّ رُحَمَاءَ إِلَىٰ رَبِّي إِنِّي عِنْدَ الْكُفَّةِ ۖ اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آئی
 ہے اور اگر میں پہنچا اپنے رب کے بیان بیشک ہے میرے لیے او سکے پاس خیر
 یعنی کافر کہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ قیامت آئیگی اور اگر آئے اور ہم اپنے رب کے پاس
 جائیں تو وہاں بھی ہمارے لیے راحت و آرام ہے جیسے دنیا میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 فَلَنَنْبِتَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا عَمَلًا ۖ وَلَنَذِقَنَّاهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝
 سو ہم جنہیں گے منکروں کو جو انہوں نے کیا ہے اور چکھائیں گے او کو ایک گاڑی
 یعنی اللہ تعالیٰ کافروں پر اونکے اعمال بد ظاہر کرے گا اور اونکو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا
 جو انکے خیالات باطلہ کے بالکل خلاف ہوگا۔ وَلَٰكِنَّ الْإِنسَانَ عَلَىٰ آلِهَاتِهِ
 وَتَابِعَاتِهِ ۖ وَلَٰذَا مَسَّ الشَّيْءُ قَدْ وَدَّعَاءُ عِزِّ ۝ اور جب ہم نعمت
 بیچیں انسان پر مل جائے اور موٹے اپنی کر دھڑ اور جب پہنچے او سکوبرائی تو وہ
 کہے جوڑی۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نعمت و عافیت سے کافروں کو سرفراز فرماتا ہے
 تو وہ شکر گزاری سے منہ پھیر لیتے ہیں اور ادا سے شکر سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں اور
 جب آتی ہے اونپر بلا اور سختی تو وہی لمبی جوڑی دعائیں کرتے ہیں تاکہ وہ دفع ہو جائے۔

قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثَوْرٌ كُفِّرَتْ وَرُبَّمَا مِنْ اَصْلٍ مِّنْ هَؤُلَاءِ
 شِفَاقٍ بَعِيدٍ ۝ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہوا اللہ کے پاس سے پرتے ہو تو اس سے
 بہکا کون جو دور چلتا جاوے مخالف ہو کر یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں سے
 فرمادیجئے کہ اگر تم قرآن شریف کو اللہ کی طرف سے دیکھتے ہو اور پھر اس سے منکر ہوتے ہو
 تو تم سے زیادہ گمراہ کون ہے جو راہ حق سے مخالف ہو کے دور بھاگے منقول ہے کہ ابو جہل نے
 ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کوئی معجزہ آسمانی دکھائیے آپ نے انگشت شہادت
 سے اشارہ فرمایا فوراً چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے مگر باوجود ایسے اعجاز روشن کے اسے
 پھر بھی مخالفت نے گھیرا اور قریش کے لوگوں سے کہنے لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 چاند پر سحر کیا ہے پس اسکے دریافت کرنے کے لیے کچھ لوگ اطراف شہر میں روانہ کرو
 کہ وہ متفرق مقامات میں لوگوں سے دریافت کریں اور پوچھیں اگر وہاں بھی یہ واقعہ
 شق القمر لوگوں نے دیکھا ہے تو بیشک معجزہ ہے ورنہ جادو ہے۔ پس قریش نے ہر طرف
 فاصد روانہ کیے اور ہر مقام سے اس معجزہ روشن کی خبر آئی۔ لیکن ابو جہل کو پھر بھی یقین
 نہوا اور کہنے لگا یہ بڑا جادو ہے جسے تمام عالم کو گمراہ کیا ہے۔ پس حق تعالیٰ جل شانہ
 وجل جلالہ نے یہ آیت شریف نازل کی کہ سَدْرُيْهِمْ اَلَيْتَنَّا فِي الْاَفَاقِ وَفِي
 اَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۝ اب ہم دکھا دیئے او کو اپنے منہ سے
 دنیا میں اور انکی جانوں میں یہاں تک کہ کھل جاوے اوپر کہ یہ بات درست ہے۔
 یعنی اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ ہم بہت جلد کفار قریش کو اپنی قدرت کاملہ کی ظاہر اور روشن
 نشانیاں دکھا دیں گے او نگے شہر میں اور اور تمام ملکوں میں اور انکے نفسوں میں یہاں تک
 کہ او پر بخوبی ظاہر ہو جائیگا کہ یہ بات حق اور راست ہے اور ہمارا رسول برحق اور سچا ہے
 اَوْ كَذِبٌ ۝ اَنَّا عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز
 پر گواہ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر کفار آپ کے معجزات سے انکار کرتے ہیں تو

کچھ اندیشے کی بات نہیں اللہ تعالیٰ آپ کے معجزات اور آپ کے برحق ہونے کا بہت بڑا کافی گواہ ہے اور وہ ہر شے کو جانتا ہے۔ لکھا ہے کہ آفاق کی نشانیں سے حوادث آئندہ مراد تھے مثل فتح روم و فارس وغیرہ کے اور نفسی نشانیاں وہ جواہل مکہ کے درمیان واقع ہوئیں۔ جیسے قحط اور قتل وغیرہ اور عالم التنزیل میں لکھا ہے کہ دلائل آفاقی گواہی امتوں کے قصے تھے جنکی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ اور دلائل انفسی جیسے واقعہ جنگ بدر۔ اور احقاف میں مرقوم ہے کہ مراد آفاق سے عالم کبیر ہے اور انفس سے عالم صغیر اور جو نشانیاں قدرت کی عالم کبیر میں ہیں وہ عالم صغیر میں بھی موجود ہیں اور مراد عالم کبیر سے سارا جہان ہے اور عالم صغیر سے انسان۔ چنانچہ کیا خوب کہا ہے حضرت رافت نے۔ آدمی زاد بھی رافت عجب اک شان میں جو ہو ہے سب خلق میں شہرہ فقط انسان میں ہے۔ اب حق تعالیٰ پہر اپنے حبیب سے ارشاد فرماتا ہے۔ اَلَا اِنَّهُمْ فِيْ مَرْيَكَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ ذِيْ الْقُرْءَانِ سَنَاءُ وہ دہوکے میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے۔ اپنے اے محمد صلی اللہ وسلم آپ آگاہ ہو جائیں کہ کفار پروردگار عالم کے سامنے حاضر ہونے میں شک و شبہ کرتے ہیں اور بعث و جبر او سزا کے قائل نہیں ہیں۔ اَلَا اِنَّهُمْ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحْتَجِبُونَ سنا ہے وہ گہر رہا ہے ہر چیز کو۔ اپنے آگاہ ہوئیے آپ اس امر سے کہ بیشک پروردگار عالم ہر شے کو گہر سے اور احاطہ کیے ہوئے ہے اپنے علم و قدرت سے۔ اور تمام اشیاء کو خواہ وہ مجمل ہوں یا مفصل بخوبی جانتا ہے اور بڑی قدرت والا ہے ختم ہے جو چاہے اپنے ملک میں کہے کسی کو اس کے حکم میں مجال و مژدن نہیں۔ اور وہ سزا دیگا کافروں کو ان کے کفر و طغیان کی اور جزا دیگا ایمان والوں کو انکی اطاعت اور فرمانبرداری اور اسے شکر اور ترسولوں کے ماننے اور ان کے حکم پر چلنے کی۔ فقط



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ الدِّخَانِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِيَةٌ وَخَمْسُونَ آيَةً وَثَلَاثُونَ كَلِمَةً

سورہ دخان مکہ میں اُتری اس میں آٹھ آیتیں اور تین سو چالیس کلمے اور چار سو تیس حرف اور تین رکوع ہیں۔ اس سورت کے فضائل حدیث شریف میں کثرت سے مذکور ہیں۔ منجملہ اوسکے مختصر ایہاں چند فضائل کلمے جاتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے سورہ احم دخان رات کو پڑھی صبح کر لگا اس حال میں کہ شہزاد فرشتے اوسکے لیے بخش مانگتے ہوں گے اور یہ بھی حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو پڑھے سورہ حم دخان شب جمعہ میں بخشے جاتے ہیں گناہ اوسکے اور ابوامامہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورت شریف کو جمعے کے دن پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اوسکے لیے ایک مکان بہت وسیع جنت میں بناتا ہے۔ اور حسن بن علی سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے پڑھی سورہ دخان کسی رات میں بخشے جاتے ہیں اگلے گناہ اوسکے اور ابو رافع سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت نے جس نے پڑھی سورہ دخان کسی رات میں صبح کرتا ہے وہ اس حال میں کہ بخشے جاتے ہیں

گناہ اوسکے اور نکاح کیا جائیگا اوسکا حور عین سے۔ حشر یہ مقطعات قرآنی سے ہر
اور سوا سے نبیوں اور ولیوں کے مقطعات کے معانی سے کوئی آگاہ نہیں۔ اہل علم
نے عام لوگوں کے سمجھانے کے لیے اسکی تفصیلین بیان کی ہیں پناچہ بعض نے
لکھا ہے کہ مراد اس سے حمیت المحبتین ہے یعنی حمایت کی مین نے اپنے دوستوں کی
مادامی کی طرف متوجہ ہونے سے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اسکے معنی کام بن چکا ہیں۔
وَالْكِتَابُ الْمُبِينُ ۝ قسم ہو اس کتاب واضح یعنی قرآن کریم کی کہ اپنے فضل و کرم
سے اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْمُبَارَكَةِ اِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ ہننے اوسکو اُتارا ایک
برکت کی رات میں ہم کہ سنائے والے ہیں یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ نے برکت کی رات
میں اُتارا جو شب قدر ہے اور اس سے زیادہ برکت کیا ہوگی کہ کتاب بزرگ جو باعث فوائد
دینی و دنیوی ہے لوح محفوظ سے آسمان و نیا پر اوس شب مبارک میں اُتری اور اللہ تعالیٰ
نے اس شب میں قرآن شریف نازل فرما کے اُسکا دبدبہ اور شان و شوکت زیادہ کی اور نازل
کہ ہم میں ڈرانے والے بعضے کہتے ہیں کہ برکت کی رات شب برات ہر یعنی ماہ شعبان کی پندرہویں
شب کیونکہ اوسکی بڑی برکت یہ کہ اوسمیں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی
ہیں اور روزی تمام عالم کی تقسیم ہوتی ہے۔ اور فَمَا يَفْقَهُ كُلُّ اَمْرِ حَكِيمٍ ۝ اسی میں
جدا ہوتا ہے ہر کام چا پناچا ہوا یعنی یہ رات ایسی برکت والی ہو کہ اسی میں جاری کیا جاتا ہر
ہر ایک کام جسکا حکم تمام سال کے لیے ہو چکا ہے مثل روزی اور موت وغیرہ کے اور یہ
بزرگ رات ہے جو حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے امت محمدیہ کو عنایت کی ہے۔ حدیث
میں وارد ہے کہ اس رات میں اتنے گنگار نشے جاتے ہیں جتنے روئین بنی کلب کی بکریوں
کے بدن پر ہیں اور اسی شب میں آب زمزم زیادہ ہو جاتا ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ
مخصوص اس رات میں تلوار کھلتی نہاد بڑھیکھاتی تعالیٰ اوسکے لیے تلو فرشتے اُتار دیتا جو
اوسے ساتھ زمین کے اور اوسمیں سے تلوار فرشتے اوسے بہشت کی خوشخبری دیتے اور

میں فرشتے اسے عذاب و دوزخ سے بے خوف کرینگے۔ اور تیس فرشتے آفات دنیاوی اوس
 ٹالیں گے۔ اور دس فرشتے اوس سے مکر شیطان کو دفع کریں گے اور اسی رات میں
 بندوں کے لیے نعمتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ **اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنا** حکم ہو کہ ہمارے پاس سے
 یعنی پروردگار عالم کے حکم سے اسی رات میں سب امورات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ **اِنَّا كُنَّا**
مُؤَسِّلِينَ ہم میں بھیجنے والے۔ آپ کو اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللہ علیہ سے
 ہر سے تیرے رب کی۔ یعنی خلق کے لیے اپنی رحمت خاص سے ہم آپ کو بھیجنے والے
 ہیں۔ یا جبریل کو وحی دیکر آپ کے پاس بھیجنے والے ہیں۔ یا فرشتوں کو ہر کام کے جاری کرنے
 کے لیے ہم بھیجنے والے ہیں **اِنَّكَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** وہی ہے سنا ہا شناس
 باتیں اپنے بندوں کی اور ان کے ارادے اور دلی خیالات۔ **رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ**
الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمانوں کا اور زمین کا اور جواو کے درمیان ہے
 تمام مخلوقات سے اون سب مالک اور رب وہی ہے۔ پس سمجھو اسے لوگوں کے کج کاموں
مُوقِنٍ اگر تم کو یقین ہے یہ کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ** کسی کی زندگی
 نہیں سوا اوس کے جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ موت اور زلیست سب اوس کے قبضہ قدرت میں
 ہے اور وہ معبود برحق ہے۔ **رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمْ اَوَّلٰیْنَ** رب تمہارا اور
 رب تمہارے اگلے باپ دادا کا جو تم سے پہلے گزرے **بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَّكْعُبُوْنَ**
 کوئی نہیں وہ دہو کے میں میں کھلتے۔ یعنی کافراں بات پر یقین لانے والے نہیں اور
 وہ قرآن پاک کی طرف سے دہو کے میں میں۔ اور بنی اور کھیل سمجھتے ہیں **فَاَرْتَقِبْ يَوْمَ**
تَأْتِی السَّمَاءُ دُخَانٍ مُّبِیْنٍ سو تو راہ دیکھ جہن کر لائے آسمان دھواں
 صبح۔ یعنی آپ منتظر رہے اون کافروں کے لیے اوس دن کے جہن آسمان دھواں
 ظاہر کر لائے۔ اہل عرب کا محاورہ ہے کہ وہ شر غالب کو دخان کہتے ہیں پس یہاں
 سے عذاب مراد ہے کہ آسمان سے اترے گا اور بعض کہتے ہیں کہ دخان سے مراد وہ

غبار سے جو روز فتح تک اٹھا تھا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ مراد دخان سے زمانہ قحط اور
 ایسے کہ جب پیغمبر کی دعا سے کافروں پر قحط آیا تھا تو اونکا یہ حال تھا کہ بھوک کی شدت
 سے مرے ہوئے تھے ہڈیوں سمیت کھا جاتے تھے اور اوپر بھی شدت بھوک سے اونکا
 آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا تھا اور جب آسمان کی طرف نظر کرتے تھے تو ضعف بصر سے
 زمین و آسمان کے درمیان دھوین اُٹھتے نظر آتے تھے۔ اور ایک تفسیر میں ہے
 کہ قحط کے زمانے میں خشک سالی کی وجہ سے غبار سیاہ زمین سے اٹھا کرتا تھا اسی
 وجہ اہل عرب اس سال کو سنۃ الغبار اور عام الرماد کہتے تھے۔ در دخان سے مراد وہی غبار
 ہے۔ اور بعضے علماء فرماتے ہیں کہ یہ دھواں قیامت کی علامت سے ہوگا اور اس قدر
 پھیلے گا کہ شرق سے غرب تک یکجہتی لٹا سکا لوگوں کو گھیر لے گا۔ اور یہ حالت چلتی
 شبانہ روز رہیگی۔ مسلمانوں کو شل نہ کام کے ایک کیفیت ہوگی۔ اور کافر بیہوش خراب و خستہ
 نہایت پریشان ہونگے۔ فرشتے اون سے اسوقت کہیں گے **هَذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ** ○
 یہ جو دکھ کی مار جسکا تم وعدہ دیے گئے تھے۔ اسوقت کافر نہایت عاجزی اور زاری
 کہیں گے **رَبَّنَا اَكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُونَ** ○ اور دور کر دے
 یہ آفت ہم ایمان لاتے ہیں۔ اگر دور ہو جاوے یہ عذاب۔ حق تعالیٰ جل شانہ ارشاد کرے گا
اِنَّ لِّهٖمُ الذِّكْرٰی وَقَدْ جَاۤءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْہٗنَّ ○ کہاں ملے اونکو سمجھنا اور
 اچکا اونکے پاس رسول کھول سنانے والا۔ یعنی اونکو تو اتنے عذاب سے کچھ اثر نصیحت
 پذیر ہی نہ ہوگا کیونکہ آیا اونکے پاس رسول ہماری آیتیں سنانے والا اور معجزے دکھانے
 والا مگر اسپر بھی اونھوں نے نہ مانا **تَوَلَّوْاۤءَعٰنَکُمْ وَقَالُوْا مَعْکُمْ جَحُوْنٌ** ○ ہر
 اوس سے پیٹھ پھری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے یاؤ لا۔ یعنی رسول سے پر گئے اور
 اوس پر ایمان نہ لائے اور کہنے لگے کہ میرا دربار نے اس شخص کو قرآن سکھایا ہر اذیت
 دیوانہ ہے اسے خط ہو گیا ہے۔ پروردگار فرماتا ہے کہ باوجود ان امروں کے مگر اب بھی

وہ ایمان لانے کا وعدہ کرتے ہیں تو انا کا شفعو العذاب قلیلاً لکے
 عَائِدُونَ ۝ ہم کھولتے ہیں عذاب تھوڑے دنوں۔ تم پہرہی کرتے ہو۔ یعنی حضرت
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ہم تابقا سے عمر کفار سے عذاب قحط اوٹھائے لیتے ہیں
 مگر کچھ فائدہ ہوگا کیونکہ تم پہراپنے کفر کی طرف پہرہ گے۔ منقول ہے کہ قحط کے دنوں میں
 کفار قریش سے اپنے سردار کے مدینے میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قسمیں
 دے دیکر دعا کروائی جب حق تعالیٰ نے آنحضرت کی دعا سے بلا سے قحط اون کافروں
 سے دور کی تو وہ پہر گئے اور اپنے کفر پر قائم رہے۔ اور جو لوگ کہ دہوین کو قیامت کی
 نشانی سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ دھوان بھی دعا وزاری کرنے سے چالیس دن کے
 بعد دور ہو جائیگا مگر کافر پہراپنے کفر کی طرف پہرین گے اور اسی پر قائم رہیں گے اب
 حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عذاب تو ہنئے اون سے دور کیا اور وہ پہراپنے کفر پر قائم رہے۔ مگر
 یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۝ یاد کروہ روز جب پکڑیں گے ہم کافروں کو بڑی
 پکڑ یعنی عذاب روز قیامت کہ وہ کسی طرح سے ملنے والا نہیں۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ملا
 اس سے روز بدر ہے اور حق تعالیٰ کافروں سے فرماتا ہے کہ اوس روز ہم نکھوت
 عذاب میں مبتلا کر نیگے اور تم قتل ہو گے اور قید کیے جاؤ گے۔ اِنَّا مُنْتَقِمُونَ ۝
 ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ اوس دن کافروں سے۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ
 وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ اَنْ اَدُّوْا اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ اور جانچ چکے ہیں ہم ان سے
 پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا اونکے پاس رسول عزت والا کہ حوالے کر دیر سے بندے
 خدا کے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم قریش سے پہلے فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں جب
 اونکے پاس رسول بزرگ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے اور کہا اونہوں نے کہ میرے ساتھ
 کر دو بنی اسرائیل کو۔ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُولٌ اَمِیْنٌ ۝ میں تمہارے پاس آیا ہوں بیجا ہوا
 معتبر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بیجا ہے اور میں امانت دار ہوں

کا اور تمہارا خیر خواہ ہوں وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلٰی اللّٰهِ اِنِّیْ اَنْتُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ
 اور یہ کہ چڑ ہے بخدا اللہ کے مقابل میں لا تا ہوں تمہارے پاس ایک سند مکتبی۔ یعنی میں
 آیا ہوں تمکو یہ بات سمجھانے کے لیے کہ غرور اور نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نکرو اور اس کے حکم
 کو مانو اور میں اپنے دعوے کی صداقت کے لیے تمہارے پاس ایک دلیل صاف
 روشن لانے والا ہوں جب فرعونین نے آپکا یہ کلام سنا تو ایذا دہی کے درپڑ ہوئے پس
 فرمایا اِنِّیْ اُنْتُمْ یٰرَیُّوْنَیْ وَرَکِیْکُمْ اَنْ تَرْجِعُوْنَ اِلَیَّ اور میں پناہ لے چکا ہوں
 اپنے اور تمہارے رب کی اس امر سے کہ نسا کر کرو چکو۔ یا قتل کرو اور وہ پروردگار میرا
 تمکبان ہے وَلَیْسَ لَکُمْ تَوْفِیْقٌ مِّنْوَیْلِیْ فَاَعِزُّوْا لَیَّہِمْ اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر تو
 مجھ سے الگ ہو جاؤ اور مجھ سے تکلیف نہ دو اور میں اپنی قوم کو لجاؤں تو میری راہ نہ روکو۔ اِن
 لَوْ کُنْ لَّیْ اَکْیَہِمْ فَرٰمٰنٌ کُوْنٰمٰنٌ اُوْر دِسْت و زبٰن سے ایذا دینے لگے۔ فَکَلَّ عَادٌ رَبَّہُمْ
 اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً فَاَنْجَمُوْا لَہُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً فَاَنْجَمُوْا لَہُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً
 کو کہ یہ قطعی لوگ بڑے کچے مسکے اور کافر ہیں اسے رب میرے تو انکو ہلاک کر ہی تھامے
 نے اونکی دعا قبول کی اور فرمایا فَاَسْمِعْ یُّعٰیذُہِیْ لَیْسَ لَہُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً فَاَنْجَمُوْا لَہُمْ
 لے نکل رات کے وقت میرے بندوں کو شہر مصر سے بیشک یہ لوگ تمہارا پیچھا کرینگے
 جب تمہارے جانے کی خبر سنیں گے۔ اور جب تم دریا کے کنارے پہنچو تو اپنا عصا دریا پر
 مارنا دریا پھٹ جائیگا اور اوسین راہیں پیدا ہونگی تاکہ بنی اسرائیل اولیٰ راستوں سے
 دریا کے اوس پار چلے جائیں۔ وَ اَنْتُمْ لَیْسَ لَکُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً فَاَنْجَمُوْا لَہُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً
 دریا پر دوبارہ عصا مارنا کہ وہ بجائے بلکہ اسکو اوس طرح چھوڑ دینا تاکہ تمام قطعی اولیٰ
 راہوں میں چلے آئیں اِنَّہُمْ جَعَلُوْا مَغْیْرًا قَوْنًا ۝ البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے میں
 یعنی وہ سب دریا میں ڈوب جائینگے۔ اور آخر الامر ایسا ہی ہوگا کہ وہ سب ڈوب گئے۔
 کَمَثَلِ الْکَافِرِیْنَ اِذْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ وَرَکِیْکُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً فَاَنْجَمُوْا لَہُمْ اَنْ تَخْلُقَ لَہُمْ کَافً

باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور گھر خاصے۔ یعنی وہ لوگ جو ڈوب گئے بہت سے باغ و درختوں
 اور میوؤں سے بہرے پُرے اور چشمے آب روان کے اور طیار کھیتیاں چھوڑ گئے۔ وَ
 نَعْمَةٌ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝ كَذٰلِكَ تَقْذِرُ اٰرَامَ حَمِيْنٍ تَحْصِيْنٌ بَاتِمِیْنَ بِنَاتِیْ طَحْ
 یعنی اور چھوڑ گئے وہ لوگ تمام اسباب عیش و عشرت کے کہ تھے وہ سب دون چیزوں میں
 عیش و آرام کرنے والے۔ اور ہم منکروں کے لیے ایسا ہی کرتے ہیں۔ وَ اَوْدَتْهُمَا
 قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝ اور وارث کیا ہم نے ان کے سب اسباب کا دوسری قوم کو۔ جو بنی اسرائیل
 ہیں۔ یعنی فرعون اور اسکے تابعین کے ڈوبنے کے بعد ملک مصر بنی اسرائیل کے تصرف
 میں آیا اور سب املاک کا خدا سے تعالے نے انہیں وارث کیا۔ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمْ
 السَّمَاءُ وَ اَلْاَرْضُ وَ مَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ۝ پھر نہ رویا اوپر آسمان اور زمین او
 نہ ملی او نہ کو ڈھیل۔ یعنی ان کے ڈوبنے اور ہلاک ہونے کا کسی کو مطلق صدمہ نہیں ہوا۔
 اور نہ ان کو ایک دم کی مہلت ملی۔ گویا وہ کسی شمار میں نہ تھے لکھا ہے کہ جب کوئی مؤمن مرتا
 ہے تو آسمان و زمین اس کے لیے چالیس شبانہ روز روتے ہیں۔ اور حدیث میں وارد ہے
 کہ ہر بندے کے لیے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے اس کی روزی اُترتی ہے
 اور دوسرے سے اس کے اعمال بالا سے آسمان جاتے ہیں۔ پس جب وہ مرتا ہوا ہوتا تو
 دروازے اس کے لیے روتے ہیں اور جس زمین پر نماز پڑھتا تھا وہ بھی اس کے لیے روتی ہے
 اور آسمان کا رونا اس کے کناروں کی سرخی ہے۔ مگر چونکہ فرعون اور اسکے تابعین کے
 اعمال زمین ہی پر اچھے نہ تھے پھر آسمان پر کیا جاتے ایسے اون لوگوں پر زمین آسمان
 کوئی نہ رویا۔ وَلَقَدْ نَجَّیْنَا سَمِیْءَیْۤ اِسْرَآئِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمِیْمِیْنَ ۝ مِنْ
 فِرْعَوْنَ ؕ اور ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو رسوائی کے عذاب سے۔ جو فرعون کی
 طرف سے تھا۔ یعنی فرعون کی غلامی سے ان کو بچالیا۔ اور قتل اولاد کے صدمے سے
 محفوظ رکھا۔ اِنَّہٗ كَانَ عَلِیًّا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ۝ بیشک فرعون سرکش تھا اور

اتے تین بڑے رتبے کا سمجھنا تھا۔ وَلَقَدْ خُذْنَا مِيثَاقًا عَلَىٰ آلِ عَالَمِينَ ۝
اور انکو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے۔ یعنی حضرت موسیٰ اور مونا
بنی اسرائیل کو کیونکہ وہ اپنے زمانے میں اسی لائق تھے کہ اہل عالم پر برگزیدہ کیے جاتے
وَآتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهَا بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝ اور دین انکو نشانیاں جنہیں
بددھمی صریح۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں سے حضرت موسیٰ
کے ہاتھ سے انکو وہ وہ چیزیں دین جنہیں بڑی ظاہر امداد تھی جیسے دریا میں راستے
کا ظاہر ہونا اور نوح و سلویٰ کا آسمان سے اُترنا۔ اِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَكَيْفٌ كُفُّوا ۝ اِنْ
هِيَ اِلَّا مَوْثِقَاتُ الْاُولٰٓئِ وَمَا نَحْنُ بِمُشْرِقِينَ ۝ یہ لوگ کہتے ہیں اور کچھ نہیں
ہمارا یہی مزاح ہے پہلا اور پہلو پہر اوٹھنا نہیں۔ یعنی کفار قریش کہتے ہیں کہ ہمارا انجام کار
یہ دنیا کی پہلی موت ہے اس کے بعد نہ ہم اوٹھائے جائیں گے اور نہ زندہ کیے جائیں گے
فَاْتُوا بِآبَاتِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بھلا لے آؤ ہمارے باپ دادے اگر تم
سچے ہو۔ اس امر میں کہ موت کے بعد پہر اوٹھنا ہوگا۔ یہ اون لوگوں کا جاہلانہ اعتقاد
ہے کیونکہ جس بات کے لیے ایک وقت معین ہو چکا ہو گا ان کے کہنے سے قبل از وقت
بہ جانا کچھ ضرور ہی نہیں۔ پس وعدہ بعث جو حق تعالیٰ نے آخرت کے لیے کیا ہے اگر
دنیا میں نہ ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ اب حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جو ہمارے کلام سے منکر ہو
ہیں اور بعث کو نہیں مانتے تو اھل خیر اُمّ قوم نبیؐ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ
کیا یہ بہتر ہیں یا شیخ کی قوم۔ یعنی قریش کے لوگ چھ بن یاتبع حمیری کی قوم کہ وہ ایک
شکر جزیرہ پر بری شان و شوکت کا تھا۔ اور جو ان سے پہلے تھے جیسے عاد اور ثمود۔ پھر جب
اونوں نے نہ مانا اور ایمان نہ لائے تو اھلکلمہم اٰتھم کا نوا مجرمین ۝
ہم نے انکو کھا دیا وہ تھے گناہگار۔ یعنی انکو ہلاک کیا اور نیست و نابود کر ڈالا کیونکہ وہ
بھی بعث کے منکر تھے اور کفر کرتے تھے۔ لکھا ہے کہ تبع جبکہ نام سعد بن علی کا ہے کرتبا

مین کا بادشاہ تھا اور حمیرہ اوسى نے آباد کیا تھا جب وہ مدینے میں آیا تو اوسکے بیٹے
کو لوگوں نے مار ڈالا اوسنے اپنے بیٹے کے رنج و غم میں اہل مدینہ کے قتل کے لیے لشکر
جرا طیار کیا۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو بنی قریظہ کے دو عالم کعب اور اسد نامے اوسکے پاس گئے
اور کہا کہ آپ کا یہ قصد اچھا نہیں اسلئے کہ یہ وہ بزرگ مقام ہر جہاں حضرت نبی آخر الزمان
ہجرت فرمائیں گے علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت تعریف کی تیج حاصل
سکے اپنے ارادے سے باز رہا اور آتش پرستی ترک کر کے اون عالموں کے ہاتھ پر ایمان لایا
اور اہل کتاب کے کچھ لوگ نہراہ لے کے جانب مین روانہ ہوا۔ راستے میں ہزہل کے چند
شخصوں نے اوس سے کہا کہ مین ایک بہت بڑا خزانہ ہے تم اوسے کھود کے نکال لو۔
اور مطلب اون لوگوں کا یہ تھا کہ یہ بیت اللہ کے کھودنے کا ارادہ کر لیا تو ہلاک ہو گا۔ تیج
نے اہل کتاب سے یہ حال بیان کیا اونہوں نے اوسے سمجھایا کہ ہرگز ہرگز ایسا ارادہ نہ کرنا چاہیے
کہ تمام روئے زمین میں وہ مقام نہایت بزرگ ہر اور جو اوس سے بے ادبی اور گستاخی کا
ارادہ کرتا ہر فوراً ہلاک ہو تا ہے۔ بلکہ لازم ہے کہ وہاں جاؤ تو اوس مقام مبارک کا نہایت
اعزاز کرو پس تیج بیت اللہ شریف میں حاضر ہوا اور پوشش کعبہ شریف پر چڑھائی اور چھ
ہزار اونٹ قربانی کیے۔ پھر مین کی طرف چلا۔ اوسکی قوم یہ حال دیکھ کے اوس سے
پہر گئی۔ اور بغاوت پر کمر باندھی۔ تیج نے ہر چند خدا پرستی کی دلیلین پیش کیں مگر اونہوں نے
ایک نہ مانی اور کہنے لگے کہ ہم اس بات کا آگ مین امتحان کرینگے اور وہ امتحان یہ تھا کہ آگ
کوہ مین مین ایک آگ مشتعل تھی جب دو آدمیوں مین جھگڑا ہوتا تھا تو وہ دونوں آہٹیں
کو دہڑتے تھے سچا وہ مین سے سلامت نکل آتا تھا اور جھوٹا جل جاتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی
ہوا کہ جب اہل کتاب او مین گرے تو سلامت نکل آئے اور وہ سب گرتے ہی فی النار ہوئے
ارباب سیر کہتے ہیں کہ تیج نے ایک نامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لکھ کر شامل بیوی
کو دیا تھا کہ اگر تم نبی آخر الزمان کو پاؤ تو یہ نامہ اونکی خدمت مین پہنچا دو ورنہ اپنی اولاد کو

وصیت کرنا کہ او نہیں سے یکے بعد دیگرے جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو یہ نامہ آپ کی خدمت اقدس میں پہنچا دے۔ چنانچہ شامول کی اکیسویں پشت میں حضرت ابوبہ نصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور انھوں نے وہ نامہ آپ کے حضور میں پیش کیا اور اپنے تین بار فرمایا **مَرْجَا بِالْآخِرِ الصَّالِحِ** اور کھاہے کہ تیج آنحضرت پر سات سو برس پہلے آپ کی بعثت سے ایمان لایا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ قوم نوح کی ہلاکت اور ان کی جہالت بیان کر کے فرماتا ہے۔ **وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَذَابِنَا** اور نہیں بنایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے کھیلنے والا۔ بلکہ یہ سب حکمت کا مادہ سے بنائے گئے ہیں اور برکار نہیں چھوٹے جائیں گے۔ ثواب و عذاب اپنے اپنے کردار کے موافق پائینگے **مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ** اور نہیں بنایا ہم نے زمین و آسمان کے لوگوں کو مگر ایک ٹھیک کام کے لیے جو ثواب ہر فرمانبرداروں کے لیے اور عذاب نیکوں کے واسطے مگر بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ یعنی مشرکین اس غفلت میں پڑے ہیں کہ ہاری ظاہر نشانوں کو بھی دیکھ کر غور و فکر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ جو حکیم مطلق ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ **إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ** بیک فیصلے کا دن وعدہ ہے ان سب کا۔ یعنی روز قیامت انکی میعاد ہو اور دن سب آدمی جمع ہونگے اور حق باطل سے جدا ہوگا۔ اور وہ دن ایسا ہر کہ۔ **يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ** اگر امان دے گا اللہ ط جسدن کا منہ آئے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ اور نہ انکو مدد پونچے مگر جبر رحم کرے اللہ۔ یعنی وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی دوست یا عزیز آپس میں ایک دوسرے کو عذاب سے نہ بچا سیکے اور نہ اور کسی طرح کی مدد کر سیکے مگر وہ جبر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جیسے مومن کہ آپس میں ایک دوسرے کی شفاعت سے مدد کرینگے۔ **إِنَّ تَكْهُوَ**

عیش و آرام دیکھ کے خوش ہوں۔ کَذٰلِكَ فَتٰ اِیَّیْہِمْ اَیُّوْمَہُمْ اَیُّوْمَہُمْ اَیُّوْمَہُمْ اور کچھ
 تغیر و تبدل نہوگا۔ وَذَوِّجْنٰہُمْ بِمَحُوْرٍ عَیْنٍ ۝ اور بیاہ دین ہمنے اونکو گوریان
 بڑی آنکھوں والیان۔ اس میں اختلاف ہو کہ وہ حورین ہونگی یا دنیا کی عورتیں۔ یا سوا
 انکے۔ یَدْعُوْنَ فِیْہَا بِکُلِّ فَاکِہَۃٍ اٰمِنٰتٍ ۝ طلب کرینگے وہاں ہر ایک میو
 اطمینان سے۔ یعنی طرح طرح کے میوے بہشت کے منگوائینگے اور انکے ضرر و نقصان سے
 بالکل بے خوف ہونگے۔ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْہَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَ الْاَوَّلٰی ۚ یُخْلَعُوْنَ
 وہاں ذائقہ موت کا مگر پہلی موت جو دنیا میں چکھ چکے۔ یعنی دنیا ہی میں ہر زندے کے لیے
 موت ہو آخرت میں جنت کی جو زندگی ہے اس کے لیے موت نہیں۔ وَوَقَّہُمْ عَذَابَ
 الْجَحِیْمِ ۝ اور بچا لیا اونکو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کے عذاب سے اور دور کی اونے
 تکلیف۔ فَضَّلَاہُمْ مِّنْ رَّسٰلٰکَ ؕ فَضْلٌ مِّنْ رَّبِّکَ ۚ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے
 فضل سے اونکو سرفراز کیا ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ یہی جو بڑی مراد ملنی۔ یعنی
 عذاب سے بچنا اور حیات ابدی پانا بڑی مراد ملے گی فَاَتَمَّآ یَسْتَرْکِبُوْنَہٗ یَلْسٰنُکَ
 لَعَلَّہُمْ یَتَذٰکُرُوْنَ ۝ سو یہ قرآن ہمنے آسان کیا تیری بولی میں شاید وہ یاد
 رکھیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن پاک اپنے حبیب اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کی زبان مبارک میں نہایت آسان کر دیا کہ آپ کی قوم کے لوگ سمجھیں اور نصیحت
 پذیر ہوں اور آپ کے فرمان سے سر تابی نہ کریں بلکہ آپ کے احکام کی بجا آوری سے دین
 و دنیا میں اونکے لیے بہتری ہو۔ اور جو وہ نصیحت نہ مانیں فَاَذَقْنٰہُمُ النَّحْمَ
 مَرَّتَیْنِ ۝ اب تو راہ دیکھ وہ بھی راہ تکتے ہیں۔ یعنی آپ منظر پر سے اوس شو
 کے جو اونپر نازل ہوگی۔ اور وہ بھی منتظر ہیں اس کے کہ آپ پر کیا اترتا ہے۔ لیکن آپ کے
 لیے نصرت الہی ہو اور اونکے لیے عذاب سخت اور رویا ہی۔ دین دنیا میں غرابی اور رسوائی

فَتْح

تَفْسِيرُ سُورَةِ

سَرِّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْفَتْحِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَارْبَعٌ كَوْنًا

سورہ فتح مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اس میں اونتیس آیتیں ہیں اور پانسواڑٹھ کلمے اور دو ہزار پانسواڑٹھ حرف اور چار رکوع ہیں۔ اسکے فضائل میں لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سورت مجھے بہت محبوب ہے اور چنیرون سے جبرائیل انکلا یعنی جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے اس سب سے زیادہ تر محبوب آپ کے نزدیک یہ سورت شریف ہے۔ اور فرمایا آپ نے کہ جس نے پڑھی یہ سورت پس وہ ساتھ ہوا اور لوگوں کے جو بیعت الرضوان میں داخل تھے۔ اسکے شان نزول میں لکھا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے چھ برس بعد خواب میں دیکھا کہ بیت اللہ میں تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کیا۔ پس آپ نے تکتے جانے کا ارادہ کیا اور مدینے سے باہر تشریف لا کر احرام عمرے کا باندھا۔ پندرہ سو آدمی اور ستر اونٹ قربانی کے لیے ہمراہ لے کے پیر کے روز غرہ ذلیقعدہ کو جانب بیت اللہ روانہ ہوئے۔ قریش آپ کے سخت دشمن تھے یہ خبر سنتے ہی بہت سے آدمی جمع کر کے لڑنے کے لیے شہر کے باہر آپڑے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر پہنچے جہاں سے بیت اللہ شریف نظر آتا تھا تو آپ کی سواری

کی اونٹنی بیٹھ گئی اور کسی طور سے نہ اٹھی جب حضرت نے قسم کھائی کہ میں کعبہ کا ادب ضرور رکھوں گا اگرچہ قریش مجھے پریشان کریں تب اونٹنی اٹھی آپ اودھڑے پہرے کے حدیبیہ کے میدان میں اترے۔ کفار مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو حال دریافت کرنے کے لیے آپ کے پاس بھیجا اوسنے حاضر ہو کے معلوم کیا کہ آپ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ صرف زیارت کے لیے تشریف لائے ہیں۔ اس پر بھی آنحضرت کے حرم میں تشریف لیجانے پر وہ لوگ راضی نہ ہوئے تب آپ نے حضرت عثمان کو اوسکے پاس بھیجا اور حضرت عثمان کی شہادت کی جھوٹی خبر مشہور ہوئی۔ آپ اس خبر سے نہایت منہموم ہوئے اور تمام صحابہ نے جو وہاں حاضر مرنے پر آپ سے بیعت کی جب کا بیان آگے آتا ہے اسی کو بیعتہ الرضوان کہتے ہیں جب کفار نے بیعت کے حال سے خبردار ہوئے تو توبت گہرائے اور سہیل بن عمرو کو آپ کے پاس بھیجا آخر صلح ہوئی لیکن اوس سال عمرہ نکرانے دیا اور یہ شرط قرار پائی کہ دس برس تک لڑائی نہ ہو ایک دوسرے سے اس عرصے میں مزاحمت نہ کرے اور آئندہ سال مسلمان اگر عمرہ قضا کریں۔ بہت صحابہ اس صلح سے منہموم ہوئے پہر آپ نے حدیبیہ میں سر مبارک سے بال جدا کرائے اور کچھ اونٹ و مین قربانی کیے اور کچھ نہانیہ اسلامی کے ساتھ بیت اللہ میں بھیجے کہ وہاں قربانی کر کے فقرا اور غریب کو تقسیم کیے جائیں اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اُسی مقام پر قربانیاں کیں اور بال ترشوائے۔ میں روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مراجعت فرمائی راستے میں ایک شب یہ سورت شریف آپ پر نازل ہوئی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ آج چھپڑہ سورت نازل ہوئی جو جسے میں تمام مالم کی چیزوں سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ بعد اسکے آپ نے سورہ فتح صحابہ کو پڑھکر سنائی اور مبارکباد دی اور صحابہ نے آپ کو مبارکباد دی۔ اور وہ سورت شریف یہ ہے۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۝

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ قریش سے جو ابتدا ہے بہت سی فتون کی۔ جسے خبر اور فک وغیرہ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ

فتح کر دیا آپ کے لیے شہر مکہ۔ کیونکہ جب صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا مکہ ہمارے لیے فتح کر دیا گیا آپ نے فرمایا ہاں۔ پس اللہ تعالیٰ آپ کو اس فتح میں کی خوشخبری دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ بخشش مانگیے اپنے رب سے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تمام گناہوں کو بخش دے جو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔ میں جو پہلے اُترنے اس آیت کے ہوئے اور جو بعد اس کے رہے۔ اور امام ابو الیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گزشتہ گناہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا تھی اور آئندہ گنا آپ کی امت کے جرائم میں خطا ہے آدم علیہ السلام آپ کی برکت سے معاف ہوئی اور امت کے گناہ آپ کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔ اور حضرت آدم کے گناہ کی اضافت آپ کی طرف اس واسطے ہے کہ وقت خطا ہے آدم آپ اور انکی پشت میں تھے اور امت کے گناہوں کی اسناد ایسے ہے کہ آپ اس کے پیشوا اور رہنما ہیں۔ چنانچہ کیا خوب فرمایا ہے حضرت رافضی مصنف تفسیر مجد دی نے

ہم سراسر خطا کے سالک ہیں	آپ لیکن ہمارے مالک ہیں
ہم مولیٰ ہیں آپ ہیں مولے	کیونکہ اسناد ہوا دھر اولے

اور یہ بات سوائے آپ کے اللہ تعالیٰ نے کسی بندے کے حق میں نہیں فرمائی کہ اگلے پچھلے گناہ بخشے کیونکہ امین بخون کر دینا ہے۔ وَيَكُونُ وَعْدُهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صَوَابًا مُّسْتَقِيمًا ۝ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان اور جلاوسے تجھ کو سیدھی راہ۔ میں اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بہت سے ملک فتح کر کے بادیں اسلام کو ترقی دے گا آپ کی شفاعت قبول فرما کرے آپ پر اپنی نعمت تمام کرے اور راہ راست پر آپ کو ثابت قدم رکھے۔ وَيُخَوِّذُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا ۝ اور مدد کرے تجھ کو اللہ بزرگ دست و جبین عزت ہوا درخلافوں پر غلبہ تاکہ آپ سب پر غالب ہو جائیں۔ لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے پس اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا۔ هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ۔ وہی جو جسے اُتار چاہیں دل میں ایمان والوں کے۔ اور سکین دی او کو

لِيُكَفِّرَ دُؤْلَ الْإِيمَانِ مَعَ إِيْمَانِهِمْ کہ اور بڑے اور نکو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ
 بنے اور نیکو ایمان اور زیادہ ہو۔ وَلِلّٰهِ جُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اور اللہ کے لیے
 ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے۔ بنے فرشتے آسمانی لشکر ہیں اور دیندار مجاہد زمینی
 لشکر ہیں۔ پس ایمان والوں کو کہ وہ پرگار جبکہ لشکر زمین و آسمان میں ہیں مکو بہت بڑی
 مدد دیگا اور دشمنوں کے ہاتھ نہ پھوٹے گیگا وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ اور اللہ بخبردار
 حکمت والا خلق کی مصلحتوں سے واقف کہ ہر کام حکمت سے کرتا ہے جسے تسکین دینی منوں
 کے داون کو لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مَا يَنْجَاهُ اِيْمَانِ وَالْاِيْمَانِ مردوں
 اور ایمان والی عورتوں کو دین میں مضبوط ہونے کے باعث جنتِ تجرّیٰ مَن تَجَرَّعَا
 الْكَفْرَ باغوں میں جسکے نیچے بہتی ہیں نہرنِ خلدینِ فِدْحَا ہمیشہ رہیں گے اُمین
 وَيُكَفِّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ اور اوتارے اونسے اونکی بُرائیاں۔ جنت میں جانے سے
 پہلے تاکہ پاک و صاف داخل جنت ہوں۔ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْقَ نَازِلٍ
 عَظِيمٍ ۝ اور یہ ہے اللہ کے بیان بڑی مراد ملنی۔ بنے نیچ و غم سے رانی اپنا اور ہمیشہ
 کیے جنت میں رہنا بہت بڑی مراد ملتا ہے وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
 اور تا عذاب کرے وہاں مرد و نکو اور عورتوں کو جو دین میں ہیں وَالْمُشْرِكِينَ
 وَالْمُشْرِكَاتِ اور شرک مردوں اور عورتوں کو جو کہ دین میں ہیں الظَّالِمِينَ بِاللّٰهِ
 فَالْحَقُّ السَّيِّئُ کہ گمان کرتے ہیں اللہ کے ساتھ بُرا گمان۔ وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم مدینہ سے جانب بیت اللہ روانہ ہونے لگے تو منافق بہانے کر کے پیٹھ رہے
 اور دلیہن سوچا کہ یہ لڑائی میں تباہ ہونگے کیونکہ وطن سے دور ہیں فوج قلیل ہے اور
 دشمنوں کا ملک ہو پس انکے ساتھ جانا اچھا نہیں اور کہے کے مشرکوں نے یہ سوچا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم بیان عمرے گئے بہانے سے آئے ہیں اور جاتے ہیں کہ دغا سے
 شہر مکہ لے لیں لہذا انکے خیالات سب لغو تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحیح و سلا

مرنے میں تشریف لے گئے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عَلَیْكُمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۝
 اور نصیب پر پڑے پیر مصیبت کا۔ یعنی ان بدگمانوں کے لیے برہمی گردش ہو اور یہی مثلوا
 ہونگے۔ وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَیْكُمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۝ اور غصہ ہوا اللہ
 اور نیر اور او کو پھکارا اور رکھی اونکے واسطے دوزخ۔ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ اور بری
 جگہ پونچے۔ یعنی اونکے پر جانے کی بت بری جگہ ہے دوزخ۔ وَلِلَّهِ جُودُ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ ۝ اور اللہ کے لیے مہین لشکر آسمانوں کے اور زمین کے جو اسکی ملک میں اور
 وہ سب کا مالک ہے اس آیت کی تکرار اسلئے ہو کہ ایماندار اللہ تعالیٰ کی مدد کے امیدوار رہیں
 اور شرک و منافق اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا
 حَكِيمًا ۝ اور ہے اللہ ببردست حکمت والا۔ کہ اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔
 إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ ہنے تجکو بھیجا احوال بتانے والا
 اپنی امت کے قول و فعل کا اور خوشخبری دینے والا اور لوگوں کو جنگے دلوں پر شکنیں آنری
 اور ڈرانے والا بدگمانوں کے لیے پس کہہ دے اپنی امت سے کہ یہ خوشی اور ڈرنا میرا اسلئے
 ہوتا ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ کہ ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر۔ صدق ہے
 وَتُخَرِّجُهُمْ قَوْمًا وَتُؤَيِّرُهُمْ قَوْمًا ۝ اور اسکی مدد کر دین کے بڑھانے میں اور اسکا ادب کھو
 بجا آوری احکام میں۔ وَتُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ اور تسبیح کرو اللہ کی صبح اور شام
 تقابیر میں وارد ہو کہ تُوَیِّرُهُمْ قَوْمًا وَتُؤَيِّرُهُمْ قَوْمًا ۝ غمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے راجع ہے
 یعنی آپ کی مدد اور تغیم کر داسلئے کہ آپ کی تغیم و توقیر دراصل اللہ تعالیٰ کی تغیم ہے کیونکہ اسی
 کے حکم سے ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۝ إِنَّمَا يَبْعَثُ اللَّهُ جُودًا ۝
 ملاتے ہیں تجھے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔ یعنی جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم سے بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کی مراد اس سے بیعت الرضوان ہے
 جو صمیمہ میں واقع ہوئی اور حکایان آگے آتا ہے۔ يَكُنِ اللَّهُ فَوْقَ آيَاتِهِ صَاحِبُ السُّرُورِ ۝

ہاتھ ہے اونکے ہاتھ پر یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم بیت کے وقت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کپڑے تھے اور یہ اللہ اونکے ہاتھوں پر تھا۔ فَمَنْ تَلَّكَ فَإِنَّمَا يَكْنُكُ عَلَى نَفْسِهِ پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے بُرے کو۔ یعنی ضرر پائیگا۔ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْكَ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيَهُ أَجْرًا عَظِيمًا اور جو کوئی پورا کرے اسے جبر اقرار کیا ہے اللہ سے تو جلد دیگا اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا اجر آخرت میں یعنی بشت۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے سے جانب بیت اللہ عمرے کے قصد سے روانہ ہونے لگے تو اپنے عرب کے بعض ذہاتی قبیلوں کو لکھا کہ ہمارے ساتھ تم بھی اس سفر میں شریک ہو مگر وہ قریش کی لڑائی کے ڈر سے کنارہ کش ہوئے اور ہمارے رہ گئے اور عین کی نسبت حق تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے کہ جب آپ مدینے پہنچیں گے سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلْفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلْنَا أَمْوَالَنَا وَأَهْلًا نَا فَاسْتَعْفِرْ لَنَا اب کہیں گے تجھ کو پیچھے رہنے والے گنوار ہم گئے رہ گئے اپنے مالوں اور گروں میں سو ہمارا گناہ بخشو۔ یعنی ہم اسوجہ سے بیان رہ گئے کہ مجبور تھے اگر جاتے ہمارے مال تباہ ہو جاتے اور ہماری اولاد میں اور گروا لے پریشان ہوتے۔ پس ہمارے لیے دعا مغفرت فرمائیے کہ ہم سے خطا ہوئی ہے۔ اور یہ اونکی ظاہری باتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ تو عظام النبویہ پر وہ فرماتا ہے يَقُولُونَ بِاللَّيْسَتُمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ کہتے ہیں اپنی زبان سے جو نہیں انکے دلوں میں۔ یعنی یہ ظاہری عذر و معذرت جو دلیں انفرک نہیں قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا تو کہہ کا کچھ چلتا ہے اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تبیر تعلیم پائیچاہے تمہارا فائدہ۔ یعنی کون ہے جو بچالے تمکو اللہ کے ارادے سے اگر وہ تبیر غدا کرنا یا تمہیں مغلوب کرنا چاہے یا تمہیں فائدہ پہنچانا اور نصرت و دولت دینا چاہے۔ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝ مجاہد اللہ ہے تمہارے کام سے خبردار۔ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ مال و اولاد کا صرف تھے

ظاہری بہانہ کر لیا تھا اور نہ تم تو ادھر ہی خیال سے آنحضرتؐ کے ساتھ نہ گئے اور پیچھے رہ گئے۔
بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَّنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا
 کوئی نہیں تم نے خیال کیا تھا کہ پھر کرنا آئیگا رسول اور مسلمان اپنے گھر کہیں۔ میں تم کو جانتے
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان اس سفر سے اپنے گھر میں پھر کے نہ آئیں گے بلکہ کافروں
 کے ہاتھ سے مارے جائیں گے اور تباہ ہو گئے **وَذُنِّبْنَا لَكَ فِي قُلُوبِكُمْ** اور بھلا نظر آیا
 تمہارے دلیں یہ۔ خیال کہ نہایت مستحکم ہو گیا۔ **وَوَضَعْنَاكَ مَحْطَةً السَّوْءِ** اور گمان کیا
 تھا تھے برا گمان کہ دین اسلام مٹ جائیگا اور مسلمان نیست نابود ہو جائیں گے۔ **وَكُنْتُمْ**
قَوْمًا بُورًا ○ اور تم لوگ تھے کھینے والے۔ ہلاک ہونے والے اس بد گمان سے۔
وَمَنْ لَّيُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ○
 اور جو یقین نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر تو ہم نے رکھی ہے منکروں کے واسطے جہنمی
 آگ۔ میں منکروں کے لیے دوزخ جو **لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** اور اللہ
 کے لیے ہر آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور سب اوسی کے اختیار میں ہو **يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ** خدا بخشتا ہے بڑے بڑے گناہ جسکے لیے چاہتا ہے اور
 عذاب کرتا ہے چھوٹے چھوٹے گناہوں پر جسکے لیے چاہتا ہے۔ **وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا**
رَحِيمًا ○ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔ توبہ کرنے والوں کے لیے۔ **سَيَقُولُ**
لَكَ الْخَافُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِلِكُمْ لَتَأْخُذُوا هَٰذَا زُرًّا تَبِعَاكُمْ
 اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے جب چلو گے غمیتین لینے کو چھوڑ دو ہم چلیں گے تمہارے
 ساتھ۔ میں وہ لوگ جو سفر حدیبیہ میں بہانے کر کے پیٹھ رہے تھے اور آپ کے ساتھ نہیں گئے
 تھے فتح خیبر میں جب آپ جانے لگے تو کہیں گے ہکو سبھی اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے ساتھ
 چلیں۔ منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چھ برس ذیقعد کے مہینے میں حدیبیہ
 کے سفر سے واپس آئے اور ماہ محرم شہد میں خیبر کی طرف تشریف لے چلے تو آپ نے حکم دیا کہ جو

لوگ شہر مدینہ میں ہمارے ساتھ تھے وہی اس سفر میں بھی ہمراہ ہوں انکے سوا اور کوئی
 ہمارے ساتھ نہ چلے مخالفین جو مدینہ نہیں گئے تھے یہ حکم سنکے کہنے لگے کہ ہمیں بھی اجازت
 دیجئے تاکہ ہم بھی آپکے ہمراہ خیر چلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہر یسید و ن آن یکدل لوم
 کلام اللہ پڑھتے ہیں کہ بد لین اللہ کا کہا۔ یعنی یہ حکم کہ حاضرین مدینہ کے سوا کوئی خیر
 میں نجاتے قل لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۚ تو کہ تم ہمارے ساتھ
 نہ چلو گے یونہی کہ دیا اللہ نے پہلے سے۔ یعنی ہمارے ساتھ نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
 میرے میں پہنچنے سے پہلے ہی فرمادیا ہر۔ فَسَيَقُولُونَ بَلْ لَحْزَنٌ قَدْ فُتِنَا
 ہر اب کہیں گے نہیں تم چلتے ہو ہمارے پہلے سے۔ یعنی یہ خدا کا حکم نہیں ہر بلکہ تم ہم سے
 حسد کرتے ہو کیونکہ ہم کو اپنے ساتھ مال غنیمت لینے میں شریک نہیں کرنا چاہتے۔ اور دراصل
 یہ بات نہیں جو وہ کہتے ہیں بَلْ كَاؤُكُمْ لَا يَقْضِيهِمْ وَلَا فَلَآ ۝ کوئی نہیں پر وہ
 نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا سینے انکو سوا بے طمع دنیا کے اور کچھ سمجھ نہیں۔ قُلْ لِلْخَلْفِينَ
 مِنَ الْأَعْمَارِ سُدٌّ عَيْنٍ إِلَىٰ قَوْمٍ أُورِثُوا بَاسٍ شَدِيدٍ تَقَاتِلُوهُمْ فَهُمْ
 أَوْ يُسْلَمُونَ ۚ کہہ بے پیچھے رہ گئے گنواروں کو آگے حکم بلائیں گے ایک لوگوں
 پر بڑے سخت لڑنے والے تم اونے لڑو گے یا وہ مسلمان ہونگے۔ یعنی تمکو بڑے لڑنے
 والے لوں سے قتال کرنے کے لیے بلائیں گے کہ تم انکو قتل کرو یا وہ مسلمان ہوں
 مراد اس سے فارس کے لوگ ہیں جنکی سلطنت ہمیشہ موجود رہی آخر حضرت عمر اور حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں فتح ہوئی اور کچھ لوگ بے لڑے مسلمان ہوئے اور
 وہاں سے بہت غنیمتیں ہاتھ آئیں فَإِنْ طَطِيعُوا أَمْرًا فَإِنَّ اللَّهَ أَجْرًا حَسَنًا ۚ ہر
 اگر حکم مانو گے دیکھا کہ اللہ نیک ہے چاہے اگر تم اطاعت کرو گے اسکی جو تم کو اولوں
 سے لڑنے کے لیے بلائے گا تو اللہ تعالیٰ تمکو اجر یعنی دنیا میں غنیمت اور عقبیٰ میں جنت عطا
 فرمائے گا۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اور اگر پٹ جاو گے جیسے پٹ گئے تھے پہلی بار اردیکا نکلو ایک دکھ کی مار۔ یعنی اگر تم بلانے والے
 سے پر حائف گے اور اسکی اطاعت نہ کرو گے جیسا کہ سفر حدیبیہ میں کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں سخت
 عذاب میں مبتلا کرے گا۔ یہ وعید جو مخالفوں کے حق میں نازل ہوئی تو بچاڑے ضعیف اور
 کمزور مسلمان نہایت خائف ہوئے کہ ہم بھی ضعیفی اور زچاری سے جہاد میں شریک نہیں
 ہو سکتے ہیں دیکھئے ہمارا کیا حال ہوتا ہے حق تعالیٰ اور انکی تشفی اور تسکین کے لیے فرماتا ہے
 لَکِنَّ عَلَی الْأَعْمٰی حَوجٌ وَلَا عَلَی الْأَعْمٰی حَوجٌ وَلَا عَلَی الْمُرِیضِ حَوجٌ
 انہ سے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف۔ جہاد میں جانے کے لیے
 کیونکہ یہ لوگ معذور ہیں۔ وَمَنْ یُطِیعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ یُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرٰی
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا اسکو داخل
 کرے گا باغوں میں جنکے نیچے بہتی ندیاں۔ یعنی بہشت میں داخل کیے جائیگے اللہ اور رسول
 کے فرمانبردار۔ وَمَنْ یُتَوَلَّ یُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِیْمًا اور جو کوئی پٹ جائے خدا
 و رسول کے حکم سے عذاب کرے گا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب جو تمام ہونے والا نہیں اب
 اللہ تعالیٰ سبعت الرضوان کا حال بیان فرماتا ہے کہ جب آپ حدیبیہ میں تشریف لے گئے
 اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی جیسا کہ اس سے پہلے مفصل بنا
 ہو چکا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو بلایا اور وہ سب پندرہ سو بیس تھے پس
 آپ ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور ایک شاخ اس درخت کی جو آپکی پشت پر
 پڑ چکی تھی عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ نے کٹے ہو کر اٹھالی۔ اور صحابہ نے آپ سے
 بیعت کی اس بات پر کہ قریش سے لڑیں گے اور جانیں دیں گے اور ہرگز ہرگز نہ ہاگین گے
 اگرچہ مارے جائیں۔ پس آپ اون سے خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج تم بہترین اہل زمین ہو۔
 اور تم میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائیگا۔ اسی کا نام سبعت الرضوان ہے اسی لیے کہ حق تعالیٰ اس
 بیعت سے راضی ہوا جیسا کہ فرماتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ

يٰۤاَيُّهَا مَعْشَرَ الْبَشَرِ اِنَّهُ خَرَجَ لِلّٰهِ غَزْوٌ كَبِيرٌ فَسَبَّحُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الدِّيْنَ وَالْاٰمَانَ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْمَدِيْنَهَ الْيَمِيْنَةَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَرْشِ جِبْءٍ ثَقِيْلٍ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَرْشِ جِبْءٍ ثَقِيْلٍ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَرْشِ جِبْءٍ ثَقِيْلٍ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّكُمْ عَلٰى عَرْشِ جِبْءٍ ثَقِيْلٍ ۚ

گے مجھے اوس دشت کے نیچے جو حدیبیہ کے میدان میں مکے کے قریب تھا۔ فَعَلُوا مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ بِمَا جَاوَزَكُمُ الْوَلَدُ مِنْ تَحْتِهَا سَبَّحُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الدِّيْنَ وَالْاٰمَانَ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْمَدِيْنَهَ الْيَمِيْنَةَ ۚ پھر اوتارا اونپر جبین اور انعام دی اونکو ایک فتح نزدیک جو فتح خیبر ہے یا فتح مکہ۔ وَمَعَايِرُ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۚ اور دین اونکو اپنے فضل سے بہت غنیمتیں جنہیں وہ لیں گے۔ نقد و جنس باغ و رکاب وغیرہ سے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔ جو غلبہ دیتا ہے دوستوں کو اور مغلوب کرتا ہے دشمنوں کو۔ وَعَدَ اللّٰهُ مَعَايِرُ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۚ وعدہ دیا ہے تمکو اللہ نے بہت غنیمتوں کا کہ تم اونکو لو گے۔ روم اور فارس وغیرہ سے فَجَبَلْ لَّكُمْ هٰذَا سَوْتَابٌ مَّادِيْ تَمْكُوْبِہٖ ۚ فتح خیبر اور اسکی غنیمتیں۔ وَكَفَّتْ اَيْدِي النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ اور روکے لوگوں کے ہاتھ تھے۔ یعنی لڑنے نہ دیا اہل خیبر کو وَلَيَتَكُوْنَنَّ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۚ اور تاکا ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے۔

میں نے ان غنیمتوں کے ملنے سے اللہ اور اس کے رسول کے وعدے کی سچائی تمہارے دلوں میں ثابت ہوا اور تمہارا دین و یقین زیادہ ہونے کے لیے یہ بھی ایک نشانی ہو۔ وَيَعْدِيْكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ اور چلا دے تمکو سیدھی راہ۔ جو شاہ راہ توکل ہے۔ لکھا ہو کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ سے واپس آئے تو بوجہ وعدہ و اناہم فتحاً قرعہا آپ نے جنگ خیبر کی طیاری کی اور ایک ہزار چار سو آدمی ہمراہ لے کے چلے صبح کے وقت اور مکے قلعوں کے قریب پونچے اور وہ اپنے دل اور ہواؤں سے لیے ہوئے گھینٹوں اور باغوں کی طرف جا رہے تھے جو بنین لشکر کے لوگ نظر پڑے قسم کھا کے کہنے لگے کہ حضرت محمد کا لشکر آ پونچا۔ اور اپنے قلعوں کی طرف بھاگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا اب ہوا خیبر اور مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا اور پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا پھر انطاط اور شق۔ بعد

اوسکے بیوہ صعب بن معاذ کے قلعے میں جمع ہوئے وہاں بہت لڑائی ہوئی آخر مسلمانوں نے اوس قلعے کو بھی فتح کیا اور وہاں سے بہت مال و اسباب ہاتھ آیا۔ پھر قلعہ قنوص کا محاصرہ کیا وہ قلعہ نہایت مستحکم تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ در دوسرے کے سوار ہو سکتے تھے آخر وہاں سخت لڑائی ہوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اوسے فتح کیا اور سب خیمہ بکری مارا اور قلعہ مذکور کا آہنی دروازہ اوکھاڑ کے اپنے اپنے لیے سپر کیا۔ یہودی پناہ مانگی اور مال و اسباب بیشمار صحابہ کے ہاتھ آیا اور وہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا تھا لیکن بکری کا بچہ بھونا ہوا جس میں زہر آمیز تھا بول اٹھا کہ یا حضرت آپ مجھے نہ فوش فرمائیے اسلئے کہ مجھے میں زہر ملا ہوا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرما کہ یہ فتح غنیمتیں تھیں پائین و اُخریٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اذ فتحون و غنیمتون کا تم سے وعدہ فرمایا ہے لیکن ابھی تم اوپر قادر نہیں ہو اور نہ اونہیں جانتے ہو اور وہ سب اللہ کے علم میں ہیں مراد اس سے فارس و روم وغیرہ کی فتحیں اور غنیمتیں ہیں۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝ اور ہر اللہ ہر چیز کر سکتا۔ یعنی فتح دینا اور غنیمتیں عطا فرمانا سب اوس کے اختیار میں ہے وَكَوَفَّاكَ الْمَذِينِ كَفَرُوا وَلَوْ أَدْبَارُ ثَرْثَرًا لَاحِدُونَ وَلَيَأْكُلَنَّ الصَّيْدُ ۝ اور اگر اڑتے نمسے کافر تو پھرتے پیٹھ پر نہ پاتے کوئی حمایتی نہ مددگار۔ یعنی اگر صیدیہ میں کفار تمسے اڑتے تو شکست کھاتے اور کوئی اوز کا حامی و مددگار نہ ہوتا۔ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۝ رسم پڑی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی عادت رکھی جو اس سے پہلے گزری اور اسٹون میں کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر غالب رہے وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی رسم بدلتی۔ یعنی پروردگار عالم کی عادت کو کبھی تغیر و تبدل نہیں۔ بلکہ جو کچھ ازل میں مقرر ہو چکا ہے وہ ضرور ہی ہوگا۔ لکھا ہے کہ جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف رکھتے تھے تو اسی آدمی کے کہے کے بشگون ارسلے
 کے ارادے سے صبح کے وقت جبل تییم سے اترے مسلمانوں نے غلبہ کر کے اونھیں گرفتار
 کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اپنے اون سب کو آزاد کر دیا اور آیت
 اللہ تعالیٰ نے نازل کی۔ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنَّا كُفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنَّا كُفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنَّا
 بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ اور وہی ہے جس نے روک رکھے اونکے
 ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ اون سے بچ شہر کے کے پیچھے اس سے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیئے
 یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے کفار کے ہاتھ تم سے روکے یہاں تک کہ اونھوں نے
 صلح کر لی اور تمہارے ہاتھ اون سے روکے بعد اسکے کہ تم غالب ہو چکے تھے اون اسی ہوا دن
 پر جو بشگون ارسلے کے لیے آئے تھے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا اور
 اللہ جو کرتے ہو دیکھتا۔ یعنی تم جو کفار سے رضاے الہی کے لیے لڑتے ہو۔ یا اونہیں خیال تنظیم
 بیت اللہ چھوڑ دیتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ سب کام دیکھتا ہے اور تم کو اسکی بہتر جزا دیگا۔
 هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاصْبُوا وَكُفُّوا عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ مَعَكُومًا
 أَنْ يَبْلُغَ حِلَّةً وہی ہیں جنہوں نے انکار کیا اور روکا تم کو ادب والی مسجد سے اور نیاز
 کی قربانی کو بند پڑے کہ نہ پونچھے اپنی جگہ تک۔ یعنی چونکہ کفار قریش نے تم کو عمرے سے روکا
 اور قربانی کو ادسکے مقام یعنی منامک بخانے دیا اسوجہ سے وہ لائق ہلال و قتال کے تھے
 لیکن اون سونوں کے خیال سے جو کہ میں میں اس سال تم کو ادسکے قتال سے ہم باز
 رکھے ہیں۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُؤْمِنَاتٌ لَوُ تَعْلَمُوهُمْ أَنْ
 تَطَّوُّهُمْ فَتَصِيبَكُمْ مِنْهُمْ مَعْزٌ لَا يُغَيِّرُ عَلَیْکُمْ اور اگر نہ ہوتے کتنے مرد ایمان والے
 اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ تھا کہ اونکو پیس ڈالتے بہتر خبری
 پڑتی بے خبری سے۔ یعنی کہ میں بہتر مرد و عورتیں تعین جو پوشیدہ ایمان رکھتے تھے اور
 مشرکوں میں خوف سے بے بے رہتے تھے جنہیں تم نہیں جانتے تھے پس قتال کرنے

یہ خطرہ تھا کہ جو بے علمی کے تم اونکو ہلاک کر ڈالتے تو تمکو اونکی ہلاکت کا صدمہ ہوتا یا دیت
 دینی پڑتی۔ ایسے تمکو قتال سے روکا اور اونکی نگہبانی کی لَیْدًا خَلَّ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ
 مِنْ تَشَاوُعِهِ تاکہ داخل کرے اللہ اپنی رحمت میں جسکو چاہے۔ مراد رحمت سے دین اسلام
 یا نیکوئی تو فقیہین میں زیادتی ہو کوثر لَیْدًا خَلَّ اللَّهُ بِنَا الدِّينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَدَا بَا
 اَلِیْمًا اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم منکر و نپردہ کی مارے۔ ایسے اگر وہ
 مسلمان جو چپے ہوئے تھے کافروں سے علیحدہ ہوتے اور کئے میں نہوتے تو کافروں پر سخت
 عذاب آتا اَدْجَعَلَ الدِّینَ کَفَرُوا فِی قُلُوبِهِمْ اَحْمِیَّةً حَمِیْمَةً اَلْجَاهِلِیَّةِ
 جب رکھی منکروں نے اپنے دل میں کچھ نادانی کی ضد۔ یعنی یاد کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم جب کافروں نے ہا ملانہ ضد کی اور آپس میں کئے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے
 یاروں کو کئے میں نہ آنے دو کیونکہ اونہوں نے بدر اور احد میں ہمارے بھائیوں کو قتل کیا
 ہر فَانْزَلَ اللَّهُ سَکِیْنَتَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَعَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ پھر اتارا اللہ نے اپنی
 طرقت کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر کہ اونہوں نے مقابلہ نہ کیا اور صلح پر رضی
 ہوئے۔ لکھا ہر کہ سہیل بن عمرو نے جو صلحنامے کا باعث تھا صلحنامے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم
 لکھنے نہ دیا اور نہ اس بات پر راضی ہوا کہ کلمہ محمد رسول اللہ تحریر کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہر
 وَاَلَزَمَهُمْ کَلِمَةً اَلْتَّقْوٰی وَكَانُوا اٰحِبَّ اَہْلِهَا اور لگا رکھا اونکو
 ادب کی بات پر اور وہی تھے اونکے لائق اور اس کام کے۔ پسے ثابت رکھا اللہ تعالیٰ
 نے مومنوں کو تقویٰ کے کلمے پر جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے یا کلمہ شہادت اور مومن اس
 کلمے کے بت سزاوار اور لائق ہیں۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور ہے
 اللہ ہر چیز سے خبردار۔ لکھا ہے کہ حدیبیہ سے پہرنے کے بعد بعض صحابہ نے کہا کہ اگر
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کی تعبیر درست نہ ہوئی۔ کیونکہ نہ ہم طواف کر سکے اور نہ طعن
 و قصر کرنے پائے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل کی۔ لَقَدْ صَدَقَ

رَسُولُهُ الرَّسُولُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ لَكَ الْخُلُقَ إِلَّا الْخَيْرَ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُ وَالْغَيْبُ أَعْلَمُ بِمَا تُفْكِرُ فِي السُّبُحِ
 سے اس سال تاخیر کر دی اور آئندہ سال لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْأَحْزَامَ الْبَيْتِ الْمَقْدِسِ
 ہو رہے اور اب والی مسجد میں۔ اِنْ شَاءَ اللَّهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوسَكُمْ وَ
 مُقَصِّرِيْنَ اَكْفَانَكُمْ اِذَا كُنْتُمْ فِي الْمَسْجِدِ اَوْ فِي الْبَيْتِ اَوْ فِي الْمَدِينَةِ اَوْ فِي السُّبُحِ
 کترتے بے خطرے۔ یعنی بعضے سرسند وائیں گے اور بعضے بال کتر وائیں گے اور اس
 چین سے بے خوف خانہ کعبہ میں داخل ہونگے۔ فَعَلِمَا لَوْ تَعْلَمُوْا فَعَمَلُكُمْ
 دُوْنِ ذٰلِكَ فَتَحٰ اَقْرَبِيَّا ۝ پہر جانا جو تم نہیں جانتے تھے پہر ٹھیرادی اس سے
 پہلے ایک فتح نزدیک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے عمرے کی تاخیر مناسب
 جانی اور تم اس حکمت سے آگاہ نہ تھے۔ پس پہلے اس سے کہ تم عمرہ قضا کرنے کے
 لیے بیت اللہ جاؤ تمہیں ایک فتح نزدیک یعنی فتح خبیر مرحمت کی تاکہ عمرے کی تاخیر کا
 رنج تمہارے دلوں سے دور ہو اور فتح پانے سے خوش و خرم ہو۔ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ
 رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنٍ اَحَقَّ لِیُظْهِرَهُ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّهِ ۝ وہی ہے جس نے
 بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے۔ یعنی اللہ تعالیٰ
 نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کی ہدایت کے واسطے دین اسلام کے ساتھ بھیجا تا
 کہ غالب کر دے اس میں کو سب یون پر جو دین حق ہو اسے منسوخ کرے اور جو باطل
 ہو اسے دور کر دے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ بات عیسیٰ علیہ السلام کے اُترنے کے
 وقت ہو گی۔ اور سب ادیان باطل ہو کے صرف ایک دین اسلام رہ جائیگا۔ وَكَفَى
 بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا۔ اور گواہ آپ کی نبوت پر۔ پس آپ
 سہیل کے اس مر سے کہ وہ صلحنامے پر محمد رسول اللہ لکھنے نہیں دیتا ہے بلکہ کہتا ہے
 کہ محمد بن عبد اللہ لکھا جائے کچھ مال نفرائے کیونکہ ہم تو کہتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ
 محمد رسول اللہ کے۔ بہر حق وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشْهَادٌ عَلٰی الْكُفٰرِ رَحْمٰةٌ

بیکسہ اور جو ان کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل میں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ۔ **تَوَابِعُ حُرٍّ لِّغُلَامٍ مَّجْدَلٍ** اتف تو دیکھئے او کو رکوع میں اور سجدے میں۔ انہو میں مشغول۔ لکھا ہے کہ یہ سب تفریقین صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ اور چاروں صحابہ کی طرف ایک خاص اشارہ ہے۔ چنانچہ **وَالَّذِينَ مَعَهُ** حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہو کہ آپ رفیق غارتھے اور **أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ہو کہ آپ کافروں اور مشرکوں سے سختی پیش آتے تھے اور **رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ** حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں ہو کہ آپ کاظم اور حیا اور وفا مشہور ہو اور **رُكَّاعًا مُّجْتَدِئِينَ** حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہو کہ آپ طاعت اور عبادت میں نہایت مشغول رہتے تھے **يَسْتَعِينُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا مِّنْهُ** وہ اپنے اللہ کا فضل اور اس کی خوشی۔ یعنی چاہتے ہیں یہ بزرگ ثواب کی زیادتی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی۔ **سَيَمْلِكُونِیْ وَجْہِیْ** میں ان کے اثر سے۔ یعنی ناز کے اثر سے ان بزرگوں کی پیشانیان نورانی ہو رہی تھیں۔ اور چہرے مبارک مثل چاند کے تابان اور درخشان تھے۔

نورانی چہرہ ہوئے نہ کیونکر ناز سے راضی وہ بے نیاز ہے دیکھئے نیاز سے

ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ عہدہ یہ کماوت ادنیٰ ہے توریت میں۔ یعنی یہ تعریف جو بیان ہوئی توریت میں بھی اسی طرح لکھی ہے اور توریت وہ کتاب آسمانی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ **وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ** اور کماوت ادنیٰ انجیل میں یعنی ان صفات مذکورہ کے ساتھ ان کا ذکر کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی انجیل میں بھی ہے۔ یا توریت اور انجیل میں ان کا ذکر مبارک اس طور سے ہے **كَذَرِعٍ أَخْرَجَ شَطَاہٗ** جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا۔ یعنی جیسے کھیتی میں پہلے اکھوا پھوٹا ہے پھر ایک شاخ نکلتی ہے **فَاذْرَاہُ** پھر اس کی کر مضبوط کی۔ یعنی وہ شاخ مضبوط

اور استوار ہوئی قَاسَتْخَلْظًا فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ پیر موٹا ہوا پیر کڑا ہوا اپنی
نعل پر۔ یعنی پیر وہ شاخ موٹی ہو جاتی ہے اور سیدھی اپنی جڑ پر قائم ہوتی ہے۔ خلاصہ
یہ کہ پہلے بیج بویا جاتا ہے پھر اوس سے اکھوا نکلتا ہے پیر وہ نرم گھاس ہوتی ہے
اور رفتہ رفتہ درخت ہو جاتا ہے یُعِجِبُ الزَّاهِرُ خُوش لگتا کھیتی والوں کو۔ یعنی
کھیتی کرنے والے اوس کا پھیکنا اور بڑھنا اور سر سبز و شاداب درخت ہو جانا دیکھ
کے خوش ہوتے اور تعجب کرتے ہیں۔ یہ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ
رضی اللہ عنہم کی ہے کہ پہلے اسلام بہت ضعیف تھا اور رفتہ رفتہ اوسنے قوت پکڑی
روز بروز بڑھنے لگا پھر مثل ایک درخت کے قائم اور استوار ہوا اور اہل عالم اوسے
دیکھ کے تعجب کرنے لگے۔ حق تعالیٰ نے دین اسلام کی یہ مثل بیان فرمائی۔
لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ مانا جلاوے اوسنے جی کافروں کا۔ یعنی کافریہ حال سکے
اور دین اسلام کی قوت دیکھ کے جلنے لگیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے
پر غصہ کھائیں اور مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کے اپنے دلوں بیچ ونا دکھا کھا کے بھانپ
کھا ہے کہ یہ آیت صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کی شان میں ہے پس جو شخص اسے
دشمنی رکھے گا یا غصے ہو گا وہ کفار میں داخل ہو گا۔ نُوْزِلَ اِلَيْهِمْ وَعَدَ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا
وعدہ دیا ہے اللہ نے انہیں سے جو یقین لائے ہیں اور کیے ہیں اپنے فضل و کرم
اور بڑے نیگ کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے
جو ایمان لائے ہیں اور انھوں نے اچھے عمل کیے ہیں اس بات کا کہ اپنے فضل و کرم
سے ان کے گناہوں کو بخشدیگا اور انکو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ بعض
مفسرین نے لکھا ہے کہ بیان مراد اچھے عملوں سے صحابہ کی محبت ہے فقط

تفسیر سورۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ وَمِنْ آيَاتِهَا وَتِلْكَ لَآكُمَايَاتُ

سورہ نجم کے مین اُترتی اس میں بائیس آیتیں اور تین سو پینسٹھ کلمے اور گیارہ سو پینسٹھ اکیس حرف اور تین رکوع ہیں۔ اس کے شان نزول میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علانیہ طور پر دعوت اسلام شروع کی تو مشرک آپ کو طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضرت محمد اپنے باپ زادہ کے دین سے پر گئے اور معاذ اللہ آپ نے خطا کی حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ ۝ قسم ہے تارے کی جب گرے۔ یعنی دُور غروب ہو۔ اس سے سب تارے مراد ہیں۔ یا وہ جو وقت ولادت با سعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین سے قریب ہو گئے تھے یا اور تارے مفسرین نے اس کی بہت تفصیل کی ہے۔ اور محققین لکھتے ہیں کہ مراد تارے سے آپ کا قلب شریف ہو جو فلک توحید پر اسوئی سے منقطع ہوا ہے۔ پس حق تعالیٰ آپ کے دل کی قسم کی کہ فرماتا ہے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ بہکانیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا۔ اپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ بکے ہیں اور نہ گمراہ ہوئے ہیں وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے۔ یعنی آپ اپنے

نفس کی خواہش سے کلام نہیں فرماتے اور نہ آپ کا کلام باطل ہے بلکہ آپ کا کلام فرما
قرآن کے ساتھ ہے اپنی طبیعت سے ہرگز نہیں اِنْ هُوَ اِلَّا قَوْلُ يٰٰيُحْيٰی ۚ یہ تعظیم
ہی جو پہنچتا ہے۔ یعنی آپ کا کلام وحی ہی جو اللہ تعالیٰ آپ پر بھیجا اور عَلٰی شِدَّةٍ اِلَیْقَیْہِ
ذُو مِرَّةٍ ۙ اُو سکو سکھا یا سخت قولوں والے زور آورنے۔ یعنی یہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بڑی قوت اور درود اور فتنے نے سکھائی اور وہی آپ کے پاس لایا۔ یعنی جبریل علیہ السلام کی
ادنی قوت یہ ہو کہ اوکی ایک آواز سے تمام قوم ٹوٹ دے۔ اور وہ نہایت خوبصورت ہیں۔
فَاَسْتَوٰی ۙ پہر سیدھا کھڑا ہوا۔ وہ فرشتہ۔ یعنی جبریل علیہ السلام جس کام پر آیا ہوتا ہے
اوسکی تعمیل کے لیے قائم ہو گئے۔ یا اپنی صورت اصلی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو نظر پڑے۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۙ اور وہ تھا اوپنچے کنارے پر آسمان کے
یعنی جبریل علیہ السلام مطلع آفتاب کے قریب تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو
دیکھا اور سوائے آپ کے کسی نے جبریل علیہ السلام کو ملکی صورت پر نہیں دیکھا۔ ہاں آپ نے
دوبار دیکھا۔ اور پہلی مرتبہ دیکھتے ہی بیہوش ہو گئے جب بیہوش میں آئے تو جبریل علیہ
السلام کو اپنے پاس کھڑے ہوئے دیکھا اسطور سے کہ ایک ہاتھ اونکا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سینہ مبارک تھا اور ایک آپ کے شانے پر۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اسی
بات کی خبر دیتا ہے کہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَكٰی ۙ پہر نزدیک ہوا اور ٹک آیا۔ یعنی جبریل
علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور آپ سے باتیں کرنے کے لیے
سر جھکا یا فَمَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ ۙ اَوْ اَدْنٰی ۙ پس رہ گیا فرق دو کمان کے برابر
یا اس سے بھی نزدیک۔ یعنی جبریل علیہ السلام اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
درمیان دو کمانوں کے برابر سے ہی کم فاصلہ تھا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا
اَوْحٰی ۙ پہر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا۔ یعنی ظاہر کر دیا جبریل علیہ السلام
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور بعضوں نے لکھا ہے

کہ غم دنی کے سنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از رو سے مرتبہ مقرب بارگاہ آبی ہوئے۔ فقہ کی بیٹے آپ نے فروتنی سے سجدہ کیا۔ لکن قَابِ تَوْسَلِیْنِ اَوْ اَدْنٰی پس پونچے بہت نزدیک بمقدار فاصلہ دو کمانوں کے یا اس سے بھی کم۔ اور یہ کنایہ جو زیادہ تر قربت کا جو بطور مثال کے بیان ہوا۔ اس واسطے کہ عرب کے بڑے آدمیوں کا یہ دستور تھا کہ جب وہ کوئی عہد و پیمان محکم کرنا چاہتے تھے تو اپنی اپنی کمان دونوں عہد کرنے والے لاسے تھے اور ایک دوسرے ملا کے دونوں قبضے پکڑ کے ایک بار کمان کھینچ کر اتفاق ایک تیرا دوسرا پھینکتے تھے جس سے مطلب یہ تھا کہ اون دونوں زمین اس کا مل اتحاد ہو گیا کہ ایک کار خنی یا ناراض ہونا دوسرے کی رضا یا غیر رضا کا باعث ہو گا۔ پس اس آیت شریفہ کے ایسے ہی سنے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور محبت باری تعالیٰ سے اس درجہ بڑی ہوئی ہے کہ جو آپ کا مقبول ہو وہ اللہ کا مقبول ہو اور جو آپ کے نزدیک مردود ہے وہ حق تعالیٰ کے نزدیک مردود ہے۔ اسی طرح سے حضرات محققین و مفسرین نے اس آیت شریفہ کے بہت سے سنے بیان فرمائے ہیں۔ جو بیان بوجہ اختصار نہیں لکھے گئے اب رہا یہ امر کہ وحی الہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر جو وحی کی۔ اس میں علما کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ اس ستر پوشیدہ کو یہ نہیں چھوڑ دینا بہتر ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ جو کچھ احادیث یا اقوال صحابہ سے معلوم ہوا ہے اس کے ظاہر کرنے میں کچھ قباحت نہیں اس بارے بہت کثرت سے روایتیں وارد ہوئی ہیں مگر بیان بخوف طوالت سات قولوں پر اختصار کیا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اور میرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے آپ کے لیے پیدا کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اے پروردگار میرے اور تیرے سوا جو کچھ ہے وہ میں نے تیرے لیے چھوڑا۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے حبیب آپ کی امت میری عبادت بھی کرتی ہے اور گناہ بھی دوسرے فرماتے ہیں اور اطاعت و عبادت اور انکی میری رضا سے ہے اور معصیت و گناہ میری قضا سے

پس جو کچھ میری رضا سے ہے اسے قبول کرو لگا اگر چہ کم ہو اور جو کچھ میری قضا سے ہے اس سے درگزر کرو لگا اگر چہ بہت ہو۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے ناز و خجگانہ فرض کی اور اس کی وجہ سے آپ کی امت کے لیے ثواب زیادہ کیے۔ چوتھے یہ کہ فرمایا حق تعالیٰ نے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہشت حرام ہے تمام انبیاء پر جب تک کہ آپ داخل بہشت نہوں اور حرام ہر سب امتوں پر جب تک کہ آپ کی امت داخل بہشت نہو۔ پانچویں یہ کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت کو مین نے بہت مال نہیں دیا اس لیے کہ روز قیامت اونکو زیادہ حساب نہ دیا ہو۔ اور ہرگ مفاجات سے بچایا تاکہ بے توبہ نہ مریں اور سب امتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ قبر میں مکث طویل نہو۔ چھٹے یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اپنا دل دنیا سے مشغول نہ رکھیے کہ آپ کو اس واسطے نہیں پیدا کیا۔ ساتویں یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کہ میرے لیے آپ کیا تحفہ لائے ہیں آپ نے عرض کی کہ دو قبضے ایک میں تقصیر طاعت امت اور دوسرے میں بغاوت و معصیت امت۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ تقصیر طاعت امت میں نے اپنی رحمت سے بخش دی اور بغاوت و معصیت امت آپ کی شفاعت سے۔ علاوہ اسکے اس بارے میں بہت اقوال ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی نسبت فرماتا ہے کہ مَا كَذَّبَ الْفَقَاءُ دُمَارَ اٰی ۝ جھوٹ نہیں کہا دل نے جو دیکھا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دینے جھوٹ نہیں کہا جو کچھ دیکھا۔ اور یہ دیکھی ہوئی شے موافق پہلے قول کے جبریل علیہ السلام ہیں اور مطابق دوسرے قول کے اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے اور اکثر صحابہ اسی امر پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ جل شانہ کو دیکھا۔ اور ایک جماعت علماء اس بات پر ہر کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بینائی مرحمت کی اور اپنے دیدہ دل سے حق تعالیٰ کو شاہد کیا۔ لکھا کہ جب آپ نے قدم بباط انبساط قدم پر رکھا تو خدمت میں دل قربت میں جان شاہد میں سر بر اعلیٰ میں سرحد و فہا حس بصا و رسمع ظاہر بیکار رہی۔ سلام ملک علام

یہ واسطہ مع مبارک مین پونچا۔ پردہ بُعدیت درمیان سے اٹھا۔ نورِ بوسیت نے حجابِ
کو خرق کیا وجودِ باجوہ آپکا سرِ ابا آئینہ بنا اور دل نے آئینے میں مشاہدہ جمالِ لا ینزال کیا۔
اب حق تعالیٰ کا فرون سے فرماتا ہے کہ باوجود ان سب سچی باتوں کے اَفْتَرُوا کَذِبًا
عَلٰی مَا یُورٰی ○ اب تم کیا اوس سے جھگڑتے ہو اوس پر جو اوس نے دیکھا۔ یعنی کیا تم حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرتے ہو اوس میں جو اوس میں نے شبِ معراج میں دیکھا۔ اور
وہ جھگڑا یہ تھا کہ کفارِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی تعریف اور اپنے
قافلے کا حال پوچھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ رَاَهُ نَزِلًا اٰخَرٰی ○
اور اوس نے اوس کو دیکھا جو ایک دوسرے اُنارے میں۔ یعنی بیشک دیکھا ہے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو صورتِ اصلی پر دوسری رُحْنًا مِّنْ دَارِ الْقَوٰمِ
الْمُنْتَهِیٰ ○ پرلی حد کی پیری پاس۔ یعنی سدرۃ المنتہی کے قریب۔ اور وہ ایک
درخت ہو کہ مخلوقات کا علم اوس تک ختم ہوتا ہے اور اوس کے عل بھی وہیں تک جاتے
ہیں۔ اوس سے آگے کسی کا گزرنہیں۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوسری بار دیکھا جب آپ سدرۃ المنتہی کے قریب پہنچے
اور اپنے فرمایا بھی ہے کہ میں نے شبِ معراج میں دیدہ دل سے اللہ تعالیٰ کو دوبار
دیکھا۔ عِنْدَ مَا جِئْتُ الْمَآوٰی ○ اوس کے پاس ہے بہشت رہنے کی۔ یعنی
سدرۃ المنتہی کے پاس وہ بہشت ہو جو شقیوں کے رہنے کی جگہ ہے۔ اور یہ آپ نے
اوس وقت دیکھا اِذْ یَغْشٰی السَّیْدَۃَ مَا یَغْشٰی ○ جب چھارہ تاراؤں پہنچے جو کچھ
چھارہ تھا۔ یعنی اوس درخت پر کثرت سے فرشتے جمع تھے یا تاک کہ اوس کا ہر پتہ فرشتوں
کی کثرت سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور وہ فرشتے مثلِ زرین پروانوں کے نایت روشن اور
درخشاں اس قدر تھے کہ اوس کا علم سوائے باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔ یا وہ اللہ تعالیٰ
کا نور تھا جس نے اوس درخت کو چھپا لیا تھا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ نہ

نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ دانتے بائیں
 کسی طرف نہیں پھری اور نہ اوس حد سے بڑھی جو دیکھنے کے لیے مقرر تھی۔ اس آیت
 میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن ادب اور علو بہت کو بیان فرمایا جو کہ شب معراج میں
 جملہ کائنات میں سے کسی شے کی طرف اپنے توجہ انفرائی اور سوا شاہد ہمال بے مثال
 خدا سے لایزال کے دیدہ دل سے کسی کو نہ دیکھا۔ ۷ جزوے صیب کچھ نہ دیکھا +
 عالم کا عجب کچھ نہ دیکھا۔ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝ بیشک دیکھے
 اوسنے اپنے رب کے بڑے نمونے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج
 میں اپنے پروردگار کی قدرت کاملہ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ جیسے سدرۃ المنتہی
 اور عرش و کرسی اور جبرئیل علیہ السلام کہ اُنکے ساتھ چھ لاکھ فرشتے تھے اور سوا کے
 اور عجائبات مکی اور ملکوتی ملاحظہ فرمائے۔ اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَ
 مَنُوَّةَ الْثَالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ بھلا تم دیکھو تولات اور عزمی اور منات تیسرے بھلا
 یعنی تم دیکھو تو کہ لات اور عزمی اور منات یہ سب وہ کہہ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کیا
 ہے۔ لات بنی ثقیف کا ایک بت تھا طائف میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ قریش کا بت
 تھا نخلے میں۔ اور عزمی ایک درخت تھا کہ بنی غطفان اوسے پوجتے تھے۔ اور منات
 ایک پتھر تھا کہ ہزہل اور خزاعہ کے لوگ اوس کا طواف کرتے تھے۔ یا ایک بت تھا کہ بنی
 کعبہ دے پوجتے تھے۔ اور کفار اعتقاد رکھتے تھے کہ ہر بت کے اندر ایک جن ہے
 اور جنوں اور فرشتوں کو سوا خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اَلْكَوَالِدَ كَوْمَلَهُ الْاُنثٰی ۝ کیا تمکو بیٹے اور اوسکو بیٹیاں۔ یعنی کیا تمہارے
 لیے بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تِلْكَ اِذَا قِسْمَةٌ ضِیْرٰی ۝
 تو تو یہ بانٹنا ہے بھونڈا یعنی یہ تقسیم کہ تمہارے لیے بیٹے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں
 نہایت خراب اور نادرست ہے۔ کیونکہ جو شے اپنے لیے باعث ننگ و عار سمجھتے ہوا دوسری

نسبت اپنے خالق و مالک کی طرف کرتے ہو۔ اِنْ هِيَ اِلَّا اَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوْهَا
 اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ یہ سب نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے
 لینے دراصل تمہارے بت کوئی چیز نہیں ہیں صرف تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے
 نام گھڑ لیے ہیں۔ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اللہ نے نہیں اتاری اوکلی کوئی
 سند۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اوکلی عبادت کے لیے کوئی سند نہیں اتاری۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ
 اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوٰى اُلْاَنۡفُسُ نَزٰی اَنۡكُلَ بِرَچلتے ہیں اور جو جیوں کے جاؤ ہیں
 یعنی مشرکین بتوں کی عبادت میں جو چیز وہی کرتے ہیں وہ صرف ان کے وہم و گمان کے
 باعث سے ہر کیونکہ انہوں نے اپنے وہم باطل سے سمجھ رکھا ہے کہ ان کے عمل حق ہیں اور
 وہ اپنے نفس کی خواہشوں کے موافق چلتے ہیں اور اوسی کی پیروی کرتے ہیں یا جو شیعت
 ان کے دلوں میں دوسوے ڈالتا ہے اس کے کار بند ہوتے ہیں۔ وَلَقَدْ جَاءَ هُمُ
 مِّنۡ رَّبِّهِمۡ الْهُدٰی اور پونہچی ان کو ان کے رب سے راہ کی سوجھ۔ یعنی اللہ
 تعالیٰ نے اوکلی ہدایت کے لیے اپنے رسول بھیجا اور اپنی کتاب اتاری۔ اَمْ لَیۡلَہٗۤ اَنۡ
 مَا تَمۡنٰی کہیں آدمی کو بتا ہے جو چاہے۔ یعنی کفار جو بتوں کی شفاعت کی تمنا
 کرتے ہیں یا نبوت کے بارے میں کہتے ہیں کہ فلاں فلاں اشخاص ملو کیونکہ نبوی۔ یہ
 ان کے کہنے اور آرہو کرنے سے ان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ فَاِنَّہٗ الْاٰخِرَۃُ وَاَلۡاٰوَلٰی
 سوا اللہ کے ہلکے سے وہ جہان اور یہ جہان۔ یعنی دنیا و آخرت کا مالک اللہ ہی ہے
 اور رب اوسنی کے اختیار میں ہے جو چاہے وہ کوئے اور جسے جو چاہے وہ دے کوئی
 اسے روکنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ وَکُوۡمِنۡ مَّلاَئِکَۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ اور بت فرشتے
 ہیں آسمانوں میں کہ کافر اونسے امید شفاعت رکھتے ہیں لَا تَعۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمْ شَیۡئًا
 کام نہیں آتی اوکلی سفارش کچھ۔ اَلَا مِّنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰہُ لِمَنۡ یَّشَآءُ و
 یہ بخشنی ۰ مگر جب حکم دے اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ

بکلی شفاعت پسند کرے یا جسکے لیے شفاعت کا حکم دے اسی کی شفاعت قبول ہوتی ہے خواہ وہ فرشتہ ہو یا انسان۔ اس کے سوا دوسرے کی شفاعت کام نہ آئے گی۔ اِنّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ لَيَسَمُّوْنَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً اَلَا نَعْلَمُ

جو لوگ یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے زنانے نام۔ بنے کہتے ہیں کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ اور انکو واسطی کچھ خبر نہیں۔ یعنی فرشتوں کو جو عورتیں کہتے ہیں وہ اپنے دل سے کہتے ہیں اور اصل میں کچھ جانتے نہیں۔ اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ زے الظن پر چلتے ہیں۔ یعنی صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ وَلَئِنَّ الظَّنَّ لَا يَعْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا اور الظن کا کام نہ آئے ٹھیک بات میں کچھ۔ یعنی حق بات بغیر علم کے پا نا مشکل ہے اور حقائق کے پہچاننے میں گمان کا کچھ اعتبار نہیں۔ فَاَعْرِضْ عَنْ مَن تَوَلَّى هُوَ غَنٍّ ذِ كُرْنَا سَوْءٌ تَوَدَّ هِيَ اُنْكُرْ اَوْسَرُ جَوْنَهُ مُوَّرْسَ هَارِي يَادَرْسَ۔ یعنی جو قرآن سے پرے آپ اوس سے متنہ ہیریجے۔ وَكُوْبْرُ ذٰلِكَ اَحْيَاوَةُ الدُّنْيَا اور کچھ بچا ہے مگر دنیا کا جینا۔ یعنی کافر سوائے زندگانی دنیا کے اور کچھ اپنے عمل نہیں چاہتے۔ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ بین تک پونجی اوکی سمجھ۔ یعنی اونکے نزدیک بڑا علم اور بڑی سمجھ دنیا کی محبت اور اوسکا اختیار کرنا ہے اور وہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى ○ بیشک ترا رب خوب جانتا ہے اوسے جو ہکا اوسکی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے اوسے جو آیا راہ پر۔ یعنی جو دین اسلام سے پرا اور جس نے راہ حق پائی ہر ایک کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور جزا دیگا ہر ایک کو اوسکے لائق۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ یعنی آسمانوں کی موجودات علوی اور زمین کی مخلوقات سفلی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو جزا و سزا دیتا ہے

پر قادر ہے پس جمع کر لگا وہ سب کو قیامت کے دن **يُجْزِي الَّذِينَ اسَاقُوا**
بِمَاعْمَلُوْا تا وہ بدلادلوں سے بُرائی والوں کو اونکے کیے کا۔ یعنی جزا دے اللہ تعالیٰ
 کا فردن کو اونکے بُرے کاموں کی دوزخ کیونکہ وہ اس سے منکر تھے۔ **وَيُجْزِي**
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا اَبَاحْسَنُوْا اور بدلادے بھلائی والوں کو بھلائی سے۔ یعنی
 جزا دے نیک کام کرنے والوں کو جو توحید کے قائل ہوئے اچھی جزا جو بہشت ہے۔
الَّذِيْنَ يَحْتَبِئُوْنَ كَبِئْرًا اِلَّا تَقْرَوا لَفَوْا حِشًّا اِلَّا اللّٰهُ جو لوگ بچے
 ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی۔ یعنی جو لوگ کہ
 گناہ کبیرہ سے بچتے ہیں اور بیحیائی کی باتوں زنا وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں اگر چھوٹے
 گناہ اونسے سرزد ہوں یا دل میں بھوٹے گناہ کا خیال آئے اور کرین نہیں تو یہ معاف
اِنَّ دَعَابًا وَّاسِعًا الْمَغْفِرَۃُ بڑے بڑے تیرے رب کی بخشش میں سمائی ہے۔ یعنی
 آپ کا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے اور اس کی بخشش سب گناہگاروں کو پہنچتی ہے۔ **هُوَ اَعْلَمُ**
بِكُوْنِ اِذَا اَنْشَا كَوْمِيْنَ اِلَّا دَعِيْ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب بنا کا لاکھوڑ میں سے
 یعنی پروردگار عالم تمہارا حال خوب جانتا ہے جب سے کہ اونے تمہاری پیدائش کی
 ابتدا کی اور تمہارے باپ آدم کو خاک سے پیدا کیا۔ اور اونے اسی وقت سے تمہارے
 احوال اور افعال و اقوال جان لیے ہیں۔ **وَ اِذَا اَنْتُمْ اَجْتَهْتُمْ فِيْ بُطُوْنٍ**
اُمْتَحِنٰكُمْ اور جب تم بچے تھے ان کے پیٹ میں۔ یعنی وہ واقف ہے تمہاری
 حالت سے جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ **فَلَا تَرٰنَ كُوْا اَنْفُسَكُمْ**
 پس مت بولو اپنی ستھرائیاں۔ یعنی اپنے نفسوں کی خوبیاں اور ترغیبن نہ بیان کرو۔
 لکھا ہے کہ یہود کا کوئی لڑکا مر جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ وہ صدیق ہے۔ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو فرمایا کہ یہود جھوٹے ہیں۔ اور کوئی بچہ ان کے پیٹ
 میں نہیں ہے جو دو باتوں سے خالی ہو۔ پس یا تو وہ سعید ہوا یا شقی ہوا اور اس کا

حال سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کو معلوم نہیں۔ اور یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے حال کو اتنا اسے آفرینش سے اور اوستی سے جب تم ماؤن کے پیٹ میں بچے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ بعض لوگ یوں کہتے تھے کہ نماز اور روزہ اور حج ہمارے پس حکم ہوا کہ اپنی تشریف نکر دھوا آئے کہ وہ **مَنْ أَتَقَى** ○ وہ خوب جانتا ہے اسکو جو بچ چلا۔ یعنی اللہ تعالیٰ خوب واقف ہو اوس شخص سے جو پرہیزگاری اور تقویٰ سے چلتا ہے اور خلوص دلی سے اچھے عمل کرتا ہے۔ لکھا ہو کہ ولید بن مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر آپ کی باتیں سنا کرتا تھا مشرکین اویسکے اس حال سے واقف ہو کے طعنے دینے لگے کہ اپنے باپ دادا کے دین سے پرگیا اور گمراہ ہو گیا اور نے جواب دیا کہ پرہیز کیا کروں عذاب الہی سے ڈرنا ہوں۔ اور میں سے ایک کافر بولا کہ مجھے اتنا مال دو تو میں تمہرے عذاب آئیں گا اوسے اٹھا ہون کا ولید نے اوس سے شرط کر کے مال معینہ میں سے تھوڑا اوسے دیا اور باقی کے دینے میں بخل کرنے لگا پس یہ آیت نازل ہوئی **أَقْرَأَ آيَاتِ الذِّمِّي تَوَلَّى** ○ بھلا تو نے دیکھا اوسے جس نے منہ سپیرا۔ یعنی پیروی حق سے پرگیا۔ **وَأَعْطَى قَلِيلًا** ○ اور لایا تھوڑا اور سخت نکلا۔ یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا تھا کہ پر اوس کا دل سخت ہو گیا۔ یا یہ کہ اوسے تھوڑی سی رشوت دی عذاب اٹھانے کے لیے اور باقی کے دینے سے باز رہا۔ اور بخل و جمل دونوں اختیار کیے۔ **أَعِنْدَكَ عَلَوُ الْغَيْبِ** ○ فہو میری کیا اوسکے پاس خبر ہے غیب کی سودہ دیکھتا ہے۔ یعنی کیا وہ علم غیب سے واقف ہے جو سمجھتا ہے کہ اوس کا دوست مال لے کے اوس پر سے عذاب اٹھا لیا۔ **أَمْ كُونِيبَا مَافِي صُحُفِ مُوسَى** ○ **وَلَا بُرَاهِيُو الذِّمِّي** ○ **وَفِي** ○ کیا اوسکو خبر نہیں پونہی اوسکی جو ہے صحیفوں میں موسیٰ کے اور ابراہیم کے جس نے پورا اتارا یعنی کیا ولید اولیٰ باتوں سے آگاہ نہیں جو توریت میں اور حضرت

ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں۔ اور وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف ہے کہ آپ نے وفا کی اور جان و مال و اولاد راہ خدا پر دینے میں مستعد رہے۔ اور وہ باتیں جو تورات اور صحف ابراہیم میں مذکور ہوئیں یہ ہیں۔ **اَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی** کہ اوٹھاتا نہیں اوٹھانے والا بوجھ کسی دوسرے کا۔ یعنی کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بار گنا اوٹھانہیں سکتا۔ پہرہ لید کیونکہ انہیں بار دوسرے کے سپرد کرتا ہے۔ **وَ اَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی** اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا۔ یعنی دوسرے یہ کہ انسان کے لیے اسے بقدر ثواب ہر جہد و لہجے کا سون میں کوشش کرے۔ کیونکہ حطر سے ایک دوسرے کے بدلے گرفتار عذاب نہیں ہوتا اس طرح ایک کا ثواب دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ **وَ اَنْ سَعِیَہٗ سَوْفَ یُرِی** اور یہ کہ اس کی کمائی اس کو دکھانی ہے۔ یعنی وہ عمل جنہیں اس نے کوشش کی ہے میزان عدالت میں قیامت کے روز دیکھے جائیں گے۔ **تَوَجِّہْہٗ اِلَیْہِمْ اَلَا وَفٰی** پہرہ اس کو بدلا دینا ہر اس کا پورا بدلہ یعنی اگر عمل نیک کیے ہیں تو جزا سے نیک ورنہ سزا سے بد او سے دیجا لگی **وَ اَنْ لِّیْ رِبَّکَ الْمُنْتَهٰی** اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا ہر تمام مخلوقات کو۔ **وَ اَنْتَ ہُوَ اَصْحٰکَ وَ اَبْنٰکِ** اور یہ کہ وہی ہے ہنسنا اور رولانا۔ یعنی ایمانداروں کو جنت کے وعدے سے خوش کرتا ہے اور منکروں کو دوزخ کی وعید سے غلین کرتا ہے **وَ اَنْتَ ہُوَ اَمَّا تَ وَاٰحِی** اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا۔ یعنی مارنے اور جلانے پر قادر ہے۔ مارتا ہر وقت اجل کے دنیا میں اور جلاتا ہے قبر میں۔ **وَ اَنْتَ خَلَقَ الْمَرْجِیْنَ الذَّکَرَ وَاَلَاُنْثٰی** اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا نر اور مادہ یعنی منجملہ صحف موسیٰ اور صحف ابراہیم کی باتوں کے یہ بھی ہے کہ اس نے پیدا کیا انسان کو دو قسم یعنی نر اور مادہ۔ **مِنْ تَطْفَئِہٖ اِذَا تَمُنٰی** ایک بوند سے جب پڑکائی یعنی

ایک قطرہ منی سے جب وہ رحمین پکیتا ہے انسان کا جوڑہ یعنی مرد اور عورت پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے مستثنیٰ ہیں۔
وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْآخِرَىٰ ۝ اور یہ کہ اوپر لازم ہے دوسرا اوٹھانا۔ یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ دوبارہ اوٹھائیگا۔ **وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ** ۝ اور یہ کہ اونے دولت دی اور پونجی۔ یعنی وہی اللہ تعالیٰ ایسا ہے جو مال و دولت دیکے غنی کر دیتا ہے اور ہر طرح کی پونجی دیتا ہے جیسے چار پائے مال و متاع وغیرہ۔ یا باعث قناعت کے غنی اور بے پردہ کر دیتا ہے تمام اثنا سے اور اوس پر راضی رکھتا ہے۔
وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّعَرِ ۝ اور یہ کہ وہی ہے رب شعر کا یعنی شعر کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ اور شعر ایک ستارے کا نام ہے۔ جسے بعضے لوگ پوجتے تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں بھی ایک شخص ابو کبشہ نامے شعر کی پریش کرتا تھا اور بتوں کے پوجنے میں قریش سے مخالفت رکھتا تھا۔ اسی باعث سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے لوگ ابن ابی کبشہ کہتے تھے۔ اور شعرا دو ستارے ہیں ایک کو غیصا کہتے ہیں وہ شامیہ ہے اور دوسرے کو عبورا کہتے ہیں وہ یمانیہ ہے اور بیان ہی ستارہ مراد ہے۔ **وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ** ۝ اور یہ کہ اونے کھپا دیے عاد اگلے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا پہلی قوم عاد کو۔ جو حضرت ہود علیہ السلام کی است تھی۔ اور جب وہ قوم ہلاک ہوئی تو اس وقت انھیں عین کی ایک قوم جو بنو لقیم کہلاتی تھی مکہ معظمہ میں مقیم تھی وہ ہلاکت سے بچی۔ لیکن انہیں بھی اونکے بعد کفر ظاہر کیا اور یہ عاد آخری یعنی عاد کی دوسری قوم کہلاتی تھی **وَتَمُودَ** ۝ **فَمَا أَبْقَىٰ** ۝ اور تمود پر باقی نہ چھوڑا۔ یعنی ہلاک کیا قوم تمود کو اور باقی نہ چھوڑا اور عین سے کسی کو۔ **وَقَوْمَ نُوحٍ** ۝ **مِّنْ قَبْلُ** ۝ اور نوح کی قوم پہلے اس سے پہلے ہلاک کیا اللہ تعالیٰ نے قوم نوح علیہ السلام کو عاد اور تمود کی قوم سے پہلے

اِنَّهُمْ كَانُوْا اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ۝ وہ تو تھی اور بھی ظالم شریر۔ یعنی نوح کی قوم کے لوگ بڑے ظالم سرکش شرک و عداوت میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو بڑے حد سے اور سخت رنج دیے تھے اور باوجود گزرنے عرصہ نو سو پچاس برس کے کچھ تھوڑے سے ایمان لائے تھے وَالْمَوْءِیَّةَ الْكَلْبِ ۝ اور اُلٹی بستی کو ٹپکا۔ یعنی شہرِ شان کو جو قوم لوط علیہ السلام کا مسکن تھا حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم خدا اوشکا ٹپک دیا اور اولٹ پلٹ کر ڈالا۔ فَخَشِنَہَا مَا غَشٰتِیْ ۝ پہر او پہر چھایا جو چھایا۔ یعنی نشان کیے ہوئے پتھروں کا مینہ اس شہر پر اس شدت سے برسا کہ سارا شہر اون تپڑ سے ڈھک گیا اور ایسا نیست و نابود ہو گیا کہ نشان تک باقی نہ رہا۔ فَبَآتِی السَّاعِی ۝ اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاو گی۔ یعنی پروردگار عالم کی نعمتوں میں سے تو کس کس نعمت کو جھٹلائے گا اور کس کس میں شک و شبہ کرے گا اور کمان تک جھگڑے گا اور کسکی نعمتیں لاتعد و لا تحصی ہین۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ولید ابن مغیرہ کی طرف خطاب ہے۔ یا ہر ایک اسکا مخاطب ہے اور معدودات میں جو کچھ ہے اسے اللہ تعالیٰ نے نعمت اس لیے فرمایا کہ اس میں عبرت اور نصیحت ہے اولی الابصار کے لیے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں سے انتقام لینے کا تذکرہ بھی ضمناً سمین موجود ہے۔ جو سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب شریف کے لیے باعث تسکین و تسلی اور مومنین کے دلون کے واسطے سبب تقویت و اطمینان ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے رسول اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے کہ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النَّذِیْرِ الْاُولٰٓئِی ۝ یہ ایک ڈرنا نے والا ہے پہلے سنانے والوں میں کا۔ یعنی یہ پیغمبر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ڈرانے والے رسول

پنجمین اگلے پنجمین میں سے اور ج طرح وہ عذاب خدا سے ڈراتے تھے اسی طرح
 یہ بھی ڈراتے اور سمجھاتے ہیں اور جو کچھ پہلے پنجمین کہتے تھے وہی یہ بھی کہتے ہیں۔ اَزِفَةٌ
 الْاَزِفَةُ ۝ آپونہی آنے والی۔ یعنی قیامت قریب آئی۔ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُونِ
 اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ کوئی نہیں اسکو اللہ کے سوا کھول دیکھانے والا یعنی قیامت
 کے آنے کا وقت سوائے پروردگار عالم کے کسی دوسرے کے۔ معلوم نہیں اور نہ سوائے
 خدا سے تعالیٰ کے کوئی اسوقت کا ظاہر کرنے والا ہے۔ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ
 تَجْعَلُوْنَ ۝ کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔ یعنی کیا اس کلام پاک سے کہ
 قرآن شریف ہے تم تعجب کرتے ہو۔ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ۝ اور ہنستے ہو
 اور روتے نہیں۔ یعنی سحرے پن سے ہنستے ہو اور اس کے خوف سے جو امین
 منکروں کے لیے ہے روتے نہیں۔ وَاَنْتُمْ سَامِدُونَ ۝ اور تم کھیل
 کرتے ہو۔ یعنی تم لہو و لعب میں پڑے ہوئے ہو یا غفلت میں ہو اس سے یا گانے
 والے ہو۔ لکھا ہے کہ کفار قرآن پڑھنے کے وقت گانے بجانے لگتے تھے یا غل شور
 مچاتے اور کھیلتے تھے تاکہ لوگوں کو قرآن پاک کے سننے سے باز رکھیں اور انکو
 دوسری طرف مشغول کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اسے ہنسی اور کھیل نہ سمجھو
 سحرے پن سے باز آؤ اور وعید کے خوف سے روؤ ۝ فَاسْجُدْوا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْهُ
 سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی۔ یعنی سجدہ کرو خداوند عالم کو اور اسی کی عبادت
 کرو۔ مبادان باطلہ کی پرستش سے باز آؤ۔ لکھا ہے کہ سجدے کی سورتوں میں سے
 پہلی یہی سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی پس آپ نے سجدہ کیا اور
 مومن و مشرک اور جن و انسان سب نے سجدہ کیا۔ اس سجدے کو سجدہ عبادت لکھا
 ہے اسواسطے کہ حکم خدا سے تعالیٰ عبادت کے لیے اس سجدے سے متصل ہے فقط



بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الحزملية وهي ثمان وسبعون آية وثلاثون حرفا

سورہ رحمن کے مین اُتری۔ اسمین چھتر آیتیں اور بقول بعض اٹھتر آیتیں اور مین سورہ
اکاون کھئے اور ایک ہزار چھ سو چھتیس حرف اور مین رکوع مین۔ اسکے فضائل مین حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہین کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے ہر چیز کے لیے ایک عروس ہے اور قرآن کی عروس
سورہ رحمن ہے روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان مین۔ مراد عروس
سے زینت اور حسن و جمال ہے۔ اور اس سورت مین چونکہ دینی اور دنیوی نعمتوں
اور اوصافِ حورین کا مذکور ہے اس باعث سے یہ عروس یعنی زینت قرآن اور
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے سورہ رحمن پڑھی پھر فرمایا کیا باعث ہے کہ مین تم لوگوں کو خاموش
دیکھتا ہوں اور حال یہ ہے کہ جن بہتر ہین تم سے جواب دینے مین۔ نہیں پہنچتا ہوں
مین اللہ تعالیٰ کے قول فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ پر مگر وہ کہتے ہین وَمَا شَيْءٌ مِّنْ
تُعْمِكَ رَبُّكَ تُكْذِبُ فَلَا أَفْعَالُ لَكُمْ یعنی اے رب ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے
ہین۔ پس تیرے ہی لیے ہر حمد اور شکر۔ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

کہ فرمایا رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھتا رہے گا حق تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور نعمت سے دین و دنیا میں سرفراز کرے گا۔ اس سورت شریف کی شان نزول میں وارد ہے کہ جب حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے کافروں کو رحمن کے نام پاک سے خبر دی تو وہ کہنے لگے ہم رحمان کو نہیں پہچانتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ کفار مکہ طعن کرتے تھے کہ فلان فلان شخص آنحضرت کو قرآن سکھاتے ہیں پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ **الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ** ۱۰ رحمن نے سکھا یا قرآن یعنی خدا سے مہربان نے اپنے حبیب کو قرآن پاک سکھا یا ہے نہ اور کسی نے۔ **خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ** ۱۱ بنایا آدمی پھر سکھائی او سکوبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو پیدا کر کے طریقہ بیان اسے سکھا دیا تاکہ اپنے دلی مقاصد زبان یا قلم سے ظاہر کرے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے علم آسمانی اور زمین سکھا دیا۔ یا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا اور جو کچھ تھا اور ہو گا اور کیا علم آسمانی عطا کیا۔ جیسا کہ حدیث **عَلَّمَ الْاَوَّلٰیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ** سے ظاہر ہے۔ **الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانٌ** ۱۲ سورج اور چاند کو ایک ایک حساب ہے۔ یعنی چاند اور سورج ایک حساب معین سے چلتے ہیں معلوم پر کہ حق تعالیٰ نے انکی سیر کے واسطے بروج اور منزلین مقرر کر دی ہیں۔ اور انکی انھیں روشن کے باعث سے فصلیں بدلتی ہیں اور وقت پہچانے جاتے ہیں۔ **وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ** ۱۳ اور جھاڑ اور درخت لگے ہیں سجدے میں۔ یعنی وہ بیل بوٹے جو زمین پر پھلتے ہیں اور وہ درخت جو سیدھے اور بلند ہوتے ہیں۔ یہ سب اپنی طبیعت اور خوشی سے پروردگار عالم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ لیکن ہم لوگ اوسے واقف نہیں جیسے کہ انکی تسبیح سے واقف نہیں ہیں۔ چنانچہ ہماری نادانانہ قیست اس آیت

سے بخوبی ظاہر ہے کہ وَلٰكِنْ لَا يَفْقَهُوْنَ كَسْبِیْهِمْ۔ اسجدہ اور کاسائے کے
 ذریعے سے ہے۔ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۚ اور آسمان کو اونچا
 کیا اور رکھی ترازو۔ یعنی حُجْن نے آسمان کو بقدر مسافت پانسو برس کی راہ کے زمین
 بلند کیا اور ترازو عدل کی پیدا کر کے مخلوقات کو اوس سے خبردار کر دیا۔ اَلَا تَطْغَوْنَ
 فِي الْمِيزَانِ ۚ کہ مت زیادتی کرو ترازو میں۔ لیکن دین کے وقت بلکہ عدل سے
 چلو اور معاملہ سچا اور صاف رکھو۔ وَاَقِمْوْا لَوْنٍ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوْا
 الْمِيزَانَ ۚ اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے اور مت گھٹاؤ تول۔ یعنی لین بن
 میں کم نہ تو لو بلکہ عدل و انصاف سے چلو۔ یہ تاکید ایسے ہے کہ فردا سے قیامت جب
 ترازو کٹری ہو تو شرمندہ نہوں۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۚ اور زمین کو رکھا
 واسطے خلق کے۔ یعنی زمین کو پانی پر بچھا دیا تاکہ آدمی اور مین رہیں۔ فِیْہَا فَاكِهَةٌ
 وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۚ اور مین میوہ ہے اور کھجوریں جنکے میوے پر غلاف
 ہے۔ یعنی زمین مین طرح بطرح کے میوے مین اور کھجوریں مین خوشنودار میووں مین
 کھجوروں کی تخصیص اور سکی فضیلت کے باعث سے ہے یا اسوجہ سے کہ انسان
 اور سکو مشابہت ہے وَالْمُحِبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۚ اور اناج جسکے ساتھ
 ہے اور پھول خوشبو۔ یعنی زمین مین اناج ہے جو جس سے نکلتا ہے جیسے گیہوں جو
 وغیرہ اور زمین مین پھول مین خوشبودار جنکی محک سے دماغ مسطر ہوتا اور غم دور تا
 خلاصہ یہ کہ زمین مین بہت سی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی
 مین جو کھانے اور سونگھنے سے عجب لطف دیتی مین۔ فَاِیَّیْ الْاَعْدَاءُ رَبِّکُمْ اَلَّذِیْنَ
 پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں۔ یعنی اے جن و انسان یہ نعمتیں جو
 تمہارے رب کی بیان ہوئیں انہیں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور کس کس سے
 انکار کر دو گے اور کہو گے کہ اوسکی طرف سے نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اس سورت مین

یہ آیت اکتیس بار آئی ہے اور باعث تکرار یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بہت ذکر ہے اور ہر نعمت کے بیان کے بعد یہ آیت ہے تاکہ پڑھنے والے اور سننے والے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت سے آگاہ ہوں اور خواب غفلت سے چو نکھیں۔

خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ بنایا آدمی کنکھناتی ہوئی مٹی سے جیسے ٹھیکڑا۔ یعنی وہ رحمٰن ایسا ہے جس نے پیدا کیا انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام کو ایک خشک مٹی سے جو مثل ٹھیکڑے کی کنکھناہٹ کی آواز دیتی تھی۔ وَ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارٍ حَرٍّ ۝ اور بنایا جان کو آگ کے شعلے سے۔ یعنی پیدا کیا جان کو جو جنوں کا باپ ہے آگ کے شعلے سے جس میں دھواں نہیں ہوتا ہے۔ اور مارج کہتے ہیں اوس آگ کو جو ہوا سے ملی ہو اور طین کہتے ہیں اوس مٹی کو جس میں پانی آمیز ہو۔ پس جن آگ و ہوا سے پیدا کیے گئے اور آدم مٹی اور پانی سے۔ اور ج طرح رحم میں قطرہ منی پڑنے سے انسان پیدا ہوتا ہے اسی طرح رحم میں ہوا داخل ہونے سے جن پیدا ہوتے ہیں۔ اور جن آدم کی پیدائش سے سات ہزار برس پہلے پیدا کیے گئے۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں اے جنوں اور آدمیوں کیونکہ اوس نے تم دونوں کو مٹی اور آگ سے پیدا کیا اور حیات عطا فرمائی۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ مالک دو مشرق کا اور مالک دو مغرب کا۔ یعنی جاڑے اور گرمی کی دو مشرقیں ہیں اور اسی طرح دو مغربیں۔ اور ان مشرق اور مغربوں کے مختلف ہونے سے بہت فائدے ہیں فصلیں بدلتی ہیں اور نئی نئی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ علاوہ اسکے آفتاب کا طلوع ہونا سب طلب معیشت ہو اور اس کا غروب ہونا باعث آرام و راحت فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں اے جن و انسان۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ چلائے دو دریا بھر چلتے۔ یعنی جاری کیے رحمٰن نے دو دریا ایک شیریں اور ایک

کہ اوسکے حکم سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اور وہ فارس و روم کے دو دریا ہیں کہ بحرِ حیطین دونوں لگتے ہیں۔ **بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ** اور غیب ہے ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے۔ یعنی ادن و دون دریاؤں کے دریا قدرتِ خدا سے ایک پردہ ہر کسی زمین یا جزیرے کا کہ اوسکے سبب سے ایک دوسرے سے مل نہیں سکتا۔ اور اگر ایک دوسرے سے ملے تو درمیان کی چیز غرق ہو جائے اور فائدے جو ادن دریاؤں سے ہیں جاتے رہیں۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ** پر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ **يَخْرِجُهُمَا مِنَ الْقَوْنِ وَالْكَجَانِ** نکلتا ہے اونسے موتی اور مونگا۔ یعنی ادن و دون دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں جسے خم آرائش کرتے ہو اور فائدے اوٹھاتے ہو اور یہ ظاہری نعمتیں ہیں **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ** پر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ مراد دو دریاؤں سے زمین و آسمان کے دریا ہیں کہ ہر سال ملتے ہیں اور ابر درمیانی پردہ ہے کہ زمین کے دریا کو چڑھنے اور آسمان کے دریا کو اترنے سے روکتا ہے۔ اور دریا سے فلک سے جو قطرے دریاے زمین میں گر کر وہاں صدقہ میں داخل ہوتے ہیں وہ آبدار موتی ہو جاتے ہیں۔ **وَلَكِنَّا جَوَارِ الْمُنْشَآتِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ** اور اوسے کہ ہیں جہاز اونچے کھڑے دریا میں جیسے پہاڑ۔ یعنی بڑے بڑے جہاز دریا میں مثل پہاڑ کے نظر آتے ہیں اوسے کی قدرت سے چلتے ہیں جسے مخلوقات کے لیے بڑے فائدے ہیں کہ بڑی بڑی مسافرتیں تھوڑے عرصے میں طر ہوئی ہیں اور معاملوں اور تجارتوں کے لیے آمد و رفت آسان ہو جاتی ہے اور یہ بھی پروردگار عالم کی بڑی نعمتیں ہیں۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ** پر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** جو کوئی ہو زمین پر فنا ہونے والا ہے۔ یعنی آخر کار ہر ذی روح کے لیے فنا ہے۔ **وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ**

ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝ اور رہے گا مندر سے رب کا بزرگی اور تعظیم والا یعنی باقی
 رہی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔ فَبِآيِ الْاٰءِ رَبِّكُمَا
 تَلٰكٰٓءِ بَنِي ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے کہ اوسنے تمہارے قضا ہونے کی
 خبر دیدی تاکہ وہ ان کے لیے طیار رہو اور اپنے بقا کی اطلاع کر دی کہ اوسی کی طرف
 رجوع رہو اور اوسکے سوا دوسرے پر بہرہ و ساندہ کرو۔ يَسْخَرُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ
 الْاَرْضِ كُلِّ يَخْمُ هُوَ فِي شَاۡنٍ ۝ اوس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں
 میں اور زمین میں ہر روز اوسکو ایک دہندا ہے۔ یعنی تمام مخلوقات آسمان و زمین کی
 اوس سے ہر روز اور ہر وقت اپنی حاجتیں مانگتی رہتی ہے اور وہ ہر ایک کا کام دیت
 کرنے میں مصروف ہے۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے۔ سائل کو دیتا ہے
 رنج و زحمت کو شاد کرتا ہے بیمار کو صحت بخشتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا اور انکے
 گناہوں کو محاسب ہے۔ فَبِآيِ الْاٰءِ رَبِّكُمَا تَلٰكٰٓءِ بَنِي ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب
 کی جھٹلاؤ گے اے جنو اور آدمیو۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اٰيَةَ الثَّقَلَيْنِ ۝ ہم جلد فاش
 ہوتے ہیں تمہاری طرف احو و بوجھل قافلو۔ یعنی اے جن و انس ہم تمہارے
 حساب کرنے کا جلد قصد کریں گے۔ یہ کلام بطور وعید کے ہے اور ثقلین اس لیے ارشاد ہوا
 کہ اہل عرب اشیاء گران قدر و قیمت کو ثقل کہتے ہیں اور جن و انسان ہی تکلیف شری
 گرانبار ہیں۔ فَبِآيِ الْاٰءِ رَبِّكُمَا تَلٰكٰٓءِ بَنِي ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ
 گے۔ کہ وہ شدید عذاب ہے تاکہ اعمال بد سے بچو اور تعریف و خطاب ہے کہ اوسکے
 فضل و کرم کے اُسید وار رہو۔ لِيَسْعَىٰ اِلَيْكَ الْاِنْسَانُ اِنْ اَسْتَطَاعَ نُوْحًا
 تَتَّقُوا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْقُذُوا لَا تَفْنَوْْنَ
 اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ اے فرقے جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل
 بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو۔ نہیں نکل سکو گے مگر قوت اور غلبے

سے۔ اور یہ نیکو حاصل نہیں۔ یعنی موت کے خوف سے یا پروردگار کے حکم سے اگر بھاگنا چاہے
 ہو تو بھاگ جاؤ مگر تم میں یہ قوت نہیں کہ بھاگ سکو بلکہ جہاں جاؤ گے موت تمہارے ساتھ
 ہے۔ اور اس سے بچنے کا کوئی علاج تم نہیں کر سکتے۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ**
 پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اے جنوں اور آدمیوں۔ باوجودیکہ اس نے نیکو
 آگاہ کر دیا کہ تم دنیا اور آخرت دونوں میں بے بس ہو اور سوائے پروردگار عالم کے
 تمہارا کوئی یار و مددگار نہیں۔ پس اسی کی طرف متوجہ ہو۔ **مُرْسَلٌ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ**
مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ جھوٹے تین تہر شعلے آگ کے صاف
 اور دھواں ملے پہر تم بدلائے نہیں سکتے۔ یعنی تم دونوں میں سے جو مشرک اور گنہگار
 اوپر خالص آگ کے شعلے اور دھواں ملے ہوئے بھیجے جاتے ہیں مگر تم ایک دوسرے
 کی مدد نہیں کر سکتے اور نہ عذاب سے بچا سکتے ہو۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ**
 پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور وہ ڈرتا ہے نیکو شعلے اور دھوین سے تاکہ
 اس کی نافرمانی نہ کرے اور اسی کی عبادت اور بندگی بجالاؤ۔ **فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ**
فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پہر جب پھٹ جاوے آسمان تو ہو جائے گلابی
 جیسے تیل کی تلچھٹ۔ یعنی جب فرشتوں کے اترنے کے لیے آسمان پھٹے گا تو مثل سرخ
 نرمی کے یا روغن زیتون کے ہو جاوے گا جو ہر وقت رنگ بدلتا ہے۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ**
رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور وہ آگاہ کرتا ہے نیکو
 آسمان کے پھٹنے اور رنگ بدلنے سے تاکہ تم ڈرو اور اس کی پناہ پکڑو۔ **فَيَوْمَئِذٍ**
لَّا يُسْعَلُ عَنْ ذَنْبِهِ آلَسُ وَلَا جَانٌ پہر اس دن پریش نہیں اس کے گناہ
 کی کسی آدمی سے نہ جن سے۔ یعنی اس دن آدمیوں اور جنوں کے گناہ اولیٰ سے نہ
 پوچھے نہ جانیں گے بلکہ گنہگاروں کو عطا سے پہچان لینگے۔ یا قبروں سے نکلتے تو
 نہ پوچھیں گے۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

جھٹلاؤ گے اسے جنو اور آدمیو۔ اور اس نے تمہیں ہول قیامت سے خبردار کر دیا تاکہ ایمان اور تقویٰ پر ثابت رہو اور اس کے سبب سے نجات پاؤ۔ **يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ** **بِسَيِّئِهِمْ فَيُوقَ خِزْيًا لِّلنَّوَاصِي وَ لَا قَدَامَہٗ** پچانے جائیگے گنہگار اپنے چہرے سے ہر کپڑے جائین گے پیشانی کے بالوں اور پائوں سے۔ یعنی کافر اپنے چہرے کے تغیر سے پہچانے جائیں گے اور ان کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی اور بٹھرے سے آثار رنج و غم کے ظاہر ہونگے۔ پہرہ و خن پشانی کے بال کپڑے کھینچیں گے اور کبھی ان کے پاؤں کپڑے گھسیٹیں گے اور سر تلے پائوں اور پرواز سے منہ دوزخ میں ڈالینگے **فِي آتِي الْاٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكْلِفٰنِ** ○ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونو اسے جن و انسان۔ اور اس نے تمہیں کافروں کی گرفتاری اور خرابی اور دوزخ میں داخل ہونے کی خبر دیدی تاکہ تم اس سے بچو اور کفر سے ڈرو۔ اور جب کافر دوزخ میں داخل ہونگے فرشتے کہیں گے۔ **هٰذَا جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ** یہ دوزخ ہے جسے جھوٹ بتاتے تھے گنہگار۔ اور نہ مانتے تھے۔ **يَطُوفُونَ** **بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِئٍ اٰنٍ** ○ پہرینگے دوزخی دوزخ میں اور کھولتے پانی میں۔ یعنی جب دوزخ میں زیادہ فریاد کرنے لگیں گے تو وہاں سے نکال کے کھولتے ہوئے نہایت گرم اور تیز پانی میں ڈالے جائیں گے جس سے ان کے جوڑ جوڑ جدا ہو جائینگے۔ اور ہمیشہ اسی طور سے آگ اور کھولتے پانی میں رہیں گے۔ **فِي آتِي الْاٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكْلِفٰنِ** ○ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اسے جنو اور آدمیو۔ اور اس نے تمکو دوزخوں کے عذاب سے آگاہ کر دیا تاکہ کفر سے بچو اور ایمان لا کے اس عذاب سے نجات پاؤ۔ **وَلَمِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٍ** ○ اور جو کوئی ڈرتا ہے اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے سے اس کے لیے ہیں درہشتیں۔ یعنی جو شخص حسابگاہ میں کھڑے ہونے کے ڈر سے گناہوں سے بچے گا اس کے لیے بہشت عدن اور نعم ہے۔ اور بعض

یَقْلَبُونَ

لکھا ہے کہ دو جنتیں ملین گی۔ ایک خوف خدا کے باعث سے اور دوسری ترک گناہ کے
 سبب سے۔ یا ایک خاص ہوگی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے کے لیے اور دوسری
 اسکے خادموں اور متعلقوں کے واسطے۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** ۱
 پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں۔ اور وہ تمہیں بتاتا ہے کہ طاعت عبادت
 کرنے والے جو خدا سے ڈرتے ہیں انکو دو درجہ جنتیں ملیں گی۔ **ذَوَاتَا أَفْنَانٍ** ۲ جنہیں
 بہت سی ٹہنیاں۔ یعنی دو باغ جنہیں میوہ دار درخت کثرت سے ہوں گے۔ اور ہر درخت
 میں طرح طرح کے میوے ہوں گے۔ لکھا ہے کہ ان باغوں کا عرض و طول سو برس کی راہ
 کی مسافت کے برابر ہوگا اور انہیں مکانات خوش اسلوب در میوے مرغوب اور جو رہن
 نہایت حسین و خوب ہوں گی۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** ۳ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے
 رب کی جھٹلاؤ گے اسے جزا اور آدمیو۔ اور وہ تمہیں میوے دار درختوں سے بہری پُری
 جنتیں دینے کا وعدہ فرماتا ہے۔ **فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْوِينَ** ۴ اور انہیں دو چشمے بہتے
 ہیں۔ یعنی اون دونوں باغوں میں دو چشمے جاری ہیں۔ ایک تسنیم اور دوسرا سلیل
 اور عالم میں ہے کہ ایک چشمہ آب صاف کا ہے اور دوسرا شراب لذیذ کا۔ اور ان
 چشموں میں عمدگی یہ ہر کہ اہل بہشت جہان چاہیں اور اپنے مکان کے جس درجے میں
 قصد کریں وہیں پانی مل سکتا ہے۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ** ۵ پہر کیا کیا
 نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور اون نے تمہاری راحت اور لذت کے لیے ایسے
 عمدہ عمدہ چشمے جاری کیے ہیں۔ **فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ** ۶ اور انہیں میں
 ہر میوے قسم قسم کے۔ یعنی اون دونوں باغوں میں دو قسم کے میوے ہیں ایک وہ
 جو دنیا میں دیکھے اور سنے تھے اور دوسرے عجیب و غریب۔ **فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا**
تُكَذِّبِينَ ۷ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور وہ اپنے بندوں کو انواع
 و اقسام کے میوے کھلاتا ہے۔ **فَمُتَّكِلِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَاطِئُهَا مِنْ اسْتِزْقِ**

لگے بیٹھے بچھونون پر جبکہ استرا تافتے کے۔ یعنی وہ لوگ جو پروردگار عالم کے خوف سے
 گناہوں کو چھوڑا طاعت کرنے پر مستعد ہو گئے۔ بہشتوں میں تکیے لگائے ہوئے
 ایسے بچھونون پر بیٹھے ہو گئے جنکے استر شیشی کپڑے کے ہو گئے۔ ایک بزرگ سے
 دریافت کیا گیا کہ جن بچھونون کے استر شیشی اور عمدہ ہو گئے اونکے ابرے کس چیز کے
 کے ہو گئے فرمایا نور کے۔ وَجَنَّا الْجَنَّتَيْنِ دَانِ ۝ اور سپودہ اون باغوں کا جھکا ہوا
 یعنی اون جنتوں کے سیوے ایسے قریب اور نیچے ہو گئے کہ کٹڑے بیٹھے لیٹے ہر طور
 سے اون تک ہاتھ پہنچ سکیں۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ جس نینوے کو اہل بشت کا دل
 جا بیگا او سکی شاخ جھک لیگی۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں
 اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اسے جنون اور انسانوں۔ اور وہ تمہیں شاہانہ فرشوں پر بٹھاتا
 اور لذت میوے کھلاتا ہے۔ فِيهِنَّ قِصَاصٌ الْطَّرِيفِ ۝ لَمْ يَطْمِئِنَّ الْقُلُوبُ
 قَبْلَهُمْ وَلَا جَانِ ۝ اون دونوں میں عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں نہیں ہاتھ
 لگایا اونکو کسی آدمی نے اسے پہلے اور نہ کسی جن نے یعنی اون جنتوں کے محلوں
 حورین میں جو اپنے شوہر کے سوا دوسروں پر نظر نہیں ڈالتیں۔ اور وہ ایسی ہیں کہ
 اونکو کسی جن و انسان نے جنت میں ازدواج سے پہلے نہ چھوا نہ لگا۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ
 رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور وہ تمہیں ایسی
 حورین دیتا ہے جنکو کسی جن و انسان نے چھوا اور دیکھا نہ لگا۔ كَاذِبٌ أَلْيَا قُوَّتِ
 وَالْمُرْجَانِ ۝ وہ حورین کیسی ہیں جیسے لعل اور موتی۔ یعنی وہ حورین ایشیاف
 اور پاکیزہ ہیں کہ موتی اور لعل کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكَذِّبِينَ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ اور او سنے تمہارے لیے
 ایسی پاکیزہ حورین پیدا کی ہیں۔ كُلُّ جَزَاءٍ إِحْسَانٍ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ اور
 کیا یہ لا ہے نیکی کا مگر نیکی۔ یعنی اچھی بندگی کا بدلہ اچھا ثواب ہے۔ فَبِأَيِّ

اَلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ کہ او سنے
 عل نیک کی توفیق دی اور اوسکے لیے جزا سے نیک مقرر فرمائی۔ وَصِيۡتُ
 دُوۡنَهُمَا جَنَّتٰنِ ۝ اور اون دو کے سوا اور دو باغ ہیں۔ یعنی ان دونوں
 جنتوں کے سوا جگہ کا بیان ہوا دو نہایت ادر بہن۔ وہ دونوں سونے کی سا بقین کے
 لیے حین اور یہ دونوں چاندی کی اصحاب ہیں کے لیے۔ فَبَاۤءِیۡ اَلَاۤءِ رَبِّکُمَا
 تُکَذِّبٰنِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ کہ او سنے نیکوں کے لیے دو
 دو بہشتیں مقرر کیں۔ مَدٰہَاۡمَتٰنِ ۝ گہری سبز جیسے سیاہ۔ یعنی دونوں بہشتیں
 سبزی میں ایسی تیز ہیں کہ سیاہی مارتی ہیں۔ فَبَاۤءِیۡ اَلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝
 پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔ کہ وہ نہیں ایسی سرسبز بہشتیں دیتا ہے
 جگہ دیکھنے سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور بڑھتا ہے۔ فِیۡہِمَا عِیۡشٰنِ
 نَضَّاۡخَتٰنِ ۝ اور ان میں دو چشمے ہیں اور پلتے ہوئے جو خوب جوش مارتے ہیں۔
 فَبَاۤءِیۡ اَلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اسے
 جنہ اور انسانو۔ کہ او سنے تمہارے لیے ایسے دو چشمے مقرر کیے ہیں۔ فِیۡہِمَا
 فَاۡکِهَةٌ وَّ تَخٰلُۡفٌ وَّ رَمَٰنٌ ۝ اور ان میں میوے اور کھجوریں اور انار یعنی
 اون دونوں بہشتوں میں کثرت سے میوے ہیں اور خرما اور انار کے بہت درخت
 ہیں۔ خرما اور انار کا بیان میووں سے الگ ایلے ہوا کہ ان میں فضیلت اور عذوق
 ہے کیونکہ خرما خوش ذائقہ میوہ اور غذا بھی ہے۔ اور انار میوہ ہے اور دوا بھی ہے
 فَبَاۤءِیۡ اَلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے
 کہ وہ تمہیں ایسے میوے دیتا ہے جسے بہت سے فائدے ہیں۔ فِیۡہِیۡنَاۡ خٰیۡرٌ مِّنْ
 حِجَآۡنَ ۝ سب باغوں میں نیک عورتیں ہیں جو خوبصورت یعنی ان چاروں بہشتوں
 میں جگہ کا بیان ہوا ایسی عورتیں ہیں جو خوبصورت بھی ہیں اور نیک بہتر بھی۔

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔
 کہ وہ تمہیں خوبصورت اونٹنک سیرت حوروں کی خبر دیتا ہے۔ ^{۲۹} حُورٌ مَّقْصُودَاتٌ
 فِي الْغِيَامِ ۝ گوریان رُکی رہتیاں خیموں میں۔ یعنی حورین بھی ہوئی ہیں خیموں
 میں جو موتیوں سے تراشے ہوئے ہیں۔ اور بعض نے خیموں سے جملے مراد لیے
 ہیں۔ اور جملہ اوس گھر کو کہتے ہیں جو دو لھا اور دو لھن کے لیے آراستہ کیا جاتا ہے۔
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تمہیں
 ایسی پاکیزہ حوروں کی خوشخبری دیتا ہے۔ لَكُم مِّنْهُنَّ أَزْوَاجٌ مِّمَّنْ لَّا يَلْبَسْنَ
 نِسِينَ ۝ چھو اونکو کسی آدمی نے پہلے نہ کسی جن نے۔ یعنی وہ حورین ایسی ہیں کہ اونکو
 کسی جن و انسان نے اونکے شوہروں سے پہلے جنکے ساتھ نامزد نہیں ہاتھ نہیں لگایا
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اے
 جنو اور آدمی اور اوسے ایسی پاکیزہ حورین یا ان والوں کے نامزد کی ہیں مُتَكَلِّفِينَ عَزَافٍ
 خَضِرٍ وَّعَبْقَرٍ ۝ حسان ۝ تمکبہ لگائے بیٹھے سبز قالینوں پر اور قیمتی خوش طرز
 مچھوٹوں پر۔ یعنی اصحاب یمن سبز قالینوں اور بڑے قیمتی فرشوں پر تکیے لگائے
 بیٹھے ہونگے۔ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ پہر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی
 جھٹلاؤ گے انہیں سے جنکے بیان ہوئے تَبَرَّكْتَ اِسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ
 وَالْاِكْرَامِ ۝ بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کے جو بزرگی رکھتا ہے عظیم والا
 یعنی تیرے رب کا نام پاک بڑی برکت کا ہو۔ اور اس نام ہی کی عطیت سے اوسکی عزت
 پاک کی بزرگی ظاہر ہوتی جو درجہ مرتبہ عزت ایسا نہیں کہ کوئی بیان کر سکے کیونکہ سبکی عقل
 اور فہم و ادراک اس سے قاصر ہیں۔ اور جلال اشارہ ہو صفات غیریہ کا اور اکرام صفات
 مطہیہ کا یعنی نام مقدس نام صفات کا جامع ہو۔ اسی لیے اس نام کو اسم اعظم لکھا ہے فقط

قَعْدَةُ تَفْسِيرِ سُورَةِ وَاقِعَةٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سِتِّتِسْعُونَ آيَةً وَثَلَاثُونَ كَلِمَةً

سورہ واقعہ کے مین اُتری اسمین چھانوے آیتیں اور تین سو اُستر کلمے اور ایک ہزار اسی سو حرف اور تین رکوع میں۔ اسکے فضائل میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہو کہ فرمایا رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی پڑھے سورہ واقعہ ہر رات میں اسکو کبھی فاقہ نہ ہو۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے لڑکوں کو ہر شب اسکے پڑھنے کا حکم فرماتے تھے۔ اب اسکی تفسیر لکھی جاتی ہے۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ حُبُّهُ پڑے ہو پڑنے والی۔ یعنی قیامت جو آنے والی ہے حُبُّ اُنِیْکِ۔ لَیْسَ لَوْفَعِہَا کَاذِبَةٌ ۝ نہیں اسکے ہو پڑنے میں جھوٹ۔ بلکہ اور کا انا یقینی اور برحق ہے۔ اور وہ خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ ۝ اُتارتی ہے چڑھاتی۔ یعنی پس پا اور بچا کرنے والی ہے کافروں اور منافقوں اور متکبروں کو درجہ اسفل السافلین تک اور بلند کرنے والی ہے ایمانداروں اور ولیوں اور متکبر مزاجوں کو اعلیٰ علیین تک

اِذَا رَجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝ جب لرزے زمین کیکیا کر۔ اور جو کچھ اوپر ہے سب لرزنے کے باعث اٹھ جائے۔ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝ اور جو کچھ پہاڑ ٹوٹ کر۔ اور اُتریں ریزہ ریزہ ہو کے فَکَانَتْ هَبَاً مُّنبَسًّا ۝ پہرہ بوجہ دین گرد اُڑتے

یعنی غبارِ مر کے اُڑنے لگیں۔ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۝ اور تم ہو جاؤ تین قسم کے
 فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ پر دائیں والے کیست دائیں والے
 یہ تعریف ہے اونکی جیسے کہتے ہیں فلاں شخص اچھا ہے اور کیسا اچھا۔ اور مراد اصحابِ مین
 سے وہ لوگ مین جو وقت پیدا ہونے ذریتِ آدم علیہ السلام کے اونکے دائیں بازو
 پر تھے یا وہ لوگ مین جبکہ نامہ اعمال بروز جزا دائیں ہاتھ مین دیا جائیگا۔ وَأَصْحَابُ
 الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ اور بائیں والے کیسے بائیں والے لیجئے
 وہ جنکے اعمال نامے بائیں ہاتھ مین دیے جائیں گے۔ اور جو وقت اخراجِ ذریتِ خضر
 آدم کے بائیں بازو پر تھے۔ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ اور آگے والے سوائے
 والے یعنی سب گروہوں سے آگے نکل جانے والے یا بہشت میں سب لوگوں سے
 آگے پہنچنے والے وہ مین جو سب سے پہلے ایمان لائے مین۔ اور عبادتِ خدا میں سبقت
 کرتے مین۔ أُولَٰئِكَ الْمَفْزُوعُونَ ۝ وہ لوگ مین پاس والے۔ یعنی مقرب بارگاہ
 الہی اور موردِ رحمت نامتناہی۔ فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝ باغوں میں نعمت کے۔ یعنی
 ان لوگوں کے لیے بہشت ہے جہیں ہزاروں نعمتیں مین ثَلَاثَ مِائَاتٍ ۝ اور پچھلوں مین
 وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۝ انبؤہ ہے پہلوں مین اور تھوڑے مین پچھلوں مین
 یعنی سابقین پہلی امتوں کے زیادہ مین اس امت کے سابقین سے اور مراد سابقین
 سے وہ لوگ مین جو اللہ تعالیٰ اور اوسکے نبیوں پر ایمان لائے۔ یا پہلے اور پہلے
 سے مراد اسی امت کے لوگ مین کہ اعلیٰ درجے کے لوگ پہلے بہت ہو چکے مین
 اور چھپے کم مین۔ کیونکہ حدیثِ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ بہ نسبتِ سابقین اُممِ
 کے اس امت کے سابقین زیادہ ہونگے جیسا حدیثِ بریدہ مین لکھا ہے کہ اہلِ بہشت
 کی ایک سو بیس صفیں ہونگی جنہیں سے اسی صفیں اس امت مرحومہ کی اور چالیس
 اور سب امتوں مین سے ہونگی۔ اور یہ سب سابقین پہلے اور پچھلے بہشت میں ہونگے

عَلٰی سِرِّ مَوْضُوعٍ ۝ لَّيْلِيْنَ عَلَيْهِمْ مُّسْقِلِيْنَ ۝ يَتَّبِعُهُمْ مِنْ جَبَرُوتٍ مُّنْجُوتٍ ۝
 دیکھ دیکھ اوپر ایک دوسرے کے سامنے۔ تاکہ پس میں دیکھ دیکھ کے خوش ہوں
 يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّغْلَدُونَ ۝ پہرے میں اونکے پاس لڑکے سدائے
 والے۔ اونکی خدمت کے لیے عمدہ پوشاک اور زیور سے آراستہ و پیراستہ جو ہمیشہ لکڑی
 کی عمر میں رہیں گے۔ بَاکُوَابٍ وَّ اَبَارِقٍ ۝ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝ آنخوڑے
 اور شہیان اور پیالے تہری شراب کے۔ لیے ہوئے۔ لَا يَصْلَا عَنَہَا وَ كَا
 يُلُوفُونَ ۝ نہ سرد رکھے اونسے اور نہ بک لگے پیئے وہ شراب ایسی ہوگی جس
 نہ در دہنگا اور نہ بیوہ کہیں گے۔ وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۝ اور پودہ جو نہا
 چن لیں۔ پیئے اون اڑکوں کے ساتھ پوسے ہی ہونگے جنہیں اہل بہشت پسند کریں گے۔ وَ
 تَحْمِيصٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ اور گوشت اُڑتے جانوروں کا جس قسم کو چاہے
 خواہ بھنے ہوئے کباب یا پکے ہوئے قورے۔ وَ حَوْرٍ عَيْنٍ ۝ کَا مُثَالٍ لِّلْوَلَوِّعِ
 الْمَلَكُونِ ۝ اور گوریں برمی آنکھوں والیاں مثل موتی چھپے ہوئے کے۔ پیئے جنت
 میں ساقین کی خدمت کے لیے حدیں ہونگی جنکی آنکھیں بہت بڑی بڑی اور وہ
 نہایت لطیف مثل آبرار موتی کے ہونگی جو صدف میں پوشیدہ ہوتا ہے اور گرد و غبار
 سے محفوظ۔ جَزَاءُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ بدلا او سکا جو کرتے تھے۔ پیئے سب
 نعمتیں اون اعمال نیک کے بدلے میں ہیں جو وہ لوگ دنیا میں کرتے تھے۔ لَا
 يَسْمَعُونَ فِيہَا لَعْنًا وَّ لَا تَأْتِيہُمْ ۝ نہ سنیں گے وہاں بیوہ کلام اور نہ گناہ کی آواز
 جیسے غصہ اور دشنام۔ لَا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝ مگر سنیں گے یہ بات کہ ہر ایک سلام
 کتاب ہے۔ اور تکرار لفظ سلام ایسے ہے کہ بہشتی ہمیشہ سلام سلام کہتے رہیں گے۔ وَ اَصْحَابُ
 الْيَمِيْنِ ۝ مَا اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ ۝ اور وہاں ہونے والے کیسے داہنے والے۔ پیئے
 کیا اچھے مال میں ہیں فی سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ رہتے ہیں برمی کے درختوں میں

جو بے کانٹے ہیں۔ بخلات دنیا کے کہ یا انکی سب سیریاں کانٹے دار ہیں۔ طائف میں
 بیرون کا جنگل دیکھ کے اہل سلام خوش ہوئے اور کہنے لگے کیا اچھی بات ہو جو میں
 ایسا ہی جنگل لے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل بہشت کے لیے اس سے عمدہ اور
 بے غار درخت ہیں۔ **وَوَيْلٌ لِّلْمُصَوِّدِ ۝۱۰** اور کیلے تہ پر تہ۔ جڑ سے شاخ تک سرتاپا
 پھلون سے لے ہوئے۔ **وَوَيْلٌ لِّلْمُكْدُوْدِ ۝۱۱** اور چھانٹوں لمبی۔ ہمیشہ کے لیے
 لینے عیش و آرام۔ **وَمَا يَمَسُّكُوْبُ ۝۱۲** اور پانی بہا یا ہوا۔ جو بہشت عدن سے اور
 جنتوں پر گرے گا۔ **وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝۱۳** لامقْطُوْعَةٍ وَلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝۱۴ اور
 میوے بہت جو نہ ٹوٹے اور نہ روکے گئے۔ یعنی نہ تو ان میں سے کچھ ٹوٹ چکا اور
 نہ ان کے کمانے کی ممانعت ہے۔ **وَفُوْشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝۱۵** اور بھوننے اونچے۔
 یعنی قیمت اور مرتبے میں بلند۔ **اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَهُنَّ اَبْكَارًا ۝۱۶**
 یعنی وہ عورتیں اڑھائیں ایک اڑھان پر پہر کیا اوٹکو کنواریاں۔ یعنی انکو عجب طرح
 بنایا کہ دنیا کی بوڑھیاں جوان کر دیں۔ **عُرُوْبًا اَنْثَاٰ ۝۱۷** پیار دلانے والیاں
 ایک عمر کی۔ یعنی اپنے شوہروں کی عاشق زار۔ یا ناز و کرشمے والیاں۔ ہم عمر
 تیس غنیمتیں ہر کی سب ایک سن اور انکے شوہر بھی اسی سن و سال کے ہونگے
لَا صَعِبَ اَلِيْمِيْنَ ۝۱۸ واسطے داہنے والوں کے۔ یعنی یہ سب اصحاب ہیں
 لیے ہیں۔ اور وہ اصحاب ہیں کیا ہیں۔ **ثَلَاثَةٌ مِّنْ اَوَّلِيْنَ ۝۱۹** وَثَلَاثَةٌ
مِّنْ اٰخِرِيْنَ ۝۲۰ انبوء ہے پھلون میں اور انبوء ہے پھلون میں سے یعنی
 پھلون میں کی بھی بہت جماعتیں ہیں اور پھلون میں کی بھی بہت۔ لکھا ہے کہ جب
 آیت **ثَلَاثَةٌ مِّنْ اَوَّلِيْنَ وَثَلَاثَةٌ مِّنْ اٰخِرِيْنَ** نازل ہوئی تو حضرت ایلینو سنین
 عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر آیا
 لائے اور ہم میں سے تھوڑے لوگ نجات پائیں گے پس حق تعالیٰ نے یہ آیت

نازل کی کہ نازل من الاخرین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آیت مذکورہ سنائی۔ اور حضرت فاروق خوش ہو کے کہنے لگے کہ وَصَيْنَا عَنْ دُبَّتَانِ یعنی ہم اپنے پروردگار کے احسان سے راضی اور خوش ہوئے۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم سے مجھ تک ایک نکتہ ہے اور مجھ سے لے کے قیامت تک ایک نکتہ۔ اور حدیث مذکورہ بالا سے جہین کھا ہے کہ اہل بہشت کی ایک سو مائیں صفین ہوگی جنہیں سے چالیس امم سابقہ کی اور اسی اس امت مرحومہ کی ہوگی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی فرد بشر اس امت کا دوزخ میں نہ جائیگا۔ اب صحابہ الشمال کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ **وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ هُمْ أَصْحَابُ الشِّمَالِ** اور بائیں والے کیسے بائیں والے کہ اس دن نہایت ذلیل و خوار ہوں گے۔ **فِي سَقَمٍ وَجَمَلٍ** گرم ہوا اور جلتے پانی میں منقول ہو کر کھما۔ شمال جب بادِ سوم کی تیزی اور گرمی سے نہایت خستہ حال ہوں گے اور ٹھنڈے پانی کی خواہش کریں گے تو جہنم میں کھولے پانی میں ڈالے جائیں گے۔ وہاں اور زیادہ کھف بائیں گے تو سائے میں جائیں گے جسکی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ **وَوَظِلُّوا مِنْ تَحْتِهَا** اور چھاؤں میں دھوپ کی نہ ٹھنڈی ہو۔ عزت کی۔ جو سیاہ اور گرم دھوپ سے ہوگی۔ اور یہ سب عذاب ان کے لیے اس واسطے ہے کہ۔ **إِنَّهُمْ كَانُوا أَقْبَلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ** وہ لوگ تھے اس سے پہلے آسودہ۔ ناز و منت کے پہلے ہوئے شہواتِ نفسانی کے تابع ناجائز افعال کے پیرو۔ **وَكَاؤُوا يَصْرُوفُونَ عَلَى الْحِنْتِ الْعَظِيمِ** اور ضد کرتے تھے بڑے گناہ پر یعنی شرک پر یا یہ کہ قیامت کو جھوٹ جانتے تھے اور اس کے نہ آنے کے بارے میں نہیں کھاتے تھے۔ **وَكَاؤُوا يَفْقَهُونَ إِذْ أُنْذِرْتُمْ** وکناؤنا باوعظاءنا۔ **إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ** اَوَابَاؤُنَا لَوَلَوْنِ

اور تھے کہتے کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے سنی اور پڑیاں کیا پھر کھو اوٹھنا ہے
 کیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اگلے۔ یعنی قبروں سے زندہ ہو کے نکلنے کے منکر
 تھے اور اس امر سے تعجب کرتے تھے۔ حق تعالیٰ اپنے حبیب سے فرماتا ہے
 قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۖ لَجَمُوعٌ مِّنْهُ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ
 مُّعْتَدٍ ۚ تَوَكَّلْ ۚ إِنَّكَ بِعِندِ رَبِّكَ لَمَعْلُومٌ ۚ
 یعنی قیامت کے روز تم اور تمہارے پہلے باپ دادا اور سب پچھلے لوگ جمع کیے
 جائیں گے۔ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَنتُمُ الْفَائِزُونَ ۖ الْمَلَكُائِيُّونَ ۖ پھر تم اے بکے ہوؤ
 جھٹلانے والو۔ بشت و نشر کے منکر و لاکھون مِّنْ شَجَرٍ مِّنْ زُقُوتٍ ۖ
 البتہ کھاؤ گے ایک درخت سینڈہ کے سے۔ جو درخت میں ہوتا ہے۔ فَمَالِئُونَ
 مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ پھر اس سے پیٹ بھر و گے۔ یعنی اس کے بدمزہ پہلون سے
 فَتَنَارٌ يُّونَ عَلَيْهِ مِنْ أَحْمَدٍ ۖ پھر پیو گے اوپر ایک جلتا پانی۔ جو تن بدن
 کو جلادے۔ فَتَنَارٌ يُّونَ تَحْتِ الْأُحْيَاءِ ۖ پھر پیو گے جیسے پیوین اونٹ
 تو نے۔ کہ پیاس نہ بجھگی اور تشکین نہو گی خواہ کتنا ہی پی جائیں۔ هَذَا نَزْلُ
 يَوْمِ الدِّينِ ۖ یہ مہانی ہے اونکی انصاف کے دن۔ یعنی یہ کھانا اور پانی اونکے
 لیے پہلی مہانی ہے باقی اور کھانے پینے کی چیزیں اور عذاب سخت کا بیان ممکن
 نہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔ تَحْنُ حَافِظُكُمْ
 فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۖ ہننے تکوینا یا پھر کیوں نہیں سچ مانتے۔ اس بات کو کہ بعد
 مرگ پھر اوٹھنا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جسے پہلے بنایا ہے اس کے نزدیک دوبارہ
 زندہ کر کے اوٹھانا کچھ مشکل نہیں۔ أَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَتَمَنَّوْنَ ۖ بھلا دیکھو تو جو بانی
 پرکاتے ہو عورتوں کے رحم میں۔ اِنَّ تَوَخُّفَ قَوْلِهِ اَمْ تَحْنُ الْخَالِقُونَ ۖ
 آپ تم اسکو بناتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے۔ یعنی آپ سنی سے سچہ پیدا کر کے

انسان بنانا یہ تمہارا کام ہے یا ہمارا۔ اور بیشک تم جانتے ہو کہ یہ کام پروردگار عالم کا ہے۔ کیونکہ جیسا تم چاہتے ہو ویسا بچہ نہیں ہوتا اور جب تم چاہتے ہو سوقت بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ عالم کا پیدا کرنے والا جیسا چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یہ اس کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ نَحْنُ قَدْ زَانَا بَيْنَكُمْ أَلَمَوْتٌ وَمَا لِحُجْنٍ

بِمَسْئُوقَيْنِ ۝ ہم نے تم اور ہم میں مرنا اور ہم میں نہ مرنے سے۔ اس بات سے۔

عَلَىٰ أَنْ يُبَدِّلَ أَمْنًا لَّكُمْ وَنَذِيرًا لَّكُمْ فِيمَا كَانْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ کہ بدل لاؤں

تمہاری طرح کے اور اوٹھا کر اگرین ٹکڑو جہاں تم نہیں جانتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس بات

سے عاجز نہیں کہ مثل تمہارے اوروں کو پیدا کرے۔ یا تمکو دوبارہ دوسری صورت

بدل کے بنائے جسے تم جانتے بھی نہیں ہو۔ بلکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ وَلَقَدْ كُنَّا

عَلِمًا نُّوَلِّي الشَّيْءَ الْأُولَىٰ فَكُنَّا لَكَ تَدَاكُورُونَ ۝ اور جان چکے ہو پہلا اور چنانچہ

پہر کیوں نہیں یاد کرتے۔ یعنی بیشک پہلی پیدائش کے حال کو تم جان چکے ہو کہ نفی

سے علقہ ہوئے اور علقے سے مضغہ۔ اسطرح سے رفتہ رفتہ انسان بنے۔ پہر کیوں

نہیں دوبارہ اوٹھنے کے قائل ہوتے۔ اور وہ جسے ابتداء سے تمہیں بنایا تمہارا

دوبارہ جلانے پر قادر ہے۔ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ بھلا دیکھو تو جو بوتا

ہو۔ بے کھیتیاں۔ عَاثَتْكُمْ تَرْعُونَ ۝ آمَحْنُ الرَّارِعُونَ ۝ کیا تم اسکو

کرتے ہو کھیتی یا ہم میں کھیتی کرنے والے۔ یعنی وہ بیج جو تم زمین میں بوتا ہو اسکا

اوگانا اور سرسبز و شاداب کرنا تمہارا کام ہے یا ہمارا۔ وَنُشَاءُ بِحَبْلٍ مُّطَمَّاتٍ

فَطَلَّامُ تَفْكَهُونَ ۝ اگر ہم چاہیں کر ڈالیں اسکو روزگار میں سارے دن رہو

باتیں بناتے۔ ٹکلیں۔ اپنی کوشش سے پشیمان۔ اور کہو کہ اِنَّا لَمَعْرِضُونَ ۝

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ ہم قرضدار رہ گئے بلکہ ہم بے نصیب ہوئے۔ روزی

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝ بھلا دیکھو تو پانی جو تم پیتے ہو۔

رفع تشکی کے لیے اور جبر تہارا مار زندگانی ہے۔ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمْوہِ مِنْ
 اَلْمُنِّ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ کیا تم نے اتارا او سکو یا دل سے یا ہم میں اتاریا
 اوس صاف اور شیرین پانی کو سفید یا دلون سے۔ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ اَجَاجًا
 فَكُولا تَشْكُرُونَ اگر ہم چاہیں او سکو کر دین کھاری بہر کیون نہیں حق مانتے
 ہیں اگر پروردگار عالم چاہے تو اوس پانی کو شور اور تلخ کر دے اور اوس کے منافع
 دور کر دے۔ پس تم لوگ ایسی بے بہانہمتوں کا شکر کیون نہیں ادا کرتے اَقْرَابُكُمُ
 النَّارُ اَلَّتِي تُوْرُونَ بھلا دیکھو تو آگ جو سلگاتے ہو۔ اور اپنی ضرورتوں کے
 لیے روشن کرتے ہو۔ اَنْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ
 کیا تم نے اوٹھایا او سکا درخت یا ہم میں اوٹھانے والے لکھا ہے کہ جگل کے لوگوں کو
 جب آگ کی ضرورت ہوتی تھی تو ایک شنی مرنج کی اور ایک عقار کی توڑ کے دونوں کو
 آپس میں تلے اوپر گرٹتے تھے اور اون ہری ہری ٹہنیوں سے جگم خدا آگ
 نکلتی تھی۔ اوسی کی نسبت بیان ارشاد ہوا کہ آگ جیسی ضروری چیز جو ہر وقت تمام
 کام آتی ہے کیا او سکا درخت تم نے بنایا ہے یا ہم او سکے بنانے والے ہیں نَحْنُ
 جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَفِتْنًا عَالِمُ الْقُوْنِ ہم نے وہ بنائی یا دولائے کو اور جس نے
 کو جگل والوں کے سینے اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو ایک عبرت اور نصیحت کے
 لیے پیدا کیا ہے تاکہ اہل بصیرت سمجھ جائیں کہ خداوند عالم جو ایسے تروتازہ و بخشن
 سے آگ نکالتا ہے او سکے نزدیک انسان کے مرنے اور بوسیدہ ہو جانے کے
 بعد اوسے دوبارہ از سر نو مجسم اور زندہ کر دینا کچھ دشوار نہیں ہے۔ یا یہ کہ اس
 آگ کو دیکھ کے و فریغ کی آگ یا دکرین اور گناہوں و نافرمانیوں سے بچیں۔ اور
 بنایا اللہ تعالیٰ نے آگ کو جگل والوں اور مسافروں کے لیے سفید اور کارآمد بنائے
 کے موسم میں اور تمام دنیا کے لیے کار آمد اور ضروری ہر وقت ضرورت میں

ج

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ سو پاکی بول اپنے رب کے نام کی جو سب بڑا ہے
 یعنی اپنے پروردگار کی بے انتہا نعمتیں دیکھو اور اسے پاکی اور بڑائی سے یاد کرو فلا
 أَقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ سو میں قسم کھاتا ہوں تارے ڈوبنے کی یا بیخبرین کے
 دلمین آئین اترنے کی وَلَا تَنفَكُ لَكُمْ لَيْلٌ وَلَا نَهَارٌ ۝ اور یہ قسم ہے اگرچہ
 تو بڑی قسم یعنی بہت معتبر اور بڑی قسم ہے اور جس بات پر قسم کھائی ہے وہ یہ ہے کہ
 أَتَقْرَأُ ۚ إِنَّ كَرِيمًا ۚ فِي كِتَابٍ مُّكْتُمٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ
 بیشک یہ قرآن ہے عزت والا کھا ہر چہی کتاب دین - اوسکو وہی چھوتے ہیں جو
 پاک بنے ہیں - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو پڑھکے سناتے ہیں وہ یہی
 قرآن بزرگ ہو اور یہ کھا ہوا ہر لوح محفوظین کہ نہیں چھوتے اسے مگر پاک یعنی فرشتے
 اور لکھا ہے کہ مراد اس سے صحیفہ پاک ہے کہ اسے سوا سے پاک وصاف لوگوں کے کوئی
 نہ چھوئے - پس جب اور محدث اور عارض اور نفسا کو قرآن پاک کا چھونا جائز نہیں مگر غلام
 منفصل اور اس بارے میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے - اور ہر اوس کلام پاک کے بارے
 میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا ہے تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اُنار اہر جہان کے
 صاحب سے - یعنی پروردگار عالم کا اُنار ہوا ہے - اَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُونَ ۚ
 اب کیا اس بات میں تم سستی کرتے ہو - یعنی اے کئے والو باوجود اس امر کے کہ یہ قرآن ایسا
 ہے تم سستی کرتے ہو یا ایمان نہیں لاتے اور انکار کرتے ہو - وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَكْثَرًا
 تَكْذِبُونَ ۚ اور اپنا حصہ بھی لیتے ہو کہ تم جھٹلاتے ہو - یعنی تم قرآن پاک کی تکذیب کر کے
 اپنی روزی حاصل کرتے ہو - فَالْوَكَا لَا تَأْتِيكُمُ الْخُلُقُومُ ۚ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ
 تَنْظُرُونَ ۚ وَتَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۚ ہر کیوں نہیں
 جو وقت جان لو نیچے خلق کو اور تم اس وقت دیکھتے ہو اور ہم اس کے پاس میں تم سے زیادہ
 پر تم نہیں دیکھتے - یعنی ہر کیا ہے کہ جب مرنے والے کی جان قریب مرگ کے اوسے خلق

میں پہنچتی ہے اور تم اس وقت اسے دیکھتے ہو اور ہم تم سے بہت زیادہ اس سفر والے
 کے قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے اور نہیں جانتے۔ اور اسکی نزدیکی ساتھ علم اور قدرت
 اور رویت کے ہے۔ فَكُلُوا مِنْ كُنُوفِهِ غَيْرَ مَذْيَنِينَ ۝ تَرْتَجِفُونَ أَنَّ كُنُوفَهُ
 ضِدَّ قَيْنٍ ۝ پہر کیوں نہیں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پیر لیتے اور سکاگر
 ہو تم سب۔ یعنی اگر تم کسی کے حکم میں نہیں ہو اور قیامت آنے اور جزائے اعمال پانے
 کے انکار میں سبے ہو تو کیوں نہیں پیر لیتے اسکی روح کو اس کے جسم میں مرتے وقت
 فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۝ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ ۝
 سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت ہے اور روزی ہے اور باغ نعمت کا۔ یعنی
 اگر وہ مرنے والا اللہ تعالیٰ کے مقربین سے ہے جو سابقین میں تو اس کے لیے راحت اور
 رحمت یا بخشش اور نجات ہے قبر میں یا قیامت میں۔ اور رزق بے حساب یا تحیہ بلا تکلیف
 خوشبود ہے جنت میں اور اس کے لیے باغ ہے انواع و اقسام کی نعمتوں سے ہر اچھا۔ ۝
 فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ فَسَكْرٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝
 اور جو اگر وہ ہوا داہنے والوں میں تو سلامتی پر پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے۔ یعنی
 اگر وہ مرنے والا داہنی طرف والوں میں سے ہے تو سلامتی تجھ کو اونسے یعنی اسے محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم آپ خوش ہوں اور خاطر جمع رکھیں کہ اصحاب میں سلامت اور محفوظ
 میں سب آفتوں سے وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمَكِيدِينَ ۝ الضَّالِّينَ ۝ فَكُلٌّ
 مِنْ جَحِيمٍ ۝ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ۝ اور جو اگر وہ ہوا بھٹلانے والے بھولوں میں تو مہمانی
 جلتا پالی اور پٹھا آگ میں۔ یعنی اگر وہ مرنے والا خدا و رسول کے حکم کا بھٹلانے والا گمراہ ہو تو اس کے
 لیے دوزخ ہو۔ اِنَّ هَذَا لَهُمْ حَقُّ الْيَقِينِ ۝ بیشک بات یہی ہر امان یقین کہ یعنی یہ جہنم
 کہ وہ ناکام حال بیان ہوا سب یقینی اس پر قیامت یا ستم ربِّكَ الْعَظِيمِ ۝ سو بول پاکی
 یہ کج نام سے جو سبے بڑا۔ یعنی اپنے پروردگار کے نام کی پاکی بیان کیجیے جو سبے بڑا ہے فقط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْجُمُعَةِ

تَقْسِیرُ سُورَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَكِّيَّةٌ مِنْ ثَمَانِ عَشَرَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ آيَةً

سورہ جمعہ مدنی ہے امین گیارہ آیتیں اور ایک سوائتی مکے اور سات سواڑتالیس حرف
اور دو رکوع ہیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جو کوئی سورہ جمعہ پڑھے اسے اللہ تعالیٰ دس ہزار نیکیوں کا ثواب عنایت کرے گا
يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلَائِكَةُ وَالْعِزِيزُ
الْحَكِيمُ اللہ کی پاکی بولتا ہے جبکہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں بادشاہ پاک
نہایت حکمت والا۔ اپنے پیغمبر کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی ہر شے جو آسمانوں اور زمین میں ہے
وہ بادشاہ ہے کہ اس کے ملک کو زوال نہیں۔ پاک ہر عریضے غالب ہر ایسا کہ کبھی مغلوب نہ ہو۔
حکمت والا ہے کہ اس کا سب کام خوبی اور حکمت سے ہے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي
الْأُمَمِ رُسُلًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَهُوَ إِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ وہی
ہے جس نے ادھارا ان پر جن میں ایک رسول اور ان میں کا پڑھا ان پاس اس کی
آیتیں اور ان کو سنوارتا اور سکھاتا کتاب اور عقلندی اور اس سے پہلے پڑے تھے وہ

صریح جہاں سے میں۔ یعنی وہ پروردگار ایسا ہے جسے قوم عرب میں ناخواندہ تھی اور حسین میں کا
 ایک نبی اُمّی بھیجا کہ وہ یہ تمّت نکرین کہ یہ پیغمبر لکھا پڑھا ہوا اپنی طرف سے عبارت بنا کے
 ہو کر سنا دیتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّی ہونے کی خبر اللہ تعالیٰ نے انبیاء
 سابقین کے اکثر مصحف میں دی ہو چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں ہو کہ میں
 بھیجوں گا ایک اُمّی کو اُسیوں میں اور اوپر نبوت ختم کروں گا۔ اور وہ نبی کیسا ہے کہ پڑھتا ہے
 اور نہ آیتیں کلام اللہ کی اور پاک کرتا ہے اور نہ کفر کی نجاست اور عقیدہ ون کی نجاست سے
 اور نہ کتاب ہے اور نہ قرآن اور نہ شریعت۔ اور بیشک یہ لوگ اس ستول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے تشریف لانے سے پہلے صریح گمراہ تھے شرک کرتے تھے اور مذہب جاہلیت پر
 چلتے تھے۔ **وَآخِرِينَ مِنْهُمْ كَمَا يَكْفُرُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ** اور
 ایک اور دن کے واسطے اور حسین میں سے جو ابھی نہیں ملے اور وہی جو زبردست
 حکمت والا یعنی یہی رسول دوسرے اُن پڑھوں کے واسطے بھی ہے۔ کہ وہ ابھی نہیں ملے
 انکے ساتھ لیکن ملین گے۔ مراد اس سے فارس کے لوگ ہیں کہ وہ بھی نبی کی کتاب رکھتے
 تھے۔ حق تعالیٰ نے پہلے عرب والوں کو اس دین کا تھانے والا بنایا اور بعد اوس کے
 عجم میں بڑے بڑے کمال دیندار دین کو ترقی دینے والے ظاہر کیے اور اللہ تعالیٰ غالب
 اور حکمت والا ہے ہر کام اور حکمت اور دانائی سے ہے۔ **ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ**
مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہو جسکو چاہے
 اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ یعنی یہ نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا اللہ تعالیٰ
 کا بہت بڑا فضل ہے دیتا ہو جسکو چاہتا ہے۔ یعنی خیر اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرنا چاہتا ہے
 اُسے امت محمدی میں داخل کرتا ہے اور وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔ **مَثَلُ الَّذِينَ**
حُمِلُوا الثَّوْرَةَ **لَوْ كَانُوا يَحْمِلُونَهَا كَمَثَلِ جَمَادٍ بِحِمْلٍ** اسفار کا طعم دات
 دہلی چیرا دی تو ریت پھر نہ اڑھائی اور نہ اونھوں نے کھات گدے کی ہر کہ پیٹ پر لے چلا

کتابین۔ یعنی مثال اوں لوگوں کی جنہیں توریت کے احکام پر عملدرآمد کرنے کا حکم ہوا اور وہ اوں احکام پر کاربند نہ ہوئے بلکہ صرف توریت کو پڑھتے رہے مانند کہ ہے کے ہے کہ بوجھ کتابوں کا اٹھاتا ہے لیکن اونسے فائدہ نہیں پاتا۔ اور یہ مثال یہودیوں کے بارے میں ہے کیونکہ وہ توریت پڑھتے تھے اور اوسکے احکام پر نہ چلنے کے باعث نقص سے محروم رہتے تھے۔ **يَشْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْآيَاتِ** اللہ مابری کماوت ہوا دین لوگوں کی جنہوں نے جھٹلائیں اللہ کی باتیں یعنی یہ مثال جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمائی ہے مثال ہے یہودیوں کی جنہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہوتی تھی۔ **وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ** ○ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو یعنی اللہ تعالیٰ راہ ہدایت نہیں دکھاتا قوم ظالم کو جو راہ حق سے غماز کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے دوست اور اوسکے پیٹے ہیں اور جنت میں کوئی نہیں داخل ہوگا سوا یہود کے۔ **قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِينَ هَادُوا وَإِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ الْآوَّلُونَ** **لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَمَتَّوُوا الْمَوْتِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** ○ تو کہ اے یہود ہونے والو اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوا تو آرزو کرو مرنے کی اگر تم سچے ہو یعنی آپ کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے کہ اگر تم دعویٰ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا کہ تمہیں دوست ہو اللہ کے سوا اور لوگوں کے جو عرب و عجم میں ایمان لائے ہیں تو کیوں نہیں آرزو کرتے مرنے کی تاکہ ملین تمہیں وہ کرامتیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے لیے عطا فرمائی ہیں۔ **وَلَا يَتَمَتُّونَ أَبَدًا أَلَمْ يَأْمُرْ اللَّهُ عَلَيْهِمُ بِالْظُلْمِ** ○ اور کبھی نہ متائیں گے مزاجن واسطے آگے بھیج چکے ہیں اونکے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار یعنی حال یہ ہے کہ وہ کبھی مرنے کی آرزو نہ کر سکے کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں اپنے

علموں کو جو کچھ انہوں نے کیے شل تحریف توریت وغیرہ کے اور خوب سمجھتے ہیں اس پر
 کہو کہ بعد مرنے کے بوجہ اپنے اعمال بد کے مبتلا سے عذاب ہونگے اور اللہ تعالیٰ خوب
 جانتا ہے گنہگاروں کا حال۔ قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ
 مُلَاقِيكُمْ تَوَكَّلُوا مَوْتَ وہ ہی جس سے تم بھاگتے ہو سو وہ تم سے ملتی ہے۔ یعنی اسے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہودیوں سے فرما دیجیے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور
 تم سے ملنے والی ہے اور تم اس کا مزا چکو گے۔ ثُمَّ تَرْجِعُونَ إِلَىٰ عَلِيمٍ عَزِيزٍ قَاتِلِ الْأَشْجَارِ
 قَتَيْتُمْ كُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ پھر پیرے جاؤ گے اور اس چھپاؤ اور کھلا جائے
 والے کے پاس پھر تباہ کیا تم کو جو کرتے تھے۔ اور جزا پاؤ گے موافق اپنے علموں کے
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّعَىٰ لِلصَّلَاةِ مِنْكُمْ أَلْحِقُوا الصَّلَاةَ فَاسْتَعِينُوا
 إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ مَا لَكُمْ مِنَ الْوَلَبِ ذَانِ ہر نمازی جیسے کے دن تو
 دوڑو اللہ کی یاد کے لیے اور چھوڑ دو بیچنا۔ یعنی جب پہلی اذان نماز جمعہ کی سنو تو ضرور نماز
 ترک کر کے نماز کے لیے مستعد اور طیار ہو جاؤ اور نہایت شوق و ذوق اور خلوص لے کر
 نماز ادا کرنے کے لیے مسجدوں کی طرف چلو۔ اسے مسلمان بھائیو دیکھو اللہ تعالیٰ کس رحمت
 اور شفقت سے تم کو نماز کا حکم فرماتا ہے اور تاکید کرتا ہے کہ جب جیسے کی اذان سنو تو دنیاوی
 کاروبار ترک کر کے فوراً اللہ کی یاد کے لیے دوڑو۔ پھرے افسوس کا مقام ہو کہ باوجود اس
 حکمِ محکم کے جمعہ تو درکنار ہم لوگ نماز روزانہ ہی کو بھولے بیٹھے ہیں سو مسلمانو ہوشیار ہو اور
 اپنے خالق و مالک شہنشاہِ احکم الحاکمین کے فرمان والا شان کی تعمیل کے لیے جان و
 دل سے مستعد ہو جاؤ دیکھو وہ نماز کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
 لَّانْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ○ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔ یعنی دنیاوی
 کاروبار ترک کر کے یاد خدا کے لیے دوڑنا تمہارے حق میں بہت بہتر ہے ایسے کہ دنیاوی
 فائدے اور نفعے چند روزہ میں اور ذکر خدا کے فوائد آخرت تک تمہارے لیے باقی رہیں گے

دنیا میں اس کے باعث سے برکت ہوگی اور آخرت میں نجات۔ علاوہ اسکے یہ فیصلت دین کی
تھی کہ دین کو جان بوجھ کے دنیا کے واسطے چھوڑ دیتے تھے۔ سو اس بات سے اللہ تعالیٰ
نے اہل سلام کو روکا اور ارشاد فرمایا کہ بروقت ذکر خدا کے دنیا کے سب کام چھوڑ دو۔ اور
یہ حکم ہر اذان کا نہیں کیونکہ جماعت پہر بھی مل سکتی ہے اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا اور سکا
مٹا غیر ممکن تھا۔ اور مراد اللہ کی یاد سے خطبہ ہے یعنی نماز کے لیے ایسے وقت جائے
کہ پورا خطبہ بھی سنے اور یہ امر نہایت بتر ہے اگر سمجھ ہو۔ **فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ**
كَانَتْ سُرُورًا لِّلَّذِينَ۔ ہر جب تمام نہ چکے نماز تو پھیل پڑ زمین میں۔ یعنی بعد ازاں
ان کے اپنے کاموں کے لیے جہاں چاہو چلے جاؤ۔ **وَابْتَغُوا مِّن فَضْلِ اللَّهِ**
أَوْ رِزْقًا مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ۔ یعنی خدا کے فضل سے اپنا رزق تلاش کرو۔ **وَإِذْ كَرَّمَ اللَّهُ**
كَيْثَرًا مِّنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ ○ اور یاد کرو اللہ کو بہت ساشا کہ تمہارا بھلا ہو۔ یعنی ذکر خدا
پچھ نمازی پر موقوف نہیں بلکہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ
اور دونوں جہاں میں نیک ہو جاؤ کیونکہ ذکر خدا باعث اطمینان ظاہری و باطنی ہے
اور فریضہ فرائد دنیوی و آخروی۔ بیویوں کے یہاں عبادت کے لیے ہفتہ کا روز مقرر تھا
اور ہفتہ کے سارے دن میں تمام کارہ پار دنیاوی کی ممانعت تھی۔ یہ ان دنوں کے لیے ارشاد
ہوا کہ تم بعد نماز کے تلاش معاش میں مصروف ہو اور اس تلاش میں بھی یاد خدا کو
نہ بھولو۔ بلکہ ہر لحظہ اسکی یاد میں شاغل رہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ زمین میں پھیل جانے
سے مراد یہ ہے کہ بعد نماز کے وہ خطبے کے لیے زمین مسجد میں پھیل جاؤ۔ اور مجلس علما
کی حاضری اور مومنین کی زیارت اور مریضوں کی عیادت اور ماورائے اسکے اور نیک کام
کرنے کے خدا سے تعالیٰ کے فضل کو دھونڈو اور تلاش کرو کیونکہ ایسے ہی نیک کاموں کے
باعث سے انسان فضل الہی کا مستحق ہوتا ہے۔ اور فضل الہی موجب نجات اور طالع ہے
لہذا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جمعے میں خطبہ پڑھتے تھے کہ اتفاقاً

وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا کاوان غلہ وغیرہ اور اور کھانے کی چیزیں لے کے شام کی طرف سے
 او سو ق مدینے میں آیا۔ اور مدینے میں اون دنوں میں کچھ تنگی تھی۔ اور دستور
 یہ تھا کہ یہ کاروان سلامتی سے پہنچتا تھا تو پبل شاویا نہ بجاتے تھے صحابہ نے جو اس کاروان
 کے پبل کی آواز سنئی مسجد سے نکل کر ضروری چیزیں خریدنے کے لیے چلے گئے صرف بالہ آدمی
 رہ گئے جنہیں چار خلفائے راشدین تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم بھی
 چلے جاتے اور یہاں کوئی نہ رہتا تو آگ تمہارا بجھا کرتی۔ بعد اسکے یہ آیت شریف نازل
 ہوئی۔ **وَإِذَا رَأَوْتُ جَارَةً أَوْ لَهْوًَا أَلْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِلًا**
 اور جب دیکھیں سودا کو یا کچھ تماشا کھند جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کہرا۔
 یعنی جب تماشا یا کاروان تجارت دیکھتے یا تقارے کی آواز سنتے ہیں تو اس کی طرف تفرق
 ہو کے چلے جاتے ہیں اور آپ کو ممبر پر کھڑا ہو اچھوڑ جاتے ہیں۔ **قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ**
خَيْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَوَمِنَ الْجَارَةِ تا تو کہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشا
 سے اور سودے سے۔ یعنی اسے بغیر صلی اللہ علیہ وسلم آپ اور ان لوگوں سے کہہ دیجئے
 کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یعنی ثواب نماز کا اور خطبے کے سننے اور آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہنے کا وہ بہت بہتر اور بہت اچھا ہے تماشا دیکھنے
 اور تجارت سے نفع حاصل کرنے سے۔ کیونکہ اجر اور فائدہ عبادت اور ذکر خدا اور اطاعت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضروری اور یقینی ہے اور نفع تجارت اور معاملات
 دنیاوی کا وہی۔ **وَاللَّهُ خَيْرٌ مِّنَ الرِّزْقَيْنِ** اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا۔
 یعنی جو ذریعہ دنیا میں حصول رزق کے ہیں اور ان سب سے اللہ کا بہرہ بہت بہتر ہے
 کیونکہ یہ ذریعہ کبھی کارآمد ہوتے ہیں اور کبھی نہیں اور اللہ پر بہرہ کرنے والے ہر وقت
 اور ہر حال میں خوش و خرم اور کامیاب رہتے ہیں اور رزق بے حساب پاتے ہیں فقط

هُوَ الْمُسْتَعَانُ
تَغَابُنُ
تَفْسِيرُ سُورَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ التَّغَابُنِ يَمِّنُ وَيَمِّنُ عِشْرَتَانِ وَفِيهَا ثَلَاثُونَ آيَةً

سورہ تغابن کی ہے اور بقول بعض کے مدنی۔ اسمین طہارۃ آیتین اور دو سو اکتالیس
کلمے اور ایک ہزار اتر حرف اور دو رکوع ہیں۔ اس کے فضائل بھی کتب مقبرہ میں بہت ہیں۔
يَسْبَحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ بآی بیان کرتے ہیں اس کی
جو کچھ ہیں آسمانوں میں روحانیات سے اور زمین میں جہانیات سے۔ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ۔ اسی کا راجع ہے اور اسی کو تعریف کر رہے ہیں اسی کے لیے ہوا و شاہی زمین
و آسمان کی اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی نے پیدا کیا ہے اور وہی ہر تعریف کا شرف ہے
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے۔ یعنی ہر شے اور ہر کام پر
قادر ہے اور سب اس کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ
كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ وہی ہے جس نے تم کو بنایا پھر کوئی تم میں منکر ہے اور کوئی
تم میں ایماندار رہے بغض تم میں سے اس کے خالق ہونے کے منکر ہیں جیسے دہریے وغیرہ
اور بغض ایماندار ہیں جیسے مسلمان۔ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ اور اللہ جو
کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اور تمہارے اعمال کے موافق جزا دے گا۔ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

الْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ
 بنائے آسمان اور زمین تدبیر سے اور صورت عظیمی تمہاری پہراچی بنائی تمہاری صورت
 اور اوسی کی طرف پہر جانا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی روشن دلیلین ہیں
 کہ اوشے اپنی قدرت کاملہ سے آسمان و زمین کو بنایا اور انسان کو پاکیزہ صورت پیدا کیا۔
 ظاہر اوسکا کمال قدرت سے آراستہ کیا اور باطن کو جمال قربت سے پیراستہ فرمایا اور
 اوسی کی طرف سبکو پہر جانا ہے۔ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ
 مَا تُسَبِّحُونَ وَمَا أُنْتَبِهُونَ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۚ جانتا
 جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کچھ کھولتے ہو اور
 اللہ کو معلوم ہے جیون کی بات۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی شے پوشیدہ نہیں خواہ وہ آسمان
 زمین میں ہو یا انسان کے دلون میں شل خطر سے اور فکر کے اَلْأَيَّانَ تَكُونُ بَعْدَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَلِكَ يَمُوتُ الْكَافِرُونَ ۚ احوال اون لوگون کا جو منکر ہوئے
 ہیں پہلے۔ یعنی اسے کے والو کیا تمکو اون لوگون کی خبر نہیں پونہچی جو پہلے کافر ہو چکے
 ہیں جیسے قاییل کی اولاد اور قوم مشرک و فلاح و اقبال اَمْرِهِمْ وَكَمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ۚ پھر چکی سزا اپنے کام کی اور اونکو دکھ کی مار ہے۔ یعنی انکے کفر کا وبال دنیا
 ہی میں اونکے سر پر آیا اور کچھ غرق ہوئے کچھ بادر صر کے صدمے سے مرے کچھ اور طرح
 کے عذاب میں مبتلا ہوئے اور آخرت میں بھی اونکے لیے عذاب سخت درد دینے والا ہے
 ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَتْلُوهُمْ نُسْلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالُوا أَبَشَرًا يَمُوتُ وَنُنَادِ
 بِهٖ اسپرلاتے تھے اُن پاسی ونگے رسول نشانیاں پہرکتے کیا آدمی ہکر راہ سمجھائیں گے۔
 یعنی یہ عذاب و عقاب اونپر اس سبب سے ہوا کہ جب اونکے رسول اونکے پاس نشانیاں
 اور معجزے روشن لے کے آتے تھے تو کہتے تھے یہ تو شل ہمارے انسان ہیں یہ ہیں
 کیا راہ دکھائیں گے اور تعجب کرتے تھے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پُرچی

بجی۔ فَاَوْفُواوَاَسْتَفْعَلِ اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَفِيْرٌ حَمِيْدٌ ۝ پھر
منکر ہوئے اور منہ موڑا اور اللہ نے بے پروائی کی اور اللہ بے پروا ہر سب خوبیوں سرا۔
یعنی پھر منکر ہوئے وہ رسولوں کے اور ان کے معجزوں سے منہ پھیرنے لگے پس اللہ
تعالیٰ نے انکو ہلاک کیا اور اللہ تعالیٰ بے پروا ہے مخلوق کے ایمان سے اور
بے نیاز ہے انکی عبادت سے اور وہ بڑی خوبیوں والا ہے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثُوْا دَعْوٰے کرتے ہیں منکر کہ ہرگز وہ اٹھائے نہ جائیں گے قیامت میں
قُلْ بَلٰی وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبِّئُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۚ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ
تو کہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمکو بیشک اٹھانا ہے پھر تمکو جانا ہو جو تم نے کیا
اور یہ اللہ پر آسان ہے۔ یعنی کد بھیجے آپ اونسے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو تم کہتے
ہو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ قسم ہے میرے پروردگار کی کہ تم ضرور قیامت میں اٹھائے
جاو گے اور آگاہ کیے جاو گے اپنے ان کاموں سے جو تم نے دنیا میں کیے تھے اور
انکی جزا پاؤ گے۔ اور یہ تمہارا اٹھانا اور تمکو جزا اور سزا دینا اللہ کے نزدیک بہت آسان
اور سہل ہے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۚ وَالنُّوْرُ الَّذِيْٓ اٰتٰنَا لَنَا ۚ وَ
اللّٰهُ يَهْدِيْ لِمَا نَعْمَلُوْنَ خَيْرٌ ۝ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس
نور پر جو ہم نے آمارا۔ اور اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے۔ یعنی اللہ اور اللہ کے رسول حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس نور پر جو اللہ نے آمارا یعنی قرآن پاک پر ایمان لاؤ
اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اقرار اور انکار اور تمہارے سب کاموں سے خبردار
يَوْمَ يَجْمَعُوْكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ۚ ذٰلِكَ يَوْمُ النَّعٰثِ ۚ جسدن تمکو اکٹھا کر لیا جائے
ہونے کے دن وہ دن ہے ہر جیت کا۔ مراد جمع ہونے کے دن سے قیامت کا روز
ہے جہیں فرشتے اور جن اعدائے سب جمع ہونگے اور ہر جیت یہ کہ ہر آدمی کے لیے
ایک گھر بہشت میں ہے اور ایک دوزخ میں پس جب بہشت والے بہشت میں اپنے بھی

گمراہین کے اور دوزخیوں کے بھی تو دوزخی ہارنگے اور بہشتی جیتیں گے اسکو حق تھا
 فرماتا ہے کہ قیامت کے دن سب جمع کیے جائیں گے اور وہ دن ہرجیت کا ہوگا۔ وَ
 مَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا اُولَٰئِكَ اَوْجُوهُ
 لائے اللہ پر اور اچھے کام کرے اتارے اوس سے اللہ اوسکی برائیاں یعنی معاف
 کرے گناہ۔ اور داخل کرے اوسکو باغوں میں جنکے نیچے نہرین جاری ہیں۔ رہیں گے
 اوسہیں ہمیشہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہی ہے بڑی مراد ملی۔ یعنی گناہ مٹا
 ہو کے بہشت میں ہمیشہ کے لیے جانا بہت بڑی مراد پانا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
 وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا اُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَلَيْسَ الْمُصِیۡرُ
 اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں انھوں نے ہماری نشانیان اور سچے جو انھیں
 صلے اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائے وہ لوگ ہیں دوزخ والے رہیں گے اوسہیں ہمیشہ
 نہ مریں گے اور نہ وہاں سے نکلیں گے اور بری جگہ پونچے۔ مَا أَصَابَ مِنْ
 مُّصِیۡبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ نہین پڑتی کوئی تکلیف بغیر حکم اللہ کے۔ یعنی کسی
 شخص کو کوئی مصیبت یا تکلیف یا بیماری یا موت یا اور کوئی صدمہ نہین پہونچتا مگر اللہ
 کے حکم سے۔ اور وہ اگر چاہے تو تمام مخلوق کو سب بلاؤں سے محفوظ رکھے لیکن مہر
 کی آزمائش اور گناہوں سے پاک کرنے کے لیے بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے وَمَنْ
 يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ اللّٰهُ لِقَابَهُ اُولَٰئِكَ اَوْجُوهُ لائے اللہ پر وہ راہ تباوے
 اوسکے دل کو۔ یعنی جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور مصیبت اور رنج و غم سب کو اوسکے حکم
 اور ارادے سے سمجھ کے اوسہیں مشغل رہے اور گمراہ نہین تو اللہ تعالیٰ اوسکے دل
 کو صبر و سکون اور ثبات و قرار عطا فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْۡءٍ عَلِیۡمٌ اور
 اللہ کو ہر چیز خوب معلوم ہے ع صابر و شاکر کو ہے وہ جانتا ہے وَاطِیۡعُوا اللّٰهَ

وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے فرمان کو صدق دل سے بجالاؤ۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَنَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَكَّةَ الْمَبِيْنَةَ ۝ پہ اگر تم منہ موڑو تو ہمارے رسول کا کام ہی ہے پونچھا دینا کھوکھر۔ یعنی اگر تم رسول مقبول کے فرمان سے پہر جاؤ تو اوز کا کچھ نقصان نہیں۔ کیونکہ اونکا کام تو صرف ہمارے حکم کا صاف پونچھا دینا جو سوا اونہوں نے پونچھا دیا۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَعَلَىٰ اللّٰهِ قَلْبُكَ ۚ تَوَكَّلْ عَلَى الْمَوْعِدِ ۝ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ پر چاہیے ہر وسہ کرین ایمان والے۔ یعنی سو کہ اللہ تعالیٰ کے کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی معبود برحق ہے اور اوی پر سوئیں کہ حال میں ہر وسہ کرنا چاہیے اسلئے کہ مقضیٰ ایمان ہی ہے کہ اپنے جملہ امورات خدا پر چھوڑ دین اور کسی حال میں اوس سے منہ نہ موڑیں اور اس کے فضل و کرم پر کامل ہر وسہ رکھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بعد ہجرت فرمانے رسول مقبول علیہ السلام کے کئے کے بعضے مسلمانوں نے مدینہ جانے کا ارادہ کیا لیکن اونکے اہل و عیال نے کہ یہ وزاری کر کے اونہیں اس قصد سے روک رکھا اور وہ بھی اپنے اہل و عیال کی محبت سے نجا سکے پس حق تعالیٰ نے اونکے حق میں آیت شریفہ اِذْ قَالَ فِرْعٰوْنُ لَیْسَ بِلَاہِکُمْ اِلٰہٌ اِلَّا اَنَا ۚ اَمْنُوْا اِنِّ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ وَاَوْلَادِکُمْ عَلٰی کُرْسِیٍّ وَاَلْکُوفِ ۚ فَاحْذَرُوْهُ ۚ اے ایمان والو بعضی تمہاری جو روین اور اولاد دشمن ہیں تمہارے سوا ونسے بچتے رہو۔ یعنی تمہارے اہل و عیال جو رو رو کے تمہیں ہجرت سے روکتے ہیں تمہارے حق میں دشمنی کرتے ہیں تمکو چاہیے کہ اونکے رونے دہونے پر فریقہ نہوا اور ہجرت کو ترک نہ کرو۔ پس جب یہ آیت شریفہ اون مؤمنین نے سنی تو اپنے اہل و عیال کے کہنے پر اونہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور مدینہ چلے گئے وہاں جا کے اونہوں نے اپنے دوستوں کو جو مہاجرین تھے دیکھا تو ہر ایک کو احکام دین میں کامل اور فریقہ فاضل پایا یہ دیکھ کے نہایت افسوس کرنے لگے

کہ کاش ہم پہلے سے آتے تو ہم بھی ایسے ہی ہو جاتے۔ اس نعمت کے نہ ملنے کے افسوس میں
 اوصوں نے اہل و عیال سے نظر شفقت و ڈھالی بلکہ اور کثرتِ مال و نفقہ تک سو قوت کر دیا
 پس حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی **وَإِنْ تَعْفُوا وَأُتِصَحَّوْا وَتُغْفَرُوا فَإِنَّ اللَّهَ**
غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ اور اگر معاف کرو اور اوہ سے درگزر کرو اور بخشو تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔
 یعنی اگر کوئی خطا معاف کر دے اور اوہ سے درگزر کرے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہر دم سے ہی
 ایسا ہی معاملہ کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ انسان اپنے اہل و عیال کے سبب سے بہت سی نیکیاں کھتا
 ہے اور برائیوں میں پڑتا ہے مگر تو بھی چاہیے کہ ان سے سلوک نیک رکھے اور آپ تا مقدور
 بچتا رہے۔ **إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَہَا جَزٌ**
عَظِيمٌ ○ تمہارے مال اور اولاد یہی مین جانچنے کو اور اللہ جو ہے اس کے پاس ہے
 نیک بڑا۔ یعنی تمہارا مال اور اولاد تمہارے لیے بڑی آزمائش کا سبب ہو۔ اسی سے ظاہر
 ہوتا ہے کہ کون تم میں سے محبت الہی چھوڑ کر مبتلائے عشقِ زن و فرزند ہوتا ہے اور کون رشتہ
 الفتِ زن و فرزند توڑنے کے محبت الہی اختیار کرتا ہے اور اللہ کے بیان بہت بڑا اجر ہے
 اس شخص کے لیے جس کے دل میں خدا اور رسول کی محبت زیادہ ہے مال و اولاد کی الفت
 سے **فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْتُمْ خَيْرٌ**
لِلنَفْسِکُمْ ○ سو ڈرو اللہ سے جہاں تک سکو اور سنو اور مانو اور خرچ کرو اپنے بدلے کو۔
 یعنی جہاں تک ہو سکے خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کے کلام کو سنو اور اس کی فرمانبرداری
 کرو اور اس کی راہ میں خرچ کرو تاکہ اس کا فائدہ تمہیں پہنچے۔ **وَمَنْ يُؤْتِ شَيْئًا فَنَفْسِہٖ**
فَأُولَٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ اور جس کو کچھ دیا اپنے جی کے لالچ سے سو وہ لوگ ہی
 مراد کو پہنچے۔ یعنی جو کوئی بخل اور لالچ سے بچے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرے اس کے
 لیے اس ہے دنیا میں خوف سے اور عقبیٰ میں عذاب و عقاب سے **إِنْ تَقْرَضُوا**
اللَّہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضَعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ○ اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح

قرض دینا وہ دونا کر دے تمکو اور تمکو بخشے۔ یعنی اگر صرف کرو مال اپنا موافق فرمان اللہ تعالیٰ کے اور بطور قرض دواو سے اللہ کے ضرورت مند بندوں کو اس طرح سے کہ اوپر احسان نہ دہڑ اور تقاضا نہ کرو اور پریشان نہ کرو یا صدقہ دودل کی خوشی اور اخلاص سے تو دونا کر دینا اللہ تعالیٰ او سے تمہارے لیے ایک سے دس تک اور سات سو اور ہزار تک اور چار ہزار تک اور بے حساب جہاں تک وہ چاہے اور بخشینا او کے سبب سے گناہ تمہارے جو او سے پہلے تم نے کیے بخل اور خیرات نہ دینے سے او سکی راہ میں۔ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ قدر دان ہے تحمل والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ قدر دان اور جزا دینے والا ہے اپنے اذن نیک بندوں کو جو او کا شکر کرتے ہیں اور او سکی راہ میں اپنا مال صرف کرتے ہیں اور وہ ایسا قدر دان ہے کہ صدقہ قلیل کے بدلے میں عطیہ جلیل مرحمت فرماتا ہے اور ایسا تحمل والا ہے کہ بخیل اور کنجوس کے صدقہ نہ دینے اور بخل کرنے سے او سکی سزا دی میں عجلت نہیں کرتا۔ عَلُوْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جاننے والا چھپے اور کھلے کا زبردست حکمت والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر امر پوشیدہ اور ظاہر کو خوب جانتا ہے۔ اور او سے خوب علم ہے جو کچھ تم دیتے ہو او سکی راہ میں ظاہر یا چھپا کے۔ اور وہ جانتا ہے تمہارے دلوں کی بات کہ تم یا سے یعنی لوگوں کے دکھانے کے لیے دیتے ہو یا اخلاص سے او کے فرمان والا شان کے موافق۔ اور وہ غالب ہے حکمت والا۔ بدلے گا او سے جبکہ صدقہ خالص او کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ یا سے لوگوں کے دکھانے لیے یا اور کسی غرض سے ہے۔ اور جزا سے نیک دینا او سے جو صدقہ دل اور غلوں سے او سکی رضامندی کے لیے موافق او کے حکم کے صدقہ دیتا ہے اور برکت دینا او کے مال میں دنیا میں اور بخشینا او کے گناہ اور اجر بے حساب دینا آخرت میں۔

طوبى
تفسير سورة

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الطلاق نبي واثنا عشر آية وفيها ركعتان

سورہ طلاق بقول اکثر ائمہ شیعہ منی ہے اور بقول حضرت حسن بصری مکی ہے۔ اس میں بارہ آیتیں ہیں اور دو سو سینتالیس کلمے اور ایک ہزار ایک سو ساٹھ حرف اور دو رکوع ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھا کرے اس کے گناہوں کا اللہ تعالیٰ سے بخشوانا میرے ذمے ہے۔ اس کی شان نزول میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حالت حیض میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم رجوع کرو اور جب وہ حیض سے پاک ہو اس حالت میں پھر جاوے طلاق دو۔ جب آپ نے یہ بات ارشاد کی پس اسی بیان میں یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ تَالَّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمُ الَّذِي تَدْعُونَ لِيُحْكُمَ مَا بَيْنَكُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

کہ صغیرہ اور حاملہ نبون تو طلاق دومتم اونکو عدت پر اور عدت تین حیض ہیں۔ پس چاہیے کہ حیض سے پہلے طلاق دو تا کہ حیض کے سب دن گنتی میں آئیں اور اس پاکی میں نزدیکی نہ کی ہو۔ اور عدت کی گنتی یا درکھو کہ عورتیں اس حساب سے ناواقف میں اور ڈرو اپنے پروردگار سے۔ اور بعد طلاق کے کہ **مَا تَنْكِحُ الْمُطَّوَّقَاتِ حَتَّى يُفْصَلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِنَّ وَلَهُنَّ مِثْرُ مَا لَهُنَّ وَنَحْنُ بِمِثْرِكُمْ عَلَيْنَا** سے اور وہ بھی نہ نکلیں بگڑ کر نہ حیا کی۔ یعنی عدت کے دن تمام نہیں نہ نکلا تم اونکو گھر دن سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ ظاہر ہوں اور نہ سے صاف بیجا کی باتیں یعنی گناہ کبیرہ جسکے لیے حد ہے جیسے زنا اور عورتی۔ باہر کہ فحش اور سفاہت سے گھر والوں کو تکلیف دین تب بھی عدت سے پہلے اونکا نکالنا جائز ہے کیونکہ حق ساقط ہو گیا **وَلِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ حُرْمٌ فِيهِمْ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُحَرَّمَاتِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِن لَّا يَخْتَصِمُونَ** اور یہ حدیں ہیں باندھی اللہ کی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اسے بڑا کیا اپنا یعنی یہ حکم جو بیان ہوئے یہ اللہ تعالیٰ کی تقریر کے ہوئے عدو دہین۔ پس جسے کہ ان حدوں کے باہر قدم رکھا اسے اپنی جان پر ظلم کیا اور مستحق عذاب و عقاب ہوا۔ **لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا** اوسکو خبر نہیں شاید کہ اللہ نہایت نکالے اس سے کچھ کام۔ یعنی طلاق دینے والے کو یا کسی نفس کو خبر نہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ بعد واقع ہوئے طلاق کے کوئی اور بات ظاہر کر دے۔ وہ یہ کہ مرد طلاق دینے سے پشیمان ہو یا عورت کے ولین محبت سابقہ کا جوش پیدا ہو اور وہ رجوع کرنے کے لیے لپجائے۔ **فَإِذَا بَلَغَتِ أَجَلَ حَيْضِهَا فَلَا تَمَسُّهُنَّ حَتَّى يَمْسُوهُنَّ أَقْوَارُ فَرُوحَهُنَّ بِمَعْرُوفٍ**۔ پھر جب پونچھیں اپنے وعدے کو تو رکھ لو اونکو تم دستور سے یا چھوڑ دو اونکو دستور سے۔ یعنی جب زمانہ عدت کا آخر ہوئے تو رکھو اونکو محبت کر کے اچھے طور سے یا جدا کر دو اونکو اچھے طور سے موافق دستور طلاق کے

وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاغِبُونَ ۖ
 دو معتبر اپنے مین کے اور سیدھی کہو گواہی اللہ کے واسطے۔ یعنی طلاق دیکے عدت سے
 پہلے اگر رکھ لینا چاہے تو حجت پر دو گواہ عادل بنے آپس کے لوگوں میں سے کر لے
 تاکہ لوگوں میں شہم نہ ہو۔ اور یہ امر مستحب ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے
 اور درست اور سچی ادا کر گواہی رضا سے اتنی اور حصول ثواب کے لیے۔ ذَلِكُمْ
 يُوعِظُ بِمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ يَهْتَابُ بِهِ ابْنُ
 سمجھ جائیگا جو کوئی یقین رکھتا ہو گا اللہ پر اور پہلے دن پر۔ یعنی یہ گواہی اور شاہی جو
 بیان کی گئی نصیحت ہے اون لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن
 وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَنَزَّلْهُ مِن حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ
 اور جو کوئی ڈرے اللہ سے وہ کر دے اس کا گزارہ اور روزی دے اس کو جہان سے
 اس کو خیال نہ ہو۔ یعنی جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت کے رنج
 و غم سے رہائی دیتا ہے۔ یا جو کوئی وجہ حرام سے ڈرتا اور بچتا ہے تو اللہ برتر اسے وجہ
 حلال سے پونچھتا ہے اور روزی دیتا ہے اس کو وہاں سے جہان روزی ملنے کا اور
 وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اس آیت کے شان نزول میں لکھا کہ جب مشرکان مکہ نے عوف بن مالک
 کے بیٹے کو قید کیا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ بیٹا میرا کفار
 کی قید میں ہے اور میں فقر و فاقے میں گرفتار ہوں اور مان اس لڑکے کی اس کے غم میں
 نہایت بیقرار ہے۔ آپ نے فرمایا تقویٰ اور شکیبائی اختیار کرو اور تم دونوں لا حول و لا قوۃ
 الا باللہ کثرت سے پڑھو پس انھوں نے آپ کے فرمان کی صدق دل سے تعمیل کی خدا کے
 فضل سے تھوڑے عرصے کے بعد ان کا لڑکا مشرکوں کی قید سے جھوٹ کے چار ہزار
 کھربان انکی اپنے ہمراہ لے ہوئے صحیح و سلامت مدینہ میں داخل ہوا پس آیت مذکورہ
 بالانازل ہوئی کہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرے روزی حلال پائیگا و مَن يَتَّقِ اللَّهَ عَلَىٰ

فَهِوَ حَسْبُهُ ۖ اور جو کوئی ہو دوسرے کے اللہ پر تو وہ اسکو پس ہے۔ سب کام اس کے
 پورے کر گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِالْغُفْرِ اَمَرٌ ۖ بیشک اللہ پورا کر لیتا ہے اپنا کام۔ یعنی جو کچھ
 چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ اللہ نے رکھا ہے ہر
 چیز کا اندازہ کہ اس سے ایک ذرہ کم و بیش نہیں ہو سکتا۔ کھا ہے کہ جب مطلقات کے
 لیے حکم عدت نازل ہوا تو صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ جن عورتوں
 حیض نہیں آتا انکی عدت کیا ہے۔ پس یہ آیت شریف نازل ہوئی کہ وَالَّتِي يَكْسِنُ
 مِنْ الْحَيْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ اِنْ اَتَبَكَّرُوْا فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ ۖ
 اِلَّا كُمُحِضْنَ ۖ اور جو عورتیں نا امید ہوئیں حیض سے تمہاری عورتوں میں اگر تم کو شبہ
 رہ گیا تو انکی عدت ہے تین مہینے اور ایسے ہی جنکو حیض نہیں آیا۔ یعنی جو عورتیں کہ
 زیادہ سن ہونے کے حیض آنے سے نا امید ہو گئی ہیں اور تمکو انکی عدت تین شک ہے
 تو سمجھ لو کہ انکی عدت تین مہینے ہیں اور جو عورتیں کہ کم سنی کے باعث سے حایض نہیں
 ہوتیں انکی عدت بھی یہی تین مہینے ہیں۔ وَاُولَاتِ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ
 يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۖ اور جنکے پیٹ میں بچہ ہے انکی عدت یہ ہے کہ جن لین پیٹ
 کا بچہ خواہ مطلقہ ہوں یا اور نکاح شوہر مر گیا ہو۔ عدت انکی بچہ پیدا ہونے تک ہے۔
 وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے
 وہ اس کے کام میں آسانی۔ یعنی اسکی مشکلین آسان کر دے۔ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ
 اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِحُكْمِہٖ اللہ کا جو اُتارا تمہاری طرف۔ لوح محفوظ سے۔ وَمَنْ
 يَتَّقِ اللّٰهَ يَكْفِرْ عَنۡہٗ سَيِّئَاتِهٖ وَيُعْطِ لَہٗ اَجْرًا ۝ اور جو کوئی ڈرے اللہ سے
 اُتارے اس سے اسکی بُرائیاں اور بڑا دے اسکو نیک۔ یعنی جو کوئی اللہ سے
 ڈرے اور اس کے فرمان کو بجالائے اور پرہیزگاری کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا
 کر دے اور اسکی بُرائیاں دور کر دے اور زیادہ دے گا اس سے اجر اور ثواب۔ اَسْأَلُکُمْ ہُنَّ

مِنْ حَيْثُ سَكَتَ تَمَّ مِنْهُ وَجِدَ كَمَا تَضَارَوْهُنَّ لِتَصِفُوا أَعْيُنَكُمْ
 کہ دو اونکو رہنے کو جہاں تم آپ رہو اپنے عقد و کے موافق اور ایذا نہ چاہو اونکی تائید
 پکڑاؤ کہو۔ یعنی جن عورتوں کو کہ طلاق دے چکے ہو انہیں رہنے کو مکان و دوجہاں تم خود
 رہتے ہو اپنے عقد و کے موافق اور تکلیف نہ دو اونکو کہ میں رہنے سے اور تنگ بھی نہ کرو۔
 کہ مجبوری سے انہیں نکلا پڑے۔ **وَإِنْ كُنْ أَكْوَلَاتٍ حِمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ
 يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ**۔ اگر لڑکھتی ہوں پیٹ میں بچہ تو اوپر خرچ کرو جب تک جنین پیٹ کا
 بچہ اور عدت پوری ہو جائے کیونکہ بچے کا خرچ باپ پر ہے پیٹ میں ہو تو اسکی ماں کو
 کھلانے وہ گویا اوسی کا خرچ ہے۔ **فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ**۔ پھر
 اگر دودہ پلائیں تمہاری خاطر سے تو دو اونکو اونکے نیک۔ یعنی وہ مطلقہ عورتیں اگر بعد وضع
 حمل کے تمہارے فرزند کو دودہ پلائیں تو جو اور دودہ پلانے والی کو نوکری میں دیتے ہو
 وہ اونہیں کو دو و آئیں واپس لکو **مَعْرُوفٍ** اور سکھاؤ آپس میں نیکی۔ یعنی آپس میں
 اچھی طرح سے موافقت رکھو دودہ پلانے اور مزدوری دینے میں مخالفت نہ کرو۔ **وَلَا تَأْكُلُوا
 أَمْوَالَكُمْ الَّتِي خَرَجَ عَلَيْهَا كَثْرَةٌ مِّنْ دُونِهَا وَأَلْوَىٰ عَلَيْكُمْ أَن تَرُدُّوا
 حِمْلَهُنَّ إِلَىٰ دُورٍ**۔ یعنی باپ کے کہ میں دودہ پلانے کی اجرت نہ دنگا یا ماں قبول نہ کرے
 تو اس صرت میں اس پر لڑکے کو اور والی دودہ پلائے۔ یعنی شوہر کو چاہیے کہ اپنی عورت مطلقہ
 سے زبردستی اپنی اولاد کو دودہ نہ پلوائے اور جب تک وہ عورت راضی ہو دوسری عورت
 دودہ پلانے کے لیے نوکر نہ کرے **لِيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ**۔ چاہیے خرچ
 کرے کشائش والا اپنی کشائش کے موافق۔ عورت مطلقہ کے نان نفقے میں۔ **وَمَنْ
 قَلِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ ط** اور جسکو پیسہ ملتی ہے اسکی
 روزی وہ خرچ کرے جیسا دیا ہو سکوا اللہ نے۔ یعنی جسکی روزی تنگ ہو وہ اپنے ہاتھ
 کے موافق نفقہ دے۔ **لَا يَكِلِفُ اللَّهُ نَفْسًا لَّا مَآئِةً**۔ اللہ کسی پر تکلیف

نہیں رکھتا مگر اوتنا جو اسکو دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف والا ایطاق نہیں دیتا ہے۔

يَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ○ اب کر دیا اللہ سختی نیچے کچھ آسانی۔ یعنی قربا

ہر کہ اندیشہ بے سختی اور تنگدستی کے بعد آسانی اور توانگری کرے۔ و کائنات مبین

قَرَّبَ عَنِ امْرِئِيهَا وَرُسُلِهِ فَجَاءَتْ بِهَا حِيسًا بِأَشَدِّ مَيْدًا وَ

عَدُّنْهُ عَدًّا لَا تُكْرَأُ ○ اور بت بستیان میں کہ سرکش ہو گئیں اپنے پروردگار کے

حکم سے اور اس کے رسولوں کے حکم سے یہ رہنے حساب میں لکھو اور ان کو سخت حساب میں آؤ

دو الی اونہ ان دکھ اُرفت۔ یعنی اونکو ہر کشتی کے لئے نہ امن اور نہ حساب سخت میں گرفتار کیا۔

اور اونہر عذاب کہا نہت سخت۔ پایہ کہ قیامت من بعد سخت حساب کے سہراونہر عذاب کہ نہت سخت

فَلَا تَقْتُلُوا كَلَّامًا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَتْلًا مَكْرُومًا

وَمَا أَكَلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ أَنْ يَرَوْهُ إِلَّا عَلَيْهِمْ جُنُودٌ مِنْ سَمَاءٍ آتِيَةٌ بِخَشْمٍ أَمْشَرٍ ۚ

سرا جے نام کی اور احرار کے نام میں لونا یا۔ یہ علم حد درجوں نما سے مراب ہو

اعداً لله ليعودا باسديداً الى الارضى بى الله لى اوسى واسطى سحت مار دوو

جہان میں فاقو اللہ یا ولی الالباب ہذا الدین امنوۃ سید قرے رہنمائی

سے اے مقلید ایماندارو۔ **قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْنَا ذِكْرًا** اللہ نے تمہاری ہے

پھر مجھ کو کہ قرآن پاک ہے۔ اور بیجا ہے تم کو کہ سؤگاہیں تم کو اعلیٰ امایت اللہ

مبکیت رسول جو پڑتا ہے تمہارے پاس یقین اللہ کی صاف سنانے والیاں۔

اور یہ قرآن اور رسول تمہارے پاس اللہ تعالیٰ نے ایسے ہیجایے۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ ذٰلِكُمْ يَكْتُمِبُ اَلَّذِيْنَ اٰزْكُرْ جُوقَيْنِ ۝۱۰۱

اور کیسے پہلے کام اخذ مہرون سے اُجالے میں بیٹھے جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ اور رسول

پراونسیں جیل و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کے ہدایت اور صلہ کی روشنی میں داخل

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

تَحْنِمْهَا لَا تُضِلُّهَا إِنَّ فِيهَا آيَاتٍ لِّالْعَالَمِينَ

یہ ساری باتیں یہاں لکھی ہیں کہ ان سے مراد ہے کہ ان کے اندر پروردگار

کرے اچھے اور سے داخل کر گیا اللہ بانوں میں جنکے نیچے نہری جاری ہیں۔ اور زمین
 اوغین ہمیشہ بے زال اور انتقال کے جزا۔ یہ نیک اور اچھے بندوں کے لیے ہے
 جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور خواہ جس دین سے خدا اور رسول کی اطاعت
 اور فرمانبرداری کرتے ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں جو خاص خدا کے لیے ہیں ریا وغیرہ
 کا اوغین نشان تک نہیں۔ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَكَ دِينًا ۝ الْبَيْتُ نَبِيٍّ وَهُوَ اللَّهُ
 اور سکوروزی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمان نیک کاروں کے لیے
 بہت اچھی روزی بہشت میں مہیا کر دی ہے۔ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ
 وَمِنْ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط اللہ وہ ہے جسے بنائے سات آسمان اور زمین بھی
 اتنی یعنی جطور سے آسمان تلے اور بنائے ہیں اسی طرح سے زمین ربنائی ہے یا
 کہ جطور سے سات آسمان بنائے ہیں اسی طرح سے زمین بھی سات میں یکتا تبار
 الْأَمْثَلُ يُنْصَحُ لَتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ اور تاکہ ہے حکم
 انکے پیچ تو تم جانو اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم آسمانوں اور زمینوں
 کے درمیان اترتا ہے اور کوئی طبقہ زمین و آسمان کا اس کے حکم حکم کے اترنے سے
 خالی نہیں اور کا حکم سب کو پہنچتا ہے اور جو خالق کہ زمین و آسمان کے تمام طبقوں
 میں ہے سب اسی نے پیدا کی ہے۔ اور یہ اس لیے بیان کیا گیا تاکہ سمجھ لو تم کہ اللہ تعالیٰ
 ہر شے کے پیدا کرنے پر قادر ہے اور سب کچھ اس کے قبضہ قدرت میں ہے جو چاہے
 کرے اور جو چاہے حکم دے اور جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے نابود کرے
 وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ اور اللہ کے علم میں ساری ہے
 ہر چیز کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم تمام مخلوق پر جاری کیا ہے تاکہ جان لو اور
 سمجھ جاؤ تم کہ بیشک اللہ نے گہرا علم ہے ہر شے کو علم میں۔ اور اس کا علم تمام اشیاء کا احاطہ ہے جو

تَقْتَرِبُ إِلَيْهِ

مَنَارُكَ الذِّنِّ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْمَلِكِ أَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَكِي يَكْتُمُونَ أَلَمْ يَرَوْا بَرُوجَنَا

سورہ ملک مکمل ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں جن میں نہ کوئی مانع ہے اور نہ منسوخ اور تیسری
 سیدتی میں کلمے اور ایک سا ہزار تین سو تیرہ حرف اور دو رکوع ہیں۔ ا کے فضائل میں لکھا
 کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ قرآن پاک میں ایک سورت ہے جن میں تین آیتیں
 ہیں وہ شفاعت کرتی ہے واسطے اوس مرد کے جو اسے پڑھے یہاں تک کہ وہ بخشا جاتا
 اور وہ سورت سورہ تبارک الذی ہے روایت کیا اسکی ابو داؤد اور احمد اور ترمذی اور
 نسائی اور ابن ماجہ سے مشکوٰۃ میں بروایت ابو ہریرہ۔ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے کہ جس نے پڑھی سورہ ملک پس گویا کہ زندہ کیا اوسے شب قدر کو یعنی عبادت کی ہنسنے
 تمام شب قدر میں۔ اور حضرت ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 فرماتے تھے کہ دوست رکھتا ہوں میں یہ کہ ہر مومن کے دل میں یہ سورت ہو۔ یعنی ہر مسلمان
 کو چاہیے کہ اس سورت کو یاد کرے اور پڑھے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھتے ہیں تو فرشتے عذاب کے آتے ہیں۔ ا سوقت یہ سورت

اوس مروی کی حمایت اور اوسے عذاب سے بچانے کے لیے موجود ہوتی ہے۔ اگر وہ قدم کی طرف سے آتے ہیں تو کتنی ہے اس طرف سے تمکو راہ ندوگی ایسے کہ شخص نماز میں کھڑا ہو کے مجھے پڑھا کرتا تھا۔ اور اگر وہ فرشتے سر کی طرف سے آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو کتنی ہے کہ اس طرف سے بھی تمکو راہ ندوگی کیونکہ اسنے مجھے زبان سے پڑھا ہے اور جب داہنے بائیں سے آتے ہیں تو کتنی ہے کہ اس طرف سے بھی راہ ندوگی کیونکہ اسنے مجھے سینے میں رکھا ہے۔ یہ سب روایتیں تفسیر فتح العزیز سے لکھی گئیں۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض صحابہ نے نادانستگی سے اپنا خیمہ قبر پر کھڑا کیا اور سنا اور نہ سنا ناگمان کہ ایک شخص سورہ ملک پڑھتا ہے یا ناک کہ ختم کی اونے وہ سورت یس آئے وہ صحابی حضرت کے پاس اور خبر دی آپ کو اس حال سے پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ سورت روکتی ہے عذاب قبر کو اور نجات دیتی ہے عذاب قبر سے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ سوتے تھے جب تک کہ سورہ اتم تنزیل اور سورہ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ مادامکے اس سورہ شریف کے اور بیت سے فضائل اور فوائد احادیث سے ثابت ہیں جسے شوق ہوا حدیث میں دیکھے

تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

بڑی برکت ہے اوسکی جسکے ہاتھ ہے راج اور وہ سب چیز کر سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جسکے قبضہ قدرت میں بادشاہی اور امور ملک میں تصرف کرنا ہے بڑی برکت والا ہے جو چاہے کرے سب اوسکے اختیار میں ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اور وہ ایسا ہے الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَنْتُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا جسے بتایا مرنا اور جینا کہ تمکو جانچے کون تم میں اچھا کرتا ہے کام۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے موت اور زیت کو انسان کے جانچنے کے لیے پیدا کیا ہے تاکہ ظاہر ہو جائے کہ دنیا میں کون شخص تم میں سے تیرے عمل میں اور پرہیز گاری میں اور یا د خدا میں اور کون

دُورِ مَوْتِ سے اور بہت یا دور کھتا ہے اور کوا اور بہت سے نیک عمل کرتا ہے اور اس کے لیے
 اور مراد موت و حیات سے موت انسان کی ہے دنیا میں اور حیات اور مکی آخرت میں
 اور بعضوں نے لکھا ہے کہ مراد موت و حیات سے دنیا اور آخرت ہے۔ وَهُوَ الْعَزِيزُ
 الْغَفُوْرُ اور وہ زبردست ہونے والا اپنے زبردست اور غالب ہونے ملک میں
 بخشا ہے گناہ اور لوگوں کے جو اس سے دُور گئے اور اس کی فراخ برداری کرتے ہیں۔
 الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا فَمَا تَسْمَعُ مِنْهُنَّ سَمْعًا وَنَسْمَعُ مِنْهُنَّ سَمْعًا
 یعنی وہ جس نے سب سے آسمان زمرہ بن کر بنے جبکہ نام دیا ہے۔ اور آسمان و قوس کے لیے کا ہے اور اس کا نام
 قین و م ہے اور آسمان سوم مرمر سفید کا ہے اور اس کا نام زبلون ہے اور آسمان چہارم نقرہ خام کا ہے
 آسمان پنجم یا قوت سرخ کا ہے البیان فون اور اس کا نام ہے۔ آسمان ششم توتی کا ہے عادیون
 نام ہے آسمان ہفتم جو ہر سفید کا ہے اس کا فائل نام ہے۔ اور ہر آسمان کی دیوارت بقدر پائو
 برس کی راہ کے ہے اور اتنا ہی فاصلہ درمیانی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک
 ہے اور تمام آسمان فرشتوں سے بہرے ہوئے ہیں ہر ایک اپنی اپنی تسبیح میں رات دن
 پڑھتا ہے اور احکام خداوندی بجالاتا ہے۔ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ
 تَفَوتٍ ط کیا دیکھتا ہے تو رحمن کے بنانے میں کچھ فرق۔ یعنی نہ نظر آئیگا تجھے اور
 دیکھنے والے رحمن کے بنائے ہوئے آسمانوں میں کسی طرح کا نقص فارجع البصوْرَ
 کُلَّ تَرْتِيٍّ مِنْ قُطُوْبٍ پر دوہر اگر نگاہ کر کہیں دیکھتا ہے وڑاڑ یعنی ہر دوہر
 غور سے دیکھ کیا تجھے کچھ نقص نظر آتا ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصُوْرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ
 اِلَيْكَ الْبَصُوْرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيْبٌ پر دوہر اگر نگاہ کر دوہر بار اُلٹی آؤ
 تیرے پاس تیری نگاہ رو ہو کر تھک کر۔ یعنی ہر دیکھ دو بارہ اور سہ بارہ اور خوب غور کر لے
 کہ اس کے بنائے ہوئے آسمانوں میں تجھے کچھ فرق نظر آتا ہے۔ مگر نہ نظر آئیگا تجھے کچھ فرق
 اور ہر آئیگی تیری نگاہ تھک کر اور عاجز ہو کر یا شرمندہ ہو کر اس بات سے کہ ہر چند غور

دماں سے مکرر سکڑ دیتی ہے مگر ایک ذرہ نقص نظر نہیں آتا۔ وَلَقَدْ زَيَّنَّا
 السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ وَأَعْتَدْنَا
 لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ اور ہم نے رونق دی ورلے آسمان کو چراغوں سے
 اور اونے رکھی پھینک مار شیطانوں کی اور رکھی ہے انکے لیے دکھتی آگ۔ یعنی
 آسمان دنیا کو اللہ تعالیٰ نے تاروں سے زینت دی جو رات کو چراغوں کی طرح چمکتے
 ہیں اور انھیں تاروں شیطانوں کے لیے مار قرار دیا جب وہ آسمانوں کی طرف چڑھنے
 کا قصد کریں فرشتوں کا کلام سننے کے خیال سے۔ یہ سزاؤں شیطانوں کی دنیا میں
 اور عقبیٰ میں انکے لیے آتش و دوزخ طیار ہے۔ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ
 عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ اور جو منکر ہوئے اپنے رب سے انکے
 لیے ہے عذاب و دوزخ کا اور بُری جگہ کو نہجے۔ یعنی کافروں کے لیے جہنم اور رسول
 کے حکم سے منکر ہوتے ہیں عذاب و دوزخ کا اور بُری جگہ ہے انکی بادگشت کی۔ إِذَا
 الْقَوَافِئُ نَادَوْا هَاسِرِينَ هَاسِرًا وَهِيَ تَفُورُ نَكَدَ مَكْرِهِم مِّنَ الْغَيْظِ
 جب اوسمیں ڈالے جائیں سُنین اوسکا دھاڑنا اور وہ اوجھلتی ہے ابھی لگتا ہے
 کہ پٹ پٹ جوش سے یعنی جب کافر دوزخ میں ڈالے جائینگے تو اسکے چلنے کی نہایت سخت
 اور ہستناک و اذنین گے جو کہ ہے کی آواز سے مشابہ ہوگی اور دوزخ اوسوت
 جوش مارتی ہوگی کبھی اونکو نیچے لچائیگی اور کبھی اوپر لائیگی اور اسقدر سخت جوش رہیگی
 کہ گویا پٹ پٹ کی کافروں پر غصے ہو کے۔ كَلَّمَآ اَلْقَىٰ فِيهَا فَوْجًا سَآلَهُمُ
 خَزَنَتُهَا اَلْكَوَيَاتُ كُنْتُمْ نَذِيرٌ جسوقت ڈالا جائے دوزخ میں کوئی گروہ
 پوچھیں گے اونے اوسکے داروغہ کیا نہیں پوچھا تمہارے پاس کوئی ڈرٹانے والا
 یعنی جب مشرکوں کے گروہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ کے نگہبان غصے ہو
 اونے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی پیغمبر خدا سے ڈرانے والا نہیں آیا

جو خدا کی طرف تمہیں بلاتا اور عذاب سخت سے بچاتا۔ **قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۖ فَكَيْفَا بَنَّا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن نَّبِيِّ هَاجَرٍ إِنَّا أَنْتَوُا آلَافِي ضَلٰلٍ كَبِيرٍ** وہ کہیں گے کیوں نہیں۔ ہمارے پاس آیا تھا ڈر سنانے والا پھر پہنچے جھٹلایا اور کہا کوئی نہیں اُتاری اللہ نے کچھ چیز تم پر طے ہو چکے ہیں۔ یعنی کافر دوزخ کے ٹھکانوں کو جواب دینگے کہ بیشک ہمارے پاس رسول آئے تھے لیکن جھٹلایا اور نہ پہنچے اور کہا اویسے کہ جو کچھ تم کہتے ہو یہ خدا کا اُتارا ہوا حکم نہیں ہے بلکہ تم خود گمراہ ہو کہ انسان ہو کے نبوت کے دعوے کرتے ہو **وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ** اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا بوجھتے نہوتے دوزخ والوں میں۔ یعنی کافر کہیں گے کہ اگر تم نیا من اُن پیغمبروں کا کلام سنتے اور غور کر کے انکی صداقت سمجھتے تو آج ہم دوزخ والوں میں نہوتے۔ **فَاعْتَرَفُوا بِآيَةِ رَبِّهِمْ فَسُحِقُوا لَصْحَابِ السَّعِيرِ** سو قائل ہوئے اپنے گناہ کے اب دفع ہوں دوزخ والے یعنی اقرار کرینگے اپنے گناہ کا اگر اسوقت کا اقرار سودمند نہوگا۔ اور رحمت خدا سے دور رہیں گے **إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ** جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے رب سے بن دیکھے انکے لیے معافی ہے اور نیک بڑا۔ یعنی جو لوگ کہ عذاب خدا سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔ یا یہ کہ **دل ہی دل میں جو حق سے ڈرتے ہیں** آہ بہرتے نہ نالہ کرتے ہیں۔ انکے لیے بخشش ہے گناہوں سے اور اجر بہت بڑا کہ بہشت ہے۔ اور امن ہے ہر دہشت ہے۔ کیا خوب کہا ہے حضرت رافعتؓ نے **لَا تَخْشَوُا مَرْدَةً تَرْسَنَدُ** ہر وہ جو کہ ڈرتا ہے مبارک بندہ ہے۔ لکھا ہے کفار قریش عیش و عشرت میں مغرور و مست ہو کر بے ادبانه اور گستاخانہ کلمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ آنحضرت کو اسکی مطلق خبر نہوگی۔ لیکن انکی باتوں کے اظہار کے واسطے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر وحی نازل فرماتا تھا اور انکا پردہ فاش ہوتا

جب کئی بار ایسا ہوا تو آپس میں کہنے لگے کہ اب آہستہ آہستہ باتیں کیا کرو تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا نہ سمجھ لے اور انکو ہماری باتوں کی خبر نہ دے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریف نازل کی **وَأَنبِئُوا قَوْمَكُمُ بِآيَاتِنَا إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** اور تم چھپی کھوپنی بات یا کھوکھروہ جانتا ہے جیون کے بید۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں چاہے تم پوشیدہ باتیں کر دیا ظاہر خدا کے نزدیک سب برابر ہیں کیونکہ وہ جانتا ہے دلون کے بید خواہ وہ زبان سے نکالو یا نہ نکالو **أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے بید جانتا خبردار۔ یعنی جس نے دلون کو پیدا کیا ہے وہی انکے اندرونی حالات سے واقف ہوا اور حال یہ ہے کہ وہ جانتا ہے تمام اشیا کا باطن اور اسکے حقائق اور تمام ظاہری موجودات اور انکے دقائق **هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ** وہی ہے جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو نسبت اب پہرہ او اسکے کندہ پنیر اور کھاؤ کچھ روزی دی اوسکی اور اوسکی طرف جی اٹھنا ہے۔ یعنی وہ پروردگار ایسا ہے جس نے تمہارے لیے مین کو مسخر کر دیا تاکہ تمکو سیر کرنا او پہرہ آسان ہو پس چلو اوسکے راستوں میں اور کھاؤ رزق خدا سے تعالیٰ کا دیا ہوا جو اس نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا اور اوسکی طرف ہو تمہاری بازگشت اور جی اٹھنا پس شکر کرو اوسکا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ** کیا تمہو نے اوس سے جو آسمان میں ہے کہ دھساوے تمکو زمین میں پھر تب ہی وہ لرزتی ہے۔ کافروں کو یقین تھا کہ پروردگار عالم جو خلق کا پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا ہے وہ آسمان پر ہے اور زمین پر تبون کا بندوبست ہو۔ اوسکی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بے خوف ہو اے کافرو! اوس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ دھساوے تمکو زمین میں وہ یا اوسکے فرشتے

اوسکے حکم سے پس ناگمان وہ زمین اڑنے لگے اور مکو بہت نیچے دھسائے **أَمَّا مِمَّنْ**
فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا یا ٹڈیوں سے ہوا اوس سے جو آسمان
 میں ہے کہ چھوڑ دے تم پر تھپڑاؤ یعنی کیا بے خوف ہوئے تم اوس ذات سے جس کا نشان
 آسمان میں ہے کہ برساوے تم پر سنگریزے جیسے اوسنے قوم کو طر پر برسائے **تَمَسَّعْتُمْ لَكُمْ**
كَيْفَ تَذَكَّرُونَ سواب جانو گے کیسا ہی میرا ڈرانا۔ یعنی بہت جلد عذاب دیکھنے کے بعد
 جان لو گے کہ کیونکر تھا میرا ڈرانا مگر اوس جاننے سے تم کو کچھ فائدہ نہوگا۔ **وَلَقَدْ كَذَّبَ**
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ اور جھٹلا چکے ہیں جو اوسنے پہلے سے
 پہر کیسا ہوا میرا انکار یعنی اسنے پہلے جو کافر تھے اونہوں نے بھی پیغمبر و نکو جھٹلایا اور
 مبتلا سے عذاب ہوئے اور اپنے انکار کا نتیجہ پایا۔ **أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى لَظْمٍ مِنْ فَوْقِهِمْ**
حُمُوتٍ وَنُفُوسٍ طُورُهَا نَارٌ اور کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور اپنے اوپر پرکھولے اور جھپکتے ہیں
 وہ منکر پرند جانور دن کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح سے پرکھولے ہوئے ہوا میں اوسکے سروں پر
 اڑتے پھرتے ہیں **مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ** اور انکو کوئی نہیں تھام رہا جس کے
 سوا یعنی نہیں تھام لیتا اور انکو ہوا میں یا پرکھولنے اور بند کرنے میں مگر خدا سے مہربان
 جسے انواع و اقسام کے پرند پیدا کیے اور ہوا میں اڑنے کی اور نکو قوت دی۔ **إِنَّ تَذَكُّرًا**
لَكُمْ بِصَيُورٍ اور سکی نگاہ میں ہے ہر چیز اور وہ سب دیکھتا ہے خواہ ظاہر ہو یا
 پوشیدہ۔ **أَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصَرُّكُمْ مِمَّنْ دُونِ الرَّحْمَنِ**
 بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری مدد کرے تمہاری جہن کے سوا۔ یعنی خدا سے تالائے
 کے سوا کوئی نہیں جو تمہاری مدد کرے اور تمہیں بچائے اور تمہاری مددگار فوج بنے۔
إِنَّ الْكَافِرِينَ لَا فِي عَذَابِهِمْ منکر پڑے ہیں بڑے بہکاوے میں۔
 کافر شیاطین کے دام فریب میں پھنسے پڑے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اونہیں اونکے کفر
 کی سزا نہ ملے گی۔ **أَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَرُدُّكُمْ إِنْ أَمْسَلَكَ رِزْقُهُ**

بجلا وہ کون ہے جو روزی دیکھا تو اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی۔ یعنی اگر خدا سے
تعالیٰ تمہیں رزق دے تو کون ہے ایسا جو تمکو روزی دیکھا۔ بَلْ تَجْأَوْنِمْ
وَذُفُیْہِ کونئی نہیں پر اڑے ہیں شرارت اور بد کنے پر۔ یعنی سوا اسکے کچھ بات نہیں
کہ وہ سرکش شرارت اور غلامین پڑے ہوئے ہیں راہ حق سے بھاگتے ہیں اور راستی
سے نفرت کرتے ہیں اَمِنْ یَمِیْنِیْ مِکِبًا عَلٰی وَجْہِہٖ اَہْلٰی مِّنْ تِیْسِیْ
سَوَیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○ بجلا ایک جو چلے اور نہھا اپنے سید پر در سیدھی
راہ پائے یا وہ جو چلے سید ہا ایک سیدھی راہ پر۔ یعنی جو شخص کہ اولٹا چلتا ہے اور سب
و پیش نہیں دیکھتا وہ سیدھی راہ پائیگا یا وہ کہ سید ہا راہ راست کو دیکھتا بھاتا چلتا ہے
اوسے راہ ملیگی۔ یہ مثال ہے کفار گمراہ کی کہ وہ میدان سرکشی میں حیران و سرگردان ہیں
اور سلمان راہ یافتہ راہ راست دیکھتے بھالتے چلتے ہیں قُلْ هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَکُمْ
وَجَعَلَ لَکُمُ السَّيْرَہٗ وَالْاَبْصَارَہٗ لَا فِیْہَا قَلِیْلٌ مَّا تَشْکُرُوْنَ ○
تو کہ وہی ہے جسے تمکو کال کھڑا کیا اور بنا دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل تم تھوڑا حق
مانتے ہو۔ یعنی کد واسے حبیب میر۔ یہ کہ وہ خدا جسکی طرف میں تمکے بلاتا ہوں ایسا
جسے اپنی قدرت کا واسے تمکو پیدا کیا اور تمہیں کائن عطا کیے تاکہ کلام حق سنو اور آنکھیں
عنایت لیں کہ اوسکی قدرت کی نشانیاں دیکھو اور دل مرحمت کیا تاکہ اوسکے احکام کو
صدق دل سے بجا آؤ۔ پھر باوجود اسکے کہ تم شتہ دیکھتے بت ہو مگر ان نعمتوں کا شکر تھوڑا
ادا کرتے ہو قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاکُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْہِ تَحْشُرُوْنَ ○ تو
کہ وہی ہے جسے پھیلا یا تمکو زمین میں اور اوس کی طرف اٹھے کیے جاؤ گے۔ یعنی
کد فایدہ دست میرے خدا سے تعالیٰ وہی ہے جسے تمکو پیدا کر کے زمین میں پھیلا یا اور
ہر ایک کو منزل و مقام عنایت کیا تاکہ اوسکی عبادت اور فرمانبرداری کرو۔ اور اوس کی طرف
جمع کیے جاؤ گے تم سب اپنے اعمال کی سزا و جزا پانے کے لیے۔ وَیَقُولُوْنَ مَتٰی

هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ ۝ اور کہتے ہیں کب ہر وہ وعدہ اگر تم سے ہو
 شرک آنحضرت اور آپ کے اصحاب سے کہتے ہیں کہ یہ حشر اور جزا کا وعدہ کب ہر اگر تم سے ہو
 تو بتاؤ۔ قُلْ لَا تَمَالِكُمُ الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ ۝ وَلَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ ۝ تو کہہ خبر تو ہے
 اللہ ہی پاس اور میں تو یہی ڈر سنا نیوالا ہوں کھو کر۔ یعنی اسے میرے حبیب آپ اور
 مشرکوں سے کہہ دیجیے کہ قیامت کے آنے کا حال خدا سے تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم
 نہیں اور میں تو صرف اس کے حکم کے موافق تمہیں قیامت کے آنے سے ڈراتا ہوں لیکن
 اس کے آنے کا وقت میں بھی نہیں جانتا۔ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئًا وَجُوهُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ ۝ پہر جب دیکھیں گے
 وہ پاس آگاہ برے بنجاردین گے منہ منکروں کے اور کہا جائیگا یہی ہے جسکو تم مانگتے تھے
 یعنی جب دیکھیں گے وہ شرک کہ نزدیک آئی قیامت تو بدل جائیں گے اور ان کے چہرے
 رنج و غم سے اور کہیں گے اونٹنہ نگہبان و دوزخ کے کہ یہ وہی ہے جسکی تم منکر کرتے تھے
 اور پوچھتے تھے کہ کب ہر وہ وعدہ۔ ایک تفسیر میں لکھا ہے کہ کفار ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی مرگ کے خواہاں رہتے تھے حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں اپنے حبیب
 سے ارشاد فرمایا کہ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۝ فَمَنْ
 يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ إِلَهِ ۝ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر کہا دے مجھ کو اللہ اور
 میرے ساتھ والوں کو یا ہمپر مہر کرے پھر وہ کون ہے جو بچا دے منکروں کو دیکھ کر
 مارے۔ یعنی آپ کافروں سے کہہ دیجیے کہ ہماری اور ہمارے ساتھ والے مسلمانوں کی
 مرگ سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا اور زندگی بھی ہماری تم سے عذاب و دوزخ میں کر سکتی ہاں یا
 اور کلمہ توحید البتہ عذاب خدا سے نجات دینے والے ہیں۔ پس ہماری موت کا انتظام
 کرنا منحصر بے سود ہے۔ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَّا يَوْمٌ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۝ فَسْتَعْلَمُونَ
 مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ تو کہہ وہی رحمن ہے مہنے اور سکونا اور اویسی بہرہ

کیا سوا ب تم جان لو گے کہ کون پڑا ہے صریح ہر کاوے میں۔ یعنی کدواے حبیب میرے
 کہ حبیر ایمان لانے سے نجات ہے وہ وہی خدا ہے بخشنے والا کہ ایمان لائے میں ہم اور سپر
 کامل ہر و سا کرتے ہیں ہم اور سکا اپنے سب کار و بار میں اور قریب ہے کہ تم جان لو گے یہ
 بات بعد عذاب دیکھنے کے کہ کون ہے ہم میں تم میں سے صریح گمراہ۔ قُلْ اَنْتُمْ تُدْعَوْنَ
 اِنْ اَصْبَحْتُمْ مَآءُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَآءٍ مُّطَهَّرٍ ۝ کہ نہلا دیکھو تو اگر
 ہو رہے صبح کو پانی تمہارا خشک پہر کون ہے جو لاوے تمہارے پاس پانی نہرا۔
 یعنی اے حبیب میرے آپ کد بجھے اون کافروں سے کہ نہلا دیکھو تو اگر پانی نہرزم یا ہر
 میمون حضرمی کا پانی خشک ہو جائے تو پہر کون ہے کہ لاے گا تمہارے پاس پانی صاف
 قاری قرآن کو چاہیے کہ بعد اس آیت کے اللہ رب العالمین کہے۔ لکھا کہ ایک ذریعہ
 سنا کہ ایک معلم اپنے شاگرد کو فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَآءٍ مُّطَهَّرٍ پڑھا رہا ہے پس اس نے سنے جواب دیا کہ بالمول
 والمعین۔ یعنی کدال مددگار کو دیکھے اور اس کدوا کے پانی نکالیں گے پس رات کو سنا
 تو اندھا ہو گیا۔ ہاتھ غیب نے آواز دی کہ تیری آنکھ کا پانی جو غائب ہو گیا ہے اب آ
 کدال اور مددگار سے کیون نہیں نکلو اتنا پس ہ اپنے فعل سے نادم ہوا اور دست شغفل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْقُلُوْمِ مَكِّيَّةٌ اَشْرَافُ آيَاتِهَا وَفِيهَا رُكُوْعَانِ

سورہ قلم کی ہے اس میں باؤں آیتیں اور تین سو کلمے اور دس ہزار دو سو چھین حرف
 اور دو رکوع ہیں۔ اسکے فضائل میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی سورہ قلم کو پڑھیں گا انجنگا اسے اللہ
 تعالیٰ ثواب اس گروہ کا دے گا اور اچھے اخلاق نیک اور اچھے میں۔ ر۔ وَالْقَلَمِ
 وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَّبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ قسم قلم کی

اور جو کہتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ حرف نون مقطعات قرآنی سے ہر اس کے
 معنی سوائے خدا کے تعالیٰ کے دوسرے کو معلوم نہیں مگر مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد نون سے
 نعیم اور ناصر اور نور ہے۔ یا نون نام ہر اوس محبلی کا جسکی پیچھے پرتختہ زمین ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ
 رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے پہلے
 حق تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون کو کہ دوات ہے۔ اور لکھا قلم نے اوس دوات سے جو
 کچھ کہ تھا اور ہوا ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جب قلم کو پیدا کیا تو فرمایا اے
 سے کہ لکھ قلم نے عرض کی کہ کیا لکھوں ارشاد ہوا کہ لکھ لا الہ الا اللہ قلم نے چار ہزار برس میں یہ
 کلمہ لکھ کے تمام کیا۔ پھر حکم ہوا کہ لکھ محمد رسول اللہ چنانچہ قلم چار ہزار برس میں یہ بھی لکھا۔ اور قلم نور
 سے بنا ہے طول اور سکا آسمان زمین کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ
 فرماتا ہے کہ قسم دوات کی اور قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اوسکی جو کہتے ہیں احکام وحی وغیرہ سے
 کہ اوصیب میرے نہیں ہوتا اپنے رب کے فضل سے دیوانہ۔ یہ جواب ولید بن مغیرہ کا ہے جو معاذ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہتا تھا۔ وَلَئِنْ لَّا کَجَرَ اٰخِرَ مَمْنُونٍ
 اور جبکہ نیک ہو بے انتہا۔ یعنی آپ کے لیے جو ثواب بار نوبت ادا ٹھانے کا بے انتہا جو حق
 تعالیٰ نے اپنے فضل سے بے واسطہ آپ کو عطا کیا۔ یا آپ کے لیے ثواب دائمی ہے جو ہمیشہ
 رہے گا۔ وَلَئِنْ لَّا کَلَخَ اَخْلَقَ عَظِیْمٌ اور تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر۔ مراد خلق
 سے خوبی و بزرگی ہے کہ وہ خوبی آپ کے سوا کسی کو نہیں دیکھی یا آداب قرآن ہو کہ اللہ تعالیٰ
 آپ کو اوس سے سرفراز کیا۔ اور لکھا ہے کہ کوئی خلق خلق محمدی سے بزرگ نہیں کیونکہ آپ نے
 اپنی مشیت ترک کر کے اپنے تئیں بالکلیہ حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ
 یَبْصُرُ وُنَّ ۝ بِاٰیٰتِ الْغَیْثِ ۝ سواب تو بھی دیکھ لیا اور وہ بھی دیکھ لیں گے
 کون ہے تم میں کہ بچل رہا ہے۔ یعنی قرب ہو کہ دیکھ لیں گے آپ کو میرے حبیب اپنی
 فتح اور نصرت کو اور کیا فرمائی خرابی اور خواری کو اور معلوم کر لیں گے اس بات کو کہ کونسا

کردہ قرآن سے دیوانہ ہے اور کسے ساتھ بلدا اور قسہ ہے اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
 ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُتَكِبِّينَ ۝ تیرا رب وہی بہتر جانتا ہے جو
 بگا اور سکی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے راہ پانے والوں کو۔ یعنی آپ کا رب خوب جانتا ہے
 اسے جو گمراہ ہے اور راہ حق سے بگا ہوا ہے اور وہی گمراہ دیوانہ ہے۔ اور خوب جانتا ہے
 آپ کا پروردگار راہ حق پانے والوں کو اور ان کے کمال عقل کو کہ وہ اہل سلام ہیں۔ فَلَا
 تُطِيعُ اَمْرًا كَذِبًا ۝ سو تو کمانہ مان جھٹلانے والوں کا۔ یعنی مکے کے مشرکوں کا جو
 تیری رسالت کی تکذیب کرتے ہیں اور دین آپ کی ترغیب دیتے ہیں۔ وَذُو الْاَوْتَانِ
 فَعِدَّ هُنُوْنًا ۝ بچاتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں۔ یعنی کافروں کا جو
 ہیں کہ کاش آپ ان کے شرک اور کفر پر ان کو سزا نہ دے کر یہ بھی آپ کے دین پر زبان نہ بولیں
 اور طعنہ نہ دیں۔ یا یہ کہ آپ ان کے بتوں کو اچھا کہیں تو وہ آپ کی باتوں کو پسند کریں۔ وَلَا تُطِيعُ
 كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ اور کمانہ مان کسی قسمین کھانے والے بے قدر کا۔ یعنی وہ
 ابن ہبیرہ کا جو بہت جھوٹی قسمیں کھاتا ہے اور ہمتا ز مَشَاءِ نَبِيٍّ ۝ مَنَافِعِ
 النَّبِيِّ مَعْتَدًا ۝ یعنی دیتا چلتی کرتا پھر تا بیلے کام سے روکتا حد سے بڑھتا بڑا
 گنگا۔ یعنی وہ ایسا بکر دار ہو کہ لوگوں کو پیٹھ پیچھے اور بر روٹنے دیتا اور برا کہتا ہو۔ اور فریاد
 کے پتیلیاں کھاتا اور ایک کی بات دوسرے سے کہتا ہے اور اس بات کا ہرگز رو اور نہیں
 کہ کوئی کسی سے بھائی کرے۔ لوگوں پر ظلم و تعدی کرتا ہے اور بڑا گنگا رہے کہ تمام کبیرہ
 گناہوں میں مبتلا ہو اور عِتْلٰی بَعْدَ ذٰلِكَ زِنٰی ۝ بدخواص سب کے پیچھے
 بدنام۔ یعنی نہایت بد مزاج سرکش خود پسند کہ کبھی سمجھانے سے وہ راہ پر نہیں آتا۔ اور بعد ان
 سب عیبوں کے ایک بڑا عیب وہیں یہ ہے کہ جہاں مزادہ ہے باپ اسکا نامعلوم ہو۔ لکھا ہو کہ
 ولید پلید اٹھارہ برس کا تھا جب پیغمبر نے دعویٰ کیا کہ میں اسکا باپ ہوں اور اس سے
 اپنے پاس رکھا تفسیر زاہد ہی میں لکھا ہے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت

شرف محفل قریش میں پڑھی تو بغیر بھی وہاں موجود تھا ابو عبیدہ ابوسے اپنے بیان
فرمائے وہ سب اوسنے اپنی ذات میں پائے مگر حرامزدگی کا حال کئے شکر رہا اور اپنے دل
میں کہنے لگا کہ وہ شخص تو سردار قریش ہے باب اور کلام بغیر نہایت مشہور ہے۔ اور یہ بھی اوس
یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ نہیں بولتے پس اسی شش پہنچ میں اوسنے
کیا کام کیا کہ تلوار کھینچ کے اپنی ان کے پاس پونچا اور اوس سے نہایت سختی اور درشتی
سے یہ حال پوچھا تب اوسنے مجبور ہو کے بیان کیا کہ باپ تیرا نامرد تھا اور اوسکے بھتیجے اور
مال پر نظر لگائے ہوئے تھے مجھے اس بات کا شک ہو تو میں نے فلان غلام کو بلا کے
اوسکے کچھ دیا اور اوسنے فعل شنیعہ کرایا اوسی کے نطفے سے تو پیدا ہوا اور وہی تیرا باپ ہو
تب اسے اپنا حال معلوم ہوا۔ اور باوجود ان عیبوں کے اوسے حماقت نے ایسا گہرا تھا
کہ وہ آن کا ن ذامال و بنین ۰ اس سے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے نہایت
مغرور ہو کے جھٹلانے اور انکار کرنے میں ایسا بڑھ چلا کہ جسے اسے مال اور اولاد تھی اسی
کے آیتوں کو جھٹلانے لگا یا شک کہ اذ ائسنا قال آساطیر
الا وکین ۰ جب سنائے اوسکو ہماری باتیں کہ یہ نقلین میں پہلوئی۔ یعنی
جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ہماری آیتیں تو باوجود کلام خدا جاننے کے کہتا ہے کہ یہ جھوٹ
قصہ میں پہلے لوگوں کے اللہ کا کلام نہیں ہے۔ پس ایسے کج فہم انسان کی سر قیامت میں
تو ہو گئی مگر دنیا میں سکتیم علی الخوٹو ۰ داغ دیکھے ہم اوسکی سونڈ پر۔ یعنی
ناک پر تاکہ وہ ذلیل اور نکمہ کلائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جنگ بدر میں کسی انصار کی تلوار
اوسکی ناک پر لگی اور ناک زخمی ہوئی ہر چند اوسنے علاج کیا مگر فائدہ نہوا بلکہ اوسمیں خفاشت
بڑھ گئی یا ناک کہ اوسی مرض میں دھل بہنم ہوا۔ اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ایسے بد ذات
شرکافرو کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور حکومت معلوم نہیں کس مصلحت سے نہایت کی
تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انا لکھ کر ہم کما بلو نا احب الیہ ۰ یعنی ان

لوگوں کو جانچا ہے جیسے جانچا باغ والوں کو۔ یعنی مکے کے لوگوں کو مال و ریاست دیکھے
ہم آنا تے ہیں جیسا کہ ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا۔ اور قصہ اونکا اسطور پر ہے کہ
دارالسلطنت میں یعنی شہر صنعان کے متصل ایک مرد صالح کا باغ تھا اور اسکا دستور یہ تھا
کہ وہ اپنے باغ میں درویشوں کو بلا کے اچھے اچھے میوے کھلاتا تھا اور اسکی آمد کا
دسواں حصہ فقر کو تقسیم کرتا تھا اس باعث سے اسکے باغ میں بڑی برکت تھی جب
اوسنے انتقال کیا تو اسکے تینوں بیٹے اس باغ کے وارث ہوئے اور اونہوں نے
آپس میں مشورہ کیا کہ ہم سب اہل و عیال والے ہیں باپ کی طرح فقیر و گھونین دیکھتے اسکی کیا
تدبیر کریں منجملے بھائی نے کہا بتیری ہر کہ باپ کے طریقے پر چلو مگر اولیٰ دونوں نے اوسکا کہنا
نہ مانا اور آپس میں یہ صلاح کی کہ صبح کو سویرے ایسے وقت جا کے میوہ توڑ لائیں
کہ فقیروں کو خبر نہ ہو اور منجملے بھائی کو دہکا کے چپ کیا اِذَا قَامُوا إِلَيْكَ مِنْهَا
مُضْجِينَ ۝ وَلَا يَسْتَنُونَ ۝ جب سب نے قسم کھائی کہ اور اسکا میوہ
توڑینگے صبح کو اور انشاء اللہ تو اسلئے نہ کہا کہ اور نہ قسم نہ پڑنے کا بھی احتمال ہو سکتا تھا۔
پس جب رات کو بیدار کر کے سو رہے فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ
وَهُمْ نَامٌ ۝ پس گرد پڑ گیا اوس باغ کے کوئی پہرے والا تیرے رب کی طرف
سے۔ اور وہ ایک آگ تھی جو آسمان سے گری اور اوس باغ کے درخت اور کان
اور مالی اور کسان سبکو جلا گئی۔ اور وہ سوتے تھے۔ بے خبر جی طرح مکے والے بلائے قحط اور
شکست برد سے غافل تھے فَاصْبَحْتَ كَالْصَّيْفِ ۝ پہر صبح تک ہو رہا جیسے
ٹوٹ چکا یعنی صبح کو اور نکال باغ ایسا ہو گیا جیسے کھیت کٹا ہوا۔ کہ اوسمیں کھیتی اور درختوں
تک کا نشان نہ رہا۔ پہر جب وہ اس حال سے ناواقف خواب غفلت سے چونکے فَتَنَّا
مُضْجِينَ ۝ پہر آپس میں بولے صبح ہوئے۔ وہ تینوں بھائی اور ایک دوسرے
کو پہچانے لگا۔ اِنِ اَعْدُوْا عَلٰی اٰحْزَنٰكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ کہ سویرے

چلو اپنے گھیت پر اگر تلو توڑنا ہے۔ کیونکہ اگر دیر کرو گے تو فقیر آجائیں گے ہر کل چڑھ گیا۔
فَانْطَلِقُوا وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ ۱۔ ہر چلے اور آپس میں کہتے تھے چکے چکے وہ تین
 بھائی تاکہ کوئی سے نہیں **اَنْ لَا يَدْخُلَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ** ۲۔
 نہ آنے پائے اور میں آج تمہارے پاس کوئی محتاج کہ اسے کچھ دینا پڑے اور ہمارا حصہ
 کم ہو جائے۔ **وَعَدُوا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ** ۳۔ در سویرے پونچھے لپکتے زور پر فقیروں
 کے روکنے سے یہے **فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوا اِنَّا لَصَالُونَ** ۴۔ ہر جب اسکو دیکھا بولے
 ہم راہ ہوئے۔ باغ کو اچاڑا اور جلا ہوا دیکھے بھان نہ سکے تو کہنے لگے کہ یہ تو ہمارا باغ نہیں
 بیشک ہم اندھیرے کے سب سے راہ بھول گئے کیونکہ ہمارا باغ ابھی کل تک میوؤں سے
 لدا پڑا تھا اور یہ بالکل خالی ہے۔ مگر بعض نے درو دیوار کی نشانیوں سے پہچانا اور
 کہا کہ ہم راہ نہیں بھولے۔ **بَلْ نَحْنُ مُحْضٍ وَهُونَ** ۵۔ بلکہ ہماری قسمت چھوٹی۔ نہ ایسا
 ہوا جہاں باغ جو ہمارے گزار کے لیے ایک بڑا سرمایہ تھا دفعہ خاک سیاہ ہو گیا۔ اسی طرح کے
 والے قحط اور جنگ بدر کو دیکھ کے پہلے کہیں گے کہ یہ تو کبھی کبھی ہوا کرتا ہے۔ مگر جب قحط پر قحط اور
 پر شکست پائیں گے تب کہیں گے کہ ہماری قسمت چھوٹی۔ جیسا ان باغ والوں نے کہا اور اس
 کرنے لگے۔ **يَا قُلُوبُ اَوْسَطُكُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ لَوْ لَا تُسْتَحْيُونَ** ۶۔ بولا بچا اور انکو
 میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں پاکی ہوئے اللہ کی۔ منجھے بھائی نے جب اوٹھیں
 افسوس کرتے دیکھا تو کہا میں تو تم سے پہلے ہی کہنا تھا کہ کیوں نہیں یاد کرتے ہو اللہ تعالیٰ
 کو بزرگی سے اور کیوں نہیں سمجھتے کہ زکوٰۃ اور خیرات دینے سے برکت و تقاب سے اللہ تعالیٰ
 مگر تم نے ہر گمانی کی اللہ پر اور مجھے کہ فقیروں کو دینے سے ہم محتاج ہو جائیں گے۔ پس جب
 وہ منجھے بھائی کی نصیحت کو سمجھے **قَالُوا اَسْحَنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ** ۷۔ بولے
 پاک ذات ہے ہمارے رب کی بہتر نصیحت وار تھے۔ کہ فقیروں کے دینے میں نیت
 بدلی اور اللہ تعالیٰ کے سچے وعدے پر ہر ومانہ کیا۔ **فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ**

بَعْضِ يَتَكَلَّمُونَ ○ پھر منہ کر کے ایک دوسرے کی طرف گئے اور اپنا دینے
اوراپس میں ایک دوسرے کو بلاتے کرنے جب دیکھا کہ اس سے کچھ حاصل نہیں
تو پریشان اور مجبور ہو کے قَالُوا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ○ بولے اے خراب ہمارے
ہم تھے حد سے بڑھنے والے۔ اور سرکش کہ ہم نے حق اللہ بھی لینا چاہا اور انشاء اللہ بھی
نکالنا اب ہم اپنی افزائی سے شرمندہ اور نادوم ہیں عَسَىٰ رَبُّنَا اَنْ يُبْدِلَ لَنَا خَيْرًا
مِّمَّا لَنَا اَلَا اِنَّا رَتَبْنَا رَاغِبُوْنَ ○ شاید ہمارا رب بدل دے ہم کو اس سے بہتر ہم اپنے
رب سے آرزو رکھتے ہیں۔ یعنی اس کے لیے ہمیں اس سے اچھا باغ دے اور ہماری روزی
کشاہد کرے ایسے کہ اگرچہ ہم نے اس کے کریم پر ہر وسوسہ نہیں کیا لیکن اب تک اس کی مہربانی سے
نا امید بھی نہیں ہیں۔ اور اس سے بڑی آرزو میں رکھتے ہیں۔ پس ان کے اس اخلاص
کو اللہ نے پسند کیا اور ان کو اس باغ کے بدلے اس سے اچھا باغ حیوان نام غایت کیا
جس کے انگوروں کا ایک خوشہ اتنا بڑا ہوتا تھا کہ ایک شخص کا بوجھ ہو۔ اسی طرح کے والے
بھی قحط اور قتل اور طرح بطرح کے عذاب دیکھ کے سات برس بعد نادوم و پشیمان ہو کے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے پھر اللہ
تعالیٰ نے انہیں نورا اور دولت و سلطنت سے سرفراز کر کے بہت سے خزانے اور ملک
اور نو دیے اب اللہ تعالیٰ کہتے والو نکو باغ ضروان کے مالکون سے مثال دیکے فرما تا ہے کہ
كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۝ يٰوَيْلُنَا اِنَّا كُنَّا لَمَكْرُوهٍ ○ یونین آتی ہے آفت دنیا میں جیسے باغ ضروان کے مالکون
پر اور گئے والوں پر کیا بگڑا اسکے دور ہونے کے لیے گناہوں سے شرمندگی اور توبہ بہت
فائدہ مند ہو وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَكْبَرُ ○ اور البتہ آخرت کی آفت سب سے بڑی ہے
ایسے کہ اوسین توبہ اور ندامت کچھ کام نہ لگی۔ اور وہ سدا رہی گو کہ قَالُوا اَعْلَمُوْنَ ○
اگر ان کا سمجھ ہوتی۔ تو موجبات عذاب سے بچتے اور خدا سے ڈرتے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ
كَثِيْرًا مِّنْ جَنَّاتٍ ۝ اَلْبَتَّهٗ ذٰرِ الْوَلٰٓئِیْنَ ○ اے اللہ کے رب کے پاس باغ ہیں نعمت کے

یعنی پرہیزگاروں کے لیے اگرچہ دنیا میں بیچ و تکلیف ہو مگر آخرت میں ان کے پروردگار کے پاس اس تکلیف کو بدلے میں ان کے لیے باغ میں نعمت سے بہرے پڑے۔ لہذا وہ اپنے لیے یہ جنت اور نعمت کمان ہے اگرچہ تو پہلے میں ملے گی اور جیسے ہم دنیا میں مسلمانوں سے زیادہ خوش و غرم ہیں ویسے ہی عقبی میں بھی اون سے زیادہ اچھے رہیں گے اور ان کے جہت سے اہل اسلام دنیا میں ہمارے ساتھ قحط میں شریک ہے اور بھوک و پیاس کی بلا میں گرفتار ہوئے اسی طرح آخرت کے عذاب میں بھی سب نیک و بد شریک ہونگے اور وہ ان بھی کچھ فرق نہوگا۔ حق تعالیٰ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا **أَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْجُحْمِ** کیا ہم کر نیگے حکم برداروں کو برابر گنہگاروں کے جو ہمارے حکم سے انکار کرتے رہے۔ **مَا لَكُمْ فِیہِ** کیا ہوا تم کو اسے منکر و کہ باوجود عقل و دانائی کے کیفہ تم کو **تَحْمِلُونَ** کیسی بات ٹھہرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ ہم میں اور مسلمانوں میں کچھ فرق نہیں۔ یہ بات بالکل غلط عقل ہے۔ اور اگر یہ کہو کہ آخرت کے کاموں میں عقل کو دخل نہیں کیونکہ وہ صرف شرع کے بتانے پر موقوف ہیں تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ **أَمْ لَكُمْ کِتَابٌ فِیہِ رِسْوٰنٌ** کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے آسمانی جن میں پڑھ لیتے ہو کہ کفار جزا و سزا میں مثل مسلمانوں کے ہونگے اور **أَمْ لَكُمْ فِیہِ لَمَّا تَخْتَارُونَ** اور میں ملتا ہے تم کو جو پسند کرو۔ یعنی کیا تمہیں اس کتاب آسمانی میں وعدہ دیا ہے کہ جو کچھ تمہارا چاہتا ہے اپنے لیے پسند کرو گے وہ ہم تم کو دیں گے۔ اور اگر تم کہو کہ ہمارے پاس کتاب تو نہیں مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہم لوگوں کے ساتھ قدیم سے ایسا ہی جلا آتا ہے اور وہ اپنے معمول کے خلاف نہ کرے گا تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ **أَمْ لَكُمْ اٰیْمَانٌ عَلَیْکُمْ بِالْفَعْلَةِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیْمَةِ** لایا تم نے ہے قسمیں لی ہیں جو پوچھنے والی ہیں قیامت تک کہ تمہاری ابتدا سے پیدائش سے قیامت تک تم سے یکساں معاملہ رکھنے کی ہنہ تمہاری جو باطن مضمون کہ **اِنَّ لَكُمْ لَمَّا تَخْتَارُونَ** کہ تم کو لیا جو تم ٹھہراؤ گے۔ یعنی جو کچھ تم حکم کرو گے وہ ہم تم کو دیں گے۔

مع

یہ اگر وہ کہیں کہ ہاں ایسا ہی عہد و پیمان حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ہے تو سامع
 اَیُّوْمَ ذٰلِكَ زَعِیْمٌ ۝ پوچھو ان سے کونسا اور نہیں اسکا ذمہ لیتا ہے۔ یعنی کون
 ضامن ہے اس حکم کا۔ اَقْرَبُ شُرَکَآئِکُمْ فَلَیْئَا تُوَاشِحُوْکَآئِیْہُمْ اِنْ کَانُوْا
 ضٰلِقِیْنَ ۝ کیا ان کے کوئی شریک ہیں تو چاہیے لے آئیں اپنے اپنے شریکوں کو
 اگر وہ سچے ہیں۔ یعنی اگر وہ اس بات میں سچے ہیں کہ بیشک کی نعمتیں انہیں کو ملینگی تو یہ چاہیے
 کہ لے آئیں وہ انہیں جو ان کے شریک ہیں اپنی مدد کے واسطے حق تعالیٰ کے مقابلے میں خصوصاً
 قحط کے زمانے میں یا اس وقت جب مسلمانوں سے شکست کھاتے ہیں۔ پس اگر وہ کہیں کہ ہمارے
 معبود و مظاہر صفات الہی ہیں اور ان کی عبادت عین عبادت خدا ہے اور انہیں خدا کے تعالیٰ
 سے کچھ غیریت نہیں جو ہم ان کو اپنی مدد کے واسطے خدا کے مقابلے میں لائیں۔ تو یہ بھی ان کا
 غلط گمان ہے اور کچھ فائدہ مند نہ ہو گا یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ ۝ وَیَدْعُوْنَ اِلَیْ
 السُّجُوْدِ ۝ جسد کھولی جائے پنڈلی اور بلائے جائیں سجدے کو یعنی جسد اٹھا
 جائیگا پردہ کا سخت اور مہم صعب یا کھولی جائیگی پنڈلی عرش کی یا بجلی فرما ییگا پروردگار عالم
 اور بلائے جائیں گے لوگ سجدے کے لیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ
 حق تعالیٰ اس دن نور عظیم ظاہر کر لیا اور خلق سجدے میں گریگی اور ایک روایت میں ہے
 کہ پروردگار عالم اپنی ساق کھولے گا اور سجدہ کرے گی اسے سب ایمان والے۔ (ساق کی تہمتیں
 میں محققین نے بہت کچھ لکھا ہے بڑی بڑی تفسیروں میں دیکھنا چاہیے) اور کافر و منافق بھی
 سجدے کا قصد کریں گے اور ان کی پشت خم نہو گی اور مثل شاخ گاؤں کے ایک مہرہ ہو جائیگی کہ نہ
 وہ دنیا میں لوگوں کے دکھانے کے واسطے سجدہ کیا کرتے تھے۔ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝
 پہرہ راز نہ کر سکیں گے سجدہ صحیح مسلم میں ہے کہ صحابہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے
 پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا ہے
 شہہ اور بے پردے جیسے بے بدلی کا آفتاب اور چودہویں رات کا چاند بھر کسی مانع کے

اور یہ اسطور سے ہوگا کہ پہلے ایک فرشتہ پکارے گا کہ جو شخص دنیا میں جلی عبادت کرتا تھا اور جسے ساتھ
 جانے پس ثبت پوجنے والے بتوں کے ساتھ اور درخت پوجنے والے وختوں کے ساتھ اور چاند
 سورج کے پوجنے والے چاند سورج کے ساتھ جائیں گے اور محض حق تعالیٰ کے پوجنے والے
 رچائیں گے پہر ایک آواز آئیگی کہ اے یو دیو تم کسے پوجتے تھے وہ کہیں گے ہم عزیز کو خدا کا
 بیٹا سمجھتے پوجتے تھے حکم ہوگا کہ تم جھوٹے ہو اچھا اس وقت کیا چاہتے ہو۔ وہ کہیں گے ہم بت
 ہیں نہیں کوئی قطرہ بانی نے حکم ہوگا جاؤ اور پانی پیو۔ پھر دوزخ کو اونکی آنکھوں میں ریگ روان
 جس سے بانی کا دھوکا ہوتا ہے ظاہر کر کے دکھلائیں گے اور ایک فرشتہ حضرت عزیز علیہ السلام
 کی شکل اونکے ساتھ ہوگا وہ اونہیں ملے دوزخ میں جا ڈالے گا۔ اسی طور سے نصاریٰ کے
 ساتھ ہوگا اور ایک فرشتہ شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اونہیں اونکے ٹھکانے پہنچائیگا جب صر
 موصد رچائیں گے تو آواز آئیگی کہ تم کو کسا انتظار ہے اور کسے ساتھ جاؤ گے وہ عرض کریں گے
 کہ اوپر در در گار ہم دنیا میں ہر طرح کی احتیاج رکھتے تھے لیکن باوجود اسکے ہمیں مشرکوں کا ساتھ ہرگز
 نہیں دیا۔ اب ہکو کس لیے اونکی ہماری کا حکم ہوتا ہے پھر اس طرف سے ایک صورت ظاہر ہوگی
 اور کہے گی کہ میں تمہارا پروردگار ہوں یہ کہیں گے کہ ہم ہرگز اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک
 نہ کریں گے اس صورت سے ہکو کچھ غرض نہیں جب ہمارا پروردگار پر وہ اٹھائیگا تو ہم اسے
 پہچان لیں گے حکم ہوگا کہ تم کوئی علامت یا نشانی اپنے پروردگار کی اپنے پاس رکھتے ہو یہ عرض
 کریں گے ہاں۔ پھر اس وقت ایک پنڈلی ظاہر ہوگی اسے دیکھتے ہی سب یا نذر موصد سجدے
 میں گر پڑیں گے اور کہیں گے تو ہی ہمارا پروردگار ہے اور جو لوگ دلیں ایمان نہ رکھتے ہو گے
 وہ سجدے کا قصد کریں گے مگر اونکی پیٹھ تانبے کے تختے کے طور پر ہو جائیگی اور کسی طرح اونہیں
 سجدہ نہو سکیگا۔ اور اس باعث سے کہ اونکی نظر ظاہر کی قید میں پھنسی ہوئی ہر اس ساق
 اورانی کی طرف دیکھ رہی نہ سکیں گے **خَالِصَةً أَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلِيلًا**
 چونکہ عیاں ہوئی اونکی آنکھیں اس تجلی کی طرف دیکھنے سے اور ڈھانک لیگی اور کوسر سے ہر تک

نزلت۔ اور یہ سجدہ نہ ہونا اونکی پیدائشی استعداد کے باطل ہونے کی دلیل ہے جو انہوں
 نے عبادت خدا ترک کر کے خراب اور برباد کی۔ وَقَدْ كَانُوا يَدْعُونَ إِلَى تَعَالَى
 السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ○ اور تحقیق تھے یہ دنیا میں بلائے جاتے حق تعالیٰ
 کے سجدے کے لیے اور اس وقت میں یہ سلامت اور قابل قبول تھے۔ پس اگر اس وقت
 عبادت خدا کے خوگر ہوتے تو یہ تغیر انہیں نہ ظاہر ہوتا۔ پس جب نابت ہو گیا کہ یہ کافر آخرت کے
 مجنون کہنے والے خود ہی دیوانے اور نا سمجھ ہیں فَلَا رَنِي وَمَنْ يَكِلِ الْبَرِّ شَيْئًا
 انْكِارًا نِثًا سَوْجُودًا سَجْدًا اور اسکو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی اسے یہ سجدہ
 آپ اونکو مجھ چھوڑ دیجئے جو اس بات کو جھٹلاتے ہیں اور بخیدہ ہو جیے لَسْتَ تَسْتَدِينُ
 مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ○ قریب ہو کہ اونکو آہستہ آہستہ ہم کھینچتے ہیں بڑی گمراہی میں
 اسطور سے کہ اونکو معلوم نہ ہو کہ یہ راہ گمراہی کی ہے وَأَمْلِي لَهُمْ طُورًا وَوَسِيلًا
 ہم۔ تاکہ وہ دھوکا کھائیں اور گمراہی کو راہ راست سمجھیں ایسے کہ بھولانے قریب کرنا منظور ہے
 إِنَّ كَيْدَ الْإِنْسَانِ خَسِيسٌ ○ بیشک ہمارا دواؤ پکا ہے مضبوط کہ اسکی خبر کیونہیں ہوتی
 اور وہ تمہارے جھٹلانے میں کیون دھبدم بڑھتے جاتے ہیں أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا
 فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ○ کیا تو مانگتا ہے اونسے کچھ نیک پہرہ اوس ڈاکٹرین
 گراں بار میں یعنی کیا آپ اس نصیحت اور علم کے پونہ جانے کی اونسے اجرت مانگتے ہیں کہ وہ
 اوسکے دینے سے دبے جاتے ہیں اور آپسے فائدہ نہیں لیتے اور نہ علم سیکھتے ہیں۔ أَمْ
 عِنْدَ هُمْ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ○ کیا اونکے پاس خبر ہے غیب کی سورہ
 لکھ لاتے ہیں۔ یعنی کیا انہیں علم غیب ہے جس سے آخرت کا فائدہ اور نقصان انہیں معلوم
 ہوتا ہو۔ پہرہ اوسے لکھتے اور بیان کرتے ہیں تا اوس سے اونکے لوگوں کو فائدہ پونچے اور
 آپکی نصیحت سے بے پرواہ ہیں احسان کا بوجھ کیون اٹھائیں۔ اور اگر ان دونوں باتوں
 میں سے کچھ بھی نہیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ ادا کا انکار حق تعالیٰ کے دواؤ کی نشانی ہے جو حق بات

تجلی

اوسکے ذہن میں نہیں مجھے تیرا۔ **فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ** اب تو ٹھہرا دیکھ اپنے رب کے حکم کی
 بیٹے آپ انکی تکلیف دہی پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہیے کہ وہ انکے لیے کیا کرتا
 ہے۔ **وَلَا تَلْنُكَ مِلَّةَ الْكَافِرِينَ** اور نہ تو مثل اوس نبی کے جو مچھلی کے پیٹ
 میں قید ہوا۔ بیٹے حضرت یونس علیہ السلام کی طرح کافروں پر عذاب آنے کے بارے میں
 جلدی نہ کیجیے اور یاد کیجیے اونا کاحال **اِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ** جب پکارا
 اوسنے اور وہ غصے میں بہا تھا۔ بیٹے غصے کی شدت میں اونیوں نے اپنی قوم پر عذاب
 آنے کے لیے درگاہ انہی میں دعا کی اور جلدی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیا آخر
 اوسکی سزا پائی اور مچھلی کے پیٹ میں قید ہوئے۔ بعد اوسکے پہر دوبارہ پکارا اونیوں نے
 اپنے پروردگار کو اظہار گناہ اور عفو تقصیر چاہنے کے لیے اور اوسوقت کثرت غم سے اونا
 دم رکا ہوا تھا۔ **اَسْقِرْ لَوْكَ اَنْ تَدَارِكَ نِعْمَةً مِّنْ رَبِّكَ** کُنْ بِالْعَمَلِ وَهُوَ
مَكْمُومٌ اگر نہ سنبھالتا اوسکو احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہی تھا
 میدان میں الزام کھار۔ بیٹے اگر آپکے پروردگار کا فضل اوسکے شامل حال نہوتا اور اونکو
 ایسی دولت کی حالت میں نہ سنبھالتا تو وہ چٹیل میدان میں پینکے ہی گئے تھے جہاں
 نہ گھاس تھی نہ سایہ نہ پانی اور وہ بڑے حال سے تھے۔ کوئی کرامت اوسکے لیے ظاہر
 نہوتی نہ کدو کا درخت اونپر سایہ کرنے کے لیے اگتا اور نہ ہرنی دودھ پلانے کے لیے اونی
 سے بعدار ہوتی۔ مگر فضل خدا نے اونیوں سنبھالا **فَاَجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ**
 پہر لو انا اوسکو اوسکے رب نے پہر کر دیا اوسکو نیکوں سے۔ بیٹے اللہ تعالیٰ نے اونیوں
 رسالت کے لیے پسند کیا اور اونکو پیغمبر کی لیاقت دی کہ اونیوں نے اپنے کام کو خوب
 انجام دیا اور ایک لاکھ کئی ہزار آدمی اوسکے ہاتھ پر ایمان لائے۔ یہ آیت اوسوقت نازل
 ہوئی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنی نقیف کے حق میں بددعا کرنے
 کا ارادہ فرمایا تھا۔ لکھا ہے کہ قریش کے لوگوں نے قبیلہ بنی اسد کے چند آدمیوں کو جو نظر

لکھنے میں بہت مشہور تھے کچھ لالچ دیکے اس واسطے مقرر کیا کہ آنحضرت کو چشمہ زخم پونچھ کر
 پس حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کی عصمت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی **وَإِنْ يَكَادُ
 الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُفْلِقُوا زَنَا بِأَبْصَارِهِمْ**۔ اور منکر تو لگے مہین کہ ڈوگا میں تجھ کو
 اپنی نگاہوں سے۔ یعنی کافر اس بات کے درپڑ ہیں کہ تکلیف پونچھائیں آپ کو گدہ بڑھو
 کے۔ یا یہ کہ آپ کو غصہ دلائیں تاکہ آپ بیقرار ہو کے حق تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے وقت سے پہلے
 اونٹ کے لیے عذاب طلب کریں اور وہ اپنے مکر و فریب کے باعث سے آپ کے صبر و تحمل میں نفوذ
 ڈال دین۔ اور وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر **كَمَا سَمِعُوا اللَّهَ كَرِهَ** جب سنتے ہیں قرآن
 کو۔ کہ بالکل ذکر خدا سے بہرا ہوا ہے۔ اور صرف گھورنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ زبان سے
 بھی تکلیف دیتے ہیں **وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ** اور کہتے ہیں کہ یہ شخص دیوانہ
 یا اسکے ساتھ جن ہے جو اسے سکھاتا ہے۔ **وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ** اور
 وہ کلام نہیں ہے مگر ذکر حق تعالیٰ کا تمام جہان والوں کے لیے۔ حضرت حسن بصری
 رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ آیت دفع چشمہ زخم کے لیے نہایت مجرب اور مفید ہے
 پس چاہیے کہ حسیہ نظر کا شبہ ہو یہ آیت تین بار پڑھ کے اوپر دم کرے۔ اور نظر کی تاثیر
 ضرور ہوتی ہے چنانچہ یہ بات حدیث شریف سے بھی ثابت ہے **وَالْعَيْنُ حَقٌّ حَدِيثٌ مِّنْ آيَاتِهِ**

ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْكَافِرُوْنَ مِثْرٌ هِيَ اَشْنَانٌ وَخَمْسُوْنَ اَيَةً وَفِيْهَا اَرْكَوْنَ اَتَانِ

سورہ حاقہ مکی ہے اس میں بائیس آیتیں اور دو سو چھپن کلمے اور ایک ہزار چار سو ستر
 حرف اور دو رکوع ہیں۔ اسکے فضائل میں لکھا ہے کہ جو کوئی اسے پڑھا کرے روز
 قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کے حساب میں آسانی کرے۔ **اَنْحَاقَةٌ** وہ ثابت
 ہو چکی۔ یعنی قیامت جو حق کو باطل سے ایسا جھکرو گئی کہ مطلق شبہ نہ رہے۔ اور پڑھنے کی

عنوت اور بزرگی کے باعث سے ارشاد ہوتا ہے۔ مَا الْحَاقَّةُ کیا ہر وہ ثابت ہو چکی۔ یعنی وہ حادثہ حق و باطل کا جدا کرنے والا کیا ہے۔ اور یہ حادثہ اس قدر بزرگ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب سے جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں اسکے بارے میں فرماتا ہے۔ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ اور تو نے کیا جانا کہ کیا ہے وہ حادثہ۔ حق دکھلانے والا۔ جس میں بد اعمالوں کا لیگا مراد قیامت سے ہے کہ حق کے ثابت کرنے اور باطل کے باطل کرنے میں اعلیٰ درجے کو پہنچی ہے کَذَابَتْ ثَمُودٌ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ جھٹلایا ثمود اور عاد نے اوس کہڑ کے والی کو جو انکے بد نون کہڑے ٹکڑے کر گئی اور او کی روحوں کو عذاب برزخ میں گرفتار لینے ثمود کے فرقتے نے جو آنحضرتؐ بن سالم بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور شام و حجاز کے درمیان رہتے اور بت پرستی کرتے تھے اور عاد کے فرقتے نے جو ارم بن سالم بن نوح علیہ السلام کی اولاد تھے اور یمن کے رگستان میں رہتے تھے اپنے اپنے نبی یعنی حضرت صالح اور حضرت ہود علیہما السلام کے فرمان کو نہ مانا اور قیامت کو جھوٹ سمجھے اور اس نافرمانی و انکار سے عذاب کے مستحق ہوئے فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ سودہ جو ثمود تھے کھپائے گئے اور جمال سے بسنے ثمود کے فرقتے نے جب اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے ناتے کی کوچین کاٹ ڈالیں اور حضرت صالح علیہ السلام کے مار ڈالنے پر طیار ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے اوپر ایک آواز سخت کی ہر وہ سب ہلاک ہو گئے اوس آواز سخت سے جو دنیا کی سب آوازیوں سے سخت تر تھی وَأَمَّا عَادُ فَأُهْلِكُوا بِسُحُورِ عَالِيَةِ اور وہ جو عاد تھے سو کھپائے گئے ٹھنڈی ٹٹائے کی ہوا سے۔ یعنی عاد کا فرقہ جو حضرت ہود کے جھٹلانے اور برا کہنے میں حد سے بڑھ گیا تھا اور اپنے تئیں بڑے زور و قوت والا سمجھتا تھا او کی تنبیہ کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اون پر ترین برس کامل قحط ڈالا۔ ہر خیر وہ قحط سے پریشان ہوئے مگر حضرت ہود سے نہ نکلا کہ اسے لیے دعا کیجیے تاکہ قحط دور ہو بلکہ اونہوں نے شر آدمیوں کو بت اللہ بیجا اس لیے کہ وہ

وہاں جا کے مینہ برسنے اور قحط دور ہونے کے لیے، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور کہیں آمین سوچتے
 عاتقہ قوم غالب تھی جب وہ لوگ ہاں پونچے اور اپنا حال بیان کیا تو ایک شخص مرثد نام سے
 اونے کہا کہ بیان دعا کرنے سے کچھ فائدہ نہوگا تم اپنے پیغمبر کے حکم کو مانو تو یہ بلا دور ہوگی نہ کہ یہ قحط
 اللہ کی طرف سے آزمائش کے لیے ہو۔ اور لوگوں نے کہا کہ ہم بغیر حصول مطلب کے یا جسے نہ چاہتے
 ورنہ ہماری قوم ہمیں ذلیل کر دے گی۔ اب تم کوئی اور تدبیر تیار و مرشد نے کہا کہ اچھا تم ننگے سر اور ننگے پاؤں
 حاجیوں کی طرح صفا ہاتھ پر جاؤ اور جب بیت اللہ نظر آئے تو اس طرح دعا مانگو کہ اے ہد کے
 خدا اگر ہو دیر سے مجھے پیغمبر بن تو ہو پانی دے جب اونہوں نے یہ دعا کی تو حق تعالیٰ نے آمین
 کہوے بدلی کے بھیجے ایک سفید ایک سرخ ایک سیاہ اور آواز آئی کہ انہیں سے جو چاہو اپنے
 لیے پسند کرو اونہوں نے اس خیال سے کہ سیاہ بربت برستا ہے اوس سیاہ کھڑے کو پسند
 کیا اور اپنے شہر کو روانہ ہوئے وہ بدلی بھی انکے ساتھ ساتھ اوپر اوپر چلی جاتی تھی جب شہر
 میں پونچے تو لوگ بہت خوش ہوئے اور ابر سیاہ دیکھ کے کہنے لگے کہ ہمارے بھیجے ہوؤں کی دعا
 قبول ہوئی اور حضرت ہوؤ کو طعن دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم تو ہمیں بلا سے ڈراتے تھے دیکھو
 اب بدلی آئی ہے۔ اونہوں نے فرمایا کہ یہ بدلی نہیں ہے بلکہ یہ بلا ہے اس سے ڈرو اور میرے
 کہنے پر چلو بت پرستی چھوڑ دو اور خدا پرستی اختیار کرو۔ ورنہ طوفانی ہوا چلیگی اور تم سب نیست ہو جاؤ
 ہو جاؤ گے وہ اپنے زور کے گھنڈ میں کہنے لگے ہوا ہمارا کیا کر سکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہوا
 کو حکم دیا کہ قوم عاد پر سلط ہو۔ جب طوفانی ہوا چلی تو قوم نے اپنے بچنے کے لیے بہت تدبیریں
 کیں مگر ہوانے اپنے زور و شور سے ادن سکونیت و نابود کر دیا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام
 مع اپنے فرمانبردار ایمان والوں کے ایک ماہر میں چلے گئے تھے خدا کے فضل سے وہاں محفوظ
 رہے۔ اور وہ ہوا سجدھا علیہم سبعا کیال و نثا نیتا یام حصوما
 تعین کی اونہیں رات راتیں اور آٹھ دن برابر۔ یعنی وہ ہوا اونے پھلا لینے کے لیے مسلط
 کی گئی اونہیں رات اور آٹھ دن تک۔ شوال کی بائیسویں تاریخ کو صبح سے اونہیں

ماہِ مذکر آخر روزِ بدہ تک یہ عذاب اون پر رہا۔ اور باوجود شدتِ ہمارے کہ وہ اونہیں اٹھا اٹھا کے
 پٹکی اور اڑا اڑا کے دے دے مارتی تھی راتِ روز تک وہ لوگ جیسے آخر آٹھویں دن بچان
 ہوئے اور موانے اونکو اڑا کے دریا میں پھینکے یا اور مدتِ مذکور میں ایک لمحہ بھی وہ عذاب کم
 ہوا۔ اور سب کے بنیت و نابود ہو گئے۔ **فَاتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صُرَعَىٰ** ماہر تو دیکھے
 لوگ اونہیں کچھڑ گئے۔ یعنی تو دیکھتا اسے دیکھنے والے اگر اسوقت ہوتا اس قوم کے لوگوں
 کو کہ وہ اس چھہراتِ دن میں بکے سب سے بڑے ہوئے تھے **كَانَتْهُمْ عَاجِزًا مُّخْلِجًا**
مَخْلُوعًا جیسے وہ ٹھنڈے میں گھوڑے کے کھوکھلے۔ یعنی انکے مردے ایسے بڑے ہوئے
 تھے جیسے گھوڑے کے کھوکھلے **وَنَذَرْنَاهُمْ فِيهَا يَكْمِلُ** تر ہی لکھو **مِنْ بَاقِيَةٍ** ○ پھر تو دیکھتا ہر کوئی
 اونکے رہا۔ یعنی نہ وہ رہے نہ انکی نسل سے کوئی اور نکاح لینے والا رہا سب کے سب
 ایسے مٹے کہ گویا پیدا ہی ہوئے تھے۔ **وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ**
بِأَسْفَلِ عَذَابِ اور آیا فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور اُلٹی بستیاں تقصیر کرتی
 تھیں پیدا ہوا فرعون مصر کا بادشاہ جہانمِ مصعب بن ریان تھا اور غلبہ کیا اونے اور وہ
 لوگ جو اس سے پہلے تھے قومِ شعیب علیہ السلام سے بت پرست شرک اور اولیٰ البیت
 جو پانچ چہرہ تھیں اور جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے حضرت لوط علی نبینا وعلیہ السلام
 پیغمبر کر کے بھیجے گئے تھے یہ سب بڑے بڑے گناہ کرنے لگے اور حد سے متجاوز ہو گئے
فَعَصَا رُسُلُ رَبِّهِمْ ہر حکمِ نانا اپنے رب کے رسول کا۔ یعنی نافرمانی کی ہر ایک نے
 اپنے اپنے رسول کی اور برائیوں کو چھوڑا بلکہ رسولوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے پر آمادہ
 ہوئے۔ **فَاَخَذَ لَهَا آيَةً** ○ پھر پکڑا اونکو اونکے رب نے بڑی پکڑ۔
 یعنی جس گرفتاری کے لائق وہ لوگ تھے اس سے زیادہ گرفتاری اون لوگوں کے
 واسطے ہوئی۔ فرعون دریا سے نیل میں ڈبو یا گیا۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے
 لوگ آوازِ سخت اور زلزلے سے ہلاک ہوئے اور قومِ لوط علیہ السلام کی بستیاں اولیٰ البیت

گمیں اور اوپر چلے ہوئے پتھر برسائے گئے۔ اور مسلمان ہرقت فضل خدا سے محفوظ ہے۔ باوجود
 ان مثالوں کے اگر کوئی کہے کہ مسلمان کیون نہ بچتے وہ تو عذاب آنے سے پہلے کافروں سے
 جدا کر دیئے گئے تھے اور قیامت میں سب ایک جگہ جمع ہونگے کہ وہاں سے ہاگنا بھی ہرگز
 ممکن نہوگا اور عذاب کے اسباب سبکو شامل ہونگے پھر وہاں حاتقے کے سننے کی طرح ہو سکتے ہیں
 تو ہم کہیں گے اوسکے گواہ بھی سنو **اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِیَّتِ**
 ہننے جبوقت پانی اُبلالادلیا تمکو بہتی نادر میں۔ یعنی جب حضرت نوح علیہ السلام کے دست
 طوفان پہلے پانی نے اسقدر طغیانی کی کہ تمام روئے زمین کو گھیر لیا اور بڑے بڑے پہنڈ
 پہاڑوں کی چوٹی سے چالین گز پانی اونچا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسوقت کشتی
 میں جگہ دی اور ڈوبنے سے بچالیا **لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْکِرًا** تاکہ کرین ہم اس کشتی
 کو واسطے تمہارے عبرت اور نصیحت یا یادگاری کہ اگر تم کسی ضرورت سے دریا کے اس کنارے
 سے دوسرے کنارے جانا چاہو تو اسکے لیے ایسا ہی چلتا ہو اگر سنیے کشتی یا حوازیں بناو
 اور اسکے ذریعے سے اپنے مقصد میں کامیاب ہو غور کا مقام ہو کہ سطح اس دنیا کے دریا سے
 پار ہونا بغیر کشتی کی سواری اور تار فکے صاب دریا فت کرنے کے غیر ممکن ہے اسی طرح
 حقیقت کے دریا سے بھی گزرنا بغیر اس کشتی اور تاروں کے جو اس دریا کے لیے مقرر
 ہیں ہرگز ممکن نہیں۔ اور وہ کیا ہیں ایک محبت اہل بیت رسول مقبول اور دوسرے
 اقتدا سے اصحاب پاک۔ اہل بیت پاک کی اطاعت اور محبت مثل کشتی کے ہے اور
 اصحاب کا اقتدا اور پیروی مثل تاروں کے ہے اور یہ مضمون حدیث سے ثابت ہے۔
 اور اس مضمون کو ایک شاعر ہرنے اپنی مختصر نظم میں خوب بیان کیا ہے وہ یہ ہے

جیکہ اصحاب کو حضرت کہ گئے	ہیں کو اکث ہدایت کے لیے	اور عترت کے تین کشتی کہا
دونوں ان جزوئے یہ ظاہر ہوا	عترت و اصحاب بیشک گمان	لازم ملزوم ہیں دونوں بیان
پھر حواں دو کو مانے کا کوئی	راہ وہ ہرگز ناپائے کا کبھی	ایک کا ان دو کو ہر بغض و کین

ہوگی پہر ادسکی ہلاکت بالیقین	جو نہ سمجھے انکو خیم جہنم دین	گم کرے کشتی وہابی بالیقین
کشف ہو یا رو معلم پر یہ راز	بے کواکب چل نہیں سکتا جا	یا فقط بس جان لے انہم کو جو
اور تھک ادسکو کشتی کا نھو	فرق دریا ضلالت وہ رہے	اوسکو پہر ساحل مالکا کیٹے

اسی لیے ارشاد ہوا ہے **وَتَعْلَمُ أَنَّ اِذْنًا وَّاعِيَةً** اور یاد رکھے اوسکو کان باد رکھنے والا۔ کہ فائدہ اٹھائے اوسکے سننے سے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اے علی دعا مانگی میں نے خدا سے تھائے کہ وہ تمہارے کان ایسے کر دے۔ اور آپ کی دعا کی برکت سے ایسا ہی ہوا کہ وہ استعداد حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں بہت زیادہ ہو گئی اور انہما دوجے کے کمال کو پونچے۔ اور جب دنیا کے حاتمے جو بیان ہوئے سمجھ میں آ گئے تو اب آخرت کے جانے کا تصور کرنا سہل ہو گیا۔ فرق صرف اتنا ہی ہے کہ بیان کے حاقون میں تخصیص تھی اور وہاں انہما دوجے کا عموم اور شمول ہے۔ **فَاِذَا الْفَخْرُ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ** ہر جب پھونکنے نہ سنگے میں ایک پھوک۔ یعنی صور میں ایک بار پھونکا جائے۔ جو تمام عالم کے جانداروں کی روحیں کھینچنے کے لیے کافی ہو گا اور زمین و پہاڑوں کی آپس میں ٹکرائیاں اور عالم کی خرابی اسی نفخے سے شروع ہوگی۔ اور صوریل کے سینکڑے کے مانند ہے اُسے حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے جس کی آواز سے تمام روحیں کھینچ جائیں گی اور ہوا میں سخت جنبش پیدا ہوگی۔ **وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً** اور اڑھائی جائے زمین اور پہاڑ پہر ٹپکے جائیں ایک بار۔ یعنی زمین کے اجوا میں سنی آجائیں گی اور ہونچال کے صدمے سے پہاڑوں کی جڑیں چوٹ جائیں گی اور ہوا اس زور سے چلے گی کہ پہاڑ اڑتے پھریں گے۔ ہوا کی شدت سے آپس میں ٹکرائیں گے ایسے کوٹے جائیں گے کہ چور چور ہو کے زمین کے برابر ہو جائیں گے۔ اور اس کٹنے میں زمین و پہاڑ برابر شامل ہوں گے۔ **فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ** پہر ادس دن ہو پڑے وہ واقعہ

یہ نیاست جو تمام عالم کی تدبیر والی ہے اور جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور اس کا اثر جس
 طرح زمین والوں پر ہوگا اسی طرح آسمان والوں پر بھی ہوگا۔ **وَأَنشَأْتَ السَّمَاوَاتِ**
فِيهِ يَوْمَئِذٍ وَآهِيَةً اور پہلے جہان آسمان پر وہ اس دن کس رہا ہے۔
 اپنے آسمان شق ہو جائیگا اور اس دن اس کے جوڑ بند ایسے ڈھیلے ہونگے جیسے جسم بچان
وَالْمَلَائِكَةُ أَرْجَاءُ اور فرشتے ہیں اس کے کنار دہر۔ یعنی وہ فرشتے جو آسمان کو
 گردش دیتے تھے آسمان کے کنار دن پر چلے جائیگے۔ اور جو طرح زمین و آسمان کو اس
 کا اثر ہوگا اسی طرح عرش اعظم کو بھی ایک تغیر ہوگا مگر زمین و آسمان کا انقلاب سستی اور
 بوسے میں سے ہوگا اور عرش اعظم پر جلال اس کے نہایت گراں بار ہو جائیگا۔ **وَنُفِثَ مَنَاسِكَاتُ**
قَوْمِهِمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةً اور اوٹھائیں گے تحت تیرے رب کا اور اس دن اپنے اوپر
 آٹھ شخص۔ یعنی پہلے چار اوٹھائے ہوئے تھے اس دن چار اور زیادہ کیے جائیں گے
 اور وہ آٹھوں عرش اعظم کو اپنے کند ہوں اور سروں پر اوٹھائیں گے۔ اور اس کے ہاتھوں
 ساتویں زمین کے نیچے ہونگے۔ اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہونگے۔ **يَوْمَ هُمْ**
تَبَعُ رُضُونٌ لَا تُخْفِيهِمْ مِّنْ خَافِيَةٍ اور اس دن سامنے جاؤ گے چپ نہ رہیگا
 تم میں سے کوئی چھپنے والا۔ یعنی اس دن حاضر کیے جاؤ گے اپنے پروردگار کے سامنے
 اور چپ نہ رہیگا کسی پر تم میں سے کسی کا احوال پوشیدہ اور یہ حاضری حساب اور عدل کے
 لیے ہوگی۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین مرتبہ عمل عرض کیے جاویں گے۔ پہلی
 مرتبہ کافر اور گنہگار اپنے بڑے کاموں سے انکار کریں گے۔ اور دوبارہ عذر اور رہانے کریں گے
 اور تیسری مرتبہ عذر ان کے باطل ہو جائیں گے اور حکم ہوگا کہ ان کے اعمال نامے اُڑاؤ اور پھونک
 کو سامنے سے داہنے ہاتھ میں دینگے اور بعض کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں **فَاَكْفَأُ مِنْ**
أَوْتِي كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ يَقُولُ مَا أَوْمَرْتُكَ بِهَذَا سو جب کہ ملا اس کا
 لکھا داہنے ہاتھ میں وہ کہتا ہے لو پر مومیر الگھا۔ یعنی جبکہ نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں

دیا جائیگا وہ خوش ہو کے فرشتوں سے کہیگا لو پڑھو میری کتاب جس میں میری سراسر سبتری ہے
 اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلَیْکَ حَسَابٍ ۝ میں نے خیال رکھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب
 یعنی میں دے یقین رکھتا تھا کہ آخرت میں مجھے حساب دینا ہوگا اسی لیے میں دنیا میں اپنے
 نفس سے محاسبہ کرتا رہتا تھا۔ فَهُوَ فِیْ عِیْشَہٗ رَاضِیَہٗ ۝ وہ بہن گذران میں
 من مانتی۔ یعنی وہ شخص باوجود عام ہونے کے نایت خوش و غم اور حسب و لحواہ رحت
 میں ہوگا۔ اور اوس کے لیے اسی پر اکتفا پر ہوگا بلکہ وہ داخل ہوگا فِیْ جَنَّۃِ عَالِیَہٖ ۝
 قُطُوفُہَا دَانِیَہٗ ۝ اونچے باغ میں جس کے میوے جھک رہے ہیں۔ یعنی بڑے
 رتبے والی بہشت میں جس کے مکانات عمدہ فرش و نفیس ہونگے۔ برتن و بان کے چاندی اور
 سونے کے۔ نہرین جاری ہونگی فوارے چھوٹے ہونگے اور درخت سرسبز پرے پرے
 میوے سے لدے جیسے پڑتے ہونگے۔ اسطورے کہ جس میوے کی طرف بہشتی اشارہ
 کریگا اوس میوے کا درخت اپنی مٹنی میوے سے لدی ہوئی اوس کے منہ کے پاس آئیگا
 اور اذکو خوشخبری دی جائیگی کہ کُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْہِیْذَا بِمَا اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ
 اَلْاٰخِلَیَہٖ ۝ کہ کھاؤ اور پیو پرج بچ کے بدلا اوس کا جو آگے بھیجا تھے پہلے دنوں میں
 یعنی کھاؤ اور پیو میوے اور کھانے بہشت کے خوب پرج بچ کے اوس کے بدلے میں جو تھے
 عبادتین اور ریاضتین کی ہیں اور بیجا خواہشوں کے روکنے میں معنیتین اور مشقتین اور ٹٹائی
 ہیں۔ گذرے ہوئے دنوں میں دنیا میں رہ کر۔ وَامَّا مَنْ اُوْتِیْ کِتٰبٌ بِشِمَالِہٖ
 اور جس کو ملا اوس کا کھانا بائیں ہاتھ میں۔ وہ نایت رنجیدہ ہوگا اور افسوس کریگا کہ میرے
 عمل چسے نہ تھے فِیْقُولُ لَیْکِنِّیْ لَمْ اُوْتِ کِتٰبٌ ۝ پر کریگا کی طرح مجھ کو ملنا
 میرا لکھا۔ یعنی یہ اعمال نامہ مجھے نہ ملتا تو بہتر تھا کہ اس کے دیکھنے سے میری روح کو صدقہ
 ہو جائے وَلَوْ اَدْرِحِسَابِہٖ ۝ اور مجھ کو خبر نہوتی کہ کیا ہے حساب میرا۔ کیونکہ حساب کے
 معلوم ہونے سے جسے عمل یاد آتے ہیں اور اونکے یاد آنے سے ایک طور کا عذاب بچ

پر ہوتا ہے۔ یٰلَیْقَہَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃُ ۝ کسی طرح وہی موت بڑ جانی۔ یعنی
 دنیا ہی کی موت میرا فیصلہ کر دیتی اور میں پر زندہ نہ ہوتا جو اس عذاب میں مبتلا ہوتا۔ فرشتے
 کہیں گے کہ بڑے کاموں سے مخلصی پانے کے لیے تو نے دنیا میں خیرات اور صدقہ
 کیوں نہ دیا۔ اوس وقت وہ جواب دے گا مَا أَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَۃٌ ۝ کچھ کام نہ آیا میرے
 سیرامال۔ ایسے کہ میں نے اسے بچا کاموں میں صرف کیا۔ ہَلَاکَ عَنِّیْ سُلْطَانِیۃٌ
 برباد ہوئی مجھے حکومت میری۔ جو مجھ کو دنیا میں اپنے مقدر کے موافق حاصل تھی خواہ
 ماتمہ پانوں اور اپنے نفس پر یا اپنے گھر پر یا اپنے گانوں یا شہر پر۔ ہر جب اسے سوا کے
 حسرت اور ندامت اور باطل آرزوؤں کے کوئی جواب نہ ملیگا اللہ جل جلالہ فرشتہ کو حکم دے گا
 کہ خُذُوْہُ فَعَلُوْہُ ۝ اوسکو پکڑو ہر طوق ڈالو۔ یعنی پکڑو اسکو سختی اور غصے سے۔
 ہر ایک کے ہاتھ اسکی گردن میں باندھو۔ ایسے کہ اسے ہمارا شکر ادا کرنا اور نافرمان رہا۔ حدیث
 میں آیا ہے کہ یہ حکم سننے ہی ایک لاکھ فرشتے اس پر دوڑ پڑ گئے اور اس کے ہاتھ اسکی گردن سے
 باندھ دیئے ہر حکم ہو گا کہ تَحٰ اٰتِیْہُ صَلٰوۃٌ ۝ ہر آگ کے ڈھیر میں اسکو بیٹھاؤ۔
 یعنی دیکھتی آگ میں اسے ڈال دو۔ ثُمَّ یُسَلِّکُوْہُ دَرَجٰتٍ سَبْعُوْنَ ذَرٰۤاۃً
 فَاَسْکُوْہُ ۝ ہر ایک درجہ میں جبکی باپ شتر گز ہے اوسکو جکڑ دو۔ یعنی اوسکو سرے
 پر تک شتر گز کی درجہ میں جکڑ دو تاکہ اسکا کوئی عضو بچ نہ سکے۔ اور یہ عذاب ایسے ہو گا کہ
 اِنَّہٗ كَانَ لَا یُقِیْمُنْ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۝ وہ تعاقبین نہ لانا اللہ چوبیس بڑا کر۔
 اپنے دنیا کے اسباب اور تدبیروں پر نظر رکھتا تھا اور خدا سے بڑگ پر جو بڑ مسبب اسباب سے
 یقین نہ لانا تھا۔ اسوجہ سے بدلی عبادت اس سے مقصود نہ تھی۔ اب رہی مالی عبادت سو
 وہ بھی اسنے بالاسے طاق رکھی خود دینا تو دے دینا دوسروں کا محتاجوں کو دینا دیکھ نہ سکتا
 تھا۔ وَلَا یَحْضُ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْکِیْنَ ۝ اور تاکید کرتا تھا فقر کے کھانے پر۔
 یعنی اپنے اہل و عیال اور خادموں کو مسکینوں کے کھانے کے بارے میں تاکید کرتا تھا

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافروں کا خدا کی مخلوق سے احسان کرنا اور انکے لیے ہمت
 تخفیف عذاب ہو۔ اور جب کافروں کے عذاب کا حال بیان ہو چکا تو اب یہ بیان ہوتا ہے
 کہ بچ و غم کی زیادتی میں دو چیزوں سے سکون اور بچ و غم کی کمی ہوتی ہے۔ ایک دلی
 دوست جو تسلی دلا سادیتا ہے دوسرے لذیذ کھانا کہ دلو قوت دیتا ہے۔ سو کافروں کے
 لیے یہ دونوں بھی منو گئے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **فَلْيَسِّرْ لَهُمُ الْيَوْمَ مِمَّا نَحْنُو**
سُكُونِي اور اسکا آج بیان دوستدار۔ یعنی کوئی نہیں ہے حشر کے دن کافروں کا حتمی
 قریبی یا دوست اور تسلی اور دلاسا دینے والا اس لیے کہ میدان حشر میں ہر شخص اپنے اپنے
 حال میں گرفتار ہو گا۔ کسے اس غم سے فرصت ہو گی جو اسکی دلجوئی کرے اور عذاب میں
 کچھ خفت ہو۔ **وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسِيلِينَ** اور نہ کچھ کھانا مگر زخموں کا دھوون
 یعنی اُن کافروں کے لیے کچھ کھانا بھی نہو گا جس سے اُنکے دل کو کچھ قوت ہو مگر زخموں
 کا دھوون جو دوزخ کے جلے ہوئے کافروں کے زخموں سے پپ اور زرداب کی صورت
 پر یہ سب کے دوزخ کے گڑھوں میں جمع ہو گا اور ایسا بدبو اور بد مزہ ہو گا کہ **لَا يَأْكُلُهُمْ إِلَّا**
الْأَخْطَطُونَ کوئی نہ کھائے اور سکو مگر وہی گنہگار۔ یعنی وہ ایسی بُری چیز ہے کہ سوا
 گنہگاروں کے اسے کوئی نہ کھا سکیگا اور وہ بھی جب کھائیں گے تو اسکی زہریت سے
 نہایت بے قرار اور قیاب ہونگے۔ اور جب ان سب بیا نون سے ظاہر ہو چکی تفصیل اُن
 امر کی جزیر حاقہ ہونا ثابت ہے تو اس سے خوب روشن ہوا کہ یہ نکان کلام بشر نہیں بلکہ حق
 تعالیٰ جل جلالہ کا کلام پاک ہے۔ **فَلَا أَقْسَمُ بِمَا تُبْصِرُونَ** **وَمَا لَا تُبْصِرُونَ**
 سو قسم کھاتا ہوں میں اُن چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو چیزیں نہیں دیکھتے۔ یعنی جب ثابت
 ہو چکا کہ یہ کلام خدا کا تھا تو اسکو مانو اور غور کرو کہ پروردگار اُن چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور
 جنہیں تم نہیں دیکھتے قسم کھاتا ہے اور وہ چیزیں جو تم دیکھتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
 کے آثار اور نشان ہیں جو معجزوں سے ظاہر تھے اور جو تم نہیں دیکھتے وہ آپکی ولایت کے

انوار میں جو کسی مخلوق کو نظر نہیں آتے۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ تمہیں کامل یقین دلانے کے لیے قسم کھا کے فرماتا ہے کہ **لَا تَذْكُرْ قَالَ رَسُولٌ كَرِيمٌ** ۱؎ یہ کہا ہوا ایک پیغام لانے والے سردار کا۔ یعنی بیشک یہ قرآن جو ہر شی کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جسے جبریل علیہ السلام درگاہ الہی سے لاتے ہیں اور اودھنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہیں اور ملک پوچھتے ہیں۔ **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ** ۲؎ اور نہیں یہ کسی شاعر کا۔ بلکہ یہ قرآن پاک کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔ کیونکہ نہ اس میں بجز ہے نہ وزن اور نہ وہی خیالات سے بہرا ہوا ہے جیسا کہ شاعروں کا کلام ہوتا ہے۔ بلکہ اس کلام میں جملہ قانون اور معارف کے اصول کو قطعی دلیلوں سے بیان فرمایا ہے۔ **قَلِيلًا مَّا تَوْفَّيْتُمُونِ** ۳؎ تم تھوڑا یقین کرتے ہو۔ یعنی اپنی جہالت اور تعصب کے باعث سے انکار کرتے ہو۔ ورنہ صحیح ظاہر ہے کہ یہ کلام خدا ہے نہ قول شاعر و **لَا يَقُولُ كَاهِنٌ** ۴؎ اور نہ کہا پر یون والے کا۔ یعنی یہ قرآن پاک کسی کاہن کا بھی کہا ہوا نہیں ہے جسے جنات کچھ باتیں سکھاتے ہیں۔ بلکہ یہ ایسا معجزہ ہے کہ کسی جن کا کلام اسکے مشابہ نہیں ہو سکتا۔ **قَلِيلًا مَّا تَذْكُرُونَ** ۵؎ تم تھوڑا دہیان کرتے ہو یعنی کچھ غور نہیں کرتے۔ اور بہت کم سوچتے ہو۔ اور جیسا یہ کلام شاعر اور کاہن کا نہ ہو گا تو ثابت ہو گیا کہ **تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ** ۶؎ اُتارا ہوا ہے تمام عالم کے پروردگار کا۔ جبکہ ربوبیت عام ہے۔ اور یہ بات ہرگز نہیں کہ رسول نے حق تعالیٰ کے کلام میں کچھ دخل دیا ہو۔ **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ** ۷؎ اور اگر یہ بنا لانا ہر کوئی بات۔ یعنی بالفرض اگر یہ رسول اپنی فصاحت اور بلاغت کے زور سے بعض آیتوں میں کچھ بڑھاتا۔ **لَا خِذْنَا مِنَّا بِالْبَاطِلِ** ۸؎ تو لقمہ نہ **مِنَّا الْوَتِينَ** ۹؎ تو ہم ہم پکڑتے اور اس کا دامن ہاتھ پیر کاٹ دالتے اس کا نزعہ۔ اور اس فرصت نہ لینے دیتے۔ اور بعض نے یہ سننے لیے ہیں کہ اس کے دامن ہاتھ کو ہم شل کر دیتے تاکہ جھوٹ کی طرف اشارہ بھی نہ کر سکے اور اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے تاکہ

جھوٹ بنا کے نہ کہ کے۔ **فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ** ○ پھر
 میں کوئی نہیں اس سے روکنے والا۔ یعنی پھر کوئی ایسا نہیں جو رسول کو اس بلا سے
 کسی چیز یا نہ پر سے بچا رکھے اور ہلاک ہونے دے۔ **وَلَا تَنْتَظِرُكَ** ○
الْمُتَّقِينَ ○ اور یہ تو سمجھتی ہے ڈروالوں کو۔ یعنی یہ قرآن پاک دستور العمل ہے
 اور لوگوں کے لیے جو اچھے کاموں سے اللہ کی رضا مندی حاصل کرتا چاہتے ہیں
 اور بُرے کاموں سے بھاگتے ہیں۔ **وَلَا تَالْعَمَلِ أَنَّ مِنْكُمْ مُكْذِبِينَ** ○
 اور تم کو معلوم ہے کہ تم میں بعض جھٹلاتے ہیں۔ سو ان کے لیے بھی اس قرآن کے اُتارنے
 میں ایک فائدہ ہے رکھا ہے۔ **وَلَا تَكْتُمُوهَا عَلَى الْكَافِرِينَ** ○ اور وہ جو ہے
 چھپاوا ہے منکروں پر۔ یعنی قرآن پاک دنیا ہی میں کافروں کے لیے باعث حسرت
 و افسوس ہو گا جب وہ دیکھیں گے کہ قرآن پر عمل کرنے والے خدا کی مدد سے کوز بروز
 ترقی پاتے ہیں اور بزدل و فتنیں حاصل کرتے چلے جاتے ہیں **وَلَا تَكْتُمُوهَا عَلَى الْيَقِينِ** ○
 اور وہ جو ہے قابل یقین کرے کہ ہے۔ یعنی قرآن پاک بیشک وہ بے شبہ یقین
 کرنے کے لائق ہے اور اوس میں کوئی باطل بات نہیں باقی جاتی جس سے کچھ شک
 شبہ ہو۔ **قَسِطٌ يَأْتِيكَ الْعَظِيمُ** ○ اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی
 جو ہے سب سے بڑا۔ یعنی پاکی کے ساتھ یاد کر نام اپنے پروردگار کا جو سب سے
 بڑا بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے۔ تاکہ تجھ کو اس یاد کرنے میں دلی پوری صفائی حاصل ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَارْبَعُونَ آيَةً وَفِيهَا رُكُوعَانِ

سورۃ معارج کی ہے اور اس میں چوالیس آیتیں اور دو سو سولہ کلمے اور آٹھ سو اسی کلمہ حرفت
 اور دو رکوع میں۔ اس سورت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ نضر بن حارث اور ابو جہل

اور اور کفار قویں جہان پی سرداری کے غرور میں مست تھے بیت اللہ کے نزدیک آئے
 اور اور مقدس مقام کا پردہ اپنے ہاتھ سے پکڑ کے بعض نے یہ کہا کہ اے خدا اگر محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کا دین سچا اور حق ہے تو ہمارے اوپر پتھر برسا یا اور کوئی عذاب نازل کر اور
 بعض نے کہا کہ اے اللہ ایک ٹکڑا آسمان کا گرا دے تاکہ ہم کو قیامت کے عذاب کا یقین
 ہو جائے۔ پس ان لوگوں کی حماقت اور تسخر کی باتیں سنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو نہایت رنج ہوا تب اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے یہ سورت شریف نازل فرمائی سَأَلِ
 سَأَلِ الْعَذَابِ وَقَاقِیْ لِّلْكَافِرِیْنَ۔ مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب
 پڑنے والا واسطے منکروں کے۔ یعنی مانگا ایک مانگنے والے نے غضب و عذاب
 اللہ تعالیٰ کا حماقت سے اور نہ سمجھا کہ وہ عذاب یقینی آنے والا ہے کافروں پر جنہیں سے
 یہ ایک مانگنے والا بھی ہے اور وہ عذاب ایسا ہے کہ لَبِیْسٌ لِّمَن كَذَّبَ آفِیْعٌ۔ کوئی نہیں
 او سکھانے والا۔ یعنی اس عذاب کا دفع کرنے والا کوئی نہیں اس واسطے کہ وہ عذاب
 مقدر ہے مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِیْ۔ اللہ کی طرف سے جو چڑھتے درجوں کا
 صاحب ہے۔ کہ اس کے بندے اس کے حکموں کی تابعداری اور فرمانبرداری میں کوشش
 کر کے ان مرتبوں اور درجوں سے ترقی کر کے اس کی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں
 اور وہ درجے متفاوت اور مختلف ہیں۔ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَیْهِ فِی یَوْمٍ
 كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ چڑھنے والے اس کی طرف فرشتے اور
 روح اس دن میں جس کا طول پچاس ہزار برس ہے۔ یعنی چڑھنے کے فرشتے اور
 روحیں جو نبی آدم کی تدبیروں کے لیے مقرر ہیں اس کی طرف اس دن میں جس کا
 اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے اور وہ دن قیامت کا دن ہے جہنم پہلے صور کے
 پھونکنے کے سبب سے فرشتے اور روحیں جو آسمان و زمین اور پہاڑ و دریا کی نگہبانی
 کے واسطے مقرر ہیں عروج کر چکی۔ پھر وہ فرشتے جو نبی آدم کے ملکوں کی نگہبانی اور

اور اونپر گواہی دینے کے لیے مقررین عروج کریں گے اسی طرح علو کے تولنے والے اور ناسا
 اعمال کے دینے والے اور پل صراط سے پار کرنے والے اور دوزخ کی طرف لیجانے والے
 اور بہشت میں پہنچانے والے اور تمام فرشتے عالم علوی اور عالم سفلی کو آسانی اور راضی
 اور عرضی اور سعدی اور نباتی اور حیوانی سب روحیں گروہ کے گروہ کے بعد و گھر سے عروج
 کریں گے۔ اور دنیا کی خدمتوں سے فراغت پا کے عالم آخرت کی خدمتوں پر مقرر ہوں گے۔ اور تمام
 فرشتے ابدال آباد تک اور سب جہن ہمیشہ کے لیے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے
 پھر اس وقت عروج نہ رہیگا اور نہ ایک کو قرار سکون ہوگا۔ یہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ اپنے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ جب آپ نے اپنے رب کو ذی العاج کی صفت سے
 موصوف سمجھ لیا اور اس کے بعضے معارج بھی سُن لیے کہ پچاس ہزار برس کی مدت کہتے ہیں
 تو ان کافروں کے ایسے عذاب عین کی جلدی کرنے اور سحر پین سے رنجیدہ ہو جائے
فَاَصْبِرْ صَبْرًا جَدِيدًا سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا جہین ملال اور گہرا سٹ
 نہو۔ ایسے کہ یہ جلدی اور خراب کفار کا اونکی نادانی سے ہے۔ **اِنَّهُمْ حَرُّ قَوْلٍ بَعِيدٍ**
 وہ دیکھتے ہیں اسکو دور۔ یعنی کفار سمجھتے ہیں کہ ابھی قیامت میں تمہیں باقی ہیں اور ہمارا
 دنگی میں تو آتی بھی نہیں ہر ہم کس لیے اوس سے ڈرین۔ **وَقَوْلُهُمْ قُرْبَانًا** اور ہم
 دیکھتے ہیں اسکو نزدیک۔ ایسے کہ اوس دن کی آمد کی ابتدا تو موت سے ہے۔ **وَقَوْلُهُمْ قُرْبَانًا**
 دن سے جدا ہوتی ہے اوس وقت سے اوس دن کے آثار اور نشانیاں ظاہر ہونے
 لگتی ہیں سموت تو بہت جلد آنے والی ہے۔ اور دنیا کو بھی قیامتیں چند روزہ چڑھا کر ختم
 ہونا اوس دن کے شروع ہونے پر ہے **يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْهَيْدَلِ** جب دن
 ہوگا آسمان جیسے تانبہ پھلا۔ یعنی جہن آگ کی لپک ہو صورت کی آواز سے آسمان مثل
 چرخ مارتے ہوئے تانبے کے ہو جائیگا۔ **وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ** اور ہونگے
 پہاڑ جیسے اون رنگی ہوئی۔ یعنی پہاڑ آندھی اور طوفان کے صدمے سے جو صورت کی آواز

ہوگا ایسے ہو جائیگے جیسے رنگین اون دھنگی ہوئی جسکو دھنیا اپنی کان کی تانت سے مار
 مار کے رونگھن روئیں اڑا دیتا ہے۔ اور رنگین اس صبح سے ارشاد ہوا کہ صبح و سفید اور سیاہ پہاڑ
 ریزے ریزے ہوئے جب مین گے تو رنگین اون کے طور پر معلوم ہونگے۔ اوسوقت سب
 آدمی ایسی سختی اور مصیبت میں ہونگے کہ اپنے عزیز اقربا بھی یاد نہ ہونگے **وَلَا يَسْتَلْجِمَنَّ**
جَمًّا اور نہ پوچھیں دوستدار دوستدار کو کہ تو کس حال میں ہے اور یہ کچھ فراق و غمت اور
 دوری کے باعث سے نہ ہوگا بلکہ **يُخْضَعُونَ لَهَا** سب نظر آجائیں گے اونکو۔ یعنی اونکے
 قراتبیوں کا حال اونھیں دکھلایا جائیگا اور باوجود اسکے وہ اپنی مصیبت اور گرفتاری کے
 خوف سے اونکی کچھ پروا نہ کریں گے بلکہ آرزو کریں گے کہ ہمارے بدلے بھی اونھیں پر عذاب ہو اور ہم
 چھوٹ جائیں۔ **يَوْمَ يُكْرَمُ لَوْ كُنْتُمْ عِدَائِي** میں عذاب یومئذ **يَبْلِيهِ**
 مٹا دیگا گنہگار کسی طرح چھڑا دے میں دے اوس دن کی مار سے اپنے بیٹے۔ یعنی گنہگار
 آرزو کریں گے کہ کاش اس دن کے عذاب کے بدلے دیدن اپنے بیٹوں کو جنہیں بہت چاہیے
وَصَاحِبَيْهِ وَآخِيهِ اور ساتھ والی اور بھائی۔ یعنی اپنی جورو کو جو اسکی عزت
 اور اپنے بھائی جو اسکے برابر والے اور مددگار تھے۔ **وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّسُ**
 اور اپنا گھرانہ جنہیں رہتا تھا۔ یعنی اپنے ایک جدی گھرانے والوں کو جنہیں رہتا اور جو اسکی
 حمایت کرتے تھے۔ **وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا** اور جتنے زمین پر ہیں سارے
 یعنی تمام دنیا کے لوگوں کو ایک بار نہ یہ کہ ایک کے بعد دوسرا۔ **ثُمَّ يُخْرِجُ** پھر اپنے
 سین بچائے۔ یعنی نجات اور خلاصی پائے گا **لَا كُفَىٰ** کوئی نہیں۔ یعنی ہرگز عذاب سے
 نجات نہ ہوگی اور یہ آرزو بیفائدہ ہے۔ ایسے کہ **لَا تَهْتَالِظِي** وہ بتی رگ ہے۔
 یعنی اس دن کا عذاب کیا ہے کہ دہکتی آگ ہے **تَرَاَعَةً لِّلشَّوْىِ** کھینچ لینے
 والی کلیا۔ جسکی نیزی اور لپک سے کافروں کے کپڑے کھینچ آئیگے۔ اور وہ آگ بدلا ہر گونہ
 قبول کرتی کیونکہ اسے شعور ہی نہیں۔ اور جو ہے تو اس بات کا ہے کہ **تَسْأَلُ عَوَا**

مَن آذَبُو تَوَكَّى ۝ پکارتی ہے اوسکو جس نے پیٹھ دی اور پھر گیا۔ یعنی پکارتی ہو
 وہ آگ اور لٹکار کے بلاتی ہے اپنی طرف اور سب جو بھی راہ سے پہر گیا اور پیغمبروں کے
 کہنے پر نہ چلا اور جسے ایمان سے منہ موڑا اور حکم خدا مانا۔ وَجَمَعَهُمُ قَاوِعٌ ۝ اور اکٹھا
 کیا اور سینٹا۔ یعنی مال جمع کر کے رکھ دیا اور راہ ضلالت میں لے دیا۔ اور نہ منہ و نہ کا حق ادا کیا
 ان سب لوگوں کو دوزخ کی آگ نام نہام پکار لگی اور جب یہ بھاگیں گے تو ایک گردن بہشت
 لہبی آگ سے ٹکے گی اور دو در سو سال کی راہ سے کافروں اور منافقوں کو اس طور سے
 چن لگی جیسے جانور اپنی پیچھے سے دانہ اٹھاتا ہے۔ اور یہ مال کا جمع کرنا اور متعین کو نہینا
 دنیا میں بہت پسند ہوا ہے۔ ایسے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ آدمی
 بنا ہے جی کا کچا۔ یعنی بے صبر اور حرص نہایت گہرا ہے واللہ کہ اِذَا امْسَهُ الشَّرُّ
 جَزَوْعًا ۝ جب پوچھے اوسکو برائی تو نہایت گھبرائے۔ اور بے قرار ہو کے اوسکی تدبیریں
 سوچنے لگے پھر جب تدبیر سے کام نہ لے سکے تو اور بے قرار ہوا اور ایک تدبیر کو نام چھوڑ کے دوسری
 کی فکر کرنے لگے۔ وَاِذَا امْسَهُ اَنجَبُوْهُمِنْهُوَعًا ۝ اور جب پوچھے اوسکو بھلائی
 تو بخیل ہو جائے۔ یعنی جب آدمی کو دولت اور حکومت یا دوسری طرح کی بھلائی ملتی ہے
 تو بخیل ہو جاتا ہے اور ہرگز نہین چاہتا کہ دوسرے کو کچھ پونچھے۔ اور یہ دونوں صفتیں یعنی
 برائی میں گہرا اور بھلائی میں بخیل ہو جانا اکثر بندگی اور عبادت میں خرابی ڈالتی ہیں اور
 پیغمبروں اور قرآن سے پھرنے اور انکار کرنے کا سبب ہو جاتی ہیں۔ پس سوچو کہ
 سب انسان دوزخ کے بلانے کے قابل ٹھہرے کیونکہ انکی اصل پیدائش میں دوزخ کے
 بلانے کی استعداد پائی جاتی ہے مگر آٹھ فریقے کہ انہیں دوزخ نہ بلایگی ایسے کہ انکو اپنے
 آٹھوں دروازوں سے بہشت طلب کر لگی اور ان فرقوں کی تفصیل یہ ہے۔ اَلَا
 الْمُصَلِّينَ الَّذِيْنَ هُوَ عَلٰی صَلَاتِهِمْ شَهِيدٌ ۝ مگر وہ نمازی جو
 اپنی نماز پر قائم ہیں۔ اور یہ قیام اور نکاح اس بات کی دلیل ہے کہ وہ نیاہ۔ عرصے اور جب

نہیں پیدا کیے گئے۔ ورنہ بچہ جو قہہ نماز گہمی نہ ادا کر سکتے۔ اور جب یہ زمین پانچ وقت اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے یہ بھی نہیں ملن کہ اپنے مالک کے حکم کے مطابق اپنے مال میں سے کچھ تہذیب و نیاز یا خیرات و زکوٰۃ نہ نکال سکیں۔ یا حقوق عبادت میں اس مقام پر غور کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے نازیوں کو ان آٹھوں فریقوں کا سردار کر کے اس آیت میں سب پہلے بیان فرمایا ہے۔ اور اس کلام کے آخر میں بھی اسی فرقے کا ذکر کر کے کلام کو ختم کیا ہے۔ پس ظاہر میں تکرار معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں تکرار نہیں کیونکہ پہلی آیت میں مراوت کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں نازی کی حفاظت کا اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے مذکور میں نازیوں کو زیادہ رتبہ دیا ہے۔ لکھا ہے کہ لوگوں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے حلیل القدر صحابیوں میں سے تھے دریافت کیا کہ نازی کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے کیونکہ ہمیشہ نازی میں مصروف رہنا آدمی کی طاقت سے باہر ہے اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ نازی ہمیشگی سے مراد یہ ہے کہ ناز پڑھنے میں داپنہ بائیں نہ دیکھے اور دلو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری طرف نہ لگائے اور ناز کے بارے میں بڑا اہتمام کرے اور سکے تمام آداب اور شرائط کی رعایت رکھے کیونکہ یہ افضل العبادات ہے۔ اور دانستہ ایک وقت بھی ترک کرے **وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مِّمَّا لَمْ يَكُنْ** مال میں حصہ ٹھہر رہا ہے۔ یعنی دوسرے وہ لوگ ہیں جن کے تمام مالوں میں سے اپنے نقد اور کھیتی کے محاصل اور پالے ہوئے جانور اور تجارت کے اموال وغیرہ میں سے ایک حق معین اور مقرر ہے۔ جیسے زکوٰۃ اور صدقہ اور اور واجب نفقے۔ یا دوسرا حق جو اپنے ہر قسم کے مال میں سے انہوں نے مقرر کر رکھا ہے۔ **لِلْسَّائِْلِ وَالْمَحْرُوْمِ** مانگنے والے اور ہر کے لیے۔ یعنی مانگنے والے لیے جسکو شریعت کی راہ سے سوال کرنا جائز ہے جیسے جو رو اور اولاد اور غلام اور لونڈی اور ناتے والے اور قرضخواہ اور ریمان کہ ان سب کو اپنا اپنا حق مانگنا شرعاً جائز ہے اور یہ سب اپنے حقوق بغیر کسی طرح کے شرم و محاذ کے بکے سامنے طلب کر

کر سکتے ہیں۔ اور ہمارے کے لیے جسے شریعت کے ریسے مانگنا درست نہیں ہے۔ جیسے
 مسکین اور یتیم اور محتاج کہ یہ لوگ مطالبہ نہیں کر سکتے۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بیان
 سائل سے انسان مراد ہے کہ اپنی احتیاج ظاہر کر سکتا ہے اور محروم سے جانور کہ وہ بے
 زبان مانگنے سے عاجز ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو ایک ایک یا دو
 دو تقوٰیٰ اور غرموں کے لیے در بدر مارا مارا پھرے بلکہ مسکین وہ ہے کہ رفع احتیاج کی
 چیزیں نہیں رکھتا اور اپنی احتیاج بھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا تاکہ لوگ اسے کچھ
 دیں۔ اور ایسے مسکین کے ذہن میں بہت بڑا ثواب ہے۔ پس اس دینے اور خیرات کرنے
 سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو بڑا صبر ہے کہ اپنا مال بھی دیتے ہیں اور فقیروں محتاجوں کی
 سخت باتیں بھی سنتے ہیں۔ اور حرص بھی نہیں ہیں۔ لیکن ان کا مرتبہ ناز پر قائم رہنے والوں
 سے کم ہے۔ ایسے کہ انکو کبھی کبھی مال خرچ کرنے کا سوج اور جمع کرنے کی حرص بھی ہوتی ہے
 اور نازی ناز میں مستغرق رہنے کے باعث اس حرص و دخل سے محفوظ رہتے ہیں وَالَّذِينَ
 يُصَدِّقُونَ بَيِّمَاتٍ سُبْحَانَ اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کا۔ یعنی
 تمیز سے وہ لوگ ہیں جو انصاف کے دن کو سچا جانتے ہیں۔ اور بلا و سختی میں بے صبر نہیں
 ہوتے۔ کیونکہ ہر نیکی اور بری کا بدلہ لانا یقینی جانتے ہیں۔ اور صبر ہی کرتے ہیں۔ حرص کو بھی
 پاس آنے نہیں دیتے۔ مگر ان کا مرتبہ اون دنوں قسم کے لوگوں سے کم ہے وَالَّذِينَ
 هُمْ مِنْ عَذَابٍ رَجِعُوا مَشْفِقِينَ اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے
 ہیں۔ یعنی چوتھے وہ لوگ ہیں جو حق تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں دنیا اور آخرت
 میں اور جانتے ہیں کہ اگر بلا میں صبر نہ کریں گے اور راہ خدا میں ال دینے سے ہاتھ روکیں گے
 تو مبتلا سے عذاب ہوں گے۔ اور چاہیے بھی ہی کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا رہے
 ایسے کہ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۝ بیک عذاب اونکے رب کا ایسا
 ہے کہ اس سے بخوف رہنا چاہیے۔ اگرچہ بلا میں صبر بھی کرتا ہو اور راہ خدا میں مال بھی

دیتا ہو۔ کیونکہ چھائی اور برائی کا حال کسی کو سوائے خدا کے معلوم نہیں۔ اور صبر
 بخش میں بن لوگوں کا رہ پہلے لوگوں سے کم ہے وَالَّذِينَ هُمْ لِأَعْتَابِهِمْ
 حَافِظُونَ اور جو اپنی شہوت کی جگہ تھاتے ہیں۔ ایسے بچوں وہ لوگ ہیں جو اپنی
 شرکاء کی حفاظت کرتے ہیں اس بات سے کہ اوپر کسی کی نظر نہ پڑے یا کسی کے بدن سے
 چھو نہ جائیں۔ اور اس سے اور کا صبر اور بے حرصی ثابت ہے۔ اَلَا عَلَىٰ أَجْمَعٍ
 اَوْ مَمْلَكَتِ اَيْمَانِهِمْ فَاتُحْمَ غَيْرُ مَكُومٍ اور اپنی جوروں سے۔ اَلَا اِنَّ
 ہاتھ کے ال سے سوا پر نہیں اور لہنا یعنی جوروں اور لونڈیوں سے شرکاء کے محفوظ
 رکھنے میں اور کچھ ملامت اور الزام نہیں اور نہ اور کا بے صبروں اور رخصیوں میں شمار
 ہو سکتا ہے۔ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَأَىٰ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَدُوْنَ اور
 جو کوئی ڈھونڈھے اسکے سوا سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔ ایسے جوروں اور لونڈیوں کے
 سوا اگر اور کچھ اس فعل کے لیے طلب کرے تو وہ ظلم و تعدی کرنے والا ہے پس اس سے
 صاف ظاہر ہے کہ سوا جوروں اور لونڈیوں کے اور جو طریقے شہوت رانی کے ہیں سب حرام اور منکر
 ہیں مثل اغلام کے خواہ مرد سے ہو یا عورت سے۔ یا غیر عورت سے فعل کرنا۔ یا بڑی بھانم یا بھانم
 سے حرکت ناجائز اور اور اسکے اور جو کچھ اس قسم سے ہو۔ وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهٰیَ
 وَعَهْدٍ لَهُمْ رَاْعُوْنَ اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کی رعایت
 کرنے والے ہیں۔ یعنی چھٹے وہ لوگ ہیں جو برائی امانتوں اور اپنے عہد و بیان کی رعایت
 کرنے والے ہیں اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرتے ہیں خواہ امانت خلق ہو یا بیان کردگار
 سوائے لوگ بھی صبر کامل رکھتے ہیں اور حرص بہت کم ایسے کہ اگر ایسے نہوتے تو عہد و امانت کی
 حفاظت نہ کر سکتے۔ اور امانت و عہد کی بہت قسمیں ہیں منجملہ ان کے بیان چند تمون کا بیان کیا
 جاتا ہے ایک امانت وہ جو جو حق تعالیٰ سے متعلق ہے جیسے وضو اور ناپاکی کا غسل اور نماز اور
 روزہ اور روکوتہ کا اسکی خبر دوسروں کو نہیں ہوتی۔ صرف اسی شخص کا اتواران چیزوں میں

مقبول ہے۔ دوسری امانت وہ ہے جو خلق اللہ کے حق کے متعلق ہے اور اس کی بہت کمین
 ہیں جیسے لوگوں کا مال کسی کے پاس امانت رکھا جائے۔ یا لوگوں کے حقوق اسکے نزدیک
 امانت ہوں اور اسکے مالک اس سے خبردار ہوں۔ یا ماپ تول یا کٹنا پکانے میں ہر نحو کا خرچ
 کپڑا سینے میں سجاوٹ وغیرہ کا لگانا لوگوں کے راز جو معتبر سمجھ کے لوگ کہتے ہیں
 حکومت میں انصاف کرنا۔ فتوے میں حق جواب دینا۔ ماورا اسکے اور بہت ہیں جن کا بیان
 اس مختصر میں ممکن نہیں۔ اسی طرح عہد کی بھی بہت قسمیں ہیں۔ ایک وہ عہد جو حق تعالیٰ سے
 کیا ہو پھر اگر وہ مال دینے یا عبادت کرنے کا ہو تو اس سے تذر کہتے ہیں۔ اور اگر حق تعالیٰ کی راہ
 پہنچانے کے لیے اس کے کسی خاص بندے سے کیا ہو تو وہ بیعت ہے۔ دوسرے خلق اللہ
 سے عہد و پیمان کرنا ہے اس کی بھی بہت صورتیں ہیں جیسے اپنا اپنا مال لاکے تجارت کرنا۔
 جسے شراکت کہتے ہیں یا ایک کاروبار دو سرے کی محنت اور نفع میں موافق عہد کے شریک بننا
 اسکو مضارب کہتے ہیں۔ یا صلح کرنا یا وصیت کرنا اور سوا اسکے جو کتب فقہ میں مندرج ہو۔
 وَالَّذِينَ هُمْ يَشْهَدُونَ تَعْمَلُونَ مَعَ ابْنِ آدَمَ مَا تَشَاءُونَ وَلَا تَزِدُونَ فِي عَهْدِهِ مِثْرًا
 یعنی ساتوین وہ لوگ ہیں جو اپنی گواہی ظاہر کرنے پر مستعد ہیں اور سچی گواہی دینے میں
 دوستی جاتے رہتے اور قربت چھوٹ جانے سے ڈرتے نہیں۔ اور ان کے مخالفون کو جو
 اس گواہی دینے سے نفع ہوتا ہے اُس پر صبر کرتے ہیں۔ اور بے کم و کاست گواہی دینا ہی
 شہادت پر قائم ہونا ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ اور جو
 اپنی نماز سے خبردار ہیں۔ یعنی اُٹھتے ہیں وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں اور
 اس کے ہر کام کے پورا کرنے کا خیال رکھتے ہیں تاکہ پورا ثواب ملے۔ اور تمام مضدمات نماز کے
 بچتے ہیں اور دل کی حضوری سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْوَّنُونَ
 وہی ہیں باغون میں عزت سے۔ یعنی یہ سب فرقے جو حرص اور بخل بیک میں اپنے اپنے
 عملوں کے رتبے کے موافق قسم قسم کے اچھے باغون میں عزت سے ہونگے۔ جب کانفرن

نے بہشت کی تعریف اور ہشتیوں کی بزرگی اور تعظیم کے وعدے کتاب اللہ میں سے تو سن کر
 سے محفل اقدس سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور حلقہ باندھ کے بیٹھے اور کہنے
 لگے کہ اگر یہ وعدے سچ ہیں تو یقیناً جانو کہ ہم لوگ بھی ان نعمتوں کے زیادہ تر مستحق ہونگے
 کیونکہ حق تعالیٰ نے ہم کو دنیا میں عزت اور بزرگی دی ہے اور انواع و اقسام کی نعمتوں
 اور مال و رجبہ اور سرداری و ریاست سے نوازا ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس بات کی کہ
 کہ آخرت میں بھی اپنی نعمتوں سے ہم کو نوازیگا۔ اور تمہارے فرمانبردار لوگ کثرت فیہ اور محتاج
 ہیں وہ ہرگز ان نعمتوں کے لائق نہیں۔ پس اللہ جل جلالہ وجل شانہ نے ان کے کلام میں جو
 کے رکھنے کے لیے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ **فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلِكُمْ**
مُطِيعِينَ ۞ پہر کیا ہوا ہے منکروں کو کہ تیری طرف دوڑتے آتے ہیں۔ یعنی کیا ہوا
 ان کافروں کو جو بہشت کی نعمتوں کا حال سن کر تیری طرف دوڑے آتے ہیں۔ طمع کی گردن
 و راز کیے ہوئے۔ کیا انھوں نے ہشتیوں کی صفات حاصل کر لی ہیں جو اس امید سے تیرے پاس
 دوڑے آتے ہیں اور باوجود اسکے ایسے سرکش ہیں کہ تیرے سامنے دوڑنا اور بے بیٹھنا
 اچھا نہیں جانتے بلکہ **عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزَّتَيْنِ** ۞ بلکہ داہنے سے اور
 بائیں سے جٹ کے جٹ۔ یعنی داہنے اور بائیں سے حلقہ کر کے بیٹھتے ہیں تاکوئی یہ بات
 نہ سمجھے کہ یہ بھی فرمانبردار ہو کے دین کی بات سیکھنے آئے ہیں۔ **أَيُّكُمْ كَلَّ امْرِئِي**
مِنْهُمْ أَنْ يَدْخُلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۞ کیا لالچ و کھانا ہے ہر ایک وغیرہ سے کہ داخل
 ہوئے نعمت کے باغ میں۔ یعنی کیا کافروں کو یہ کتاب ہے کہ باوجود کفر اور دشمنی خدا و رسول
 اور تسخر اور اعتقاد باطل اور بجا دعویٰ اور گھنڈ اور اہل اسلام کی حقارت کرنے کے وہ
 بہشت کے باغوں میں داخل کیے جائیں۔ **كَلَّا كَوْنِي نَارِ** ۞ یعنی ہرگز یہ بات نہیں
 کہ اس خیال فاسد اور قیاس باطل سے وہ درگزر میں آسکے کہ اصل حقیقت میں نہ کوئی عذاب
 التعظیم ہے اور نہ لائق تکریم۔ **إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ** ۞ یعنی ہرگز یہ نہیں ہے

جس چیز سے جانتے ہیں۔ یعنی بننے اور نکو پیدا کیا ہے اس چیز سے جسے وہ جانتے ہیں اور
منی کا قطرہ اور نطفہ ہے کہ خود بھی ناپاک ہو اور ناپاک جگہ سے نکلتا ہو اور ناپاک ہی مقام میں
قرار پاتا ہو۔ اور اس کی ناپاکی اس قدر ہو کہ اگر کہیں بدن یا کپڑے پر لگتا ہو تو اس کا دھونا واجب
ہوتا ہے۔ پھر انسان کیونکر واجب التعظیم ہو سکتا ہو کیونکہ رذالت اس کی اصل پیدائش سے بھی ہے
اور کفر کی برائیوں سے بھی۔ پس اگر اوسنے ایمان قبول کیا اور عمل نیک کیے تو اصلی رذالت اس کی
دور ہوئی اور تعظیم و تکریم کے لائق ہوا اور اگر کفر و کناہوں کی نجاست میں مبتلا ہوا تو اصلی رذالت اس کی
ان نافرمانیوں کی رذالت سے نکلے دو گنی ہو گئی۔ پس یہ لوگ ہرگز تعظیم کے لائق نہیں ہوا کرتے
کہ دونی رذالت رکھتے ہیں۔ ہاں تعظیم و تکریم کے لائق وہ لوگ ہیں جو اپنی صحبت میں پرستگاہ
کو حاضر رہتے ہیں اور اپنی جانوں کو آپ پر فدا کیے ہوئے ہیں **تَحْلًا أَقْسَمُ بِرَبِّكَ الْمُبْتَلٰی**
وَالْمُغْرِبِ سو میں قسم کھاتا ہوں مشرق و اور مغربوں کے مالک کی۔ اور مشرق و مغرب
کی کثرت ایسے ہے کہ ہر ستارہ سورج ہو یا چاند یا اور یا بچھن تلے سب کی ہر روز ایک نئی شرف
ہوتی ہے اور اس طرح ہر ایک کی مغرب۔ لیکن تموز میں آفتاب کو نصف سال تک یہ مشرقین
اور مغربین جدا جدا معلوم ہوتی ہیں اور نصف سال میں وہی پہر عود کرتی ہیں۔ اور یہ بات
ہماری اس صفت پر کہ شرائط اور حقائق کا تغیر و تبدل ہر دلیل کافی و ودائی ہے۔ پس جب
ہماری یہ قدرت اور عظمت برس کے تمام دنوں میں تغیر و تبدل سے ظاہر ہو گئی تو ثابت ہوا کہ
إِنَّا لَآقْدِرُونَ ۚ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۚ۔ ہم کہتے ہیں کہ بدل کر لے
آدین اونے بہتر۔ یعنی ہم قدرت رکھتے ہیں اس بات کی کہ بدل کے لے آئیں دوسرے کو حق
جو ان سے بہتر ہوں۔ اپنی صحبت کے لیے اور وہ نیک راہ کیلئے اور نیک عمل کرنے والے ہوں
اور وہ انصار لوگ تھے۔ **وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۚ** اور نہیں ہیں ہم عاجز۔ یعنی
ہم ایسے نہیں ہیں کہ کوئی ہم سے بڑھ چلے۔ یا عزت اور بزرگی ہم سے لیکے دوسرے کو دے اور
ہمکو عاجز کر دے۔ پس معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جمع ہونے کے ہمارے پاس آنا نہ بشت کی طمع سے

نہ تعظیم و بزرگی کی راہ سے۔ بلکہ تکبر اور غرور کے سبب ہے کہ بڑھ بڑھ کے باتیں کہتے ہیں اور حق تعالیٰ کی آیتوں اور اوسکے وعدوں سے سخر اپن کرتے ہیں۔ **فَدَاٰهُمْ بِمِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِّنْهُ** **وَيَلْعَبُوْا حَتّٰی يَلْتَقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوعَدُوْنَ** سو چھوڑ دے اونکو۔ باتیں بنائیں اور کھیلین جب تک ملاقات کریں اپنے اوس دن سے جبکا اونسے وعدہ ہے۔ لیکن اوس دن یہ سخر اپن سب قبول جائیں گے۔ اور حق تعالیٰ جل شانہ کی طرٹ پلانٹ والے کے پاس نہایت بھینپی اور بے قراری سے دوڑ کر حاضر ہونگے **یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ** **مِیْسِرَآءً**۔ جسدن نکل پڑینگے قبروں سے دوڑتے۔ اکیلے ننگے سراور ننگے پائون ننگے ہن۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صورت کی آواز سکے۔ **كَانَتْ صَوْرَتُہٗۤ اِلٰی نَصْبِ یُوفُوسٍ** جیسے کسی نشانے پر دوڑتے جاتے ہیں۔ یعنی گویا کہ وہ کسی بت کے درشن کے واسطے دوڑ جاتے ہیں اس ارادے سے کہ سب پہلے وہی درشن کریں۔ یا جیسے فوج پرانندہ کہ اپنا نشان دیکھ کے وہ سب دوڑتے ہیں اور اوسکے نیچے مجتمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ اونکا دوڑنا نہایت ذلت اور خواری سے ہوگا کیونکہ **خَاشِعَةً اَبْصَارُہُمْ** **تَرٰہُمْ ذَلٰلًا** **تَارِیْکًا** اور تیر ہوئی ہونگی آنکھیں اونکی چھائیگی سر سے پائون تک اونکو ذلت اور رسوائی۔ **ذٰلِکَ الْیَوْمُ الَّذِیْ کَانُوْا یُوعَدُوْنَ** یہ ہے وہ دن جبکا اونسے وعدہ ہے یعنی یہ وہ دن ہے کہ دنیا میں اسکے وعدے اونکو دیے جاتے تھے۔ نہ یہ دن صبر کرنے والوں اور بے حرصوں کا ہر کیونکہ اونکو اوس دن نعمت والی بہشتوں میں تعظیم و تکریم سے داخل کریں گے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَةُ نُّوحٍ مَّکِیَّةٌ وَہِیْ ثَانِیُّ وَعِشْرُوْنَ اٰیَةٍ وَفِیْہَا رُکُوْعَا

سورہ نوح علیہ السلام کی ہے تیسرا آیتیں اور دو سو چوبیس کلمے اور نو سو اونتیس حرف اور دو رکوع ہیں۔ اس سورت کا نام سورہ نوح اس واسطے رکھا ہوا کہ اس میں سوائے حضرت نوح علیہ السلام

کے قصے کے دوسرا حال نہیں ہے۔ اور اس طرح سورہ یوسف علیہ السلام میں بھی سو حضرت یوسفؑ کے قصے کے دوسرا مذکور نہیں اور ان دونوں سورتوں کے سوا تمام قرآن شریف میں کوئی ایسی سورت نہیں جس میں ایک ذکر خاص ہو۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورت کو پڑھا کرے اسے درگاہ خدا سے اور مومنوں کا ثواب ملے جو حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت میں آئے۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ ۝ بنے ہیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ دریا اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ اسے اپنے دکھ والی آفت۔ یعنی بنے ہیجا نوح کو جو تارکیوں سے روشنی کی طرف نکالنے کے حال سے واقف تھے ان کی قوم پر جو آل قایل سے تھی اپنا رسول کر کے اس لیے کہ خوف دلائل اور ڈرائیں اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ آئے اور اپنے عذاب دکھ دینے والا۔ قَالَ يَقَوْمِ اِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ بولا اور قوم میری میں تمکو ڈرنا تا ہوں کھو کر۔ یعنی ہمارے حکم کے پہنچتے ہی نوح نے اس کی تعمیل کی اور اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو بیشک میں تمہارے واسطے ڈرانے والا اور صاف کہنے والا ہوں کہ اگر تم اپنے جھوٹے معبودوں کی پرستش میں پھنسے رہو گے تو بڑے عذاب میں مبتلا ہو گے سو تمکو چاہیے کہ اس سے بچو اور اپنے سچے معبود کی طرف متوجہ ہو اِنۡ اَعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيعُوْا ۝ بندگی کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میرا کماؤ۔ یعنی عبادت کرو خدا کی کہ اس کی برکت سے تمہارے دل منور ہوں۔ اور ڈرو اس کے غیر کی عبادت کرنے سے اور اس اعتقاد سے کہ وہ غیر اس کی صفوں کے کامل مظہر ہیں کیونکہ یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہے۔ اور اگر تمکو خالص عبادت اور تقویٰ کا طریقہ معلوم نہیں تو مجھے سنو اور مانتو ہم سب میرے کہنے کو جو کچھ میں تمکو اللہ تعالیٰ کے حکموں سے بتاؤں۔ تاکہ عبادت میں سبھی تم سے خطا نہوار گناہ سے بھی بچو۔ اور جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے دلوں کی تاریکی دور ہو جائیگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۝ بخش دے گا تمکو کچھ گناہ تمہارے

یسے بخیل گناہمارے بعض گناہ جو اس نے ات پاک سے تمہاری پوشیدگی کا سبب ہو گئے ہیں اور وہ
 گناہ عبادت اور تقویٰ کے کا ترک اور خداوند تعالیٰ کی نافرمانی کرنا ہے جو اس سے پہلے ہو چکا ہے
 وہ گناہ جو مخلوق کے حق سے متعلق ہیں اور وہ گناہ جو اسلام کے بعد ہو گئے۔ اور اس بیان
 لانے کے سبب اللہ تعالیٰ تم کو دنیا کے عذاب سے محفوظ رکھ لیا گا **وَيُؤْتِيكُمْ أَجَلَ آجَلٍ**
مُّسَمًّى اور ڈھیل دے تم کو ایک ٹھیکے وعدے تک۔ یعنی تاخیر کرے گا اللہ تعالیٰ تمہارے
 مواخذہ میں ایک مدت تک جو اس نے مقرر کی ہے ہر شخص کی پیدائش کے وقت۔ اور اس مدت
 اور تاخیر میں تمہارے لیے فائدہ ہو اس بات کا کہ گناہ سے توبہ کر لو اور حق والوں کو رضا مند کر دو
 مدت اللہ تعالیٰ کے علم میں معین ہے۔ **إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ** وہ جو
 وعدہ رکھا اللہ نے جب آپ کو پہنچے او سکھو ڈھیل نہو گی۔ یعنی بیشک وہ مدت جو علم الہی میں معین ہے
 ہر شخص کے مرنے کے لیے جب وہ آتی ہے تو اس میں توقف کو راہ نہیں ہوتی۔ اور کسی طرح کی
 تاخیر نہیں پائی جاتی **وَكُنْتُمْ تُعْلَمُونَ** اگر تم کو سمجھ ہے۔ اس بات کی کہ موت کا مزا
 چکنا ایک وقت مقرر پر ضرور ہے۔ مگر تم کو گے کہ ہم موت کے منکرین مالانکہ تمہاری حرص اور
 دنیا کے کاموں میں محبت اس درجے کو پہنچی ہے کہ گویا تم موت کے آنے کے منکر ہو۔
 خلاصہ یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے پیغام الہی اپنی قوم کو پہنچایا اور عذاب الہی سے ان کو ڈرایا
 مگر ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور کہا نہ مانا یہاں تک کہ صد ہا برس اسطیٰ سے گزر گئے اور وہ
 سب آپ کو جھٹلانے اور تکلیف دینے سے باز نہ آئے۔ بلکہ اور زیادہ شرارت کرنے لگے یہاں تک کہ
 بعض وقت آپ کی نصیحت سے بیزار ہو کر آپ کو اس قدر مارتے تھے کہ بدن اور چہرے پر خون بہتا
 لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو ایسا حلیم اور بردبار کیا تھا کہ باوجود ان ظلموں کے آپ دعا کرتے تھے ان کو
 لیے کہ اے پروردگار میری قوم کو بخشدے آخر الامر جب آپ اوں کو ہر طرح سے سمجھا سمجھا کے تھکے
 اور ان کے ایمان لانے اور فرمانبرداری کرنے سے مایوس ہوئے تو درگاہ الہی میں بطور عرض
 حال کے قال **رَبِّ اِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لِكُلِّ لَوْ تَهَارَا** ۱۱ کہا اور میں ملاتا رہا

اپنی قوم کو رات اور دن - یعنی کما حضرت نوح علیہ السلام نے کہ اسے پیر و درگاہ میرے
 بیشک میں نے تیرے فرمان کے موافق اپنی قوم کو تیری بندگی اور فرمانبرداری کے لیے ظاہر
 و پوشیدہ رات اور دن ہر طرح سے بلایا اور سمجھایا لیکن انکو کچھ اثر نہ ہوا بلکہ انھیں عبادت اور
 پرہیزگاری کے نام سے بالکل نفرت ہو گئی **فَكَوْنِيْزِدْهُمْ دُعَائِيْ اِلَّا فِرَارًا** ○ پر
 میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگتے رہے۔ اور حقدارین نے انکو تیری طرف بلایا اتنا ہی
 وہ اور تیری راہ سے پیچھے ہٹتے گئے **وَلَا تِلْكَ مَا دَعَوْهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ** ○ اور میں نے
 جس بار انکو بلایا تو انکو معاف کرے۔ یعنی جوقت میں نے انکو بلایا فرمانبرداری اور
 تقویٰ کی طرف انکے فائدے کے لیے تاکہ تو بخشدے انکے پہلے گناہ اور وہ تیری رحمت
 کے لائق ہوں اور تیرے غضب سے نجات پائیں **جَعَلُوْا اَصَابِعُكُمْ فِیْ اَذَانِهِمْ**
وَاسْتَمْسِكُوْا اُذُنًا بَعْدَ اُذُنٍ ○ لگے اپنی انگلیاں کانوں میں اور پکڑے اپنے اور پرکڑے
 اپنے اور سننے کے اپنے کانوں میں اور انگلیاں کانوں کی نصیحت کی بات انکے کان میں
 نہ پونچھے اور اپنے اور پرکڑے پکڑے تاکہ میری صورت نہ دیکھیں اور نہ آواز سنیں اور گناہوں
 میں اور بڑھ گئے **وَاصْصُورُوا وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَرُوا** ○ اور ضد کی اور غرور کیا
 بڑا غرور۔ یعنی گناہوں پر انہوں نے اصرار اور ضد کی اور غرور کیا انہوں نے میری
 فرمانبرداری سے بہت بڑا غرور۔ اور سمجھے کہ یہ شخص جو بکو چھپ چھپ کے سمجھاتا ہے اس میں کچھ
 فریب ہر اور یہ چکے چکے بکھو اپنے حال میں چھاننا چاہتا ہے اور سبکے سامنے اس خیال سے
 نہیں کہتا کہ لوگ الزام دیں گے۔ پس مجھے یہ حال جب معلوم ہوا کہ میرے پوشیدہ سمجھانے سے
 یہ لوگ بدگمان ہوتے ہیں تب میں نصیحت کرنے کے لیے دوسرا طرز اختیار کیا۔ **ثُمَّ كُنِیْ**
دَعْوَاهُمْ جَهَارًا ○ پھر میں نے انکو بلایا بلند آواز سے۔ اور بر ملا انکے عام مجمع میں انکو
 نصیحت کی اور کھلے کھلے الزام دیے اور ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کی عبادت باعث حجاب دنیا میں ہے
 اور موجب عذاب عقبیٰ میں مگر وہ اس پر بھی نہ سمجھے اور کہنے لگے کہ یہ شخص سبکے سامنے بکھو الزام

دیر کے رسوا کرنا چاہتا ہے۔ پر میں اونکی فمائش کے لیے ایک اور طریقہ اختیار کیا تو کافروں نے
 اَعْلَنَتْ لَهُمْ وَاَسْمَعَتْ لَهُمْ اَسْوَارًا ۝ پر میں نے انکو کھوکھلا کر دیا اور انکو کھوکھلا کر دیا
 چکے سے۔ یعنی ظاہر کی میں نے اور دعوت اور اسے عقلی دلیلوں سے ثابت کر دیا۔ اور
 پوشیدہ بھی کی اونکی دعوت اور اسے کشفی اور وجدانی حجتوں سے ثابت کیا۔ اور ظاہر و پوشیدہ
 ہر طور سے سمجھایا لیکن کچھ فائدہ نہوا۔ پر ظاہر ہی حال جو اونکا دیکھا کہ اس کفر و گناہ کی ثامت
 سے چالیں برس سے قحط میں مبتلا ہیں کھیتیاں اور مال و اسباب اور جانور انکے سب
 ہلاک ہوئے اور عورتیں باج ہو گئیں چشمے اور نہرین سب خشک ہو گئیں تو اسوقت یہ خیال کیا
 کہ یہ سب اگر قرار باہین اور جان سے تنگ ایسے وقت میں دنیاوی دلچسپی دلا کے انکو راہ لہانا
 چاہیے تاکہ اسی ذریعے سے وہ میرا کھانا میں اور راہ راست اختیار کریں۔ پس انکو اس تنگ
 سے سمجھا شروع کیا۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۝ پر میں نے انکا ہنجشوا اپنے رب سے
 یعنی بخشش مانگنا اپنے گناہوں کی اپنے پروردگار سے اگر تے عبادت اور پرہیزگاری جیسی چاہے
 نہیں ہو سکتی ہے۔ اِنَّكُمْ كَانُمْ اَعْقَارًا ۝ وہی ہے بخشنے والا تھا اسے سب گناہوں کا
 اور اگر بگناہ تھا اسے بخشنے کا تو اتنا قہر و مہو کا کہ دنیا کی بلاؤں سے نجات پاؤ گے۔ اور
 يَرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ بھیجے گا تم پر باری برسی ہوئی برابر کہ تمکو میرا
 اور دے اور بلائے قحط سے نجات پاؤ۔ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ
 لَكُمْ مَسَاجِدَ ۝ اور تمکو آٹھارا ۝ اور بڑھتی دے تمکو مال اور بیٹوں سے
 اور تمہارے تمکو باغ اور بنادے تمکو نہرین۔ یعنی مدد کرے تمہاری مال کی زیادتی اور کثرت
 اور بیٹوں کے پیدا کرنے سے اور دے تمکو کھیت اور باغ سرسبز و شاداب میوے کے اور
 جاری کر دے تمہارے لیے نہرین بارش اور زمین کا پانی ملنے سے۔ پس اس آیت سے
 ظاہر ہے کہ گناہوں کی ثامت سے قحط اور اولاد کی ہلاکی اور کھیت و باغوں کی بربادی
 میں جج انسان مبتلا ہوتا ہے۔ اسکے لیے استغفار نہایت مفید ہے اور اکثر روایتوں سے ثابت ہے

کہ ان بلاؤں کے دور ہونے کے لیے جسے استغفار کا درو کیا بہت جلد کامیاب ہوا۔ **مَا لَكُمْ**
لَا تَرْجُونَ لِلّٰہِ وَقَارًا کیا ہوا ہے تم کو کیوں نہیں اُمید رکھتے اللہ سے بڑائی کی
 یعنی ایسے کام کیوں نہیں کرتے کہ وہ اپنی بزرگی سے تم پر عذاب نہ بھیجے بلکہ اس بات سے
 کہ تم اس کو بزرگ جانتے اور اس کی وحدانیت اور عظمت کے قائل ہو تمہاری مصیبتیں اور
 تکلیفیں دور کر دے۔ اور وہ بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے تمام عالم میں اس کی عظمت جلوہ گر
 ہو۔ اور عالم تو ایک طرف تم اپنی ذات ہی میں دیکھو اور اپنی پیدائش پر غور کرو **وَقَدْ**
خَلَقْنَاكُمْ أَطْوَارًا اور اسی نے تم کو نیا طبع طرح سے۔ اور ہر رنگ پر یعنی پہلے
 کچھ نہ تھے پھر تم کو نطفے سے پیدا کیا اس طور سے کہ نطفے کو علقہ کیا اور علقے سے مضغہ بنایا پھر
 اوس میں بعض کو نرم گوشت رکھا اور بعض کو ہڈی کیا پھر روح ڈالی کہ تم مان کے پیٹ میں بننے
 پہلنے لگے۔ پھر مان کے پیٹ سے صحیح و سلامت باہر نکالا اور دودھ سے لذت دینی یہاں تک
 کہ رفتہ رفتہ تم کو جوان کیا اور عقل و شعور اور اور نعمتوں سے سرفراز کیا۔ پھر باوجود اسکے
 تم کو کیا ہے کہ اس کی عظمت اور قدرت کاملہ کے منکر ہوتے ہو **أَكُفِّرُ خَلْقَ**
اللّٰہِ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا کیا نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان
 تہ بہ تہ۔ یعنی نیچے اور طبقہ طبقہ ایک دوسرے سے بڑا۔ **وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا**
وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا اور رکھا چاند اونیہیں اُجالا اور رکھا سورج چراغ جلتا۔
 یعنی چاند کو ساتوں آسمانوں کے درمیان روشنی اور نور کا سبب بنایا اور اس کی روشنی
 سے ساتوں آسمانوں اور زمین کو منور کیا جس سے ظاہر ہے کہ ظلمانی عالم میں نور کا فیض
 پونچھنا ممکن ہے۔ اور بنایا سورج کو چراغ چلتا ہوا اس طور پر کہ چاند کی روشنی اسی چراغ سے
 جبر سے صیقل کیے ہوئے کو ہے پھر چراغ کی روشنی پڑے اسے چمکاتی ہے۔ پس اس سے
 ظاہر ہو کہ اس طور پر جب تم علم و عمل شریعت کی پیروی کرو گے اور خداوند تعالیٰ کی وحدانیت
 اور عظمت کو اپنے دلیں جگہ دو گے تو اس کے نور سے تمہارے سینے روشن ہونگے اور کفر و

شرک کی ظلمت دور ہو جائیگی۔ پھر اگر عالم علوی کی ترقیوں کے درجے بوجہ کوتاہ نظاری کے
 تم نہیں دیکھ سکتے تو عالم سفلی میں دنیا کی ترقیوں پر نظر کرو۔ **وَاللّٰهُ اَنْزَلَ كُرْثٰی**
الْاَرْضِ نَبَاتًا ○ اور اللہ نے اُگایا تمکو زمین سے جاکر اسلئے کہ حضرت آدم علیہ السلام
 کو جو تم سب کے باپ ہیں زمین سے پیدا کیا۔ اور انکے نطفے کو خم ٹھیرایا پس تم سب اوس سے
 پیدا ہوئے اور خاکی ٹھیرے اور باوجود اسکے کہ تم تمام دنیا کی رزق لینے زمین سے جسے تم روز دہاتے
 پرتے ہو پیدا ہوئے تمہیں حکومت اور بادشاہت۔ نبوت اور رسالت۔ اور امارت و خلافت
 دین و دنیا کے عزت والے درجوں سے ممتاز کیا۔ **ثُمَّ يَعِيدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ**
اِخْرَاجًا ○ پھر وہ ہر اکڑ الیگ تمکو اوس میں اور نکلے گا تمکو باہر یعنی پھر پھر الیگ تمکو اسی
 زمین میں تاکہ تمہاری بزرگی سے زمین بھی قدر و منزلت پیدا کرے۔ اور نکلے گا تمکو زمین
 سے دوبارہ حساب اور جزا اعمال کے لیے۔ **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ سَبَاطًا**
مِنْ دَسَابِكُمْ ○ تاکہ چلو اوس میں کھڑے ہو۔ اور سیر کرتے ہو۔ **لَتَسْكُنُوْا**
مِنْهَا سُبُلًا ○ تاکہ چلو اوس میں کھڑے ہو۔ اور سیر کرتے ہو۔ **لَتَسْكُنُوْا**
 انقض جب حضرت نوح علیہ السلام ہر طرح سے انکی دعوت کرنے اور سمجھانے کے بعد انکے ایمان
 لانے سے مایوس ہوئے۔ اور وہ لوگ اس نصیحت کو خیال میں نہ لائے بلکہ کفر و شرک میں
 اور زیادہ بڑھنے لگے تو اپنے انکے لیے اوس حالت نا اُمیدی اور مایوسی میں ہلاکت
 کی دعا کی اور اوس دعا سے پہلے جو حالت مایوسی کی اپنی قوم سے آپکو حاصل تھی اوسے بارگاہ
 کبریا میں یوں عرض کیا۔ **قَالَ نُوحٌ رَّبِّ اِنِّهٖ عَصَوْنِيْ**۔ کہ انوح نے اے رب
 میرے انھوں نے میرا کہا مانا۔ یہاں تک کہ اب انھیں طاعت کی امید باقی نہ رہی **وَاتَّبَعُوْا**
مَنْ كُوْنٌ دِهٖ مَالٌ وَّوَلَدًا اِلَّا خَسَارًا ○ اور مانا ایسے کا جھکو اوسکے مال اور
 اولاد سے اور بڑا ہٹوٹا۔ یعنی اپنے مالداروں کے قریب تر دار ہوئے۔ حالانکہ انکے مال اور
 اولاد میں کچھ خوبی نہیں بلکہ اونیہ کے باعث سے نقصان میں ہیں اسلئے کہ دین سے

محروم رہے بلکہ انھوں نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا اور میری نصیحت کو عام لوگوں کے دلوں میں مہر ثابت کرنے کے لیے وہ تجویز کی کہ عوام ان کے دام فریب میں پھنس جائیں وہ مگوں
مَكَانًا كَبَارًا اور دواؤ کیا ہے بڑا داؤ۔ یعنی انہوں نے بہت بڑا کمر کیا اور کہنے لگے
 کہ بیشک ہم حق تعالیٰ کی عبادت پر قائم ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں جو حق تعالیٰ کا مظہر
 خاص ہے۔ مگر تم ہکو متزیرہ کے مرتبے کی عبادت کا حکم کرتے ہو اور اس کی ایسی تریف کرتے
 ہو کہ وہ مرتبہ محض سوہوم ہوا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ظاہر میں تم ہمیں خدا کی طرف
 بلاتے ہو مگر باطن میں خدا کی طرف سے پیر کے ایک سوہوم امر کی عبادت کا حکم کرتے ہو۔
 اور اس فریب کو انہوں نے اپنے فرمانبرداروں اور جاہلوں اور کم عمریوں کے دلوں میں
 خوب سمجھا سمجھا کے جا دیا۔ **وَقَالُوا لَا تَدْرِيْنَ اِلٰهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ دِيْنًَا وَاٰمَآ**
وَاَلَا سُبُوَاعًا هَؤُلَاءِ يَكْفُرُوْنَ اور بولے نہ چھوڑو اپنے
 ٹھاکروں کو اور نہ چھوڑو دواؤ کو اور نہ سواع کو اور نہ یعوق کو اور نہ سر کو
 یعنی انہوں نے اپنی قوم کے عام لوگوں سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑو
 اور تاکید کے لیے پانچوں بتوں کے نام تفصیل سے بتا دیے۔ **وَاَلَا يَكْفُرُوْنَ** اور نہ
 ہوتا جسے ہنود کی زبان میں بشن کہتے ہیں۔ اور سواع بشکل عورت جسے ہندو برہا کہتے
 ہیں۔ اور یثوث بشکل گھوڑے کے تھا جسے ہندو اندر کہتے ہیں۔ اور یعوق شیر کی صورت
 تھا جسے ہندو شیو کہتے ہیں اور سر کہ کی صورت تھا جسے ہندو ہنومان کہتے ہیں۔ یہ سب
 شکیلیں لکڑی اور پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ اور مشہور یہ ہے کہ یہ نام پانچ شخصوں
 کے تھے جو بہت صالح تھے اور حضرت آدم و حضرت نوح علیہما السلام کے درمیانی زمانے
 میں پیدا ہوئے تھے۔ لوگ ان کے بہت متفقہ تھے جب وہ مر گئے تو ان کی شکیلیں تراش
 تراش کے پتھر اور لکڑی سے بنا میں اور ان کی تعلیم اور پرستش کرنے لگے اور عرصے
 تک ان میں پوجتے رہے حتیٰ کہ طوفان میں غرق ہوئے۔ بعد طوفان کے ابلیس نے

وہ مشکلین نکال کے اہل عرب کو اونکے پوجنے میں مشغول کیا چنانچہ وہ کو قبیلہ کلب کے رہنے لگے
اور سوان کو قبیلہ بنی نزل نے اور تیوث کو بنی غطفون اور بنی مراد نے اور تیوث کو اہل سہران نے
اور نسر کو اہل حمیر اور آل ذی الکلاع نے۔ خلاصہ یہ کہ اس قوم نے اپنے عام لوگوں کو ایک
غریب کے پرستے میں خوب سمجھایا اور اونکے دلوں کو سیتہ پرستی پر مضمون کارویا۔ تو انکی
أَصْلُو أَكْثَرًا اور بکایا بہتوں کو۔ یعنی بیشک گمراہ کیا ان لوگوں نے، مگر وہ سیتہ پرست
بہت لوگوں کو یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی عبادت سے جسکے سبب محروم ہو رہے تھے اور غیر اصل پرست
تصویرون کی عبادت میں مشغول ہو گئے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر اس پروردگار
جب ان لوگوں نے ایسے ظلم کیے تو اب تو انکو ستر راج کے طور پر بھی مہربانیت نہ کیا تھا
نہ کہ اور اپنی شانوں میں سے کسی شان کی طرٹ اوٹکر ہدایت نکرا اور اوندھ کھا۔ تو کلام
تَنذِيرًا لِلظَّالِمِينَ الْاَضْلَا اور نہ بڑا نیو بیسے انصافوں کو اگر بہکاوا۔ یعنی
خاکین اور گمراہوں کو اونکی گمراہی اور ضلالت میں اور زیادہ کر دے۔ اور کسی طور سے
انکو ہدایت نہ فرما کیوہ دوسروں کو گمراہ کرینگے۔ اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کا
بیان اور اونکی قوم کی شکایت کا حال مذکور ہو چکا تو اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس
دعا کا اثر ظاہر ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اپنی برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمیشہ
بتلا رہی کہ سیدھے اوکو ہدایت نہ ہوئی یہاں تک کہ **مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ اُغْرَقُوا**
فَاَدْخِلُوْا اَنَارًا سبب اپنے گناہوں کے ڈوبے گئے پھر داخل کیے گئے آگ میں
یعنی سبب ان گناہوں کے کہ وہ اپنے پیغمبر کے مقابلے میں ہزار برس تک اپنے کفر میں
اڑے رہے اور ہر طرح کی تکلیفیں پونچھائیں ایسے پانی میں غرق کیے گئے جو آسمان سے
بھی برستا تھا اور زمین سے بھی اُبلتا تھا۔ اور صرف اس ڈوبنے ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا
بلکہ بعد ڈوبنے کے داخل کیے گئے ایک آگ میں روزخ کی آگ کے سوا یعنی عذاب قبر میں
بتلا کیے گئے۔ **فَكَوْنُجِدُ الْاَلْهَمُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَنْصَارًا** پر نہ بایا اپنے

واسطے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔ میں پر نہ پایا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے سوا کے
 خدا سے تعالے کے اپنے بتوں میں سے کیسے مددگار نہ دوسنے اون سے محبت کی نہ سواع نے
 اونکو قائم رکھا نہ یثوث اونکی فریاد کو پونچھا نہ یعوق نے حمایت کی نہ نسر نے اونکو کچھ قوت
 دی۔ کہ طوفان میں غرق ہونے سے بچتے اور آگ میں نہ جلتے۔ پس اونکی گمراہی کا اثر
 حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے موافق ظاہر ہوا اور طوفان کے پانی نے جوش مارا آسمان
 سے برسا اور زمین سے اُبلنا شروع ہوا حضرت نوح علیہ السلام اپنے فرما بزرگواروں کے
 ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے اور اپنے تین بیٹے اور بیٹیاں اور لونڈیاں اور غلام اور اور
 اسی آدمی جو مسلمان ہوئے تھے سب کو اس کشتی میں سوار کیا اور تمام چرند اور پرند میں سے
 ایک ایک جوڑے کے او سے بھی کشتی میں رکھا اور کشتی کے اوپر ایک سائبان بطور پرش
 کے ڈال دیا تاکہ اوپر کا پانی اوس میں نہ آئے۔ اور آپکا ایک بیٹا جس کا نام کنعان تھا اور ایک
 بی بی یہ دونوں کشتی پر نہ بیٹھے اور کافروں کے ساتھ رہ گئے۔ پھر طوفان کی زیادتی سے کافر
 ڈوبنے لگے۔ اور بعض اپنے بچانے کے لیے بلند مکانون اور پہاڑوں پر چڑھ گئے اور
 بعض نے آپکی زبانی طوفان کی خبر سنکے پہاڑوں پر نشیے کے مکانات بنوائے تھے او
 اوشیں کھانے کی ضروری چیزیں جو کئی مہینے کے لیے کافی تھیں پہلے سے رکھ چھوڑی
 تھیں وہ اپنے اپنے مکانون میں بے خوف ہو کے بیٹھے۔ تب حضرت نوح علیہ السلام نے
 یہ خیال کیا کہ اگر یہ لوگ اس تدبیر سے بچ گئے تو کفر کا تخم جہان میں باقی رہیگا۔ اس خیال سے
 اپنے درگاہ خدا میں دست بدعا ہو کر عرض کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَ
 نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ اَلَا ذَرْنِيْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ ۝۱۰ اور کافروں
 نے اسے رب نہ چھوڑیو زمین پر منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔ میں کافروں علیہ السلام نے
 کہ اسے رب میرے جو تو نے مجھے اس دعا کی قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے تو ایک
 ضروری عرض بھی میری سن لے کہ نہ چھوڑ زمین پر جہان بہرین کافروں کی جنس سے

کوئی گھر میں رہنے والا یا چلنے والا۔ کیونکہ اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ يَضِلُّوا عِبَادَكَ
وَلَا يَمْلِكُوْنَ اِلَّا فَاِجْرًا كَثٰرًا ۝ اگر تو چھوڑ دے انکو بہکا دین تیرے بندوں کو
اور جو جنین سود میں بیٹھا۔ یعنی اگر چھوڑ دے گا تو انکو تو بامشک مگر اہل کر نیگے تیرے
سب بندوں کو تیری عبادت کی راہ سے اور انکو روکین گے تیری عبادت اور
فرمانبرداری سے۔ اور ہرگز نہ جنین گے یہ بد بخت مگر بد کار ناشکر۔ پس انکی اولاد میں
سبھی صالح اور نیک ہونے کی امید نہیں۔ اور ہر طرح سے یہ لوگ ہلاکت کے قابل ہیں
اور جب آپ نے جناب باری عز اسمہ سے ایسا مواخذہ عام جو نمونہ قیامت ہو طلب کیا تو
پہر اس خوف سے کہ مجھے بھی کبھی کبھی ترک ولی ہو جاتا ہے اور میری امت کے مسلمانوں
سے بھی فرعتیہ گناہ ہوتے ہیں کہیں ایسا نہ کہہ لیں اس قدر جوش میں آئے کہ ان سب
بھی مواخذہ ہو درگاہ الہی میں اس طور سے دعا کی کہ رَبِّ اَعْزِلْنِيْ وَلِوَالِدَيَّ
اے رب میرے معاف کر مجکو اور میرے ماں باپ کو۔ یعنی بخش دے مجکو جو کچھ مجھے تیری
مرضی کے خلاف ہوا جیسے ترک ولی اور اجتہاد میں خطا اور بخش دے میرے ماں
باپ کو۔ لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے آبا و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک
سب مسلمان ہوئے تھے اور آپکی والدہ بھی مسلمان تھیں شیخانم تھا اور آپکے والد کا نام
ملک بن متوشلح تھا۔ وَلَمَّا دَخَلَ يَكْتِي مُؤْمِنًا ۝ اور جو آوے میرے
گھر میں ایسا نادر۔ یعنی اے پروردگار بخش دے اسکو بھی جو میری کشتی میں داخل ہوا یا
اور ایسا نادر ایسے فرمایا کہ آپکی کشتی میں اہل بیت بھی تھا۔ اور مسلمانوں کی بخشش ایسے طلب
کی کہ اگر انکے گناہوں کی شامت سے کشتی ڈوب جائیگی تو بے گناہ بھی انکے ساتھ
ہلاک ہو جائیگے۔ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور سب ایمان والے مردوں
کو اور عورتوں کو یعنی بخش دے تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جو قیامت
تک ہوتے جائیں۔ وَلَا تَزِدِ الظَّٰلِيْنَ اِلَّا تَبٰرًا ۝ اور گنہگاروں کو بھی نہ

رکھہ برباد ہونا۔ یعنی زیادہ نکرادن خالو کچ لیے جو شرک و کفر کی ثامت سے عرق طوفان ہو کر آگ میں جلین گے مگر درد اور عذاب اس واسطے کہ اگر اوپر دسدم عذاب کی زیادتی نہ کی تو ایک طرح کے عذاب کے وہ عادی ہو جائینگے اور یہ بھی ایک طرح کی مغفرت ہے۔ پس یہ بھی مومنین کی مغفرت میں شریک ہو جائیں گے اگرچہ قلیل ہی سہی۔ علمائے کما حقہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس عا میں تمام مومنین مومنات کے لیے جو قیامت تک ہونگے ایک طرح کی خوشخبری ہے۔ کیونکہ جو بدعا اپنے کافروں کے حق میں کی تھی وہ قبول ہوئی اور سب کا فرماک ہوئے۔ پس جو بدعا اپنے ایمانداروں کے واسطے کی ہے وہ بھی بیشک مقبول ہوئی ہوگی اور مسلمان مغفور ہوئے۔ نام حضرت نوح علیہ السلام کا سک تھا۔ اور نوح ہو۔ او کو کہتے ہیں کہ اپنے اوپر بہت روتے اور نوحہ کرتے رہتے تھے۔ انھوں نے نوسو چار برس تک خلق اللہ کی ہدایت کی مگر بہت تھوڑے یعنی تشر آدمی ایمان لائے اور بہت پرستی انہیں کی قوم سے شروع ہوئی۔ آخر باعث شرک کفر انکی بددعا سے وہ سب عرق طوفان ہوئے صرف وہ مسلمان جو انکی کشتی میں تھے محفوظ رہے۔ کما حقہ کہ چالیس دن کے بعد طوفان کا جوش کم ہوا۔ اور آہستہ آہستہ پانی گھٹنے لگا یہاں تک کہ چھ مہینے کے بعد زمین نمودار ہوئی اور اتنے عرصے تک حضرت نوح علیہ السلام مع اپنے سب ہمراہیوں کے کشتی ہی میں رہے جب آپ نے دیکھا کہ طوفان اب بالکل دور ہوا تو آپ کشتی سے اترے اور اپنے بیٹوں اور دامادوں کو ساتھ لے کر اقلیموں میں بھیج دیا۔ اور بعد طوفان کے دو سو تتر برس زندہ رہے عمر انکی ہزار برس سے زیادہ تھی۔ بیت المقدس میں مدفون ہیں۔ بعد انکے تین سو برس تک لوگ انکی شریعت پر رہے پھر اکثر کافر ہو گئے۔ اور انکی ہدایت کے لیے حضرت ہود و شیبہ ہوئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ثَمَانُ وَعِشْرُونَ آيَةً وَدُرُودَانِ

سورہ جن مکی ہے اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو نواسی کلمے اور نوسو نو حرف ہیں۔

لکھا ہے کہ کفار کہ قرآن شریف کی نسبت کہتے تھے کہ یہ کلام بشر تو نہیں ہرگز کہ جسے ہرگز
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عارضی سے ظاہر کرتے ہیں مگر ان کے جنوں کا کلام۔ یہ کہ
 ایسے کہ جیسی عبارت جن لکھ سکے ہیں آدمیوں کے امکان میں ہرگز نہیں ہے۔ اور یہ خیال
 ان کے اس باعث سے تھے کہ اوس زمانے میں عرب کے تمام شہروں میں کائنات کا دروازہ
 کھلا ہوا تھا اور جنوں سے علم کی کتابت لایا اور شہور تھا۔ اکثر عرب کے لوگوں کو جنات سے
 رسم و راہ اور دوستی تھی اور وہ جنات ان کو وہ باتیں بتاتے تھے جنہیں وہ نسیب کی باتیں
 سمجھتے تھے ایسے کہ ان باتوں سے محض ناواقف تھے۔ حالانکہ یہ گمان اور انہماک تھا
 کہ وہ جنات بھی قرآن شریف کو کلام خدا سے تعالیٰ سمجھنے اور پہچان لائے۔ تھے۔ چنانچہ عارفان
 سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراجعت فرمائی تو بلین بخاک میں فروکش ہوئے۔ چنانچہ
 نماز تہجد میں آپ قرآن شریف پڑھتے تھے اور وقت ایک گروہ جنوں کا انصیب میں سے تین
 کو جاتا تھا قرآن شریف سننے وہ سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ لکھا کہ
 کہ وہ نو تین تھے بڑے قبیلان کے۔ بعد ایمان لانے کے وہ اپنے بادشاہ کے پاس گئے
 اور اوسے اس حال کی اطلاع دی۔ پھر وہ مع تین سو جنوں کے وہاں سے روانہ ہوا
 اور کے کے باہر پہنچا اور نے قیام کیا اور وہ سب جن جو پہلے ایمان لائے تھے آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے بادشاہ کے آنے کی اطلاع کے لیے پہنچے۔ اور آنحضرت
 عبد اللہ بن مسعود کو ہمراہ لے کے کے کے باہر تشریف لائے۔ پھر وہ سب آپ سے قدم بڑھائے
 اور ایمان لائے۔ صبح کے وقت جب آپ نے وہاں سے مراجعت کی تو درجن آپ کے پہنچانے
 کے واسطے آپ کے ساتھ آئے اور آپ کے پیچھے نماز ادا کر کے رخصت ہوئے۔ اور جنوں کے
 بادشاہ نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ اور تمام عالم کے جنوں پر آپ کی دعوت ظاہر کر دی۔
 پس حق تعالیٰ اس سورت شریف میں کافروں کو جنوں کا حال بتاتا ہے کہ جب جن
 ایسی مخلوق ہے جو کسی طرح سے تابعداری اور فرمانبرداری نہیں چاہتے یہ کلام پاک سننے ہی

ایمان قبول کیا اور جان و دل سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے تو تم لوگ تو مجھ سے بہت کم لازم تھا کہ اپنے سر کو قدم بنا کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور سر و چشم سے آپ کے استیلاہ ہاتھ ایاں لاتے اور جان و دل سے مطیع و فرمانبردار ہو جاتے نہ یہ کہ کلام خدا کو کلام حق کہنے لگے۔ چنانچہ ارشاد ہوا اپنے حبیب سے کہ قُلْ اَوْسَمٰی اِلٰی اللّٰہِ اِنَّہٗ تَعْلَمُ سِرِّ قُلُوبِہِمْ اَیُّہِمْ۔ تو کہہ چکے کہ آبا کہہ گئے کتنے لوگ جنوں کے۔ یعنی اے میرے حبیب! یہ لوگ فروع سے کہہ دیجئے کہ تم جو سمجھتے ہو کہ یہ قرآن پاک جنوں کا کلام ہے تو جنوں کا حال سنو کہ ان جنوں نے اس کلام کے سنتے ہی اسکے اعجاز کا اقرار کیا اور یہ خبر سچو جنوں سے نہیں پوچھی بلکہ وحی کی گئی میری طرف اس مضمون کی نہایت توجہ سے جی لگا کر اسکو جنوں نے سنا اور وہ ایک دو دن تھے بلکہ بڑی جماعت جنوں کی تھی وہ سب اس قرآن کا بخند ہونے کے قائل ہوئے اور انہوں نے اپنی تمام قوم کو یہ خبر پہنچائی جو نہایت درجہ لائق وثوق ہے۔ فَقَالُوا لَا تَسْمَعُ قُرْآنًا عَجَبًا ۝ پھر کہا جس نے سنا ہے ایک قرآن عجیب۔ یعنی عجیب و غریب ذکر کہ باوجود ذکر ہونے کے حقائق اللہ کے واقعہ ان کا جامع ہے اور ایسی عجیب لفظوں میں اسکے مضمون بیان فرمائے ہیں کہ ہرگز کسی مخلوق کا کلام اس اسلوب کا پایا نہیں جاتا۔ ایسے کہ یہ کلام نہ نظم ہے نہ مستحضر بہر باوجود اس بات کے تشبیہ اور استعارے کی روایت اس خوبی سے اس میں کی ہے کہ انتہا درجے کی فصاحت اور بلاغت کے رتبے کو پہنچا ہے۔ اور ماورا اسکے یہ ہے کہ یَقْدِرُ اِلٰی الرَّسَالِہِ سو جاتا ہے نیک راہ۔ یعنی راہ راست بہتری اور صواب کی۔ اور روح میں بڑی تاثیر کرتا ہے اور تمام دیر کہ تو توں کو اس کا اثر گھیر لیتا ہے۔ پس یہ کلام ورد اور ذکر کا بھی حکم رکھتا ہے اور حکم و امشا اور پیر اور بر شد کا بھی۔ اور اسے فکر و قیاس سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ یہ نہایت ہی عمدہ عجائبات اور غرائبات کو شامل ہے۔ فَاَمَّا نَبَاِہُ سُوْرٰہِہِمْ یَقِیْنُ لَآئِہِ۔ یعنی ایمان لائے ہم اس کلام پر اور سمجھ گئے کہ بیشک یہ کلام خدا ہے۔ اور اگر باوجود اس سمجھنے کے ہم اس سے

پہر جائیں اور غیر خدا کا کلام سمجھیں تو گویا شرک کے ثابت کرنے والے ٹھہرے۔ وَلٰكِنْ
نُفِخَ فِي سُرَّتِهَا مِنْ لَدُنَّا ۝۱۰ اور ہرگز نہ شریک بناؤ گئے ہم اپنے رب کا کسی کو جس طرح
 کفار نے مسیحا باطلہ قرار دیا ہے میں اور شرک ہو گئے ہیں۔ اور یہ کبھی کہا جنوں نے کہ پروردگار
 مطلق وہی ہے جس میں ابتدا و سبب کی عظمت اور بزرگی باقی باقی اور کوئی اور کسی برابری نہ
 کر سکے **وَآتَىٰ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ۝۱۱** اور یہ
 کہ بلند ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اوسے جو رواور نہ ملے۔ یعنی بنایت بلند تر ہے
 عظمت اور بزرگی ہمارے پروردگار کی اس امر سے کہ کوئی اوس کا شریک ہو سکے۔ اور یہی
 باعث ہے کہ نہیں رکھی ہمارے پروردگار نے عورت اور نہ لڑکے کیونکہ عورت امورات خانہ داری
 کی شریک ہوتی ہے اور لڑکے مال میں۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہو اس بات سے کہ کوئی
 اور کا شریک ہو۔ کیونکہ شرکت سے عظمت میں کمال درجے کا نقصان آتا ہے۔ اور جنوں نے
 اس قسم کے خیالات سے جو مذکور ہوئے اور پہلے انکے دلوں میں تھے توبہ کی اور اس طور سے
 اوس کا اندر بیان کیا کہ **وَآتَىٰكَ اَنْ يَقُولَ سَفِيهُنَا عَلٰى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۱۲** اور
 یہ کہ ہم میں کامیور قوف اللہ پر بڑا کبر بائیں کتا۔ یعنی حال یہ ہے کہ ہم لوگوں میں جو بیوقوف
 تھے وہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی باتیں کہتے تھے جو اوس کی شان عظمت سے بہت
 ہی بعید ہیں۔ اور وہ یہ کہ بعضے خدا کی جو روا اور اولاد قرار دیتے تھے اور بعضے اوس کے
 غیر کو لائق پرستش جانتے تھے اور اس پر جسے بہت باطل چیزوں کے معتقد تھے۔ مگر اب
 قرآن شریف کے سننے سے معلوم ہو گیا کہ وہ سب عقائد ہمارے محض بے اصل اور باطل
 تھے۔ پس ہم اوسے توبہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی جنوں نے کہا **وَآتَاظُنُّا اَنْ لَّنْ
 تَقُولَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا ۝۱۳** اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ نہ بولیں گے
 انسان اور جن اللہ پر جھوٹ۔ مگر ہم جو عرصے تک ایسے باطل عقائد میں پھنسے
 رہے اور کا سبب یہی تھا کہ ہم سمجھتے تھے تمام انسانوں اور جنوں کے بڑے بڑے عقلا

ہرگز خدا سے تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کر گئے کیونکہ انہیں سے ہر ایک اپنی عقل و دانائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ اور سوا اسکے اس قدر مخلوق کثیر پر جھوٹ بولنے کا گمان بھی نہ تھا مگر انھوں نے بڑی جرأت اور بیباکی کی کہ پروردگار عالم پر جھوٹ باندھا۔ اور اس کا سبب بھی اب ہم ظاہر ہو گیا **وَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ** **وَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ لَا يَرْجُوْنَ اَنْ يَكُنْ لَهُمْ مَكْرَهُمْ فَكَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝** اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں کے پناہ پکڑتے کتنے مردوں کی جنوں کے سپرد کو بڑھا اور سر چڑھنا۔ یعنی انسانوں میں بہت لوگ ایسے تھے کہ باوجود عقل و فہم اور ولی قوت کے فرقہ جہ کمر دون سے مدد اور پناہ مانگتے تھے۔ بعض حالات بیماری میں اور بعضے امراض میں اور بعضے گذشتہ امورات یا آئندہ واردات کے بارے میں۔ بعضے جاے خوف میں بعضے دنیا کی ترقی کے لیے اونکے ناموں کو مثل وظیفے کے پڑھتے تھے اور جان اور مال کا گزند دیکھتے تھے وہاں خوشبو اور بخور پھینک کر رکھتے تھے اور حضرات بھی کراتے تھے۔ اور نذیرین اور ہیے اور اچھے اچھے کھانے اونکے نام پر دے کے اونکو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے۔ اور اس امر کا اعتقاد رکھتے تھے کہ جب ہم اونکی پناہ میں آجائیں گے تو سب بلاؤں سے محفوظ رہیں گے۔ پس ان باتوں سے جنوں کا تکبر اور غرور زیادہ ہو گیا اور وہ اپنے ولیین سمجھنے لگے کہ جب خدا کے بندے ہم سے مدد مانگتے اور ہماری پناہ پکڑتے ہیں اور ہم اونکو مدد دیتے اور بعضی بلائیں اونکے سر سے اٹالتے ہیں تو یہ بھی شائد خدا کے کارخانے میں کچھ دخل اور یک طور کی شرکت ہے۔ اور ہم لوگ محض بندے ہی نہیں ہیں بلکہ فرزند کی نسبت ہو کہ اللہ تعالیٰ سے بے شبہ ثابت ہے۔ اور آدمیوں نے بھی یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ غیب کے لوگ جو ہماری مدد کرتے ہیں یہ صرف بندے ہی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے فرزند کا عطا قدر رکھتے ہیں یا اس کے کارخانوں کی خدمت اُنکے سپرد ہے۔ اور اگر ایسا نہ تو ہم لوگ بھی اُنکے محتاج نہ ہوتے بلکہ بندگی میں اُنکے برابر ہوتے۔ پس دونوں فرقوں کی غلط فہمی سے یہ اعتقاد باطل پیدا ہوئے۔ اور شرک کی بنیاد قائم نہ ہوئی۔ اور جنوں نے اس اعتقاد باطل کے

ظاہر ہونے کا یہ سبب بھی بیان کیا کہ **قَالَتْ هُمْ لَا يَخْلُقُونَ كَمَا ظَنَنْتُمْ** اُن کی سمجھت
اللّٰهُ اَحْكَمُ اور یہ کہ اُن کو بھی خیال تھا جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اڑھا دینگا اللہ
کسی کو۔ یہی جیسا آدمیوں نے گمان کیا تھا ایسا ہی جنوں نے بھی سمجھ رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ
جنوں اور آدمیوں کو جزا و سزا کے لیے قبر سے زندہ کر کے نہ اڑھائے گا۔ پس انسانوں نے سوچا کہ اب
وہ بارہ زندہ ہونا ہوا اور نہ پرش اعمال ہے جس طرح سے ہو سکے اپنی حاجت روائی کرنا چاہیے
اور دل کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہیے اور جنوں نے چاہا کہ نام آدمی حاصل کریں اور زحمت
روائی کا منصب اپنے لیے ثابت کر لیں۔ کیونکہ بعد مرنے کے نہ پراٹھنا ہے نہ کچھ حساب و کتاب
اور جزا و سزا ہوتی ہے۔ اور اس امر کے ثابت کرنے میں کہ یہ قرآن بیشک آسمان سے اُتر رہا ہے
زمین والوں نے نہیں بنایا ہے جنوں نے یہ بھی ذکر کیا **وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا**
مِلَّةَ حَرَسًا شَكِيَّةً اَوْ شَهِيًا اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پہر پایا
اوسکی پہر ہے اوس میں چونکہ سخت اور انگارے یعنی جب ہم آسمان کے متصل ہوئے اور اس قدر
نزدیک ہوئے کہ گویا اوستہ ہاتھ سے چھو لیں گے تو پایا ہم نے آسمان کو وہاں کے نگہبان اور
محافظ فرشتوں سے بھرا ہوا جو نہایت سخت اور زور آور ہیں اور ہم ان کے مقابلے کی تاب و
طاقت نہیں رکھتے اور سوائے اسکے آسمان کی راہوں میں ایک اور آفت یہ ہے کہ وہ محافظ
فرشتے ہکو آگ کے دھتے ہوئے انگاروں سے مارے ہیں اور آئے نہیں دیتے۔ پس اگر کوئی
شبہ کرے کہ یہ محافظت کی زیادتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ہوئی جو
کلام الہی کی محافظت کے لیے نہیں ہے بلکہ فرشتوں کے کلام کی محافظت کے لیے جو وہاں
میں کسی تہذیب کے واسطے کرتے ہیں۔ تو اس شبہ کے دور کرنے اور اصل مطلب کے ثابت کرنے کے
لیے جنوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ **وَاَنَّا لَنَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ** اور یہ کہ ہم بیٹھتے
تھے آسمان کے ٹکڑوں میں بیٹھتے۔ یعنی ہم قدیم سے آسمان کے معین مقاموں میں جو
فرشتوں کے مجمع سے قریب تھے فرشتوں کا کلام سننے کے لیے بیٹھتے تھے۔ مگر کبھی اُن کا کلام سننے

کے لیے بھلا اس قدر روکا نہیں گیا جقدر آج کل ہماری روک ٹوک ہم کہ ہر طرف سے ہمارا گزند کر دیا گیا اور یہ ممانعت شدید ہرگز فرشتوں کا کلام سننے کی محافظت کے لیے نہیں ہے کیونکہ ان کا کلام تو اب بھی ہم آسمان کے نیچے سے سن آتے ہیں لیکن آسمان پر نہیں جانے پاتے **فَإِنْ يَسْتَوِ**
الْأَن تَخَذَ لَهُ شَيْهًا بَاطِلًا ۱۰ پہر جو کوئی اب سنا چاہے پائے اپنے واسطے
ایک انگار اگھات میں۔ یعنی جسے قرآن پاک کا نزول شروع ہوا ہے ہم اپنی معین جگہ تک پہنچنے کے علاوہ اگر دروہ سے کان لگا کے سننے کا ارادہ کرتے ہیں تب بھی اپنی گھات میں اوس
انگار کے کوپتے میں جو ہمیں روپی سے روکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے لیے اس قدر سخت
و شدید ممانعت کسی اور وجہ سے نہیں ہے بلکہ کلام الہی کی محافظت کے لیے ہے تاکہ ہماری
نا پاک زبانوں پر نہ جاری ہو۔ اور اس سے اوس کلام پاک کی نہایت درجہ عظمت و بزرگی
ثابت ہوتی ہے۔ اور خوب ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام مقدس آسمان سے اترتا ہے اور بے شک
و شبہ حق ہے۔ اور جب جنوں کو آسمان پر جانے کی اس قدر سخت ممانعت ہوئی تو اوب کے وہ سنا
جو انسانوں سے جاری تھے یعنی آسمان پر جا کر زمینی معاملات فرشتوں سے سنا اور انسانوں
کو اوس سے مطلع کرنا اور اون کی حاجت و آوائی میں دگرا رہنا سب موقوف ہو گیا تو جنوں نے
ایک حیرت سے یہ بھی ذکر کیا۔ **وَأَتَاكَ نَذِيرٌ** ۱۱ **أَشِيرٌ** ۱۲ **رَيْدِكُمْ فِي الْأَرْضِ**
أَمْ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ يَكُونُ ۱۳ **أَمْرُكُمْ إِذَا كَانَ كُنْزُكُمْ فِي أَرْضٍ** ۱۴
کے رہنے والوں پر یا چاہا اون کے حق میں اون کے رب نے راہ پر لانا۔ یعنی ہم اتنا بھی نہیں جانتے
کہ یہ ہمارا آسمان پر جلتا اور ناکلی باتیں سننے لوگوں کو بتانا جو بالکل موقوف کیا ہے آیا یہ اہل زمین
کی برائی کے اراوے سے ہے تاکہ اون کو اپنی مصیبتوں اور آفتوں کا حال معلوم نہ ہو اور بلاؤں میں
گرفتار رہیں اور کوئی کسی کی مدد نہ کر سکے۔ یا اس میں یہ بات سے کیا وں لوگوں کے ساتھ
اون کے پروردگار نے بہتری اور بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور چاہا کہ جنوں کی وکالت موقوف کرے
کیونکہ یہ اپنے گمان باطل میں اوس کے قدرتی کارخانوں کے شریک بن بیٹھے ہیں اور طرح طرح کی

برائیاں کرتے ہیں اور ان کے بدلے اولیاء اللہ اور شہداء کی پاکیزہ روہین مقرر کر کے کہ وہ زمین
کی ترقی کی راہیں اور امن و عیبہ کے سیکھنے کے طریق کو صاف کر دیں تاکہ آدمی خود اس درگاہ
کو پہچان جائے اپنی عرض آپ کر لیا کرن اور دنیا باز و مکار و کیلون کے خوف سے غڑبھا
اور جب یہ ترقی فوج انسان کو حاصل ہوگی تو انکی موروثی خلافت کے سنے جو انکے باپ حضرت آدم
علیہ السلام کو ملی تھی اپنے تمام ہونگے اور اس میں شک نہیں کہ جہات و کالات اور سفارت کی لیاقت
نہیں رکھتے اور انھوں نے اس بارے میں انصافانہ طور پر یہ بیان کیا ہے کہ **وَآلَا مَتَنَا**
الصَّالِحِينَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک نہیں اور کوئی اسکے سوا۔
یعنی بعض ہم میں ایسے تھے کہ اس خدمت کی لیاقت رکھتے تھے اور بے کم و کاست بلا
انھما احسان اور بدلا لینے کے اس کام کو انجام دے سکتے تھے۔ اور بت لوگ ہم میں ایسے
ہیں کہ نہایت پست حوصلہ اور خوشامد پسند لالچی متکبر احسان جتانے والے لوگوں کے بہکانے یا
خوش کرنے کے لیے جھوٹ بولنے والے ہیں۔ اور سب سے بڑے کئے ان میں یہ خرابی ہے
کہ لوگوں کو شرک بناتے اور ان سے اپنے لیے لوازمات عبادت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ خدا اور رسول کا پیغام جو بغیر ہمارے واسطے کے نکلو پونچھے اسے نہ مانو۔ اور ماورا اسکے
ہر شہر اور ہر قلعہ میں تقسیم کر کے ایک ایک ہر جگہ کا حاکم بن بیٹھا اور **كُنَّا طَرَفًا**
قَلِيلًا ہم تھے مختلف طریقوں پر۔ یعنی جیسے انسانوں کے مختلف مذہب ہیں ویسے
ہم میں بھی تھے بعض قدریہ اور بعض جبریہ اور بعض مرجیہ اور بعض رافضیہ اور بعض خارجیہ
اور بعض ہندو اور بعض مجوسی اور بعض یہودی اور بعض نصرانی تھے اور آپس میں نفار
اور طمع اور بعض خدا و شرک کے باعث سے اس خدمت کی لیاقت ہم میں بالکل نہیں
رہی تھی یہ حق تھا علیٰ کی عین حکمت یہ کہ اسے ہم لوگوں کو اس خدمت سے معزول کیا اور
نبی آدم میں سے بعضوں کو اپنے دربار کی روشناسی سے مشرف کیا تاکہ وہ اپنے بھائیوں کی
عرض و مروت سے کر کے کارروائی کر لیا کرن اور غیب کی خبریں جو ان کے لیے فائدہ مند ہیں

اور نیکو پہنچائیں اور بری چیزوں سے ڈرائیں اور اس ہدایت کے عوض لوگوں کو نذر وغیرہ
 دلیں اور ان میں سے ایک شخص کو سردار اور ناکار کے اس خدمت کے کلی قاعدہ سے اور ان میں
 اپنی مرضی کے موافق اپنے کلام پاک میں اس شخص پر آتے تاکہ وہ خود بھی اور غیر عمل کرے
 اور دوسروں کو بھی اونسے آگاہی دے اور رغبت دلائے اور وہ اس آئین کے پابند ہو
 اپنے مالک کی نزدیکی اور مہربانی حاصل کریں۔ اور جن کو کبھی ان قوانین سے خبردار کر لیا
 کہ وہ بھی ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنے خاندان کے دربار میں روشناس اور عرض کرنے
 کے لائق ہو جائیں اور شرک و فساد سے نجات پائیں۔ اور جن نے اپنی فرمانبرداری اور
 بے غدری کا سبب یہ بھی بیان کیا۔ **وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ تَجْعَلَ اللَّهُ فِي الْآدَمِ**
وَلَكِنْ تَجْعَلُهُ هَارِبًا اور یہ کہ ہمارے خیال میں آیا کہ ہرگز نہ عاجز کر سکیں گے ہم خدا کو
 زمین میں اور نہ عاجز کر سکیں گے اس کو بھاگ کرینے بنے یہ خیال کیا کہ اگر اس کلام پر ہم ایمان
 نہ لائیں گے تو پروردگار ہم پر غصہ ہوگا اور مواخذہ کرے گا اس صورت میں نہ ہم کین چھپ سکے خدا
 سے بچ سکتے ہیں نہ بھاگ کے کیونکہ وہ عاجز نہیں ہے تمام زمین و آسمان اس کے قبضہ قدرت میں
 ہر ہم اس سے کیونکہ عاجز کر سکتے ہیں اور اس سے کہاں چھپ سکتے اور بھاگ سکتے ہیں پس
 ہر یقین کا کہ اس بات پر **وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْفُلَاہِ امْتِنَابًا** اور یہ کہ جب
 ہم نے سنی راہ کی بات ہم نے اس کو مانا۔ یعنی جدوت منا ہم نے ہدایت کا مضمون قرآن میں
 تو فوراً ہم اس پر ایمان لائے۔ ایسے کہ اگر ہم یہ کلام حق سنکے ایمان لانے میں تاخیر کرتے تو ہم
 خوف تھا حق تھانے کے غضب و غصے کا۔ اور اگر کوئی کہے کہ بیشک خدا سے تم کئے غضب کے
 خوف سے تم اپنے گمان کے موافق محفوظ رہے۔ مگر اس قدر محبت کرنے میں تمہاری ذات اور
 نقصان ہوا۔ تو ہم کہیں گے کہ اس بات کا ہر کچھ اندیشہ نہیں اس واسطے کہ ہمارے ایمان کا
 نے ہر کو ان چیزوں سے بے پروا کر دیا **فَمِنْ ثَمَرِهَا فَلَا يُخَافُ خَسَا**
وَلَا رَهَقًا ہر جو کوئی یقین لاویگا اپنے رب پر ہونے ڈرے نقصان سے اور نہ

زبردستی سے۔ یعنی جو کوئی اپنے پروردگار پر ایمان لایگا وہ نقصان مال اور ذلت و رسوائی سے ہرگز نہ ڈرے گا۔ ایسے کہ ایمان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اوسکو اور طرح نواز لے گا۔ اور اس نقصان و بے عزتی کو فائدے اور عزت سے بدل دیگا۔ پس ایسی حق اور سفید بات کو دنیا کی ذلت اور نقصان کے خیال سے نہ ماننا سخت تر تعجب کی بات ہے۔ **وَأَتَاكُمْ مِّنَّا الْمُسْلِمُونَ** اور یہ کہ ہم میں سے بعضے حکم بردار ہیں۔ یعنی ہم میں سے بعضے حکم الہی کی اطاعت کرنے والے ہیں جو اوسکے کلام پر ایمان لائے اور اوسکی فرمانبرداری پر مستعد ہو گئے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور اپنی معزولی اور مجبوری کی خبر از خود پکار کے انسانوں کو پوچھا دی۔ اور عرب کے جزیروں کے اکثر جنوں نے یہی طرز اختیار کیا تھا کہ خود حاضر ہو کے ایمان لاتے تھے اور اپنی معزولی اور مجبوری کی خبر خود لوگوں کو سنا جاتے تھے۔ چنانچہ اس بارے میں بہت روایتیں اور حکایتیں جنوں کی منقول ہیں۔ منجملہ اونسے دو تین حکایتیں بیان لکھی جاتی ہیں۔ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے ایک روز میں اپنے بتوں کے پاس بیٹھا تھا اور ایک شخص گالے کا پتہ بتوں کی نذر کے لیے لے کر آیا۔ اوسوقت ایک بت کے اندر سے نہایت سخت آواز نکلی جسے ہر ایک نے سنا اور وہ یہ کہتا تھا یا جلیجیہ احرار کفجیہ وجعل فی صبیحہ یعقول لا لا لا لا اللہ ما ینے اے قوت والے آدمی ایک ایسا کام ظاہر ہوا ہے جس میں مطلب کی بات ہو۔ ایک شخص پکار کے کہتا ہے لا لا لا لا اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز سنتے ہی سب لوگ وہاں سے بھاگے صرف میں کھڑا رہا کہ معلوم کروں یہ کسکی آواز ہے پر اوسنے دوبارہ اور ست بارہ بھی یہی کہا مجھے حیرت ہوئی کہ یہ کیا بات ہے پر لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک شخص پیغمبر ظاہر ہوا ہے اور لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ تعلیم کر رہا ہے۔ اوسا ام احمد نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ضمیرہ سے روایت کی ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر منورہ میں اس سب سے پہنچی

کہ مدینے والوں کی ایک عورت کسی جن سے عشق رکھتی تھی اور وہ جن ہمیشہ رات کے وقت
 اوسکے پاس آیا کرتا تھا۔ اور اکثر پرندہ جانور کی صورت میں اوسکی دیوار پر بیٹھتا تھا اور زنانی
 میں آدمی کی شکل بن کے اوس سے صحبت کرتا تھا ایک ایک اوسکا آنا موقوف ہو گیا۔ کچھ عرصہ
 کے بعد ایک دن پہر بدستور سابق پرندہ جانور کی صورت میں اوسکی دیوار پر آ کے بیٹھا اوسنے
 پہچانا اور کہا آؤ راتنی مدت سے کہاں تھے جو ہمارے پاس نہیں آئے اوسنے کہا اب ہمارے
 آنے کی امید نہ کھو ایسے کہ مکہ معظمہ میں ایک پنیمیر سید اہل ہا ہے اوسنے زنا کو ہمپر حرام کر دیا ہے
 اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ شام کی طرف
 گئے تھے وہاں ایک عورت بڑی کاہنہ مشہور تھی ہم بھی اوسکی ملاقات کو گئے اور اپنے سفر
 کا حال اوس سے پوچھا کہ آگے کیا ہوگا اوسنے کہا کہ اب مجھے معلوم نہیں کیونکہ ایک جن سے
 اور مجھ سے دوستی تھی اوسی سے سب حالات دریافت کر کے میں لوگوں کو بتایا کرتی تھی
 سو وہ جن ایک روز میرے دروازے پر آیا اور کہنے لگا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں میں نے
 اوس سے سبب پوچھا اوسنے جواب دیا کہ خیر اچھا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاکر آؤ
 کا بیٹا۔ یعنی ظاہر ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آیا حکم جسکے مقابلے کی طاقت
 نہیں ہے یہ کہہ کے چلا گیا۔ پھر اوسدن سے نہ آیا۔ اسی طرح بے انتہا جنوں نے آپکی
 خوشخبری تمام عالم کو سنائی اور ایمان لائے۔ اور آپکی نبوت اور نزول قرآن اور آسمان کی
 نغمہ بانی پر گواہی دی حسین کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔ یہ تذکرہ فرمانبردار جنوں کا تھا جنہوں نے
 قرآن پاک کے احکام کو مانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار ہوئے۔ اب تا فرمان
 جنوں کا حال بیان ہوتا ہے جسکے بارے میں بالانصاف جنوں کا کہہ کہ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ
 اور کوئی ہم میں سے بے انصاف ہے۔ یعنی بعض ہم میں کے کجرو اور بے انصاف ہیں
 جو اپنی موقوفی پر راضی نہ ہوئے اور کتاب اللہ اور رسول اللہ کی فرمانبرداری خاطر خواہ
 بجا نہ لائے۔ سو یہ جافرتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو صریح کفر کرتے ہیں اور بنی آدم کو تارک

بسکانے میں قصور نہیں کرتے اور اپنے تئیں خدمت سابقہ سے معزول نہیں سمجھتے اور
 کافروں کی مدد کیے جاتے ہیں تاکہ وہ اونسے نہ پہرین۔ اور لوگوں کو اسلام لانے سے
 روکتے ہیں۔ دوسرے فرقے والے منافق ہیں جو بظاہر ایماندار بنتے ہیں اور باطن میں
 مکرو فریب سے آدمیوں کی خرابی کے درپڑ ہو رہے ہیں اور اپنے تئیں بزرگوں کے نام سے
 مشہور کر کے آدمیوں کے پیر بن بیٹھے ہیں جیسے شیخ سعد اور زین خان اور سوا انکے کہ یہ
 لوگ اس پردے میں اپنی غیب دانی اور مشکل کشائی کے دعوے کرتے ہیں اور کوئی دقیقہ
 شرک اور بت پرستی کا اوٹھا نہیں رکھتے جو اپنے معقدوں سے اپنے واسطے ذکر الہین۔
 تیسرے فرقے کے جن فاسق ہیں جو مثل بد معاشوں اور ڈکیتوں کے آدمیوں کو طرح طرح کی
 ایذا اور تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اور نذر و نیاز اور سٹھاریاں اور ہار پھول اپنے لیے لیتے ہیں۔
 اور چوتھے فرقے کے ہیں وہ ہیں جو چوروں کی طرح اولیٰ آدمیوں کی روحوں کو جو بخلق اور
 حکمران اور غرور اور تجارست اور خباثت میں انکے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں کھینچ کے لے جاتے
 ہیں اور انکو اپنا ہم رنگ بنا لیتے ہیں تاکہ اس ذریعے سے آدمیوں کو تکلیف پہنچائیں۔ سو یہ
 چاروں فرقے بے انصاف اور کجرو ہیں اگر چہ ظاہر میں بعضوں نے کلمہ توحید بھی زبا پر جاری
 کیا۔ **فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحْشَوْا شَكًّا** ○ سو جو حکم میں آئے سوا انہوں نے
 انکی نیک راہ۔ یعنی جو حکم الہی کے پیرو ہوئے اور کجروی و نا انصافی سے کنارہ کشی کی وہ
 سوچے سیدھی راہ اور فرمانبردار ہوئے اپنے مالک کے اور پوچھیں گے راہ مقصود کو **وَأَمَّا**
الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ○ اور جو بے انصاف ہیں وہ ہوئے
 دوزخ کے ایندھن۔ یعنی جو کجرو بے انصاف حکم الہی سے سرکش ہوئے اور آدمیوں
 کو فریب دیکے انکے ذہن میں اپنے تئیں حق اے قیام کے کارخانوں کا شریک ٹھہرانے لگے
 وہ سب دوزخ کے گندے ہوئے اپنے آپ کو بھی جلایا اور آگ کو ہڑکا کے دوسروں کو
 بھی خوب جلا کر بھسک گیا۔ اس مقام پر بعضے ملحد شبہ کرتے ہیں کہ جن تو آگ سے بنے ہیں

پھر جن کو آگ میں پڑنے سے کیا تکلیف ہوگی پس اونکے جواب کے لیے یہ لطیفہ کافی ہے کہ ایک
 ملحد نے چند مخصوص سے مذکورہ بالا سوال بیان کیا۔ اوغین سے ایک ظریف دانہ نے ایک
 بڑا پتھر اڑھا کے اس ملحد کی ران پر مارا وہ چلانے اور شور کرنے لگا تب حضرت ظریف نے کہا
 کہ اس قدر کیون شور کرتے ہو تم تو مٹی سے بنے ہو پھر تمہیں اس پتھر سے تکلیف پہونچے گا کیا بات
 وہ ملحد اس تقریر سے لاجواب اور ساکت ہو گیا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سے ارشاد فرماتا ہے
 کہ آپ یہ مطالب بھی جنوں اور آدمیوں سے بیان فرادیتجی کہ یہ بھی اونکی عادت سے متعلق
 اور اونکے حق میں مفید ہیں **وَإِنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِيَهُمْ**
مَاءً غَدَقًا اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے اونکو پانی بہر کر
 پیسے اگر یہ جن اس طریقے پر جو اونھوں نے اختیار کیا ہے استقامت کرتے گئے اور مضبوط رہ گئے
 تو البتہ پلائیں گے ہم اونکو پانی برسات کا جی بہر کے۔ اور دودر کر دیں گے اونسے قحط و مفرون نے
 کھا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جو وقت کفر کی شامت سے کئے والے سات برس کے
 قحط میں گرفتار ہوئے تھے اور جن و انسان و حیوان سب قحط سالی میں مبتلا تھے اور برسات
 کا پانی ہر زمانے میں خصوصاً قحط کے دنوں میں بہت بڑی منت جز۔ اور جنوں کو نہایت سختی میں
 ایک اور بھی غرض ہو وہ یہ کہ **لَنَقْفَنَّهُمْ** قحط تاکہ اونکو جائیں اور میں۔ یعنی جنوں کی عقل و
 دانائی کو آزمائیں کہ وہ آگ کے عذاب سے اس پانی پینے کو راحت سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور یہی
 اونکو معلوم ہو جائے کہ باوجودیکہ پانی آگ کا بھانے والا ہے اور ہم آتشیں ہو کر اس سے راحت
 اور آرام پاتے ہیں تو کچھ عجیب نہیں کہ آگ ہمارے لیے رنج و تکلیف کا باعث ہو۔ اور یہ سب رحمت
 و آرام بغیر وبال اخروی کے ادن لوگوں کے لیے ہے کہ جو راہ راست پر قائم رہیں۔ **وَمَنْ**
يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُمُ اللَّهُ أَبَا صَعَدًا اور جو کوئی شہ نہ ہوئے اپنے
 رب کی یاد سے وہ بیٹھا دیگا او سکھ چڑھتے عذاب میں۔ میں جو شخص نہ ہو گیا اپنے پروردگار
 کے ذکر سے اور ثابت نہ ہو گیا اس سے طریقے پر جو اختیار کیا ہے تو داخل کر لیا اللہ تعالیٰ

اور سگو ایسے عذاب میں کہ اس کی قوت اور طاقت سے باہر ہو۔ اور حضرت مکرّم رضی اللہ عنہ
 سے منقول ہے کہ سعد ایک روز بخ کے ہار کا نام ہے جس پر کافر و مشرک چڑھا ہے چاہے کتنے
 اونکو آگ کی زنجیروں سے پھینچیں گے اور آگ کے گزروں سے اڑیں گے۔ یہاں تک کہ چالیس برس
 میں اُس ہار پر پونچھیں گے پھر وہاں سے ڈھکیلے جائیں گے اور ہمارے کے اندھیلے سے چڑھا دیں گے
 اور ہمیشہ اس طرح سے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ اور استقامت کی تعریف میں حضرت جلیلہ بندہ اوی
 رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ آدمی کو چاہیے طالب استقامت ہو۔ طالب کراست اس واسطے کہ وہ
 عالم استقامت کو پسند کرے اور آدمی کا نفس کراست کو پسند نہیں کرتا۔ پسند فرمائیے وہی
 بہتر اور عمدہ ہے۔ **وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ** اور یہ
 کہ مسجدیں مخصوص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں سو مت پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو بیٹے مسجد میں
 عبادت خدا کے لیے بنائی جاتی ہیں پس یہ پکارو اور عین حق تعالیٰ کے ساتھ کیوں۔ ایسے کہ
 مسجدوں میں دوسرے کو پکارنا گویا اونکو خدا سے تعالیٰ کا شریک قرار دینا ہے۔ اور مسجد اور جہز
 کا نام جو مسجد کے میں داخل ہو اور وہ تین قسم ہے ایک مسجد کے کارکن جو اللہ تعالیٰ نے اس
 مسجد کے واسطے تمام زمین کو کر دیا ہے۔ دوسرے قبلہ کہ اسی طرف سجدہ کریں۔ تیسرے آدمی کے اعضا
 جسے سجدہ کرنا ہے اور وہ سات عضو ہیں ایک تو چہرہ پیشانی سے ناک تک۔ اور دونوں ہاتھ کی پٹیاں
 اور دونوں گھٹنے اور دونوں ہاتھوں اور یہ اعضا کافروں اور مشرکوں کے نزدیک بھی حق تعالیٰ ہی
 کے مملوک اور اس کی عبادت کے لیے مخصوص ہیں پس غیر اللہ کو سجدہ کرنا گویا اسے حق تعالیٰ کی مخالفت
 ملک میں شریک کرنا ہے۔ پس چاہیے کہ مسجدوں میں سوائے ذکر خدا کے اور کوئی بات نہ کرے اور وہاں
 غیر خدا کا ذکر اور عبادت یا اپنی حاجت کے لیے دوسرے کو پکارنا اشتداد جہ کی بے ادبی اور
 تمنا کی اور حق تعالیٰ کے غصے کا باعث ہے۔ **وَأَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ**
كَلًا وَإِكْرًا لَّنْ عَلَيْهِ لَبَدًّا اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اس کو پکارنا لگ
 ہونے لگے میں اور پھر ٹھٹھ۔ یعنی جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لیے اور اس

پکارتا ہے تو حق تعالیٰ اوسکے دل پر تجلی فرماتا ہے اور نور سے منور کر دیتا ہے۔ اوسوقت تمام آدمی اور بن اور سپر جہنم کنگے گئے ہیں پہر کوئی اوس سے لڑکا مانگتا ہے۔ کوئی روزی مانگتا ہے اور ہر طرح کے مطالب اوس سے چاہتے اور اوسکی عبادت میں غفل ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کثرت عبادت سے اس بندے کا دل نزول نور آئی کا مقام ہے تو اب یہ ضرور حق تعالیٰ کے کاخانہ کا شریک ہو گیا اور جو کچھ اسکی زبان سے نکلے گا فوراً ہو گا۔ اور انہیں خیالات فاسد کے باعث پیڑ پستی اور گور پستی میں گرفتار ہو کے خسرال دنیا والا آخرہ ہو جائے ہیں۔ اور تم کو ایسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تقیہ کی رسالت کا منصب ہوا جو بن و انسان و دونوں فرقوں کے تم نبی ہو۔ پس اگر تمکو اپنی نسبت ان باتوں کا خوف ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کریں تو تم صاف صاف ان دونوں فرقوں سے یہ حال بیان کر دو اور قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ○ تو کہہ میں تو یہی پکارتا ہوں اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اوسکا کسی کو بیٹے کہہ کہ میں تو اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں کہ وہ دلی تارکیوں سے نجات دیکے نور کی تجلی سے میرے دل کو منور کرے۔ اور اوسکے ساتھ کسی کو شریک بھی نہیں کرتا۔ پہرین کیونکر چاہو لگا کر مجھکو کوئی پکارے یا اوسکا شریک ٹھہرائے۔ اور اگر یہ دونوں فرقے تمکو شریک ٹھہرائے کچھ اپنے نفع یا نقصان کی تہ سے امید رکھیں تو قُلْ إِنِّي كَآمِلٌ لَّكَ وَضَوًّا وَلَا دَشَدًا ○ تو کہہ میرے ہاتھ نہیں تمہارا برا اور نہ راہ پر لانا۔ یعنی میں تمہارے دفع نقصان اور مطلب سی کا اختیار نہیں رکھتا جس طرح سے پہلے جہات اور گمراہ آدمیوں کی روحیں دنیا کے لوگوں کو نفع کا پلح اور نقصان کا خوف دلا کے اپنا فریقہ کرتی تھیں۔ اور اگر کسی مصیبت میں تہ سے پناہ چاہیں اور قصد کریں کہ تمہارے دامن حمایت میں چپ کے حق تعالیٰ کے غضب سے بچ جائیں تو قُلْ إِنِّي لَنُيْجِيَنَّكَ مِنَ اللَّهِ أَحَدًا ○ تو کہہ مجھکو نہ بچا دے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی۔ یعنی میں آپ ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز نہ پناہ دے سکے گا مجھے حق تعالیٰ کے غضب سے کوئی۔ وَلَٰكِنْ أَجِدْكَ مِنْ دُونِ مُلْتَحَدٍ ○ اور نہ پاؤں گا اوسکے سوا کہ میں سرکارت

کو جبکہ۔ یعنی ہرگز نہ پاؤں گا میں سوا سے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کے کوئی جگہ بچاؤ کی ایک
بَلَاغَاتٍ مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ مگر پونچا نام ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے پیغام دینے۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کا پیغام پونچانے اور اس کے حکم اور اس کی مخلوقات کو سننے کے لیے مجھ کو حق تعالیٰ
 کی طرف رجوع کر کے اور اس کی مخلوقات کی طرف متوجہ ہونا ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ توجہ حاصل ان
 لوگوں کے لیے ہے جو حق تعالیٰ کے حکموں کو دل و جان سے قبول کرتے ہیں اور اس کی
 فرمانبرداری اور اطاعت پر مستعد رہتے ہیں۔ پس ان لوگوں کی روحوں کو مقام قرب الہی
 پونچانا اور اس کی تکمیل کرنا میرا کام ہے **وَمَنْ يَعْصِ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّ لَهُ نَادِرًا**
جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو
 اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کرین اور میں ہمیشہ۔ یعنی جو کوئی نافرمانی کرے خدا اور رسول
 کی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مکانون میں اس کے غیر کو لپکاسے اور وقت مشکل میں اس کے سوا
 دوسرے سے التجا کرے اور اس کے کارخانوں میں دوسرے کو شریک بنالے تو بیشک اس کے لیے
 ہو دوزخ کی آگ جہنم ابد الابد تک رہیں گے اور کوئی ان کو وہاں سے نکال نہ سکیگا بخلاف
 گنہگار یا نیکوں کے کہ ان کو ان کا ایمان دوزخ سے نکالے گا اور شہیدوں اور ولیوں کی شفاعت
 سے غلطی پائیں گے۔ کیونکہ وہ غیر اللہ کی عبادت اور شرک و کفر کا اپنے گناہوں میں لگاؤ تک
 نہیں رکھتے۔ اور یہ بد بخت مشرک انھیں گناہوں میں مبتلا ہیں اور ہر اس اعتقاد میں ایسے مضبوط
 ہیں کہ ان اعتقادات باطلہ سے ہرگز نہ ہٹائیں گے **حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ**
فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضَعَفَ نَاصِرًا وَلَا قُلَّ عَدَا یہاں تک کہ جب
 دیکھیں گے جو ان سے وعدہ ہوا تب جان لیں گے کہ کس کی مدد کمزور ہے اور کتنی میں تھوڑی۔
 یعنی دوزخ کی آگ میں پڑنے والے دیکھیں گے جو کچھ ان کو وعدہ دیا جاتا تھا اور ان کے مسودہ کچھ کام
 نہ آئیں گے بلکہ وہ خود ہی ذلیل ہوں گے اور سوت یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ کسے مددگار کمزور اور کتنی میں
 تھوڑے ہیں۔ اب اگر ان کے مددگار جولو انہوں نے بہت زبردست اور زوردار سمجھا تھا اور

ہزاروں پیر اور پر یون کو اپنا کار ساز اور مددگار ٹھہرا رکھا تھا۔ یا محمد سلیمانوں کے جو سواے ایک
ذات پاک پروردگار کے کیسے اپنا کار ساز اور مددگار نہ جانتے تھے اور اسی کے فضل و کرم پر ہر
کے بیٹھے تھے۔ اور اگر کافریہ باتیں سُنکے تھے پوچھیں کہ یہ قیامت کا وعدہ جسین تم کہتے ہو کہ ہمارے
نبو و کچھ کام نہ آئیں گے کہ ہر تو قُلْ اِنْ اَدْرٰی اَقْرَبُ مَا تُوْعَدُوْنَ اَمْ
یَجْعَلُ لَہٗ رَبِّیْ اَمْکًا ۝ تو کہہ میں نہیں جانتا کہ نزدیک ہر جس چیز کا تھے وعدہ ہے
یا کر دے اور سکو میرا رب ایک مدت کی حد۔ یعنی کہندو اسے میرے حبیب کہ میں تجھے بھی نہیں جانتا
کہ جو وعدہ تم دیے جاتے ہو وہ قریب ہر یا اسکے لیے میرا پروردگار ایک مدت کی حد کر گیا۔ اور
یہ میرا نہ جانتا کچھ تجھ کی بات نہیں کیونکہ میں غیب دان نہیں ہوں اور نہ میں نے کبھی غیب دانی
کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لیے کہ میں تو کہتا ہوں کہ میرا پروردگار عَلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ
عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا ۝ جاننے والا ہے مجید کا سو نہیں خبر دیتا ہے اپنے بے کسی
کسی کو۔ یعنی قیامت کے آنے کا وقت اور اللہ تعالیٰ کے احکام جو دنیا میں روزمرہ جاری
ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت اور ابراہیم اسکے اور جو باتیں غیب
خاص کی ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے سوا اسکے کوئی اور نہ واقف نہیں اور نہ
خبردار کرتا ہے اور باتوں سے اللہ تعالیٰ کیسے واسطہ پر کھڑا اور شبہ اور ہوگا اور سب
بالکل جانتا ہے اور بھول چوک کا احتمال بھی باقی نہ ہے اور ایسی ہی معلومات کا نام غیب
ہے بخلاف مجذموں اور کائنات کے کہ ان کے علوم کی اصل ظنی علمائین اور نشان ہیں
جنکے سبب سے بعض چیزوں کا ہونا معلوم ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ غیب کا اظہار کسی پر
نہیں ہے اَلَا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّہٗ یَسْلُکُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ
وَمِنْ خَلْفِہٖ رَہْطًا ۝ مگر جو پسند کر لیا کسی رسول کو تو وہ چلتا ہے اسکے
آگے اور پیچھے جو کیدار۔ یعنی جبکہ پسند کر لیتا ہو اللہ سو وہ شخص رسول ہوتا ہے جیسے حضرت محمد
اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ ایسے لوگوں کو اپنے خاص غیب کی

ع

بعض چیزوں پر مطلع اور خبردار کیا اور سننے ناکہ وہ عام لوگوں کو پونچھا لیں۔ پھر معین کر رہے
 پروردگار عالم او کی قوت فکر و وہم اور طبیعت و عادت اور خلق و غیرہ پر نگہبان مجاہد فرماتے
 تاکہ وہ اور کسی قوتوں کو بند کر دیں اور وحی کے حکم میں یہ چیزیں نہ لے پائیں اور یہ امتیاز انا
 محافظت تبلیغ وحی تک ہوتی ہے لیسے کہ **اِنْ قُلْتَ اَبْلَغُوْا رِسَالَتِ رَبِّیْهِمْ**
 سما جانے کہ انہوں نے پونچھا لے پیغام اپنے رب کے۔ یعنی تاکہ جان لے میرا پروردگار یہ بات
 کہ بیشک پونچھایا اس رسول بشری اور ملکی نے اور محافظوں نے سب پیغام اپنے پروردگار کا
وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَخَصَّ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلْمًا اور قابو میں رکھا
 جو ان کے پاس ہے اور گن لی سے ہر چیز کی گنتی۔ یعنی گھیر لیا ہے ان کے پروردگار نے جو کچھ
 ان کے پاس ہے اور احکام وحی اور علم اور اخلاق اور عادات وغیرہ سے اور اس کا علم محیط ہے
 تمام مخلوقات اور موجودات کو زمینہ ہول یا خارجہ اور شمار کر لیا ہے پروردگار عالم نے ہر چیز
 کا گن کے۔ اور کوئی شے چھٹی ہو یا بڑی سب کا حساب و جان موجود ہے یہاں تک کہ دریا کی آبی
 اور جنگل کی ریت اور درختوں کے پتے اور عیشہ کم پر غریاں بکیم گنتی اور حساب و جان موجود
 پس جس کا علم ایسا محیط ہے وہ مساوی اور وحی کے محافظان کے احوال سے کیونکر واقف
 اس سورت کے خواص میں لکھا ہے کہ اگر اسے سات بار پڑھے تو جہنم دہری اور سب تکلیف
 نذیر اور اگر ہمیشہ اس کا ورد کرے تو اسکے مطیع و فرمانبردار رہیں اور شے کل کام میں اگر در مانگے
 تو اس کا مکان مدد دین لیکن اس میں طہارت و تقویٰ شرط ہے۔ ورنہ زوال کا خوف ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ الْمَزْمَلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ عِشْرُونَ آيَةً وَكُلُّهَا

سورہ مزمل مکی ہے اس میں بیس آیتیں اور وہ بیس چتر کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف اور دو
 کتب میں اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے وہ دیر پرانہ اور رسول گرد کا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو اور جملہ حاجتیں ادا کی روایوں اور ضربت و درجہات
 حاصل ہوئی۔ گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب تہجد کی نماز اور قرآن
 شریف کی تلاوت کے واسطے رات کو اٹھتے تھے تو ایک کھل بہت لمبا سا آپ اٹھ رہے تھے
 تھے تاکہ مہر و صبح بخیر ملے اور رات کے اٹھنے بیٹھنے میں بیکار عیش سے کسی طرح بچیں
 اور حضرت عیسیٰؑ کی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ کھل مثل چادر ریشمی کے تھا۔
 محل میں چروہ گر کا اور اسکو اسی کام کے لیے آپ نے رکھا تھا۔ پس حق تعالیٰ نے آپ کو
 اس طرح سے یاد فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ مَلُ ۝** اے چھوٹا مارنے والے۔ یا اے بار
 نبوت کے اٹھانے والے۔ ات کا سونا جو سب سے زیادہ پیارا ہو گئے اسکو چھوڑا اور عبارت میں
 مشغول ہو۔ **يُؤْتِيكَ الْكَافِلُ ۝** کھڑا رہا کو مگر کسی رات۔ یعنی اٹھو اور کھڑے
 ہو کر رات کو نماز پڑھا کر د۔ مگر تھوڑی راتوں میں یہ حکم صاف ہو جیسے بیماری اور سفر کی راتیں
 یا جن دنوں میں محنت زیادہ ہو مثل بھاری وادری معلوم کے یا اسی طرح کے کام کہ دن میں
 آؤں گا میں میں مشقت کرنے سے رات کو اٹھنے کی طاقت خراب ہے تو ایسی راتوں میں تہجد
 کا وجہ بنیں چاہے پڑھنا پڑھنا ہو۔ اور اسی طرح اگر کچھ عذر ہو تو کھڑے ہو کے پڑھنا بھی سنا
 ہے جیسے کہ پڑھو کما سین بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور یہ قیام چاہیے کہ **نِصْفُ لَيْلٍ أَوْ ثُلُثُ**
مِثْلُ لَيْلٍ ۝ آدھی رات ہو یا اس سے کچھ تھوڑا سا کم کر کے۔ بقدر توانائی رات کے
 گرا اس سے کم چاہیے کیونکہ یہ ادنیٰ مرتبہ ہے۔ **أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ**
تَرْتِيلًا ۝ یا زیادہ کر اور کھول کھول پڑھ قرآن کو صاف۔ یعنی زیادہ کر وادھی
 رات پڑھو اگر دو تہائی رات کو پونچھے۔ اور اس کی وادھی سے آرام اور بے چینی کی رات
 کا بھی احتمال ہو سکتا ہے یعنی اگر طبیعت درست ہو اور دل لگے تو آدھی رات سے زیادہ دو
 تہائی تک کھڑے رہو۔ اور اگر متوسط حال ہو تو آدھی رات اور اگر طبیعت بے چین ہو تو تہائی
 رات پر انکار واپس کی عبادت کی بنیاد کی رغبت ہے۔ اور صاف صاف پڑھو قرآن کی

تکفلون کو ناز تجدین کڑے ہو کے۔ اسطور سے کہ حروف اپنے مخرج سے نکلیں اور آواز
 پر اجنبی طرح ٹھیرا اور حرکتیں خوب ادا کرو۔ آواز قدر سے بلند ہو اور اچھی آواز سے پڑھو۔ تشریح
 مات کا لحاظ رکھو اَنَا سَلِّقُ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ ہم آگے ڈالیں گے تجھ پر
 بخاری بات۔ جسکے اٹھانے میں تکفلون کو تکلیف زیادہ ہو۔ یا بخاری ہو امر اور نفی وقت
 اور وعید حکمال اور حرام حدود اور احکام کے باعث سے۔ یا اگر ان ہو او سکا سنا کا فزون پر
 ثقیل ہو ثواب او سکا میزان میں۔ اور بھٹے یہ سننے لیتے ہیں کہ ثقیل ہوا تھا اور سکا تب
 یہ سخت تر اقسام وحی سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک آواز گھنٹے کی سی سنتے
 او سوتے نقل تمام آپ پر ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
 منقول ہے کہ ایام سر میں جب اس قسم کی وحی آپ پر آتی تھی تو پیشانی مبارک سے آنکھوں
 کے قطرے نکلنے لگتے تھے اور اگر اس وقت آپ ارٹ پر سوار ہوتے تو اواسکے ہاتھ پر ان
 ٹیرے ہو جاتے تھے۔ اور اگر اصحاب میں سے کسی کی ران پر تکیہ لگائے ہوتے تھے تو
 ران کے ٹوٹے کا خوف ہوتا تھا۔ اور اس وقت آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا اور
 لگتا تھا اسطور سے کہ ورتک او سکی آواز معلوم ہوتی تھی۔ پس ترتیل کا حکم اسی قول ثقیل
 تھا کا سبب جو۔ اور قیام لیل کے حکم کی علت یہ ہے کہ اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِيَ اَوْفَرُ
 وَطْأَتِ الْكَوْمِ قَبِيلًا ۝ البتہ اٹھان رات کا سخت روندنا ہے اور سیدھی تکلیف
 بات۔ سینے بیک وہ عبادت اور تلاوت جو پیدا ہوتی ہے رات کو بہت سخت ہے انسان کے
 روندنے میں اور اسکی تاریکی دور کرنے میں۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ رات آرام کا وقت ہے
 اور آدمی باطل رات کے چلنے پھرنے جاگنے کو دوست نہیں رکھتا پس ایسے وقت میں اسکو
 اٹھنا اور وضو کرنا اور قرآن پاک کو باوا بلند پڑھنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے
 یہ کہ حقیقت میں وہ انوار اور برکات کے نزول کا وقت ہے پس جب ایسے اچھے وقت میں یہ عبادت
 عبادت ہوگی تو قرآن اور ایمان کی نورانی تجلیاں جس کی تاریکی کو کب ٹھیرے دیگی شد

خلق سے اور متوجہ ہو طرف اپنے پروردگار کے اور ان شغلوں سے القطع کر کے برباد کر دیا۔
 مانع ہوں۔ یعنی دل کو خطرات ماسوی اللہ سے عداوت اور نفس کو آرزو ہائے غیر اللہ سے
 پاک کر کے کمال توجہ سے اپنے پروردگار کی عبادت میں متوجہ ہو۔ اور وہ پروردگار کو
 الشَّقِیْقُ وَالْمَغْرِیْبُ مالک ہر شرق اور مغرب کا۔ جسے شرق کو دنیاوی علاقوں کے
 یاد دلانے کے لیے بنایا۔ اور مغرب کو دنیاوی علاقوں کے قطع کرنے کے واسطے اور نماز ہر
 کہ صبح ہوتے ہی تمام دنیا کے کاروبار والے اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں
 اور آفتاب غروب ہوتے ہی یہ سب علاقے آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگتے ہیں یا شک کہ جب نیت اللہ
 اور انسان سویا تو سب علاقے قطع ہو جاتے ہیں بلکہ روح کا علاقہ بھی غلام ہر دن سے نہیں رہتا
 پس اگر کوئی خیال کرے کہ تمام دنیاوی علاقوں سے منقطع ہو کے عبادت خدا کرے تو اس کی
 ممکن نہیں تو اس کے اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت پر غور کرنا چاہیے کہ باوجودیکہ وہ سکونت گاہ
 پر ہر روز ایک وقت ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز سے علاقہ نہیں رہتا۔ یہ چاہیے کہ تم اس وقت میں
 اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی ہر ساعت اور ہر وقت میں کسی چیز سے علاقہ نہ رکھو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ
 ہو۔ سو اس کے کسی کی بندگی نہیں۔ یعنی نہیں ہے کوئی معبود تمہارا اور عبادت میں اگر
 وہی حق تعالیٰ کہ علاقوں کا قطع کرنا اور ثابت رکھنا اس کی ایک شان ہے ربوبیت کی شان
 میں سے۔ فَاتَّخِذْهُ وَكِیْلًا ○ پہلے اپنے پروردگار کو کارساز۔ اور اپنے سب کاموں
 کو اسی پر چھوڑ دے۔ اور علاقوں کے قطع کرنے سے تشویش نہ کر بلکہ بے پروا ہو کے بیٹھ
 اور جو لوگ کہ تمہارے ہایت کرنے سے بیزار ہو کے دشمنی کرتے ہیں اور تم کو اپنا پونہا تے ہیں
 ان کی ایذا ہی پر تحمل کرو۔ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا یَقُولُونَ وَاصْبِرْ لِحُجْرِ اٰیْمِیْنٍ
 اور ستمارہ جو کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا۔ یعنی مبرا کرو اور ستمگرین اور ستم
 تمہارے کہتے رہتے ہیں اور تم کو ملین و تشنغ اور بیوقوفانوں سے بچ دیتے ہیں اور تمہاری
 عقادت کرتے اور تمہیں بچ دینے کے لیے جموٹے خیال باندھتے رہتے ہیں۔ اور چھوڑ ان کی

صحبت کو اسطور سے کہ ظاہر میں اونے ترک ہو اور باطن میں اونکا خیال رہے کہ وہ کیا کرتے اور کیا کہتے ہیں۔ اور اونے دشمنی کرنا نہ بدسلوکی سے پیش آنا بلکہ جسطرح سے ہو سکے اونکی ہدایت اور رہنمائی میں کو تا ہی کرنا۔ **وَذَكِّرْنِي وَلِلْمُكْلِ بِأُولَى النِّعْمَةِ وَمَهْلِكِ قُلُوبِهَا** ○ اور چھوڑ دے مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو جو آرام میں رہے ہیں اور ڈھیلے رہے اونکو تھوڑی۔ یعنی چھوڑ دے مجھ کو اور اس راہ کے منکروں کو جو نادانیت اور عیش و آرام کے لوگ ہیں اور لوگوں کو فریب دیکے عیش و عشرت کی رغبت دلاتے ہیں اور بددعا کرو اونکے نیے بلکہ مصلحت دو اونکو اس جہان کے عیش و آرام میں کہ میں اونکو اس جھٹلانے کا بدلہ دوں گا۔ امام زاہدی نے لکھا ہے کہ بعد نزول اس آیت کے تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ جنگ بدر واقع ہوئی اور شمر سر دار قریش کے شل شبیبہ و عتیبہ کو حاصل مجہم ہوئے۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَارًا وَفَجًّا ○ البتہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر یعنی بیشک ہمارے ہاں اون جھٹلانے والے عیش پرستوں کے لیے بھاری بیڑیاں اور دہکتی ہوئی آگ تیار ہے **وَطَعْنَا مَا ذَا غَصَّةٍ وَعَدَّ أَبَا أَلَيْمًا** ○ اور کھانا گلے میں اگلتا اور دکھ کی مار۔ بدلے میں او سکے کہ یہ منکر اچھے اچھے کھانے اور خوشبودار شیرین شربت پی کے اوکے خمار میں مست ہو کے خواب غفلت میں پڑے سوتے تھے اور مجاہدوں اور عامہ دون پر طعن و تشنیع اور طنز و کنایے کیا کرتے تھے۔ اور ان منکروں کی گرفتاری اور موت ہوگی جب دنیا میں اہل مجاہدہ اور اہل ذکر سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ **يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا** ○ جس دن کانپنے زمین اور پہاڑ اور ہوجائیں پہاڑ ریت پسلتے یعنی قطب اور اتاد اور ابدال کی موت کے باعث سے چنکی برکت سے عالم کا قیام اور ثبوت تھا زمین کانپنے لگے گی اور پہاڑ ریت کے تودے ہوجائیں گے۔ اور حبیب یاتین اللہ تعالیٰ اپنے حبیب فرما چکا تو اب اس راہ کے منکروں پر خطاب و عتاب ہوتا ہے کہ ہم نے جو اپنے پیغمبر پر احکام بھیجے اور تمہارے لیے بددعا کرنے اور تمہارے

یہ لے لیتے تھے اور اسے روکا تو اس سے یہ نہ سمجھتا کہ یہ پیغمبر صرف بطور قاصد کے آیا تھا پیغام
 پہنچا کر چلا گیا۔ اسکی نافرمانی سے کچھ کچھ غرر ہو گا۔ بلکہ یہ پیغمبر قاصد ہی نہ تھا کہ ونگہ اسکی گواہی
 ملتا تو وہ حق میں نبی و اسکی اور اگر یہ تمہارا شکوہ اور گلہ حق نہ لائے کی درگاہ میں کر لیا تو پیغمبر
 انجیل پیغمبروں کے منکر عذاب و عیدیت میں گرفتار ہوتے رہتے ہیں اسی طرح سے تم بھی دنیا
 کی باؤں اور آفتوں میں گرفتار ہو گے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **اِنَّا اَرْسَلْنَا لِكُلِّ
 نَبِيٍّ مِّنْ قَبْلِكَ تَاٰمِدًا وَّ اَعْلٰیٰیٰ مِّنْ قَبْلِكَ اَوْ اَمْرًا مِّنْ قَبْلِكَ فَاَتٰی فِرْعَوْنَ رُسُوْلًا** ہنہ
 ہیجا تباریٰ طرف سے رسول تھا۔ نہ والا ہیسا ہیجا فرعون پاس رسول۔ بے بیشک ہم نے بھیجا
 تمہارے پاس رسول تاکہ گواہ رہے تم پر اور عرض کرے تم سے کہ فلا نے شخص فلاں طریقہ
 کو قبول کیا اور فلاں شخص نے اس سے انکار کیا جس طرح ہیجا تھا فرعون کی طرف اسی قسم
 کا ایک رسول اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے **فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ**
وَ اَخَذْنَا مِنْ اَخِيْنَ اَوْبٰیہَا پہر کہ نہ مانا فرعون نے رسول کا ہر کڑی ہم نے اوکا
 پکڑ و بال کی۔ بے نافرمانی کی فرعون نے اپنے رسول کی ہر کڑی ہم نے او سے دنیا ہی میں
 پکڑنا و بال کا کہ اسکو مع فوج و لشکر کے دریا میں غرق کر دیا اور اسکی سلطنت اور ملک
 مال اور مکانات و باغات اور جواہرات اور تمام عیش و عشرت کے اسباب سب ایک دم میں
 او سے دشمنوں کے حوالے کر دیے پس غور کا مقام ہے کہ فرعون ایسا بادشاہ با اقتدار اپنے
 پیغمبر کی نافرمانی سے ایک دم میں ہلاک ہو گیا ہر قوم لوگ کہ اس کے عشرت بھی نہیں ہر باوجود
 اس بات کے جاننے کے اپنے پیغمبر کو کیوں پر خندہ کرتے ہو اور اس کے حکم کو کیوں نہیں مانتے
 اور بالفرض اگر اس پیغمبر کے حکم اور ہر دباری کے سبب سے تم دنیا کے عذاب سے بچ گے
وَكَيْفَ تَقُوْنُ اِنْ كُفِرْتُمْ ثُمَّ لَمْ يَجْعَلْ اِلٰہًا اِلَّا شَيْدًا **يَا سَمٰٓءُ**
مُنْفَطِرًا **لِہٖ مٰکَانَ وَّ تَدٰٓا اٰمَہٗ وَّ وَاکَ** پہر کہ نہ بچو گے اگر منکر ہو گے اور اس
 سے جو کر ڈالے لوگوں کو بوڑھا۔ آسان پٹے او میں ہے اور کھاد دھوا ہونا۔ بے پر کہ نہ

بچو گے اسے منکر اور اپنے تئیں عذاب سے بچاؤ گے اگر تم کافر ہوئے اور اپنے رسول کے
 فرمان پر نہ چلے اور بدن کہہ بیٹے گناہوں سے پوچھ پوچھ اور تکرار ہوگی اس سبب سے کہ
 گنہگاروں کے ساتھ علاقہ رکھتے تھے اور بے گناہوں کے دلوں میں بھی دہشت بیٹھ جائیگی
 اور وہ دن ایسے خوف اور دہشت کا ہوگا کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی اسکی دہشت اور اپنے
 مان باپ بھائی بیٹوں کی گریہ و زاری اور بقراری دیکھ کے اسے صدمے کے بڑھے ہو جائیں گے
 اور انکے بال سفید ہو جائیں گے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ سب خاص کافروں کے بچوں کو
 ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اسدن کا خوف تھوڑے سے گناہ کے علاقے سے غالب ہوگا۔ اور
 گنہگاروں کے مکانات بھی ڈھالے جائیں گے اور جن زمینوں میں وہ رہتے ہوئے وہ سب
 خراب ہو جائیں گی یا تنک کہ آسمان باوجود اسکے کہ او میں کچھ گناہ نہیں ہو اگر گنہگاروں کا
 رزق وہاں سے اترتا تھا اسطر کا خراب اور برباد ہو جائیگا کہ آسمان آسمان فرسہ گیا۔ بلکہ
 ایک پٹی ہوئی چیز معلوم گا۔ اور وعدہ اس دن ضرور ہونے والا اور عمل میں آنے والا ہے
 اس واسطے کہ یہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے اور حق تعالیٰ کے وعدے میں خلاف ہونا محال ہے
 اور اس دن کی سختی اور مصیبت عام ہے پس ہر ایک کو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہیے۔ ابتدا ہے
 سورت سے یا تنک جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف
 خطاب تھا اب ارشاد ہوتا ہے کہ **لَٰنَٰ هٰذِہٖ تَنۡذِیۡرٌ** یہ سمجھوتی ہے۔ یعنی پیش
 یہ بیان قرب خدا حاصل کرنے کے لیے ایک یاد دہی ہے ہر قائل ذی روح کے واسطے ہے
 کچھ خاص وغیرہ کے واسطے یہ حکم نہیں ہے۔ **فَمَنۡ شَآءَ اخۡتَرۡ لِّیۡ رَیۡبًا**
 پہر جو کوئی چاہے بنا رکھے اپنے رب کی طرف راہ میں جو چاہے قرب خدا کی راہ کو تو ان
 راہوں میں سے ایک راہ اختیار کرے۔ خواہ مجاہدہ اور ذکر و اہم۔ یا صبر اور رہنمائی کا
 طریقہ۔ لکھا ہے کہ اصل میں یہ سورت اسی آیت پر تمام تھی مگر اسکے نازل ہونے کے بعد آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے ہر جہاں حکام اس سورت کے شب بیداری اور ناز و نجد

اور تلاوت قرآن کو اپنے ذمے لازم کر لیا ہمیشہ اسی میں مشغول رہنے کے یہاں تک کہ بعض نے
 نے اس خیال سے کہ اگر کہیں ہم زیادہ سو گئے تو اس مدت معین میں غفل واقع ہونے
 کا اندیشہ ہے رات کا سونا بالکل چھوڑ دیا اور اس محنت و مشقت سے آخر کار دن لوگوں
 کے پاؤں سوچ گئے اور جاگتے جاگتے ان کے رنگ زرد پڑ گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کا بھی یہی حال تھا پس اسی طور سے ایک سال کامل گزرا۔ بعد اُس کے حق تعالیٰ نے
 آیات شریف زیادہ کر کے نازل کی اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَ تَقُومُ اَدْنٰی مِنْ
 ثُلَاثِي الْلَيْلِ وَنِصْفَهَا وَكَانَ آيَةً مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ طَبِيعًا
 رب جانتا ہے کہ تو اٹھتا ہے نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات اور تہائی رات
 اور جتنے لوگ تیرے ساتھ ہیں۔ یعنی بیشک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم کھڑے رہتے ہو
 تہجد کی نماز میں دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی تہائی رات سو تم ہمارے
 حکم کو خوب سمجھے اور اسے اچھی طرح بجا لاتے ہو اور تمہارے ساتھی رفیق بھی اس حکم کی تعمیل
 کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ جانتا ہے رات کو اور دن کو
 یعنی اللہ تعالیٰ نے اندازہ کرتا اور مقدار بخشنا ہے رات اور دن کو۔ اور ظاہر ہے کہ چھ مہینے
 تک ہر روز رات کم ہوتی ہے۔ اور دن بڑھتا ہے اور پھر چھ مہینے تک دن گھٹتا ہے اور رات
 بڑھتی ہے۔ اور سال بہرین کوئی رات دوسری رات سے بالکل برابر نہیں ہوتی پس
 اس کی تہائی اور دو تہائی وغیرہ بچا سننے میں تھو سال بہرہ رات محنت اور مشقت کرنی
 پڑیگی اور آسمانی حرکتوں کے حساب اور درجوں اور دقیقوں کے معلوم کرنے کے محتاج
 ہو گے۔ اور باوجود ان وقتوں کے رات کی کمی اور زیادتی کا علم تحقیقی ہرگز حاصل نہ ہو گا
 کیونکہ حق تعالیٰ نے عَلَوْاْ اَنْ لَّنْ تَحْصُوْهُ۔ جان لیا ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے
 یعنی تم میں سے کوئی اس کی مقدار معین کا احاطہ نہ کر سکیگا۔ خواہ پیغمبروں یا ان کی امت
 پس شب بیداری کے لیے تم کو مدت معین کی تکلیف دینا تمہارے اختیار سے باہر ہے۔

اور تمہاری عاجزی اور نادانی سننے دریافت کر کے تیرا حکم کیا۔ **فَتَاكِتُكَ** یہ تیرا ہی
 بھیجی۔ یعنی سہولت اور آسانی کی تمہارے شب بیداری اور تہجد گزاری اور قرآن خوانی کی
 رت کا تین بالکل تم سے صاف کر دیا۔ **فَاَقْرَأْ** اور **مَا تَكُنْ مِنَ الْقُرْآنِ** اسوہ
 جتنا آسان ہو قرآن سے۔ یعنی قرآن شریف تجھ کی نازنین اور تاپڑ پہنچا مان ہو اور کم سے
 کم دس آیتیں در رکعت میں پڑھنا چاہیے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بچپنی رات میں دو کہتیں پڑھا
 بہتر ہے دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ سائون حصہ قرآن شریف کا تیر
 رکعتوں میں پڑھے اگر دو تیر باقی ہوں ورنہ بارہ رکعتوں میں۔ اور بعض روایتیں دس بارہ تک جائز
 رکھا ہے اور اس سے زیادہ بہتر نہیں کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جسے قرآن شریف
 کو تین دن میں ختم کیا وہ بڑا کم فہم اور نادان ہو۔ پھر اگر کوئی مسلمان عبادت کا عرصہ یہ خیال
 کرے کہ اگر مدت کی تعیین ہوتی یا قرآن شریف کے جزا و حزب مقرر کر دیے جاتے تو سب اچھا
 ہوتا۔ پس اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ پہلے ہی سے فرماتا ہے کہ **عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ**
مُفْضِلُونَ جانا کہ آگے ہونگے تم میں کتنے بیمار یعنی جان ایسا تمہارے پروردگار نے کہ
 البتہ ہونگے تم میں سے بیمار اور بیماریاں بعضی ایسی ہوتی ہیں کہ ادھن ایک آیت پڑھنا بھی دوا
 ہوتا ہے۔ پھر ایک بارہ یا ایک سورت کیونکر ہو سکتی۔ **وَأَخْرَوْنَ كَيْفَ يُؤْتُونَ فِي الْأَرْضِ**
يَكْتُمُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ اور کتنے اور ہر گئے ملک میں ڈھونڈتے فضل خدا سے یعنی
 کتنے اور دوسرے ایسے ہونگے جو بڑے بڑے سفر کریں اور ان میں خدا کا فضل تلاش کریں گے
 خواہ ظاہری فضل جیسے رزق حلال کی تلاش نوکری اور تجارت کے ذریعے سے یا باطنی فضل
 جیسے طلب علم اور حج و عمرہ اور اصلاحی اور اولیائی زیارت کہ اس سے دل روشن ہوتا ہے۔ پھر ان میں
 سفر کی ماندگی سے اتنی قوت کمان ہونگی کہ سو آیتیں یا ہزار آیتیں پڑھ سکیں۔ **وَأَخْرَوْنَ**
يَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ جہاد کرتے اور لڑتے اللہ کی راہ میں۔ یعنی کتنے دوسرے
 ایسے ہونگے جو جہاد کریں دشمنوں پر اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ پس اگر ان لوگوں کے لیے

ملاوت کی حد میں کی جائے توجہ اور قتال میں فتور واقع ہو۔ اور یمنوں اور یمنوں کے
 واقعی لائق اعتبار ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قرآن پاک کی تلاوت معین کی توجہ دینا چاہیے۔
 سوا۔ **فَاَقْرِءْ وَاٰتِیْکُمْ مِّنْہٗ** کہ سو پڑھو جتنا آسان ہو اور یمن سے۔ یعنی قرآن پاک
 جتنا تمہارا آسان ہو بغیر تعین قرات کے پڑھو۔ بعد نزول اس آیت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کا عمل مختلف رہا۔ اور اصحاب کو بھی موافق اوکلی قوت اور استعداد کے آپ حکم دیتے تھے۔
 چنانچہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اورشہ قرآن
 کہ مینے میں سارا قرآن پڑھا کر دیا۔ اور وہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے میں ترس دیا ہے۔
 فرمایا میں! شہدوں میں تمام کر دے عرض کیا کہ اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت مجھے میں ہے۔
 ارشاد ہوا کہ سات دن میں ختم کیا کرو اور اس سے زیادہ جلدی کرو۔ اور صاحب سوال نے
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو کوئی
 دن یا رات میں پچاس آیتیں پڑھیگا اسے غافلوں سے نہ لکھیں گے اور جو سو آیتیں پڑھیگا
 اسے فرمانبرداروں سے لکھیں گے۔ اور جو دو سو آیتوں کا ورد کر لیا قیامت کے دن قرآن
 پہ اس سے خصوصیت کر لیا۔ اور جو پانچ سو آیتیں مقرر کر لیا کھے جائیگا اس کے لیے قضا
 ثواب کے اور قضا بکسر اول اس قدر زور کہتے ہیں جس سے پوست گاسے کا بہر جائے۔
 اور بعضوں نے لکھا ہے کہ قضا ہزار دینار کا ہوتا ہے۔ اور اگر اس مدت کی تعیین ہو تو
 ہو جانے سے یہ اندیشہ ہو کہ کین ہماری ریاضت اور مجاہدے میں فتور نہ واقع ہو تو اس بات
 کا خوف نہ کرو بلکہ جو چیزیں معین کر کے حق تعالیٰ نے تمہارے فرض کر دی ہیں ان میں سے ادا کرنے
 میں تاوان نہ کرو۔ **وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْکُمْ مِّنْہٗ** اور قرض اللہ
قَرْضًا حَسَنًا اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور قرض دہا اللہ کو اچھی طرح عرض
 دینا یعنی قائم رکھو نماز کو جو پانچ وقت گنتی کی رکعتیں ہر فرض میں اور نماز کا قائم کرنا پانچ
 ہو کہ نماز قائم کے معنی یہ ہیں کہ دل اور زبان اور اعضا کے عمل میں کسی طرح کا خلل واقع نہ ہو

اور دیتے رہو زکوٰۃ جو سال گزرنے کے بعد تمہارے مال میں سے ایک انداز مقرر ہوا ہے۔ اور یہ بھی بہت بڑا عبادہ ہے کیونکہ الٰہی محبوب شکر کو اپنے پاس سے جدا کرنا نفس کو سبب شاق اور گراں ہوتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کے عبادہ یہ ہے کہ اللہ کے محتاج بندوں کو قرض حسنہ دو اور سود اور فائدہ اپنے نکلوا اور مانگتے ہیں اور ہر شے اور تشدد دہر کر دیکرو۔ اور احسان نہ جتاؤ اور انہیں پریشان نہ کرو۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرض کے بارے میں فرمایا ہے کہ میں نے شبِ معراج میں بہشت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ جو راہِ خدا میں ایک درم خیرات کرے اس کے لیے دس درم کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جو شخص خدا کے لیے کسی ایک درم قرض دے اس کے لیے اٹھارہ درم کا ثواب لکھا جاتا ہے اور اپنے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ خدا سے تمہارے لیے قرض دینے کے ثواب کی زیادتی کا کیا باعث ہے جبریل علیہ السلام نے کہا کہ خیرات کبھی محتاج کو پہنچتی ہے اور کبھی غیر محتاج کو اور قرض نہیں مانگتا مگر محتاج اس وجہ سے قرض دینے کا ثواب خیرات دینے سے زیادہ ہے۔ وَمَا تَقْدِمُوا لِيَ نَفْسِي كَوْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ۔ اور جو آگے بھیجے اپنے واسطے کوئی نیکی اس کا پاؤں اللہ کے پاس نہینے جو آگے بھیجے اپنے نفع کے لیے کوئی بترانی کی چیز مثل نماز اور روزہ اور صدقہ اور شبِ بیداری اور خیرات اور قرض حسنہ وغیرہ کے تاکہ خفایت کا ذخیرہ ہو اور وہاں کام آئے تو پاؤں کے اور سکا اثر اللہ تعالیٰ کے پاس۔ هُوَ خَيْرٌ أَوْ اعْظَمُ أَجْرًا۔ بتر اور ثواب میں زیادہ۔ یعنی وہ بتر ہو گا تمہاری ان نیکیوں سے جو تم نے دنیا میں کی ہیں اور سب سے بڑا ثواب اس کا آخرت میں ملیگا اور قرب الٰہی نصیب ہو گا۔ اور اگر آپ بھی تمہیں گناہوں کا زیادہ خوف ہو تو وَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ اور معافی مانگو اللہ سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی بخشش طلب کرو اللہ تعالیٰ سے کہ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تمہارے گناہوں کو عبادت کے سبب سے بخش دے گا اور تمہاری عبادتوں کے ثواب کامل اور زیادہ کر کے تم کو محبت کرے گا۔ اور گناہوں کی تمہاری تہ سے دور کرے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْمَدَّثَرِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا ثَلَاثُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ آيَةً

سورہ مدثر کی بے اسٹین چھپڑ آیتیں اور دو سو چھپڑ لکھے اور ایک ہزار دس حرف ہیں۔ اور دور کو ع۔ آئیکے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص گروزن زمانہ سے پریشان اور شلس ہوا سے کثرت سے پڑھے جلد ترافلاس در پریشانی سے نجات پائے۔ گناہ اور اس سورت کا ایل ابتدا سے نبوت میں نازل ہوا۔ بلکہ سورہ آفران کی اول آیتوں کے بعد اسی سورت کی پہلی آیتیں نازل ہوئیں آئیکے شان نزول میں وارد ہے کہ رسول بقول صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ آفران کے نازل ہونے کے بعد قرآن شریف کے نزول کا کمال شقیق پیدا ہوا اگر باوجود و یادتی شوق کے ایک مدت گزری کہ وحی نہ آئی۔ اس مدت کا نام فترۃ الوحی ہے۔ اور وحی نہ آنے سے آپ کو نہایت رنج رہتا تھا اور اسی رنج و الم کی شدت میں آپ کو کئی بار اس قصد سے گھر کے باہر تشریف لے گئے کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کے وہاں سے اپنے تئیں بچے گرا کے ہلاک کریں۔ اور اکثر پہاڑ پر جوا ابتدا سے آپ کی عبادت اور اعتکاف کا مقام تھا آپ جاتے تھے اور وہاں گوشہ نشینی فرماتے تھے۔ ایک روز پہاڑ مذکور سے اپنے دو تھانے کو واپس آتے تھے کہ راہ میں ایک آواز آسمان سے آپ کے گوش مبارک میں آئی۔ آپ نے نظر اٹھا کے دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں آپ کے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان میں زمین کر سی پر بیٹھا ہے اور اتنی بڑی صورت ہے کہ تمام کنارے آسمان و زمین کے اوس سے بہرے ہوئے ہیں اور اوس کے چہرے سو پرہیز جنہیں موتی اور یاقوت آویزان ہیں۔ یہ دیکھ کے آپ کو غش آگیا اور زمین پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا آپ نے اپنے تئیں جملع سے ہوسکا گھر تک پوچھایا۔ اور اپنی بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے سردی معلوم ہوتی ہے کچھ کپڑا اوڑھا دو۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کئی کپڑے اوڑھا رکھے اور سی وقت حضرت جبریل علیہ السلام

آسمان سے نازل فرمایا اور آپ کے سامنے کھڑے ہوئے یہ آیتیں پڑھیں۔ **يَا أَيُّهَا الْمَدْيُنُ قُمْ فَاذْكُرْ وَرَبَّكَ فَكُلِّمْ وَنُيَاكَ فَسَلِّمْ وَالرَّحْمَنُ فَاجْهَرْ**
 اسے جان میں لے کر اہو پھر ڈرنا اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور
 کھڑے کو چھوڑ دے۔ یعنی اسے بالاپوش اور صاف ہوئے وحی کے فرشتے کے آنے سے نہ
 ڈر و بلکہ اٹھو اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اور اپنے پروردگار کو بزرگی اور
 عظمت سے یاد کرو اور لوگوں کو سبھاؤ کہ کوئی شخص اس کے محیط ہونے اور اس کی قدرت
 کے عام مہر نے میں اس کی برابر ہی نہیں کر سکتا اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کی دانست سے
 باہر نہیں۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اس وقت میں اہل اسلام کے عرف میں تکبیر کہنا خوشی
 اور غری کی دلیل تھی پس گویا یہ معنی ہوئے کہ اب خوش ہوا اور خوف نکرو کہ مہرے پیغمبری کا
 انکو عطا کیا۔ اور شاہد اس مضمون کی یہ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ نے یہ آیت
 سنی تو اپنے پکار کے اللہ اکبر کہا اور آپ کی زبان مبارک سے نکلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے
 تکبیر کہی پھر آپ کے تمام گہروالوں نے آپ کی متابعت سے تکبیر کہی اور سب خوش ہوئے اور اہل اسلام
 میں تکبیر کہنا خوشی کی علامت قرار پائی۔ پس اس کلمے کا مضمون ہر وقت پیش نظر رکھنا شرک
 کی جملہ وجوہات سے نجات بخشا ہے۔ اور مصیبتوں کے ہلکا کرنے اور خوف و درہشت کے دفعے
 کے لیے بہت کارآمد ہے۔ لیکن اسکے پیش نظر رہنے کے لیے ضرور ہے کہ اپنے کپڑے خوب پاک رکھو
 اور تمام ظاہری اور باطنی نجاستوں سے بچو۔ اور بڑے اعتقادوں اور بدخلقی اور جھوٹ سے
 محفوظ رہو کہ یہ چیزیں روح کو کشیف کرتی ہیں۔ اور روح کی گندہ کرنے والی چیزوں سے دنیا
 کی طبع بھی ہے کہ باطن کو بالکل خراب کر دیتی ہے پس اسی لیے خاص کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ
وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ اور نہ کر کہ احسان کرے اور بدالامت چاہے۔ یعنی احسان نہ کرنا
 کسی پر قرآن کی تعلیم اور احکام الہی کی تبلیغ کا اور نہ کارروائی اور حاجت براری اور کچھ دینے کا
 اور بدالامت چاہو اور اس نیت سے کسی کو کوئی چیز نہ دو کہ وہ اس کے عوض میں تمکو زیادہ کرے

دیکھا اور احسان کے وقت بھی کسی پر احسان نہ رکھو کہ اسان رکھنا ثواب کو مٹا دیتا ہے بلکہ تم کو
 چاہیے لینے والے کا احسان مانو کہ اس نے تم سے ایک بے حقیقت چیز لی اور تم کو اجر و ثواب کا
 مستحق کیا۔ اور اس ارشاد و ہدایت کے کام کے لیے چاہیے کہ فزع حوصلہ ہو۔ **وَلَوْ تِلْكَ فَاثِلَةٌ**
 اور اپنے رب کی راہ دیکھ۔ میں نے اپنے پروردگار کی رضامندی کے لیے صبر کرو اور خلقت کے
 ایذا دی سے نہ گھبراؤ اور نہ اون کی صحت سے کناہ کش ہو تاکہ یہ ارشاد و رہنمائی کا کام انجام کو
 پہنچے۔ اور یہ سختی تم پر اور آسانی دوسروں پر چند ہی روز رہے گی۔ **فَإِذَا الْفُتُورُ فِي النَّافُورِ**
فَإِنَّ لَكَ يَوْمَئِذٍ نُكَالًا مِّثْلَ مَا كُنْتَ تَعْمَلُ علی الکافیرین غلیر کسیرین پر مہجوت
 کہ بھونکا جائے صورتیں۔ پر وہ اس دن شکل دن ہے منکرون پر نہیں آسان۔ میں نے جہن
 صورت چھوٹا کیا گیا اور آخرت کا سفر پونچھ گیا تو یہ دن بڑا سخت ہو گا اور دنیا کے واقفوں سے
 نہایت سخت اور دشوار ہو گا کافرون پر۔ اگرچہ پہلے پہلے میں ایماندار اور نیک بھی اس سختی
 میں گرفتار ہو گئے مگر ایمان کی تاثیر اور پیغمبروں اور قرآن کی شفاعت سے وہ سختی آسانی سے
 بدل جائیگی بخلاف کافرون کے کہ ان پر دسمہ سختی زیادہ ہوتی جائیگی۔ اور ہرگز ہرگز آسانی
 نہو گی۔ پس جب معلوم ہو چکا کہ شدت اور سختی کا وقت کافرون پر اس جہان سے گزر جائے
 کے بعد ہے نہ دنیا میں کیونکہ یہ جاے امتحان ہے تو اب تم کو چاہیے کہ انکو انکے کفر کی سزا
 پونچھانے میں جلدی کرو۔ **بَلْكَ دَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا** چھوڑ دے
 جھکو اور اسکو جسکو میں نے بنایا اکیلا کہ اس وقت فوج و لشکر جو روپے مال و اولاد و زور
 قوت کچھ نہ رکھتا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس سے وحید القوم کہتے تھے اور مراد اس سے
 ولید بن مغیرہ ہے جو بہت مال و دولت رکھتا تھا اور زراعت و تجارت و سواشی اور اور
 آدمی چیز دن سے مال مال تھا اور دور دور ملکوں میں پر کے نہایت ہوشیار ہو گیا تھا کفار
 نے اس سے کہا کہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا شن اور تجویز کر گیا ہے پس آن
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا شن اور سنہ بنا کے کہنے لگا کہ یہ جاوے۔ اسی کی نسبت

حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اوسے مجھ پر چڑھیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔ **وَجَعَلْتُ**
لَكَ مَا كُنْتَ تَمْلِكُ اور وہاں میں نے اوسکو مال بہت۔ ہر قسم کا۔ چنانچہ طائفین
 اوسکی کھیتیاں اور باغات کثرت سے تھے ہر فصل کے میوے اوسکے باغوں میں افراط
 سے ہوتے تھے اور کھیتی بھی ہر فصل میں اوسکے بیان ہوتی تھی۔ علاوہ اسکے مویشی بھی
 بہت تھے جنکی نسل اور دودھ دہتی گئی اون وغیرہ سے بہت کچھ فائدہ ہوتا تھا اور ہر قسم
 کی تجارت بزازی سے بے کرموتی تک اوسکے بیان ہوتی تھی غلام بہت تھے اور ان
 کاموں کے انصرام کے لیے گماشتے جا بجا بہت معین تھے۔ اور لکھا ہے کہ ایک لاکھ دینار
 یعنی اوس زمانے کے چلن کی اشرفیان اور دس لاکھ درم یعنی ادبوقت کے چلن کا روپیہ
 نقد اوسکے گھر میں موجود تھا۔ اور باوجود ان نعمتوں کے اللہ تعالیٰ نے اوسکو اولاد بھی دی
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ وَشَوْهَدَا اور دیے اوسکو بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے۔ یعنی اللہ تعالیٰ
 نے اوسے بیٹے عنایت کیے جو بہترین اولاد ہیں اور وہ ہمیشہ اوسکی مجلس میں رہتے تھے مال
 کی کثرت سے بے پروا تھے کبھی تجارت کے لیے بھی سفر کرتے تھے کہ ولید کو اونکی مفارقت
 کا صدمہ ہوتا۔ لکھا ہے کہ ولید کی اولاد بہت تھی مگر اونمیں سے سات شخص بہت مشہور ہیں
 ولید بن ولید اور خالد و عمارہ و ہشام و عاص و قیس و عبد الشمس۔ انمیں سے چار دولت
 ایمان سے شرف ہوئے یعنی ولید اور خالد و عمارہ اور ہشام اور تین کفر کی حالت
 میں مرے۔ اور جو مسلمان ہوئے تھے اونمیں سے ایک حضرت خالد نے اس قدر جہاد کیے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب پایا۔ اور سیف اللہ خطاب
 ملا۔ ملک شام و عراق انمیں کے ہاتھ سے فتح ہوا۔ اور دوسرے ولید بن ولید جنگ واد کے باپ اور
 جانیوں نے قید کیا تھا کہ یہ ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے
 نہ پائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکی خلاصی کے لیے دعا مانگی تھی۔ آخر وہ
 اون ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا کے شرف صحبت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے

شرف ہوئے اور آپ ہی کے قدموں پر جان فدا کی۔ اور اپنے اپنے لبوس خاص پہننے
 قیص مبارک میں کفہ کے اونکو دفن کیا خلاصہ یہ کہ ولید کی اولاد ایسی لالچ اور نیک
 خو برو بخو بصورت تھی کہ تمام قریش کے قبیلوں میں اونکی مثال دیکھائی تھی۔ اور باوجود
 کثرت مال اور اولاد کے اللہ تعالیٰ نے اسے ریاست اور حکومت بھی دی تھی جیسا کہ
 ارشاد ہوتا ہے **وَمَهَّدَتْ لَهُ بُرُودًا** اور طیاری کر دی اور سکو خوب طیاری
 یعنی مضبوط کی پہنے اسکے واسطے سند ریاست کی اچھی طرح چنانچہ تمام قریش ہر شکل کام
 میں اونکی طرف رجوع کرتے تھے اور اسے اپنا حاکم جانتے تھے اور وہ قریش میں وحید یعنی
 قابلیت کے فنون میں کامل اور ریحانہ یعنی خوش اخلاقی میں گل کر کے مشہور تھا مگر باوجود
 ان تمام نعمتوں کے بڑا ناشکر اور بے پرستی میں محو تھا اور ہرقت مال کی زیادتی کی فکر میں
 رہتا تھا۔ **ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ يَزِيدَ** پر لالچ رکھتا ہے کہ اور دون۔ یعنی استعد نعمتوں
 کے حاصل ہونے پر شکر نہیں کرتا اور ہر وقت اسی لالچ میں رہتا ہے کہ اسکو اور زیادہ نعمتیں
 ملیں۔ **كَذَلِكَ لَا يَتَنَبَّهُوا** کوئی نہیں وہ ہے ہمارے آیتوں
 کا مخالف۔ یعنی ہرگز اسکو یہ طبع نہ رکھنا چاہیے کیونکہ وہ ہمارے کلام سے عناد کرتا اور دینی
 رکھتا ہے اور ہمارے کلام سے دشمنی رکھنا ہمارے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ اور اپنے منہمک
 سے دشمنی رکھنا پہلی نعمتوں کے زوال کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ان آیتوں کے
 نازل ہونے کے بعد اسکے مال میں برابر نقصان ہونے لگا یا تنگ کہ محتاج ہو گیا اور اولاد کی
 اس سے پرگئی۔ اور عناد کے سمجھنے میں کہ باوجود حق جاننے کے اسکے الکاذبین اڑ جائے
 اور اسکے باطل کرنے کے پیچھے پڑے اور وہی تباہی شبہ نکال کے سچی دلیلوں کو
 اڑانا چاہے۔ اور یہ بت بڑا کفر ہے۔ ولید اسی عناد و بجا کے باعث تباہ اور ہلاک خسر الدنیا
 والاخرہ ہوا اسکے بیان سے یہ بات خود بخود ظاہر تھی۔ کیونکہ اونے ایک دن آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مبارک میں کئے کی مسجد میں حاضر ہو کر آپکو سورہ فتح پڑھا سورہ مؤمن

ابتدائی آیتیں پڑھتے سنا اور خوب غور و تامل کر کے اپنی قوم بنی محزون کے لوگوں سے کہا کہ آج جو کلام میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا ہے انصاف تو یہ ہے کہ یہ نہ کلام جن ہے نہ کلام انسان کیونکہ اس کلام میں ایسا لطف و مزا ہے کہ کسی کلام میں نہیں پایا جاتا۔ ماورا اسکے اس کلام پر نور برستا ہے اور اسکی شاخیں پرمین اور جڑیں مضبوط۔ یہ کلام سب کلاموں پر غالب ہو اور کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ جب ولید یہ بیان کر کے چلا گیا تو لوگوں نے ابو جہل کو یہ خبر پونچائی اور اسنے قریش کے بڑے بڑے سرداروں اور ولید کو جمع کر کے اس بارے میں بہت گفتگو کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنے مجنونانہ خیالات ظاہر کیے کہ ہم میں سے اوںکو کوئی شاعر کوئی ساحر کوئی مجنون کہتا ہے اور وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جو میں پڑھتا ہوں یہ خدا کا کلام ہے اوسنے مجھ پر نازل کیا ہے۔ اور اب حج کا زمانہ قریب آیا دور دور ملکوں کے لوگ آئیں گے اور ہمارے مختلف کلام سنکے ہکڑے عقل اور نافہم کہیں گے پس ایک بات ایسی تجویز کرنا چاہیے کہ ہمارے عام و خاص سب وہی کہیں اور ہمارے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر فریقہ منونے پائیں اور ہر آپس میں گفتگو ہوئی ولید نے باللائقہ کر دیا جو کچھ تم کہتے ہو سب غلط ہے پر نہایت متفکر اور رنجیدہ ہو غصے میں آدائے بائیں دیکھ چپ ہو رہا۔ تب لوگوں نے اسکا یہ حال دیکھ کے اوس سے پوچھا کہ اب کیا تدبیر کرنی چاہیے یہ سنتے ہی ولید پلید نہایت تکبر اور فخر سے کہنے لگا کہ اصل میں یہ بابل کا جادو ہے کیونکہ جو کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور آپکے کہنے کو سنتا ہے وہ اپنے مان باپ جو روہ اولاد سب سے بزار ہو جاتا اور اوںکو چھوڑ دیتا ہے اور یہی سحر کا خاصہ ہے سرداران قریش یہ سنتے ہی نہایت خوش ہوئے اور اوسکی عقل و فراست کی تعریف کرنے لگے اور شہر میں بادی کردی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آج سے سب لوگ ساحر کہا کریں اور کچھ نہ کہیں۔ پس اس قصہ سے معلوم ہو گیا کہ اوسنے قرآن پاک کی حقیقت اور اوسکے نزول کی کیفیت بخوبی معلوم کر لی تھی مگر عناوے حق کے باطل کرنے میں کوشش کرتا تھا اور لوگوں کو کفر کی باتیں

سکتا تھا۔ اور باوجود اسکے زیادتی نہت چاہتا تھا۔ حق تو الے فرماتا ہے کہ بطرح اوسے
کفر میں ترقی کر کے اوسے اعلیٰ درجے کو پہنچایا ہے اور یہ صریح مَسَارِدُ تَنْزِيلٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۚ
اب اس چڑھواؤں گا بڑی چڑبائی یعنی دوزخ میں اسکو جمع و پراپر چڑبائی کا جو کہتی آ
سے بنا ہے اور جسکی چڑبائی پچاس ہزار برس کی راہ ہے اور اوسکی تیزی اور ورزش کا یہ
حال ہے کہ چوبیس کا فراو سپر ہاتھ یا سپر کھین کے جل کے جسم ہو جائیگا اور پھر اوسیدقت پنا
بنیگا اور اسی تکلیف و مشقت سے فرشتے اونکو زنجیروں سے پکھینچنے جب اوس پہاڑ کی چوٹی
پر پونچیں گے تو پروان سے شیش ڈھکیل و نیگے اور پھر اوسے مار مار کے چڑبائیں گے
اور گرائیں گے۔ اسی عذاب میں ابدال آباد تک رہیگا۔ اور یہ عذاب سخت اور پراسواستے ہوگا
کہ اِنَّ فَلَكَو كَذٰلِكَ ۚ اوسے سوچ کیا اور دلمین ٹھیرایا۔ یعنی اوسنے فکر کی قرآن مجید
کے بارے میں کہ یہ کلام خدا ہے اور اوسکی تعریف کی اور قریش کے ملامت کرنے سے اونکو
جواب دیا کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخین کہتے ہو تو یہ غلط ہے کیونکہ خوب جانتے ہو
کہ اونہیں عقل کامل ہے اور اگر کاہن سمجھتے ہو تو اونہیں کوئی بات کمانت کی نہیں ہے
اور اگر کاذب کہتے ہو تو وہ جوٹ نہیں بولتے۔ اور اگر شاعر خیال کرتے ہو تو اونکا کلام
شمر نہیں اور یہ سبب انداز کر کے کہنے لگا کہ یہ محربے۔ فَقَتِيلٌ كَيْفَ قَدَارٌ ۚ پس
لعنت ہو اوسپر کیا بے ربط اندازہ کیا کہ واقعی چیز کو احتمال کے طور پر بھی خاطر میں نہ لایا
اور اس احتمال کے چھوڑنے سے لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہوا۔ ثُمَّ قَتِيلٌ كَيْفَ قَدَارٌ ۚ
پہر لعنت کی جائے اوسپر کیا بڑا اندازہ کیا۔ کہ پرو بارہ لعنت کا مستحق ہوا اور اوسنے اپنی
اکفایا۔ ثُمَّ قَتِيلٌ ۚ ثُمَّ عَكْسٌ ۚ وَ كَسْبٌ ۚ پہر نگاہ کی۔ پہر تیوری چڑبائی اور نہ
تھتھایا۔ یعنی پرو بارہ اوسنے دیکھا اور غور کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احتمال
کے لوازمات پائے جاتے ہیں یا نہیں اور جب کوئی بات آپکی ذات پاک میں اون احتمال
باطل سے پائی تو منہ بگاڑا اور تیوری چڑبائی اور چین بچین ہوا کہ بجا احتمال متروک اختیار کرنا

پڑا۔ یعنی اب یہ کہنا پڑا کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا کلام ہے اور فرشتے کے واسطے سے پونچا ہو
اور یہ بات اس کی قوم اور اس کے مذہب کے خلاف تھی پس اسے اپنے خیالات باطلہ سے
ناامیدی اور خلاف مرضی امر کے اختیار کرنے میں بڑا بیخ و صدہ ہوا۔ **ثُمَّ آدَّبُوهُ وَاسْتَكْبَرُوا**
پھر پیٹھ دی اور غور کیا۔ یعنی پھر گیا حق سے اور وہ احتمالات جنگو باطل کر چکا تھا اور غنیمت سے
ایک کو غنا کی راہ سے اختیار کر لیا۔ اور تکبر کیا امر حق کے ماننے سے اور گوارا نہ کیا اور اسکے نفس
اس بات کو کہ اقرار کرے اپنی خطا کا بلکہ دل جمالی کو بھی اپنے دل میں رہنے نہ دیا اور باطل بچہ
احتمال میں جھڑکا دعویٰ کر بیٹھا فقال **إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّؤْتَوْنَاهُ** پھر بولا اور نہیں
یہ جادو ہے چلا آتا۔ یعنی پھر کہنے لگا کہ نہیں ہے یہ کلام مگر جادو کہ نقل کیا گیا ہے بابل یا عجم کے
ساحرون سے۔ اور پھر اس خیال سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال ساحرون سے بالکل خلا
ہے کہیں ایسا نو کہ کوئی اسے جھوٹا کہے اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ **إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّؤْتَوْنَاهُ**
أَلْبَشْتُمْ نہیں ہے یہ کلام مگر کہا ہوا آدمی کا۔ کاش یوں کہتا کہ نہیں ہے یہ کلام مگر جادو
یا کلام خدا تو اس کو پھر بھی اس میں غور کرنے اور سوچنے کا موقع ملتا اور لوگوں کے سمجھنے سے بچانے
کی راہ کھلی رہتی مگر چونکہ اس نے امر حق اور واقعی سے انکار کیا اور تکبر کرنے لگا تو اس کی ہزیمت
کے لیے ضرور ہے کہ **مَا صَلَّيْهِ سَقَرٌ** اب اس کو ڈالو لگا آگ میں۔ یعنی قریب ہے
کہ داخل کرینگے ہم اس کو دوزخ میں جبکہ نام سقر ہے اور وہ دوزخ کا پانچواں طبقہ ہے جو حق تعالیٰ
کے تہر کا مظہر اتم ہے اور غضب الہی کی عظمت کے آثار جو اس طبقے میں ہوں کوئی بشر اسے
آگاہ نہیں۔ **وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ** اور تو کیا بوجھ کیسی ہے وہ آگ۔ یعنی کیا
جانا تم نے کہ کیا ہے وہ سقر۔ اس کی انتہا درجے کی تعریف میں جو کہہ سکتے ہیں وہ اس قدر ہے کہ
لَا تَبْقَىٰ وَكُلَّ تَدْرُجٍ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔ یعنی ہرگز نہیں باقی رکھتی کیسکو جو
اوس میں ڈالا جاتا ہے بلکہ اس کو بالکل نیست و نابود کر دیتی ہے۔ اور جیلانے کے بعد بھی نہیں
چھوڑتی بلکہ پھر اس کو درست کرتی ہے اور جلاتی ہے ہیشہ اس کا یہی کام ہے اور اوس میں

ایک صفت اور بھی ہے کہ کو آسمان کے لکھنے والی ہے آدمیوں کو یعنی صرف آدمیوں کو جلاتی ہے اور وہ ان کے موکل فرشتوں اور سانپ بچھوؤں اور سینڈھ کے درخت سے مطلق تعرض نہیں کرتی۔ کیونکہ اگر ان چیزوں کو بھی جلا دے تو ان اشیاء کے غذا، آدمیوں کی نجات ہو اور عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ اور ان عذابوں کے سوا اور دفع میں کہا اور عذاب یہ ہے کہ علیہا تیسرے فرشتے کہ اوپر مقرر ہیں انہیں انھیں یعنی آگ داروغہ انہیں فرشتے ہیں حدیث میں وارد ہے کہ انکی آنکھیں مثل برق کے چمکتی ہوگی اور آواز تند رعد کی سی ہوگی اور وابت بارہ شگھ کے سنگھوں کی طرح اور بال زمین گھسٹتے ہونگے اور آگ کے شعلے نوارے کے اندر انکے منہ سے نکلتے ہونگے۔ انہیں سے پہلا فرشتہ مالک ہے جبکہ کبھی ہنسی نہیں آئی یہ دوزخ میں بادشاہوں کے قائم مقام ہوا اور عرش مجید کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے۔ اور دوسرا فرشتہ اسی کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہو یہ گویا مالک کا وزیر ہے تقسیم عذاب کا کام ہے۔ تیسرا فرشتہ ساتویں آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے دوزخیوں کے جلے ہوئے جسم کو ہر وقت نیا کرنا اس کا کام ہے۔ یہ مالک کے میر عمارت کے قائم مقام ہے۔ چوتھا فرشتہ چھٹے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوزخیوں کے آپس میں جھگڑاؤں کا کام ہے یہ گویا مالک کا قاضی ہے۔ پانچواں فرشتہ پانچویں آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے دوزخیوں کا کھڑنا یا بٹنا مارنا اسکے ذمہ ہے یہ گویا مالک کا کو توال یا جلا ہے۔ چھٹا فرشتہ چوتھے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے دوزخ والوں کے برے کام اور بیوہ باتوں کو ظاہر کر کے انہیں شرمندہ کرنا اسکے ذمہ ہے۔ اسی عالم کے آلیق کا قائم مقام ہے۔ ساتواں فرشتہ تیسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے دوزخیوں کو رونا بیٹنا چلانا اور وادیا وغیرہ یاد دلانا اس کا کام ہے۔ یہ اس عالم کے رفاصلوں کا قائم مقام ہے۔ آٹھواں فرشتہ دوسرے آسمان کی روحانیات سے علاقہ رکھتا ہے دوزخیوں کے ایک فرقے کے عذاب کے حال سے دوسرے فرقے کو صدمہ دینے کے لیے مطلع کرنا اس کا کام ہے۔

یہ اس عالم کے جاسوسوں کا قائم مقام ہے۔ نو آن فرشتہ پہلے آسمان کی روحانیت سے
 علاقہ رکھتا ہے۔ دوزخیوں کے زخموں کو لپکانا اور ربوب و مہین پیدا کرنا اس کا کام ہے
 یہ اس عالم کے جراحون کا قائم مقام ہے۔ دشمنان فرشتہ کرہ آگ کی روحانیت سے علاقہ
 رکھتا ہے دوزخ کی آگ دہکانا اور دوزخیوں کے بدنوں کو لپکانا اس کا کام ہے۔ یہ اس عالم
 کے باورچی کا قائم مقام ہے۔ گیارہ ہوان فرشتہ کرہ آب کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے
 دوزخیوں پر گرم اور سردار ہوا چلانا اس کا کام ہے۔ یہ اس عالم کے فراش کا قائم مقام ہے
 بارہ ہوان فرشتہ پانی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے زمہریر کے طبقے کا آراستہ کرنا اور دوزخ
 کے اگر کوئی جسم نہایت درجے کی خشک اور کپکپی مین ڈالنا اس کا کام ہے یہ اس عالم کی میرٹھی
 کے قائم مقام ہے۔ تیرہ ہوان فرشتہ خاک کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے۔ دوزخیوں کے
 ہر ایک عضو کو بڑا اور بھاری کرنا تاکہ ہلنا چلنا اونکو دشوار ہو۔ اس کا کام ہے۔ لکھا ہے کہ کافروں کی
 ایک ایک ران پہاڑ کے برابر ہو جائیگی۔ یہ فرشتہ اس عالم کے پہلوانوں کا قائم مقام ہے
 چودہ ہوان فرشتہ معدہ نوکی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے طوق اور زنجیر اور اسباب لوہے اور
 اور چاندی اور سونے کے بنانا اور اونکو تادو کیے دوزخیوں کو پہنانا اور انکی پیشانی اور پیشہ
 اور پہلو داغنا اس کا کام ہے یہ اس عالم کے لوہاروں کا قائم مقام ہے اور پندرہ ہوان فرشتہ
 درختوں کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے سینڈہ وغیرہ نہرا لودر و رختوں کا اوگانا اور پرورش
 کرنا اس کا کام ہے یہ اس عالم کے کسانوں کا قائم مقام ہے۔ ستواہوان فرشتہ جوانوں کی روحانیت سے
 علاقہ رکھتا ہے۔ سانبہو وغیرہ کو دوزخیوں پر سلطہ کرنا اس کا کام ہے۔ یہ اس عالم کے میرٹھا کا
 قائم مقام ہے۔ تیرہ ہوان فرشتہ لطیفہ طبع کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے دوزخیوں کی جھوک
 پیاس بڑھانا اور سینڈہ اور کھوتا پانی کھلانا پلانا اس کا کام ہے۔ یہ اس عالم کے طبیب کا قائم مقام ہے۔
 اٹھارہ ہوان فرشتہ دل سے علاقہ رکھتا ہے۔ رنج اور مذمت کی کیفیتیں دلیں پیدا کرنا اس کا کام
 ہے اس عالم کے مرشد کے قائم مقام ہے۔ اونیسواہوان فرشتہ دماغ سے تعلق رکھتا ہے دوزخیوں کی خطاؤں

اور خیالات باطلہ پر او کو مطلع کرنا اس کا کام ہے یہ اس عالم کے حکیم اور فلسفی کے قائم مقام ہے۔ اور ان فرشتوں کے خادم اور فرمانبردار اس قدر ہیں کہ شمار نہیں ہو سکتا۔ علمائے لکھا ہے کہ دن اور رات کی چوبیس ساعیتیں ہوئیں انہیں سے پانچ ساعیتیں پانچوں نمازوں کی کراہت کے سبب ممانعت ہو گئیں باقی رہیں اویس جبکہ مرضی الہی کی مخالفت میں ضایع کیا ہے پس انہیں سے ہر ایک کے عوض ایک ایک فرشتہ مقرر ہو گا کہ او پر عذاب کرے۔ باقی وجہ تقرر اویس کی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو معلوم نہیں۔ جب یہ آیت شریف نازل ہوئی ابو جہل نے تمام قریش کے لوگوں کو دارالاندوہ میں جمع کیا اور کہا کچھ تم سے اویس پیادوں کے ہر دوسے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو قیامت سے ڈرایا کرتے ہیں اور تم لوگ مقرر جماعت کثیر ہو اور اپنی شجاعت کے سامنے کسی کو کچھ سمجھتے بھی نہیں ہو۔ پھر کیا تم لوگوں سے اتفاقاً بھی نہ ہو سکیگا کہ دسل و سل آدمی ایک ایک پیادے کے چمٹ جاؤ اور اسے عاجز کر دو۔ اویس سے ایک پہلوان بڑا نامی ابوالاسد بن کلاہ تھا اس نے کہا کہ شترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں باقی رہے دو اون سے تم سب سمجھ لینا۔ پس اللہ جل شانہ نے ان کے اس لغو کلام کے جواب میں یہ آیت شریف نازل کی کہ **وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً** اور پہنچے جو رکھے ہیں و فرخ پر لوگ اور نہیں فرشتے ہیں۔ یعنی نہیں بنائے پہنچے و فرخ کے داروغہ مگر فرشتے۔ جن کا زور اور قوت نہ کو خوب معلوم ہے۔ اور جانتے ہو کہ ان کے مقابلے کی سارے جہان کو تاب نہیں۔ ایک زمین عزرائیل میں کہ ہزاروں کی جانیں ایک لمحہ میں قبض کر لیتے ہیں اور بڑے بڑے لشکر لیکر تاراج کر دیتے ہیں اور ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پھر اگر کوئی کہے کہ جب ایک فرشتہ تمام جہان کی ہلاکت کے لیے کافی تھا تو اویس کے مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ **وَمَا جَعَلْنَا عَلَيْهِمْ تَحْمِيلاً وَلَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا** اور ان کی جو گنہی رکھی سو جانچنے کو منکروں کے۔ یعنی یہ اویس فرشتوں کا تقرر کافروں کے جانچنے کے لیے ہے کہ آیا وہ اس عدد قلیل کو اپنے نزدیک کیا سمجھتے ہیں اور ان کے عذاب کرنے کے واسطے

تاکہ اوپر ایک و طور کے عذاب نہیں بلکہ انہیں اس طرح کے عذاب ہوں۔ اور بھی ایسے ہے کہ
لَيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مَا يَقِينُ کہ جو کتاب ملی ہے یقین کر لیں وہ لوگ جنکو کتاب ملی ہے کیونکہ انکو فرشتوں کے احوال و افعال اور انکی
 قوتوں کا حال معلوم ہے اور اپنی کتابوں میں جو اونہوں نے یہ گنتی سنی ہے اور اسکی وجہ
 نہیں سمجھے تو اب سمجھ لیں کہ اُس سے عذاب کی سب قسموں کا گہرا منظور ہے۔ اور اس بات
 سے انکی خاطر جمع ہو اور پورا اطمینان اس عقیدے پر حاصل ہو اور اس پیغمبر اور کلام الہی
 پر جو تازہ اثر ہے ایمان لائیں اور احسان مانیں۔ **وَمِنْ آيَاتِ الَّذِينَ آمَنُوا اِيْمَانًا**
اَوْ رَبُّهُ اِيْمَانًا رَوْنُ كُوَايَا۔ یعنی جو لوگ کہ پہلے سے تپہ ایمان لائے ہیں وہ اپنے
 ایمان میں خوب مضبوط ہوں اور کفر سے دور رہیں۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا**
الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ اور وہ جو کہ کھائیں جنکو ملی ہے کتاب اور مسلمان۔
 یعنی شک نہ کریں اہل کتاب اور ایماندار اس بات کا کہ اگر ایک فرشتہ دوزخیوں پر عذاب کر سکتا
 تھا تو ایک ہی کافی تھا ورنہ کروڑوں دوزخیوں کے مقابلے میں انہیں سے کیا ہو سکتا ہے
 ایسے کہ انکو اس بیان سے سلوک جائیگا کہ یہ انہیں کا تقرر عذاب کے گہر لینے کے لیے ہے نہ دوزخیوں
 کے مقابلے کے واسطے۔ **وَلَيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ قُرْصٌ وَالْكَافِرُونَ**
مَاذَا آرَادَ اللَّهُ بِهَذَا امْتَلَا اور تاکہ ان کے دل میں روگ ہے اور شک
 کہ کیا غرض تھی اللہ کو اس کماوت سے۔ یعنی تاکہ ان کے دل میں روگ ہے اور شک
 بہرہ اور ایمان ضعیف ہو گیا ہے اور کماوت کے دل میں ایمان کی بوتل نہیں ہے یہ بات کہ
 کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس گنتی سے جو کافروں کے عذاب کے لیے مقرر کی ہے
 اگر دوزخیوں کا مغلوب کرنا منظور ہے تو انہیں سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر عذاب کے
 سلمان ان سے فراہم کرنے میں تب بھی یہ کافی نہیں۔ اور اگر اپنی قدرت کاملہ سے ان فرشتوں
 ہاتھوں سے عذاب کرنے کا ارادہ ہے تو فرشتوں کا ہونا انہوں کو توں برابر ہے اور اگر

اسباب ظاہری کی رعایت مد نظر ہے تو ایک دو کافی تھے۔ مگر اسکے ایسے ہی بہت سے
 شک و شبہ حق تعالیٰ کے معاملات میں کافی اور ضعیف الایمان لوگ کرتے رہتے ہیں۔
 اور بحث اور اعتراض بجا سے باز نہیں آتے۔ سو اس واقعے میں مومنین اور انہی کتاب کو
 ہدایت برہدایت زیادہ ہوئی اور ضعیف الایمان اور کافروں کو گمراہی پر گمراہی۔ پس حق تعالیٰ
 لوگوں نے عبرت اور نصیحت کے طور پر فرماتا ہے کہ **كَذٰلِكَ يُصِیْطُ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ
 یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ** یونہی چلاتا ہے اور چاہتا ہے اور راہ دیتا ہے جسکو چاہتا ہے
 یعنی اسی طرح ہر واقعے میں گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اسطورے کے کہ اس
 واقعے کے بھید پر اسکی نظر بند کر دیتا ہے اور اسکی فہم کو قاصر کر دیتا ہے آخر کو وہ شک اور
 تردد میں پڑ جاتا ہے یا انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور گمراہ ہو جاتا ہے اور راہ دکھلاتا اور مقصد کو پہنچاتا
 ہے جسکو چاہتا ہے اسطورے کے کہ اسکی نظر اس واقعے کے بھید کو پہنچاتا ہے اور وہ اسکی
 حقیقت دریافت کر کے اپنا اطمینان اور یقین روز بروز بڑھاتا جاتا ہے۔ **وَمَا لِحٰکُمُ
 جُنُودُ رَبِّکَ اِلَّا هَٰؤُلَآءِ** اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکر مگر وہی آپ جیسے
 پروردگار عالم کے لشکروں کا حال اس کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ کہ وہ کس قدر مہین اور کتنے
 اور کیسے ہیں۔ اور اسکی حکمتوں کی تفصیل بیان سے باہر ہے۔ اور جو جو غرض کہ قرآن میں
 دوزخ کے ذکر سے اور پیغمبروں کے بیان سے منظور ہے وہ اس حکمت کے بیان ہی پر
 موقوف نہیں ہے **وَمَا هِیَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْبَشَرِ** اور وہ تو سمجھوتی ہے لوگوں
 کے واسطے۔ یعنی نہیں ہے وہ دوزخ مگر عبرت اور نصیحت آدمیوں کے لیے تاکہ اور حال
 سکے تھرا لے ڈرین اور اسکی نافرمانی نہ کریں۔ پھر اگر کافر کہیں کہ یہ عدد قلیل باعث عبرت
 و خوف نہیں ہو سکتا۔ تو **کَلَّا وَالْقَمَرِ** **وَاللَّیْلِ اِذَا دَبَّرَ** **وَالصُّبْحِ اِذَا
 اَسْفَرَ** سچ کہتا ہوں میں قسم ہے چاند کی اور رات کی جب پیٹھ پیرے اور صبح کی
 جب روشن ہوئے۔ یعنی میں سچ کہتا ہوں کہ اس عدد کو تھوڑا نہ جانو۔ قسم ہے چاند کی

جب کا نور تمام نہیں مین اونیس رات خوب معلوم ہوتا ہے اور اس کی روشنی اتنی ہی راتوں
 مین تمام جہان کو اپنے نور سے بہرہ دیتی ہے اور ہزاروں میوے اور سکی تاثیر سے بڑھتے
 اور لاکھوں دانے کھیتوں مین مغز سے بہرتے اور دریاؤں اور اوگنے والی چیزوں اور
 حیوانوں کے جسموں اور دماغوں اور گوشتوں مین رطوبتوں کی زیادتی اسی کے سبب سے
 ہوتی ہے۔ اور انہیں اونیس عدد کی تاثیر سے جہان بہر آباد اور بڑے بڑے کارخانے
 انجام پاتے ہیں۔ اور قسم ہے بات کی جب وہ بیٹھ پیر کے بجائے بے آفتاب کی روشنی کے
 باعث سے اگرچہ آفتاب مین اور مخروطی ظلی زمین مین اونیس درجے کا فاصلہ ہوتا ہے
 مگر آفتاب کا نور رات کی تاریکی کو دور کر کے تمام جہان کو روشن کر دیتا ہے۔ گو یا موت کے بعد
 زندگی کی صورت ظاہر ہوتی ہے اور اس اونیس درجے کے ضمن مین ایسے بڑے
 کارخانے انجام پاتے ہیں۔ اور قسم ہے صبح کی جب روشن ہوتی ہے اور اپنے نور سے
 تمام جہان کو منور کر دیتی ہے اور یہ بھی آفتاب کے نور کی تاثیر کے سبب سے ہے اگرچہ وہ
 اونیس درجے افق کے نیچے ہوتا ہے۔ پس ان تین کارخانوں کے ساتھ جو اونیس عدد
 کی تاثیر سے انجام پاتے ہیں ہم دلیل لاتے ہیں اس بات کی کہ **إِنَّهَا كَاحْصَاۃِ**
الْکَکْبَرِ وہ دوزخ ایک ہے بڑی چیزوں مین۔ یعنی دوزخ بھی ایک بڑا کارخانہ ہے
 خدائی کارخانوں مین سے کہ حق تعالیٰ کی عدالت اور انتقام کا ظہور اسی کارخانے مین
 ہے پس اگر یہ کارخانہ بھی اونیس فرشتوں سے سرانجام پائے تو تعجب کی بات نہیں ہے
 اور وہ دوزخ **فَذِیْلِ الْبَشَرِ** ڈراوا ہے لوگوں کو۔ یعنی آدمی جب اس دوزخ
 کے حالات سنتے ہیں تو خوف کرتے اور ڈرتے ہیں بخلاف دوسرے کارخانوں کے کہ
 انہیں کوئی چیز ان کے خوف کا باعث نہیں ہے۔ اور اگر کچھ تہرہ ثابت خوف ہو بھی تو وہ
 بعض لوگوں کے لیے بخلاف دوزخ کے کہ اس کا خوف عام ہے **لِمَنْ شَاءَ مِنْکُمْ**
اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاخَّرَ ہر شخص کے لیے جو کوئی چاہے تم مین سے کہ لگے

بہتری میں یا بُرائی میں یا پیچھے ہٹے اچھائی یا بُرائی میں۔ ایسے کہ بُرے کام میں آگے
 بڑھنے اور اچھے کام میں تاخیر کرنے سے دوزخ کا خوف ہوتا ہے۔ اور اکثر بنی آدم کا یہی
 حال ہے کہ اگر ایک بُرے کام کو چھوڑتے ہیں تو دوسرے کو اختیار کرتے ہیں اور اگر ایک
 نیک کام میں سبقت کرتے ہیں تو دوسرے میں تاخیر۔ اسی سبب سے دوزخ کا خوف سب کو ہوتا ہے
 اور دوزخ کی گرفت قیامت کے دن عام ہوگی۔ ایسے کہ کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ
 کہ **هِنَّ** ہر جی اپنے کیے میں پھنسا ہے۔ یعنی ہر جان اس کے بدلے میں جو کیا ہے
 اس نے بُرائی کرنے اور نیکی نہ کرنے سے دوزخ کے مولکوں کے ہاتھ ہوگی اور دوزخ کے
 مولکوں سے کسی شخص کو خلاصی مستصونین۔ **إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ** مگر وہ اپنے دائیں
 جو روزِ ثباق میں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے داہنی طرف سے نکلے تھے اور
 دنیا میں بھی سیدھی چال چلے اور موقف میں بھی عرش کی داہنی طرف کھڑے ہوئے
 اور ان کے اعلانے بھی داہنے ہاتھ آئے وہ اللہ اپنے حقوق ادا کر کے دوزخ کے مولکوں
 کے ہاتھ سے نجات پانے کے داخل ہو گئے **فِي جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** آرام اور چین
 یہاں تک فارغ البال ہونگے کہ **يَتَسَاءَلُونَ** **عَنِ الْجَزَائِرِ** **كَا سَكَاةٍ**
فِي سَقَرٍ ملکہ پوچھیں گے گنہگاروں کا حال کہ تم کا ہے سے پڑے دوزخ میں
 یعنی گنہگاروں کا حال پوچھیں گے کہ وہ کہاں گئے جو نظر نہیں آتے اور جب سنیں گے کہ
 وہ دوزخ میں داخل ہوئے تو اونکی طرف متوجہ ہو کے براہِ تعجب اونے پوچھیں گے کہ
 کون چیز لائی تھو دوزخ میں۔ اور باوجود عقل و دانائی کے تم سے اتنا نوساکا کہ دوزخ کی طرف
 کھینچنے والی چیزوں سے بچتے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ مراد اصحاب
 میں سے اس آیت میں ایماں داروں کے بچے ہیں جو دنیا سے بے گناہ گئے ہیں اور دوزخ
 کے مولکوں کی قید میں نہ پڑینگے۔ اور ان کا یہ سوال کہ تم کا ہے سے پڑے دوزخ میں خود ان کے
 بچپن کو ظاہر کرتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے کے کا سبب تک نہیں جانتے۔ خلاصہ یہ ہے

کہ اگر اسبابِ الہیہ سے نیک بخت مراد ہیں تو یہ سوال تعجب یا توجیح کی راہ سے ہوگا اور اس سوال کے جواب میں دوزخی قائلو **اَلْكَوْثُ مِنْ الْمُصْلٰیْنَ** ۱۰ کہیں گے ہم نہ تھے نماز پڑھتے۔ یعنی ہم اسوجہ سے دوزخ میں ڈالے گئے کہ نماز نہ پڑھتے تھے۔ کاش ہم نماز پڑھتے ہوتے تو آج ہکو فرض نماز کی اونٹیں رکعتیں یعنی دوفحر کی اور چار عصر کی اور تین مغرب کی اور تین عشا کی اور دو رکعتیں رات کی نماز کی جنہن طاق کی رعایت کے لحاظ سے ایک رکعت اور زیادہ کر کے وتر نام رکھا ہے۔ دوزخ کے اونٹیں موکلوں کے ہاتھوں سے نجات دیتیں اور ایسے سخت وقت میں ہمارے کام آئیں۔ مگر افسوس کہ نماز کے ترک کرنے سے ہم ان اونٹیں موکلوں کے پسند سے میں پھنسے اور غضاب میں گرفتار ہوئے۔ **وَ اَلْكَوْثُ نَصْلٰعٍ** ۱۱ اور نہ تھے کھاتے محتاج کو یہی فقیروں محتاجوں کو ہم کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔ پس اگر ہم ایسا کرتے تو ادسکے باعث سے اوس محتاج کی اونٹیں ساعتیں آرام سے گزرتیں اور اونٹیں قوتیں تازہ ہوتیں اور جو کچھ اوس سے بہتر کام ہوتا ہمارے نامہ اعمال میں لکھا جاتا اور ہم اوسکے سبب سے ان اونٹیں موکلوں سے بچتے اور گرفتار غضاب نہ ہوتے **وَ كُنَّا لَخَوِضٍ مَّعًا اَلْحٰی اَقْصٰیْنَ** ۱۲ اور ہم تھے بات میں دھنستے ساتھ دھنسنے والوں کے۔ یعنی ہم بری محبتوں میں برے لوگوں کے پاس بیٹھتے تھے اور مسلمانوں کی بُرائیاں کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک اور اوسکے فرمانِ والا میں لوگوں کے ساتھ کج بخشی کرتے تھے **وَ كُنَّا نَكْلِبُ اَبْیَوْمَ الدِّیْنِ** ۱۳ اور ہم تھے جھگڑتے انصاف کے دن کو۔ یعنی قیامت کے آنے کا یقین نہ کرتے تھے بلکہ اوسے جھوٹ جانتے تھے۔ کاش اگر اپنے اس اعتقادِ باطل سے آخر عمر میں ہی توبہ کر لیتے تو نجات پاتے مگر کیا کریں اپنی شامت سے عمر بھر ایسے ہی برے کاموں میں پھنسے رہے **حَقِّیْ اَتَلْنٰ اَلْیَقِیْنَ** ۱۴ یا تنک کہ آپونجی ہکو موت۔ اور بعد اوسکے ہمارا پچھانا اور پشیمان ہونا ہمارے کچھ کام نہ آیا۔ اوساٹے کہ نیک عمل اور توبہ کرنے کا وقت باقی نہیں رہا۔ حق تعالیٰ

فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی نجات کی فکر کچھ بھی نہ کی اور نہ دوسروں کی مدد اور اعانت کی امید باقی رہی۔ **فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ** ○ پہر کام نہ آئیگی اور نہ سفارش سفارش کرنے والوں کی۔ یعنی اونکو سفارش کرنے والوں کی سفارش سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ کافروں کی سفارش کوئی نہ کرے گا ایسے کہ اللہ کے کلام اور اس کے رسول کی سنکرین۔ اعمال نیک کہتے نہیں۔ اور بارہو اس بات کے **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّائِبِ كَرِهَةٌ مُعْرِضِينَ** ○ پہر کیا ہوا ہے اونکو سمجھوتی سے منہ موڑتے ہیں یعنی کیا ہوا ہے ان کافروں کو کہ مصیبت کا دن سامنے ہے اور مرد کی کسی سے امید نہیں اور نجات دینے والے قرآن پاک کی پسند و نصیحت سے اعراض کرتے ہیں اور اس قدر متفرق ہیں کہ **كَانُوا مَصْرُوفًا مُّسْتَنْفِرًا** ○ **فَسَتْ مِنْ قَسْوَ كَرِهَةٍ** ○ گویا وہ کہہ رہے ہیں ہڑ کے ہوئے بھاگے قتل کرنے سے۔ یعنی قرآن شریف کی پسند و نصیحت سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے کہ بے شیر قوی بھیل کے دیکھنے اور اور کافر ہونے سے کہ ہرگز پیچھے پہر کے نہیں دیکھتے اور کچھ بھی نہیں سمجھتے بلکہ بھاگے ہی بچے جاتے ہیں۔ اور انکے اس قدر بھاگنے اور اعراض کرنے کا سبب یہ ہے کہ انکا تکبر اور غرور اور عداوت اس بات کو گوارا نہیں کرتی کہ دوسرے پر خوشنمازل ہوئی ہے اور سے ہائین اور اوپر سے فائدہ اٹھائیں۔ **بَلْ يَرِيْدُ كُلُّ اَعْرَابِيٍّ مِّنْهُمْ حُرَّانٌ** **يُوْنٰى حَقًّا مِّنْ شَرِّهِ** ○ بلکہ چاہتا ہے ہر ایک اونہیں سے کہ اوںکو ملین ورنہ کھلے ہوئے صحیفے باورنا ہوں کے فرمان کی طرح دیے جائیں کیونکہ ایسے فرمان جسکے نام صادر ہوئے ہیں اوںکی عزت اور بزرگی زیادہ ہوتی ہے۔ اور یہ درخواست اوںکی ایسی ہے جیسے گنوار دیاتی جائیں کہ اونہیں سے ہر ایک کے نام بادشاہ کافران آئے اور اوںمیں کسی صوبہ دار وغیرہ کا واسطہ نہ ہو۔ اور یوں کہیں کہ جب تک ہم میں سے ہر ایک کے نام بادشاہی فرمان طلعہ طلحہ معتبر لکھیوں کے ذریعے سے اس مضمون کا نفاذ کیا کہ اس صوبہ دار یا فوجدار کی اطاعت کرو

تب تک ہم اس کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے اور نہ اس کی کچھری میں حاضر ہونگے اور نہ اس کی بات مانیں گے۔ یہ مثال گنہگاروں کی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم ہرگز آپ کی پیروی نہ کریں گے اور آپ کے فرمان کو نہ مانیں گے جب تک کہ ہم میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک فرمان بخیر ہمارے درمیان کے آسمان سے اسطور پر نہ آئے گا کہ صبح کے وقت ہر ایک کے سر پرانے سے نکلے اور اوس میں بطور سرنامے کے لکھا ہو کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے فلان بن فلان کے نام ہے۔ اسکو چاہیے کہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ پس حق تعالیٰ اس کے اس سورا سے خام اور تنکا بیسودہ کے رو میں ارشاد فرماتا ہے کہ گلا گلا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس کے نام ایسے فرمان میں اور اگر آمین ہی تو یہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ انکا اعراض فرمان کے نہ آنے کے سبب سے نہیں ہے

بَلْ لَا يَخَافُونَ أَهْلَ خَوْفٍ ۝ بلکہ ڈرتے نہیں آخرت سے۔ اور ہرگز یقین نہیں کرتے کہ آخرت میں اپنے اعمال بد کی سزا پائیں گے۔ کیونکہ اگر وہ آخرت سے ڈرتے تو وہ غذاب سے رہائی کی فکر کرتے اور اس کی تدبیر پوچھتے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ یہ نصیحت اس کے لیے نہیں بلکہ اوروں کے واسطے ہے گلا گلا **لَا تَنْفَرُ تَنْفَرُ ۝** کوئی نہیں یہ تو سمجھوتی ہے یعنی ہرگز ایسا نہیں جو وہ خیال کرتے ہیں بلکہ یہ قرآن پاک نصیحت عام ہے کسی ایک شخص یا ایک فرقے یا ایک ملک کے لوگوں کے لیے مخصوص نہیں ہے اس واسطے کہ یہ کلام الہی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ **فَمَنْ شَاءَ ذَكَّرْهُ ۝** ہر جو کوئی چاہے اسے یاد کرے اور اس کے مسنون کو غور و تامل سے سمجھے اس کے احکام پر کار بند ہو۔ **وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۝** اور وہ یاد جب ہی کریں کہ چاہے اللہ نے بعضے اور میں سے جب خوب جدال و قتال کر لینگے اور قرآن کریم کی مخالفت سے اچھی طرح خراب اور ذلیل و رسوا بنے آبرو بے عزت ہو لینگے تب اس نعمت کی قدر بانیں گے اور قرآن کریم کو مانیں گے

اور اسے یاد کر کے اوسکی نصیحتوں اور حکموں پر کار بند ہو گئے۔ اور خداوند کریم ایسا غفور
الرحیم ہے کہ اوسوقت بھی اونکے اقرار اور قرآن کے احکام پر جانے کو اوسے قبول کر لیا
اور انکے پچھلے گناہ معاف کر لیا۔ ایسے کہ **هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْإِيمَانِ**
وہ ہے جس سے ڈر جاوے اور وہ ہے سختی کے لائق۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی لائق تقوے
کے ہے اوسے تقویٰ کرنا یعنی ڈرنا چاہیے اور وہی آمرزش اور کرم کرنے والا ہے
آدمی کتنا ہی گناہ کرے اور عمر بھر اوسکی نافرمانی میں رہے مگر جب تقوے کی راہ چلیگا اور
اوس سے ڈرے گا تو وہ اوسکے سب گناہ بخشدیگا اور اوسکے رجوع ہونے کو قبول کر لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ رَابِعُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَلَاثُونَ

سورہ قیامہ مکی ہے اس میں چالیس آیتیں اور اکیسون الفاظ کے کلمے اور چھ سو و ستر حرف اور دو
رکوع ہیں۔ اور اسکا نام سورہ قیامہ اسوجہ سے ہے کہ اس میں قیامت کے آنے کو ایسی واضح
دلیلوں سے بیان فرمایا ہے کہ جسکو ہر شخص خاص و عام سے ادنیٰ غور و تأمل کرنے سے
خبر ہی سمجھ سکتا ہے۔ اسکے خاص میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس سورت کو تین مرتبہ پڑھے
عذاب قبر سے بے خوف ہو۔ **لَا أَقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ** قسم نہیں کھاتا ہوں میں
قیامت کے دن کی **وَلَا أَقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ** اور قسم نہیں کھاتا ہوں
میں آدمی کے نفس ملامت کرنے والے کی۔ قیامت کے واقع ہونے پر ایسا نفس جو قیامت کے
حاکم ہونے کا سبب ہے۔ اس واسطے کہ آدمی اپنے نفس کی حقیقت سے بے خبر اور غافل ہے
یہ نہیں جانتا کہ یہ نفس جسکو قیامت کے دن گرفتار کیا گیا اور بُرا میوں کی سزا چکھنے کا سبب
یہی پڑے گا۔ اور مرد و نفس تو اسے نفس متقیہ ہے جو نفس مقصود کو تقصیر عبادت اور طاعت
پر ملامت کرتا ہے یا وہ نفس ہے کہ اپنی تقصیر پر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے۔ اور حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر نفس کو اٹھ ہوگا اور اپنے
تین ملامت کرے گا۔ اس واسطے کہ اگر نیک ہو تو وہ اس بات سے اپنے تین ملامت کرے گا
کہ میں نے زیادہ نیکی کی نہ تھی اور اپنے وقوں کو بیکار کیوں کھویا۔ اور اگر بد ہے تو اس بات
سے اپنے تین ملامت کرے گا کہ میں نے بُرائی کیوں کی۔ اور سو اسکے آدمی کے نفس میں پیدائشی
یہ بات ہے کہ ملامت کرتا رہتا ہے چاہے اچھا ہو یا بُرا۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ قیامت میں ہر
اور نہ امت ضرور ہوگی تو اوپر تہم کھانے کی احتیاج نہیں رہی۔ اب اللہ تعالیٰ اور نبیوں کے
دور کرتا ہے جو قیامت کے آنے کے بارے میں کافروں کے دل میں یمن و یمن۔ چنانچہ مفسرین نے
لکھا ہے کہ عدی بن ربیعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے رہتا تھا اور آپ کو بہت
تکلیف دیا کرتا تھا ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم ہر قیامت کے آنے سے
بہت ڈرا کرتے ہو مجھ کو اس کا کچھ حال تو بیان کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مختصر حال
اوس سے بیان فرمایا کہ جتنے مردے ہیں سب زندہ کیے اور اٹھائے جائیں گے اور جو کچھ
دنیا میں کیا ہے سب کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ حال سنکے وہ گنجت کہنے لگا کہ یہ بات تو ایسی ہے
کہ اگر میں اپنی آنکھ سے بھی دیکھوں تو یقین نہ کروں اور سمجھوں کہ یہ سب نظر نہ ہی بہت اصل
میں کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ یہ بات ہرگز عقل میں نہیں آتی کہ ہزاروں برس کے مردوں
کی ہڈیاں اللہ تعالیٰ جمع کر کے زندہ کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے خیال کو فاسد کر
دیا اور اس کے جیادعوے کے رد کرنے کے واسطے ارشاد فرمایا اَلْحَسْبُ لَنَا اَنْ
اَنْ لَّنْ جَمْعُ عِظَامَةٍ ۝ کیا خیال رکھا ہے آدمی کہ جمع کرے گی ہم اس کی ہڈیاں بنے
کیا انسان باوجود عقل و دانائی کے ایسا خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہڈیاں
دوبارہ زندگی دیکر روز قیامت میں جمع کرے گی۔ بَلَىٰ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّيَ
بَنَاتِنَا ۚ كَيَوْمَ كُنَّ نِسْوَىٰ ۚ كَيَوْمَ كُنَّ نِسْوَىٰ ۚ كَيَوْمَ كُنَّ نِسْوَىٰ ۚ
آدمی کی بوسیدہ ہڈیوں کو اور یہ بات ہماری قدرت کا ملکہ ہے آگے کچھ حقیقت نہیں بگھٹی

ہم تو اس سے بھی زیادہ تعجب خیز چیزیں کرینگے۔ اور ہر عضو اور گوشت و پوست اور شستہ چور
چور ہڈیوں کو درست کرینگے۔ ہم قادرین اس بات پر کہ برابر اور درست کر دین اور گلیلیوں کی
پوزیوں کے چمڑے کو جو کہ نہایت لطیف و نازک ہے۔ اور جو کہ جسے ایسی نازک شکر کو درست
کر دیا تو بڑی بڑی ہڈیوں کا جمع کرنا ہمارے آگے کیا مشکل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انسان جو
قیامت کے ہونے اور مردوں کے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کو محال سمجھتا ہے اور
ان باتوں سے انکار کرتا ہے سو یہ انکار اس مرتبہ نہیں ہے کہ اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی
بَلْ يَرِيدُ الْإِنْسَانُ لِيَفْجُرَ أَمَامَهُ ۚ بَلْ كَافِرٌ تَوَّابٌ بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے
اور کہے کہ میں نے انسان چاہتا ہے کہ بلیا ہو کہ بقیہ عمر کو فتنہ و فحور میں گزارے
کیونکہ قیامت کا اقرار اور حساب و کتاب کا خوف دلمین رکھنا فتنہ و فحور میں بلیا کی کرنے
سے روکتا ہے۔ اور یہ فتنہ و فحور کی محبت کے باعث نہیں چاہتا کہ قیامت کی بات سنے اور اس
فکر و غور کرے اور اسی خیال سے کہ کہیں اس کے حش میں فتور نہ پڑے اس خطرے کو اپنے دل
میں بھی آنے نہیں دیتا۔ اور سینہ زوری کی راہ سے کسٹل آتَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ چاہتا
ہے کہ کب ہے دن قیامت کا۔ اس واسطے کہ جب تک تم اسے بقید تاسخ نہ بناؤ گے ہم ہرگز
یقین نہ کرینگے۔ پس یہ سوال سینہ زوری کی راہ سے ہے۔ قیامت کی سختیوں کو دیکھ کے سب
بھول جائیگا اور غلصی کی تدبیریں پوچھنے لگیگا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ
وَحُصِفَ الْقُمْرُ ۚ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ پھر جب چونہ بیانے لگیں تیور
اور گنارے چاند اور اکٹھے ہوں سورج اور چاند۔ یعنی جب چونہ بیانے لگے آدمی کی بینائی
جیسے دنیا میں بجلی کی چمک دیکھ کے چونہ حیا جاتی ہے حق تعالیٰ کے قہر کی تجلی سے اور بیوقوف
کو دیا جائے چاند اسی تجلی کی روشنی کی شدت سے نہ گن و غیرو کے سبب سے جیسا کہ
دنیا میں ہوا کرتا ہے۔ اور جمع کیے جائینگے چاند اور سورج ایک جگہ پر اور دونوں بے نور
ہونگے اور چراگے کہ ایک جگہ ہونگے اور دنیا میں جتنے نور کے اسباب ہونگے سب خراب

ہو جائیگے اور انسان اپنے اعمال بکے خوف اور آنکھوں کے چاندھیلنے سے حیران و شذر
ہو کے یَقُولُ اَلَا نَسَانُ یَوْمَئِذٍ اِنَّا لَمُفْرَسُونَ ۝ کے گا آدمی اوس دن کہاں
جاؤں بھاگ کر۔ یعنی کہاں ہے ہاگنے کی جگہ کہ وہاں پہونچکے اس حیرت اور دہشت سے
نجات پاؤں اور دنیا میں جو پوچھا کرتا تھا کہ کب ہے قیامت یہ سوال اوسکا اولٹا ہو جائیگا
اور جب پناہ کی جگہ کوئی پائیگا تو گہر کے ہریان کے طور پر بار بار یہی کہیگا کہ اِنَّ الْمَفْرَسَاتِ
اوس سے کہا جائیگا کَلَّا وَزَكَّا ۝ کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ۔ یعنی ایسا
سوال بجا نکرا اور اس پوچھنے پاچھنے سے باز آ۔ کہیں جاے پناہ تیرے لیے نہیں بلکہ تجھ سے
تو بھاگتا ہے اوس جگہ تجھے جانا ہوگا۔ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ ۝ تیرے
رب تک اوس دن جا ٹھہرنا۔ یعنی تیرے رب کے قمر کی تجلی کی طرف اوس دن جاے قرار
ہے اور ہر ایک کو وہاں حاضر ہونا ہوگا چاہے خشنی سے جائے یا جبر سے اور اس وقت میں آپ
ایک اور حیرت اور دہشت زیادہ کی جائیگی۔ یَتَّبِعُوا الْاِنْسَانَ یَوْمَئِذٍ لِّمَا قَدَّمَ وَ
اٰخَرًا ۝ بتاؤ گئے انسان کو اوس دن جو آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا۔ یعنی خبر دی جائیگی آدمی
کو اوس دن اُن عملوں سے جو اُس نے آگے بھیجے اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا اپنے اعمال افعال
سے خواہ وہ نیک ہوں یا بد اور ہر طرح سے اوس کے ہر فعل اور ہر قول پر مطلع کریں گے
تاکہ اوس کے موافق نرا دین۔ اگرچہ اوسکو اوس کے عملوں پر آگاہ کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ
اَلَا نَسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بِصِیْرَہٖ ۝ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوچ رہا ہے
یعنی آدمی خود بخود اپنے عملوں پر مطلع اور خبردار ہو جائیگا کیونکہ ایک تو اوس کے کیے ہوئے
عملوں کی شکلیں اوس کے نفس میں ثابت اور راسخ ہیں دوسرے اس عالم میں اوس کی دریافت
اور بھی قوی اور صاف ہو جائیگی اس سبب سے بخوبی اپنے سب عملوں کی شکلوں کو دریافت
کر لیگا غور و تامل کی بھی حاجت نہ رہیگی۔ اور وہ شکلیں خود بخود ظہور کریں گی بلکہ اعضا کی صورتیں
ہو جائیگی۔ بعضوں کے چہرے سیاہ ہو جائیگے اور بعضے چہرے کی رونق اور سرخ روی

پیدا کرینگے۔ جیسے دھوکہ کرنے والے کہ اونکے چہرے اور ہاتھ پانوں روشن اور چمکتے ہوئے ہوں گے اور خیانت کرنے والوں نے جس شر کی خیانت کی ہوگی وہ اونکی گردن اور کندھے پر لڑی ہوگی اور شہید خون سے رنگین ہونگے اور زانیوں کی شرنگا سے پیپ ہتی ہوگی اسطرح سے ہر ہر عضو جس سے جو گناہ ہوا ہے وہ خود گواہی دیگا اور خود بولیگا پھر سوائے اقرار کے آدمی کا کچھ بچا نہ بچے گا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ** اگرچہ بیان کر گیا اپنے عذر و نکو۔ اور بہت جیلے بنائے کر گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اپنے اپنے اعمال پر خبردار ہونا تین مرتبہ ہوا پہلے ہر ایک کے اعمال نامے پڑھ کے فرشتے اونکے ہاتھوں میں دینگے اور کہیں گے کہ پڑھ اپنی کتاب تو آپ کافی ہے اپنی جان کے واسطے آجکے دن اپنے اور پر حساب لینے والا۔ اور سوت آدمی اپنے بڑے کاموں سے انکار کرینگے اور کہیں گے کہ ہم نے یہ کام نہیں کیے بلکہ ہمیں جو کچھ لکھ لیا ہے۔ پھر دوسری مرتبہ آسمان وزمین اور دن اور رات اور اونکے تمام عضواں کا نام پڑ گواہی دینگے اور اون سے کہیں گے کہ تم نے یہ کام کیے ہیں اور سوت یہ اقرار کرینگے اور کہیں گے کہ ہاں یہ کام مجھے ہوئے مگر ہر کام پر ایک عذر اور جیلہ بیان کرینگے کہ فلان کام اس سبب سے ہوا اور فلان اس باعث سے۔ اور یہ سب عذر و جیلے اونکے جہالت اور نادانی سے ہونگے اور جب اونکے عذر و جیلے بھی ناممفع ہونگے۔ پھر تیسری مرتبہ حکم ہوگا کہ انہیں سے ہر ایک شخص کو اوہکا اعمال نامہ اگر اچھا ہے تو داہنے ہاتھ میں ورنہ بائیں ہاتھ میں دیکے اونکے ٹھکانوں پر پھینچا دو تب فرشتے نیکوں کے اعمال نامے اونکے داہنے ہاتھ میں دیکے موقوف کی واپسی طرف جد ہر بہشت کا راستہ ہے رواد کرینگے۔ اور برے کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیکے موقوف کی بائیں طرف جد ہر دوزخ کا راستہ ہے مار کے اور گردنوں میں ہاتھ دیکے ہانکینگے اور بعضوں کو طوق و زنجیریں پہنکے لچا میں گئے اور بعضوں کو منہ کے جھل گھسیٹتے ہوئے۔ اب حق تعالیٰ اپنے حبیب سے بات میں بات لال نے کے طور پر فرماتا ہے کہ اگرچہ تمکو قرآن شریف سیکھنے کا نایت شوق ہو اور تم اسے سنتے ہی پڑھنے لگتے ہو تا کہ بھول بخاؤ میں نہ پڑ جاؤ

کہ تم میرا کلمہ لیسنا کہ لیتجمل یہ ۱ نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان کو تھام لیا
 یکدم سے۔ یعنی نہ ہلاؤ تم اپنی زبان قرآن کے پڑھنے میں اور سوقت کہ جبریل علیہ السلام پڑھتے
 ہیں اس خیال سے کہ شاید مجھے الفاظ تمہارے ذہن سے جاتے رہیں اور جبریل علیہ السلام
 ایک مرتبہ پڑھ کے چلے جائیں اور تم اسے بھول جاؤ۔ اور اس ممانعت کا باعث یہ ہے کہ حق
 میں ایسی جلدی کرنا کہ خود بھی پڑھنے لگے بقی کے سننے میں غفلت نہ آئے ہو تاکہ یہ کیونکر دل و
 طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ پس تم بھول جانے کے خوف کو دل سے دور کرو اور اطمینان رکھو کہ
 اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۱ وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور پڑھنا۔ یعنی
 بیشک اس تمام سبق کا تمہارے سینے میں جمع کرنا اور اول سے آخر تک تمہاری زبان سے
 پڑھنا ہمارا ذمہ ہے فَاِذَا قُرْاٰنُكُمْ قُرْاٰ ۱ پس جب پڑھنے لگیں تو ساتھ
 اس کے پڑھنے کے۔ یعنی جب ہم پڑھنے لگیں اور جبریل کی زبان سے تو تم اس کی پیروی کرو
 اور چپکے بیٹھے سنا کرو۔ پر جب وہ پڑھ چکیں تو تم اسے سیدھ سے خارج اور شد و مد کی رعایت
 پڑھنا شروع کرو۔ تاکہ جبریل کے سننے کے سبب سے تمہارا سبق بچھٹ نہ جائے۔ اور اس کے
 معانی اور تفسیر بھی جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کے وقت تم پر ہو چکا ہو کیونکہ تھوَرَان عَلَيْنَا
 بیکانہ ۱ پر مقرر ہمارا ذمہ ہے اس کو مکمل کرنا۔ یعنی قرآن پاک کی غفلتوں کی تعلیم کے بعد
 اس کے معنوں کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے گلا۔ کوئی نہیں۔ یعنی ایسی جلت کرنا چاہیے
 اور یہ بات صرف تم ہی میں نہیں ہے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۱ بلکہ تم سب کو آدمی
 چاہتے ہو جلدی والے نفع سے جو جلد حاصل ہو۔ کیونکہ مقتضائے خلقت بشری یہی ہے اور
 انسان دنیا کی محبت میں آخرت سے غافل رہتا ہے اور اس کے منافع میں عجبتا وَ تَذٰرُوْنَ
 الْآخِرَةَ ۱ اور چھوڑتے ہو آخرت کو۔ کہ اس کی فکر کچھ بھی نہیں کرتے اور اسے دور
 سمجھتے ہو اور دنیا کی محبت میں جو بڑائیوں کی اصل ہے بہت غافل ہو اور سمجھتے نہیں کہ
 آخرت کا فائدہ اور نقصان دنیا کے فائدے اور نقص سے ہزاروں درجے بڑے ہے

یسا شک کہ ان دونوں میں کچھ نسبت نہیں ایسے کہ **وَجْوَہٌ یُّمِیذُ نَاصِیَہً** ۱۰ کہتے
 منہ اوسدن تازے ہیں۔ یعنی بہت سے چہرے اوسدن ترقوازہ روشن اور چمکتے ہوئے
 اور اوسکے نیک عقادوں کا نور اور اچھے علموں کی روشنی اوسکے چہروں پر ظاہر ہوگی اور اوس
 نور کی قوت سے جو اونکی آنکھوں کی روشنی بڑھا دے گا۔ **اِلٰی رَبِّہُمَا نَاطِلَہٗ** ۱۱ اپنے
 رب کی طرف دیکھتے ہوئے۔ یعنی اپنے پروردگار کے نور کی بجلی کی طرف نظر کرنے اور لذت
 پانے والے ہونگے۔ اور اونکی آنکھ اس بجلی کے دکھنے سے نہ چوندھیا لگی اور نہ خوفناک ہوگی
وَجْوَہٌ یُّکَمِیذُ بَاہِیَہٗ ۱۲ اور کہتے منہ اوسدن اوداس ہیں۔ یعنی بہت سے
 چہرے اوسدن اوداس اور پریشان ہونگے اور اوسکے دلمین بیچ دغم بہا ہوگا۔ **تَطْمَیْضُ**
اَنْ یَّفْعَلَ بِہَا قَیْرًا ۱۳ یقین رکھتے ہونگے کہ اوپر وہ ہووے جس سے کھڑوٹے
 پس اس خیال سے اوسکے حواس بجانوں گے اور اپنے کفر و انکار کی شامت سے پروردگار عالم
 کے نور کی بجلی سے بہرہ مند ہونگے۔ اور اس کا باعث یہی ہوگا کہ دنیا کی محبت میں مبتلا رہے
 دنیا و مافیہا کی کو دور سمجھتے تھے حق تعالیٰ فرماتا ہے **کَلَّا** ہرگز نہیں۔ ایسا کہ آخرت کو
 دور سمجھو کیونکہ آخرت اوس سفر کا نام ہے جہیں روح کو اپنے پروردگار کی طرف جانا ہے
 ابتدا اسکی موت ہے اور انتہا قیامت۔ اور اس سفر کی ابتدا دنیا کی زندگی سے ملی ہوئی
 ہے جو قوت بیان سے قدم اٹھایا پس وہاں رکھا پس حقیقت میں آخرت کا شروع **اَوْ**
 سے ہے کہ **اِذَا بَلَغْتَ الْاُرَاقِیَ** ۱۴ جو قوت جان پونچھے ہانس تک۔ یعنی
 جو قوت آدمی کی جان اوسکے سینے کی ہڈیوں میں جو گردن کے متصل ہیں پہنچتی ہے
 جبکہ سکرات کا وقت کہتے ہیں اور روح حیوانی اپنے ٹھکانے یعنی دل سے باہر نکلتی ہے
 اور اپنے بیگانے سب اوسکی زندگی سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ **وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ** ۱۵
 اور کہا جاتا ہے کون ہے جھاڑنے والا۔ کہ اس بے ٹھکانے روح کو اپنے ٹھکانے پر لائے۔
وَوُضِعَ اَنْفُ الْعِرَاقِ ۱۶ اور وہ انکا کہ اب آیا وقت جدائی کا۔ یعنی گمان کرتا ہے

وہ شخص جو حالت نزع میں ہوتا ہے کہ یہ وقت اہل و عیال مال و اسباب گھر بار سے جدا ہوتا
 کا ہے۔ اور ایسے وقت میں بھی سبب غلبہ محبت دنیا کے اور سے یقین نہیں ہوتا بلکہ گمان لب
 ہوتا ہے **وَالْتَقَى السَّاقِ بِالسَّاقِ** اور لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی۔ یعنی
 اوس مردے کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ گئی اس واسطے کہ پیچھے کے جسم سے
 روح کا اثر بالکل منقطع ہو چکا۔ پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا کرنا اوسکے
 اختیار میں نہ رہا۔ **إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسَاقُ** تیرے رب کی طرف ہے
 اور سدن کھینچ جانا۔ جیسے بھاگے ہوئے کو اوسکے خاوند کے پیادے کھینچ لجاتے ہیں۔ مگر
 افسوس کہ انسان اوسدن سے اور اوسکی زاوراہ سے بالکل غافل ہے **فَاَصْحَفَ**
وَاصْطَلَّ پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی یعنی سچ بھانا قرآن کی آیتوں کو اور اللہ کے
 رسولوں کو کہ اعتقاد درست اپنے ساتھ لجاتا اور قرآن و پیغمبر اوسکے شفیع ہوتے۔ اور نہ نماز
 پڑھی جبکی بارگاہ رب العالمین میں سب سے پہلے پرش ہوگی۔ اور جو کفر دایان میں فرق
 کرنے والی ہے اور باعث توجہ الی اللہ ہے۔ بلکہ اوسنے ترک عبادت ہی پر اکتفا نہ کیا۔
وَلَكِنَّ كَذَابٍ وَتَوَلَّى پر جھٹلایا اور منہ موڑا۔ یعنی قرآن کی آیتوں اور اللہ کے
 رسولوں کو سچ جاننے کے عوض میں جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے
 منہ پھیرا۔ **ثُمَّ رَدَّ هَبًا إِلَىٰ أَهْلِهِ يَمُوتُ** پھر گیا اپنے گھر کو اڑتا۔ اور اٹھٹھٹا
 گویا پیغمبر اور قرآن کو جھٹلا کے اور نماز چھوڑ کے حق تعالیٰ سے لڑائی لہر مقابلہ کر کے
 جیت آیا۔ اور اپنی قوت بازو پر پھول گیا۔ پس ایسے بدکردار کے لیے مرنے کے بعد ضرور
 کہا جائیگا کہ **أَوَلَمْ نَكُ فَاوِلًىٰ** **ثُمَّ أَوَلًىٰ لِّكَ فَاوِلًىٰ** غرابی ہو جو تیری
 پہر غرابی ہو جو۔ پہر قیامت کے دن غرابی ہو جو تیری پہر غرابی ہو جو۔ یہ دونوں غرابیاں
 قہر و غضب کے عالم میں اسکے لیے قرآن کے سچ بھاننے اور نماز چھوڑنے اور رسول کے جھٹلانے
 اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ پھیرنے کے باعث سے ہونگی۔ لکھا ہے کہ بعد نزول

اس آیت شریف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو بطی سے مکہ میں دیکھا اور
چونکہ یہ آیت اسی کی برائی کے بارے میں نازل ہوئی تھی آپ نے اس کا دامن پرکٹ کے
فرمایا کہ **اُولٰٓئِكَ فَاُولٰٓئِكَ ثُمَّ اُولٰٓئِكَ فَاُولٰٓئِكَ** اوسنے کہا کہ کیا تم مجھے ڈراتے ہو۔ اور جب
یہ بیان ہو چکا کہ آدمی قیامت اور موت سے ایسا غافل ہے کہ خبردار کرنے سے بھی ہوشیار
نہیں ہوتا تو اب اوس سے بطور جھڑکی اور تنبیہ کے پوچھتے ہیں کہ **تَنۢبِیۡہٗ اَسۡقَدَ غَفَلَۃً**
کَسۡ سَبۡحَہٗ جو **اَلۡاِنۡسَانُ اَنْ یَّتُوۡلَکَ بِسُلۡکِیۡ** کیا خیال کھتا ہے
آدمی کہ چھوڑا ہو گیا بے قید۔ یعنی کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ چھوڑ دیا جائیگا جانوروں کی طرح
کہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں اور نہ اوسنے کچھ پرش ہوگی قیامت میں نہ سرنے کے بعد۔ تو یہ گنا
اس کا سر غلط ہے کیونکہ خلقت میں یہ مکلف ٹیڈ اور مکلف کے لیے ہر چیز کی جزا اور پرش
ضرور ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ پرش مرنے کے بعد مدت مدید گزر کے زندہ کرنے پر موقوف ہے
تو یہ کچھ تردد اور انکار کی جگہ نہیں ایسے کہ اس کا حج ہونا ادنیٰ غور و قائل سے معلوم ہو سکتا ہے
اَلۡکَرۡیَاطُ لُطۡفَہٗ مِّنۡ مَّتٰی تَمۡحٰی بھلا نہ تھا ایک بوند مٹی کی جو ٹپکی۔ یعنی
کیا نہ تھا آدمی اپنے باپ کی بیٹھ میں ایک ذرا سامنی کے پانی کا قطرہ جو چوتھے ہضم کا
فضلہ ہے۔ اور ذہ بھی ایسا کہ جس جسم میں پیدا ہوا ہے اوس میں نہیں رہتا۔ بلکہ جلاء کی کثرت
سے ٹپکایا جاتا ہے۔ اور طبیعت و سکی پرورش اور دبیر سے بوجہ علانیہ ہونے کے دست
ہو جاتی ہے۔ **ثُمَّ کَانَ عَلَاقَۃً فَنَحۡلِقُ فَسَوٰی** پھر تھا لگوئی ٹپکی پھر اسے
بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا۔ یعنی پھر ہوا وہ ٹپکا ہوا پانی لگوئی ٹپکی سورہ بھی حیات کی قابلیت
نہیں رکھتی پھر پیدا کیا اوسے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ زندگی کی استعداد اوس میں نہ تھی پھر اسے
برابر مزاج کا معتدل کر دیا اور اسکی صورت درست کر کے اوس میں روح ڈالی **فَجَعَلَ مِّنۡہٗ**
اَلزَّوۡجَیۡنَ الَّذِیۡنَ کَرُوۡا لَہٗا نۡشٰی پھر کیا اوس میں جوڑہ ترا اور مادہ۔ یعنی آدمی
کی جنس سے دو قسمیں کیں ترا اور مادہ کہ ہر ایک کی صورت اور اعضا اور صفتیں جدا جدا ہیں

اور ایک کا کام دوسرے سے ممکن نہیں مگر یہ کام عورتوں سے نہیں ہو سکتے اور عورتوں کے کام مردوں سے۔ پس حق تعالیٰ نے یہ سب بنایا کے آباد کرنے کے لیے کی تاکہ عورتیں خانگی امور کو انجام دین اور مرد روزیہ و مال کا کاش اور تمام کاموں کا سرانجام کریں۔

اکیس ذلک بقدر علیٰ آن مجھے لکھائی گئی کہ کیا ایسا شخص نہیں سکتا ہو
 کہ جلاوے مرے بیٹے کیا ایسا خالق زبردست ہو جس نے دنیا کی آبادی کے واسطے انسان کو
 اس قسم کا پیدا کیا نہیں ہے۔ قیاد اس بات پر کہ غور و فکر کو زندہ کرے۔ آخرت کی تسمیر اور اس
 جہان کی آبادی کے لیے اور اس جہان کی زندگی میں بھی لوگوں کو مختلف کرے کسی کو کامل اور
 کسی کو ناقص۔ کسی کو قابل و روز اور کسی کو لائق و مستحق۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اکرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس آیت شریف کی تلاوت کرتے تھے تو بعد اوسکے فرماتے تھے
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ پس سنت ہو کہ جو کوئی یہ آیت پڑھے تو اس کے بعد یہ دعا ضرور پڑھے
 خواہ نماز میں ہو یا قرأت علیحدہ میں۔ لیکن آواز بداندیشوں سے پڑھے کہ عام لوگوں
 کو قرآن شریف کی آیت ہونے کا شبہ نہ ہو۔ اور جو نماز میں یہ آیت پڑھے اس کا کوئی پڑھے

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة الشورى وهي احدى وثلاثون اية وركوعان

سورہ دہر کی ہے اہلین اکتیس آیتیں اور دوسویا اکتیس آیتیں اور ایک ہزار چار سو خرمن اور
دو رکوع ہیں۔ اور اس کا نام سورہ دہر اس باعث سے ہے کہ اس کے اول میں دہر کے عقیدے
کو باطل کیا ہے۔ اس کے خلاص میں لکھا ہے کہ پچتر بار اس سورت کا پڑنا حصول مقصد کے
لیے کافی ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ محتاجین امت کے لیے سورہ دہر کافی ہے
اور جو کوئی جسے کے روز سات بار یہ سورت پڑھے تکبر اور شک اور ریا سے محفوظ رہے اور
اس کا مقام ہے اور جو کوئی بعد نماز کے پچتر بار اسے پڑھے اس کی مرادین حاصل ہوں۔

هَلْ آتَى عَلَى الْإِنْسَانِ - إِنَّ الدَّهْرَ لَكُنْ يَكُنْ شَيْئًا مَدَّ كُودًا
 کبھی ہوا ہے انسان پر ایک وقت ۔۔۔ جو نہ تھا وہ کچھ چیز کہ تکرار میں آتی۔ جسے نفع
 انسان کا عالم میں وجود نہ تھا بلکہ نام و نشان ہی ذہن میں اور فرشتوں اور جنوں کی زبان پر
 جاری نہ تھا۔ پس ظاہر ہے کہ اسکی پیدائش کسی زمانے کی خواہش سے نہیں ہے بلکہ اس
 پروردگار عالم نے بنایا ہے۔ اور اگر زمانے کی خواہش سے اسکی پیدائش ہوتی تو اس
 نوع کے تولد اور انقطاع کے بعد لوگ اسکو پہچان کر تے کہ فلان زمانے میں یہ نوع ظاہر ہو کے
 منقطع ہو گئی تھی۔ اور جن اور فرشتے تو ضرور اس نوع کا نام و نشان جانتے ہوتے مگر چونکہ
 یہ کچھ بی نہیں صرف دہریوں کا خیال باطل ہے تو معلوم ہو گیا کہ انسان کو نیستی کے پردے
 سے باہر نکال کے تحت ظہور پر جلوہ گر کرنے والا پروردگار عالم ہے اور اویسی کی قدرت
 کاملہ نے اسکے دل کو آئینہ مصطفیٰ کیا ہے تاکہ غیب کی شمعوں کا عکس اس میں پڑے اور یہ
 خلافت کبریٰ کے لائق ہو۔ یہ فرماتا ہے خداوند عالم کہ اگر انسان اپنی نوع کی ابتداء سے
 خلقت سے خبر نہ لے سکتا ہے تو اسکی تخیل کے واسطے اسے پیدا کیا ہے تو اسقدر
 تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے کہ **إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ تُطْفَلٍ أَمْشَاجٍ**
 بنے بنایا آدمی اکابر و امرا کے لچھے سے بنے بیشک پیدا کیا ہے انسان کو جبکی پیدائش
 تم دیکھتے ہو یا پانچ لطفے سے جو مرکب ہو اور تمام موالید ثلاثہ سے ملے بنا ہے۔ پہلے
 کہ لطفہ غذا سے ہوتا ہے اور غذا مثل فلدہ گوشت و دودھ گھی نمک و غیرہ کے زمین یا پاڑ سے
 پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ سب چیزیں جمع ہو کے انسان کے تمام اعضا میں ہضم کے مرتبہ
 طو کر کے پہنچتی ہیں اور کارخانہ پیدائش کے موکل ہر ہر عضو سے اسکا خلاصہ کھینچ کے
 اسے لطفہ کر دیتے ہیں۔ پس گویا یہ سب نباتات اور حیوانات مختلف البائع اس انسان
 مرکب کے مفردات ہیں۔ اور چونکہ خلاصہ غذا کا تمام اعضا میں سیر کرتا ہے تو ہر عضو کی روح
 اس میں اثر کرتی ہے۔ اور یہ تمام موالید کا اثر مجموعہ فائدہ اور بیماریاں میں پیدا کیا ہے

بلکہ بڑا فائدہ اوستے پیدا کرنے سے منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ **بِتَّكِيَةٍ** کہ آواز
 میں ہم اوستے کو۔ اسطور سے کہ اوستے کو اختیار اور شعور دیکے نیک کام کا حکم کرتے ہیں اور برے
 کام سے روکتے ہیں تاکہ دوسری مخلوق دیکھے کہ شخص اپنے اختیار سے کیا کام کرتا ہے
 پھر اگر حکم کے موافق چلا تو انعام و ثواب کا مستحق ہو اور نہ ولایت اور عذاب کا۔ اور چونکہ کام اوستے
 سے لینا مقصود تھا تو اسے دیکھنے سننے سمجھنے بوجھنے کے اسباب بھی دینے ضرور ہوئے
فَجَعَلْنَا سَمِيعًا بَصِيرًا ○ پھر کر دیا اوستے کو سنا دیکھنا۔ یعنی انسان کو شنوائی
 اور بینائی میں اسقدر وسعت دی کہ دوسرے حیوانات اسکے مقابلے میں گویا اندھے اور
 بہرے ہیں۔ اور یہ اسقدر تیز فہم اور باریک بین ہے کہ مخلوق کی آواز کے ساتھ حرفوں اور
 لفظوں کے مخرجوں کے دقیقوں کو بھی سنا ہے اور ادون لفظوں کے معنی بھی سمجھتا ہے
 اور ہر چیز کی روشنی اور رنگ دیکھتے ہی اوستے درجوں اور دقیقوں کو دریافت کر لیتا ہے
 اور گذشتہ لوگوں کے علوم سے فائدہ حاصل کرتا اور ادون لوگوں کے احوال سے جو اس
 ہزار بار برس پہلے گذرے ہیں خبردار ہوتا ہے اور عجب طرح کے استنباط اس سے ہوتے
 ہیں۔ اور انہیں اسباب سے اسکا مرتبہ اسقدر بلند ہوا کہ جناب رب العالمین کا مخاطب ہوا
 اور اللہ جل شانہ کی ہم کلامی کے خلعت سے سرفرازی پائی۔ پھر اللہ جل شانہ نے حضرت
 اسقندر سرفرازی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ارشاد ہوتا ہے کہ **إِنَّا هَدَيْنَاكَ السَّبِيلَ**
 ہمارے اوستے کو سچائی راہ۔ اپنی معرفت کی اور اپنا شکر ادا کرنے کے طریقے بتائے اور اسکی
 راہنمائی کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے اور ایسی کتابیں نازل کیں جنکے دلائل واضح ہیں
 اور برے اور نیکی تو فیض کر کے ان سب کو صاف بتا دیا تاکہ بلا رتق و تحسین اور تلاش کے
 ہماری معرفت و معرفت میں مصروف ہوں اور ہمارا شکر ادا کریں۔ مگر باوجود اسقدر وسعت
 کے یہ غافل نہ ہو بلکہ **إِنَّمَا شَاكِرُوا** ○ یا حق مانتا ہے
 یا شکر ہے یعنی یا تو شکر ادا کرنے والے ہیں ہماری خلقت اور ہدایت کی منت کے

اور یا ناشکر ناحق شناس کفران نعمت کرنے والے کہ اس راہ کو قبول ہی نہیں کرتے بلکہ
 اسکے باطل کرنے کے لیے وہی شبیہ اور شیطان و سو سے متاثر ہونے لگتے ہیں اور
 ہماری دلی ہوائی شہابی اور مینائی کو ہماری مخالفت اور غلامی میں صرف کرتے ہیں ایسے
 اِنَّا اَتَّكِدُكَ اَللّٰهُ لِكُفْرٍ مِّنْ سُلَيْسَا وَاَعْلَا وَاَسْعٰدَا ○ ہمنے کبھی نہ
 منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دیکھی۔ ہمنے ہمنے طیار کر رکھی ہیں نعمت
 ہر ایت کے ناشکروں کے لیے علائق دنیاوی کی زنجیریں تاکہ دنیا کی زندگی میں انہیں
 زنجیروں میں جکڑے رہیں اور معرفت و عبادت کی راہ ہرگز نہ چل سکیں۔ اور طیار کیے
 ہیں انکے لیے ہماری طوق جو اونکی گردنوں میں ہونگے تاکہ سر نہ اٹھا سکیں اور راہ
 معرفت و عبادت کی طرف التفات نہ کر سکیں۔ اور انکے لیے بے سوزش اور جلن ہونے
 کی اپنا مطلب حاصل ہونے کے بیج کے باعث سے تاکہ جب تک دنیا میں رہیں اسی
 جلن اور سوزش میں جلتے رہیں اور یہ وہی سوزش ہے جو قیامت کے دن دوزخ میں آگ
 کی صورت بنے انکے اندر اور باہر کو جلا لگی۔ پس اگر کوئی خیال کرے کہ علائق دنیاوی کی
 زنجیریں اور طوق اور عدم حصول مطلب بے سوزش اور سینے کی جلن دنیا کی زندگی کے
 لوازمات سے ہے پھر ان چیزوں کی تخصیص ناشکروں کے لیے ہونے کا کیا باعث ہے
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ شاگردوں کو بھی ان امور کے اسباب دنیا کی پیدائش کے
 تقاضے میں آئینگے لیکن ان زنجیروں کی گرفتاری اور طوق پھینکا اور سوزش حاصل
 نہوگی۔ اے کہ اِنَّا اَلَا کِبْرَارٌ کَثِیْرٌ یُّؤْمِنُوْنَ مِّنْ کَاْمِیْنَ کَانَ مِزَاجُہَا کَاوُنًا
 اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو اپنے میں جکی ملوثی ہے کافرینے نیک کار لوگ جو کبھی اپنے
 مقدور سے کد کا حق تلف نہیں کرتے اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کا قصد کرتے ہیں جب تک
 دنیا میں زندہ ہیں پیتے ہیں ایک دو قطرے اور سیالے سے جو محبت الہی کی شراب
 اور اسکی درگاہ کی حضوری کے شوق سے بہا ہوا ہے تعویون کے ہاتھ سے اور اس

ایک دو قطرے کے پینے کے باعث سے ادنیٰ ایسی بخود ہی حاصل ہوتی ہے کہ دنیاوی
 علاقوں کی طرقات باقی نہیں رہتی۔ اور اس اثر کے ہمیشہ باقی رہنے کے لیے اوسین
 کا فور کی ملوثی ہوگی جو مقوی روح اور مفرح قلب اور خوشبودار ہے۔ لیکن یہ کا فور دنیا کا کام
 نہیں جسکی تاثیر صرف ظاہر اعضا اور ارواح میں ہو بلکہ مراد اس کا فور سے عیناً تیسرے
 عباد اللہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں بندے اللہ کے۔ یعنی عالم روحانی میں ایک
 چشمہ ہے کہ اوس کا پانی نفسانی قوتوں میں تاثیر کرتا ہے پین گے اپنے پیالے بہرے جن میں اوس چشمے
 کے پانی کی ملوثی ہوگی اللہ کے خاص بندے جو اپنے ہر کام میں نظر بخدا رکھتے تھے اور اوسکی
 رضا مندی چاہتے تھے اپنے علوق اور زمین اعتماد نہ تھا۔ **فَيَخْرُجُ مِنْهَا شَرَابٌ كَرِيمٌ** چلاتے
 ہیں وہ اوسکی نالیان۔ یعنی جاری کرتے ہیں اون چشموں کو اپنے ہر عمل میں اور ہر قوت کے
 پیدا کرنے میں اوس چشمے کے پانی کا اثر پہنچانے کے لیے جاتے ہیں اور دنیاوی علاقوں سے اونکے
 دل سقدرد مہنے ہیں کہ اپنے نیک علوق پر بھی اطمینان نہیں رکھتے بلکہ اونکی نامقبولی کا
 خوف وہراس دیکھ خدا میں اس قدر اونکے دل میں بیٹھ گیا ہے کہ کیسویں یہ خیال اونسے علیحدہ
 نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ بات اونکے اس حال پر گواہ ہے کہ **يُوقُونَ بِاللَّيْلِ** پوری کرتے
 ہیں سنت۔ یعنی نذر و نیاز عبادت نفل اور وظیفہ یا صدقہ و خیرات وغیرہ میں سے جو کچھ اپنے
 ذمے لازم کر لیتے ہیں اوسے بخوبی ادا کرتے ہیں۔ پھر جب اپنی لازم کی ہوئی چیز زمین ادا
 یہ حال ہے تو وہ چیزیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے اوپر واجب ہیں بطریق اولیٰ ادا کی ہوگی
 اور وہ لوگ باوجود اس قدر استعداد و تقیم ہونے کے ہمیشہ خائف اور ترسان رہتے ہیں۔
وَيَخْرُجُونَ يَوْمًا كَانَتْ ثَمَرُهَا مُسْتَضِيًّا اور ڈرتے ہیں اوس دن سے کہ اوسکی
 برائی پھیل پڑیگی۔ یعنی ڈرتے ہیں روز قیامت سے جو بڑے خوف کا دن ہے اور جسکا
 خوف و شرم تمام مخلوقات پر غالب ہوگا۔ اور یہ اثر ہے اوس بخود کا جو انہوں نے محبت
 الہی کی شراب پینے سے حاصل کی ہے **وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَجْدٍ مَّسْكِينًا**

وَتَيْمًا وَآسِيًّا ۝ اور کھلاتے ہیں کھانا اور سکی محبت پر محتاج کو اور بن باپ کے لڑکے کو اور قیدی کو۔ یعنی یتیم اور مسکین اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں باوجود محبت اور خواہش طعام کے کہ خود صبح کے ہیں اور آپ نہیں کھاتے۔ لکھا ہے کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے گھر میں تشریف لائے حسین علیہما السلام بیمار تھے آپ نے فرمایا کہ کچھ اللہ کی نذر مانو کہ انکو شفا ہو۔ انھوں نے تین روزے مانے حق تعالیٰ نے شفا عنایت کی جب روزہ رکھا اور افطار کے واسطے کھانا طیار کیا چاہتے تھے کہ افطار کریں کہ اتنے میں ایک سائل نے دروازے پر آکر سوال کیا اور انھوں نے وہ کھانا سب آؤ دید یا خود نہ کچھا بلکہ پانی سے افطار کیا اور دوسرے اور تیسرے روزے میں بھی یہی کیفیت ہوئی کہ سائل نے وقت افطار سوال کیا اور سب کھانا اسے دید یا آپ پانی سے افطار کیا پس اس سے نذر کے پورا کرنے اور مسکینوں کے کھلانے کا حال بخوبی ظاہر ہے۔ اور یہ لوگ باوجود اس طرح کھانا کھلانے کے اس پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ڈرتے ہیں کہ اگر کسین مسکین یا یتیم یا قیدی نے اس کھانے کے سبب ہماری تعریف یا تعظیم کی اور اس سے ہمارا نفس خوش ہوا تو ہمارے اس عمل میں بھی طبیعت کی تاریکی بلجاوگی اور اسی لیے کھانا کھلاتے وقت صاف کہہ دیتے ہیں کہ اِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ وَجْهَ اللّٰهِ۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں ذرا اللہ کا منہ چاہنے کو یعنی بیشک سوا اسکے اور کوئی بات نہیں کہ ہم کھلاتے ہیں تم کو صرف حق تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَ لَا شُكُورًا ۝ نہ تم سے ہم چاہیں بدلا اور نہ چاہیں شکر گزاری۔ یعنی ہم تم سے کچھ بدلائیں چاہتے کہ کھانا کھاؤ تم ہماری تعظیم و تکریم کرو یا ہمیں دعاؤں دو اور نہ ہم تم سے شکر گزاری چاہتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ہماری تعریف کرو اور کہو کہ فلا نے بکھوایا کھانا کھلایا اور میرا ایا احسان کیا۔ کیونکہ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنا يَوْمَ عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے اے اللہ اور اس کی سختی سے۔ یعنی بیشک ہم ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے اور سن کی سختی سے

جس دن بالکل وہ اسی چھائی ہوئی ہوگی۔ اور یہ کنایہ ہے حق تعالیٰ کی تمہری تجلی سے جو اس دن ہوگی۔ پس حق تعالیٰ اس کے خوف کے شرے کے بیان میں ارشاد فرمایا کہ **فَقَدْ كَفَرَ** **اللَّهُ فَكَذَلِكَ أَلْيَوْمَ** پہر بچایا اور انکو اللہ نے بُرائی سے اور سدن کی۔ یعنی اس دن کی بُرائی اور شر سے جو عام طور پہیلی ہوئی ہوگی اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ بچایا۔ اس طرح کے یہ لوگ صفت ضاکی تجلی سے سرفراز ہونگے اور فرشتے گردہ در گردہ ان کے پاس آمین گے اور انکو خوشخبری سنائینگے کہ یہ تمہاری بہتری کا دن ہے جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ **وَلَقَدْ كَفَرْتُمْ نَضْوَةً وَمُسْتَوْدَاعًا** اور ملائی اور نکو تازگی اور خوشوقتی۔ یعنی قیامت کے شر سے ڈرنے والوں کو اللہ تعالیٰ چہرے کی رونق اور تازگی پر بچایا جس کا وعدہ ان کے بُشرے پر نمودار ہوگی۔ اور دیگا انکو خوشی اور مرضی دل کی اوس بیخ و غم کے بدلے جو دنیا میں اپنے دین کے لیے رکھتے تھے اور ہمیشہ عاقبت کی فکر میں گزارتے تھے۔ اور ان کے لیے اس بقدر نصرت پر اکتفا نہ کیا جائیگا بلکہ **وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا** اور بدلا دیگا انکو اسپر کہ وہ ٹہرے رہے باغ اور پوشاک۔ یعنی جزا دیگا انکو ان کے صبر کرنے پر بہشت کشادہ اور پر فضا جس کا عرض زمین آسمان کے عرض کے برابر ہے اور محل اور مکانات منقش و رنگین اور کپڑے ریشمی اوکی پوشاک کے لیے۔ یہ بدلا ہے ان کے صبر کا جو دنیا میں پیٹے پڑانے پیوند گے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور خالص لیشمی کپڑوں سے بچتے اور پرہیز کرتے تھے۔ اکثر روایتوں میں ہے کہ اونی بہشتی کے لیے ہر صبح اور شام ستر چورہ حریر کے طرح بطح کے رنگین اس کے خادم اس کے سامنے لایا کرتے تھے تاکہ ان میں سے جو اس کے پسند ہو اس سے پیسے اور وہ کپڑے ایسے باریک ہونگے جیسے پھول کی پتیان۔ **مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ** گے بیٹھیں اور زمین تختوں پر۔ یعنی اس بہشت میں نیکی لگائے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہونگے جن پر ریشمی فرش بچھے ہونگے۔ اور وہ تخت سایہ دار ہونگے جیسے دنیا کے بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ یہ جزا ان کے اوس صبر کی ہے کہ دنیا میں تنگ و تنگ

حجر وں اور خاقا ہوں اور مدرسوں میں چٹائیوں پر بیٹھتے تھے اور علوم دین کے درس کی
 مجلسوں میں سب کے پائین رہتے تھے لایرون فیہا شمساً وکرمہوریراع
 نہیں دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ ٹھہرینے نہ دیکھیں گے جنت میں آفتاب کی گرمی اور نہ
 چلنے کے جارو کی سردی ایسے کہ جنت کی ہوا معتدل ہوگی۔ اور آفتاب وہاں نہوگا بلکہ عرش
 اعظم کا نور ہمیشہ اس عالم کو منور رکھگا۔ جسوقت پر رے اوٹھائے جائینگے تو جانیں گے کہ کن
 ہوا۔ سیرگاہوں میں لکھیں گے اور بازار قائم ہونگے اور آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے
 اور اونکی خدمت کے واسطے لڑکے اور غلمان حاضر ہونگے اور چپ پر رے چھوڑے جائینگے
 تو سمجھیں گے کہ رات ہوئی محل اور مکانوں میں داخل ہونگے اور حریریں اونکے آرام اور
 صحبت کے واسطے حاضر ہونگی۔ وَدَانِیَّةٌ عَلَیْہِمُ ظِلَالُہَا۔ اور جھک بین اوپر اونکی
 چھائیں۔ یعنی نزدیک ہوگا اوپر سایہ اوس پشت کے درخون کا۔ اور یہ اونکے اوس صبر کی
 جزا ہے جو غریبوں مسافروں یتیموں مظلوموں کو اپنے سایہ دار مکانوں میں جگہ دیتے تھے یا
 اپنے عدل والنصاف اور حریت کے سائے میں اونکو رکھتے تھے وَذَلَّتْ قُطُوفُہَا
 تَذَلُّیلاً اور بہت کر رکھے ہیں اونکے کچھے لٹکا کر یعنی بہت کے میوے اور خوش
 ایسے نزدیک ہونگے کہ اگر انسان کھڑے بیٹھے لیٹے اونکا لینا چاہے تو وہ ہر صورت میں
 نزدیک ہونگے۔ اور خود بخود وہ میوے بہتیتوں کے منہ میں پونچھیں گے وَیُطَافُ
 عَلَیْہِم بِأَنِیَّةٍ مِّنْ فَضْلَةٍ وَأَكْوَابُ کَانَتْ قَوَارِیرًا اور لوگ
 لیے پھرتے ہیں اونکے پاس باسن روپے کے اور آبخورے جو مہر ہے شیشے۔ یعنی اونکے
 پاس چاندی کے برتن اور آبخورے لیے ہوئے لوگ پھرتے ہونگے اور وہ آبخورے
 نزاکت اور صفائی میں ایسے ہونگے جیسے شیشے کے کہ اندر کی چیز اونکے باہر سے معلوم
 ہوگی مگر حقیقت میں وہ شیشے کے ہونگے بلکہ قَوَارِیرًا مِّنْ فَضْلَةٍ قَدْ رُوْہَا
 تَقْدِیرًا شیشے پر روپے کے پاپ رکھا اونکا پاپ سینے وہ شیشے چاندی کے

بنائے گئے ہیں تاکہ سفیدی اور چمک مک میں چاندی ہوں اور شفاف اور سبکی میں شیشہ
اور وہ آجورے اندازہ کر کے بنائے گئے ہیں بشتیوں کی سیرابی کے لیے تاکہ اونکے پیئے
سے سیراب ہوں اور چمک جائیں نہ کچھ زیادہ ہو اور نہ کم۔ **وَيَسْقُونَ فِيهَا كَافًا**
كَانَ مِزَاجُهُمْ تَجِيًّا اور اونکو وہاں پلاتے ہیں پیالے جسکی ملوثی سوٹھہ بنے
پلائے جائینگے اون لوگوں کو بہشت میں جام شراب کے جنہیں سوٹھہ ملی ہوگی جو شراب کو خوش
ذائقہ اور مزیدار کرتی ہے۔ اور وہ سوٹھہ یہ دنیا کی سوٹھہ نہیں ہے بلکہ **عَلَيْهَا سَائِغٌ**
سَائِغٌ ایک شہمہ ہے اوہین اور کا نام کہتے ہیں سلسیل۔ اور یہ نام اور کا اس باعث
رکھا ہے کہ وہ شہمہ خاص ہے مقررین احوال کے لیے جو ہمیشہ غلبہ شوق میں مستغرق ہیں اور
ہر وقت زبان حال دہی اس ترانے سے مترنم ہے کہ **سَلِّ سَلِّ** یعنی پوچھا اپنے مشوق کی
راہ۔ اسی سبب سے اس چشمے کا نام بھی سلسیل رکھ دیا تاکہ معلوم ہو کہ جو کوئی اس چشمے کا پانی
پیتا ہر او سے اس راہ کی طلب کا شوق غالب ہو جاتا ہے۔ **وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَةٌ**
مُخَلَّدُونَ اور پرتے ہیں اونکے پاس لڑکے سدا رہنے والے۔ اونکی خدمت کے لیے
جو ہمیشہ لڑکپن کی عمر میں رہیں گے اور کبھی جوان یا بوڑھے نہ ہونگے۔ اور وہ نہایت حسین و جمیل
خوش رو ہونگے۔ **إِذَا رَأَوْهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا** جب تو اونکو دیکھے خیال
کرے موتی بکھرے یعنی وہ لڑکے ایسے حسین و جمیل نازک اور رنگ میں ایسے با آداب
ہونگے کہ جب دیکھنے والا اونکو دیکھتا تو گمان کر لگا کہ موتی کے دانے بکھرے ہوئے ہیں و
إِذَا رَأَيْتَ ثَوْرًا رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلَكًا كَبِيرًا اور جب تو دیکھے وہاں تو
دیکھے نعمت اور سلطنت بڑی۔ یعنی جب دیکھے تو اس مقام کو کہ سلسیل کا شہمہ وہاں جاری
ہے اور مقررین احوال جو اسکے مالک ہیں اپنے اپنے مرتبے سے درجہ بدرجہ بیٹھے ہیں تو
دیکھے تو ایک نعمت جو کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ اور ایک عمدہ بڑی بادشاہت کہ سزا
عَلَيْهِمْ تَبَاطُؤُا۔ اوپر کی پوشاک اونکی کپڑے میں باریک ریشم کے

نایت نفیس جکتے ہوئے جو مثل خلعت کے سب کپڑوں کے اوپر پہنیں گے۔ اور وہ جُصُجُو
 وَاسْتَبْرَقُوا زسبز اور گاڑھے۔ یعنی سبز رنگ ہونگے تاکہ انکی سرسبزی پر دلالت کریں
 اور نگین بھی ہونگے۔ وَحُلُوا آسَاوِ مِنْ فِضَّةٍ اور انکو پنہائے جائیں نگین
 روپے کے۔ یعنی انکو بشت کی چاندی کے نگین پنہائے جائینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ
 حق تعالیٰ سے خالص دوستی رکھتے تھے۔ وَسَقَدْتُمْ رُبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ○
 اور پلائیگا انکو اور انکارب شراب جو پاک کرے دلو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دست قدرت سے
 بلا واسطہ انکو شراب پلائیگا جو ظاہر و باطن دونوں کی پاک کنیدالی ہے۔ حدیث شریف
 میں ہے کہ حب ہبشی کمانے پینے اور میوہ خوری و شراب نوشی سے فراغت پائیں گے
 تو جام آخر حضرت رب العالمین کے حضور سے انکو عنایت ہوگا جو غرب طہور سے مُلْتَبَب ہوگا
 اور اسکے پیتے ہی جو کچھ کھایا پیابے سب عرق ہو کے نکل جائیگا اور اس عرق کی خوشبو مثل
 مشک کے ہوگی۔ پھر انکے شکم خالی ہو جائینگے اور ہوک لگیگی۔ اور سب سے بڑھ کے نعمت یہ
 ہوگی کہ ہبشیوں کو انکے پروردگار کی طرف سے پیغام پوچھائیگے کہ اِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ
 جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ○ یہ ہے تمہارا بلا اور کمائی تمہاری نیک لگی۔
 یعنی یہ سب نعمتیں تمہارے عملوں کی جزا ہیں اور تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ ہبشی یہ خوشخبری
 سننے سے اور زیادہ مسرور ہونگے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جو جنت کی نعمتیں
 بیان ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سنا نا شروع کیا تو کافریہ بیان منکے
 آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت اور عیش کی
 لذت پیدا ہوئی ہے اسی واسطے بار بار ان لذتوں کا ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو لالچ و دیدیکے
 انکے دین دایان سے پھرتے ہیں۔ پس انکو سب لذتوں کا لالچ دیکے اس کام سے باز رکھنا
 چاہیے۔ اور اس کام کے لیے عقبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ مخدومی مقرر کیے گئے جو سب
 عرب سے تھے۔ پروردہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کہ ہم آپ سے بہت نزدیکی قرابت رکھتے ہیں اور ہم میں آپ میں کسی طرح کی جدائی نہیں ہر سو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اگر آپ کو خود بصورت عورتوں اور دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کا شوق ہوا ہو تو بے تکلف ہی سے کہہ دیجئے کہ ہم یہ سب چیزیں موجود کر دیں چنانچہ عقبہ نے کہا کہ میری ایک بیٹی ایسی حسین و جمیل ہے کہ اس کا شامانی اس شہر میں نہیں ہے وہ لڑکی مع جینر اور مشیٹا ریل و رولت کے میں ٹکرو دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ اس کا نکاح کیے دیتا ہوں۔ اور ولید نے کہا کہ میری دوستی کا حال آپ خوب جانتے ہیں مکہ معظمہ سے طائف تک تمام باغات اور زراعت اور مویشی سیر سے موجود ہیں علاوہ اس کے نہ تو یہی تجارت بھی میں نے شروع کی ہے۔ اور اوس میں بے انتہا نفع ملتا ہے۔ پس میں ٹکرو اپنا آدھا مال اور موتی اس شرط سے دیتا ہوں کہ بت پرستی سے لوگوں کو نہ روکو اور ہمارے بتوں اور بزرگوں کی بُرائی ہر ایک جگہ بیٹھ کے نہ کیا کرو۔ پس آپ دونوں کا یہ کلام کے نہایت متحیر ہوئے کہ ان لوگوں نے آیات قرآنی کو کیا سمجھا جو مجھے ایسا سوال کرتے ہیں اب اگر میں انکو برا بھلا کہتا ہوں تو بن نہیں پڑتا کہ ایک تو رشتہ قریب دوسرا اتنا بڑا سردار خود ہی مجھے اپنی بیٹی دینے لکھا ہے اور اگر نہیں مانتا ہوں انکے کہنے کو تو قبیلے کے لوگ طعنہ دینگے اور اگر مانتا ہوں تو بہت بری شرط اس کے ساتھ موجود ہے۔ آپ ہی فکر میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیتیں لیکے نازل ہوئے۔ کہ اِنَّا نَحْنُ حَقِيقٌ لِّمَا عَلٰیكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا معنی اے اے تجھ پر قرآن سچ سچ اتارنا۔ یعنی قرآن پاک کو بمقتضائے حکمت آہستہ آہستہ نازل کیا ہے تاکہ تم ملک اور ملکوت کے حال سے خبردار اور ملکین کے مراتب سے آگاہ ہو۔ اور ہم نے جو قرآن میں بہشت کی نعمتوں اور لذتوں کا ذکر کیا ہے یہ سب جان بوجھ کے کیا ہے۔ پس ٹکرو اس کے پوچھنے میں عار کا کیا باعث۔ کیونکہ تم اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہو اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ اوس میں تمہاری طرح بھی جائے۔ پھر اگر کافر تمہارے کہتے ہیں فَاَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اِثْمًا وَّكَفُورًا سو تو راہ دیکھ اپنے رب کے حکم کی اور کمانان اوس میں سے کسی کو گھرایا نا شکرا۔ یعنی تم

اوں کی اس تہمت پر اپنے پروردگار کے فرمان کے موافق صبر کرو اور انہیں سے کسی گنہگار کو
 نہ شکر کا کناہر گزاناؤ۔ **قَالَ كِرِاسُ رَبِّكَ بُكَوْا وَأَصْبِلُوا** اور یا وکر نام
 اپنے رب کا صبح اور شام ہمیشہ کہ اس سے غم کی محبت دلسے دور رہتی ہے۔ **وَمِنَ
 النَّبْلِ نَابِئُكَ لَوْ سَبَّحْتَ لَكَ لَطَوِيَّا** اور کچھ رات میں سجدہ کرو اسکو اور
 یا کی بول اسکی بڑی رات تک۔ یعنی توڑی سی رات سے اٹھ کے اپنے پروردگار کو سجدہ
 کیا کرتا کہ زیادہ تر قرب خدا حاصل ہو۔ اور تسبیح کرو اپنے پروردگار کی بہت رات تک اور
 جب تم ایسا کرو گے تو یہ لوگ تم سے از خود علیحدہ ہو جائیں گے اسلیے کہ **إِنَّ هَؤُلَاءِ لَیُخْذُونَ
 الْأَمَانَةَ مِنَّا وَیَدْرُوْنَ وِرَاءَهُمْ یَوْمَ تَقُیْلُ** یہ لوگ چاہتے ہیں نجات پانے والی
 کو اور چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ایک دن بھاری۔ یعنی یہ کفار قریش دنیا کی لذتوں کو دوست
 رکھتے ہیں اور چھوڑتے ہیں پیچھے کے پیچھے سخت اور بھاری دن کو کہ ہرگز اسکی فکر نہیں کرتے
 اور وہ انکے آگے چلا آتا ہے۔ **نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْمَهُمْ** ہننے انکو بنایا
 اور مضبوط باندھی اوں کی گرہ بندی۔ یعنی ہننے انکو پیدا کیا اور خوب مضبوط کر دی اوں کی پابند
 دنیا کی لذتوں میں۔ پس ان سے دین خدا کی اعانت اور مدد کی ہرگز امید نہیں۔ **وَإِذَا
 شَئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِیْلًا** اور جب ہم چاہیں بدل لا دیں اوں کی
 طرح کے لوگ بد لکر۔ یعنی جب ہم چاہیں گے تو بدل دیں گے اسی قبیلے سے اُن لوگوں کو جو اسی قسم
 کے ہونگے بہت کی بلندی اور ذہن و فہم کی تیزی میں ظاہر طور پر تاکہ ہر شخص انکو دیکھے
 اور سمجھے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حذیفہ بن یمان بن عبد شمس کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے دیا اور وہ
 صحابہ جبرین اولین سے ہوئے۔ اور خالد بن ولید۔ ولید بن مغیرہ کا عوض ہوئے اور انکے ہاتھ
 صد ہا اڑیاں فتح ہوئیں اور آنحضرت نے سیف اللہ بلقب کیا۔ اور عکرمہ بن ابوجہل جو جبل
 کا عوض ہوئے جو جہاد ظاہری اور باطنی میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ اسی طرح اور لوگ
 بھی قریش کے قبیلے میں ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے دین کے ہر کام کو بخوبی انجام دیا۔

اور ہر جاندار کے دم کی آمد و رفت اور جموں کو ٹھنڈک اور آرام اور درختوں کا بڑھنا اور پھل
 میوے لگنا اور بدلی کا آنا اور مینہ برسا اور سمندر و دریا میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا اور
 کے باعث سے ہے **قَالَ عِصْفُ عَصْفًا** ۱۰ پر جموں کا دینے والیاں، زور سے جبکہ
 سبب انقلاب عظیم پیدا ہوتا ہے اور نیکی بدی سے بدل جاتی ہے۔ درخت سوکھتے اور کھلا
 ہیں آدمی پریشان اور نڈھال ہوتے ہیں **وَالنَّشْرُ نَشْرًا** ۱۱ پر اوجھارنے والیاں
 اوشاکر پیسے قسم کھاتے ہیں ہم اون ہواؤں کی جو ہر چیز کے لطیف جزوؤں کو اوجھار کے ایک
 مقام سے دوسرے مقام پر پونچھتی ہیں۔ **قَالَ لَفُوقٌ فَرَقًا** ۱۲ پر بھانڈنے والیاں
 ہانکر جو لطیف کو کثیف سے علیحدہ کر دیتی ہیں اور تر کو خشک سے **قَالَ لَمْلَقْتُ ذِكْرًا** ۱۳
عَدَاً اَوْ نَذَارًا ۱۴ پر زشتوں اُتارنے والوں سمجھوتی کی الزام اُتارنے کو یاد دہانی
 کو۔ پیسے قسم کھاتے ہیں ہم فرشتوں کی جو کلام اللہ کو اُتار کرتے ہیں۔ یا اون ہواؤں کی جو کلام اللہ
 کو پہلے سننے والوں کے کانوں میں پونچھتی ہیں۔ پہلو کے خیال اور عقل میں ہیر و مان سے ملین
 اور اوس کے سبب سے خیر کی طرف مائل ہونے کے بعد ہی سعادت حاصل کرتا ہے یا شر کی طرف تھک
 کے ہمیشہ کے زبان میں پڑتا ہے۔ اور یہ الفاظ قرآن یا عذر کرنے کے لیے ہونا کا اعمال
 کی باز پرس کے وقت اس شخص کے لیے عذر اور دست آور ہو جائے کہ میں نے یہ کام
 حق تعالیٰ کے فرمان کے موافق کیا۔ یا ڈرنا نے اور خوف دلانے کے لیے ہے تاکہ چپے
 افعال و اعمال سے اور حق تعالیٰ کے فرمان کے موافق چلے غلطی یہ کہ قسم کے بیان سے
 فراغت کر کے جہاں قسم چیر کھائی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ **لَا تَقْعُدُوا عَالَمًا** ۱۵
 جو تم سے وعدہ ہوا سو ہوتا ہے۔ یعنی جو کچھ تم وعدہ دیے جاتے ہو اپنے نیک اور بد کاموں
 پر وہ بیشک ہونے والا ہے۔ **فَاِذَا الْبُحُورُ طُمَسَتْ** ۱۶ پر جب تارے مٹائے
 جائیں۔ یعنی بے نور کر دیے جائیں **وَاِذَا السَّمَاءُ فَجَتْ جُبًا** ۱۷ اور جب آسمان
 ہر دے پھین پھین آسمان بھاٹا جائے۔ **وَاِذَا الْجِبَالُ سُفِفَتْ** ۱۸ اور جب

پھاڑا ڈرائے جائیں۔ ہوائیں بلی کی طرح۔ وَلَا ذَا الْوَسْطٰی اَقِیْتُ ۝ اور جب رسولوں کا وعدہ ٹھہرے۔ یعنی جب رسولوں کا وقت مقرر کر دیا جائے تاکہ آگے پیچھے اپنے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ حشر کے میدان میں آ کے حاضر ہوں۔ اور جب یہ امور ہر گئے تو وہ وعدہ بھی واقع ہوگا۔ پھر اگر قیامت کے منکر کو چھین کر یہ کہی کہ یَوْمِ اُحْجِلْتُ ۝ کس دن کے واسطے اونکو دیر ہے۔ یعنی ان چیزوں کی تاخیر کس دن کے واسطے کی ہے اسی وقت یہ چیزیں کیوں نہیں ہوتیں تاکہ جو ان کا وعدہ بھی ثابت ہوگا اور ہمارا شک و انکار بھی دفع ہو جائے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یَوْمِ الْفَصْلِ ۝ اس فیصلے کے دن کے واسطے۔ یعنی فیصلہ کا دن آنے کے لیے ان چیزوں میں تاخیر کی گئی ہے اور وہ دن ایسا نہیں ہے کہ اسکی تاخیر کا باعث آسانی سے سمجھ میں آجائے۔ وَمَا اَدْرَاکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۝ اور تو نے کیا بوجھا کیا ہے فیصلے کا دن۔ یعنی تو نے کیا جانا کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ کیونکہ عقل اس کے دریافت کرنے سے عاجز ہے اور اگر غیب کی طرف سے اس کا بیان کیا جائے اور اس کے حادثے ذکر کیے جائیں تو پھر یہ کہیں گے کہ ان حادثوں کو اس دن پر کیوں موقوف رکھا ہے۔ پس اس سے بہتر یہی ہے کہ اس روز سے خوف دلایا جائے کہ وَیْلٌ یَّوْمَ مَعِیْنٍ لِّلَّذِیْنَ ۝ خرابی ہے اس دن بھٹلانے والوں کی۔ یعنی بڑی خرابی ہے اس دن قیامت کے منکروں کے لیے جو قیامت کے آنے میں شبہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ تمام نوع انسان کا ایک وقت میں فنا ہو جائے سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے کہ ہر حادثے میں دیکھا جاتا ہے کہ کسی نے زور و قوت سے نجات پائی اور کوئی تو بے رحیلے سے بچا۔ مگر ایسی آفت کبھی دنیا میں نہیں آئی کہ سب کے سب ایک بار اس آفت سے ہلاک ہو جائیں حق تعالیٰ ان کے شبہات دور کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ یہ کچھ تعجب کی بات نہیں تم غور کرو اور سمجھو کہ اَلَا تَهْتٰکُمُ الْاَقْلَامُ ۝ کیا ہم کیا نہیں چکے اگلے۔ یعنی کیا ہلاک نہیں کیا جنہے پہلے لوگوں کو جو آدم علیہ السلام کے وقت

اب تک مرچکے ہیں رظا ہو کہ ہلاک کرنا ایک آدمی اور ہزار آدمی کا سب برابر ہے۔
 پس اوکے نزدیک تمام نوع انسان کی روح سلب ہونا ایک وقت میں بہت آسان ہے
 جیسا کہ پہلوں کی ہلاکت سے ظاہر ہے۔ **ثُمَّ نُنْفِثُهُمْ فِي سَحَابٍ مِّنْ ثَعْلَبٍ** ○ پہلوں کے پیچھے
 پیچھے میں پھیلے۔ یعنی پہلے جو ہلاک کیے ہیں انکے پیچھے لیجائے ہیں ہم پھیلو نکلو کیونکہ ہر وقت
 مردے مرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اس قدر کثیر لوگوں کی ہلاکت سے صاف ظاہر ہے کہ **كَذَٰلِكَ**
نَفْعَلُ بِالْجُرِّمِينَ ○ ہم یہی کچھ کرتے ہیں گنہگاروں سے۔ یعنی ایسا ہی کریں گے ہم گنہگاروں
 کے ساتھ پہلی مرتبہ حضور پھوکنے کے وقت کہ سب کی روح ایک ہی مرتبہ سلب ہوگی۔ اور ان
 سب گنہگاروں کے اور بموجب حدیث شریف کوئی اللہ کا نام لینے والا زمین پر نہ باقی رہے گا
وَيُلَاقِيهِمْ يَوْمَئِذٍ السَّكِينُ ○ خرابی ہے اوس دن جھٹلانے والوں کی۔ اپنے
 عقیدوں کے فساد اور شہدین کے بطلان پر آگاہی پانے سے کیونکہ مردوں کا دوبارہ
 زندہ ہونا جزا سے اعمال کے لیے جھوٹ جانتے تھے اور کہتے تھے کہ قیامت کے آنے تک
 مردوں کا نشان بھی نہ ہوگا شریک کے خاک ہو جائیگا پہر انکا دوبارہ زندہ ہونا کیونکہ
 ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی ابتدا سے پیدائش کو دیکھو کہ کیونکر پیدا ہوئے
أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ○ کیا ہم نے نہیں بنایا تمکو ایک بے قدر پانی سے
 جو نطفہ ہے کہ بیشاب کے راستے سے نکلتا ہے اور جس کے سب سے بدن اور کپڑا ناپاک
 ہو جاتا ہے۔ **فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ** ○ پھر رکھا اوسکو ایک جگہ ٹھیک اور مین
 یعنی مان کے پیٹ میں جو نہایت محفوظ جگہ ہے۔ **إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ** ○ ایک حد
 مقرر تک۔ یعنی ایک مدت معین تک کہ اکثر نو مہینے کی ہوتی ہے۔ **فَقَدَرْنَا فَنَقَّبْنَا**
فَمِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ○ سو کیا خوب سکت دے میں۔ یعنی ہم کیلئے چھ
 اندازہ کرتے دے ہیں کہ اس مدت میں کونسی چیز پیدا ہوگی اور کونسی چیز

پیدا ہوتی ہے۔ پس جب لطفہ ایسی حقیر چیز کا زندہ کرنا اللہ کے نزدیک حقیقت نہیں رکھتا ہے تو مردوں کی شری ہوئی ہڈیوں کو مدت دراز گزرنے کے بعد زندہ کرنا اسکے آگے کیا چیز ہو گیونکہ لطفہ نوہ مینے پیٹ مین رکھے اس قدر کمال کو پہنچتا ہے۔ پہرا اگر مردے بھی کچھ مدت زمین مین رکھے انتہا درجے کے کمال کو پہنچن تو کچھ خلایع عقل نہیں ہے۔ اور اگر اس پر بھی نہ سمجھیں اور شک و انکار سے باز نہ آئیں تو **وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ** ○ تو خرابی ہے اوس دن جھٹلانے والوں کی کہ باوجود ایسی روشن دلیلیں دیکھنے کے پہر بھی خبردار نہیں ہوتے۔ اور پروردگار عالم کو اپنی طرح اسباب کا پابند سمجھتے اور کہتے ہیں کہ لطفہ کا مان کے پیٹ سے کامل ہو کے بظنا رحم کی خاصیت سے ہو گیونکہ اگر لطفہ کو زمین پر زمین تو اوس سے آدمی کی پیدائش کی طرح تصور نہیں۔ پس حق تعالیٰ اونکے اس عقیدے کو بھی باطل کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ زمین بھی تو رحم کی خاصیت رکھتی ہے دیکھو **اَمْ يَحْسِبُ الْكَافِرُ اَنْ يَّكْفُرًا تَا** ○ کیا ہم نے زمین بنائی زمین سمیٹنے والی۔ یعنی کیا نہیں کیا ہمارے زمین کو جمع کرنے والی۔ **اَحْيَاكُمْ وَاَمْوَاتَا** ○ زندہ کی اور مردہ کی۔ زندہ جیسے حشرات کہ بغیر مان کے پیدا ہوتے ہیں اور مردے جیسے یا قوت الماس زمر وغیرہ کہ اپنی خوشنمائی مین زندہ ہونے سے کچھ کم نہیں۔ پہرا اگر منکر کہیں کہ یہ باتیں تو زمین مین ضرور ہیں لیکن انسان کی پیدائش اوسکی تربیت سے کی طرح ممکن نہیں۔ کیونکہ انسان مختلف چیزوں سے بنا ہے بعض اجزا اوسکے سخت ہیں جیسے ہڈی اور بعض بغایت لطیف جیسے روح۔ پس کیونکر یقین ہو کہ زمین سے ایسی چیز پیدا ہو سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے زمین و رحم دونوں اس خاصیت مین برابر ہیں اور ان دونوں کے افعال کا رنگ برنگ ہونا اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اوسکی مشیت سے ہے اور زمین مین بھی سخت و نرم مختلف شیا موجود ہیں دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوْاسِيَ شَاهِدَاتٍ لَّكُمْ** ○ اور رکھے اوس مین روجہ کو جہاں اور جہاں سے

پانی میٹھا پیاس بجھاتا۔ یعنی پیدا کر دیے شے زمین میں بہت بلند اونچت پہاڑ اور جاری زمین
 اونکے نیچے نہریں اور چشمے۔ اور چلا یا اٹکوا زمین نہروں سے پانی میٹھا جو پیاس بجھاتا ہو۔
 پس معلوم ہوا کہ زمین کی تربیت سے بعضی چیزیں بہت جیسے پہاڑ اور بعضی نرم و لطیف
 جیسے پانی پیدا کرنا ممکن ہے پھر جب یہ ثابت ہوا تو وِیل ۱۰ یٰۤاَیُّہَا مَکِّیُّنَہُ لَکِنَّ یَّئِیْنَ
 خرابی ہے اور سدن جھٹلانے والوں کی۔ جو زانوں کے زمین سے نرہ ہونے کا انکار کرتے
 ہیں اور زمین سمجھتے کہ زمین کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت دی ہے اور اربعین سخت نرم
 سب چیزیں مرچ و مین۔ کچا ہے کہ آفتاب اور سدن بہت قریب آئے گا اور دوزخ کی گرمی
 اور اوسکے دھوئیں سے میدان خستہ مثل تور کے بہت گرم اور چنگاروں سے پر ہوگا لوگ اوس
 پریشان ہو کے سایہ ڈھونڈھیں گے۔ پھر مومن کامل لایمان عرش عظیم کے سامنے زمین جبکہ
 پائینکے اور کافروں کے سامنے عذاب کے فرشتے گزریں گے ہوئے مبتلاک صورت سے ظاہر
 ہونگے اور کہیں گے۔ اِنۡطَلِقُوْا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ فٰکِلٰیۙ یَّوۡنَ ۱۰ چلو دیکھو جہنم
 کو تم جھلاتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہرگز نہ ہونے والی نہیں ہے۔ اب اسے اچھی طرح سے
 دیکھو اور اِنۡطَلِقُوْا اِلٰی ظِلِّ ذٰی ثَلٰثِ شُعَبٍ ۱۰ چلو ایک چھانوں میں
 جسکی ٹہن چھانگیں۔ یعنی وہ سایہ تین شاخوں کی صورت ہے۔ اور وہ دوزخ کا دھواں
 ہوگا جو کافروں اور بدکاروں کو گیر لیا اوسکی ایک شاخ کافروں کے سر پر ہوگی۔ اور ایک
 واسنے اور ایک بائیں اور حساب سے فراغت ہونے تک وہ لوگ اوس کے سامنے مین
 رہیں گے۔ اور اوس سے اونکو کچھ آرام ہوگا۔ کیونکہ لا ظِلِّیۡلَ وَلَا یُعْزِیۡ مِیۡنَ
 اللہ ۱۰ نہ گھنی چھانوں اور نہ کام آوے تپش میں بیٹھ نہ رہے گا وہ سایہ آفتاب
 کی گرمی کو اور نہ دفع کرے گا آگ کے شعلوں سے کچھ یا اندرونی طبش کو جو پیاس کے غلے
 سے ہوگی۔ اور اوس میں اسقدر تکلیف نہ ہوگی بلکہ اِنۡہَا تَرْمِیۡ بِشَحْوٍ کَا قَصْوٍ ۱۰
 وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل۔ یعنی بیشک وہ دوزخ پھینکے گی آگ کی بڑی بجلی

چنگاریاں جیسے بادشاہوں اور امیروں کے محل جنکی چٹائوں عمدہ ہوتی ہے اور گرمی کے وقت کا فراغت ایسے محلوں اور مکانوں کی تنہا کیا کرتے تھے۔ اور وہ کچھ کم اور متفرق نہ ہوتی بلکہ گائے جملت صغر جیسے وہ اونٹ مین زد۔ یعنی زرد رنگ اور ٹون کی قطار ہے کہ ایک کے بعد دوسرا برابر چلا آتا ہے۔ اور سوائس کے اور جن چیزوں کے وقوع کا وعدہ قیامت کے دن کیا گیا ہے اسکا ظہور شروع ہوگا۔ سو وئیل یومئذ للمکن بین خرابی ہے اور سدن ٹھٹھلانے والوں کی کہ اور سدن کے سخت جانوں کو دیکھ کے گریبان حال پھاڑینگے اور سختی پر سختی اوٹھا ئینگے۔ اور اس مصیبت کو دیکھ کے ارادہ کرینگے کہ اپنے گناہوں کا عذر پیش کریں اور بھٹنے گناہوں سے انکار کر بیٹھیں سو اونکو اونکے اس فریب سے بھی مایوس کیا جاتا ہے اور اور سدن کو موجود قرار دیکے ارشاد ہوتا ہے کہ **هَذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ** یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے۔ یعنی ایسا دن ہے کہ جہین ہرگز نہ دم مار سکیں گے۔ اور نہ کوئی عذر پیش کر سکیں گے کیونکہ انکو مجال دم دون نہ ہوگی۔ **وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ** اور نہ اونکو حکم ہو کہ توبہ کریں۔ یعنی نہ اونکو اجازت دی جائیگی کہ اپنے گناہوں کے عذر بیان کریں۔ ایسے کہ صحیح اور معقول مذار اونکے پاس نہیں۔ پس اور سدن کا فرکر و فریب اور جیلے بنانے اور بنانے سے بھی عاجز ہونگے۔ **وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكِنِّ بَيْنَ** خرابی ہے اور سدن ٹھٹھلانے والوں کی کہ اور سدن کی مصیبت اور کرنے میں ہر جیلے اور تہ پر سے مایوس ہونگے۔ پر مجبور ہونکے چاہینگے کہ اپنے بھینوں سے کوئی تدبیر پوچھیں سطح دنیا میں کیا کرتے تھے پس حق تعالیٰ اس سے بھی اونکو نا اسید کر دینگا اور فرشتوں کی زبانی اونکو یہ حکم پونچھا۔ **هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ** یہ دن ہے فیصلے کا۔ اور مژوں کو اچھوں سے جدا کرنے کا اور ہر مکذیہ بات بغیر سبکے جمع کرنے کے ممکن نہیں ہے ایسے جمع کرواؤ **وَالْوَالِجِ** جمع کیا ہے مکذہ اور اگلو نکو۔ اور ایسے کہ بلا میں پھنسے اپنے اگلوں کو ضرور یاد کرتے ہو

کہ اگر فلا نے اس وقت ہوئے تو کسی تدبیر سے اس بلا کو مٹاتے اور ہمارے کام آتے پس
 پہنچے تمہارے سب اگلوں پھلوں کو اس وقت تمہارے سامنے اکٹھا کر دیا ہے تاکہ آپس
 میں مشورہ کر کے کوئی بات نکالو۔ **فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَلَيْدٌ وَنَ ۝** پہ اگر کچھ
 داؤ ہے تمہارا تو چلا لو مجھ پر۔ یعنی اس دن کی سختی سے بچنے کے لیے اگر تمہارے پاس
 کوئی کمزوری اور حیلہ بہانہ ہے تو اس سے بھی ہمارے ساتھ کرو دیکھو کہ وہ پیش جاتا ہے
 یا نہیں۔ پہر جب کا فر اس تدبیر سے بھی عاجز ہو گئے **وَلَيْ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝**
 خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی۔ کہ ہر حیلے اور تدبیر سے عاجز ہو گئے اور کوئی تدبیر
 نجات کی نہ بن پڑیگی۔ اور ان کے مخالف طرح بطور علی نعمتوں اور رحمتوں سے سرفراز کیے
 جائیں گے اور کافروں سے کہا جائیگا کہ دیکھو **إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۝**
 جو ڈر والے ہیں وہ چھائوں میں ہیں اور نہروں میں۔ یعنی بیشک پرہیزگار جو حق تعالیٰ
 کے ڈر سے بُرے کاموں سے بچتے اور بھلے کاموں میں مصروف رہتے تھے آج اچھے
 سایوں میں ہیں اپنے پروردگار کے عرش کے نیچے یا اپنے محلوں اور غرفوں کے سامنے
 میں اور جاری چشموں میں جو نہایت نفیس اور خوشبودار ہیں۔ بخلاف کافروں کے کہ وہ ہیں
 کا سایہ اونکی پیاس اور سوزش کو اور زیادہ کرے گا۔ **وَقَوَّالِهِمْ مَّا شَاءُوا ۝**
 اور میوے جس قسم کے چاہیں گے۔ میٹھے اور عمدہ سرد اور گرم اونکے لیے وہاں سب
 موجود ہوں گے۔ اور کافروں کے لیے انکار سے اور جلتا پانی۔ اس باعث سے کہ کافروں نے
 قیامت کے انکار کی گرمی کو اپنے دلیں جگہ دی اور مومنوں نے یقین کی ٹنڈک سے
 اپنے دلوں میں رکھا۔ اور پرہیزگاروں کی مثل مہانوں کے عظیم و تکریم ہوگی اور اونکے کہیں گے
كُلُوا وَاشْرَبُوا هَيْسًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ کھاؤ اور پیو سیکے بدلاؤ سکا جو
 کرتے تھے۔ یعنی خوب سیر ہو گے کھاؤ اور پیو کہ دنیا کی طرح بیانکے کھانے میں نقل کاٹتے
 ہے۔ اور یہ نعمتیں تمہارے اعمال نیک کا بدلہ ہیں کہ تم گرمیوں میں روزے رکھتے تھے اور

خدا کے واسطے بھوکے پیاسے رہتے تھے اور اچھے اچھے کھانے خدا کی راہ میں فقروں اور محتاجوں کو کھلاتے تھے اگرچہ وہ عل اوکے چند روزہ تھے مگر اللہ تعالیٰ او کو کمالات دے گی نعمتوں سے سرفراز فرمایا گیا جیسا کہ وہ ارشاد کرتا ہے کہ **اِنَّكَ لَكَلْبُحْرٰی الْحَسَنٰی** ○ ہم یوں ہی دیتے ہیں بدلائلی والوں کو کہ ایک کے عوض دس بلکہ سات سو تک مرحمت کرتے ہیں اور نیکو جب یہ حال معلوم کر نیگے تو **وَيْلٌ لِّیَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِیْنَ** ○ خرابی ہے اوسدن جھٹلانے والوں کی کہ وہ متقیوں کا عیش و آرام دیکھ کے افسوس کر نیگے اپنے حال پر کہ اگر ہم بھی انکار کرنے اور انکی طرح راہ راست اختیار کرنے تو آج کا ہی کو اس بلا میں مبتلا ہوتے۔ اور چونکہ وہ دنیا میں اس انکار کے باعث سے عیش کرتے اور فرے اور اتے تھے اور دینداروں کو نادان سمجھتے تھے کہ یہ اس عقیدے کے باعث قیامت کے خوف سے دنیا کی لذتوں اور فروں سے کنارہ کش ہیں لہذا قیامت کے دن اونے کہا جائیگا کہ **كَلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ كُنتُمْ مِّنْهُ** ○ کھا لو اور بہت لو تمہوڑے دنوں تم مقرر گنہگار ہو۔ بیان صیفہ امر کا ماضی کے معنوں میں ہمیں دینا میں جو تم نے کھایا پیا اور بہرہ مند ہوئے سو یہ متقیوں کی نسبت کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ متقیوں کے عیش کی انتہا نہیں ہے اور تم نے دنیا میں چند روز عیش کر کے اس عذاب کو اپنے سر لیا اور عیش دائمی سے محروم رہے۔ بیشک تم گنہگار ہو کہ قیامت کا انکار کرنے سے دنیا کا عیش و آرام بھی تمہارے حق میں نہر قاتل ہو گیا۔ سو **وَيْلٌ لِّیَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِیْنَ** ○ خرابی ہے اوسدن جھٹلانے والوں کی۔ جب اپنے زبان سے خبردار ہو گئے اور سمجھیں گے کہ ہم نے اپنے پانوں میں خود کھماڑی ماری اور کالے ناگ کو بھولوں کا ار سمجھ کے اپنے گلے میں ڈالا۔ اور رسولوں کے فرمان پر نہ چلے بلکہ اپنے ضد کرتے تھے اور اودکے کہنے کو نہ مانتے تھے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ **وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْكَبُوْا لَا یَسْمَعُوْنَ اِلَّا اَعْوٰی** ○ اور جب کہے او کو نہ مانتے نہیں ہوتے۔

یعنی جب کہا جاتا ہے کافرون کو کہ رکوع کرو اپنی عبادت میں تاکہ مسلمانوں کے گروہ میں
 داخل ہو کیونکہ رکوع خاص ہے مسلمانوں کی عبادت میں تو ہرگز رکوع نہیں کرتے بلکہ اپنے
 تین مسلمانوں کی مشابہت سے بچاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب
 بنی ثقیف کے رئیسوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے اسلام کا
 اظہار کیا تو آپ نے انکو نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ تب وہ کہنے لگے کہ ہم نماز کے سب رکنوں کو ایک
 گھر رکوع مکرئیے کیونکہ یہ فعل باعث ننگ و عار ہے کہ انسان باوجود راست قدموں کے
 ہاں نور و نکی طرح اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر کے اوندھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ تبری نہیں اوس دین
 کہ جہیں رکوع نہ ہو کیونکہ رکوع کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے خالق کے حکم کو بضرار غبت
 قبول کرے اور اوس بوجہ کے اٹھانے کے لیے اپنی پیٹھ ٹیڑھی کر دے۔ خلاصہ یہ کہ
 قیامت کے دن رکوع اور سجدہ کرنے والوں کی بزرگی اور اکرام دیکھ کے کافرانیت انہیں
 کرے اور **وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ** خرابی ہے اوس دن جھٹلاؤ والوں کی
 جو اپنی اولیٰ سمجھ پر کفار فوس ملین گئے کہ ہم نے کیسی آسان چیز کے چھوڑنے سے یہ
 عمدہ نعمت اپنے ہاتھ سے کھوئی۔ اور جب کافرا ایسے بے وقوف اور احمق ہیں کہ
 ایسے آسان حکم نیسے رکوع کو ادا نہیں کرتے اور مالک کے حکم کو بار بار اٹھانے
 کے لیے پشت کا نرم کرنا سمجھتے ہیں تو **فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعَلْنَا يُؤْمِنُونَ**
 اب کس بات پر اس کے بعد یقین لائینگے۔ یعنی جب قرآن پر شریف پر ایمان نہ لائے تو
 اس کے بعد کس بات کے منتظر ہیں جہاں ایمان لائینگے کیونکہ اب کوئی دوسری کتاب آسمان
 سے نازل ہونے والی نہیں ہے جس کے وہ منتظر ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے
 کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے نماز میں یا تلاوت میں تو اسے لازم ہے کہ اس کے
 بعد کہے **اَسْتَغْفِرُ اللهَ وَحَدَّثَ**۔ یعنی ایمان لایا میں اللہ پر جو ایک ہے اور واحد لا شریک ہو

تَفْسِيرُ سَيِّدَانَا عَمَرُ تَسَاءَلُ لَوْ

سورة بارہ ۳۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ النَّبَا مَكِّيَّةٌ وَهِيَ رَابِعُونَ آيَةً وَفِيهَا ثَمَانُونَ آيَةً

یہ سورت مکی ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں چالیس آیتیں اور ایک سو تترکے اور سات سو تتر حرف اور دو رکوع ہیں۔ اس کے خواص میں لکھا ہے کہ اس کا پڑھنا چشم بصیرت اور نور دل کو زیادہ کرتا ہے خواہ ناظرہ پڑھے یا حفظ۔ امام ربانی سہروردی نے لکھا ہے کہ اس سورت کے پڑھنے والے پر سبب اس کے بلند مرتبہ ہونے کے شمس و قمر شک بجاتے ہیں۔ اس سورت کے دو نام ہیں ایک تناول دوسرے بنا۔ تناول نام ہونے کا سبب یہ ہے کہ تناول لغت عرب میں کسی چیز سے آپس میں بہت خیال کرنے کو کہتے ہیں اور اس سورت میں بیان کرنا اس بات کا منظور ہے کہ آخرت کے لامتناہی حقیقت میں سب پرچمہ پاچہ کرنا اور ذات و صفات الہی اور قضا و قدر اور جزو اختیار وغیرہ مسائل میں زیادہ مباحثہ کرنا نہایت بُرا ہے کیونکہ اکثر ان چیزوں میں بحث کرنا انکار کا سبب ہو جاتا ہے اور انکار نہ بھی کرے تو دلیلیں شبہ پڑنے میں شک نہیں۔ اور اصل یہ ہے کہ ایمان فقط ان چیزوں کے یقین لانے پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے ان باتوں میں زیادہ تفتیش کرنا حکم نہیں

کوئی مقرر ہے کوئی منکر ہے۔ کوئی کتاب ہے جسم اوٹھیکا کوئی کتاب ہے ریح پر خوشی اور غم
 گزرے گا۔ اور حال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کے زمانے تک انبیاء اور رسولوں کے ذریعے سے یہ خبر براہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
 بندوں کو پونچائی۔ اور نبیوں و رسولوں نے اسکے ثابت کرنے میں نہایت سعی اور
 کوشش کی اور صاف صاف دلیلیں اور نشانیاں بیان کرتے رہے لیکن باوجود ان
 باتوں کے جو اختلاف اس مسئلے میں ہے اور کسی میں نہیں اور یہی اختلاف انکار اور نہک
 کا باعث ہوتا ہے پس طریقہ اسلام اور نشان ایمان یہ ہے کہ جب کوئی ایسی شکل بات
 پیش آئے جو سمجھ میں نہ آ سکے اور اسکی حقیقت اور بعید کے دریافت کرنے سے عقل عاجز ہو
 تو اس بارے میں جو کچھ پیغمبر کی زبان سے سنے مجروح سننے کے اور پھر ایمان لائے کہ یہ نجات
 کا باعث ہو ورنہ غرابی میں پڑے گا اور کچھ حاصل نہوگا۔ اور اس بارے میں بے فائدہ
 سوالات کرنا اور زیادہ بحث و تکرار کرنا نہایت درجہ بُرا ہے۔ اسی کی نسبت حق تعالیٰ
 جل شانہ بطور خفگی کے فرماتا ہے کہ **كَلَّا سَيَعْلَمُونَ** ۱ یوں نہیں اب جان لینگے
 یعنی ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان امور میں زیادہ بحث و تکرار کرنے سے ایمان
 اجمالی میں فتور پڑتا ہے۔ اور قریب ہے کہ اس بات کو سبب اختلاف کرتے ہیں بخوبی
 جان لینگے ہر کچھ شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ **ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ** ۲ پھر بھی یوں
 نہیں اب جان لینگے۔ یعنی ہم پھر کسے دیتے ہیں کہ ایسا کام نہ کرنا چاہیے۔ اور قریب ہے
 کہ وہ اسے جان لینگے۔ اس کلام کی تکرار زجر اور توبیخ کے لیے ہے۔ یعنی بار بار
 تاکید سے ایسے برے کام کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ وہ نہایت
 ہی قریب ہے اس واسطے کہ جو چیز یقیناً آنے والی ہے اسے قریب ہی جانا چاہیے۔
 اور یہ بات بیان کر کے اب اللہ تعالیٰ ان چیزوں کا حال پوچھتا ہے جو عام لوگوں کے
 ذہن میں باعث تار و مدار دنیا میں اور ادنیٰ اقرار کرتا ہے کہ **أَكُوْنُ مَجْمَلٍ لِّلْأَرْضِ**

مِثْلًا ۝ کیا ہم نے نہیں بنائی زمین کچھونا۔ یعنی کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے فتنہ نہیں بنایا کہ اوس میں رہو اور کھیتی اور تجارت کرو۔ اور تمہارے مرنے اور جلنے کی جگہ وہی ہے اور اس بات میں نیک و بد مسلمان و کافر سب برابر ہیں کسی طرح کافر حق نہیں ہے۔

وَالْجِبَالِ اَوْتَادًا ۝ اور پہاڑ میخیں۔ یعنی پہاڑوں کو ہم نے مثل میخوں کے بنایا کہ وہ بوجھ کے باعث سے زمین کو ہوا کے سب سے ہلنے ندین ج طرح میخوں سے خیمہ ہلنے نہیں پاتا۔ سو اس فائدے میں ہی سب انسان خسر یک ہیں وَخَلَقْنَاكُمْ اَدْوَانًا ۝ اور محکوم بنایا ہم نے جوڑے جوڑے۔ یعنی نر اور مادہ پیدا کیا تاکہ آپس میں صحبت کرو اور نسل جاری ہو اور رشتے ناتے ہونے کے باعث سے آپس میں محبت اور الفت بڑھے اور دنیا کی زندگی کو رونق ہو۔ وَجَعَلْنَا قَوْمَكُمْ سُبَّانًا ۝ اور بنائی نیند تمہاری دفع ماندگی۔ اور باعث آرام و راحت کا تاکہ سب کاموں سے فراغت کر کے آرام لو اور ماندگی دور ہو کے تروتازگی حاصل ہو۔ وَجَعَلْنَا الْيَلَّ لِبَاسًا ۝ اور بنائی رات اور صفا۔ یعنی پردہ کہ جو کام پوشیدہ کرنے ہیں اون میں کرد۔ جیسے صحبت داری اور مشورے اور عیش و عشرت اور تہجد اور مراقبہ اور سوا اسکے اور اور کام جو پوشیدگی سے متعلق ہیں۔ اور شیخ محی الدین عربی رحمہ اللہ قتائے نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ کہ رات اصحاب لیل کا لباس ہے کہ اوس میں اغیار سے چھپ کے مکالمے یا شاہدے وغیرہ کی لذتیں اپنی اپنی استعداد کے موافق اوشٹاتے ہیں اور اوس سے خوش ہوتے ہیں

کیون بھائی نہ عاشقوں کو رات میں محبوب سے کرتے ہیں یہ باتیں +

اور ایک اور صاحب نے شب کی پردہ داری کے بیان میں کیا خوب کہا ہے

شب محرم راز عاشقان ہے | شب خلوت خاص عارفان ہے

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ اور بنایا دن روزگار کو۔ تاکہ تلاش معاش میں مشغول ہو اور محنت و کوشش سے اپنا رزق حاصل کرو۔ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا

سَيِّدًا ۝ اور چنی تھے اور سات چُنائی مضبوط۔ یعنی بنائے گئے تھے تمہارے اوپر
سات آسمان نہایت سخت اور مضبوط اور صاف و شفاف کہ کبھی پُرانے نہیں ہوتے اور
بنائے اور نین سات تارے پہرنے والے جنکی حرکتیں ایک دوسرے کے مخالف ہیں
اور نئی نئی طرحیں ظاہر کرتے ہیں اور ہر طرح میں ایک تاثیر پیدا ہوتی ہے جس میں مومن
و کافر نیک و بد سب شریک ہیں خواہ وہ تاثیر فائدے کی ہو یا نقصان کی۔ وَجَعَلْنَا
نَبِيًّا جَاوِہًا ۝ اور بنایا ایک چراغ چمکتا نہایت روشن یعنی آفتاب دنیا
کے لوگوں کے فائدے کے واسطے جس میں گرمی اور روشنی دونوں ہیں اور دنیا کا ہر شخص
نیک ہو یا بد اسکی روشنی اور گرمی سے فائدے اور نقصان برابر اٹھاتا ہے۔ وَ
اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ۝ اور اوتار انچورتی بدلیوں سے
پانی کارایا۔ یعنی ٹپکتے ہوئے بادلوں سے بہت بہنے والا پانی برسا یا لُجُجًا سَرَّابًا
حَبًّا وَنَبَاتًا ۝ وَجَنَّتِ الْعُفَا ۝ کہ نکالیں اوس سے اناج اور سبزہ اور
باغ پتوں میں لپٹے ہوئے۔ یعنی تاکہ ہم اوس پانی سے اناج پیدا کریں کہ تمہارے کھانے
پینے کے کام آئے۔ اور سبزہ اور گھاس آگائیں جو تمہارے کام آئے اور تمہارے جانوروں
کے لیے چارہ ہوا اور انکے گھی اور دودھ وغیرہ سے نیکو فائدہ حاصل ہو۔ اور پیدا کریں تمہارے
لیے باغ ہرے ہرے نہایت گنے کہ تمہارے میوے کمانے اور لذت میں پانے کے کام
آئیں۔ اور ان فائدوں میں تم سب شریک ہو۔ اور قیامت میں سب اسکے خلاف ہوگا
پس معلوم ہوا کہ یوم الفصل دنیا میں نہیں ہو سکتا کیونکہ قیامت کا ہونا باوجود ان سب
چیزوں کے موجود ہونے کے جنہیں شرارت اور اتفاق ہے ہرگز متصور نہیں بلکہ قیامت
آنے کا وقت اس عالم کی خرابی کے شروع سے سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔
اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ بیشک دن فصلے کا ہے ایک وقت نہایت
یعنی بیشک قیامت کے دن جس میں نیکیوں اور بدوں میں تفرقہ اور امتیاز اور ہر ایک کے

درہب علیحدہ ہونگے ایک وقت ٹیرا لگایا ہے کہ اوس سے ایک ذرہ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا اور زمین کا فزونکے جلدی کرنے سے اس وقت کے لانے میں عجلت نہیں کرتے۔ کیونکہ اسکے لیے آسمان و زمین کے بدلے ایک دوسرا مکان چاہیے اور وہ مکان اس عالم میں آسمان و زمین کے نیچے ہے پس اوسکے ظاہر کرنے کے لیے آسمان و زمین کا منت و نالو کرنا ضرور ہوتا تھا کہ نیکون کو بہشت آسمان پر سے ظاہر ہو اور بدون کو دوزخ زمین کے نیچے سے اور وہ روز نہ آئیگا مگر **يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا** جسدن پھولکین نرسنگا پر چلے آؤ جٹ جٹ۔ یعنی جسدن پھولکا جائے تصور اور مراد اس دوسری بار کا پھولکنا ہے کہ اوسی سے قیامت کے دن کی ابتدا ہے۔ اور اس پھولکنے کے سبب سے ہر فرد انسان کی روحیں اپنے اپنے بدنوں سے ملنے اور ٹھنکین گی اور ہر مذہب والا علیحدہ ہوگا۔ اور فرشتے سب آدمیوں کے الگ جتھے کر دینگے۔ یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور سہند و اور علاوہ انکے تمام مذاہب کے لوگوں کی جدا جدا صفیں ہوگی اور مسلمانوں کی صف علیحدہ ہوگی۔ اور اس طرح ہر عمل واسے نیک ہوں یا بد الگ الگ کیے جائینگے اور ہر اسی طور سے یہ سب فوج فوج اور غول غول ہوں گے حشر کے میدان میں آئینگے اس طرح سے کہ ایک غول کے لوگ دوسرے غول سے بالکل نہ ملنے پائیں گے۔ **وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا** اور کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں دروازے۔ یعنی پھاڑا جائیگا آسمان تاکہ فرشتے اعلیٰ سے اے کے اتریں اور اذن علیوں کی صورتیں آسمان پر چڑھنے کے بعد جو ہوئی ہیں وہ ظاہر ہوں۔ اور بہشت جو ساتون آسمانوں کے اوپر ہے وہ بھی ظاہر ہو پس اس پہننے سے آسمان میں دروازے سے ہو جائینگے اور انہیں راہوں سے بہشت میں داخل ہونا ہوگا **وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَعَابًا** اور چلائے جائیں پہاڑ تو ہو جائیں ریتیا۔ یعنی پہاڑ ہوا میں اڑائے جائینگے تو یہ ایسے ہو جائینگے جیسے ریت کہ دودھ سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور مہل میں رت ہر

اسی طرح سب پہاڑ چلتے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ زمین اور حقیقت میں ریزے ریزے
 مثل ریت کے ہونگے۔ اور جب پہاڑوں کا یہ حال ہوگا جو زمین کی میخیں تھیں تو زمین پر
 اولیٰ درہم و برہم ہو جائیگی اور مگانہ دوزخ کا حواو سکے نیچے سے ظاہر ہوگا۔ پھر دنیا کی
 سب چیزیں جنہیں کافروں و مسلمان شریک ہیں نیست نابود ہو جائیگی اور نیکیوں اور بدوں
 میں کوئی شرکت اور برابری باقی نہ رہیگی نیکیوں کی جگہ اور ہونگی اور بدوں کی اور۔ ان جہتیں
 کانت موصداً ۱۰ بیشک دوزخ ہے تاک میں۔ اور مقام عذاب کا کہ فرشتے اور
 کنار و نپروط و زنجیر اور آگ کے گزریے ہوئے کھڑے ہونگے اور دوزخیوں کو کپڑے کے
 بجائے لینگے۔ کیونکہ وہ لظا غین مابا ۱۱ شہر دن کا ٹھکانا ہے۔ جہاں وہ اپنے کفر
 و شرک وغیرہ کی سزا پائیں گے۔ گیشین فیہا احقبا ۱۲ رہنے والے ہونگے اور
 قرون۔ یعنی دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے اور کبھی رہائی نہ ملے گی لایہ و قون
 فیہا برءاؤ لا شفاء ۱۳ نہ چھین رہاں کچھ مزاٹنڈک کا اور نہ ملے کچھ مینا۔ یعنی
 نہ تو وہاں کوئی ٹنڈی چیز چھین سکے کہ اس سے راحت پائیں اور گرمی دوزخ کی دور ہو
 اور کچھ پیئے کو لیا گیا کہ باعث راحت ہو۔ لا حیمما و غساقا ۱۴ مگر گرم پانی اور
 ہستی پیپ پیئے گرم پانی کھولتا ہوا جو منہ تک جاتے ہی منہ کی کمال آواز دے اور گرمی
 اور کلچے اور تمام اندرونی اعضا کو حلق سے اترتے ہی جلا کے بھسم کر دے۔ اور پیپ
 جو دوزخیوں کے پلے ہوئے جسموں سے یہ نیکے دوزخ کے گڑھوں میں جمع ہوگی اور کاغذ
 نہایت پتھری سے اسے پانی سمجھ کے پی جائیں گے اور اسکا نہر تمام بدن میں پھیل جائیگا
 اور بہتر اسے سخت جحشاء و فاقا ۱۵ بدلتا ہے پورا۔ اور نیکے علون کا واسطے کہ ان کے
 عمل ہی نہایت خراب اور غیر منہا ہی تھے۔ کیونکہ انہم کا فاقا لا یرجون حساباً ۱۶
 وہ تھے توقع نہ کتے حساب کی۔ یعنی وہ لوگ ہرگز حساب کی توقع نہ کتے تھے اور جزا و سزا
 کے منکر تھے اور گناہوں کی محبت ان کے دل میں زیادہ تھی کہ ان کی روح کے رک جانا

شک میں مل گئی تھی۔ اور ان گناہوں کو اپنے نزدیک چھا جاتے تھے وَلَکِنَّا بُکِّرْنَا بِئِنَّ
 کَذَّابًا ۝ اور جھٹلائیں ہماری آیتیں مگر اگر۔ یعنی ہماری آیتیں جو جزا اور سزا اور صواب
 کے بارے میں تھیں اور انکو اونہوں نے جھٹلایا اور ٹکڑے۔ کیونکہ انکے دلوں میں اور آیتوں
 کے سچ ہونے کا گمان تک نہ تھا۔ اور اسطور کا انکار انکار روحی ہے نہ انکار بدنی۔ جو ہمیشہ باقی
 رہیگا اور دسمدم زیادتی عذاب کا سبب ہوگا۔ اور یہ گناہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اس
 فرشتوں کو انا کتابین نے بھی لکھ رکھے ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وَکُلُّ شَيْءٍ
 أَحْمَدٌ لَّہٗ ۝ کتابا ۝ اور ہر چیز ہمنے گن رکھی ہے لکھ کر۔ یعنی ہر چیز بدن اور روح
 کے عملوں سے ہمنے گن کے لکھ رکھی ہے تاکہ قیاس کے کار پر دوزخ کو ہر وقت یاد رہے
 اور ہر عمل کی جزا پوری دی جائے۔ فَذُوقُوا فَلَکُمْ تَزِيدٌ کُمُ الْاَعْدَاۗءُ ۝
 اب چکھو کہ ہم بڑھاتے جاؤ گے تم پر مگر بار۔ یعنی عذاب پر عذاب تمہارے لیے زیادہ ہوگا
 بخلاف ایسا خدا رکھنا روکنے کہ ان کا عذاب اعضا کے عملوں پر ہوگا اور موقوف ہو جائیگا
 ایسی کہ انکی روحیں ایمان کے سبب بدی سے پاک تھیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ یہ
 آیت سخت ترین آیات قرآنی ہے دوزخیوں کے حق میں۔ لکھا ہے کہ جب دوزخی بہت
 پریا سے ہو گئے اور پانی مانگینگے تو ایک ابریاہ ظاہر ہوگا اور اس سے سانپ اور بکھو
 بہت بڑے بڑے سختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر برہین گے اور انکو کاٹیں گے
 اور اس کے دہر کی تاثیر ہزار برس تک دوزخیوں کے جسم سے بجائگی۔ اور اسے پلے عذاب
 انکے لیے اور زیادہ ہو گئے تاکہ عذاب کے مادی ہو جائیں کیونکہ یہ بھی ایک طرح کی تکفیر
 ہے۔ سو یہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ طرح طرح کے سخت عذابوں میں مبتلا ہوتے رہینگے۔ اور مومنوں
 کو طرح طرح کی نعمتیں ملینگیں جسکے دیکھنے سے کافر جلیں گے اور زیادہ مبتلا سے عذاب ہو
 جیسا کہ اس آیت میں ہے کہ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَقَازًا ۝ بیشک ڈروالو کو مرقم
 ہے اور ان کا درجہ بلند اور ممتاز ہونا ہے حَقَّ اَقْبَ وَاعْتَابًا ۝ باغ میں

انگور۔ یعنی باغ میں میوؤں سے لہے ہوئے اور انگور کی ٹٹیاں جن میں انگور لٹکتے ہوئے
 اور وہ مثل سائبانوں کے ہوں گی۔ **وَكُوْنَا حِجَابًا** اور فوجان عورتیں
 ایک عمر کی سب۔ کنواری اور حسین حد بلوغ کو پہنچی ہوئی سولہ سولہ برس کی اور مرد
 ہشتی تینتیس برس کے ہوں گے اور بعض نے لکھا ہے کہ سب اہل بہشت کیا مرد اور کیا عورت
 تینتیس تینتیس برس کے ہوں گے۔ اور ہشتی ان ہمہ صنیوں کے ساتھ سیر باغ میں مصروف
 ہوں گے۔ **وَكَاَسَادُهَا قَابًا** اور پیالہ چمکتا۔ یعنی پیالے شراب کے چمکتے ہوئے
 پر درپردہ خوشی اور عیش کو بڑھائیں اور سب کو حسی پیدا کریں سیر باغ کا لطف بخوبی حاصل ہو
 اور اس شراب میں کوئی فساد اور برائی نہ ہوگی جیسی دنیا کی شراب میں ہوتی ہے پس
 بہشت میں شراب کی محفلیں سب بڑائیوں سے پاک صاف ہوں گی۔ **لَا يَسْمَعُونَ**
فِيهَا الْغَوَاوُ وَلَا كِلْدًا بَاغًا نہ سنیں گے وہاں بیوہ بکنا اور نہ جھوٹ۔ یعنی اس
 شراب کی محفل میں جھوٹی اور بیوہ بائیں نہ سنائی دینگے۔ پھر وہاں ادالی جھگڑے اور
 ہڈیاں کا کیا ذکر ہے۔ اور یہ نعمتیں اور لذتیں جو بہشتیوں کو بہشت میں ملینگی **جَنَآءٍ**
مِّنْ رَبَّكَ عَطَا حَسَابًا بدلا ہے تیرے رب کا دیا حساب سے۔ یعنی
 بدلا ہے تیرے پروردگار کی طرف سے جو اسے بخش اور انعام سے موافق اور نیک
 عملوں کے دیا ہے نہ عمل کے اندازے سے۔ اور وہ پروردگار ایسا ہے حکمی یہ تعریف
 ہے **رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا**۔ رب ہے آسمانوں کا اور
 زمین کا اور جو ان کے سچ ہے جسے آسمان و زمین اور اسکی درمیانی چیز و پیر بخش اور
 انعام بغیر وعدے اور استحقاق کے کیا ہے پھر وہ کیونکر اپنے اون بندوں کے حق میں
 جو کچھ یافت بھی رکھتے ہیں اور وعدہ بھی دیے گئے ہیں بخش اور انعام پورا کرے گا کیونکہ
 وہ **الرَّحْمَنُ** کا **يُمَلِّكُونُ مِنْهُ خِطَابًا** بڑی مہر والا قدرت نہیں کہ کوئی
 اس سے بات کرے۔ جو بغیر وعدے کے ہزاروں احسان کرتا ہے پھر جس سے

اونے وعدہ کیا ہے کیونکہ نہ پورا کر گیا مگر جو اس رحمت کے کہ مان باپ سے بھی زیادہ
 اپنے فرمانبردار بند و نپر مہربان ہے اور سبکی بزرگی اور جلال اس قدر اعلیٰ ہے کہ پتھر
 کہ کسی کی مجال نہیں جو اس سے بات کر سکے۔ بغیر وسیلے کے اور اس بزرگی کا تصور مل
 نہوگا مگر **يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا** جن دن کھڑی ہوں روح
 اور فرشتے قطار ہو کر۔ اور روح نام ہے ایک لطیفہ دراکہ کا کہ ہر مخلوق کو عطا ہوا ہے نہان
 ہو یا زمین پہاڑ ہو یا درخت۔ اور وہ ایک جوہر نورانی ہے۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے
 کہ روح ایک فرشتہ ہے جو مکمل ہے تمام ارواح پر اور اس قدر بڑا ہے کہ کوئی مخلوق اس
 سے بڑی نہیں قیامت کے دن اس کیلئے کی ایک صف ہوگی اور ایک صف تمام فرشتہ کی
 اور مقام اور کا آسمان چہارم ہے ہر روز بارہ ہزار تسبیح کہتا ہے اور اسکی ہر تسبیح سے ایک
 فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ روح جبریل علیہ السلام ہیں کہ فرشتوں کے
 ساتھ صف باندھینگے۔ خلاصہ یہ کہ روح اور تمام فرشتے آسمان و زمین کے صفین باندہ کے
 کھڑے ہونگے تاکہ اوس دن کے کاموں کے لیے طیار زمین۔ اور **لَا يَتَكَلَّمُ عَنْ اَمْرٍ**
مِّنْ اَمْرِ اِلٰهِ اِلَّا بِاِذْنِ اِلٰهِ الرَّحْمٰنِ وَقَالَ صَبَّأًا کوئی نہیں بولتا مگر حکم حکم دین
 نے اور بول بات ٹھیک سینے اور موت کوئی بات نہ کر گیا اور نہ دم مار گیا شفقت اور
 شہادت میں مگر وہی جسے پروا ملے دے جن اپنی رحمت کے باعث سے اور کیا وہ شخص
 بات بھی اور درست اور نہایت احتیاط سے ادائے شہادت کر گیا اور کم و زیادہ نہ کہیگا
 کیونکہ **ذٰلِكَ اَلْيَوْمُ الْحَقِّ** وہ دن حق کا ہے۔ اور میں جھوٹی اور خلاف بات
 پیش بخائلی اور وہ دن ایسا ہے کہ نیکوں اور بدوینین تفرقہ اور سزوت و کافرین امتیاز
 کرنا اوس دن کافی ہے **فَمَنْ كَفَرَ اٰتٰنَا اِلٰی رَبِّهِ مَا بَا** پر جو کوئی چاہے
 بنائے اپنے رب کے پاس ٹھکانا تاکہ اوس دن اسے اپنے پیغمبرین اعزاز اور
 امتیاز حاصل ہو اور انواع اقسام کے عذاب سے جو نافرمانین کے لیے اوس دن طیار ہو

نجات ہو۔ اور انا آند رنکو عذاباً قریماً یعنی خبر نادی تمکو ایک آفت بڑی
 کی۔ یعنی جسے بارہا تمکو ڈر دیا ہے پیغمبر کی زبان سے جو بت نزدیک ہے
 اور ہر شخص کو بعد مرنے کے عالم ہرزخ میں پیش آئے گا۔ اور اصل اس عذاب کی عالم صغیر
 انسانی کو خراب کرنا اور اسکی بنیاد کو گرا دینا ہے اور بد عملوں کی خشکون کا ظاہر ہونا جو مرد
 کی ذات پر غالب تھے بغیر اسکے کہ اعمال نامے مکولے جائیں اور گواہ و شاہد حاضر ہوں
 اور اعلیٰ پچھلے سب جمع کیے جائیں اور نیکیوں کے لیے اچھی جگہ اور بدوں کے لیے بُری
 جگہ علیحدہ علیحدہ مقرر کی جائے۔ اور یہ عذاب آتے ہو گا یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ
 یَدَاہُ۔ جہنم دیکھ لے آدمی جو آگے بھیجا اور اسکے ہاتھوں نے۔ یعنی جہنم کی گھا
 ہر شخص اپنے نیک اور بد عملوں کی قوتوں کو اور ہرزخ کے عذاب میں مبتلا ہو گا تو حوائج
 والے میں وہ اپنے ایمان صحیح اور اعتقاد درست کے باعث اس سے نجات پائے گی اور
 کافروں کے لیے اس سے بچنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو گا لاچار حشر کر نیے وَ یَقُولُ
 الْکَافِرُ لَیْسَ بِلَیْتِنِی کُنْتُ شَرّاً بَاباً اور کہے منکر کی طرح میں مٹی ہوتا۔ یعنی کہ کافر
 جب وہ خوفناک صورتیں دیکھ گا کہ کیا اچھا ہوتا جو میں مٹی ہوتا۔ اور انسان کی صورت
 میں نہ پیدا ہوتا جو ایسی بُری صورتیں مجھے نظر آئیں اور مٹی کو اس واسطے یاد کر لے گا کہ اصل
 انسان کی مٹی ہی ہے۔ اور یہ بھی جان لے گا کہ یہ سب گرفتاری بھیج کے باقی رہنے کے
 سبب ہے اور اگر صرف بدن ہوتا تو خاک ہو جاتا اور اس عذاب میں مبتلا نہ ہوتا۔ اور حضرت
 عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ قیامت کے دن جاؤں دن سے آپس میں لڑنے
 اور تکلیف پہنچانے کا وقت ماضی کے حکم ہو گا کہ سب خاک ہو جاؤ اور وقت کا فر
 یہ حال دیکھ کر رشک کریں گے اور کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو میں بھی خاک ہو جانے کا
 حکم ہوتا اور اس آدیت سے جو خرابی کا باعث ہو رہے سارے بعض حضرات صوفیہ
 نے فرمایا ہے کہ مراد خاک ہونے سے یہ ہے کہ کاش ہم مثل خاک کے عاجزی اور

فرستی کرتے تو آج اس عذاب میں مبتلا ہوتے۔ اور بعض علما نے لکھا ہے کہ مراد کافریہ
 اطمین ہے جو کفر میں سب سے بڑا ہوا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو بوجہ خاکی ہونے
 کے حقیر جانتا تھا اور اپنے تئیں بوجہ آتش ہونے کے بڑا اور اچھا سمجھتا تھا۔ پس جب حضرت
 آدم اور ان کے اولاد کو انواع اقسام کی نعمتوں اور بخششوں سے سرفراز دیکھا اور اپنے تئیں
 دلیل و خوار پائیگا تو تمنا کر گیا کہ کاش میں بھی مٹی سے ہوتا تو یہ فخر اور غرور نہ کرتا۔ اور وہ
 جو شان و شوکت اور عزت و حرمت خدا سے ملنے لگے ان جاکوین کو دی ہے وہ کسی
 کو مخلوقات کے طبقوں میں سے حاصل نہیں۔ حضرت رافت فرماتے ہیں کہ

جو کہ آدم کی شان و شوکت سے	عزت و حرمت و سعادت ہے
نے ملائک کی نے پری کی ہے	خوبی اس طور کب کسی کی ہے
خاک ہے لیک پاک ہے سب سے	پست ہے اور بلند کو کب سے
ہے زمین پر بڑا فلک سے یہ	شرف پائے نہ کیوں ملک سے یہ
ہے اسی میں تجھے مولا۔	رافت اس سے ہے کون پہرادلے

سورة النازعات مکیة | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | وَهٰی سِتْوَا رَلْعُوْنَ اٰیٰتِہٖ

یہ سورت مکی ہے انہیں چھ پالیس آیتیں اور ایک سولہ اسی کلمے اور سات سو تین حرف
 اور دو رکوع ہیں۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو کوئی اسے اکیس مرتبہ پڑھے بادشاہ
 کے خوف اور وزیر کے قہر اور امیر کے عتاب سے محفوظ رہے اور ایمان اور کاملاً
 رہے۔ **وَالْمُزْنٰتِ غَوْقًا** قسم ہے گھٹ لانے والوں کی ڈوب کر۔ یعنی قسم ہے
 اس جماعت کی کہ کھینچتی ہے اپنے تئیں کام میں نہایت درجہ غرق ہو کے اور وہ
 ایک قسم کے فرشتے ہیں جو کافروں کی رگ و پل میں گھسے اور انکی جان نکالتے ہیں نہایت
 سختی سے **وَالنَّشْطٰتِ نَشْطًا** اور بند پھڑا دینے والوں کی کھول کر۔ یعنی قسم ہے
 اس جماعت کی جو ہنسی خوشی سے کام کرتے ہیں۔ اور وہ بھی ایک قسم کے فرشتے ہیں

جو مسلمانوں کے بدن سے جان کے گرہ بند کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی خوشی سے عالم پاک کو روانہ ہوں لیکن بدن کی تکلیف اور بے اوسین دونوں برابر ہیں۔ اور یہ ذکر ہے روح کا۔ نیک روح خوشی سے دوڑتی ہے اور بدوڑ سے بھاگتی ہے پھر اسے گھسیٹتے ہیں۔ **وَالسَّيِّئَاتِ سَبْحًا** اور پیرنے والوں کی پیرنے کر۔ یعنی قسم ہے اوس جہات کی جو تیرتے ہیں کام کرنے میں اچھی طرح اور بے سنج و شقت کام میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ بھی ایک قسم کے فرشتے ہیں جو احکام الہی کے بجالانے کے لیے ہوا میں تیرتے پھرتے ہیں اور جب کچھ حکم آتا ہے اوسکی تعمیل کے لیے دوڑتے ہیں اور ایک ایک پر سبقت چاہتا ہے۔ **وَالسَّيِّئَاتِ سَبْحًا** پھر آگے بڑھتے دوڑ کر۔ یعنی قسم ہے اوسکی جو اپنے برابر والوں سے کام میں بڑھ جاتے ہیں۔ **فَالْمَدَائِرِ آمَ وَا لَمْ يَمُوتْ** پھر کام بنانے میں حکم سے۔ یعنی قسم ہے اون فرشتوں کی جو تدبیر کرنے والے کام کے ہیں اور جیسے پہلے مذکور ہوئے ہیں وہ سب اپنے اپنے کاموں کی تدبیر اور مشورے میں انکی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور انکا مرتبہ پہلے والوں سے بلند ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ مرد ان سب سے تارے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک اور ایک برج سے دوسرے برج تک پیر کرتے اور دوڑتے پھرتے ہیں اور آسمان میں تیرتے ہیں اور ایک دوسرے سے سیر میں آگے بٹھانے والے ہیں اور تدبیر کرتے ہیں اون کاموں کی جو اللہ تعالیٰ نے اونکے لیے مقرر کیے ہیں مثل اختلاف موسم وغیرہ کے پس بہر تقدیر جواب قسم کا یہ ہے کہ تم سب قبروں سے اٹھائے جاؤ گے اور تم سے حساب لیا جائیگا۔ **يَوْمَ تَرُجَّفُ السَّاجِدُ** جدن کانپنے والی۔ یعنی جدن زمین اور پھر جنش میں آئیگی۔ اور یہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے ہوگا کہ سب کانپیں گے اور جا نثار ہوں گے مر جائیگی اور دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائیگا۔ **تَتَّبِعُهُمُ الْوَا دِفْنُ** اوسکے پیچھے دوسرے۔ یعنی اسکے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے۔ جسکے سبب سے پھر زمین

قالب میں آجائیں گی اور یہ عالم ایک نئے رنگ پر پیدا ہو گا۔ پھر قُلُوبٌ یَّوْمَئِذٍ
 قَاجِفَةٌ ۝ کتنے دل اوسدن دھڑکتے ہیں۔ یعنی بہت سے دل اوسدن مار
 خوف و دہشت کے کانپتے ہوئے اور بقراری و گہرا ہٹ اس درجے بڑھی ہوگی
 کہ مضبوط نکر سکین گے بلکہ ان کے چہرہ پر ہوا بیان اُڑتی ہوگی اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ
 ان کے تیور نوے ہیں۔ یعنی ان کی آنکھیں بھیجی اور تاریک و حیران ہوگی مگر کافراں
 بیان کے سننے سے بھی آگاہ نہیں ہوتے اور یَقُولُونَ عَلٰنًا لَّمْ یُدَوِّدُوْنَ
 فَلْیَخَافِرَۃٌ ۝ کہتے ہیں کیا ہم پہر آویگے اولٹے پانوں۔ یعنی بعد مرنے کے کیا
 ہم پہر زندہ ہو گئے اور پہلی حالت پر پوچھیں گے۔ عَلٰذَا کُنَّا عِظَامًا تَخْرِقُۃٌ
 جب ہو چکے ہم بڈیان کھوکھری۔ یعنی مٹری ٹکلی کھوکھل۔ جنکی رطوبت قرون کے گذرنے
 سے خشک ہو جائیگی اور زندہ ہونے کی قابلیت اوسین نرسپیگی۔ اور اگر اوپر یہ امر
 ثابت کیا جائے اور کہا جائے کہ یہ بات ایک بہت بڑے کامل قدرت والے کے
 نزدیک کچھ مشکل نہیں کیونکہ دیکھو اسکی قدرت کاملہ سے رات دن پُر درپو آتے رہتے
 ہیں اور چاند روز ایک نئی شکل بدلتا ہے اور فصلیں مختلف ہوتی ہیں اور یہ باتیں
 ہر شخص پر ظاہر ہیں۔ پھر اس کے نزدیک ایک شو کو لگاڑ کے اوس وقت بنانا با ہزاروں
 سال گذرنے کے بعد بنانا کیا دشوار ہے۔ تو پھر وہ ہنسنے اور تعجب کی راہ سے قَالُوا
 تِلْكَ اِذَا کَرَّۃٌ خَاسِرَةٌ ۝ کہتے ہیں تو تو یہ پھر آنا ٹوٹا ہے۔ یعنی ہر عضو کے
 جدا اور خراب ہونے کے بعد دوبارہ جینا بڑے نقصان کا باعث ہے اس واسطے کہ اپنی
 چیز دن کو نہ پائی گئے اور مال و اباب تلف ہو جائیگا اور ہماری وہی شل ہوگی کہ سامان
 مال و اباب نے کے اپنے گھر سے صحیح و سالم سفر کو گیا اور اسکی سب چیزیں لٹ گئیں
 پھر وہ تن و تھار خون سے چھرا تھ پانوں کٹا کے اپنے گھر واپس آیا تو اسے کچھ
 نہ پایا۔ حق تعالیٰ انکے اس خیال فاسد کے باطل کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ نَحْبِئُکُمْ

دفعہ لازم

دفعہ لازم

اسوجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام کو اپنے کام پر قیاس کرتے ہو اور پابند اسباب سمجھتے ہو۔ سو یہ تمہارا خیال غلط ہے کیونکہ اوس کے حکم کن سے سب کچھ ہو جاتا ہے اور اسباب بھی اوس کے حکم سے جمع ہوتے ہیں۔ **فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرًا وَتَأْتِي الْكَوْكَبُ** ۵۰ سو وہ تو ایک ہڑکی ہے۔ یعنی نہیں ہے یہ زندگی مگر ایک ہڑکی۔ اور مراد اس سے دو بارہ جھوٹا کھوکھلا ہے کہ اس آواز کے ساتھ ہی سب روحیں اپنے بدنوں میں آجائیگی اور زندگی کامل حاصل ہوگی۔ **فَاِذَا جُؤِ بِالسَّاهِرِ ۵۱** ۵۱ پھر تب ہی وہ آئے میدان میں یعنی میدانِ حشر میں جو سفید اور ہموار ہوگا آئیگی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ ساہرہ ایک زمین کا نام ہے جو بیت المقدس کے قریب بحرِ وبان محشر ہوگا اور خداے تعالیٰ اُس زمین کو کشادہ کر دیگا۔ اور بعضے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاندی کی زمین پیدا کر لیا جو آس و نیاسے چالیس حصے بڑی ہوگی۔ زمینِ حشر ہوگا اور اوس کا نام ساہرہ ہے۔ اور یہ مرنے کے بعد زندہ ہونا مثل سونے کے بعد جاگنے کے قیاس کرنا چاہیے۔ اور جب کافروں نے باوجود ایسے صاف و روشن بیان اور مثالوں کے آخرت کی زندگی کا یقین نہ کیا اور اپنی ضد پر قائم رہے اور پیورہ باتیں بنائے لگے تو اہل اسلام اس بات کے رنجیدہ ہو گئے اپنے دل میں کہنے لگے کہ کیا اچھا ہوتا اگر حق تعالیٰ ان لوگوں کے سامنے ایک صد ہا برس کے مردے کو زندہ کر دیتا کہ یہ اوسکے دیکھنے سے اپنے اس انکار سے باز آتے اور ملزم قرار پاتے۔ پس حق تعالیٰ اُنکے سمجھانے کے لیے مخاطب ہو کر استفسار فرماتا ہے کہ **هَلْ اٰتٰنَاكَ حَيٰثُتُ مُوسٰی ۵۲** ۵۲ کچھ پوچھی ہے تجھ کو بات موسیٰ کی۔ یعنی تمکو حضرت موسیٰ کے قصے کا حال کچھ معلوم ہے کہ فرعون ایسے سرکش بادشاہ کے سامنے جسکے دربار میں ہزاروں آدمی حاضر ہوتے تھے بار بار انہوں نے اپنے ماتھے کی لکڑی ڈال دی اور وہ زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زلزلہ ہو گئی اور اوشے سخت آواز دی۔ پھر باوجود اس بات کے کہ ایک خشک لکڑی کو جو زندگی کی کچھ بھی قابلیت نہ تھی

پر درپردہ زندگی بننے دی اور فرعون نے بار بار دیکھا۔ مگر روز جزا ہتھ پھرنے لگا۔ پس یہ کافر
 ایک مرد و صد بارس کا وندہ ہوتے دیکھ کے کہ اب ایمان لائیگے اور اپنے انکار سے
 اب باز آئیگے۔ اور بلکہ اس بات سے زیادہ ترستی خدا ہو جائیگے۔ کیونکہ عادت الہی
 یوں ہی جاری ہے کہ معجزہ دیکھنے کے بعد اگر کافر ایمان نہ لائیں اور اپنے کفر پر اصرار کیے
 جائیں تو اوس وقت خدا اب الہی عین گرفتار ہوں اور ایک دم کی فرصت نہ ملے۔ اور مختصر
 حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مسلمانوں کی آگاہی کے ایسے اسطورے بیان بیان ہوتا ہے کہ
 اِذَا نَادَىٰ رَبُّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۖ خِيبَ لَكَ رَأْسُكَ وَاسْكُوتْ لِرَبِّكَ
 پاک میدان میں جب کا نام طویٰ ہے۔ یعنی ابتدا اس قصے کی اور موت سے ہے کہ جب حضرت
 موسیٰ علیہ السلام کو اس کے پروردگار نے پاک میدان میں لپکا اور کیفیت اوسکی یہ ہے
 کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے بے قصد ایک قبلی کا خون ہو گیا فرعون اس بات
 سے آپکے قتل کے درپڑ تھا۔ پس آپ اپنی حفاظت کے خیال سے اپنے وطن شہر مصر سے
 بھاگ کے شہر مدین میں پونچھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مکان میں سکونت اختیار کیا
 حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی سے آپ کا نکاح کر دیا جب آٹھ یا دس برس
 آپ کو وہاں رہتے ہوئے گزرے تب آپ نے حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت چاہی
 اور کہا کہ اگر آپ اجازت دین تو میں اپنے وطن کو جاؤں اور اپنی گھر والی کو اپنے ساتھ لیتا
 جاؤں اور وہاں پہنچکے اپنی والدہ کی زیارت اور اپنے بڑے بھائی کی ملاقات سے مسرور
 ہوں۔ یقین ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے سے فرعون اور اس کے لوگ اوس قبلی کے خون کو
 بھول گئے ہونگے۔ حضرت شعیب نے آپ کو رخصت کیا اور آپ کی بی بی کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا
 اور اپنے دو غلام ساتھ کیے تاکہ آپ کو مصر میں پہنچانے کے واسطے ملے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ
 السلام اپنی بی بی کو ساتھ لے کے وہاں سے روانہ ہوئے۔ مگر چونکہ آپ کے مزاج میں غیرت
 تھی آپ نے قافلے کے ساتھ بی بی کا لے چلنا پسند نہ کیا کہ شاید سواری سے چڑھتے اور نہ

کسی نامحرم کی نظر اپنے نہ بڑھائے اس واسطے وہ ان سے تنہا اپنی بی بی کو کیے روانہ ہوئے اور غلام کے درے کو چھوڑ کے دریا کے کنارے کنارے چلے تاکہ زعفران کی طرف کا کوئی حاکم آپ کو پہچان کے خون کی علت میں گرفتار نہ کرے اور آپ کے پاس ایک خچر تھا اور اس پر اسباب لاد کے اور ایک غلام کے سپرد کیا اور کچھ بکریاں تھیں وہ دوسرے غلام کے ہمراہ گئیں اور خود اپنی بی بی کی سواری کے ماتھے رہے۔ چلتے چلتے ایک دن راہ بھولے اور کوہ طور کی طرف جا نکلے جس پر راستہ ڈھونڈ باگرنہ ملا یا شک کہ رات ہو گئی اور وہ جمعہ کی رات تھی ذیقعدہ کی اٹھارہویں تاریخ اور موسم ہارٹیکا تھا۔ اتفاقاً بکریاں جنگل میں پھیل گئیں اور دونوں غلام اور بکریاں اٹھ کر گئے میں مشغول ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگہ بیٹھ گئے کہ اتنے میں راہ کی سختی اور سواری کی حرکت سے آپ کی بی بی کو درد زہ شروع ہوا۔ اور جل کی مت بھی ختم ہو چکی تھی۔ پس انھوں نے یہ بات آپ پر ظاہر کی اور کہا کہ اگر کہیں آگ ملتی تو اچھا ہوتا کہ روشنی بھی ہوتی اور تپنے کے بھی کام آتی۔ پس آپ نے غلام کو حکم دیا کہ آگ کی تلاش کریں انھوں نے ہر چند ڈھونڈھا مگر نہ آبادی کا پتہ ملا اور نہ آگ کا نشان۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ ڈھونڈھنے کے لیے خود شریف نے گئے اور آپ کو ایک پہاڑ پر دبانے ہاتھ کی طرف کچھ روشنی معلوم ہوئی پھر آپ نے بی بی اور غلاموں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو میں نے پہاڑ پر روشنی دیکھی ہے وہاں جا کے آگ لیے آتا ہوں اور جو شخص وہاں ملے گا اس سے راستہ بھی پوچھ لوں گا۔ یہ فرما کے آپ چلے اور وہاں جا کے دیکھا کہ آگ نہیں ہر جگہ نورانی تجلی ہے جو دوسرے آگ معلوم ہوتی تھی اور اس نور نے عوہج کے درخت کو جو عناق کے درخت سے شاہد ہے جڑ سے چٹنی تک گیسر لیا ہے اور اوہین اس قدر چمک رہا کہ آنکھ نہیں ٹھیرتی اور اس کے گرد اگر درختوں کی تنبیج کی آواز آرہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باوجود ان باتوں کے دیکھنے کے اس میدان میں سے گھاس پھوس بچ کے ایک پولہ سانبایا اور چاہا کہ اس نور سے جو شل آگ کے ہے اس سے جلا میں اور اس ارادے سے جو نہیں اس کے پاس گئے

وہ آگ اور آگ کی طرف لپکی تاکہ جلاوے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف سے پیچھے ہٹے اور
وہ آگ بھی ہٹ گئی۔ پھر آپ نے اوس پوسے کے جلانے کا ارادہ کیا اور آگ آپ کی طرف لپکی
آپ پیچھے ہٹے کئی مرتبہ ایسا ہوا۔ آخر آپ پتھر پتھر کے کھڑے ہو گئے اور قدرت الہی کا ناشا
دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک ایک نور اوس سے بلند ہوا جس نے زمین سے آسمان تک روشن کر دیا۔
اور حضرت موسیٰ کی آنکھیں چمک نہ رہیں لگین آپ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور فرشتوں
کی تسبیح کی آواز بلند ہوئی۔ اور وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اوس نور میں سے یہ آواز
سنی کہ اے موسیٰ میں ہوں پروردگار تیرا پس ادب کر اور اپنے پانوں سے دونوں ہاتھ
دور کر۔ پھر ارشاد ہوا کہ تمہارے سید ہے ہاتھ میں کیا ہے آپ نے عرض کی کہ لاشی ہے حکم ہوا
کہ اسے زمین پر ڈال دو جیسے ہی آپ نے اوسے زمین پر ڈالا وہ ایک اژدہا ہو کے دوڑنے
لگی آپ اوس سے ڈر کے بھاگے حکم ہوا کہ ڈرو نہیں بلکہ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لو وہی لکڑی
ہو جائیگی۔ پھر حکم ہوا کہ اپنے ہاتھ کو اپنی نعل میں رکھو اور نکالو آپ نے ایسا ہی کیا اور آپ کا ہاتھ
مثل آفتاب کے روشن ہو گیا۔ بعد اسکے توحید کی حقیقت اور عبادت کے آداب اور اورو
ضروریات آپ کو سکھا کے حکم ہوا کہ اِذْ هَبَّ اِلٰی فِرْعَوْنَ اَنَّهُ طَغٰی۔ عیسا جعفر و
کے پاس اوسے سزا دے اور فساد کرنے میں اسد رجہ حد سے بڑا کہ خدائی کا دعویٰ
کرتا ہے۔ اور جب تو اس کے پاس پہنچے فَقُلْ هَلْ لَكَ اِلٰی اَنْ تَرْکٰی ۝
پھر کہ تیرا ہی چاہتا ہے کہ تو سزا دے۔ یعنی پہلے اوس سے انتہائی کہنا کہ کیا تجھے نفس کی
برائیوں سے پاک ہونے کی رغبت ہے کہ میں تیری برائیاں کھودوں اور تجھ کو ولی کامل
بنادوں وَ اَهْدِ اَبَاکَ اِلٰی رَبِّکَ فَتَخْشٰی ۝ اور راہ بتاؤں تجھ کو تیرے رب
کی طرفت پھر تجھ کو ڈر ہو۔ یعنی راہ بتاؤں تجھے تیرے پروردگار کی تاکہ تو اس کی ذات اور
صفات کو پہچانے اور مرتبہ یقین کا تجھے حاصل ہو۔ پھر تو ڈرے اور تیرا نفس مرنے اور
یہ سرکشی کا مرض بالکل جاتا ہے۔ الفرض حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرمان پر ڈر گیا

فرعون کے پاس پونچھے اور پیغام اللہ جل شانہ کا اسے پونچایا۔ اس نے جواب دیا کہ کیا تو شخص نہیں ہے جسے بچپن سے میں نے پالا اور پرورش کیا اور دونوں میرے پاس رہا پروہ کام کر کے تو میان سے نکل گیا جسے تو ہی خوب جانتا ہے یعنی قبلی کو مار کے چلا گیا اور ہماری نعتوں کی شکر کی آئی۔ اب تجھے یہ رشتہ کہاں سے حاصل ہوا کہ ہمارا بادی اور مرشد بن کے آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ سب سچ ہے اور میں وہی شخص ہوں لیکن اس وقت میں نادان تھا۔ اور جب تم سے ڈر کے بیانے نبھا گا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھے علم اور حکمت مرحمت فرمائی اور رسالت کے طور پر تمہارے پاس بھیجا۔ فرعون نے کہا کہ اب تم رسالت کا دعویٰ کرتے ہو تو کوئی دلیل ہی اس دعوے کے سچ ہونے کی تمہارے پاس ہے۔ **فَآرَأَيْتَ إِنْ كُنَّا لَكُمْ بڑی نسط** پھر دکھائی اوںکو وہ بڑی لٹانی۔ یعنی عصا کا اڑدیا ہوا ہانا۔ اور اوسین اسکے سوا اور معجزے بھی تھے کہ پانی نکالتے وقت کنوئیں کی گہرائی کے برابر بڑھ جاتا تھا۔ اور اندھیرے میں اس کی دونوں شاخیں مثل شعل کے روشن ہوتی تھیں۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے تھے تو وہ کھڑا ہو کے اونکی نگہبانی کیا کرتا تھا۔ اور اگر بکریوں کے پاس چھوڑتے تھے تو اونکے پاس کسی درند کو شیر مویا بیٹھا آنے نہ دیتا تھا۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اوسین ہزار معجزے تھے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ آیت کبریٰ سے مراد یہ بھیجا کہ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور اپنے فرعون کو یہی معجزہ دکھلایا تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ دونوں معجزے ایک ہی مجلس میں ایک ہی مطلب کے ثابت کرنے کیلئے اپنے ظاہر فرمائے اسوجہ سے دونوں کو ایک ہی شمار کیا خلاصہ کہ فرعون باوجودیکہ ایسے دو معجزوں کے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے کافی ودانی تھے ہرگز فوایزدار نہوا۔ **فَكَذَّبَ وَعَصَى** پھر جھٹلایا اپنے اور نہ مانا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے انکار کیا اور پروردگار کا حکم

جو حضرت موسیٰ نے اوسے پوچھا یا تھا نہ مانا۔ اور اسی پر اس نے اکتفا کیا بلکہ **ثُمَّ آدَبَ رَبُّهُ** لیسے **ثُمَّ** پہر چلا پیٹھ پیر کر ملائح کرتا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے بعد اس نے
 کی تدبیر میں ڈھونڈنے لگا تاکہ حاضرین کے دلوں میں یہ دو معجزے دیکھنے سے موسیٰ
 علیہ السلام کی سچائی نہ ثابت ہو۔ **فَتَحْتِ حُجُوتٍ** پہر سبکو جمع کیا یعنی بار و گردن کو حضرت
 موسیٰ کے مقابلے لیے اور ملک کے تمام لوگوں کو اس مقابلے کی کیفیت دیکھنے کیلئے
 تاکہ سبکو معلوم ہو جائے کہ یہ کام جیسے اور دیر سے بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا
 نہیں ہے **فَقَادُوا سُبُلَ سُبُلِهِمْ** پہر کا را۔ اسنے مقابلے سے پہلے لوگوں کو کہہ دیا کہ **وَلَا تَكُونُوا**
فَقَالَ آتُوا بِنِعْمَةِ رَبِّكُمُ الْآيَاتِ **نُظَرُ** پہر کا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر۔ یعنی فرعون
 نے کہا کہ میں ہوں تمہارا پروردگار بڑا۔ اور بالفرض اگر کوئی دوسرا خدا بھی جو ان میں سے
 جسے موسیٰ کو رسول بنا کے میرے پاس بھیجا ہے تو وہ مجھے مرتبہ میں کم ہوگا۔ پہر
 موسیٰ اپنی رسالت ثابت نہی کریں تو انکی اطاعت نہ کرنا چاہیے۔ اور اسطرح سے اسنے اپنی
 ربوبیت ثابت کرنے کے لیے بڑی بڑی ہیودہ دلیلین ظاہر کیں اور کمال درجے کی
 گمراہی کو پوچھا۔ یہاں تک کہ اہلس نے بھی یہ بات شکے کہا کہ میں تو صرف آناؤثر کے کہنے
 سے نکلا گیا اور عقابے بلامعا۔ دیکھیے اس لاف مارنے والا کیا حال ہوتا ہے۔ اور
 کس عذاب سخت میں مبتلا کیا جاتا ہے **فَاَخَذَ اللَّهُ تَكَالُفَ الْاٰخِرَةِ وَالْاَوَّلٰی**
 پہر پکڑا اور سکو اللہ نے سزا میں پچھلے کی اور پہلے کی۔ یعنی دنیا میں پانی میں ڈبو کے قبل سے
 عذاب کیا اور آخرت میں دوزخ میں ڈالے گا۔ اور ہر چند دنیا دار اجر انہیں ہے لیکن ایسے
 شریروں کو انکے بد کاموں کی سزا دنیا میں ایسے دی جاتی ہے تاکہ دوسرے کو عبرت ہو اور
 ایسے گناہوں سے بچتے رہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ **اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً**
لِّمَنْ يَّعْتَمِدُ **بِیْشَک** اس میں سوچ کی جگہ ہے جسکو ڈر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے غضب سے
 ڈرنے والوں کے لیے اس میں عبرت اور نصیحت ہے۔ **الْفَرْصِ** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے قفسے سے ثابت ہو چکا کہ فیضانِ غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہیں ہے اور غیب کی زندگی کا بار بار آنا جانا ہر سکتا ہے۔ اس واسطے کہ بارش کے دنوں میں اکثر جانور خود بخود بغیر نورطیکہ پلید ہوتے ہیں تو ان کی فرنگویہ شبہ ہر اکہ آدمی کی پیدائش اسطورت سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور اسکی مثال ایسی بیان ہونا چاہیے جو ہمارے ذہن نشین ہو پس اسکی جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ **عَٰنَتُمْ لَٰكُم مَّا كُنْتُمْ لَٰكُم مَّا كُنْتُمْ لَٰكُم مَّا كُنْتُمْ لَٰكُم** کیا تم مشکل ہونے میں یا آسان بیٹھے اسے بشت کے منکر و کیا تم زیادہ سخت ہو بننے میں یا آسان کہ اسکی پیدائش تمہاری نظر و بینش کی غلطی سے ہے اور وہ آدمی سے بہت بڑا ہے۔ حق تعالیٰ ایسا قدرت والا ہے کہ **بَلَدًا مَّا تَقَاتُ** اور وہ بنالیا اور ایسا مضبوط بنایا کہ باوجود گذرنے ہزار ہا برسوں کے نہ پھرنا ہوتا ہے اور نہ ٹوٹنا چھوٹتا ہے۔ اور اسکی قوت روحانیہ بھی نسبت غالب ہر اس لیے کہ حق تعالیٰ نے **رَفَعْنَا سَنَكُمَا فَنَسُوتَهُمَا** اونچی کی اسکی بلندی پر اسکو صاف کیا۔ یعنی بغیر ستون اور دیواروں کے اسے اسقدر بلند کیا کہ آسمان دنیا روئے زمین سے پانسو برس کی راہ ہے اور اسقدر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک فاصلہ ہے اور اسقدر ہر آسمان کی دیوارت ہے۔ اور آسمان کو اللہ تعالیٰ نے مستند مزاج پیدا کیا ہے اور ایک بہت بڑی تاثیر اسے یخچشی ہے کہ آفتاب اور ستاروں کی شعاعوں سے ایک حرارت عالم میں پیدا ہوتی ہے اور انکی روشنی چھپ جانے سے نہایت درجہ خشکی و آغٹش کیا تھا **وَ اَخْرَجْنَا مِمَّا مَخْرُجَتِ الْمَآءِ** اور اندھیری کی رات اسکی اور کھول نکالی اسکی وہ ہوا ہے۔ یعنی اندھیری کی رات اسکی تاکہ آفتاب کی گرم شعاع جہاں انور نہ پڑے اور جہاں میں سردی پیدا ہو۔ اور نکالی روشنی اسکی کہ آفتاب ہے اور صحنے اسلیے فرمایا کہ وہ وقت کمال درجہ روشنی اور آفتاب کے اثر کی تیزی کا ہے **فَاَخْرَجْنَا مِمَّا مَخْرُجَتِ الْمَآءِ** اور زمین کو اس قہجے صاف بھالے۔ یعنی رات دن کی تہ پر کے بعد زمین کو ہوا اور صاف کیا۔ علما کہتے ہیں کہ پیدائش زمین کی آسمان سے

پہلے ہے اور بچانا اور کا بعد پیدا ہونے آسمانوں کے۔ اور اس گرمی سردی کے زمین میں جمع ہونے سے **اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً ۙ وَ مَرَعًا ۙ** نکالا اس سے اور سکا پانی اور چارہ نیز نکالا اس زمین سے پانی اور جب پانی اور مٹی ملی تو بہار اور گرگی اور زمین اثر کیا پہر اوس سے بنرہ وغیرہ اگا اور اجاڑ زمین کو اس تدبیر سے باغ بنا دیا۔ کہ اوس زمین پانی بھی جاری ہے اور طرح طرح کا بنرہ بھی موجود ہے۔ اور پانی کا مادہ زمین میں محفوظ رکھنے کے لیے ایک اور تدبیر کی **وَ اَلْجِبَالِ اَرْسًا ۙ** اور پہاڑوں کو بوجھ رکھا۔ یعنی پہاڑوں کو لنگر کے طور پر زمین میں مقرر کیا تاکہ جو بخارات زمین میں گہرے ہوئے ہیں جو نہ نکلنے نہ پائین بلکہ پہاڑوں کے سوراخوں سے پانی ہو کے چشموں اور نہروں کے طور پر جاری ہوں۔ اور یہ سب تدبیریں **مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لَكُمْ اٰمَاتٌ ۙ** کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ہیں۔ پس بقا اور معاش تمہاری سال سے مربوط ہے اور حیات تمہاری اوسکی حیات سے مدد خواہ۔ پہر اپنی خلقت کو اس سے زیادہ محکم کیونکہ کوکمان کر سکو گے۔ اور جب کافروں کے شہادت دور کرنے سے فراغت ہوئی تو پہر اس مطلب کی طرف رجوع فرماتے ہیں جو مقصود تھا کہ کتنے دل اس رودی دوبارہ زنگوگی اور صورت کی آواز سننے سے بے قرار ہو جائیں گے اور انکے اس اضطراب کا اثر بھی ظاہر ہوگا۔ یعنی جس بلا سے ڈرتے تھے اوسکے آثار نمود ہونگے۔ **فَاِذَا جَاءَتِ الطَّامَةُ الْكُبْرٰی ۙ** پہر جب آئے وہ بڑا ہنگامہ۔ یعنی دوسرا حادثہ جو جب آئوں پر غالب ہوگا۔ اور مراد اس سے قہر الہی کی تجلی ہے جو جزا و سزا دینے اور علون کے صحیفے اور شاہدوں اور ارواحوں کے حاضر کرنے اور دوزخ کو موقف پر لانے اور عرش کے سزا دینے کے لیے ظاہر ہوگی۔ اور وقوع اس حادثے کا منوگا۔ **مَرْيُومَ يَسْكُلُ الْكُفْرَ ۙ** **اَلَا نَسَاۤءُ مَا سَعٰی ۙ** جسدن یاد کرے آدمی جو اسنے کیا۔ یعنی جسدن یاد کر لیا آدمی اہل چیزوں کو جو دنیا میں اسنے بڑی سعی اور کوشش سے کی تھیں

اور اپنے سب عملوں کو صحیفوں میں لکھا ہوا دیکھیں اور جو چیزیں ان کے ذہن سے جاتی تھیں وہ پہرہ ان کے ذہن میں آجائیں گی۔ **وَمِمَّا زَكَّاهُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا يُرَىٰ** اور نکال رکھی دوزخ جو چاہے دیکھے۔ اپنے ظاہر کی جائیگی دوزخ اس طرح کہ جو چاہے دیکھے اور اس وقت سب آدمی ان کے دیکھنے میں برابر ہوں گے۔ اور ہر چند کہ یہ حادثہ تمام اہل محشر کو ہیوش و حواس کر دے گا اور ان کے دیکھنے میں سب شریک ہوں گے لیکن اس وقت ان دن دیکھنے والوں کے دوزخ ہوں گے۔ **فَأَمَّا مَن ظَلَمَ** سو جس نے شرارت کی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدوں سے تجاوز کیا تھا اور دنیا کی محبت میں جو سب گناہوں کی جڑ ہے بہت محو تھا۔ **وَأَنزَلْنَا الْحَبَاوَةَ الْاَلْدُنْيَا** اور بہتر سمجھا تھا دنیا کا چینا۔ اور اس کی لذتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی عبادت کے ثواب پر ترجیح دیتا تھا **فَإِنَّ الْحَبَاوَةَ الْمَاوِي** سو دوزخ ہے اس کا ٹھکانا جو قہر الہی کی صورت ہے اور اس کا دیکھنا دوزخ کو ایسا ہو گا جیسے چڑیا مجرم جلاد اور سولی کو دیکھے۔ **وَأَمَّا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ** اور جو کوئی ڈرا اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے سے۔ اپنے دنیا میں اس نے یہ خیال کیا کہ جسے اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور اس خوف سے وہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ کی ہوئی حد سے تجاوز نہ کرے اور دنیا کی زندگی کو آخرت کے ثواب پر اس نے ترجیح نہ دی **وَلَهُمُ النَّفْسُ مَعَنَ الْهَوٰی** اور روکا اس نے جس کو چاہے۔ اپنے نفس کو بری خواہشوں اور نامشروع چیزوں سے روکا۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے موافق چلا۔ **فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاوٰی** سو بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا۔ فضول میں لکھا ہے کہ یہ آیت اس کی شان میں ہے جو خلوت میں گناہ برقرار نہ ہو اور محض خوف الہی اسے چوڑھے اور بچ بچانے

نفس تابع جواک نفس جو ہے ۴ واسطے غم سے نجات پس ہوئے

اور ان لوگوں کا دوزخ کو دیکھنا اس طور سے ہو گا جیسے کوئی تماشا دیکھتا ہے اور فرحت ہوتی ہے۔ ہر چند کہ اس مقام پر آدمی کے دوزخوں کے حالات مذکور ہیں کہ قیامت میں ان کو تو

اِشْرَام کا رُخِ عُدہ علیحدہ ہوگا۔ لیکن مفسرون نے لکھا ہے کہ ان دونوں جھنڈوں میں اِشْرَام بھی
 و حقیقی بجائیوں کے حال کی طرف جو تشریح سے تھے اور باپ کی بے انتہا دولت و دونوں
 کے ہاتھ آئی تھی۔ اور اونکی ماں اون دونوں سے نہایت الفت رکھتی تھی اور درنرات
 اونکو اچھے کھانے کھلانے اور عمدہ پوشاک پہنانے میں مصروف رہتی تھی۔ اونین سے ایک
 مصعب بن عمیر تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے
 تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے دنیا کی تمام لذتوں کو ترک کر کے راتوں کو تہجد گزار ہی اور
 بیداری اور دونوں کو عبادت اور روزوں میں گزارتے تھے اور اچھا کھانا کھا سوا سٹے
 نہ کھاتے تھے کہ نفسانی خواہشیں زیادہ ہو گئی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے
 مال و اسباب دولت و حشمت گھر بار سب چھوڑ کے غربت اور سبکی کی حالت میں مدینہ منورہ
 ہجرت کر گئے اور وہاں کے لوگوں کو قرآن پڑھانے میں مشغول ہوئے انجام کار جنگ احد کے
 دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نشان اوٹھا کر کمال استقلال اور جوازدی اور آزادی
 کے ساتھ شہید ہوئے **وَاَنَّا لِلّٰهِ وَاَنَّا لَکَیْہِ رَاغِبُوْنَ** اور اونکے کفن کے واسطے سوائے ایک
 لنگی کے اور کچھ میر نہوا۔ وہ بھی اونکے قد کے برابر نہ تھی بلکہ اسقدر چھوٹی تھی کہ اگر ٹہرتے
 تھے تو پاؤں کھینچتے تھے اور پاؤں ڈھکتے تھے تو سر کھینچا کرتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انھار لنگی سے ٹوک دو اور پاؤں اور کھاس سے جو خوشبودار ہوتی
 ہے چنانچہ لوگوں نے اسطور سے اونکو دفن کیا۔ اور دو سرا بجائی حامر بن عمیر تھا جو شب
 در روز عیش و عشرت میں مصروف اور محرمات شرعیہ میں مستغرق رہتا تھا۔ اور سبب ترک
 دنیا کے ہمیشہ اپنے بھائی سے لڑا کرتا تھا اور سے دنیا کی اسقدر محبت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی محبت سے جدا نہ ہوا۔ اور ایمان و ایمان کے حکموں کو قبول نہ کرتا تھا حتیٰ کہ
 جنگ بدر میں کافروں کے ساتھ مارا گیا اور جہنم واصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بُرے خاتمے
 سے محفوظ رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کافروں کے سامنے قیامت کا حال بیان

فرماتے تھے کہ دو نزع سرکشوں اور دنیا کے طالبوں کے لیے ہے اور بہشت مقبوض اور
 پرہیزگاروں کے لیے ہے۔ تو کافر کہتے تھے کہ یہ تو سب قیامت کے بعد ہو گا اب یہ تباہ
 کہ قیامت کب ہوگی۔ اور اس کے آنے کا کون وقت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے اس
 سیوہ سوال پر فطری ظاہر فرمایا اور ارشاد کیا کہ **يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ**
مُحَمَّدٌ مَّهْمًا تھے پوچھتے ہیں وہ گہری کب ہے ٹھیراؤ اسکا۔ یعنی جسے قیامت کے
 آنے کا حال پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے آئیگی اور کب ہوگی مگر یہ سوال اونکا بچا ہے ایسے کہ
 آئندہ کی باتیں بتانا تمہارا کام نہیں ہے۔ بلکہ تمہارا کام تو احکام الہی کا پونچھنا اور اس کے خدا
 سے ڈرنا ہے۔ سو **فَيَمَّا أَنتَ مِنْ ذِكْرِنَاهَا** تو کس بات میں ہے اس کے تذکرہ
 سے۔ یعنی قیامت کا وقت بیان کرنے میں۔ کیونکہ اکثر انبیاء اولیا گاہے گاہے آئندہ باتوں
 کا حال بتا دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو انکی نبوت اور ولایت کا اعتقاد ہو اور اسے اللہ کی راہ
 سیکھیں اور ہدایت پائیں پس قیامت کا حادثہ ایسا نہیں ہے کہ کسی بشر کا ادراک اسکا
 احاطہ کر سکے۔ اور نہ اس کے اسباب اس عالم کے حادثوں کے سببوں کی طرح ہیں بلکہ اسکا
 سبب اس عالم کے اسباب کے اور ہے کہ کسی بشر کی عقل و فکر و ہمت تک نہیں پہنچ سکتی
 ایسے کہ **إِلَى رَبِّكَ مُنْجَلَمًا** میرے رب کی طرف ہے پہنچاؤ اسکی۔ یعنی قیامت
 کے آنے کا وقت کوئی نہیں جانتا اس واسطے کہ یہ علم خاص خدا کے لئے ہے
 اور قیامت کے وجود کا سبب ارادہ قہری اسی ذات پاک کا ہے جو بنی آدم کے گنہگاروں
 سے غرض لینے کو متوجہ ہوگا اور اس ارادے کا وقت جاننا اور بنی آدم کی برائیوں کا اندازہ
 کرنا کہ کتنی ہیں اور کون قابل نرا دینے کے ہے یہ سب خاص اسی ذات پاک کے لیے ہے
 تمہارا یہ کام نہیں کہ اسے جاؤ کیونکہ **إِنَّمَا أَنتَ مُنْذِرٌ مِّنْ نَّحْنُهَا** تو تو
 منسلک ہے اسکو جو اس سے ڈرتا ہے۔ یعنی تم تو ڈرانے والے ہو اس کے جو قیامت سے
 ڈرتا ہے اور اس میں استعداد آخرت کے خیر کی موجود ہے۔ پس کافر کہہ اہل استعداد سے

خالی بین اور نکاح سال محض بچا ہے۔ ایسے کہ اگر وہ اس سال سے قیامت کی دوری اور نزدیکی دریافت کرنا چاہتے ہیں تاکہ دوری معلوم ہونے سے باطمینان باطمینان اور نزدیکی دریافت کرنے سے اس کی فکر کریں تو اس سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ قیامت قائم ہونے کے وقت مدت دراز جو گزری ہے انکو بہت ہی کم معلوم ہوگی۔ **كَانَ قَوْلُهُمْ** **يَسْأَلُونَكَ لِمَ لَا يَكُونُ الْآلَاءُ عَشِيَّةً أَوْ صُبْحًا** ایسا لگے جسدن دکھیں گے اور منگو کہ دیر نہیں لگی اوںکو مگر ایک شام یا صبح اور سکی۔ یعنی جسدن قیامت کے آثار دکھیں گے تو سمجھیں گے کہ دنیا میں اونکے رہنے کی مدت بہت تھوڑی تھی۔ گو یا کہ نہیں ٹھہرے وہ دنیا اور برزخ میں مگر ایک عشا کہ طلوع آفتاب سے زوال تک کو کہتے ہیں یا برابر اس کی ضعیفی کے کہ طلوع آفتاب سے زوال کے قریب تک کو کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس دن کی دہشت اوپر اس قدر غالب ہو گئی کہ اپنی زندگی کی مدت جو لچائی گئے اور گمان کر گئے کہ دنیا میں بہتے ایک شام کی تھی یا کچھ دن جڑے تک رہے تھے۔ اور اسی طرح اور آتیون میں بھی یہ بیان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

سُورَةُ عَبَسَ كَبِيرَةٌ هِيَ بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اثْنَتَانِ وَارْبَعُونَ آيَةً

یہ سورت مکی ہے اس میں باللیس آیتیں اور ایک سو تیس رکعے اور پانسو پیشترت اور ایک رکوع ہے۔ اس سورت کے خواص میں لکھا ہے کہ ستر بار اسکا پڑھنا روز قیامت کی میثاقی کے واسطے مفید ہے۔ اور شکوری اور مرد اور امراض چشم کے لیے اسکا پڑھنا شفا جرب ہے۔ اس سورت کے شان نزول میں لکھا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے اور تشریف کے بڑے بڑے سردار اور رئیس آپ کے پاس حاضر تھے آپ اوںکو دین اسلام کی خوبیاں اور بت پرستی کی بُرائیاں سمجھا رہے تھے اور نہایت توجہ سے اوںکے ساتھ باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں عبد اللہ بن شریح زہری بنو عبس بن ام کلثوم کہتے تھے آئے۔ اور وہ اندھے تھے اسی واسطے اوںکی والدہ کو لوگ ام کلثوم کہتے تھے کیونکہ ام کلثوم اندھے کو کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کا آنا اچھا نہ معلوم ہوا

اس واسطے کہ وہ نابینا محفل کے رنگ و رنگ سے ناواقف نہ ہو اگلی نسبت گمان ہوتا تھا کہ وہ بے موقع بات کہہ بیٹھیں گے اور دعوت اسلام کی باتیں ناتمام رہ جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ انہوں نے مجلس قواعد و آداب کا کچھ خیال نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ بیٹھے اور عرض کی کہ مجھے قرآن کریم کی فلاں فلاں سورت تعلیم کیجیے اور میری طرف متوجہ ہو جیے کہ میں بغیر سہر کے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹرو۔ انہوں نے تھوڑی دیر پھر کے پھر وہی بیان شروع کیا یا تک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا۔ آخر اگلی اس حرکت سے جو سرداران قریش کی رنجیدگی کا باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چن چن بچدین ہوئے اور خفگی کے آثار چہرہ مبارک سے نظر آنے لگے اور آپ اگلی طرف سے منہ پھر کے سرداروں کی طرف متوجہ ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام یہ سورت لائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو سنتے تھے اور رنگ چہرہ مبارک کا خوف سے زرد ہوتا جاتا تھا یا شک کہ جب **كَلَّا لَا تَتْلُوَ هَٰذَا كَرِهَٰ اَنۡبَاۤءُ بَنِي اِسۡرَءٰۤیْلَ** اپنے جبریل علیہ السلام کی زبان سے سناتے خوف کم ہوا اور رنگ چہرہ انور کا بدلا۔ اور آپ سمجھے کہ یہ نصیحت کے طور پر غضب اور غصے کی راہ سے نہیں ہے۔ پھر آپ اون نابینا کے گھر تشریف لے گئے اور اونسے ہڈ کیا اور اپنے ہمراہ اونہیں لے کے مکان پر تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کے اُنکو بٹھایا۔ اس خفگی کے سبب میں مفسرون نے بہت کچھ لکھا ہے منجملہ اُنکے یہ بنے کہ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات خلاف قواعد شرعی نہیں ہوئی مگر آپ کے چہرے کے تغیر کو اس نابینا کے سوا اور لوگ دیکھتے تھے اور اس سے اغنیاء کی خاطر داری اور فقر کی طرف سے بے پڑائی دریافت کرتے تھے پس حق تعالیٰ نے اپنے محبوب کے حق میں لوگوں کے اتنے توہم کو بھی ناپسند کیا اور چاہا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا میری رضا جوئی میں مصروف رہے اور کسیکے میرے محبوب کی طرف ریاکی تحت کا گمان بھی نہ رہے اور اس قصے کو اسطورے سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے کسی نامرغوب کام کو شاق جانے کو سے مع مکان اور زمان کے

اوس کام سے آگاہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ عکس و گوئی ۞ تیوری
 چڑھائی اور منہ موڑا پیغمبر نے آن جائے ۞ اَلَا عَمَّ ۞ اس سے کہ آیا اوس پاس اندھا۔
 یعنی عبداللہ بن شریح۔ اور نابینائی کا ذکر بیان واقعے کے لیے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر
 حسن خلق سے یہ بات بعید تھی کہ فقیر وں اور محتاجوں سے جو طلب حق کرتے ہیں اور دین
 کی راہ دہنڈتے ہیں اس طرح سے پیش آئے لیکن پیغمبر نے جانا کہ یہ شخص نابینا ہے تو شرفی
 اور غنہ رونی میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ پس اوسکی بیجا حرکتوں سے تیوری چڑھائی اور منہ موڑا
 اور اپنے تئیں اس کام سے بزور نزو کا۔ اور مقتضائے کمال رحمت یہ ہے کہ اس مقام
 پر پروردگار عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں فرمایا کہ صرف نسبت اس فعل کی
 آپ کی طرف منسوب ہے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اندھے کی تعلیم بہت مشکل ہے کیونکہ وہ
 صرف یاد کر سکتا ہے کتاب کا دیکھنا اور مطلب کا نالنا اوسکے امکان میں نہیں۔ پس حق تعالیٰ
 اپنے حبیب کے فرماتا ہے کہ تم نے اوس نابینا کو کم استعداد سمجھ کے اوس سے منہ پیر اور
 بات یہ ہے کہ آنکھوں کا اندھا بن منہ پیر نے کاسب نہیں ہے بلکہ دل کا اندھا بن منہ پیر
 کے قابل ہے۔ اور وہ امیر اور سردار سب دیکھ اندھے تھے۔ پس تھوچا ہے تھا کہ اوسے
 منہ پیر کے نہ اوس اندھے سے کیونکہ وَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّه يَمُرُّ ۞ اور تھوچا کیا خبر
 شاید کہ وہ سنو رہا۔ اور اوس کا دل پاک ہو جاتا۔ اور وہ ایک اندھا ہزاروں آنکھ والوں سے
 اچھا ہو جاتا۔ اَوْ يَدْرِيكَ فَنَنْتَفَعُ بِالَّذِي كَرُمِي ۞ یا سوچتا تو کام آتا اوسکے سچھانا
 یعنی نصیحت ماننا تو قرآن کے احکام اوسکے دلیں ایسے قائم اور متحکم پہنچاتے کہ اوس میں
 آئینہ کا وہم و خیال تک نہ رہتا۔ اور اس بات سے اوسے فائدے حاصل ہوتے اور
 دینی منفعتیں پاتا اور لطیفہ اوسکی عقل کا روشن ہو جاتا۔ اور گناہوں سے محفوظ رہتا۔
 اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۞ اور جو پروا نہیں کرتا تمہارے حکم اور تمہارے طریقے کی۔
 اور اپنے ال و دولت میں محمد ہے فَانْتَ لَهُ تَصَدَّی ۞ سو تو اوسکی فکر میں ہے

بیٹے اور سکی ہدایت کے لیے آپ فکر کر رہے ہیں اور شوقین شاگردوں پر زیادہ توجہ نہیں
 کرتے اس لیے کہ بے پرواہ طالب کو اس راہ پر لانے کے لیے توجہ ضرور ہے غفلت شوقین
 کے کہ اوسکے لیے اوسکا شوق راہبر ہے اور انجام کار مطلب تک پہنچ رہا گا۔ **وَعَلَيْكُمْ**
الْحُكْمُ يَا أَيُّهَا الْمَلِكُ اور تجھ پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ نہیں سنو تا۔ یعنی تمہارا اس بات کا کچھ الزام نہیں
 کہ وہ بے پروا پاک نہیں ہوتا کیونکہ تمہارا کام تو احکام الہی کا پونچنا اور مستعد شوقینوں کا
 تربیت کرنا ہے اور یہ بات تم کرتے ہی ہو چاہے بے پروا لوگ تمہارے کہنے کو مانیں یا
 نہ مانیں۔ **وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى** اور وہ شخص جو آیا تیرے پاس دوڑتا محنت
 اور مشقت سے۔ جیسے وہ نابینا کہ ہاتھ کپڑے ساتھ لائے والا بھی اوسے نہ ملا اور چاہا
 ٹھوکرین کھاتا اگر تا پڑتا تمہارے پاس پونچا **وَهُوَ يَخْشَى** اور وہ ڈرتا ہے۔ اس
 بات سے کہ مرضیات الہی سے کہیں دوری نہ جو جائے۔ اور منہات میں مبتلا نہ ہوئے اور اس
 خوف سے اوسے تمہاری صحبت میں حاضر ہونے اور تم سے علم سیکھنے کا شوق بڑھتا ہے اور
 ڈرتا ہے اس بات سے کہ کہیں کافراؤ کے تمہارے پاس آنے کا حال سکے اوسے ایذا
 اور تکلیف نہ پہنچائیں۔ یا ٹھوکرین کھاتا ہو تمہارے پاس جائے اور تم کسی کام میں ایسے
 مشغول ہو کہ وہ محروم رہ جائے **فَأَنْتَ عَنْهُ تَمَكُّشٌ** سو غم اوس سے تغافل کر
 ہو۔ منہ پھیر کے اور دوسروں کی طرف مشغول ہو کے۔ اور اوسکے حال پر توجہ نہیں ہوتی
 کیونکہ اس میں یہ فائدہ ہے کہ بے پروا اور بھاگنے والے مطیع ہوں اور سچے طالب اپنے
 کمال شوق کو پونچیں **كَلَّا إِنَّهَا تَذْكِرَةٌ** یوں نہیں یہ تو سمجھوتی ہے۔ یعنی
 بعد اسکے اس افسانہ کیونکہ یہ آیات قرآنی اللہ تعالیٰ کے ناموں اور اوسکی صفات اور احکام
 کے یاد کرنے کے واسطے ہیں تاکہ لوگوں کو معرفت اور عبادت کی راہ معلوم ہو اور خوف
 ورجا کا حال کمال جائے اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے لگیں۔ اور شوق بڑھے **فَمِنْ شَأْنِ**
ذِكْرِهِ ہر جو کوئی چاہے اوسکو پڑھے کہ یہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور

اور کا ذکر بغیر دل کی رغبت اور صدق ارادت کے مفید نہیں۔ اور اگر کسی کے دلیلیں یہ شبہ گذرے
 کہ دو لہند غنی جس کتاب یا کلام کا شوق کرتے ہیں اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے لوگ
 اس کی وقعت کرتے ہیں اور اچھے اچھے خوشنویسوں سے طلائی کاغذوں پر لکھواتے
 اور زرین غلافوں اور جڑاؤ رطلوں پر رکھتے ہیں سو اس شبہ کے دور کرنے کے لیے سمجھنا چاہیے
 کہ ان چیزوں کی اس کی عزت اور بزرگی کچھ بھی زیادہ نہیں ہوتی بلکہ اس کی عزت اور قدر و منزلت
 اس عالم میں جہاں سے زمین والوں کے پاس آئے وہ دیکھنے کے قابل ہے کہ **فَصَحَّفِ**
مُكْرَمَةً ۱؎ لکھیں ارب کے ورقوں میں۔ یعنی یہ قرآن پاک کی آیتیں عزت کے
 ورقوں میں لکھی گئی ہیں جن کی عزت خود اللہ تعالیٰ نے زیادہ کی ہے۔ **مَرْفُوعَةً مُقَدَّسَةً**
 اونچے دہرے ستھرے۔ یعنی وہ صحیفے بہت العزت میں اونچے رکھے ہوئے ہیں جو آسمان
 دنیا پر عمدہ جگہ ہے اور قرآن مجید کو پہلے لوح محفوظ سے نقل کر کے اسی مقام میں لائے تھے
 پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا۔ اور وہ نہایت پاک اور صاف میں پائیدگی
سَفَرَةٍ ۲؎ **كِرَامَةٍ** ۳؎ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو سردار ہیں نیک۔ یعنی
 سوئے گئے ہیں ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو بڑی قدر والے اور نیک ہیں
 جن سے سوانحی اور اچھائی کے کوئی بات نہیں ظاہر ہوتی بخلاف دنیا کے لکھنے والوں کے
 کہ وہ گناہوں اور خباثت ذاتی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اگرچہ ظاہر اپنا کیسا ہی آراستہ کریں
 لیکن اس پاکیزگی کو نہ پہنچیں گے۔ پس قرآن کے بارے میں دنیا داروں کی رغبت
 اور دو لہندوں کی قدر و عزت کی امید رکھنا محض بھابھ ہے۔ بلکہ وہ اس کی قدر ہی کو بھجائیں
 تو غنیمت ہے **قَتِيلَ الْإِنْسَانِ مَا أَكْهَرُ** ۴؎ ۵؎ ارا جاؤ آدمی کیسا، شکرت
 کہ جس نے اس کلام عظیم القدر سے نوازا اور طرح طرح کی ہدایتیں اور سین فرمائیں اس کی
 قدر نہیں جانتا اور اس کے حقوق ادا نہیں کرتا اور اپنے مال و دولت میں مستغنی اور
 بے پرواہ ہے یہاں تک کہ اپنی اصل سے بھی بے خبر ہے اور نہیں جانتا کہ میں کیا تھا

ریت کو ادھر اور دھر بٹھا کے اوس مردہ کو کے کو اوس گرہے میں ڈال کے ریت کا ایک تودہ اوپر بنایا اور چلا گیا۔ قایل نے یہ حال دیکھ کے اپنے بھائی کی لاش کو اسطو سے دفن کیا اور قبر بنادی۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے اُترے اور انکی اولاد کے سامنے اونکو تجسّم و تکفین کر کے قبر میں دفن کیا۔ اوس روز سے یہ طریقہ رائج ہو گیا۔ یہ تعلیم پہلی دفعہ قایل کو اوسکی استعداد کے تصور سے کوسے کے ذریعے سے ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتوں کے واسطے سے۔ خلاصہ یہ کہ دفن کرنے کا طریقہ بھی آدمی کے حق میں ایک بڑی نعمت ہے اور فقط اسی نعمت پر انسان کے حق میں انکشاف نہیں پایا۔

بَلْکُمْ تُخْرِجُوا أَشْأَاءَ أَتَشْكُرُونَ ۝ پھر جب چاہا اوٹھان نکالا او سکھو۔ زندہ کر کے قبر سے تاکہ آخرت کے عالم میں اپنے کاموں کا بدلہ لا ابدال آباد تک پائے اور زندہ جاوید ہو۔ چنانچہ کہ یہ نعمت انبک وقوع میں نہیں آئی لیکن ہر عاقل کو قدرے غور و تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس نعمت کے واقع ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے کیونکہ جب اس حالت میں کسی چیز نے اندہ قائل کی مشیت سے مخالفت نہیں کی تو اوس حالت میں بھی کوئی چیز اوسکی مشیت سے مخالفت نہیں کر سکتی۔ پس معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد جیسا ضرور ہوگا پھر اگر انسان کے دلیقین یہ خیال آئے کہ ہکو ابتداءے آفرینش سے بزرگی اور کرامت حمت ہوئی ہے تو یقین ہے کہ آخرت میں بھی ہماری عزت اور توقیر ہوگی۔ سو اس گمان کے دور کرنے کے لیے ارشاد ہوا کہ **كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَهْرَکَ ۝** کوئی نہیں پورا کیا جو اسکو فرمایا۔ یعنی ہرگز ایسا گمان نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ پہلا اکرام اسوجہ سے تھا کہ اوٹھنا نہیں کیے تھے۔ اور بعد گناہ کرنے کے پہل لانے کے وقت ہر خندا و سکھو انسان کر گئے لیکن گناہگار انسان ہوگا۔ پس سابق کے اعزاز و اکرام کے بہرہ سے پرآئندہ کی عزت اور بزرگی کا امیدوار نہونا چاہیے۔ اور پھر ایسے حال میں کہ سرانجام کو نہیں پونچھائی وہ چہرہ بکا حکم عزت دینے والے خالق نے دیا تھا۔ پس اگر ادیسکے فرمان کو بجالاتا تو البتہ عزت و اکرام

کی توقع او سے زیادتھی۔ ورنہ تقصیر اور نافرمانی کی صورت میں خوف کرنا اور ڈرنا چاہیے۔
 پس اگر اس بات میں کچھ شک ہو فلینظر الانسان الی طعامہ ۝ چاہیے
 کہ نگاہ کرے آدمی اپنے کھانے کو۔ اور خوب غور کرے کہ کس طور سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔
 اور کیسا پاک و صاف ہوتا ہے اور وہی عنایتیں اللہ تعالیٰ کی اس کے پیدا کرنے میں مصروف
 ہوتی ہیں جو انسان کے پیدا کرنے میں مصروف ہوئی تھیں۔ اور اس کے پیدا کرنے کے لیے
 انا صببنا الماء صہبا ۝ تحقیق ہم نے بھایا اپنی آسمان سے جیسا کہ حق پر ہونے کا
 اور جو آدمی کا لطفہ بہانے سے کہیں زیادہ اور سبب ہے۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا
 پر چیرا زمین کو پھاڑ کر ایک ضعیف گھاس کے اُگنے کے لیے جو زمین سے باہر نکلنے کی قوت
 نہیں رکھتی تھی۔ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ پھر اُگایا زمین اناج۔ جیسے گیون اور چنے
 وغیرہ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ اور انگور جو قوت بھی ہیں اور میوہ اور دو ابھی۔ اور ترکمان
 قسم قسم کی جو بچختہ اور خام ہر طور سے کام آمین۔ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ اور زیتون
 اور کھجوریں جو انسان کے لیے ہر طور سے دواء و غذاء مفید مطلب ہیں۔ وَحَلَّاقٍ
 غُلْبًا ۝ اور باغ گنے۔ گنجان میوہ دار۔ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ اور میوہ اور روہ
 بنے اور دوسری قسم کے میوے جو باغوں میں نہیں ہوتے بلکہ جنگل اور پہاڑوں میں
 پیدا ہوتے ہیں۔ اور گھاس ہر قسم کی جو خود بخود اُگتی بنے کوئی اسے بوتا نہیں ہے۔
 مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝ کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چرواہوں کے
 یعنی ان چیزوں میں سے جو بیان ہوئیں بعضی جانوروں کے لیے خاص ہیں جیسے
 گھاس اور بھوسہ۔ اور بعضی آدمی اور جانور دونوں میں مشترک ہیں جیسے اناج کے
 دانے اور بعضی ایسی ہیں کہ آدمی ان سے ابھی ابھی آدمی کھاتے ہیں اور اسکی بہوی
 اور چھلکے اور گھٹلیاں اور پتے جانور کھاتے ہیں۔ اور کھانے کے بعد یہ عمدہ اور نفیس
 چیزیں کس قدر ذلیل اور حقیر ہو جاتی ہیں۔ یعنی گوہ اور گوہر و لیکڑے گھروں سے

کمال کے در پہنچتے ہیں اور اوسکی بدبو سے نزائیت نفرت کرتے ہیں۔ پس اس پہلے کرم اور بچپنی ذلت کو خیال کر کے سمجھنا چاہیے کہ بزرگی آدمی کی ایک حد معین کے بعد ذلت سے بدلی جائیگی۔ اور وہ یہ ہے کہ فاذا جاءت الصاخۃ ۝ پر جب آئے وہ نمل۔ یعنی ایسی سخت آواز جس سے لوگوں کے کان بہرے ہو جائیں اور یہ اشارہ صور پونے کی طرف ہے۔ یوم یفر المرء من اخیه ۝ جسدن بھاگے مرد اپنے بھائی سے۔ باوجود اس بات کے کہ سب غیر دن سے زیادہ اوسے دوست رکھتا تھا۔ اور بچپن سے اوسکے ساتھ انسیت اور محبت اور اتفاق اور صلاح و شوریٰ اور امداد وغیرہ کے طریقے جاری تھے۔ وَاُمُّہٗ وَاَبُوہٗ ۝ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے اپنے اپنی ماں سے بھی بھاگ گیا جسے بھائی سے بھی زیادہ دوست رکھتا تھا اور اسکے ذمے اوسکے حقوق بھی بہت تھے۔ اور اپنے باپ سے بھی جبکا درجہ ماں سے بھی زیادہ ہے وصاحبۃ وبنیہ ۝ اور اپنی جو روستے جو ماں باپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے اور تادم مرگ اور کاساتھ منظور ہوتا ہے۔ اور اپنے بیٹوں سے جو عورت سے بھی زیادہ پیار ہے ہوتے ہیں اور اونکو اپنے مرنے کے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہے جس سے ایسے نزدیک رشتے والوں سے بھاگا تو غیر دن سے بطریق اولیٰ بھاگ گیا۔ لکھا کہ اول جو شخص اپنے بھائی سے بھاگتا وہ قابل ہوگا جو باپیل سے بھاگتا کہ دنیا کے خون کے عوض اوسے کڑے نہیں۔ اور اول جو شخص اپنے ماں باپ سے بھاگتا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے اور وہ اس خیال سے بھاگیں گے کہ کہیں اونکے ماں باپ شفاعت کے لیے اونکی سمت روانہ نہ کریں اور کافروں کے حق میں شفاعت مقبول نہیں ہے۔ اور اول جو شخص اپنی عورت سے بھاگتا وہ حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام ہونگے کہ ان دونوں کی عورتیں منافق تھیں اور منافق کے حق میں شفاعت قبول نہیں ہے۔ اور اول جو شخص اپنے بیٹے سے بھاگتا وہ حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ انکا بیٹا کنعان کا فرما تھا۔

اب رہا یہ امر کہ اقربا سے بھاگنے کا کیا باعث ہوگا۔ سوا مین علما نے اختلاف کیا ہے
بعض نے لکھا ہے کہ حق طلب کرنے کے خوف سے بھاگیں گے تاکہ جو کچھ اوسکی حق تلفی
ہے اوسکا طالب نہ ہو۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ مرد اور شفاعت کے خوف سے بھاگیں
کہ کیم ایسے دوزخ سے بچانے کے لیے اپنی نیکیوں میں سے کچھ دینا اوسکے گناہوں میں سے
اپنے ذمے کچھ لینا نہ پڑے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تکلیف و عذاب نہ دیکھ سکیگا اور شفاعت
یا نیکیاں دینے کی طاقت نہ رکھتا ہوگا مجبور ہو کے اوسکے سامنے سے ہٹ جائیگا۔ اور بات یہ
ہو کہ اوسدن ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہوگا دوسروں کی طرف کچھ التفات نہ کرے گا جیسا
کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ لِكُلِّ اَمْرٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ
ہر مرد کو اوسدن سے اوسدن ایک فکر لگا ہوگا اوسکو یہ ہوگا۔ یعنی ہر شخص کو اوسدن ایسی فکر و تشویش
ہوگی کہ دوسروں کے حال کی طرف متوجہ ہونے کی اوسے مطلق فرصت نہ ہوگی۔ اور جب
یہ حادثہ واقع ہوگا تو لوگ عزت اور ذلت میں مختلف ہو جائیں گے۔ وَجُوهٌ يُّؤَمِّنُونَ
مُسْفِرًا ۝ کتنے مسند اوسدن روشن ہیں۔ ایمان کے نور سے ہوا اوسکے باطن سے
ظاہر کی طرف جلوہ گر ہو کے اوسکے چہروں کو روشن کر دیا۔ ضَالِحَةٌ مُّسْتَبِشِرَةٌ
ہنستہ غمیشان کرتے۔ انعام و اکرام کی امید پر۔ وَجُوهٌ يُّؤَمِّنُونَ عَلَيْهِمْ غَابِرًا
اور کتنے مسند اوسدن اوپر گرد پڑی ہے۔ یعنی گناہوں کی تاریکی کے ظہور سے کتنے ہی
چہرے غبار آلود اور تاریک ہونگے۔ تَرْجَمُهَا قَتَرَةٌ ۝ چڑھی آتی ہر اوپر
سیاہی۔ کفر کی۔ اگرچہ کفر دل کی تہ میں ہوتا ہے اور گناہوں کی تاریکی سے بھی پوشیدہ ہوتا ہے
لیکن اوسکی سیاہی غالب ہو کے گناہوں کی تاریکی کے اوپر آ جائیگی۔ اُولَئِكَ هُمُ
الْكٰفِرَةُ الْفَجَّوۃُ ۝ وہ لوگ وہی ہیں جو منکر ہیں و ہیشہ۔ یعنی یہ سیاہ رو لوگ
وہی ہیں جو کفر بھی کرتے تھے اور گناہ بھی۔ اور اسی سبب کمال درجے کی ذلت اور خواری
میں مبتلا ہوئے اور اوسکی انسانیت اوسکے کام نہ آئی۔ اور بزرگی و اکرام کے قابل نہ ہوئے۔

سُورَةُ التَّوْحِيدِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ ثَمَانُونَ آيَةً

یہ سورت مکی ہے اس میں اٹھائیس آیتیں اور ایک سو چار کلمے اور پانچ سو تیس حرف اور ایک رکوع ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص روز قیامت کو دنیا میں ان آٹھوں سے دیکھنا چاہے اسے لازم ہے کہ اس سورت کو پڑھے۔ اور اس کے خواص میں لکھا ہے کہ جو کوئی اسے اکیس بار پڑھے ہر باب سے محفوظ رہے اور دشمنوں پر فتح پائے۔ اِذَا الْتَقَابُ الْكُتُبِ ۝ جب سورج کی دھوپ تہ ہو جائے۔ یعنی آفتاب کی شعاع جو عالم میں پھیلی ہوئی ہو وہ زائل ہو جائے اور جرم اور کاشل پیر کی چلتی کے بے نور ہو جائے۔ اور ہر خدا آفتاب و کتاب و دونوں اس حادثے میں شریک ہونگے لیکن آفتاب کے بیان پر ایسے اکتفا فرمایا کہ ماہتاب کے جرم کو آفتاب ہی کی شعاع روشن کرتی ہے اور آفتاب کے بے نور ہونے سے ماہتاب کا بے نور ہونا لازمی ہے لہذا ماہتاب کے علاوہ بیان کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ اِذَا الْجُودُ انْكَدَرَتْ ۝ اور جب تارے میلے ہو جائیں۔ اور نور اونا کا زائل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ تارے قندیلو میں نور کی زنجیروں سے لگتے ہیں اور وہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں جب فرشتے مر جائیں گے تو وہ قندیلین اونکے ہاتھوں سے چھوٹ جائیں گی اور تارے گر کے بے نور ہو جائیں گے۔ وَلَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ اور جب پہاڑ چلائے جائیں۔ اور بادلوں کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں پس جب پہاڑ زمین کے ننگے اسطر سے ہوا میں اڑ گئے تو زمین بھی لامحالہ خراب ہو جائیگی۔ وَلَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ اور جب بیاتی اونٹنیاں چھٹی پھریں۔ یعنی گاہن اونٹنیاں چکا حمل دس مہینے کا ہو ماری ماری پھریں اور اونکے مالک اونکی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اور مظلوم اس بیان انسان کا کمال درجے کا قطع تعلق اپنے مال سے ہے۔ کیونکہ سب مالوں میں زیادہ تر خبر گیری کے محتاج ہاں زمین کہ اونہیں دھوپ سے سائے میں بانہ ہے اور ہر دم اونکے دانے

پانی کی خبر گیری انسان کو کرنی پڑتی ہے خصوصاً وہ اونٹنیاں جو جننے کے قریب پہنچتی ہیں اہل عرب کے نزدیک سب جانوروں سے اعلیٰ اور عمدہ ہیں۔ اور ان کے بچے اور دودھ سے اہل عرب کو بڑا دودھ ترسرت ہوتی ہے اسی واسطے اونکی بہت خبر گیری رکھتے ہیں۔ اور چونکہ مخاطب اس کلام ہدایت فرجام کے اول اہل عرب ہیں لہذا بمقتضائے بلاغت رعایت اس چیز کی ضرور ہوئی جو اونکی سمجھ میں جلد آجائے۔ اور اس مقام پر بعضے لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے تصور ہوکنے کے بعد سب جانور مر جائینگے اور اونٹنیاں کمان رہینگیں جو چھوٹی چھوٹی پیرنگی۔ اور سا جواب یہ ہے کہ بیشک پہلی مرتبہ تصور ہوکنے کے بعد تمام آدمی اور اونٹنیاں وغیرہ سب مر جائینگے۔ مگر دوسری بار تصور ہوکنے ہی سب زندہ ہو اور وہ حاملہ اونٹنیاں بھی جی اونٹنی کی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ زندہ کر کے اٹھائے جائینگے لوگ قیامت کے دن حسب طور سے مریں گے۔ اور عشر اوس مہینے کی حاملہ اونٹنی کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے اس نام سے اوسکو مذکور فرمایا وَلَآئِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ اور جب جنگل کے جانوروں میں رول پڑے۔ یعنی جو قوت جھلی اور پہاڑی وحشی جانور جمع کیے جائیں۔ اور وہ اپنے رہنے کے مقاموں کے خراب ہونے اور آگ اور دھوین کے ہر چار طرف سے گہرنے سے مجبور ہو کے آدمیوں کے جمع میں جاے امن سمجھ کے ہاگ آئینگے اور اوس دھکی دھشت اور پراسقہ غالب ہوگی کہ انسانوں سے بالکل وحشت کرینگے۔ اور باوجود دشمنی طبی کے اوسدن ایک کو دوسرے کا کچھ خوف نہ رہیگا۔ اور بعضے مفسرین نے لکھا ہے کہ وحشیوں کے عشر سے مرنے کے بعد اونکا زندہ کرنا ہے تاکہ اوسنے قصاص اور بدلہ لیا جائے۔ بعد اسکے سب خاک کر دیے جائینگے۔ مگر وہ جانور جو ہشتیوں کی خوشی اور لذت کا باعث ہو گئے ہشت میں باقی رہینگے۔ اور وہ جانور جو دوزخیوں کے عذاب کی زیاتری کا سبب ہو گئے دوزخ میں جائینگے۔ جیسے سانپ اور بھید اور کھجور کے پتے جلے ہوئے دھمکن کو اور دکھ دینگے اور ان جانوروں کو آگ سے کچھ ہزیت اور تکلیف نہ ہوگی۔

وَإِذَا الْبُحَارُ سُجُوتٌ ۝ اور جب دریا جموں کے جائیں۔ یعنی دریاؤں کا پانی
 و ہواں اور آگ بجائے جسکے سبب سے ہوا نہایت گرم ہو کے محشر کے بے ایمانوں کو
 ازیت اور تکلیف پہنچائے اور ایماندار لوگوں کو اس سے کچھ تکلیف نہوگی صرف زکام
 معلوم ہوگا۔ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ اور جب جیون کے جوڑ بندھیں
 یعنی قسم قسم کے گنہگار اکٹھا ہوں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ مؤمنوں
 کے نفس حور عین کے ساتھ اور کافروں کے نفس شیطانون کے ساتھ ملاو گئے۔ وَإِذَا
 الْمَوْتُ دُكِّتْ ۝ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ۝ اور جب لڑکی جتنی گھڑی
 ہوئی پوچھی جائے کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی۔ اہل عرب میں یہ رسم تھی کہ لڑکیوں کو بیدار ہوتے
 ہی گڑ دیتے تھے۔ بعضے تنگدستی اور بیاہ بناوی کے مصارف کے خیال سے اور بعضے بی
 کا دینا اور کہسی کو اپنا اولاد بنا بہت عار سمجھتے تھے اور اس رسم نے اوس ملک میں ایسا رواج
 پایا تھا کہ اسے فخر اور غیرت جانتے تھے اور اس گناہ کے عذاب کا مطلق خوف نہ کرتے تھے
 بلکہ سمجھتے تھے کہ اولاد ہماری ملک ہے بلکہ اختیار ہے کہ اسے جو چاہیں کریں۔ حق تعالیٰ
 نے فرمایا کہ ان ار نے والوں سے پوچھیں گے یا خود انہیں لڑکیوں سے پوچھیں گے
 کہ تم کیوں ماری گئیں۔ تاکہ وہ لڑکیاں بیان کریں کہ بہو بے گناہ ماریاں اور قاتل ان کے
 شرمندہ ہوں وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِيتُ ۝ اور جب کاغذ کھولے جائیں۔ یعنی اہل ایمان
 جو آدمی کے مرنے کے بعد لیٹ کے رکھے جاتے ہیں کھولے جائیں اور ہر شخص اونسکے
 حال سے خبردار ہو۔ اور کثافات میں ہے کہ قیامت کے دن میں صحیفوں کو عرش کے
 نیچے سے اڑائیں گے پس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتھ میں آئے گا وہ میں لکھا ہوگا کہ فی
 جَنَّةٍ عَالِيَةٍ اور جو کافر کے ہاتھ میں آئے گا وہ میں لکھا ہوگا کہ فی سَمُومٍ قَوَّيَةٍ۔ اور یہ صحیفے
 فال کے قرعون کے طور پر ہوں گے۔ اعلانیے ہوں گے۔ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ۝
 اور جب آسمان کا چمکا اُتارا جائے۔ یعنی پست جیسے جانور کا بعد فوج کرنے کے اُتارے ہیں

اور تمام اجزاء و اعضاء اور رگ ریشے اس کے ظاہر ہو جاتے ہیں اسطرح سے آسمان کی تمام پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو گئی اور فرشتے صحیفہ کے حامل اور اور قلموں کے نازل ہوئے۔ **وَإِذَا أُنْجِيَتِ النَّفْسُ مِنَ ضَرْبِ الْمَوْتِ ۖ أَوْ حُبِّ رُوحٍ وَرُوحٍ وَهَكَائِي جَاءَتْ ۖ أَوْ شَيْءٍ أَوْ سَكَنِ ۖ** اور جب موت کی آواز آئے گی یا بادی سے اور بعض نے لکھا ہے کہ ان بارہ حالتوں کو موت کے وقت جو قیامت کا نمونہ معلوم کر لینگے اس واسطے کہ موت کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں۔ اور حدیث میں بھی وارد ہے کہ جو مرے گا تو گویا اس کی قیامت قائم ہو چکی۔ اور جب یہ سب بیان ہو چکا تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ **فَلَا أَقْبِمُ بِالْخَنَسِ ۖ أَيْ كَوَارِ الْكُنُسِ ۖ** پس قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جاتے سیدھے چلتے دیک جلنے والوں کی۔ یعنی کئی ستاروں کی جو پیچھے ہٹنے والے اور سیدھے چلتے والے اور دیک رہنے والے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ پانچ ستارے ہیں جسے زحل مشتری مریخ زہرہ عطارد کہ یہ سب اول مغرب سے جانب مشرق ترتیب میں جاتے ہیں اور بعد اسکے کچھ دنوں ان کی حرکت ظاہر نہیں ہوتی ایک جگہ ٹھہرے رہتے ہیں پھر وہاں سے اُٹے پھرتے ہیں یعنی مشرق سے مغرب کو آتے ہیں پس ان کی پہلی حالت کو استقامت اور دوسری کو وقوف اور تیسری کو رجعت کہتے ہیں اور یہ تینوں حالتیں دوسرے ستاروں میں نہیں ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان ستاروں کی حالت کا متغیر ہونا اجرام آسمانی کی حالت بدلنے پر ایک بڑی دلیل ہے اور جب اجرام آسمانی قابل تغیر و انقلاب ہوں گے تو اجرام سفلی کے انقلاب میں کیا شک اور اگر اس انقلاب بظہر میں کسی کو شک اور غور ہو تو دوسری قسم کھانی جانی ہو کہ **وَالْقِيلِ**

اِذَا عَشِيَ ۝ اور قسم ہے رات کی جب اوسکا اوشمان ہوتا ہے۔ اور جہان بہر کو اندھیرا کر دیتی ہے اور ایک بڑا انقلاب ظاہر ہوتا ہے۔ بازار اُجڑ جاتے ہیں اور راستے بند ہو جاتے ہیں انسان چپ چاپ بے حس و حرکت مثل مردے کے پڑے سوتے ہیں اور جن و شیاطین پھیل پڑتے ہیں۔ اور یہ ایسا انقلاب ہے کہ ہر رات دن کے دورے میں اہل زمین کو لٹ پٹ کر دیتا ہے۔ اور رات کے عجائبات سے ایک بات یہ بھی ہے کہ دور کی چیزیں مثل ستاروں کے اوسین ظاہر ہوتی ہیں اور قریب کی چیزیں چھپ جاتی ہیں۔ اور دن کو اس کے برعکس ہوتا ہے۔ پس یہ ایک ایسا نمونہ ہے کہ اس سے دنیا اور آخرت کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اوسدن بھی ظاہری چیزیں پوشیدہ اور پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو گئی۔ اسی واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ وَالصُّبْحِ اِذَا انْفَقَسَ ۝ اور قسم کھاتا ہوں میں صبح کی جب دم بہرے۔ یعنی ظاہر ہو کہ اوسوقت بھی ایک بڑا انقلاب پایا جاتا ہے لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہیں اور دنیا کے تمام کاروبار ہونے لگتے ہیں۔ اور ہر چیز پوشیدہ ظاہر ہوتی ہے اور روشن ستارے پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ یہ انقلاب آخرت کے انقلاب سے درجہ شائبہ رکھتا ہے بلکہ اوسکا نمونہ ہے اسی واسطے اس پر انکشاف اور جواب قسم میں ارشاد ہوا کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ ۝ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والیکا۔ یعنی یہ قرآن کریم جو قیامت کی خبروں کو ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے الٰہی کا لایا ہوا ہے جہیں کذب و افترا کا احتمال تک نہیں ہے اور وہ الٰہی ہے جسے جبرئیل علیہ السلام بڑے رتبے والے مالی قدر میں کہ عدالت اور تقویٰ اور انکا انتہا کو پہنچا ہے اور ذی قُوَّةٍ بڑی قوت والے ہیں جنکی قوت حافظہ میں ذرا خلل نہیں بلکہ جو کچھ سنتے ہیں اوسکو اوسط طرح یاد رکھتے ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک دن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قوت اور امانت کی بہت تعریف فرماتا ہے بسلا کچھ مال اپنی قوت اور امانت کا مجھے تو بیان کرو جبرئیل

علیہ السلام نے کہا کہ میری قوت کا یہ حال ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اجل شانہ نے قوم لوط کی بستیوں کے اُلٹ دینے کا حکم صادر فرمایا تو اون چار بستیوں میں سے ایک شہر جبار نام سدوم تھا اور حبین عورتوں اور بچوں کے سوا چار لاکھ آدمی سلح پوش تھے اسے ساح اور تینوں بستیوں کے میں نے زمین کی ساتویں تہ سے اپنے ایک کچر اور اڑٹھا لیا اور اسقدر بلندی پر لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے اون شہروں کے جانوروں کی آواز سننے تھے اور وہاں سے اون سب شہروں کو اونٹنار کے اسی غار میں ڈال دیا اور مجھے کچھ جھوم اور تکلیف معلوم نہ ہوئی۔ اور امانت داری کا یہ حال ہے کہ مجھ کو کچھ حکم ہوتا ہے اسے بلا کم و کاست بجالاتا ہوں اور جو سید مجھے بتایا جاتا ہے اسے اپنے سینے میں پوشیدہ رکھتا ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کی یہ دو صفیں بیان کر کے ارشاد فرماتا ہے کہ وہ اَلْحِی عِنْدَ ذِی کَرَمٍ مَّکِیْنٌ تخت کے مالک کے پاس درجہ پایا ہوا ہے۔ یعنی مقرب بارگاہ اور عالی مکان ہے۔ اور یہ بات بخوبی ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنے مالک کی حضوری سے مشرف ہوتے اور اس کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں اگر وہ کہیں اُلچی گری پہنچے جاتے ہیں تو جو چیز ان کے واسطے سے پہنچتی ہے اس پر زیادہ تر اعتماد ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے جو کسی خواہش یا دربان وغیرہ کے ذریعے سے پہنچے۔ اور سوا اسکے وہ اُلچی ایسا کہ مُطْلَعٌ تَقْرَآئِیْنٌ سب کا ناما ہوا وہاں کا مستبر ہے۔ یعنی رسالت اس کی اس دربار والوں کے ذہنوں اور اس سرکار کے متوسلون میں اسقدر ثابت ہے کہ اس کے حکم کو بغیر دریافت اور تحقیق کے حکم خداے تعالیٰ جان کے ماننے اور اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے ساتھ لے گئے تو آسمانوں کے دربانوں اور برشت و درودخ کے محافظوں نے ان کے حکم سے بلا تکرار دروازے کھول دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مقام کی سیر کی اور کوئی مترض نہ ہوا۔ اور تمام فرشتوں میں ان کا اپنا پیغام خدا لانے کی علامت ہے۔ پس یہ پیغام احکام خدا لانے کے

بارے میں نہایت مشہور ہیں اور یہ اول واسطہ میں کلام الہی کے پونچھانے کا۔ اور دوسرا
 واسطہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں جنکی نسبت کذب کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔
 پس ایسے شخص کی خبر یا روایت کو معتبر نہ جاننا سراسر خلاف عقل ہے۔ **وَمَا صَاحِبُكُمْ**
يَعْلَمُونِ اور یہ تمہارا رفیق کچھ نہیں دیوانہ۔ یعنی تمہارے ہم نشین پیغمبر صلی اللہ
 علیہ وسلم سودائی اور خیالی نہیں ہیں جیسا کہ تم گمان کرتے ہو۔ اس واسطے کہ اتنی مدت
 دراز میں تم اور انکی عقل و دانائی کا بار بار تجربہ کر چکے ہو اور خوب سمجھتے ہو کہ وہ بہت بڑے
 عاقل اور سچے ہیں۔ اور اگر باوجود ان سب باتوں کے تمہارے دلیلیں یہ شک پیدا ہو
 کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک صورت کو دیکھتے ہیں اور اسکی زبان سے کلام الہی سنتے
 ہیں پس کیونکر معلوم ہو کہ یہ صورت جبرئیل کی ہے شاید کسی جن نے یہ صورت بنا کے
 ترسب دیا ہو۔ یا آواز ظاہر کی ہو جسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کی
 آواز خیال کیا ہو تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سب شے تمہارے جب پیش جاتے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو کبھی اصلی صورت پر نہ دیکھا ہوتا۔ حالانکہ
وَلَقَدْ رَاَهُ بِآفَاقِ الْمُبِينِ اور اودنے دیکھا ہے اور سکو کھلے کنارے
 آسمان کے پاس۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنی اصلی
 صورت پر آسمان کے کھلے کنارے یعنی افق شرقی میں دیکھا ہے اور اسطرف
 آفتاب کے ہونے کے باعث سے شک و شبہ کا احتمال ہی نہیں رہا پس جب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اسطور سے دیکھا تو اب اور کیا بچا ظاہر صورت
 اور ہر لباس میں آپکے نزدیک سہل ہو گیا۔ اور حدیث میں وارد ہو کہ آپ نے ہر شکل علیہ
 السلام کو اصلی صورت پر دوبار دیکھا ہے۔ پہلی دفعہ ابتدائے نزول وحی میں جب ہر خبر
 ہونے وحی کے جب آپ نے قیاب ہونے کے چاہا کہ اپنے تئیں پاٹ سے گرا دین اور اس
 سے موضع ایجاد میں ہو کہ منظر میں ایک مکان ہے کہ گاؤں ہوا اور سو اٹ جبرئیل علیہ

السلام کو دیکھا کہ ایک زرین کرسی پر زمین و آسمان کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے جسم نے آسمان کے تمام کناروں کو گیر لیا ہے اور ان کے چہرہ سو پرین جو با قوت اور مہوتی سے بنے ہوئے ہیں۔ اور دوسری بار شب مراجعین سدرۃ المنتہی کے پاس اسی صورت سے دیکھا۔ پس جب تمام وجوہات نزول قرآن میں کوئی شبہ باقی نہ رہا تو اس کے سچ اور برحق ہونے کا کامل ثبوت ہو گیا۔ اب رہا یہ امر کہ بعضے کا فراس کلام کو کاہنوں کے کلام کے طور پر سمجھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ کاہن کا علم غیب کی باتوں میں رمز و کنایہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور وہ بھی ادنیٰ چیزوں کے بیان میں جو قریب ہونے والی ہوتی ہیں۔ اور یہ قرآن پاک گہرے علم غیب کے تمام فنون و **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٌ** اور یہ غیب کی بات پر نہیں بخیل۔ یعنی یہ قرآن پاک جو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو علم غیب کے بیان کرنے میں بخیل اور قاصر نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ انسان کو علم و عمل معاش و معاد کے لیے درکار ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔ پس ایسے کلام کی نسبت جو سرسراہٹ و ارشاد ہے کمانت کا گمان کرنا محض بیجا اور خلاف عقل ہے۔ اور اس کے کاہنوں کا کلام سخن شیطانی ہے جسے شیاطین مشغول کی مجلس سے چڑلاتے ہیں۔ **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيزٍ** اور یہ کمانیں کسی شیطان مردود کا۔ یعنی یہ قرآن پاک شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو حضرت آدم علیہ السلام کی بے تعلیمی کرنے سے مردود بارگاہ خدا ہوا اور اسیدو جہ سے آدم علیہ السلام سے اسے نہایت درجہ نبض و عداوت ہو۔ اور ان کی اولاد سے بھی سخت دشمنی رکھتا ہے۔ اور کلام تو یہ کانا اور گراہ کرنا ہے پہر اسے توحید الہی اور صفات باری کے بیان کرنے اور عالم آخرت کے ثابت کرنے اور بتوں اور بت پرستی کی مذمت سے کیا سروکار رہا کیونکہ یہ کام تو اس کے مکر و فریب کے درہم و برہم کرنے والے ہیں۔ اور وہ تو ان باتوں کے سننے سے دیر بجا گتا ہے۔ پس ایسے کلام کو جو ہدایت و ارشاد سے بھرپور

اور جسکے سننے سے شیطان مردود کو سون بجاگتا ہے کلام کا مین اور سخن شیطان سمجھنا نہایت درجہ حیات اور جو قونی ہے۔ اور اس گمان فاسد اور حاققت صبح پر بطور خفگی کے اللہ تعالیٰ نے کافروں سے فرمایا ہے کہ **فَإِنْ تَذَكَّرْتُمْ هَلْ تَقُولُونَ** ۵۵۸ ہر تم کو ہر چے جاتے ہو۔ یعنی امر حق و واقعی کو چھوڑ کے گمان مارے مارے پھرتے ہو اور بجا لغو شک و شبہ و تین کیوں پڑتے ہو۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیتیں حضرت رسول خدا کی شان میں ہیں۔ یعنی یہ قرآن رسول بزرگ کا لایا ہوا ہے جو بڑے عاقل مین اور مہنون نے ہر سیکل علیہ السلام کو اصلی صورت پر دیکھا ہے اور جو غیب کی بات پر متہمتین مین۔ یعنی بے دیکھے کوئی بات نہیں کہتے۔ اور جب اس کلام مجر نظام کے صدق کے بیان اور مخالفوں کے بہتان کے بطلان سے فراغت ہوئی تو اب کچھ خوبیاں اس کلام کی بیان ہوتی ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اسکے بارے میں کسی قسم کے احتمال کی گنجائش نہیں ہے **إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ** ۵۵۹ یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔ یعنی یہ قرآن پاک تو ایک نصیحت ہے جسے اسما و صفات الہی کے شامل ہونے کے سبب سے ذکر کا حکم پیدا کیا ہے اور وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہو سکتا ہے جہان کے لوگوں کے لیے یعنی جن اور انسان اور فرشتوں کے لیے۔ کیونکہ نصیحت اور ذکر کو ان مین فرق کے سوا دوسرا نہیں جانتا۔ پس آدمی اور جن اس کلام سے نصیحت پکڑتے اور گناہوں سے بچتے اور طاعت پر رغبت کرتے ہیں۔ اور فرشتے اور سکی ملاوت سے اُٹھ کر رکھتے اور درود و دعا اور سکے سننے کو آتے اور آسمان پر لہجہ کے مقبولیت کے درجے کو پونچھتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں عند اللہ انکے قرب کی زیادتی کا سبب ہوتی ہیں۔ لیکن حاصل ہونا ان فائدوں کا قرآن سے خاص ہے۔ **لَئِنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمُوا** ۵۶۰ اور اے اللہ کے لیے جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سید با چلے۔ راہ خدا میں اور حق کی پیروی کرے جب یہ آیت ابو جہل باہل نے سنی تو کہنے لگا کہ یہ کام باہا ہے اور ہمارے چاہنے پر موقوف ہے

چاہے ہم راہ راست اختیار کریں یا نکرین پس یہ آیت نازل ہوئی کہ وَمَا تَشَاوُونَ
لَا اَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ اور تم جہی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا
صاحب - یعنی نہیں چاہتے ہو تم سیدھی راہ چلنا مگر جب چاہے اللہ تھالے اسلئے کہ تم
اور اسکے قبضہ قدرت میں ہو اور تمہارا ارادہ اور اسکے ارادے کے تابع ہے جیسے بازیرگی
پتلیان کہ وہ اور اسکے ہاتھ اور اختیار میں ہوتی ہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ اللہ تھالے اپنے
ارادے سے تمہارے دلیں ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہے اور تم موافق اوس ارادے
اور اختیار کے نیک یا بد کام کرتے ہو۔ اور مستحق ثواب یا عقاب کے ہوتے ہو۔ اور بازیرگی کو
پتلیوں میں ارادے اور اختیار کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے بلکہ صرف حرکت دے سکتا
ہے۔ اسی وجہ سے پتلیوں کے کام بازیرگی کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بخلاف آدمیوں کے
کہ یہ اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہیں۔ اسلئے اچھائی اور بُرائی کے سزاوار
اور ثواب و عقاب کے مستحق ہوتے ہیں اور اسی طرح سب کاموں میں یہ قاعدہ جاری ہے

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اٰیٰتُهَا عَشْرٌ ۝

یہ سورت لمبی ہے اس میں اونیس آیتیں اور اسی کلمے اور زمین سو آونیس حرف اور ایک کلمہ
ہے۔ اور نام اس سورت کسورۃ انفطار اس واسطے ہے کہ امین آسمان کے پٹنے کا
بیان ہے۔ اس کے خواص میں لکھا ہے کہ شتر برا کا پڑنا دال عجز اور حصول مقاصد کے
لئے عجیب الاثر ہے۔ اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ ۝ جب آسمان پھٹ جاوے۔
اور آسمان کے پٹنے کی صورت اس طرح سے مذکور ہے کہ ایک چیز مثل بدلی کے فرش کے
پنچے سے اُتر گئی اور اسکے صدمے سے تمام آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ اور وہ قمر الہی
کی تجلی ہوگی جو اس عالم کے خراب کرنے کو اس صورت سے ظاہر ہوگی۔ وَلَا ذَا
الْكَوْكَبِ اِنْشَقَرَتْ ۝ اور جب ہمارے جہڑ پڑیں۔ اور آسمانی نفوس کا تعلق
جو تاروں اور آسمانوں سے ہے ان دو انقلابوں کے باعث سے باطل ہو جائے۔

وَإِذَا الْبِحَارُ فَجْرَتْ ۖ اُدْرَجِبْ دَرِيَا بِهٖ جَلِيْن - يِنِے ٹیہراؤ اور رکاؤ پانی کا جواست
ہے وہ نہر ہے۔ اور اوسکی یہ صورت ہوگی کہ پہلے سب دریا ایک جگہ جمع کیے جائینگے اور اس
سے اونہیں ایک جوش پیدا ہوگا اور اوس جوش کے سبب سے تمام دریا میں آگ
لگ جائیگی ہر کچھ پانی اونہیں کا دموان ہو کے قیامت کے میدان کو بہر دلیگا اور کچھ دوزخ کی
آگ ہو جائیگا وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ ۖ اُدْرَجِبْ قَبْرِینِ اُدْٹھالی جائیں۔ یعنی
قبروں کے مردے اور اور جو کچھ کہ زمین کی تہ میں ہے وہ سب زمین کے اوپر آجائے
اور بدنون کے اجزا آپس میں مل جائیں۔ اوسوقت عرش کے نیچے سے ایک پانی برس دیا
جس میں زندگانی کی قوت ہوگی۔ ہر حضرت اسرافیل علیہ السلام صوبھو نکلیں گے اور انسانوں
کی روحیں اپنے اپنے بدنوں سے مل جائیگی۔ اور آسمانی روحیں اونکی خادم اور مددگار ہوگی
اور حشر قائم ہوگا۔ اوسوقت عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّامَتْ وَاٰخَرَتْ ۖ اُدْرَجِبْ
لیگا ہر جی جو آگے بھا اور پیچھے چھوڑا۔ یعنی جو کچھ نیکی اور بدی کی ہے وہ سب معلوم کر لیا
کیونکہ وہ سب اعمال اسے میں لکھا ہوگا۔ اور دریافت کر لیا جو کچھ نہیں کیا نیکی اور بدی سے
اس واسطے کہ وہ اعمال اسے میں نہوگا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مَّا قَدَّامَتْ سے وہ اولاد
مراد ہے جو ماں باپ کے سامنے مر گئی ہے اور مَّا اٰخَرَتْ سے وہ اولاد جو ماں باپ کے
بعد باقی رہی۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ اول عمر اور آخر عمر کے عمل مراد ہیں۔ خلاصہ
ہے کہ نفس کو اپنی نیکی اور بدی پر بخوبی آگاہی ہو جائیگی۔ اور جب دیکھ دیکھا کہ جو کچھ میں نے
کیا وہ سب بڑا تھا اور جو میں نے چھوڑا وہ اچھا تھا اور بیان نیکی کی جزا یہ ہے اور برائی
کی سزا یہ ہے تب اسے سخت ندامت ہوگی اور اپنی اولٹی سمجھ پر شرمندہ ہوگا۔ اوسوقت
اوس سے کہا جائیگا۔ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَوْنِمْ ۖ
اے آدمی کا ہے سے بہکا تو اپنے رب کہیم پر۔ یعنی اے انسان کس چیز نے قریب دیا
تجھ کو نفس نے یا شیطان نے۔ خلق نے یا دنیائے اپنے پروردگار پر جس نے طرح طرح سے

جنگجو تربیت اور پرورش فرمایا اور تیرے ساتھ وہ سالہ کیا ہوا اسکے کرم کا مقصد تھا چھڑے
 اسکے عوض میں مصیبت اور مخالفت کا داغ اپنے اوپر لگایا اور اپنی فضیلت اور بزرگی کو
 جو سب مخلوقات پر تجھے ملی تھی برباد کر دیا۔ اور جب اس آیت میں آدمی کو اس بات پر تشریح
 کی گئی کہ فقط اللہ تعالیٰ کے کرم پر مغرور نہ ہونا چاہیے تو اب اور بھی نعمتیں جو اوست غایت
 کی ہیں اور وہ غرور و فرب سے باز رکھتی ہیں بیان فرماتے ہیں۔ اور میں سے ایک یہ
 کہ وہ رب کریم ایسا کر لائی خَلَقَ فَسَوَّى فَعَدَّ لَآئِهِ سے جنگجو بنایا
 پھر جنگجو ٹھیک کیا۔ پھر جنگجو برابر کیا۔ سے معضل بنے کرم سے جنگجو پیدا کیا اور تجھے کچھ نفعت کی
 توقع نہ تھی۔ پھر تیرے بدن کو ٹھیک بنایا اور سب جو زندہ انداز سے برابر پیدا کیے اور
 ایک ناپاک قطرے سے خوبصورت اور خوشنما پیدا کیا۔ پھر تجھے مستدل المزاج بنایا
 اِیْ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَبُّکَ ۝ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا تیرے
 پروردگار نے۔ اور یہ محض اس کا کرم ہے کہ اس نے بہت اچھی صورت پر تجھ کو بنایا اور تم
 پر آنکھ ناک کان زبان نام ضروری اعضا غایت کیے اور یہ چیزیں تھے ادا عبت
 اور بندگی کے واسطے دین اور تو نے ان نعمتوں کو اس کے برعکس کاموں میں مصروف کیا
 پس ایسے نافرمان کو کریم کے کرم پر مغرور ہونا ہرگز زیبا نہیں۔ اور چونکہ اس کلام میں گمان
 اس بات کا تھا کہ شاید کرم کی تعریف سننے سے جو بیان مذکور ہے کا فرکے لگیں کہ ہمارا
 غرور اور اعتماد سب اس کے کرم پر تھا اس واسطے دوسری تنبیہ پہلے سے بھی زیادہ سخت
 ارشاد ہوئی کہ کَلَّا بَلْ لَّکِنِ بُوْنٌ بِالْاِیْنِ ۝ کوئی نہیں پر تم جھوٹ ماننے
 ہو انصاف ہونا۔ یعنی یہ بات نہیں ہے کہ تم اس کے کرم پر اعتماد کر کے گناہ کرتے ہو۔
 بلکہ یہ تمہاری شرارت اور سرکشی ہے کہ تم انکار کرتے ہو جزا کا۔ اور اس کا اقرار اور اعتماد
 نہیں کرتے اور بات یہ ہے کہ جزا کا وعدہ بھی اس کے کرم کا مقتضا ہے تاکہ ابھی جزا
 کی انتہا پر جماعت اور عبادت کرو اور تمہارے دین و دنیا کے کام درست ہوں اور

عذاب کے خوف سے گناہوں اور نافرمانیوں سے بچو تاکہ دونوں جہان میں تمہارا کوئی کام بگڑنے نہ پائے۔ اور جو کائنات تو تم کسی طرح سے نہیں کر سکتے۔ وَلَٰئِن يَّكُنْ لَّكُمْ خَوْفٌ مِّنَّا ۖ اَوْ نَجِبٌ مِّنْكُمْ ۖ لَآ تَقْرٰیۤ اِنَّ اَكْبَرُ تَقٰرُیۡنَ ۚ تاکہ تمہارے نیک اور بد کاموں کے نگہبان زمین اور کوئی اچھا کام تھا انبیاء نے شہ پائے اور ہر کام بھی رائگانہ ہو اور وہ نگہبان کیسے ہیں کہ۔ کِیۡرَ اَمَّا کَآتِبٰیۡنَ ۚ سردار لکھنے والے۔ جو حق تعالیٰ کی صفت کے موافق کرم سے تمہارے ساتھ پیش آتے ہیں اور جسے پوشیدہ رہتے ہیں تاکہ تم شرمندہ ہو کہ پوشیدہ کاموں کو چھپاؤ۔ اور باوجود تمہارے سب کام جاننے کے تمکو سوا نہیں کرتے بلکہ جب تم کوئی نیکی کر سکتے ہو تو اس سے دوسرا گناہ کر کے لکھتے ہیں۔ اور اگر تم کسی نیک کام کا ارادہ کرتے ہو اور کسی باغیہ سے نہیں بڑھاؤ تو اس نیک ارادے کو بھی نیکیوں میں شمار کرتے ہیں اور اگر تم گناہ کا ارادہ کر کے اس سے بچتے ہو تو اس سے بھی نیکیوں میں لگتے ہیں اور اگر گناہ کا ارادہ کر کے نہ بچتے ہو تو چھ ساعت تک اس سے نہیں لکھتے اور انہیں گناہ کرتے ہیں کہ شام تو بیکار کرو۔ یا اپنے گناہ پر شرمندہ ہو یا کوئی ایسی نیکی کرو کہ وہ گناہ معاف ہو جائے پس اگر تم سے اس عرصے میں کوئی بات ان باتوں میں نہ آئی تو ایک گناہ لکھتے ہیں اور باوجود فرشتہ ہونے کے کہ انہیں نسیان اور فراموشی کا کچھ اثر نہیں تمہارے ہر کام کو لکھ سکتے ہیں اور اسکے لیے دستخط کر رکھتے ہیں اور یہ لکھنے والے چار ہیں دو نکو آتے ہیں اور دو رات کو۔ اور رات اور دن کے دونوں دفتر علیحدہ رکھ چھوڑتے ہیں۔ اور ان کے بیٹھنے کا مقام انسان کے دونوں شانے ہیں۔ اور ان محافظوں سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں۔ اِیۡلَیۡہِ کَیۡعَلَمُوۡنَ مَا تَعۡمَلُوۡنَ ۚ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو اگرچہ ہر پروردے اور پوشیدگی سے کرو۔ ہاں آدمی کی نسبت کامل دن و رات کو معلوم ہونے میں علما اختلاف جو اکثر نے نظر کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نہت اور ارادے

سے، سطح واقف ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور الہام کے اونکو یہ خبر ہوئی ہے۔ اور جب جزا و سزا کے ثبوت کے دلائل بیان ہو چکے تو اب کچھ جزا و سزا کا بیان بھی کیا جاتا ہے کہ **إِنَّ أَكْبَرَ آثَرِ كُفْرٍ نَعْيُكَ** بیشک نیک لوگ بہشت میں ہیں۔ بڑی بڑی نعمتوں سے سزاوار و **إِنَّ أَكْبَرَ آثَرِ كُفْرٍ نَعْيُكَ** بیشک گنہگار دوزخ میں ہیں۔ جو بڑا ٹھکانا ہے **يَصْلُوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ** پینچین گے اور مہین انصاف کے دن۔ یعنی قیامت کے روز۔ **وَمَا لَهُمْ عَمَّا يَفْعَلُ بَيْنَ يَدَيْهِمْ** اور انہوں نے اوس سے چپ خیم والے۔ یعنی دنیا میں جسطرح آفت اور مصیبت بھاگ کر باہچ کر بچ رہے ہیں اور سدن کوئی حیلہ اور بہانہ پیش نہ کیا گیا۔ کیونکہ دوزخ کے فرشتے اونکو بغیر دن میں باندھ باندھ دوزخ میں ڈالینگے اور کہیں بھاگنے کی جگہ نہ ملے گی۔ اور چونکہ بدکاروں کی جزا بیان کر دینے میں دین کے روز کا یہی ذکر آگیا اور اوسکی سختیوں کا حال بیان ہوا اللہ اسنے والوں کے جو خدا کرنے کے لیے تھوڑی سی سختیاں اوس روز کی بطور استفہام کے مجمل طور پر بیان فرماتے ہیں کہ **وَمَا آذُنُكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ** اور تجھکو کیا خبر ہے کیسا عذاب آئے گا۔ جسکی سختیاں اور مصیبتیں آدمی اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اوسدن کی آفتیں نہایت سخت ہیں ایسی نہیں ہیں کہ دنیا کی مصیبتوں پر اونکو قیاس کر سکیں تھوڑے **وَمَا آذُنُكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ** پر بھی تجھکو کیا خبر ہے کیسا جہنم دن انہماں کے اپنے دوبارہ ارشاد ہوا کہ تم اوسدن کے حال سے بالکل ناواقف اور غور و تامل سے بھی ماوسے معلوم نہیں کر سکتے۔ اوسکی سختیاں بہت بڑی ہیں اور وہ دن ایسا سخت ہو کہ **يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا** جسکا بدن بدلنا نہ کر سکے نہ فی جی کسی جی کا کچھ کیونکہ اوسدن سب اپنے اپنے نفس کی فکر میں ہونگے اور ایک کو دوسرے کے کچھ خیال نہ ہوگا یا نہ تک کہ ان باپ کو اولاد پر رحم نہ ہوگا اور نہ اولاد کو مان یا پ کا غم ہوگا۔ سب اپنے اپنے حال میں گرفتار ہونگے وہاں کے مقدمات میں کسیکو دخل نہ ہوگا خواہ اسے ہر یا آ

بسم

بلکہ خاص بندہ سے عوام کی طرح پریشان ہو گئے اور بڑے بڑے سردار مثل رعایا کے سرکش و سرکشان اور بغیر حکم اوس مالک الملک کے کوئی کیسی سفارش نہ کر سکیگا۔ وَاَلَا تَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُ اور حکم اوس دن اللہ کا ہے۔ یعنی جسطرح دنیا میں بادشاہ کا حکم رعیت پر راجع و نافذ ہے اور اولاد پر اور آقا کا فوکر جاری ہوا کرتا ہے یہ کچھ نہ بگا اور سوا اوس مالک کے حکم کے کسی کو دم مارنے کی مجال نہوگی۔ مگر جبکہ جسکے حق میں شفاعت کا حکم ہے

سُوْرَةُ التَّوْفِيْقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِسْتَوْتَشِرُكُمْ فِيْهَا

اس تین جہتیں تین اور ایک سو اور تشرکے اور سات سوئیں تحرف اور ایک رکوع ہے۔ اور اس کی یاد دہانی ہونے میں اختلاف ہے بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیشہ میرزا تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ باپ تول میں بہت دغا بازی کرتے تھے پس مینے میں پہلے پہل ہی سورت نازل ہوئی۔ اور اپنے مینے کے لوگوں کو سکھائی۔ اور وہ لوگ اوس سے ہدایت پا کر ہوئے دغا بازی چھوڑ دی۔ یہاں تک کہ پورا تولنے اور ماسپنے میں درمیرہ منورہ کے لوگوں کے برابر آجنگ دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ سورت کے مین اتری مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مینے شریف مین تشریف لجا کے وہاں کے لوگوں کو اس بلا میں مبتلا پایا اور یہ سورت شریف اوس سنائی اسوجہ سے لوگوں نے جانا کہ یہ سورت اسوقت نازل ہوئی ہے۔ اور عطا ہے مکی سے روایت ہے کہ ہجرت کے سفر میں کے اور مدینے کے درمیان یہ سورت نازل ہوئی۔ آجکے خواص میں لکھا ہے کہ جو بچہ بہت روٹا ہوا ہے بار پڑھ کے اچھروم کرے خدا کے فضل سے رونما ہو گا حکم ہوا اور سیرت و حدیث میں پسندیدہ اور اخلاق میں درست ہو۔ وَیْلٌ لِّمُطَفِّفِیْنَ عَزَّیْزٌ ہے گھٹانے والو کی جو اپنے تولنے میں لوگوں کے حق گھٹاتے ہیں۔ اور یہ بات بے پروائی سے نہیں کرتے۔ بلکہ جان بوجھ کے کمال ہوشیاری سے کرتے ہیں اور بڑے حرص میں کیونکہ الدّٰیْنِ اِذَا اُكْتُمُوا عَلٰی النَّاسِ

يَسْتَوْفُونَ ۝ وہ جب باپ لین لوگوں سے پورا بہر لین۔ بسے اون لوگوں کا
یہ حال ہے کہ جب کسی سے اپ کر لیتے ہیں تو پورا بہر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارے
حق میں سے ایک نہ کم ہو بلکہ پورا کرنے کے بہانے سے تھوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لے
لے لیتے ہیں وَلَئِنْ كَانُوا لَوِ اُولٰٓئِہٖمْ يَخِشَوْنَ ۝ اور جب باپ دین
ادوں کو یا تو لین تو گھٹا کر دین۔ بسے جب باپ کر دیتے ہیں لوگوں کو اون کا حق یا تو کر تو گھٹا کر
دیتے ہیں اور اون کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور یہ کام دانستہ کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیامت کے منکر ہیں۔ کیونکہ جو شخص اس دن کا اعتقاد رکھنا، خدا خلق
اللہ کی اس قدر حق تلفی کرنے میں مہیا نہیں ہوتا۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ اَلَا يَتَذَكَّرُ
اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَبْعُوْنَ يَوْمَ عَظِيْمٍ ۝ کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ
کہ ادوں کو اوٹھنا، ایک بڑے دن کے واسطے۔ بسے کیا یہ عقل کے دشمن اتنا بھی خیال
نہیں کرتے کہ وہ زندہ کیے جائیگے ایک بڑے دن میں۔ کیونکہ اگر ادوں کو اعتقاد کامل نہیں
صرف گمان بھی ہوتا تو اس قسم کی بُرائیوں سے بچنے کو کافی تھا مگر سلام ہوا کہ ادوں کو اس دن کا
گمان تک نہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ دن عدل کے قائم ہونے کا دن ہے اور اللہ جل
شانہ کے حق اور بندوں کے حق اور سرور مخلوق سے طلب کیے جائیگے اور حق تلفی کرنے
والوں پر نہایت سختی ہوگی۔ اور وہ دن ایسا ہے کہ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ
اَلْعٰلَمِیْنَ ۝ جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی۔ بسے جس دن
کھڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے پروردگار کے حضور میں جو رب العالمین ہے اور جسکی
ربوبیت کا مقتضا ہے کہ اپنے بندوں کا پورا حق پہنچائے۔ پس حق تلفی کرنے والوں
کا اس کے حضور میں کھڑا ہونا نہایت ذلت اور رسوائی کا باعث ہے۔ حدیث میں آیا ہے
کہ قیامت کے روز سب لوگ دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق شجر کے
سیدان میں کھڑے رہیں گے اور ان کے بے کوئی حکم نہ لگا۔ مگر یہ اتنی بڑھتی تھیں کہ مسلمانوں کو

اس میں انسان معلوم ہوگی جیسے نماز سے فارغ ہوئے۔ اور یہ قیام ایسی حالت میں ہوگا کہ آئیں ب لوگوں سے سرون۔ ایک یا دو کوس کے فاصلے پر ہوگا۔ اور اسکی سخت گرمی سے لوگوں کے جھون سے پسینا پائیں ہوگا کہ ہر شخص کے گناہوں کے موافق پین پھون پینا گردن تک پہنچے گا اور بعضوں کا کان کی لوتیک پہنچے گا کہ گام کے مانند منہ میں رہے گا اور کسی کی گردن تک اور کسی کے سینے تک اور کسی کی کمر تک اور کسی کے زانو تک اور کسی کے مخون تک علیٰ ہذا القیاس ہر ایک کے گناہوں کے موافق ہوگا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

فَلَا رَانَ كِتَابَ الْفَجَّارِ لَعْنِي سِجِّينَ ۝ کوئی نہیں لکھا گناہگاروں کا پونچا بندی خانے میں۔ یعنی بیشک اعمالنا سے بدکاروں کے جہنم کے دفتر میں ہیں۔ اور وہ ایک مکان سے تنگ و تاریک و دوزخوں کی ارواحوں کا قید خانہ جسکے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ

سِجِّينَ اَدْرَاكِ مَا سِجِّينَ ۝ اور تنگ کیا خبر ہے کیا ہے ہندی خانہ۔ کِتَابُ غَمَرٍ قُومٍ ۝ ایک دفتر ہے لکھا ہوا کہ غلوں کے لکھنے والے بدکاروں کے مرنے کے بعد ہر ایک کے عمل کلمہ کے علاوہ علاوہ فردین بنا کے اس دفتر خانے میں جب کا نام حسین ہے داخل کرتے ہیں اور اوپر ایک علامت بنا دیتے ہیں تاکہ اس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ اس میں نیکی نہیں۔ اور وہ دفتر ساتون زمینوں کے نیچے ہے جہاں ایک سیاہ پتھر پر املا ہے حسین سے بدبو اور وہاں لکھا ہے۔ اور جب الیس اور دوسرے شیطان اذکا اور انوار سے بھاگتے ہیں تو وہاں جا کے ٹہرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ بدکاروں کی روحوں کو بعد قبض کرنے کے اول آسمان تک لچانے ہیں۔ مگر آسمان کے دربان اس کے لیے دروازہ نہیں کھولتے اور آنے نہیں دیتے پر زمین پر لاتے ہیں لیکن کوئی مکان اس سے قبول نہیں کرتا آخر اسے ساتون زمینوں کے نیچے اس پتھر کے تلے رکھتے ہیں۔ اور اس دفتر کے فرشتے اس کا نام دفتر میں لکھ لیتے ہیں اور فردین کے اعمال کے روزنامے کی لکنا کا نہیں کہے اسے دفتر میں داخل کرتے ہیں تاکہ قیامت کے دن وہ سب اس کے بائیں ہاتھ

مین دین۔ وَیَلِّیْهِمْ مِّنَّا الْمَلٰٓئِکَۃَ ۝ خدائی ہے اوس دن جھٹلانے والی
 کہ یہ دفتر کھول کے ہر ایک کو اس کے بُرے علموں پر اطلاع دے گی کیونکہ وہ اس روز کا
 اعتقاد نہیں رکھتے تھے اور گمان کرتے تھے کہ لوگوں کے حق اور بے نیکی کے لیے جانیں گے
 اور وہ لوگ وہ ہیں اَلَّذِیْنَ یَلٰٓئِیْنَ یَوْمَ یُکْرَمُ الدِّیْنُ ۝ جو جھوٹ جانتے ہیں
 انصاف کا دن۔ اور یہ انکار اور کاصر خلق کا حق سیر و بے کے باعث ہے نہیں
 بلکہ جبرائیل کے تمام کارخانوں کے مسکریں وَمَا یُکَذِّبُ بِہِ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدِلٍ
 اَشْیٰو ۝ اور اوسکو جھٹلاتا رہی ہے جو بڑھ چلنے والا گناہ ہے۔ یہ انکار نہیں کرتا
 ہے اوس روز کا مگر وہ جو صدمہ سے بڑھ جاتا ہے کفر اور فسق میں۔ اور یہ تجاویز اس سے
 سے ہونے کے کہ جب اوس دن کا خوف نہ ہو تو گناہ پر دلیر نہ اور سمجھ لیا کہ موجودہ مزید از
 سوہوم جبرائیل کے خوف سے جھوٹ دینا کمال حماقت ہے پس ایسی سمجھ والا نفس والا ہے کہ
 خدا ہشون کے موافق فسق و فجور میں پھنس جاتا ہے۔ اور قرآن کی ہدایت اور انبیاء و کھلم
 خبرین اور کے دل میں تنبیہ اور عبرت نہیں پیدا کرتی بلکہ اِنَّا تُثَلِّیْ عَلَیْہِ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ
 قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلٰیْنَ ۝ جب سنائیے اوسکو ہماری آیتیں کے ظہور پر
 پہلوئی۔ یعنی جب پڑھی جاتی ہیں اور پڑتیں ہماری حمد و دھند کے ہونے اور حق
 ادا کے حق کی باز پرس پر دلالت کرتی ہیں تو ازراہ عناد کے کتاب ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی
 کہانیاں ہیں جو آدمیوں کو بُرے کاموں سے ڈرنے کے لیے بنائی گئی ہیں تاکہ ظلم اور
 غضب کے ملک خراب نہ ہو جائے اور فتنہ و فساد نہ ہونے پائے اور انکی کچھ اصل نہیں ہے
 جیسے یقین کیا جائے۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہُمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ
 کوئی نہیں پر رنگ پیدا کیا ہے اوس کے دلوں پر جو وہ کہاتے تھے۔ یہ یوں نہ سمجھنا تھا کہ
 کیونکہ واقع ہونا جبرائیل اور پیر دنیا پر اسے حق کا عقلی دلیلوں اور پیغمبر و مکی خبروں سے
 بخوبی ثابت ہو۔ پس اگر ایسے شاہدین مسکروں کا شبہ نہ جائے تو ان شاہدوں کا ہمیں کچھ قصور نہیں

بلکہ زنگ بچا گیا ہے اور نکلے دلون پر بانٹک کہ اونکے دل سیاہ ہو گئے ہیں۔ سبب اس کے
 جو اونہون نے کفر اور فتنہ کیا ہے۔ اور دل پر زنگ آنے کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس طرح فرمایا ہے کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اس کے دل پر پیدا ہوتا ہے
 پھر اگر وہ توبہ کرتا ہے تو آمینہ اس کے دل کا پاک اور صاف ہو جاتا ہے ورنہ وہ سیاہ رہتا
 اس کے دلمین رہتا ہے پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو اور ایک سیاہ داغ پیدا ہوتا ہے
 اس طرح ہر گناہ سے سیاہی پیدا ہوتے ہوئے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہ سیاہی پر
 بات سمجھنے کی استعداد رکھتی ہے پھر وہ بری بات کو اچھا اور اچھی بات کو بُرا سمجھنے لگتا ہے
 اور یہ سیاہی قلب کے بیٹھے پیر غماہر ہوتی ہے نہ اس گوشت کے کو تھڑے پر جو بھلی کی صورت
 ہے۔ کیونکہ یہ گوشت کا لہتر قلب حقیقی نہیں ہے۔ کربنک و بدکا موتی اور مین تاثیر ہو۔ بلکہ
 قلب حقیقی عبارت اس بیٹھے سے ہے جو جسم کبھی سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسے دیکھا اور سنا
 کہ آنکھ اور کان سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اگر وہ لوگ جنکے دلون پر زنگ آ گیا ہے کہیں
 کہ ہلکے گناہوں کے ترک اور کثرت ذکر سے دلکا صاف کرنا کچھ ضرور نہیں کیونکہ قیامت کے
 دن تجلی الہی کی چمک سے یہ زنگ خود بخود دور ہو جائیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ **كَلَّا**
اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّجَبُون ۰ کوئی نہیں پروہ اپنے رب سے
 اسدن روکے جائیگے۔ یعنی یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ اونکے دلونکے زنگ نے دنیا
 ہی میں تاثیر کر کے اونکو حق بات سمجھنے اور روز جزا کے اعتقاد سے رک رکھا ہے بلکہ
 اس دنکے تاثیر قیامت کے دن اور زیادہ ہوگی کہ اسدن اپنے پروردگار سے
 محجوب ہونگے اور اسکے دیدار سے محروم رہیں گے جو سب لذتوں سے نہایت عمدہ
 ہے اور فقط اتنے ہی پراگندے لیے اٹھا لیا جائیگا بلکہ **ثُمَّ لَنُحْصِيَنَّهُمْ نَحْنُ**
 پھر مقرر وہ بیٹھنے والے ہیں روزِ مین۔ یعنی اسکے بعد وہ روزِ مین کی دہشتی آگ میں داخل
 ہونگے۔ اور لذت دیدار سے محروم رہنے کے باعث وہ آگ کے جلانے میں دہشتی تاثیر کر لگی۔

کیونکہ اگر دیدار کی لذت سے مشرف ہوتے تو دوزخ کی تطفیفیں اونکے لیے کم اور آسان ہو جاتیں مگر اونکے لیے عذاب کی زیادتی منظور ہے اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد

ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ تُوعِدُ تَكْذِبُونَ ۝ پہر کہا جائیگا یہ وہ جسے تم جھوٹ جانتے تھے۔ اور جب انکار کرتے تھے۔ تاکہ مبطرے اور نکاح میں جلتا ہو اور سیطرہ ادنیٰ جان بھی خجالت سے جلے۔ اب بدکاروں کا بیان ختم کر کے نیک کاروں کا حال ارشاد ہوتا ہے کہ کَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْإِنْفِ عَلَيْنِ ۝ کوئی نہیں لکھا ہوا نیکیوں کا ہے اور بدالوں میں۔ یعنی یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بدکاروں کو صرف سزا دینے پر اکتفا کیا جائیگا بلکہ اونکے مخالفوں کو اونکے جملانے کے لیے اونکے سامنے طرح مبطر کی نعمتوں سے سرفراز کرینگے کیونکہ نیکیوں کے اعمال نامے علیین کے دفتر میں ہیں اور وہ تقام ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ نیچے کا سرا اور کا سدرۃ المنتہی کے پاس ہے اور اوپر کا سرا عرش مجید کے سیدھے پائے کے متصل نیکیوں کی ارواح قبض ہونے کے بعد وہیں پہنچتی ہے اور انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام وہیں رہتے ہیں اور عام صلحا کو اعمال نامے پہنچنے کے بعد اونکے مرتبوں کے موافق کیس کو آسمان دنیا میں اور کیس کو زمین و آسمان کے درمیان رکھتے ہیں اور اون رحوں کو ایک علاقہ اپنی قبروں سے بھی ہوتا ہے اور جو مکہ وہ مقام انسان کی عقل میں نہیں آ سکتا ایسے ارشاد ہوا کہ وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلْمُ ۝ اور تجھ کو کیا خبر ہے کیا میں اور پروا ہے۔ یعنی تو کیا سمجھا کہ علیین کیا ہر کتبہ قرآن ۝ ایک دفتر ہے لکھا ہوا جس کے دیکھنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس دفتر والے ہستی میں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ دفتر زمر و سبزی کی ایک تختی پر لکھا ہوا ہے اور وہ تختی عرش معلیٰ کے سیدھے پائے میں لٹکتی ہے اور نیچے کا سرا اور کا سدرۃ المنتہی تک پہنچتا ہے اور وہ دفتر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے حوالے ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ لَيْسَ هَٰذَا الْقُرْآنُ ۝ اوسکو دیکھتے ہیں

نزدیک والے یعنی فرشتے مقرب جو حاملان سرش اور خاندان کرسی میں۔ اور حاضر موتی
 میں اوس مقام عالیشان میں مقربوں کی روحیں۔ اور انجام کار اون نیک کاروں کا
 قیامت کے دن یہ ہے کہ اِنَّ الْاَكْبَرَ اَرْكَحٰی نَعْلَیْہُمْ ۝ بیشک نیک لوگ میں
 آرام میں۔ ہر طرح کی نعمتوں سے سرفراز۔ اور سوا اسکے اونکو سونے کے جڑاؤ تختوں پر
 بٹھائیں گے اور اون تختوں پر موتیوں کے قے کٹے کیے جائیں گے تاکہ اوسکے اندر
 بیٹھے ہوئے سب کچھ دیکھیں اور اونکو کوئی مذکیے۔ جیسا کہ ارشاد مہربانے علیٰ کار اَیَّاکَ
 یَنْظُرُوْنَ ۝ تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہر طرح کی عجیب چیزوں کو جسے دل خوش ہو۔
 حدیث شریف میں وارد ہے کہ نبیؐ میں بہشت میں وہاں کی سب نعمتوں سے سرفراز ہوئیں گے
 اور کم سے کم درجہ کا بہشتی وہ ہوگا جسکو دنیا کے برابر کچھ نعمتوں سے بہری ہوئی بلی کی تھوڑی
 قِی وَجُوہُہُمْ تَضَمُّوْۃُ النَّعْلِیْہُمْ ۝ پہچانے تو اونکے منہ پر تازگی آرام کی۔ یعنی
 معلوم کریگا دیکھنے والا اونکے چہروں میں نعمتوں کی تازگی۔ اور دوزخیوں کا حال نہ کہنے
 سے اونکے چہرے پر ملال کے آثار اور کچھ تغیر نہ ظاہر ہوگا کیونکہ دشمنوں کو ذلت کی
 حالت میں دیکھنا موجب ملال نہیں بلکہ باعث فرحت ہو۔ اِیْسَقُوْنَ مِنْ رَّحِیْقِ
 ۝ ۱۱ ۝ اوگر پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر کی گئی۔ یعنی اونا شراب خالص پلائی
 جائیگی جو بہت آہی کا نمونہ ہے اور دنیا میں اوسے اپنے دلیں جبکہ وہی تھی اور اوس
 شراب پر مہر ہوگی۔ گروہ مہر شل دنیا کے لاکھ وغیرہ سے نہوگی بلکہ ختمہ مسک ۱۱
 اوسکی مہر جتنی ہے مشک پر۔ یعنی جس چیز کی اوپر مہر ہوگی وہ مشک ہے تاکہ وہ شراب
 اوسکی خوشبو سے بھری جائے اور پیئے والے کے دماغ کو خوش کر دے۔ اور یہ شراب خاص
 اور نادر ہوگی وَفِیْ ذٰلِکَ فَلِیْتَنَّا فَاٰمَلْنَا فِیْہِمْ ۝ اور اوپر چاہیے
 دیکھیں دیکھنے والے۔ یعنی اسی شراب کی رغبت کرنا چاہیے اور ایسے کام کرنا چاہیے
 جس سے اس شراب کے مستحق ہوں۔ نہ یہ کہ ایک ٹھھی جو یا گیوں ماپ تول میں لوگوں

کے حق میں سے گناہ کے وبال آخرت میں گرفتار ہوں۔ اور بعض مفسروں نے ختم کے معنی ختم اور انتہا کے لیے میں اور اسی کے موافق حدیث شریف میں وارد ہے کہ پھلی شراب بشتیوں کی شک ہو اور شک ایک شراب کا نام ہے جو چاندی سے زیادہ مفید ہے اور اسکی یہ صفت ہے کہ اگر دنیا کا کوئی شخص اس میں ہاتھ ڈبو کے نکال لے تو تمام جان و دنیا اسکی خوشبو سے مت ہو جائیں۔ وَمِنْ لَّجَّةٍ مِّنْ تَسْنِيمٍ ۝ اور اسکی ملونی اور تنیم۔ یعنی جیسے اہل بس شراب میں کبھی کبھی کچھ ملاتے ہیں اسطرح اس شراب میں تنیم کی ملونی ہوگی۔ اور وہ تنیم کیا ہے عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۝ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے یعنی وہ ایک چشمہ ہے جسکی خالص شراب مقربان بارگاہ کے لیے ہے اور ابراہیم کو بطور گلاب کے اور عین سے ملا کے دیئے۔ ایلے کہ مقربین ماسوی اللہ کی طرف مشغول نہیں ہوتے تھے اور حق کی محبت کو غیر کی محبت میں ملایا نہ تھا۔ اور ابراہیم کی عبت فعلوں اور منفیوں کے باعث سے تھی۔ کیا خوب یا جو حضرت

خاص اس کے لوگ پیتے ہیں تنیم صرف سے جو ہیں ملے جملے اور نہیں تنیم نیم ہے

لکھا ہے کہ کفار قریش کم مقدور مسلمانوں پر ہنستے تھے حق تعالیٰ قیامت کے روز ان سے اسکا بدلہ لے لیا جیسا کہ اس آیت شریف میں ہے كَيَانَ الَّذِينَ اَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وہ جو گنہگار ہیں تھے ایمان والوں سے ہنستے۔ یعنی گونگار آیات الہی کے منکر باپ تول میں خلق اللہ کے حقوق کم کرنے والے دنیا میں ایمانداروں پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ ان لوگوں کو کس خیال فاسد نے گمراہ ہے کہ موجودہ لذتوں کو خیالی لذتوں کی امید پر چھوڑے دیتے ہیں۔ اور صرف اس ہنسنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ وَلَا تَرْسَخُوا فِي تَخْلُفٍ ۝ اور جب ہو نکلتے اور نکلے پاس پس میں آگئیں مارتے۔ یعنی جب مسلمانوں کی طرف اور نکال گزر رہا تھا تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ یہ دبی بے وقوف لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی موجودہ لذتوں کو صرف

سو ہوم بہشت کے خیال پر چھوڑ رکھا ہے۔ **وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ** ○ اور جب پہر کر جاتے ہیں اپنے گھر پہر جاتے ہیں باتیں بناتے۔ یعنی یہ کافر جب اپنے گھر کو واپس جاتے ہیں اور وہاں دنیاوی عیش کے اسباب دیکھتے ہیں تو خوش باتیں بناتے اور خوش طبعی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب عیش ہمارے لیے اسی سبب ہیں کہ ہم روز جزا کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اور مسلمان اسی سبب سے محروم ہیں کہ روز جزا سے ڈرتے ہیں اور مثل مجنوں کے اپنے خیال فاسد کے باعث سے ان راحت و آرام کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ **وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ** ○ اور جب ان کو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بہک رہے ہیں۔ یعنی جب کافر مسلمان کو دیکھتے ہیں کہ ان کی اپنی جانوں کو اطاعت اور عبادت میں گھملائے دیتے ہیں نہ اچھا کھانا کھاتے ہیں نہ اچھی پوشاک پہنتے ہیں بلکہ گرمی کے دنوں میں روزے رکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ بیشک راہ بھولے ہوئے ہیں کہ خیالی لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور بے فائدہ مختصون کا نام کمال حقیقی رکھا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا أَرْسَلْنَاكُمْ حَفِظَٰلِينَ** ○ اور ان کو بھیانک اور پیرنگھبان۔ یعنی کافر مسلمانوں پر نگھبان کر کے نہیں بھیجے گئے ہیں کہ ان کو نیک راہ سے پہرے ندین اور اوپر طعن و تشنیع کرتے رہیں۔ بلکہ ان سے روز جزا میں اس کا بھی انتقام لیا جائیگا **فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّٰرِ يَصْحَكُونَ** ○ سو آج ایمان والے مسکرون سے ہنستے ہیں۔ کہ کافر کیسے کوتاہ نظر اور احمق تھے کہ ایک خبیث فانی چیز کو انھوں نے نفیس اور باقی چیز پر ترجیح دی اور اس کے باعث سے گرفتار عذاب ہوئے طوق و زنجیر میں جکڑے گئے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ کافرون کو دوزخ میں بہشت کا دروازہ کھول کے دکھائیے اور ان سے دوزخ کے دربان کہیں گے کہ آؤ جلد بہشت میں جاؤ جب وہ گرتے پڑتے طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے اس دروازے کے قریب پہنچیں گے تو اس دروازے کو

بند کر دینگے اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دینگے اور کہیں گے اس دروازے سے جاؤ جب اس دروازے تک پہنچیں گے اسے بھی بند کر دینگے اسطوریہ سے انکو حیران و سرگردان پراٹینگے مسلمان اور کافیر حال دیکھ کے نہیں گے لیکن اس ہنسنے میں بھی حد سے متجاوز نہ ہونگے اور نہ اس کیفیت کے دیکھنے کے لیے اپنے مقاموں سے اٹھیں گے بلکہ علیٰ آیتِ یَظُرُونَ تَحْتُونَ پر بیٹھے دیکھتے ہیں۔ اور آپس میں کمال تمکین اور وقار سے پوچھتے ہیں۔ هَلْ تَوَبَّ الْكَافَرُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ اب بدلا یا سکر دن نے جیسا کچھ کرتے تھے۔ یعنی کیا سزا پائی اور ان کافروں نے اپنے کام کی جو دنیا میں کرتے تھے مثل غمر سے اور سحر سے بن اور لطیفہ گوئی اور گمراہ نام رکھنے کے۔

سورة الانشقاق مکیہ ۱۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۱۱ وہی خمس عشر آیت

یہ سورت مکی ہے اسمیں پچیس آیتیں اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہیں اور ایک رکوع۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جس عورت کو دروزہ سے زیادہ پریشانی ہو اور لڑکا ہونا اور سپر شکل ہو تو اوپر سات بار یہ سورت پڑھ کے دم کرے جلد آرام ہو اور جس شخص کو قبر کی تنگی کا خوف ہو او سکھو چاہے کہ اس سورت کو صبح اور شام پڑھے۔ قبر او کی فراخ ہوگی اور یہ سورت بروز قیامت او کی شفاعت کرے گی۔ اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝ جب آسمان پھٹ جائے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ پھٹنا آسمان کا مکشائے کے مقام سے ہوگا۔ اور وجہ او سکے پھٹنے کی اور روزیہ ہے کہ وہ فرشتے جو بندوں کا رزق اتارنے اور انکے اعمال او پر لیجانے کے لیے آسمان کے دروازوں پر مقرنین اپنے کاموں سے فراغت کر کے اوڑھ آئیں گے اور اور فرشتے جو آسمانوں کے رہنے والے ہیں صفین باندہ کے گرد اگر دھڑکے کھڑے ہونگے اور تجلی تہرائی کی عرش معلیٰ پر غلبہ کر کے آسمان کو نیچے کی جانب حرکت دیگی پس او سکے صدمے اور عرش اعظم کے بوجھ سے آسمان کے اجزا پاش پاش ہو جائیں گے اور پھٹنا آسمان کا اسوجہ سے ہوگا کہ او سنی بنیاد کمزور ہو جائے

ہوگی بلکہ اس سبب سے کہ باوجود کمال قوت اور عظمت کے اسے حکم خدا سے تعالے کا ہوگا کہ بچٹ جائے **وَآذِنتَ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ** ۝ اور سن لے حکم اپنے رب کا اور اوسکی لائق ہے۔ یعنی کان رکھے اوس آسمان نے اور فرمانبردار ہو گیا اپنے پروردگار کے حکم کا اور وہ فرمانبرداری کے لائق تھا۔ **وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ** ۝ اور زمین پھیلائی جائے تاکہ اوسین گنجائش ہو جائے اوس مجمع عظیم کی جہین ساتون آسمانوں کے فرشتے اور حاملان سرش اور تمام مخلوقات جن داس جائز یا ابتدا سے انتہا تک اوس سبب جمع ہو گئے اور اوس زمین پر کھڑے ہو گئے اور کھینچنا زمین کا اس سبب سے ہی ہوگا کہ اوسکی بلندی اور پستی اور عمارتیں اور پہاڑ سب برابر ہو جائیں اور کھڑے ہوں گے اوس کے واسطے اور پانچا اور درمیان میں کوئی اوٹ نہ ہے۔ تاکہ ایک کا حال دوسرے سے پوشیدہ نہ ہے۔ **وَاَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ** ۝ اور نکال ڈالے جو کچھ اوس میں ہے اور خالی ہو جائے۔ یعنی اس کھینچنے کے سبب سے اوگاہ سے زمین اوسکو جو کچھ اوس میں ہے مثل خزانوں اور دفینوں اور مزدون کے اجزاء کے اور خالی ہو جائے زمین ان چیزوں سے جو اوس سے متعلق ہیں جیسے آدمیوں کے اعمال اور زمین کو اس میں کھد کا ضرر یا نفع منظور نہیں بلکہ اسے اس کام کے لیے اوسکے پروردگار کا حکم پونچا **وَآذِنتَ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ** ۝ اور کان رکھے زمین نے اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمانبردار ہوئی اور لائق اسی فرمانبرداری کے تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جب آسمان زمین اوسکے حکم کے فرمانبردار ہو گئے تو آدمی پر الزام صحیح قائم ہوگا کہ تو نے کیلئے اپنے پروردگار کا حکم جان و دل سے قبول کیا اور اوسکی مخالفت میں عمر گزار لی چنانچہ اسی بیان کو ظاہر کر کے فرمایا کہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا كَادُ سِرَّالِي رَبِّكَ كَذَّابًا فَسَلِّقْهُ** ۝ اے آدمی جھگڑنا چاہتا ہے اپنے رب تک پہنچنے میں بچ بچکہ بہاؤس سے ملتا ہے۔ یعنی اے انسان تو آسمان و زمین سے زیادہ بلند

اور سخت نہیں ہے کہ اپنے پروردگار کے حکم کو نہ مانے اور پہر باوجود اسکے کہ جو حکم میرے
 حق میں آیا ہے اور اسکے ساتھ عذاب و ثواب کی بھی توقع ہے اور زمین و آسمان کو گزند
 امید نہیں کیونکہ وہ تو کوشش کرنے والا ہے تاکہ اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرے لہذا
 مشقت سے ایسے کہ جھکوا استعداد اسکے حاصل کرنے کی دی ہے اور تو ملاقات کرینو والا
 ہے اپنے پروردگار سے بے پردہ پس جھکنا بندہ داری اللہ تعالیٰ کے حکم کی اس قدر چاہئے
 کہ کسی مخلوق کو اس قدر دور کیا نہیں تاکہ تو حضوری کے وقت شرمندہ اور نادام نہ ہو کیونکہ
 اور سوز تیری مستعدی اور غیر مستعدی قرب کے حاصل کرنے میں ظاہر ہو جائیگی۔ اسطور
 کہ **فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ** ۱۰ ہر جھکوا لکھا اور اس کا رہنے ہاتھ میں
 کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہے **فَسُيُوفُ يُحَاسِبُ حِسَابًا أَيْسَرَ** ۱۱
 تو اس سے حساب لینا ہے آسان حساب۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 کہ حساب سیر وہ ہے کہ بندے کا اعمال نامہ اسے دکھائیگے اور آواز آئیگی کہ اے
 میرے بندے مسلمان جو کچھ تو نے عبادت کی وہ میں نے قبول کی اور جو تو نے خطا کی
 وہ میں نے بخش دی۔ پھر اس سے سوال ہوگا **وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا** ۱۲
 اور پھر لگے اپنے لوگوں کے پاس خوشوقت۔ نہ اسے خوف عذاب رہے گا اور خیال نہ
 بلکہ نجات کی خوشی اور اہل و عیال کے ملنے کی خرمی سے اس کو سبب راحت حاصل
 ہوگی کہ کوئی کیفیت اس کی برابری نہیں کر سکتی۔ **وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ**
وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۱۳ اور جھکوا لکھا اور اس کا لکھا پیٹھ کے پیچھے سے۔ یعنی جھکا امانت
 اور کے پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا **فَسُيُوفُ يَدْعُو أَثَرًا** ۱۴
 سو وہ پکارے گا موت کو۔ یعنی تنہا کرے گا کہ کی طرح موت آجائے اور میں اپنے بڑے
 کاموں کی سزا سے نجات پاؤں۔ اور واپس لے کر لے گا۔ مگر کی طرح سے بچ نہ سکیگا **وَيُجْلَىٰ**
سَعِيرًا ۱۵ اور پیٹھے گا آگ میں۔ ایسے کہ **إِنَّكَ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا** ۱۶

مع

وہ رہا تھا اپنے گھر میں خد شوق۔ یعنی اپنے گھر والوں میں ایسا خوش تھا کہ اسے دین و دنیا کا کچھ غم نہ تھا بلکہ کفر و گناہ سے بھی نہ ڈرتا تھا اور اشد تنائے کی رضا مندی کا خیال نہ تھا اور یہ سب خوشی اس کا فخر و اس واسطے تھی کہ **لَنْ يَخْوَكَ** ۱
 اس نے خیال کیا تھا کہ پہر بن جائیگا۔ عالم ارواح کی طرف اور اپنے اعمالوں کا حساب نہ بھیگا
 بکلی چ یون نہیں ہے جیسا کہ اس نے گمان کیا ہے۔ بلکہ پہر جانا اور اس کا عالم ارواح کی طرف
 پہر وہاں سے حشر و نشر کے عالم میں پہر حساب کے میدان میں پہر نیران پر پہر بہشت یا دوزخ
 میں ضرور ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ **إِنَّ رَبَّكَ كَانَ بِهِ بصِيرًا** ۲ اور گارہ
 اور سکو دیکھتا تھا۔ ابتدا سے پیدائش سے انتہا سے موت تک کہ روح اس کی کمان سے
 آئی اور بدن اور اس کا کس چیز سے بنا اور اعتقاد اور عمل اس کے کیا تھے اور دلیں اس کے
 کیا تھا اور زبان سے کیا نکلا اور ہاتھ سے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اس کی کمان گئی
 اور بدن اور اس کا کمان منتشر ہوا۔ پہر جو انسان کے حال سے اس قدر واقف ہو وہ اسے
 یونہی کیونکر چھوڑ دیا بلکہ اس کے گئے کا پورا بلا دیا اور اس کی روح کو بدن کے اجزا
 جمع کر لیا۔ ہر چندان باتوں کے ثابت کرنے اور اس کے گمان جیہ کے باطل کرنے کے
 لیے کچھ حاجت قسم کی نہیں ہے لیکن اگر کسی اس عجیب حالت کے سننے سے جو بعد موت
 کے ظاہر ہوگی کچھ تردد ہو اور ان حادثوں کے واقع ہونے میں جو روح کے بدن سے
 جدا ہونے کے بعد ظاہر ہونگے کچھ شک ہو تو **فَلَا اقْتِسِمَ بِالشَّقِيقِ** ۳ پس قسم
 کھاتا ہوں میں شام کی سرفی کی جو آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کی طرف آسمان
 کے کناروں پر ہوتی ہے۔ اور اس کے رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے
وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۴ اور قسم ہے رات کی اور جو اس میں سمٹتا ہے۔ یعنی
 جبکو جمع کرتی ہے وہ رات آدمی ہوں یا جانور۔ کیونکہ جانداروں کی ہمیشہ سے یہ عادت
 ہے کہ دن کو تلاش معاش کے واسطے اپنے ٹھکانوں سے نکلتے ہیں اور حیات ہوتی ہے

ثوب عزیز واقربا اور متعلقین گھر میں جمع ہوتے ہیں اور دین رات گزارتے ہیں گویا رات
 جامع المتفرقین ہے اور تمام پوشیدہ کام رات ہی میں ہوتے ہیں۔ وَالْفَرَادِ السَّعْيُ
 اور چاند کی جب پورا باہر ہے۔ یعنی قسم کھاتا ہوں میں چاند کی جب نور او سکا پورا ہوتا ہے
 اور شام سے صبح تک رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہے۔ اور ان تین قسموں کے بعد
 ارشاد ہوتا ہے کہ لَنْ تَرَكُ بَنَیْ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ تکو چڑھتا ہے کھنڈ پر کھنڈ۔
 یعنی بیشک تم سب کو چڑھتا ہے ایک حال چھوڑ کے دوسرے حال پر۔ مراد اس
 مرگ ہے کہ بعد اسکے ایک حال میں ہو گئے جسے رجوع الی اللہ سمجھیں گے۔ پہر ایک اور
 حالت کو پوچھیں گے اور اسی طرح سے حالتیں بدلتے ہوئے بہشت یا دوزخ میں پونچھیں گے
 اور وقت سفر تمام ہو گا فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ پہر کیا ہوا ہے انکو جو یقین نہیں
 لاتے۔ یعنی کیا ہو گیا ہے ان کافروں کو کہ باوجود ایسے صاف بیانون کے ایمان نہیں
 لاتے اور یقین نہیں کرتے کہ ہکو بعد موت کے کسی کی طرف رجوع کرنا ہے اور سفر و مشین
 اور اگر ان حالتوں کو الگ عقل و ریافت نہیں کر سکتی تو چاہیے تھا کہ قرآن کے بیان سے
 فائدہ اٹھاتے اور اسکو سچ جان کے اس پر عمل کرتے لیکن انکو آخرت پر ایمان لانے
 سے اسقدر انکار ہے کہ قرآن میں بھی یہ مضامین نکلے فرمانبرداری نہیں کرتے۔ بلکہ۔
 وَلَا ذَاقِرِیْ عَلَیْہِمُ الْقُرْآنُ لَا یَسْجُدُونَ ۝ اور جب پڑھے انکے
 پاس قرآن سجدہ نہیں کرتے۔ یعنی جب پڑھا جاتا ہے اوپر قرآن تو اسکی عبارت نکلے
 تسبیح ہو جاتے ہیں لیکن عاجزی نہیں کرتے اور حیوت مسلمان اپنا عجز ظاہر کرنے کو سجدہ
 کرتے ہیں تو یہ لوگ سجدہ نہیں کرتے۔ حالانکہ پروردگار عالم کو سجدہ کرنا کسی دین مذہب
 میں منع نہیں ہے۔ اور صرف نافرمانی اور سجدہ نہ کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے۔ بَلِ
 الَّذِیْنَ کَفَرُوا یَکْذِبُونَ ۝ بلکہ یہ منکر جھٹلاتے ہیں۔ قرآن پاک کو اگرچہ
 ظاہرین زبان سے نہیں کہتے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یُؤْمِنُونَ ۝ اور اللہ غیب

یا نشا ہے جو اندر بہر رکھتے ہیں۔ یعنی جو کچھ کہ ان کے دل میں سوائے تکذیب اور انکار کے ہے اور جن چیزوں سے ان کے دل بہرے ہوئے ہیں وہ چیزیں اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ اور چونکہ یہ جاہل ان بُرائیوں کو نیکی سمجھ کے اپنے دے ظرت میں کمال احتیاط سے مثل زرو جو اہر کے رکھتے ہیں پس تکو بھی چاہیے کہ ان کے اعتقاد باطل کے موافق نہی و مذاق سے بات چیت کرے۔ **فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** سو خوشی سنا او نکو دکھ مار کی۔ یعنی دنیا کی فرحت اور شادمانی پر او نکو عذاب سخت کی خوشخبری دو۔ **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ** مگر جو یقین لائے اور یکن بھلائیان او نکو نیکی ہے بے انتہا۔ یعنی اون سب لوگوں کے لیے عذاب الیم کا وعدہ ہے۔ مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور اچھے کام کیے او پھر ہرگز عذاب نہیں بلکہ او لیے خوشخبری ہے انعام کی جو بے حد اور بے انتہا ہے ہرگز تمام پہننے والا نہیں۔ یہ سورت سجدے کی ہے۔ اور بعد آیت لا یسجدون کے سجدہ ہے پس پڑھنے والے اور سننے کو سجدہ کرنا چاہیے

سُورَةُ الْاٰلِیٰہِ الرَّحِیْمِ ۥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۥ اٰتٰتٰنِ وَعِشْرُوْنَ اٰیۃ

یہ سورت مکی ہے آمین بائیں آیتیں اور ایک سو نو کلمے اور چار سو بیس حروف ہیں اور ایک رکوع۔ آئیکے خواص میں لکھا ہے کہ تین مرتبہ اسکا پڑھنا ہر گویوں کی زبان بندی کے لیے عجیب الاثر ہے اور مرض بواسیر کے لیے اسکا ختم کرنا بنایت مفید ہے۔ آئیکے نازل ہونے کا باعث یہ ہے کہ کئے کے کافر مسلمانوں کو بوجہ اسلام لانے کے طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دیتے تھے اور مسلمان یہ ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تکو حق تعالیٰ اون لوگوں سے بد لالینے کی طاقت بخشگا اور جو کچھ یہ ہمیں ساتھ کرتے ہیں ایسا ہی تم انکے ساتھ کرو گے۔ کافروں نے یہ باجر انکے طعن و تشنیع شروع کی کہ یہ ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہیں جو ہم سے بد لالے سکین گے اگر ہماری

عزت اور اونکی ذلت حق تعالیٰ کے نزدیک ثابت نہوتی تو کھو گویں اپنی غالب کرتا پس
 حق تعالیٰ نے اونکے قول باطل کے جواب میں یہ سورت شریف نازل کی اور ابتدائے
 آسمان کی قسم کھائی جس میں بارہ برج ہیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے **وَالسَّمَاءِ ذَاتِ
 الْكُرْسِيِّ** ۱ قسم ہے آسمان کی جس میں بارہ برج ہیں۔ اور ہر برج نیکی اور بدی اور سچائی
 اور نحوست میں جدا حکم رکھتا ہے۔ **وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ** ۲ اور اوس دن کی جب کا وعدہ
 ہے۔ یعنی قسم کھاتا ہوں میں اوس دن کی جب کا وعدہ کیا گیا ہے چیز ادینے کے واسطے
 اور اوس میں بڑا تغیر و تبدل ہو گا۔ آسمان اور اوس کے بروج اور زمین سب اوس دن اوٹ
 پٹ نہو جائیں گے اور ایک دوسرا عالم اوس روز پیدا ہو گا اور اس عالم کے عزت داروں کہ
 اوس دن کمال ذلت اور ذلیلوں کو کمال عزت حاصل ہو گی۔ **وَمَتَّكِلًا** ۳
مَشْهُودًا ۴ اور حاضر ہونے والے کی اور جس پاس حاضر ہوں۔ یعنی قسم کھاتا ہوں
 میں ہر حاضر ہونے والے کی آدمیوں اور جنوں اور فرشتوں سے اور قسم کھاتا ہوں میں
 اوس چیز کی جس کے پاس حاضر ہوں گے۔ اور وہ چیز کئی صورتیں رکھتی ہے ایک اعمال نیک و بد
 دوسرے فرشتے تیسرے اعمال نامے چوتھے میزان۔ پانچویں تجلی آبی جو بے پردہ نمایان
 ہو گی چھٹے برشت و دوزخ۔ جو اس جہان میں پوشیدہ ہیں اور وہ ان پرائش و ہزل کے
 ساتھ ظاہر ہوں گی۔ اور ان چھ چیزوں کے ظاہر ہونے سے ایک انقلاب عظیم آدمی کی جان
 اور بدن بلکہ تمام عالم میں نمودار ہو گا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی
 ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مراد شاہد سے جسے کا دن ہے کہ ہر شہر اور
 ہر مسجد میں جہان جمعہ پڑھا جاتا ہے برکتیں اوس دن کی حاضر ہوتی ہیں اور عمر و مشہور و
 عرفی کا دن ہے جس میں حجاج ذر و در کے لکھوں سے حج کے انوار حاصل کرنے کے
 لیے اوس دن ایک خاص مکان میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس میں علما کا اختلاف ہے۔
 اور ہر ایک نے ایک علحدہ طور پر اس کے معنی لکھے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ حق تعالیٰ ان چار قسموں کے

بعد گویا یوں ارشاد فرماتا ہے کہ ظالموں سے مسلمانوں کا انتقام بعد لانے کو اہل حق کے
 اور ثابت ہونے حقوق کے دنیا اور آخرت میں ضرور لیا جائیگا جیسا کہ اس سے پہلے ہو چکا
 ہے کہ قَتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ ۝ اور سے گئے کھانیاں کھو دئے والے
 اور وہ بت پرست لوگ تھے جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھودی تھیں تاکہ مسلمانوں
 کو اونٹین ٹوالین اور عذاب کرین اور وہ خندقین التَّارِذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ آگ
 بہری ایندھن سے۔ یعنی وہ تمام خندقین آگ کا ایک شعلہ پوری تھیں اور بت پرست لوگ
 جلا جلا کے نہایت گرم کی گئی تھیں اور مسلمانوں کو آگ میں ڈالنے کے بعد اون خندقوں
 کی آگ اس قدر بڑھ گئی کہ فی الفور وہ خندق والے اس آگ میں تکیے خاک سیاہ ہو گئے اور
 فراسی بھی فرصت نہ پائی۔ اور یہ انتقام اوس وقت لیا گیا کہ لَا تَدْرِيْهُمْ حَتّٰى تَقْعُوْهُمْ ۝
 جب وہ اوس پر پڑے تھے۔ یعنی وہ خندق والے کرسیاں بچائے ہوئے اور خندقوں
 کے قریب بیٹھے تھے۔ وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شٰهِدُوْنَ ۝
 اور جو کچھ وہ کرتے مسلمانوں سے سامنے دیکھتے یعنی مسلمانوں کو اپنے سامنے خندق میں
 ڈال دیتے تھے اور خود دیکھتے تھے اور یہ قصے ملک حجاز میں چار مقاموں پر واقع ہوئے
 اور ممکن ہے کہ اس بیت سے وہ چاروں قصے مراد ہوں اور اہل مکہ کو ڈرانا منظور ہو
 تاکہ ان قصوں سے جو اون پر بھی ظاہر ہیں عبرت پکڑیں اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور
 تکلیف دہی سے باز آئیں بمجملہ اون چار قصوں کے بیان بخوف طوالت ایک قصہ درج
 کیا جاتا ہے باقی اور قصے بھی اسی کے قریب ہی قریب ہیں۔ اور وہ قصہ اسطور پر ہے
 کہ ملک شام میں ایک بادشاہ بڑا جلیل القدر تھا اس کے بیان ایک جادوگر اپنے فن میں
 طاق نہایت مشاق تھا۔ اوس بادشاہ کی سلطنت گویا اوس کے سبب سے قائم تھی کیونکہ
 جو دشمن اس کے ملک کا ارادہ کرتا تھا وہ جادوگر اس سے اپنے سحر کے زور سے ہلاک کروا دیتا
 تھا اور کچھ لڑنے بڑھنے کی نوبت نہ آتی تھی اس سطر سے ہر کام میں اوس کا سحر کارگر ہوتا تھا

القصہ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوا اور اس سے دھوکے سے ناامیدی ہوئی تو اس نے بادشاہ سے عرض کی کہ اب میں نہایت بوڑھا ہوا زندگی کی امید نہیں ہے اگر آپ کوئی لڑکا حاصل ہو تو میرے غلاموں میں سے میرے سپرد کیجئے تو میں اس کو علم سحر تعلیم کروں تاکہ میرے بعد کاروبار مملکت کو درست کرتا رہے اور آپ کا ملک قائم رہے۔ بادشاہ نے اپنے غلاموں میں سے ایک ہوشیار غلام کو حکم دیا کہ صبح سے شام تک اس ساحر کے پاس حاضر رہے اور اس سے علم سحر سیکھے۔ وہ لڑکا جادو سیکھنے کے لیے اس ساحر کے مکان پر سرور و جادو لگاتا تھا تا کہ ایک دن راستے میں بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلے ہوئے دیکھے تو اس لڑکے نے اُن سے پوچھا کہ اس مکان میں کون رہتا ہے جس کے پاس کثرت سے لوگ آتے ہیں کسی نے کہا کہ یہاں ایک ماہی تھا جو حرکت نہ کر کے بارگاہ امین مشغول ہے۔ یہ بات سیکے وہ لڑکا اس راہب کے پاس حاضر ہوا اور اس کی باتیں سنکے نہایت محوش ہوا اور اس کے پاس روز جانے لگا۔ اور جب کبھی راہب کے پاس بیٹھنے میں اس سے دیر ہوتی تھی تو ساحر اس پر غصے ہوتا تا وہ حیلہ بہانہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز یہ لڑکا بادشاہ کے مکان کو راہب کے گھر سے چلا تھا کہ راستے میں اس نے دیکھا ایک بہت بڑا اثر و پاؤں ہوا ہے اور راستہ بند ہے۔ یہ دیکھ کے اس لڑکے نے اپنے دل میں کہا کہ آج امتحان کرنا چاہیے کہ ساحر کا کج صحبت اچھی ہے یا عابد کی۔ اور اسی خیال سے اس نے ایک پتھر اٹھا کر اسے بارگاہ امین اگر دین اس عابد کا سحر و ساحری سے بہتر ہے تو اس اثر دے کہ تو اڑاؤں اور یہ کہ جسے وہ پتھر اس اثر دے کہ طرف پھینکا۔ اس پتھر کے پھونچنے ہی وہ اثر دہلاک ہو گیا۔ لوگ حیران دیکھ کے کہنے لگے کہ یہ لڑکا فن سحر میں کامل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر اس عابد گوشہ نشین کو پہنچی اس نے اس لڑکے کو حلقہ ہچاکے کہا کہ خداے تعالیٰ نے تجھے بزرگ کیا اور تیرا مرتبہ بلند کیا مجھ کو خوب معلوم ہوا مگر تو ایک بلایا ہوا اور سوقت مجھ کو نہ بتاتا لڑکے نے عہد و پیمان کیا کہ میں ہرگز آپ کو نہ بتاؤں گا۔ پھر اس لڑکے کو اللہ تعالیٰ نے غائب کی بہت

کی برکت اور انجیل مقدس کی تلاوت کے باعث ولایت کے مرتبے کو پونچھایا یا شنگ کہ
 اوسکی دعا سے اکثر مریض یا یوس الحلاج اور مادر زاد اندھے تک اچھے ہو گئے اتفاقاً بادشاہ
 کا ایک مصاحب جو نابینا ہو گیا تھا یہ حال سن کے مع کچھ تحفے کے اوس لڑکے پاس آیا
 اور کہا کہ مہربانی فرما کے مجھے اس مرض سے شفا دیجیے اوسنے کہا میں کوئی چیز نہیں جو
 شفا دون شفا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر تو بت پرستی چھوڑ کے اللہ تعالیٰ پر ایمان
 لائے تو میں تیرے واسطے اوسکی درگاہ میں دعا کروں یہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھکو
 شفا دے الغرض وہ اندھا اوس وقت ایمان لایا اور اوس لڑکے کی دعا کی برکت سے
 پروردگار عالم نے اسے بنیائی بخشی۔ اور وہ حسب معمول بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا۔
 بادشاہ اسے دیکھ کے حیران ہوا اور کہنے لگا کہ تیرے علاج سے تمام طبیب اور کمال عاجز
 تھے اب تو کے علاج سے اچھا ہوا۔ اوسنے کہا کہ میرے پروردگار نے محض اپنے فضل و کرم
 سے مجھے پناہ دیا بادشاہ نے کہا کہ میرے سوا تیرا کون پروردگار ہے اوسنے کہا کہ پروردگار
 میرا اور تیرا اللہ کا جل شانہ ہے جس نے مجھکو اور تجھکو اور تمام مخلوق کو پیدا کیا۔ بادشاہ اس بات سے
 نہایت غصے ہوا اور کہنے لگا سچ بتا تو نے یہ عقیدہ کس سے سیکھا۔ اوسنے نہ بتایا آخر بار
 پیٹ کی نوبت پونچھی تب گہبر کے اوس لڑکے کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے اوس لڑکے کو
 بلایا اور کہا کہ میری بدولت تجھے یہ بات حاصل ہوئی کہ تو اندھوں کو اچھا کرنے لگا تو نے
 مجھے کتنا رے کر کے اپنا دوسرا پروردگار ٹھہرایا یہ کیا ناشکری ہو لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے
 ہاتھ میں ہے نہ ساحر کے اختیار میں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت پر معروف ہو بادشاہ
 نے کہا کہ تو جو ساحر کے پاس سے غائب رہتا تھا معاذم ہو کہ کہیں اور جاتا تھا اور وہیں
 سے یہ عقیدہ سیکھا ہے۔ ساحر بھی یہ حال سنے حاضر ہوا اور لڑکے کا حال بیان کرنے لگا
 کہ یہ ایک مدت سے میرے پاس نہیں آتا۔ پر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے خوب مارو اور اس
 دریافت کرو کہ یہ عقیدہ کس سے سیکھا۔ آخر کو اوس لڑکے نے سخت تکلیف سے گہبر کے

اور بقرار ہو گئے اوس عابد کا نام بتا دیا۔ بادشاہ نے اوس عابد کو بلانے کے آرا اوس کے ساتھ رکھا اور کہا کہ اگر تو اس عقیدے سے نہ پہر لگا تو یہ آراتیرے سر پر چلے گا عابد نے کہا کہ میں ہرگز اس دین حق سے نہ پہر ونگا۔ آخر بادشاہ نے اوسے آسے سے چروا دالا۔ پھر اوس صاحب سے بھی یہی کہا اور اوسنے بھی انکار کیا بادشاہ نے اوسے بھی اسطور سے ہلاک کیا۔ پھر اوس لڑکے سے کہا کہ ان دونوں کا حال تو نے دیکھا اگر تجھے اپنی زسیت منظور ہے تو اس عقیدے سے باز آ۔ اوسنے کہا میں ہرگز اس دین سے نہ پہر ونگا۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ اسے فلان پہاڑ کی چوٹی پر لجاؤ اور وہاں سے اسے گرا دو تاکہ پاش پاش ہو کے مر جائے وہ سب اوسے وہاں لے کے پونچھے تو لڑکے نے بارگاہ کبریا میں دعا کی کہ اے پروردگار تو ان شریروں کی شر سے مجھے بچا اور سبقت اوس پہاڑ میں ایک ایسا زلزلہ پیدا ہوا کہ تمام مصاحب بادشاہ کے پہاڑ سے گر کے مر گئے۔ اور وہ لڑکا صحیح و سلامت گہرا آیا بادشاہ نے پوچھا کہ وہ لوگ کیا ہوئے لڑکے نے کہا کہ اوسی خدا نے جب کا دین میں نے قبول کیا ہے ان لوگوں کی شر سے مجھے بچا لیا۔ بادشاہ کو اور زیادہ غصہ آیا اور دوسرے مصاحبوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی میں سوا کر کے لجاؤ اور وسط دریا میں اسے پھینک دو پناہیچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا کہ کشتی میں اوسے سوار کر کے دریائے اندلے گئے اور سمجھانے لگے تو انہیں عقیدے سے اب بھی پہر جا اوسنے دعا کی کہ پروردگار مجھے ان لوگوں سے بچا۔ فوراً وہ کشتی اولٹ گئی اور سب لوگ ڈوب گئے اور لڑکا صحیح و سلامت بادشاہ کے پاس پونچا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اب تو کیونکر آیا اوس لڑکے نے سب قصہ بیان کیا۔ بادشاہ سخت حیران ہوا اب اوس لڑکے غلام نے عرض کی کہ اگر حضور کو میرا تھل کرنا منظور ہے تو وہ بغیر ایک تدبیر کے ممکن نہیں بادشاہ نے پوچھا کہ وہ تدبیر کیا ہے۔ غلام نے عرض کی کہ تمام شہر کے لوگوں کو شہر کے باہر ایک میدان میں جمع کیجیے اور مجھ کو سولی پر چڑھا کے ایک تیرا پنے ترکش سے

نکال کے کمان کی زد پر رکھ کے یہ افسون پڑھیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ یعنی اللہ کے نام سے جو غلام کا پروردگار ہے۔ پھر اس تیر سے مجھ کو مار لے تو میں مر جاؤں گا۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور وہ تیر غلام کی کنپٹی میں لگا غلام نے اپنا ہاتھ اوپر رکھا اور کہا کہ اب میں نے اپنا مطلب پایا یعنی اپنے پروردگار کے نام پوچھ لیا۔ یہ سنتے ہی ایک شور مچا اور غلام نے ادٹھا اور سب نے پکار کے صدق دل سے کہا کہ اَمَّا یَرْبِی الْعَالَمِیْنَ اَمَّا یَرْبِی الْعَالَمِیْنَ یعنی ایمان لائے ہم غلام کے پروردگار پر ایمان لائے ہم غلام کے پروردگار پر۔ یہ بات سُنکے مصاحبوں نے بادشاہ سے کہا کہ اب بڑی خرابی پیدا ہوئی اور جس بات سے ہم ڈرتے تھے وہی پیش آئی۔ کیونکہ سب شہر والوں نے سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار نہایت قوی اور ٹوہو دست ہوا اور جب تک تنے اور سکا نام نہ لیا اس غلام کے مارنے پر قادر نہوئے بادشاہ یہ بات سُنکے نہایت غصے میں آیا اور حکم دیا کہ شہر کے کوچوں کے کنارے خندقیں کھودو اور اونکو آگ سے بھر کے ان سب کو اٹھین ڈال دو۔ خلاصہ یہ کہ خندقیں طیار ہوئیں اور بادشاہ مع ارکان دولت خندقوں پر آیا اور کریان بچا کے تماشا دیکھنے لگا۔ لوگ اس آگ میں ڈالے جاتے تھے اور بادشاہ دیکھتا تھا۔ اتفاقاً ایک عورت کو پکڑ لائے اسکی گود میں وہ دودھ پیتا بچہ تھا اور چاہا کہ اسے بھی آگ میں ڈالیں مگر وہ عورت آگ میں گرنے سے ڈری اور جھپک کے پیچھے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اس عورت کو مہلت دو شاید کہ اپنے دین سے پھر جائے۔ وہ دودھ پیتا بچہ جو اسکی گود میں تھا بلند آواز سے اسطرح بولا کہ ہر خاص و عام نے سنا اور اسنے یہ کہا کہ اسے میری نادان مان تو کیا کرتی ہے صبر کر کہ تو سچے دین پر ہے اور بسم اللہ کہہ کے اس آگ میں کود پڑ کہ یہ آگ تجھ پر گلاؤں ہو جائیگی وہ عورت یہ بات سنتے ہی بے دھڑک اس آگ میں کود پڑ اور وہ آگ اکیلا رگی ایسی بڑکی کہ بادشاہ اور اسکے مصاحبوں کو بھاگنے تک کی مہلت نہ دی اور سب کو سیلا کے خاک پیلا کر دیا۔ اور ہر خندق کی آگ سی طرح سے بڑکی اور بادشاہ کے

تمام پیر لوگوں کو جلا کے ہلاک کیا۔ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کی جان کو جو
 آگ میں ڈالے جاتے تھے قبل اسکے کہ آگ کی گرمی اور تلے بدن تک پہنچے انکی رقیض
 کر کے بہشت میں داخل کر دیتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے بہشت میں داخل
 کیا اور کافر انتقام اسی میں گرفتار ہو کر کندہ و دوزخ ہوئے۔ اب اس قدر جلد بدل لینے کی وجہ
 بیان ہوتی ہے کہ **وَمَا لَكُمْ مِمَّا آتَاكُمْ** اور ان مسلمانوں سے بدلہ نہ لیتے تھے۔
 یہ کافر ظالم۔ **إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ** مگر اوسے کا کہ وہ یقین
 لائے اللہ پر جو زبردست ہے خمیوں سراپا یعنی کافروں کو مسلمانوں سے عداوت
 کرنے کا کوئی باعث نہ تھا سوا اسکے کہ وہ مسلمان ایمان لائے تھے اللہ تعالیٰ پر جو غالب
 ہے سب خمیوں والا پس گویا وہ مسلمانوں کے دشمن نہ تھے بلکہ ایمان کے دشمن تھے
 اور جس ایمان سے وہ دشمنی رکھتے تھے وہ ہی صحیح تھا۔ یعنی اللہ غالب پر ایمان لانا۔
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جب کراچ ہے آسمانوں اور زمین
 میں۔ اور وہ اپنے سب ماسوا پر غالب ہے اور کیسی عزت اور کی عزت کو نہیں پہنچتی
وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز اور ہر شے کی
 اوسکو خبر ہے۔ اور جب کافر ایمانداروں سے بیعت ایمان کے عداوت کرنے لگے
 اور اوسکے انتقام سے غافل ہوئے تو گویا اوسکی عزت اور بادشاہت اور فیرواہی کے
 منکر ہوئے اور انہیں سبوں کے جمع ہونے سے اوسکی حکمتیں جلد تر انتقام لینے کی
 متقاضی ہوتی ہیں جیسا کہ خندق والوں سے اوسنے جلد بدل لایا۔ بعد اس بیان کے
 ارشاد ہوتا ہے کہ **إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ شَرًّا**
كَمْ يَسْتَوْفُوا أَجْرَ دِينٍ سے بچلانے لگے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو پھر
 تو بہنکی۔ یعنی جن لوگوں نے ایماندار مردوں اور عورتوں کو ایمان کی عداوت سے ایذا
 دی اور فتنے میں ڈالا اور باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نہ کی **فَاكْفَرُوا**

عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ تو اور انکو عذاب ہے ورنہ
 کا اور انکو عذاب ہے آگ لگنے کا۔ یعنی وہ ورنہ میں ڈالے جائینگے جہاں طرح طرح
 عذاب ہو گئے اور قبر میں جلن اور سوزش کا عذاب ہو گا۔ اور چونکہ خندق والوں کا ایسا ظلم
 ایما نادون پر بوجہ ایمان کے سکے ایک بیج و فکر ہوتی ہے کہ معلوم نہیں وہ مسلمان جنکی نبی
 ایمان کے سبب سے اسطورہ پر باد ہوئیں قیامت کے دن اسکا کیا بدلہ پائیں گے۔ تو اس
 بیج کے دنیویہ اور تکین خاطر کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ الدِّينَ اَمْنٌ
 وَعَمَلٌ وَالصَّالِحَاتِ جو لوگ یقین لائے اور کین انھوں نے بھلائی ان۔ یعنی
 جو لوگ ایمان لائے اور اوپر ثابت رہے اور ظالموں کے ظلم پر صبر کیا اور نیک کام
 کرتے رہے لَمْ يَجْزِ تَجْوِیْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا تَهْوٰی اُوْکُوْبًا مِّنْ جَنْبِ
 نیچے بہتی نہریں۔ یعنی انکے لیے باغ طیارہ میں جنکے محلوں اور درختوں کے نیچے نہریں جاری
 ہیں۔ یہ بدلا ہے انکے صبر و استقلال کا اِنَّ الْغَوْرَ الْکَبِیْرُ یہ بڑی مراء
 یعنی کیونکہ دنیا کی مرادین فانی ہیں اور یہ مرادین باقی ہیں ہرگز فنا ہونے والی نہیں ہیں
 پس ہر عاقل کو چاہیے کہ دنیا سے چند روزہ اور اسکی فانی لذتوں پر مشغول نہ ہو اور اللہ
 تعالیٰ جل شانہ اور اسکے رسول مقبول کی فرمانبرداری اور اطاعت کر کے ہمیشہ کی زندگی
 اور عیش و امی حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتا رہے کیونکہ اُسے فرمایا کہ
 اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ ۝ بیشک تیرے ربکی پکڑ سخت ہو۔ نہایت درجہ۔
 کیونکہ اور وہی پکڑ سے تو ہر دریا بزار علی اور ترکہ بدوں سے خلاصی ممکن ہے مگر اللہ تعالیٰ
 کے عذاب سے کسی طرح خلاصی ممکن نہیں نہ زندگی میں اور نہ بعد موت کے اسواسطے کہ
 اِنَّهُ هُوَ بَدِیْعٌ وَیُعِیْدُ ۝ بیشک وہی کرے پہلی مرتبہ اور دوسری۔ یعنی
 وہی ایسا ہے کہ اول بھی پیدا کرتا ہے اور بعد فنا کے بہرہ پیدا کر لیا اور جزا ہوا دے گا۔ و
 هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ اور وہی ہے بخشامحبت کرتا۔ یعنی ہاوجود اس گنت

اور تمہاری کی ثبوت کے اسچہ فراخروار بندہ ان کو چٹا ہے اور دوست رکھتا ہے اور
 اسی درستی سے یہ باعث سے اوٹنے کا ہوں۔ سے درگزر کرتا اور اس کے عیون کو چھتا ہے
 اور دوستوں اور دشمنوں سے اور اس کا معاملہ ایسا کیون ہو کہ وہ **وَالْعَمَلُ نَزْلُ الْجَنَّةِ**
 تاک تخت کا ٹری نشان والا بیٹہ وہ صاحب ہے جہان کی سلطنت کے تخت کا اور
 بزرگی اور سکی قدیم ہے۔ اور باوجود اسکے متاثر بنے سب بادشاہوں سے اس بات میں
 کہ **فَقَالَ لِيَسْمِعُ عِيدُنَا** کر ڈاٹا ہے ہو چاہتا ہے اور اس کے ارادے میں اس
 مخالفت کا نہیں بخلوات اور شاہوں کے کہ بہت سی چیزیں چاہتے ہیں اور زمینیں
 ہیں اور اسکے انعام پر غور اور اس کے اتمام سے یہ بے خوف ہونا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد
 ہے **هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ** کہچہ پونجی جنگلات اور لشکر
 اور ہنر ایک صحت تک انعام ہو رہا اور وہ لشکر **وَقَتْلُ فَرُوسٍ** اور
 ثور کی قوم کے تھے۔ فرعونوں کو حکومت اور نصرت دیکھ ایک مدت تک بنی اسرائیل پر
 مسلط کیا اور اس کے ظلم کے باعث چنہری روز میں تمام ملک و مال اور گاہی اسرائیل کو
 دلواریا اور فرعونوں کو دریاست غلام میں غرق کیا۔ اور ثور کی قوم کو اس قدر قوت اور
 قدرت عنایت کی کہ ایک ہزار سات سو ستیادیں تمام سنگین عاروقین کی آبادتیں ہر
 حضرت صالح علی نبینا علیہ السلام کی تدلیل اور تک کرنے کے سب سے ایک ہی کو
 میں اولیٰ جگر ہلاک کیا اور وہاں کے بہت شہریوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی
 بدعت سے اندھا کر دیا۔ پس یہ قصے عقل و دل کی عبرت کے واسطے کفایت کرتے ہیں
 اور کافروں کو ان کے سننے سے عبرت نہیں ہوتی۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا**
تَكَلَّمُوْا بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ قصے لوگوں نے اپنی
 طرف سے بنائے ہیں۔ اور نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر وقت بے پردہ نمایا
 ہے **وَاَلَا تَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَخْتَارُ مَا يَشَاءُ** اور اللہ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے

یعنے اونے پہلے بھی بہت سے سرکشوں کو ہلاک کر چکا ہے اور اونکے بعد بھی بہتوں کو ہلاک کر گیا۔ پس ایسے قصوں سے انکار کرنا محض بیجا ہے کیونکہ یہ قصے ایسے نہیں کہ جنہیں اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے بلکہ **هُوَ قَرْنٌ مُّجِيدٌ** بلکہ یہ قرآن ہر بڑی شان کا جو ان قصوں کے ہونے سے پہلے لکھا گیا تھا۔ **فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ** ایک تختی میں جسکی نگہبانی ہے۔ یعنی جن و انسان و شیاطین کے دخل سے محفوظ ہے۔ اور لوح محفوظ سفید موتی کی ہے طول اور کثرت زمین و آسمان کے مانند اور عرض جیسے مشرق سے مغرب۔ اور سکے کناروں پر یاقوت جڑے ہوئے ہیں اور کلام قدیم بقلم نوراد میں لکھا ہوا ہے اور پر کا سرا اور کاعوش سے متعلق ہے اور نیچے کا رخ اور کا ایک معزز فرشتے کی گود میں ہے جو عرش اعظم کی داہنی طرف کھڑا ہے۔ اور وفی ان اور کی یاقوت کی ہیں۔

سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ سَبْعٌ عَشْرُ آيَاتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں سترہ آیتیں اور اسٹھ مکے اور دوسوا و تالیس حرف اور ایک رکوع ہے۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ دفع دیو پری کے واسطے تین بار اسکا پڑھنا سنا ہندو مند ہے۔ اور اس سورت کے نادل ہونے کا سبب یہ تھا کہ ابوطالب حضرت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کے لیے آپکے مکان پر آئے آپنے دودہ اور روٹی اور نلکے آگے لاکر رکھی اور دونوں صاحب کھانے گئے اتنے میں ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اور اسقدر زمین سے قریب ہوا کہ تمام گہراو سکی روشنی سے بہر گیا۔ ابوطالب کی آنکھیں چونہ بیاگئیں اور گہرا کر ہاتھ کھانے سے کھینچ کھڑے ہو گئے اور آنحضرت سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا تھا۔ آپنے فرمایا کہ یہ وہ تارا ہے جسے فرشتے آسمان کی حفاظت کے لیے شیطانوں پر پھینکتے ہیں اور یہ ایک نشانی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں سے ابوطالب ہیرت سے خاموش بیٹھ گئے۔ اور یہ وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ سورت لائے۔ **وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ** قسم ہے آسمان کی اور اوندھیرا پڑے آیتوں کی

اور وہ ستارہ ہے جو رات کے وقت دوڑتا نظر آتا ہے اور اوسمین لوگوں کو بڑا اختلاف
 اور تردد ہے اور طرح طرح کی باتیں بیان کرتے ہیں پس اوسکے تردد کے دور کرنے
 کے لیے بطور سوال وجواب کے فرماتے ہیں کہ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ
 اور تو کیا سمجھا کون ہے اندھیرا پڑے آنے والا۔ یعنی وہ ستارہ اجرات کو دوڑتا نظر آتا
 ہے وہ الْجَحْمُ الثَّقِيْبُ ۝ ایک تاراج ہے چمکتا جبر شیطانون کی آنکھوں میں
 چکا چوڑہ پیدا کر دیتا ہے اور کبھی اوسکا شعلہ اونکو جلا ہی دیتا ہے۔ اور شیطان اوسکی
 چمک سے ایسے ہو جاتے ہیں جیسے چمکاؤں سورج کی چمک سے۔ اور جب طارق کے
 بیان سے فراغت ہوئی تو اب وہ مضمون ارشاد ہوتا ہے جسپر قسم کھائی ہے کہ اِنَّ
 كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ کوئی جی نہیں جسپر نہیں ایک نگہبان۔ یعنی ہر
 جان پر چھوٹی ہو یا بڑی نیک ہو یا بد اللہ تقائے کی طرف سے ایک نگہبان ہو جو اوسکو
 صدقوں اور حادثوں سے بچاتا ہے اور غماہوں نے نہیں دیتا۔ اور جب آدمی یہ حال معلوم
 ہو گیا کہ میری جان مالک حقیقی کے قبضہ تصرف میں ہے تو اب ہشرد و نشر کے سچ جاننے
 میں کچھ تردد نہ رہا۔ مگر جو بہت زمانہ گزرنے کے بعد کا دوبارہ درست ہو ناقص نظر آئیں
 کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ بعد موت کے جسم کے اجزاء متفرق اور پراگندہ ہو
 جاتے ہیں اور کچھ خاک میں لگے نیست نہاب ہو جاتے ہیں۔ پس اس تعجب کے دفعیے کے
 لیے ارشاد ہوتا ہے کہ قَلِيْلٌ مِّنْ النَّاسِ يَحْكُمُونَ ۝ اب دیکھ لے آدمی
 کا ہے سے بنا۔ اور مادہ اوسکی خلقت کا جمع ہو کے کہاں سے آیا خَلِقَ مِنْ
 مَّاءٍ ذَكَرٍ ۝ بنایا ایک اوچھلتے پانی سے۔ اور وہ پانی مرد و عورت کا لطفہ ہے
 کہ رحم میں لگے ایساں ہو جاتا ہے اور وہ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ
 الْاَرَْائِبِ ۝ نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے سچ سے۔ ایلے کہ مادہ من کا ارسل
 دماغ سے نزول کرتا ہے اور کانوں کے پیچھے کی رگوں سے گندہ کبر خلع میں آتا ہے

اور شجاع و میان پٹھے اور سینے کے ہے پھر مرد کی پٹھے کے منکون کی راہ سے گذر کر گردن
 میں اور گردن سے انشین وغیرہ میں ہو کر رحم میں گرتا ہے اسطور سے عورت کے سینے
 کی طرف سے ہو کر رحم میں آتا ہے اور وہاں دونوں لجاتے ہیں۔ اور جب آدمی کو یہ
 معلوم ہو چکا کہ اسکی جان حق تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے اور کس چیز سے وہ
 بنا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور ایک شکل سے دوسری شکل بدلنا خوب
 ظاہر ہو چکا تو آخرت کو بھی انھیں حالتوں پر تکیاں کرے تاکہ اس کے نزدیک یقینی ثابت
 ہو جائے کہ **اِنَّ عَلٰی رَجْعِهِ لَقَدَرٌ مِّنْ ثَنِيْنٍ** بیشک وہ اسکو پھر لاسکتا ہے یعنی وہ
 خالق جسے آدمی کو اسطور سے بنایا ہے وہ اس کے پھر لانے پر قادر اور توانا ہے۔ اور وہ
 پھر لانا اور سدن ہو گا **يَوْمَ يُنْفَخُ الْكُتُبُ** جس دن جانچے جائیں گے پھر یعنی جس دن
 ظاہر کی جانگی چھپی باتیں ہمارے اور جسے تمیز ہوں اور مراد سراسر اس سے پوشیدہ گناہ
 اور مکر و حیلے میں اور بعض نے وہ فوائد مراد لیے ہیں جو کہ اگرنا اور مکرنا محض آدمی کے
 اظہار پر موقوف ہو دوسرے کو اوپر اطلاع ممکن نہیں جیسے نماز اور روزہ اور خیر اور
 غسل خباثت۔ اور جس دن یہ بات ہوگی **فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِيَةٍ** تو کچھ
 نہوگا اسکو زور اور نہ کوئی مدد کرنے والا۔ تاکہ اپنے کاموں کو ظاہر نہ کرے اور پھر دیگر
 چپار کے جطر سے دنیا میں چپاتا تھا۔ اور نہ کوئی مددگار ہوگا کہ باوجود ظاہر ہونے قصود
 کے اسکی نرا موقوف کر دے جیسے دنیا میں یا دوست آٹھے آجاتے ہیں اور نرا
 دینے نہیں دیتے۔ اور جب ان آیتوں میں درمضمون بیان ہوتے ایک یہ کہ
 آدمی کا دوبارہ پیدا کرنا اللہ کے اختیار میں ہے اور دوسرے یہ کہ قیامت تمام
 پوشیدگیوں کے ظاہر ہونے کا دن ہے تو اب ان دو باتوں کے ثابت کرنے کے
 لیے دوسری دو دلیلین بطور قسم کے بیان فرماتے ہیں کہ **وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ**
الْوَجْهُ قسم ہے آسمان جگرار نے واسطے کی جو ہمیشہ حرکت و درجہ میں رہتا ہے

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصُّلْبِ ۝ اور زمین ڈراڑ کھانے والی کی جیسے بیٹنے
 سے طرح بطر کے نباتات اوسمین سے ظاہر ہوتے ہیں اور چٹے جاری ہوتے ہیں اُنہ
 لَقَوْلٍ ۝ یہ بات دو لوگ ہے۔ یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ انسان کے
 پیر لانے پر قادر ہے اور یہ پیر لانا قیامت کے دن پر موقوف ہے جبین جیسے بید
 ظاہر ہو گئے نہایت صاف اور کھلی ہوئی ہے وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ اور نہیں
 یہ بات ہنسی کی نہ ایسی کہ دلیل قوی نہ رکھتی ہو یا شاعر کے مبالغے کی طرح اصل نہ رکھتی
 جیسے کافر کہتے ہیں کہ پیغمبرِ حق کے وعدے وعید جزا کے دن کے ایسے ہیں جیسے لڑکوں
 کو فرضی ناموں سے ڈراتے ہیں تاکہ شوخی نہ کریں۔ اسی طرح پیغمبر بھی اس دن سے
 ڈراتے ہیں تاکہ دستورِ عالم کا بگڑنے نہ پائے درحقیقت میں یہ چیزیں کچھ بھی نہیں ہیں
 اور انکے محال ہونے کے بارے میں کافر بہت سی جھجین اور شبہ بیان کرتے ہیں حق
 تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهُمْ يَكِيدُوْنَ كَيْدًا ۝ البتہ وہ لگے ہیں ایک دوا کر کے
 ہیں۔ تاکہ قرآن کے معنیوں میں شک و شبہ ہوئے پیدا کر کے عام لوگوں کے
 دلوں میں اور کما ہزل ہونا ثابت کر دیں ۝ وَآكِيْدًا كَيْدًا ۝ اور میں لگایوں
 ایک دوا کرتے ہیں۔ تاکہ تولیٰ فصل ہونا قرآن کا مدلل ہو جائے اور عام و خاص کے
 نزدیک توضیح اور سلی ظاہر ہو جائے فَمَهْلِكُ الْكَافِرِيْنَ اَمْهُمْ لَمْ يُؤْيَدًا
 سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے اور انکو تھوڑے دنوں۔ یعنی حق تعالیٰ اپنے
 جیب سے فرماتا ہے کہ تم مہلت دو کافروں کو اور انکے لیے بد دعا کرنے میں
 جلدی نہ کرو۔ اور فرصت دو اور انکو تھوڑے دنوں اور وہ دن ابتدا سے نبشت سے
 تریب چوڑا برس کے تھے۔ اور اتنی مدت مہلت دینے میں یہ نکتہ تھا کہ یہی مدت
 مذکور آدمی کے سن بلوغ کی مقدار ہے پس گویا ابتدا سے نبشت میں عرب کے کافر
 حکم لڑکوں کا رکھتے تھے اس لیے اس طرح شریعت کے حکم کو انکی تعلیم آہستہ آہستہ منظور تھی۔

تاکہ دین کے قاعدوں کو سمجھیں اور جب اس مدت میں بھی وہ اصلاح پذیر نہ ہوئے تو ہار دیں اور تغذیر کے محتاج ہوئے اور جہاد قتال کا اونکے ساتھ حکم ہوا۔ اور نہ ریا دیں ہوئے

سورة الاعلى مكتو بسم الله الرحمن الرحيم هي تسع عشر اية

یہ سورت کی ہے اور اسمین اور فیل آیتیں اور بہتر کلمے اور دوسوا کثرت صفت میں اور
ایک رکوع۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ اگر سفر کرتے وقت اسے تین بار پڑھ لے
تو سفر سے سلامت اور کامیاب پہرے۔ اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب
یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی بڑی بڑی حمد تین نازل ہونے لگیں اور
جبریل علیہ السلام کے واسطے سے حجابِ علوم اترنے شروع ہوئے تو آپ کی خاطر اقدس
میں یہ وہ غنہ پیدا ہوا کہ میں تو انسان ہوں یہ سورتیں اور انکے معنی بغیر کہنے کے مجھے
کیونکر یاد رہ سکتے ہیں کہیں ایسا نہ کہ بعض چیزیں اسمین سے ہو لجاؤں اور رسالت
کے مقدمے میں نقصان واقع ہو۔ پس آپ کی تسلی اور تشفی کے لیے اللہ تعالیٰ
نے یہ سورت نازل فرمائی اور اسمین خوشخبری سنا دی کہ حق تعالیٰ خود تمہاری ستاویں
کر لیا اور تم کو سبق بھولنے کا خطرہ ہرگز نہ بچا ہے۔ اس سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اس سورت کو بہت دوست رکھتے تھے اور وحی کی پہلی رکعت اور جمعے کی پہلی رکعت
میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ پکی بول اپنے رب کے
نام کی جو سب سے اوپر ہے۔ اور سب سے بلند ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑھا کرو تم اسے
اپنے سجدہ میں یعنی سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرو۔ اور وہ پروردگار کیسے
ہے کہ الَّذِیْ خَلَقَ قَسْوَمِی ۝ جسے بنایا ہر شے کیسے۔ یعنی جسے ہر چیز کو
کو بنایا اور درست کیا وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَکَی ۝ اور جسے ٹھہرایا ہر راہ کو
یعنی جسے ہر شخص کے واسطے ایک کمال کا اندازہ فرمایا اور ہر راہ بتائی اور

اپنے کمالات کے حاصل کرنے کی۔ یہاں تک کہ ہر بچے کو ان کے سپٹ سے نکلنے کی راہ اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنے کی راہ اور اور ربانین ہرہ م کے لیے ہر جاندار کو تلقین فرماتا ہے وَالَّذِي أَحْوَجَ الْمُرْعَىٰ ۝ اور جسے نکالا چارہ بیٹے پروردگار تیرا وہ پاک ذات جو جسے اپنی قدرت سے ایسی چیزیں پیدا کیں جنکو جانور چرتے ہیں جیسے گھاس کہ حیوانات کی خوراک ہو اور طرح بطن کے پھول کہ شہد کی مکھی اور شکر خور سے وغیرہ کی خوراک ہو اور میوے اور پھل کہ آدمی اور بعض جانور اس کے کھانے سے فائدہ مند ہوتے ہیں۔ فَجَعَلَهُ غَنَاءً أَحْوَجَ ۝ پھر کر ڈالا اور سکو کوڑا کالا۔ یعنی پہر اس کھیتی کو خشک سیاہ کر دیا تری اسکی جاتی رہی تاکہ وہ نایابی کے وقت کام آئے۔ اور یہ ایک دلیل قوی ہے اس بات پر کہ حق تعالیٰ رب اعلیٰ ہے جو ہر کمال کا مرجع ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی۔ اور تمکو اس کے نام کی تسبیح سے بڑی مناسبت ہے پس اپنے کمال کے نقصان کا اندیشہ کرو۔ ایسے کہ سَنَقَرْنَاكَ فَلَا تَكْتَسِبُ ۝ ہم پڑ پڑا بیگنے تجکو پھر تو نہ بھولے گا۔ اس واسطے کہ تیری استعداد و تصفیہ قلب کے سبب کمال کو پونجیگی۔ اور کوئی چیز غیب کے فیض کا حجاب نہ کیگی اَلَا مَا شَاءَ اللّٰهُ مگر جو چاہے اللہ۔ اور اسکی حکمت مقتضی ہو اسکی کہ وہ تیرے دل سے اس جہان میں بھول جائے۔ اور یہ بھولانا بھی ایک طور کا مسوخ کرنا ہے۔ اِنَّكُمْ يَعْلَمُوْا الْجَهْدَ وَمَا يَجْعَلُ ۝ وہ جانتا ہے پکارا اور جو چہا۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اون کمال کو جو تم میں ظاہر ہیں اور ادن کمالوں کو جو پوشیدہ ہیں۔ اور زیادہ تسلی کے لیے ارشاد فرماتا کہ وَنَيْتُكَ لِّلْيَسْرِ ۝ اور سچ سچ پونچاؤ نیگے ہم تجکو آسانی تک۔ یعنی آ کر دیکھے ہم تم پر وہ ماجو اللہ کی طرف کی راہوں میں سے نہایت ہی نزدیک راہ ہے مگر اور عبادت میں۔ پس تمکو قرآن پاک اور اور علموں کے یاد کرنے میں زیادہ کوشش ضرور نہیں اعلیٰ کہ جسے تمکو محض امت کی تکمیل کے واسطے بھیجا ہے اور تمہاری تکمیل

ہمارے ذمے ہے۔ **وَالَّذِينَ نَفَعْتَ الذِّكْرَىٰ** سو تو سبھاؤ سے اگر کام کرنے سبھاؤ تاکہ ہزاروں آدمی تیرے رنگ میں رنگ جائیں۔ اور یہ تمہاری نصیحت سے سبھاؤ گئے ہیں **مَنْ يَنْفَعْنِي** مجھ کو جو کچھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **وَيَجْعَلُهَا آتًا لَّكَ شَقِيًّا** اور سب کو بڑھائے گا اور سب کو بڑھائے گا۔ یعنی اس نصیحت کے بارے میں وہ ہوگا جو بڑھائے گا ہے اور نہ اس کا خوف نہیں رکھنا **الَّذِي يَصِلُ** **النَّارَ الذِّكْرَىٰ** وہ جو پیشے گا بڑی آگ میں۔ یعنی یہ وہ بد بخت ہے جو بڑی آگ میں داخل ہوگا۔ اور وہ ایک آگ ہے وہ نزع کے نیچے کے لئے ہے میں جو ساقان میں ہے اور دنیا کی آگ سے تیز ہے تیزی میں زیادہ ہے۔ اور وہ بد بخت اس آگ میں داخل ہو کے ٹھوکرے پھینکے گا **يُفِيهَا وَلَا يَخْتَلَىٰ** پہر نہ مرے گا اور نہ اور نہ جیگا۔ یعنی باوجود اس قدر شدت عذاب اور مرے اور نہ کے کبھی نہ مرے گا تاکہ اس کی روح اور بدن کو اس بلا سے نجات دے اور نہ زندہ رہے کیونکہ اس کی روح ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گی یہاں تک کہ موت کی آرزو کرے اور موت نہ آئے گی۔ اور ایسی زندگی دراصل زندگی نہیں ہے۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ** بیشک یہاں ہوا ہو سکا جو ہوا یعنی بیشک مراد کو پونچھا وہ جو پاک ہو ا کفر اور مصیبت اور باطل عقیدوں وغیرہ سے **وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ** اور پڑھا نام اپنے رب کا پہر نازکی۔ یعنی یاد کیا نام اپنے پروردگار کا دل اور زبان سے اور ناز بچکانہ اوکی۔ یا وہ جسے صدقہ فطر کا دیا اور تیرے عید کی کہیں اور ناز بڑھی۔ اور چونکہ ان آیتوں میں یہ بیان ہوا کہ کمال کا حاصل ہونا اور عذاب سے نجات پانا پاکی اور ذکر خدا اور ناز پر وقوف ہے تو تمام اس بات کا تھا کہ شائد کافر بطریق شبہ کے بیان کریں کہ کہہ باوجود عقل و دانش کے ان ظلموں کی غرض کیوں نہیں معلوم ہوتی اور فلاح کا حصول ان چیزوں پر وقوف ہونا کیلئے ہماری نظر دین سے پوشیدہ ہے پس اس شبہ کے دفع کے

لیے ارشاد ہوا کہ تم سب لوگ بوجہ شقاوت اذلی کے ان چیزوں کے کمال کو نہیں جانتے
بَلْ تُؤْخِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا کوئی نہیں تم آگے رکھتے ہو دنیا کا جینا۔
 یعنی تم اختیار کرتے ہو دنیا کی زندگی کو آخرت پر اور دنیا کی لذتوں اور نام آوری
 اور حکومت کو کمال جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگی ہرگز اس قابل نہیں کہ آخرت
 کی زندگی پر اسکو ترجیح دیجائے **وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ** اور پچھلا گھر
 بہتر ہے اور رہنے والا۔ یعنی آخرت بالکل نیکی ہے بری کی اوسمین گنجائش نہیں جلات
 دنیا کے کہ کتنا ہی چین ہو مگر بیچ و غم اسکو لازم ہے۔ اور آخرت کو بقا ہے بخلات
 دنیا کے کہ ہر چند اسکی مدت دراز ہے مگر آخر کار فنا ہونے والی ہے۔ **إِنَّ هَذَا**
لَعَنِي الضَّعِيفُ الْوَلِيُّ یہ کچھ لکھا ہے پہلے رتوں میں۔ یعنی یہ مضمون
 اگلے صحیفوں میں بھی ہے جو قرآن پاک سے پہلے نازل ہوئے اور کسی وقت
 یہ مضمون نسخ نہیں ہوا۔ **صَحَّفَ ابْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ** ورق میں ابراہیم
 کے اور موسیٰ کے۔ یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے صحیفوں
 جو اوپر آسمان سے نازل ہوئے تھے یہی مضمون لکھا ہوا تھا۔ اور وہ اب بھی معجز ہیں

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هِيَ سِتُّ وَعِشْرُونَ آيَةً

یہ سورت مکی ہے آئین سولہ آئین اور ہتر کلمے اور ایک سو اکیس حرف ہیں
 اور ایک رکوع۔ اس سورت کے خواص میں لکھا ہے کہ جس شخص کے تمام اعضا میں
 ہوائے افرا کیا ہوا در کسی دوا سے اچھا نہوتا ہو وہ اکیس بار اس سورت کو پڑھے
 تو شفا پائے۔ **هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ** کچھ پوچھی محجوبات
 اوس چپا لینے والی کی۔ اور وہ قیامت ہے جو خلایق کو اپنی دہشت سے گہرے گی
 اور کافروں کے نیک کاموں اور مسلمانوں کے برے کاموں کو چھائیگی۔ اور غرض
 اس پوچھنے سے یہ ہے کہ سننے والا ہر تن متوجہ ہم کیا ہے کہی بات کو دل لگا کے سنے

چنانچہ بعد خبردار کرنے کے اوس دن کا معاملہ لوگوں سے بیان فرماتے ہیں کہ **وَجْهٌ**
يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۱۰ کتنے مٹنے اور مٹنے والے ہیں۔ یعنی ذلیل اور خوار ہونگے
 اور مراد منہ سے ذات ہے اور یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں کبھی خوف اور فروتنی اور
 ذات دین کے کاموں میں اپنے لیے پسند نہ کرتے تھے بلکہ عیش و آرام ڈھونڈتے
 تھے پس اسکے بدلے اوس دن انکو تکلیف اور رنج عذاب ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا
 ہے **عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ** ۱۱ محنت کرتے تھکتے۔ یعنی محنت کے کاموں میں
 پھنسے ہوئے جیسے آگ کے پھاڑوں پر چڑھنا اور سوا اسکے طرح حکم عذاب اور
 دکھ اوٹھانے۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مراد اون چہروں سے باطل ہوا
 کرنے والوں کے چہرے ہیں جو دنیا میں خدا کے لیے سخت محنتیں کرتے اور رنج اوٹھاتے
 ہیں اور یہ ریاضتیں اور کئی اپنے وقت کے پیغمبروں کے نہ ماننے سے محض بیفائدہ
 اور بیکار ہو جاتی ہیں سو آخرت میں ایسے لوگ رنج بیوردہ اور مشقت بے فائدہ میں
 پڑیں گے اور فقط اسی پر ان کے لیے اکتفاء کیا جائیگا بلکہ **تَصْلٰۃٌ نَارًا حَامِيَةً** ۱۲
 پیشینگی دہکتی آگ میں۔ بدلے میں اسکے کہ خدا سے غافل ہو کے عیش و عشرت میں
 بسر کرتے تھے۔ اور جب دوزخ کی سخت گرمی سے انکو پیاس لگے گی تو اس وقت
كُنْعِي مِّنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۱۳ پانی ملیگا ایک چشمے کھولنے کا۔ جسکے پتے ہی انکے
 ہونٹھ اور منہ اور حلق جل جائیگا اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہونگے گر پڑیں گی۔ پھر
 فوراً درست ہو جائیں گی اسطور سے عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ اور جب دوزخ
 کی گرمی اور اس پانی کی گرمی سے انکی بھوک کی آگ بڑھیں گی تو ایک ہزار برس یا
 عذاب بھوک کا اونپر رہیگا پھر بہت کچھ داد و سداد کے بعد دوزخ کے کارپردازوں کو
 حکم ہوگا کہ انکو کچھ کھانا دین لیں **لَهُمْ طَعَامٌ اَلَا مِنْ خَبْرٍ** ۱۴ انہیں
 ان پائس کھانا مگر جھاڑ کا نٹہ۔ اور ضریح ایک خاردار گھاس کا نام ہے جو اکثر پانی کے

کنارہ پہنچ رہی ہے۔ جب تک سر سبز رہتی ہے اسے شہرِ بقیع کہتے ہیں اور اونٹوں کے چائے کے کام آتی ہے بعد خشک ہونے کے وہ خرچ کھلاتی ہے اور زہرِ قاتل بھی جاتی ہے پھر کوئی جانور اسے نہیں کھاتا۔ اور وہ بھی دوزخ میں پیدا ہونے کے باعث سے مثل آگ کے ہوگی۔ اور کھانا کھانے سے جو فائدے مقصود ہوتے ہیں وہ اس کے کھانے سے ہرگز نہ حاصل ہوں گے۔ لَا یُسْمِنُ وَلَا یُعْنِی مِنْ جُوعٍ نہ موٹا کرے اور نہ کام آئے بھوک میں۔ پس اس کا کھانا حقیقت میں کھانا نہیں بلکہ اور جب دوزخیوں کے کھانے پینے اور رہنے کے مقام کا بیان ہو چکا تو اب بشتیوں کے کھانے پینے اور رہنے کے مقام اور اسباب اور سامان کا بیان ہوتا ہے کہ وَجُوعًا یَقِیْ مِثْلًا نَّاعِمًا ۝ کتنے منہ اوسدن آسودہ میں۔ تروتازہ۔ اسلئے کہ اولں چہرے والوں نے دنیا میں بہت سی تکلیفیں اوسدن کی آسانی کے واسطے اوٹھائی تھیں اور حق تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے محنتیں اور مشقتیں اپنی جان اور جسم پر گوارا کرتے تھے وہ لَسَعِیْہَا رَاضِیَۃٌ ۝ اپنی کمائی سے راضی۔ ہو گئے اور خوش کہ ہماری محنت ہمارے کام آئی۔ فِی جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ ۝ اونچے باغ میں۔ ہو گئے وہ لوگ آرام سے لَا تَسْمَعُ فِیْہَا لَٰغِیَۃٌ ۝ نہ سنیں گے وہاں بیہودہ بات جس سے اونکی طبیعت کھردر ہو۔ بلکہ نہایت عیش و عشرت سے ہو گئے اس باغ میں۔ فِیْہَا عِیْنٌ جَارِیۃٌ ۝ اور سین ایک چشمہ ہے بہتا۔ یعنی اس باغ میں ایک چشمہ جاری ہے جہاں پانی برف سے ٹنڈا اور شہد سے میٹھا ہے۔ فِیْہَا سُرُورٌ ۝ مسرت و شادمانی۔ اس باغ میں تخت ہیں اونچے بچھے۔ تاکہ کمال عزت سے اولں تختوں پر بیٹھیں۔ وَ اَکْوَابٌ مَّوْضُوعٌ ۝ اور آبخورے دہرے۔ ترسے سے اولں تختوں پر تاکہ جب اونکو شراب یا دودھ یا شہد وغیرہ کھانے پینے کی چیز کی خواہش ہو اور جس چیز کے کھانے پینے کو اونکا دل چاہے تو بلا تکلف اور بے توقف

بنیہ رنگے اوٹھا کے کام میں لائیں۔ اور سنت تختون سے اترنے کی نگرانی پڑے۔
وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ اور قالیجے قطار پڑے۔ یعنی اون لوگوں کی فرش
 کے لیے مسدین اور توشکین بطور صف کے کچھی ہونگی۔ تاکہ جہان چاہیں آرام سے
 بیٹھیں۔ **وَزَرَائِي مَبْنُوتَةٌ** اور منحل کے نہا لچے کندھے۔ یعنی
 بکھرے پڑے ہونگے تاکہ جہان چاہیں بچھائیں۔ جب یہ حال بشتیوں اور دونوں کا
 اس سورت میں بیان ہوا تو کافر مسخر سے پن سے کہنے لگے کہ اس بنیہ کے کلام میں
 تناقض ہے کیونکہ یہ بشتیوں کی تعریف میں کہتے ہیں کہ اونچے اونچے تختون پر بیٹھے
 ہونگے اور کعبہ صلی تکلیف ہوگی حالانکہ اونچے اونچے تختون سے بار بار اُترنا اور
 اونپر چڑھنا یہ بھی ایک تکلیف ہے حق تعالیٰ اونکے جواب میں فرماتا ہر اَفْلاکَ نَظَرُونَ
اِلٰی اِبْلِیْ کَیْفَ خُلِقَتْ ہلکایا نہیں نگاہ کرتے اونٹوں پر کیسے بنا
 ہیں۔ اور بلند کیسے ہیں۔ پہرہ وجود اس بلندی کے ایک لڑکے کے فرمانبردار ہو جاتے
 ہیں اور وہ نکیل پکڑے لیے پہرتا ہے جب چاہتا ہے چڑھتا اور تارتا ہے۔ بشتیوں
 کے تخت پر اُترنے چڑھنے میں کیا تعجب کرتے ہیں۔ ہنسنے جیسے اونٹوں کو بیان سنا کیا
 ویسے ہی وہاں تختون کو بشتیوں کے حکم میں کر دیں گے۔ اور اونٹ کی خلقت کمال قدرت
 الہی ظاہر ہے۔ کہ بڑا بھی ہے اور بوجھ زیادہ اوٹھاتا ہے اور سبکا فرمانبردار ہو جاتا
 ہے۔ ہر طرح کے چارے پر قناعت کرتا ہے اور پیاس میں صبر۔ اسوجہ سے بیان
 ہے آب کو طم کرنا ہے اور حیوانوں سے جو فائدے مقصود ہیں وہ سب اس میں موجود
 تیان میں لکھا ہے کہ مخاطب اسکے اہل عرب میں جو اکثر جنگلوں میں رہتے ہیں مال و گنا
 اونٹ ہے۔ لہذا پہلے اسے ذکر فرمایا۔ اور چونکہ جنگلوں میں سوا آسمان اور زمین اور
 پہاڑ کے اور کچھ نظر نہیں آتا لہذا بعد ذکر اونٹ کے ارشاد ہوا کہ **وَلِی السَّمٰوٰتِ**
کَیْفَ رُفِعَتْ اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے۔ یعنی کیا نظر نہیں کرتے آسمان

پر کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ تاکہ بہشت کی بلندی اور وہاں کے تختوں کا حال کے منجب
 ہوں۔ کیونکہ آسمان باوجود اس قدر بلندی کے رات دن کے دورے میں پست ہو جاتا
 ہے اور اوپر کی طرف منجی ہو جاتی ہے۔ پہنچا ہونا بہشت کے اونچے تختوں کی منجبت
 کی بات ہے **وَلَا إِلٰهَ إِلَّا جِبَالٌ كَيْفَ نَصَبَتْ** اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے
 کیے ہیں۔ یعنی کیا پہاڑوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے مضبوط ٹکڑے کیے گئے
 ہیں کہ سخت ہوائوں اور زلزلوں کے ہلانے سے نہ گرتے ہیں نہ اونڈھے ہوئے
 ہیں۔ اور بلندی اور خوش ہوائی اور سبزے میں بہشت کا نمونہ ہیں اور امتزاج کرنا
 اور ناموافق ہوا اور کڑوسے درختوں کے باعث سے دوزخ کے مانند ہیں۔ **وَلَا
 إِلٰهَ إِلَّا الْأَرْضُ كَيْفَ سُطِحَتْ** اور زمین پر کیسی صاف بچھائی ہے۔ یعنی کیا
 نہیں دیکھتے زمین کو کہ کیسی صاف بچھائی گئی ہے۔ کہیں مثل مسند کے مصداق ہے
 اور کہیں پر تختے رنگارنگ پھولوں کے مثل قالینوں کے پیسے ہوئے ہیں۔ بلکہ سب
 زمین امرا اور اغنیاء کے لیے مثل بہشت کے ہے۔ اور محتاجوں و غلسوں خصوصاً
 اون لوگوں کے لیے کہ گرم ملک میں عین گرمی کے موسم میں پیادہ یا بغیر امید منفعت
 کے سفر کی سرگردانی میں گرفتار ہیں حکم دوزخ کا رکھتی ہے۔ پس یہ چار چیزیں جو بیان
 ہوئیں عاتلون کو بہشت اور دوزخ کا حال دریافت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اور
 جب اس بیان سے فراغت ہوئی تو اب اپنے حبیب کی تسلی اور تشفی کے لیے
 حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ **فَلَا كُفْرًا تَقْلُ تَمَّا أَنْتَ مُدَّا كُفْرًا** سو تو سمجھتا رہا
 کام ہی ہے سمجھانا۔ اور انکی طعن و تشنیع سے کہ زبانی جھگڑے کے سوا اور کچھ نہیں ہے
سُتَدَلُّ نُوْا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصِطِرٍ تو نہیں اون پر وار و غہ کہ اونکو
 براہ حق سے بیراہہ نہونے دے اور اونکے دلوں میں حق بات کو زور سے ڈالے
 کیونکہ یہ کام مغلوب القلوب کا ہے بشر کا مقدور نہیں۔ **إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ**

مگر جسے مُنہ موڑا اور منکر ہوا۔ یعنی جسے تمہاری نصیحت سے مُنہ پھیرا اور کفر اختیار کیا اور تمہاری رسالت کا منکر ہوا اور سکو بارہ سچا مانا پتھر فرض نہیں کیا اور احکام الہی کا پوچھنا اور عذاب سے ڈرنا ضرور ہے سو اس سے متنے فراغت پائی اب معاملہ اسکا خدا سے ہے **فَيَعِذُّ بِمَلَلِهِ الْعَذَابُ الْاَكْبَرُ** پس عذاب کر لیا اور سکو اللہ وہ عذاب جو بہت بڑا ہے۔ دوسرے گناہگاروں کے عذاب سے جنوں نے کفر نہیں کیا اور اسلام سے مُنہ نہیں پھیرا۔ اور اگر یہ کا فحق تعالیٰ کے عذاب کرنے میں شبہ کریں اور کہیں کہ وہ عذاب ہماری سمجھ میں نہیں آتا تو اونکی یہ سمجھ محض بجا ہے ایسے کہ **اِنَّا الْيَسَّاءُ يَا بَهَّوُ** بیشک ہمارے پاس ہے اونکو پہرانا۔ یعنی بعد مرنے کے روح ہر شخص کی عالم غیب کو پہنچتی ہے پس ناچار سکو اس عالم کی طرف ضرور جانا ہے۔ **نَحْنُ عَلَيْنَا حِصَابٌ** ہر بیشک ہمارا ذمہ جو اونسے حساب لینا۔ اونکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور کفر اور عناد کا۔ اور موافق اونکے جزا اور سزا دیں گے۔ پس جو شخص روگردانی اور کفر میں سخت ہو اس کے لیے عذاب بھی سخت ہو

۳۰

سورة الفجر مکیة | بسم الله الرحمن الرحيم | وهي ثلاثون آية

یہ سورت مکی ہے اس میں تین آئین اور ایک سو سینتیس اکلے اور پانسو ستانوے حرف ہیں۔ اور ایک رکوع۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو کوئی اسے شتر بار پڑھے ہر بلا اور بیماری سے نجات پائے۔ **والفجر**۔ قسم ہے فجر کی۔ کہ جبکہ آیت کا تمام مخلوقات کو انتظار ہوتا ہے اور اپنی حاجتوں کو صبح کے آنے پر موقوف رکھتے ہیں اور بعض نے لکھا ہے کہ مراد اس سے روز ازل محرم ہے کہ سال اس سے شروع ہوتا ہے یا صبح روز عرفہ ہے۔ یا صبح عید ہے۔ یا اول روز قیامت ہے۔ **وَالْاٰیة** کیا آیتیں اور دس راتوں کی۔ یعنی قسم ہے اون دس راتوں کی جو بہت بزرگ ہیں اور لوگ تمام سال اونکے آنے کے انتظار میں گزارتے ہیں اور وہ دن

راتین تین قسم کی ہیں۔ ایک ابتداء کے ذبح کی دس راتیں کہ اونہیں عرفہ ہے۔ دوسرے
 عشرہ محرم کہ اسہیں عاشورہ ہے تیسرے عشرہ آخر ماہ رمضان کہ شب قدر اسہیں ہجرت با عشرہ
 اوسط ماہ شعبان کہ شب برات اسہیں ہے۔ وَالشَّعِيرِ وَالْوَيْتِ ۝ اور جفت اور
 طاق کی یعنی قسم کھاتا ہونہیں جفت اور طاق کی کہ تمام معدودات بلکہ جمیع موجودات کو
 شامل ہے۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ مراد جفت سے مخلوقات ہے اور طاق سے
 ذات اقدس حق سبحانہ تعالیٰ البے اسطر سے مفسرین اسکے بیان میں بہت کچھ لکھا ہے
 وَاللَّيْلِ إِذَا يَسِيرُ ۝ اور اوس رات کی جب رات کو چلے۔ یعنی جس رات بنہیں
 صلے اللہ علیہ وسلم معراج کو چلے ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قِسْمٌ لِّذِيْ حُجُوْبٍ ۝ ہر اون
 چیز و نکی قسم پوری عقلمندوں کے واسطے۔ یعنی ان پانچوں قسموں میں سے ہر قسم
 عقلمند کے لیے اس بات کے ثابت کرنے میں کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے
 وقت کا منتظر ہے ہر نیکی اور بدی کی جزا اور سزا دینے کے لیے۔ پس اگر کم فہم لوگوں
 کو کچھ تعجب ہو کہ اوس دن سب اگلے پچھلے جمع ہونگے تو ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک
 دن میں مشکل ہے۔ تو اوانکا تعجب محض بیجا ہے کیونکہ اوسکی قدرت کاملہ کے آگے
 بڑی زور اور مخلوق کو ایک دم میں سزا دینا کچھ مشکل نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ ۱؎ تو نے دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے
 عاد سے۔ یعنی عاد کے فرقے سے اِرْقَمَ ذَاتِ الْاَعْمَادِ ۝ ۲؎ وہ جوارم تھے
 بڑے ستونوں والے۔ یعنی جوارم کے رہنے والے تھے اور ارم کی بستی لے
 لے ستونوں کی تھی اَلَيْسَ لَكَ مِنْ خَلْقٍ مِّثْلُهَا فِيْ لَبَدٍ ۝ ۳؎ جو بنے نہیں ویسے
 سارے شہروں میں۔ یعنی وہ شہر ایسا تھا کہ روئے زمین کے تمام شہروں میں ویسا
 کوئی شہر پیدا نہیں کیا گیا۔ اور اوسکی مختصر کیفیت عبد اللہ بن قلابہ سے جو ہمارے حضرت
 اصحابوں میں سے تھے یوں منقول ہے کہ وہ اتفاق سے صحرا بے عدن میں وارد ہوئے

وہاں اونکا ایک دنٹ چھوٹ کے بھاگ گیا وہ اسے ڈھونڈتے پھرتے تھے کہ کونسا
ایک شہر کی فضیل نظر پڑی یہ آگے بڑھے اور اس شہر کے قریب پونچھے تو دیکھا کہ وہاں
آدمی کا نشان تک نہیں اور دروازے میں جواہرات پیش بہا جڑے ہوئے ہیں۔
جو دیکھنے میں نہیں آئے۔ پھر شہر کے اندر گئے اور دیکھا کہ اس کے محل سونے اور چاندی کی
اینٹوں سے بنے ہوئے ہیں اور ان کے ستون زبرجد اور یاقوت کے ہیں اور زمین پر
بجائے سنگریزوں کے موتی آبدار پڑے ہوئے ہیں اور ہر محل کے گرد زمین نہایت شرفنا
اور پاکیزہ جاری ہیں جبکہ زمین منوگا اور موتی بچھے ہوئے ہیں۔ اس سطر سے درخت بھی
جواہرات کے تھے جنکی ٹہنیاں سونے کی اور پتے زمرود کے اور پھل چاندی اور موتی کے
تھے۔ خلاصہ یہ کہ ان عجائبات کو دیکھ کے نہایت متحیر ہوئے اور اپنے دل میں کہنے لگے
کہ یہ شہر بعینہ اسی بہشت کے طور پر ہے جہاں وعدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہم سے کیا ہے۔ پھر کچھ جواہرات وہاں سے اٹھا کے دمشق کو روانہ ہوئے وہاں پونچ
کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہاں سوق شہر شام کے حاکم تھے ملاقات
کی اور یہ سب حال بیان کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ یہ شہر تمہیں خواب میں دیکھا ہے
یا حالت بیداری میں عبداللہ بن قلابہ نے کہا کہ میں نے حالت بیداری میں دیکھا ہے
اور اسکی نشانیاں اب تک مجھے خوب یاد ہیں کہ عدن کے پہاڑ سے فلان جانب اس قدر
فاصلے پر ہے اور جو جواہرات وہاں سے لایا ہوں میرے پاس موجود ہیں حضرت
معاویہ کو اس امر سے نہایت تعجب ہوا اور اسوقت کے عاملوں کو بلا کے دریافت
کیا کہ کیا دنیا میں ایسا کوئی شہر ہے کہ بنا اسکی سونے چاندی سے ہوا درخت اور
مکمل بجواہر ہوں علمائے کمال نے کہا کہ ہاں ایک شہر ایسا ہی ہے جسکا ذکر حق تعالیٰ نے
قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ لَوْ يَخْلُقُ مِثْلَهُآفَ الْآلِآءِ۔ اور اس شہر کو شہر ادمی نے
بنایا تھا جو ایک بادشاہ جلیل القدر نوسو برس کی عمر کا تھا۔ اس نے تمام عالم کے زرخشا

جمع کرا کے سوا میرون کو شہر ارم بنانے کے لیے بھیجا اور ہر امیر کے ساتھ ہزار ہزار
 ملازم تھے الغرض بڑی کوششوں سے جب وہ شہر طیار ہوا تو بادشاہ نے وہاں جانے
 کے لیے دس برس میں طیاری کی اور تمام امرا اور ملک عالم کو جمع کیا اور بڑے
 تزک اور احتشام سے اس شہر کو روانہ ہوا۔ جب قریب دس شہر کے پونچھا تو وہاں کے
 لوگ غول غول اس کے استقبال کے واسطے شہر کے باہر آکر روجہ اہر او سپہنشاہ کرنے
 لگے اور اس کے ہمراہ ہوئے جب شہر کے دروازے پر پونچھا اور ارادہ اندر جانے کا
 کیا ایک قدم دروازے میں رکھا تھا دوسرا قدم اٹھانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ آسمان
 ایک گڑک ایسی سخت آواز سے ہوئی کہ تمام مخلوق وہاں کی ہلاک ہو گئی بادشاہ بھی وہیں
 دروازے پر گر کے مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت اپنے دلمین لے گیا اور وہ شہر
 انسانوں کی نظر سے پوشیدہ کر لیا گیا۔ پھر علمائے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک شخص اپنا اونٹ ڈھونڈتا ہوا وہاں پونچ گیا
 اور وہ کوتاہ قد سرخ رنگ ہو گا۔ اس کی ابرو دو در گردن پر دو خال ہونگے جب حضرت
 معاویہ نے یہ سب نشانیاں ادھنیں پائیں تو فرمایا کہ واللہ یہ وہی شخص ہے۔ اور اس سے
 زیادہ تعریف اس شہر کی کیا ہو گی کہ خود پروردگار عالم نے اس کے بارے میں فرمایا
 کہ وہ شہر ایسا ہو کہ ہرگز پیدا نہیں کیا گیا کوئی شہر مثل اس کے روئے زمین کے شہروں میں
وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِیِّ اور تمود سے جنہوں نے تہاشے
 پتھر وادی میں۔ یعنی کیا کیا تیرے پروردگار نے تمود کے فرقے سے جو وادی الفجر
 میں بڑے بڑے پتھر دن کو تراش کے اپنے مکانات بنائے تھے۔ اور ایک ہزار
 سات سو بستیان اون کے قبضے میں تھیں جنہیں بڑے بڑے محل اور مکانات پتھر کے
 تھے۔ اور ان کا قصہ سورہ دھن کی تفسیر میں مذکور ہے **وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْدَادِ**
 اور کیا کیا فرعون میخون والے سے جو لوگوں کو جو میخا کر کے اراتا تھا اور کئی مسلمانوں کو

جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اسدی طور سے شہید کر چکا تھا الذین
طغوا فی کبر لادیر ۝ یہ سب جنہوں نے سر اٹھایا ملکوں پر۔ یعنی یہ سب بڑے
سرکش اور بیاک تھے بیان تک کہ اپنے لشکروں پر بھی ظلم و تعدی کرتے تھے فالکثر
فیہا الفساد ۝ بہت ڈالی اونہیں خرابی۔ یعنی شہروں میں فتنہ و فساد اور مخلوق
پر ظلم و تعدی کرنے لگے فصبت علیکم ربکم سوط عذاب ۝ بہر بھینکا
اونہیں تیرے رب نے کوڑا عذاب کا۔ اور کوڑا اسواسطے فرمایا کہ یہ عذاب جو دنیا میں ان
لوگوں پر ہوئے آخرت کے عذاب کے آگے حکم کوڑے کا رکھتے ہیں۔ ان ربکم
کیا لہم صنادیر ۝ تیرا ب لگا ہے گھات میں۔ سب کو دکھتا ہے اور سب کچھ سنتا ہے
اور اوس سے کوئی شرم پوشیدہ نہیں۔ فاکما الا انسان اذا ما ابتکله ربہ
فاکرمہ ونعمہ ۝ سو آدمی جو ہے جب جانچے اوسکو رب اوسکا پورا سکون عزت
دے اور اوسکو نعمت دے۔ یعنی انسان اس پوشیدہ معاملے سے غافل ہے اور
دلیل اوسکی غفلت کی یہ ہے کہ جب آزماتا ہو اوسکو اوسکا پروردگار پس عزت اور نعمت
دیتا ہے اوسکو فیقول ربی اکر من ۝ تو کہتا ہے میرے رب نے مجھکو عزت
دی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ سب آزمائش ہے دیکھیے انجام کیا ہو۔ واکما اذا ما ابتکله
فقد رعیہ رزقہ ۝ اور مقرر آدمی جب آزماتا ہے اوسکو پروردگار اوسکا
فقر و فاقے سے تو تنگ کرتا ہے اوسپر رزق اوسکا فیقول ربی اهانن ۝ پہرتا
ہے کہ میرے رب نے مجھکو ذلیل کیا۔ اور نہیں سمجھتا کہ یہ سب آزمائش ہے اوسکے
صبر کی اور ذلت و عزت کا مقدمہ تو پوشیدہ ہے معلوم نہیں کیا ہو کیونکہ اکثر فقر آخرت
کی عزت کا سبب ہو جاتا ہے اور مال و دولت آخرت کی ذلت کا سبب اور باعث ہو
جاتے ہیں پس دنیا کی پہلی حالت پر مغرور ہونا اور ان دونوں صورتوں میں جواستحان
اور آزمائش کے طور پر مین فکر کرنا بڑی غفلت ہے۔ اور جب آدمی کے حال کی تفصیل

بیان کر چکے تو اب اوسکو اداں حقوق کے ادا کرنے پر جو غنا کے لوازمات سے میں زجر
 و توبیخ فرماتے ہیں کہ گلا یعنی ہرگز یوں نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو۔ بلکہ عزت اطاعت
 سے ہے اور ذلت موصیت سے۔ اور سمجھو کہ میں تمہاری امانت فقر اور تنگدستی سے
 نہیں کرتا بلکہ **لَا تُكْمُونَ إِلَيْكُمْ** پر تم عزت نہیں کرتے یتیم کی۔ حالانکہ
 اللہ تعالیٰ نے یہ مرتبہ تمکو اس واسطے دیا ہے کہ بے عزت لوگوں کی عزت کرو اور
 اپنا مال فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کرو اور تم لوگ یہ کام نہیں کرتے۔ **وَلَا تَتَّبِعُوا**
عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ اور تاکید نہیں رکھتے آپس میں محتاج کے کھانے کی۔
 یعنی مسکین کے کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو تنقید نہیں کرتے اور اپنے مال سے
 دنیا تو کجا غیر کے مال سے بھی جو بے محنت تکموتا ہے خرچ کرنا روا نہیں رکھتے **وَلَا**
تَأْكُلُوا الرِّثَاءَ أَكْلًا سَوًّا اور کھاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا
 یعنی باپ دادا کی میراث بے موقع اور بیجا کھا جاتے ہو اور حرام و حلال میں فرق نہیں
 کرتے پس تمہاری سمجھ جانور و انکی سمجھ سے بھی بت کم ہے کیونکہ وہ پہلے اپنے
 چارے کو سونگتے ہیں اگر قابل کھانے کے ہوتا ہے تو کھاتے ہیں ورنہ چھوڑ دیتے
 ہیں۔ پھر اگر کوئی یہ کہے کہ نہ میرے پاس مال ہے کہ اوسمیں سے یتیم اور مسکین کو
 دون اور نہ میں نے باپ دادا کی میراث پائی ہے کہ اوسمیں سے شریکوں کا
 حق کھا لیا ہو تو اوسکے جواب میں ارشاد ہوا ہے کہ **وَتَجِبُونَ الْمَالَ حَبًّا**
جَمًّا اور دوست رکھتے ہو مال کو جی بہر کر۔ یعنی تمہارے دل میں مال کی محبت
 بہری ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر تمہارے ہاتھ آئے تو تم بھی ویسا ہی
 کرو گے جیسا دوسرے کرتے ہیں۔ گلا گہر گزیہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے
 نیک و بد کاموں سے غافل ہے یا بدلا دینا اداں کاموں کا اوسے منظور نہیں بلکہ
 وہ گھات میں ہے اور منتظر ہے اوسوقت کے آنے کا جو اوسکی حکمت کاملہ نے جزا

اور سزا دینے کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور بیان اوسکا یہ ہے کہ **إِذَا دُكَّتِ
الْأَرْضُ دُكًّا دَكًّا** ۱ جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ کر۔ یعنی زلزلے
کی شدت سے جو قیامت کے دن آریگا زمین اور پہاڑ ریزے ریزے ہو کے سب
برابر ہو جائیں گے اور مردے قبروں سے نکلیں گے اور حضور کے بھونکنے سے
روحیں بدن سے بھاٹکیں گی۔ **وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا** ۲ اور
آوے تیرا رب اور فرشتے آئیں قطار قطار۔ یعنی تیرا پروردگار جلال اور قہر کی
سے تجلی فرمایگا اور بندوں کو جزا اور سزا دینے پر متوجہ ہوگا۔ اور ساتون آسمانوں
کے فرشتوں کی سات صفیں ہونگی اور عالمانِ عرش کی ایک صف۔ **وَجَاءَ
يَوْمَئِذٍ بُحْبُوحَةٌ** ۳ اور لائے اوسدن دوزخ کو۔ یعنی ظاہر کی جائے دوزخ
يَوْمَئِذٍ تَبَدَّلَ لَوْحَانِ اسَانٍ ۴ **وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى** ۵ اوسدن سوچے
آدمی اور کمان ملے اوسکو سوچنا۔ یعنی اوسدن انسان یا ذکر لگا کہ پیغمبر سچ کہتے تھے
کہ بدلانیک اور بد کاموں کا ملنا حق ہے اور قیامت آنے والی ہے لیکن اوسوقت
اس یاد کرنے سے کچھ فائدہ نہوگا اور سوائے حسرت و افسوس کے کچھ ہاتھ نہ آئیگا
يَقُولُ يَلَيْتَنِي قَدَّمْتُ مَحْيَاتِي ۶ کے کسی طرح میں کچھ آگے بھیجتا
اپنے جیتے۔ یعنی انسان افسوس سے کہیگا کہ کاش میں نے بھی اپنی زندگی میں
اس عالم کے واسطے اچھے عمل بھیجے ہوتے **فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابُهُ
أَحَدًا** ۷ پھر اوسدن مارنے سے اوسکی سہی مار کوئی۔ یعنی اوسدن حق تعالیٰ
گناہگار کی روح کو حسرت اور ندامت میں مبتلا کر لیا جو عذاب روحانی ہے اور دوزخ
وغیرہ کا عذاب عذاب جسمانی ہے اور عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت
وَلَا يُؤْتِي وَثَاقَةً أَحَدًا ۸ اور باندہ نہ رکھے اوسکا باندہ ہٹا کوئی۔ یعنی
حق تعالیٰ اوسکے خیال کو بھی اڑھراؤ دہرے روک کے دکھ درد ہی کی طرف

ستوجہ کر دیا اور یہ قید بندی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اور اوٹس و
کے دن میں سب نیکوں اور بدوں پر اول بار خوف اور اضطراب غالب ہوگا
گو اس وقت نیکوں کو تسلی دیا جائیگا اور ایک نادبی نہ کرے گا کہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ
الْمُطْمَئِنَّةُ** اے جی چین بکڑے۔ تجھے سوائے حق کے اور کسی طرف التفات
نہ تھی پہر تجکو زمین کے پست ہونے اور فرشتوں کی صفین دیکھنے اور دوزخ کی پہل
آواز سننے سے کیا خوف ہوا **رُجِعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَُّرْضِيَةً**
پہر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھے راضی۔ یعنی پہر اپنے پروردگار
کی طرف کہ تو اس کے حضور میں مستغرق رہا کرتا تھا اور اس کے ماسوا کی طرف التفات نہ کرتا
تھا ایسے حال میں کہ خوش ہونے والا ہے تو تجلی جلال حق کے دیکھنے سے اور پسند
کیا گیا ہے تو نزدیک خدا کے۔ **فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّاتٍ**
پہر مل میرے بندوں میں اور پیٹھ میری بہشت میں۔ یعنی داخل ہو میرے مقرب
بندوں کے گروہ میں اور داخل ہو میری جنت میں کہ وہ مقام لذت اور عیش کا ہے

سورۃ البکہ مکیہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وحی عشرون آیۃ

سورہ بلدہ کی ہے اس میں بائیس آیتیں اور بیاسی کلمے اور تین سو اکتیس حرف ہیں
اور ایک رکوع۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ اگر مسافر شہر میں داخل ہوتے وقت
اسے تین بار پڑھ لے کامرانی حاصل ہو اور اہل شہر سے بفضل خدا دو ملے۔ رسول
شیطانی سے دل فارغ ہو اور اطمینان حاصل ہو۔ اور جو شخص اس سورہ شریف کا
شب و روز و دیگر قیامت کے ہول اور رنج سے محفوظ رہے اور پل صراط سے
مثل بجلی کے گذر جائے اور جنت میں پونچے۔ اور نام اس سورت کا سورہ بلدہ سورہ
سے ہے کہ اسکے شروع میں مکہ معظمہ کے شہر کی قسم کھائی ہے اور بلدہ کے معنی شہر ہیں۔
اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ قریش میں ایک کافر کلدہ بن

اسی نام بڑا پہلوان قوی سیکل تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی طرف بلایا تو وہ ایمان نہ لایا اور سخت کلام کیے کہ تم مجھ کو ایک قید خانے سے ڈراتے ہو جبکہ کل اونٹیں پیادے مین۔ مین ان کے لیے صرف بائیں ہاتھ سے کافی ہوں ایسا کو ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ اور ایک باغ کا مجھے لالچ دیتے ہو۔ مین نے شادیوں اور خاطر داریوں میں اس قدر مال صرف کیا ہے کہ اگر اس کا شمار کیا جائے تو تمہارا باغ وغیرہ اور سب سامان اس کے آگے بے حقیقت ہے پس اس کی ان باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی۔ **لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ قَسَمَ لَهَا بَنُونَ مِثْنِ اس شہر کی۔** یعنی مکے کی **وَانتَ حِلٌّ لِهَذَا الْبَلَدِ ۚ** اور تجھ کو قید نہ رہیگی اس شہر میں۔ یعنی وہاں لڑائی کوئی نہیں کرتا مگر حضرت کو فتح مکہ کے دن یہ قید معاف ہوئی اور جو کوئی آپسے لڑا اس کو مارا۔ پھر وہی قید قائم ہوئی اور تا قیام قیامت رہیگی۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ اس واسطے اس کی قسم کھائی اور جگہ آپ کے رہنے کی بنائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ شرف مکان کا مکین کے باعث سے ہے

کعبہ کو شرف ہوا کہ م سے تیرے | مروہ نے صفا پائی قدم سے تیرے

وَالِدٍ وَمَا وَلَدًا ۚ اور خشتی کی اور جو جنا۔ یعنی قسم ہے جتنے والی کی اور جنے گئے گی۔ جو آدم اور بنی آدم میں۔ اور بعض نے لکھا ہے مراد والد سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ولد سے آپ کی امت۔ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اور امت حبیب کی قسم کھائی ہے اور جواب قسم کا یہ ہے کہ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۚ** ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں۔ کہ ساری عمر اس کی محنت اور مشقت میں گذرتی ہے۔ یا یہ کہ پیدا کیا ابوالاسد کو نہایت قوی۔ اور اس کی قوت کا یہ حال تھا کہ چمڑا گائے کا اپنے پیر کے نیچے دبا لیتا تھا اور دس دس جوان شہزور اسے کھینچتے تھے مگر چمڑا بھٹ جاتا تھا اور اس کے پیر کے نیچے سے نہ سرکتا تھا۔ اور وہ

وَقَفَّيْ

اس قوت پر ایسا مغرور تھا کہ اپنے برابر کسی کو نہ سمجھتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلمات بے ادبانہ کہتا تھا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ **أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يُقَدِّرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ** کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اس پر بس نہ چلیگا کسی کا۔ یعنی کیا ابوالاسد کو یہ گمان ہے کہ ہمارے پیغمبر کا بدلا اس سے کوئی نہ لے سکیگا۔ **يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَا كَلْبَدًا** کہتا ہے میں نے کھپایا مال ڈھیروں۔ یعنی پیغمبر کی عداوت میں لوگوں کو بہت کچھ ماں دیا تاکہ انکو ایذا پہنچائیں۔ **أَيَحْسَبُ أَنْ لَوْ سَأَلَ أَحَدٌ** کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھنا میں اسکو کسی نے۔ یعنی کیا وہ سمجھتا ہے کہ اسکا یہ کام خدا سے تعالیٰ نے نہیں دیکھا ہے اور نہ اس سے سزا دیگا۔ **أَلَوْ جَعَلَ لَهُ عَيْنَيْنِ** بھلا ہم نے نہیں دین اسکو دو آنکھیں تاکہ سب کو دیکھے۔ پہر جو غیر دیکھو مینائی دیتا ہے اسکی مینائی میں کہیں تصور ممکن ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور اگر یہ خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھتا ہے۔ مگر میرے دلی ارادوں کو کوئی نہیں جان سکتا تو اسکے جواب میں ارشاد ہوتا ہے **وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ** کیا نہیں بنا دیئے ہیں ہم نے اسکے لیے ایک زبان اور دو ہونٹھے۔ پس جسے دلکا بھید ظاہر کرنے کی قدرت دوسروں کو دی ہے کیونکر دوسرے کے دل کے بھید و نئے خبر دار نہوگا۔ اور اگر وہی کافر کہے کہ خدا سے تعالیٰ دیکھتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے۔ لیکن میں نے جس نیت سے مال خرچ کیا ہے اور جس راہ میں دیا ہے میں اسے اچھا جانتا تھا۔ اور دوسری راہ سے میں واقف ہی نہ تھا کہ اوس میں مال صرف کرتا تو اسکے جواب میں فرماتے ہیں۔ **وَهَذَا يَنْبَغُ لِلْجَدِّينِ** اور سو جہادین اسکو دو گھاٹیان۔ یعنی دکھا دین ہم نے اسکو دو نونوں راہیں خیر اور شر کی اسطوریے کہ پہلے اسکو قتل دی پہر انبیا اور عالموں اور واعظوں کے واسطے سے نیک و بد راہ کی علامتیں اس پر ظاہر کر دیں **فَلَا أَقْتَحُمُ الْعُقْبَةَ** سو نہ ہلکا گھاٹی پر۔ یعنی سخت گھاٹی پر جو نفس و ہوا کے مخالف ہے نہ چل سکا اور خرچ کرنا مال کا

نفسانی خواہشوں اور لذتوں میں اسے آسان معلوم ہوا۔ وَمَا أَذْرَاكَ مَا
 الْعَقَبَةُ ۝ اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ گھائی۔ جس میں صرف کرنا مال کا طبیعت اور
 نفس پر شاق گذرتا ہے۔ فَاتَّ رَقَبَةً ۝ چھڑانا گردن کا۔ غلامی کی قید سے حر
 یا قصاص اور خون میں اس کے عوض خون بادی کے جان بخشی کرنا ہے۔ یا قرضدار کا
 ادا کر کے اس کو قرض خواہوں سے چھڑانا ہے اَوْ لَطْعَمٍ فِي يَوْمٍ مَّسْغَبَةٍ ۝
 یا کھلانا بھوک کے دن میں جیسے قحط کے دنوں میں کہ اون دنوں میں کھانا کھلانا ہیرے
 موتیوں سے زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ يَتْلُمَا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ بن باپ کے لڑکے کو
 جو ناتے دار ہے۔ جیسے چچا یا خالہ کا بیٹا اور اسکے سوا جو رشتے دار ہو اَوْ مَسْكِينًا
 ذَا مَقْرَبَةٍ ۝ یا محتاج کو جو خاک میں روتا ہے۔ یعنی جو کمال درجہ تنگدست ہو
 اور چونکہ یہ تمیزوں طریقے مال خرچ کرنے کے جو بیان ہوئے کبھی کبھی کافروں کے ہاتھ
 سے بھی بوجہ جنیت اور محبت کے واقع ہوتے تھے اور آخرت کے حساب میں راکھان
 اور برابر ہوتے لہذا اس قسم سے مال صرف کرنے کے لیے تھوڑا سا مضمون اور زیادہ
 کر کے فرماتے ہیں۔ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
 وَتَوَاصَوْا بِالرَّحْمَةِ ۝ پھر ہوا ایمان والوں میں جو تقید کرتے ہیں سہارنے
 کی اور تقید کرتے ہیں رحم کھانے کی۔ یعنی پہر ان سب باتوں کے ساتھ اون لوگوں
 کے گرد وہ میں سے ہو جو ایمان لائے ہیں اور دین اور شریعت اور اپنے وقت کے غم
 کی تصدیق کی ہے اور آپس میں وصیت کرتے ہیں صبر کی اور خلق اللہ پر مہربانی اور
 کرنے کی۔ کیونکہ یہ خلق حضرت نبی کی عمدہ صفات سے ہے۔ اُولَئِكَ أَصْحَابُ
 الْمِثْمَةِ ۝ وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے یعنی یہ لوگ مسلمان صابر اور مہربا
 جو آپس میں وصیت کرتے ہیں اور اس کے موافق کار بند ہوتے ہیں میں اور برکت والے
 ہیں۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ اور جو منکر ہوئے

ہمارے آیتوں سے وہ مین گنجی والے۔ یعنی جن لوگوں نے ہمارے حکموں سے انکار کیا اگر وہ کسی غرض سے یتیموں اور مسکینوں کو کھانا کھلائینگے یا آپس میں صبر اور مہربانی کی وصیت کریں گے تو کفر کی شامت سے انہیں سے کوئی چیز انکے کام نہ آئیگی کیونکہ وہ بڑے بدبخت اور شامت والے ہیں کہ ایک بہت بڑا ضرر دہی کفر کا کلمہ کہنے سے انکو نصیب ہوا۔ اور نیکیاں انکی برباد ہوئیں۔ **عَلَيْكُمْ نَارُ مَوْصَدًا** اور نین کو آگ میں موندنا ہے۔ یعنی اونپر مسلط ہوگی ایک آگ اور دروازے اوکے بند ہونگے تاکہ اوکے گرم بھاپ باہر نہ نکلنے پائے اور باہر کی ٹھنڈی ہوا اندر نہ جانے پائے اور کچھ بھی تخفیف اوکے عذاب میں نہ ہو۔ اور شفقت و رنج بڑے نعوذ باللہ من اهل النار

سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَطَيِّحٌ خَمْسٌ عَشْرًا

یہ سورت مکی ہے آسمین پندرہ آیتیں اور چوں کلمے اور دو سو چھیالیس حرف میں اور ایک رکوع۔ اسکے خواص میں مرقوم ہے کہ جو شخص نہایت خشوع و خضوع سے بروقت طلوع ہونے آفتاب کے اس سورت کو پڑھا کرے ہر خاص و عام میں اوکے بات مقبول ہو اور اوکے سعادت کا آفتاب ہر روز آسمان سے بجاہ طلوع کرے اور ہمیشہ یاد حق میں سلامت رہے اور قبر اوکے روضہ بہشت ہو۔ اور نام اس سورت کا و الشمس اس سبب ہے کہ عمدہ چیز جو اللہ کی راہ چلنے والوں کو درکار ہے وہ آفتاب نبوت کا نور ہے جسکے سبب سے نگاہ ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ میں تمیز کر سکا کر اور نبوت کے آفتاب کو آفتاب ظاہر ہی سے کمال مناسبت اور مشابہت ہو۔ اسی لیے اس سورت کو کہ طریق معرفت کے بیان میں ہے آفتاب ہی کے نام سے شروع کیا اور آفتاب ہی کے نام پر اوسکا نام رکھا۔ **وَالشَّمْسُ وَضُحَاهَا** قسم ہے سورج کی اور اوکے دھوپ چڑھنے کی۔ یعنی قسم ہے آفتاب کی جو آفتاب نبوت سے مشابہت رکھتا ہو اور اوکے روشنی کی جو نبوت کے نور کی روشنی کے مانند ہے تمام مخلوقات پر والفقیر

اِذَا تَلَّهَا ۝ اور چاند کی جب آئے اوسکے پیچھے۔ یعنی قسم ہے چاند کی جو مژدہ
 طریقے والے کے مانند ہے اور پیغمبر کے خلیفہ کے قائم مقام ہے بعد پیغمبر کے
 جب پیچھے چلے وہ آفتاب کے۔ اور پیروی کی شرط اس واسطے لائے ہیں کہ مرشد کی
 حرمت مشروط ہے نور نبوت کی پیروی پر۔ وَاللَّهِ اِنْ لَّا اِجْلَہَا ۝ اور دیکھی
 جب اوسکو روشن کرے۔ یعنی قسم ہے دن کی جب روشن کرے زمین کو یا دور کرے
 تاریکی کو۔ وَاللَّیْلِ اِذَا یَغْشٰہَا ۝ اور رات کی جب اوسکو ڈھانک لیوے۔
 یعنی قسم ہے رات کی جب ڈھانک لیوے آفتاب کو یا آفاق کو وَالسَّمَاءِ ۝
 مَا یَبْدِہَا ۝ اور آسمان کی اور جیسا اوسکو بنایا۔ یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس
 حکمت الہی کی کہ اس آسمان کو محیط بنایا ہے اون چیزوں پر جو اوسکے درمیان ہیں۔
 وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰہَا ۝ اور زمین کی اور جیسا اوسکو پھیلا یا۔ یعنی قسم ہے زمین
 کی اور اوس ذات مبارک کی جسے اوسکو بچھایا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّیٰہَا ۝
 اور جی کی اور جیسا اوسکو ٹھیک بنایا۔ یعنی قسم ہے جان آدم علیہ السلام کی اور اوس
 ذات مبارک کی جسے درست کیا ہے اوسکو۔ فَاَلْہَمْہَا فُجُورَہَا وَتَقْوٰہَا ۝
 پہر سمجھ دی اوسکو ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی۔ یعنی دل میں ڈال دی اوس نفس کی بیکاری
 اوسکی اور پرہیزگاری اوسکی۔ اور جواب قسم کا یہ ہے قَدْ اَفْلَکَہُ مِنْ زَکٰہَا ۝
 مراد کو پونچھا جسے اوسکو سنوارا۔ یعنی خلاصی پائی اوسنے جسے پاک کیا اس نفس کو بڑی
 خصلتوں سے۔ اور نفس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ توت شہویہ اور غضبیہ کو
 عقل کا تابع کرے اور عقل کو فرمانبردار شریعت تاکہ روح اور دل دونوں تجلی الہی کی
 روشنی سے روشن ہو جائیں اور مرتبہ اوسکا فرشتوں کے مرتبے سے بھی بڑھ جائے
 وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّہَا ۝ اور نامراد ہوا جسے اوسکو خاک میں ملایا۔ یعنی کفر
 اور فسق و جہالت میں مبتلا ہوا۔ روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی

ملاوت کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اللہوات نفسی تقوہما وذلکما انت خیر من
 ذلکما انت ولیہما ومولہما۔ اور بیان پر خداوند عالم نے شاہری کے طور پر ایک قصے کو
 بیان فرمایا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر
 غالب کرنا رفتہ رفتہ دین کی تکذیب کا سبب ہوتا ہے اور ہمیشگی کی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔
 اور وہ قصہ یہ ہے کہ گذشتہ قوم **ثمود بطغولہما** جھٹلایا شمود نے اپنی شرارت
 سے۔ یعنی ثمود کے قبیلے نے سرکشی سے حضرت صالح علی نبینا وعلیہ السلام کو جھٹلایا
اذ انبعث استقیہا جب اوٹھ کھڑا ہوا دین میں کابدنخت کہ قدرین سالف تھا
 اور لوگوں کو لیکے ماتے کے پائوں کاٹنے پر آمادہ ہوا۔ **فقال لھو رسول اللہ**
ناقۃ اللہ وسقیہا پہر کہا اؤ نکو اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی اونٹنی سے
 اور اوسکی پینے کی باری سے۔ یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ محافظت کرو اللہ
 کی اونٹنی کی اور باز اؤ اوسکے ایذا دینے سے اور اپنے وقت پر جو وہ پانی پے تو اوسکے
 قریب بجاؤ اور اوسے پانی پینے دو تاکہ عذاب الہی تم پر نہ آئے۔ **فلکذابوہ فحقروہا**
 پہر اونہوں نے اوسکو جھٹلایا پہر وہ کاٹ ڈالے۔ یعنی ثمود کے قبیلے نے حضرت صالح
 علیہ السلام کو نزول عذاب کے بارے میں جھٹلایا اور اس اونٹنی کے کوچے کاٹ ڈالے
فکدام علیکم ربھویدا فیہم فسوسلھما پہر اولٹ مارا اونپر اؤ
 رب نے اوسکے گناہ سے پہر برابر کر دیا۔ یعنی ایکبارگی ہلاکت بھیجی اونپر اوسکے پروردگار
 نے سبب اوسکے گناہوں کے پس برابر کر دیا اؤ نکو خاک کے برابر کر دیا ہلاکت کو
 اؤن سب پر کہ وہ سب چھوٹے بڑے مر گئے۔ **ولا یخاف عقیہما** اور یہ
 ڈر تاکہ پیچھا کریں گے۔ یعنی نہیں ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اوس قوم کی ہلاکت کے انجام
 اسلئے کہ انجام کار سے خوف اوسے ہوتا ہے جسے اچھائی یا بُرائی اوس انجام کی
 معلوم نہ ہو اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے سو اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے کہ موجب نقصان

مین پاک ہے۔ وہ تو علما و الغیوب ہے اور بڑی قدرت اور عظمت والا ہے۔

سُورَةُ الْاٰیٰتِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اٰحَدُ مِیْ عَشْرٍ اٰیَةٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں اکیس آیتیں اور اکثر کلمے اور تین سو و تیس حرف میں اور ایک کوع
 اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو کوئی اس سورت کو بوقت غروب آفتاب کے ایک سواستی
 مرتبہ پڑھے اور کمال و متاع چورون سے محفوظ رہے اور کوئی اوپر ظلم نہ کر سکے اور جسے
 غم و غصہ پیچھا کر رہا ہو وہ سوتے وقت سورہ شمس اور لیل پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اسے
 فوج بخشے اور کبھی رنج نہ ہو۔ وَالْاٰیٰتِ لَیْلٍ اِذَا الْیَغْشٰی ۝ قسم رات کی جب چھا جائے۔
 یعنی قسم ہے رات کی جب ڈھانک لے عالم کو اپنے اندھیرے سے۔ اور یہ ایک نمونہ ہے
 عمل بد کا کہ اسطرح اس کی سیاہی روح اور دل کی روشنی کو دھانک لیتی ہے وَالْاٰیٰتِ لَیْلٍ
 اِذَا الْیَغْشٰی ۝ اور دن کی جب روشن ہو۔ یعنی قسم ہے دن کی جب روشن ہو جائے
 آفتاب کے نکلنے سے اور بدلی اور غبار کے نہونے سے۔ اور یہ نمونہ ہے عمل نیک کا
 روح اور دل کے روشن کرنے میں۔ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرُ وَالْاُنْثٰی ۝ اور
 اس کی جو اس نے پیدا کیے نر اور مادہ۔ یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے پیدا کیا
 اور مادہ کو تمام حیوانات سے تاکہ نسل بڑھے اور وہ مضمون جس پر یہ تینوں تسہین میں یہ بحر
 کہ اِنْ سَعٰیْکُمْ لَکَ شٰی ۝ تمہاری کمائی مختلف درجہ نگارنگ ہے۔ یعنی تمہاری
 کوشش علون اور شغلون میں نہایت مختلف ہے۔ جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فساد
 سخاوت اور بخل۔ اور اسی کے موافق بعضوں کے لیے ثواب و کرامت ہر اور بعضوں کو
 عقاب و ملامت۔ پس اسی اختلاف کی تفصیل مال خرچ کرنے کے بیان میں ارشاد ہوئی کہ
 کہ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَآتٰی ۝ سو جسے دیا اور ڈر رکھا۔ یعنی جس نے دیا
 اپنا مال اور ڈر خلقت کے دکھلانے اور نہانے سے۔ اور بعد دینے کے احسان رکھنے
 اور بدلا چاہنے سے بچا و صدق با لِحُسْنٰی ۝ اور سچ جانا پہلی بات کو۔ یعنی

پیغمبر کی شریعت کو اور نیک جزا کو حکام نے کے بعد امید وار ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سورت دو شخصوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ایک انہیں کے اٹھ امام صدیقین کے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور دوسرا شعی مشیو از ندیقون کا اُمیہ بن خلف یا ابو جہل ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت بلالؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے حبث ایمان لائے تو وہ طرح طرح کے آزار دینے لگا تا کہ دین سے پہر جائیں مگر یہ محبت الہی میں اور مضبوط ہوتے جاتے تھے۔ ایک دن اُمیہ نے بلال کو خاک گرم پر لٹایا اور ایک سل سینے پر دہری اور یہ اس حال میں اُحد اُحد کہہ رہے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ او دہر سے گزرے اور یہ حال دیکھ کے آپکو نہایت قلع ہوا۔ آپنے فرمایا کہ اے امیہ واسے تجھ پر کہ تو دوست خدا کو ایسا عذاب دیتا ہے اُمیہ نے کہا کہ اے ابو بکر اگر اس کے لیے تمہارا دل بت کر رہتا ہے تو اسے مجھ سے خرید لو۔ ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ کیا قیمت لگاؤ سنئے کہا کہ نسطاس رومی جو تمہارا غلام ہے مجھے دو اور اسے تم لے لو۔ اور نسطاس کے دل ہزار دینار حضرت ابو بکر کے پاس جمع تھے اور آپ اکثر اوس سے فرماتے تھے کہ اگر تو ایمان لائے تو میں تیرا مال تجھے دید و ن وہ ایمان نہ لاتا تھا اسی باعث سے آپ اوس سے ناراض رہتے تھے۔ جب امیہ سے بات سنی تو آپنے بت عنیت جانا اور نسطاس کو مع دس ہزار دینار کے اوسکے حوالے کر کے بلال کو لے لیا۔ اور اوس پر بامید ثواب اخروی آزاد کر دیا۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی اور حضرت صدیق کی سیرت سب پر ظاہر فرمائی اور ارشاد کیا کہ جس کسی نے خدا کی راہ میں مال خرچ کیا اور بدل اوسکی تصدیق کی **فَسَنَكْفِيكَهُ** **وَاللَّيْسُ بِهُ** **ط** تو اوسکو ہم سب سے پہنچا دیں۔ یعنی آسان کر دیں گے ہم اوپر راہ آسانی کی دنیا میں اچھے کام اور عبادت کی توفیق دینے سے تاکہ آخرت میں وہ سب اوسکے کام آئیں۔ اور عبادت کرنا بھی آسان آسان ہو جائے **وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى** **ط** اور جس نے نہ دیا اور بے پرواہ

یعنی جسے بخل کیا اپنا مال دینے میں اور بے پروائی کی آخرت کی نعمتوں سے وگذا
 بالتحسنى ۝ اور جھوٹ جانا پہلی بات کو۔ یعنی جسے پیغمبر کی شریعت اور آخرت کی
 نیک جزا کو جھٹلایا تو اس نے بہت ہی بُرا کام کیا فَسَنَكِيَنَّوَهُ لِّلْعَصَا۟ی ۝ سوادِ سکو
 ہم سچ سچ پونچا بیگنے سختی میں۔ یعنی آسان کر نیگے ہم اور سختی اور دشواری کی راہ کو
 تاکہ باطل راہوں اور بد عملوں میں محتسین اور سچ اوٹھائے اور نیک کام میں سستی کرے
 اور دل چرائے۔ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ اِذَا اُنْزِلَ ۝ اور کام نہ آئیگا اور
 مال اور سکا جب گرے میں گرے گا۔ یعنی مال اور سکا جسے اس نے سختی اور مصیبت کے وقت
 کے لیے جمع کیا ہے کچھ کام نہ آئیگا اور سکا جب قبر میں جائیگا اور سوادِ و ہاتھ کفن کے کچھ
 بھی ساتھ نہ لچائیگا۔ اور چونکہ اس مسئلے میں اس بات کا شبہ ہے کہ اگر نیکی اور بدی کی
 توفیق جناب الہی کی طرف سے ہے تو کس واسطے سکو تو توفیق نیکی کی ندی اور بدی سے زبردستی
 کیوں زدو کہ سب آدمی آسانی کی راہ چلتے اور کوئی شخص سختی اور بُرائی نہ دیکھتا تو اس
 شبہ کے جواب میں دو مقدمے ارشاد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اِنَّا عَلَيْنَا الْكُفْرَ ۝
 ہمارا ذمہ ہے بُجھا دینا۔ یعنی بیشک ہمارے ذمے ہے راہ دکھلانا اور نیکی یا بدی کی
 طرف پونچنا سو یہ نہایت بکے ساتھ مصروف کی گئی ہے کئی واسطوں سے۔ ایک جو اس
 خمسہ ظاہری کہ جسکے سبب سے اچھائی اور بُرائی میں فرق و امتیاز حاصل ہوتا ہے
 اور یہ ہر شخص کو دیے گئے ہیں۔ دوسرے رسولوں کے بھیجنے اور کتابوں کے اتار
 سے سکو سیدی اور ٹیڑھی راہ میں جدائی اور فرق بتلادیا ہے پھر بعد ان سب باتوں کے
 نیک راہ پر زبردستی چلانا اور بد راہ سے بزور روکنا ہمارا ذمہ نہیں ہے۔ بلکہ ان دو
 راہوں میں سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور دوسرے چلنا بنی آدم کے ارادے اور قصد
 پر وابستہ کیا ہے تاکہ ان دونوں میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو
 آزمائش اور اختیار ثابت نہ ہوتا اور فرمانبردار و نافرمان میں کچھ فرق نہ رہتا اور انسان کی

پیدائش کے خاصے جالسی چیزوں میں بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے
 ہیں سب مطلق اور بیکار ہو جاتے اور کیا نہ کیا برابر ہو جاتا۔ اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ **وَلَا**
لَنَا لَآخِرَةٌ وَآلَآءُ اولیٰ۔ اور ہمارے ہاتھ ہے پچھلے اور پہلے۔ یعنی بیشک ہمارے
 واسطے ہے اور ہمارے ہی تصرف میں ہے آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم۔ پس جو کوئی ہم سے
 انہیں سے ایک کو چاہتا ہے وہ ہم اوسے دیتے ہیں اور جو دونوں کو چاہتا ہے اوسے دونوں
 دیتے ہیں۔ اور اگر بکو زبردستی آخرت کی راہ چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور سیدھا ہو جاتا۔ اور
 کوئی شخص دنیا کے حاصل کرنے کی خواہش نہ کرتا۔ پس دونوں جہان کے آباد کرنے کے واسطے
 ہر شخص کے دلیں محبت و خواہش ایک کام کی جو کسی آبادی میں دونوں جہان کی درکار اور
 مطلوب ہے **وَالذی**۔ اب اللہ تعالیٰ اوں سختیوں کا بیان فرماتا ہے جو ہر کار و نگوئی میں
 ہیں اور ارشاد فرماتا ہے کہ **فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى** سو میں نے سادی تمکو
 خبر ایک تپتی آگ کی۔ یعنی ڈرنا تے میں ہم تمکو بڑھتی آگ سے جس کا شعلہ دوسو برس کی راہ
 کا فزون کو گھینچ لے گا۔ **لَا یَصْلُہَا اِلَّا الْاَشْقٰی** ۱۔ **الذی کذاب و**
تَوَلٰی ۲۔ اوس میں وہی پیشہ کا جو بڑا بدبخت ہے جسے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ یعنی نہ داخل
 ہو گا اوس آگ میں بطریق لزوم اور دوام کے مگر بڑا بدبخت جسے جھٹلایا پیغمبر کو اور منہ
 موڑا ایمان اور اطاعت سے۔ **وَسَیَجْنِبُہَا الْاَتَقٰی** ۳۔ اور بچاؤ گئے اوس سے
 بڑے ڈروالے کو۔ جو اتقی ہے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے ڈرتا ہے اور ایمان مراد
 اتقی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جنگی شان میں یہ سورت نازل
 ہوئی ہے اور اتقی سے امیہ بن خلف مراد ہے جو کفر اور شقاوت اور بدبختی اور بغل
 اور گناہ کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا دہی کے ساتھ جمع کر کے اتقی کے مرتبے کو
 پورنچا تھا۔ اور چونکہ دوزخ کی آگ سے دور رکھنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 عنہ کو اتقی فرمایا لہذا اونکے وہ کام جو اس سورت کے اُتارنے کے وقت درگاہ الہی میں قبول ہوئے

یا فرماتے ہیں کہ الَّذِیْ یُوْتِیْ مَا لَمْ یَنْزِلْ عَلَیْہِ جَدِّیَا ہُوَ اِنَّمَا اِلٰہُکُمْ
 کُرنے کو۔ یعنی وہ ڈرنے والا کہ اپنے ال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے تاکہ اپنے
 حسین پاک کرے اور وہ ہم ہمال کے وسیعہ میں اس نیت سے ترقی کرتا جاتا ہے
 وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَکَ لَا مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزِیْ ۝ اور نہیں جو کچھ اس کا
 احسان جبکہ ہلا دے۔ اس مال کے دینے سے اِلَّا اَبْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّہِ
 الْاَعْلٰی ۝ مگر چاہکر منہ اپنے رب کا جو سب سے اہم۔ یعنی یہ کام پروردگار
 پر عز کی رضا مندی چاہنے کے لیے ہے وَلَسَوْفَ یُجْزِیْ ۝ اور آگے وہ
 راضی ہوگا۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہونگے۔ یا حق تعالیٰ اون سے راضی ہوگا اور یہ بات
 حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے کمال کے مرتبے پر دلالت کرتی ہے اس لیے
 کہ حبطہ سے پروردگار عالم نے اپنے حبیب کی دلجوئی اور خاطر داری کے لیے سورہ
 الضحیٰ میں وعدہ فرمایا ہے اوسط ہے اس سورت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کے لیے وعدہ فرمایا ہے اور اوسط آپ کی بہت فضیلتیں قرآن پاک میں ثابت ہیں۔

سُوْرَةُ الضُّحٰی مکیّۃ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَہٰی اَحَدُ عَشْرِ اٰیٰتِہٖ

یہ سورت مکی ہے اسمین گیارہ آیتیں اور چالیس کلمے اور ایک سو بانوے حرف ہیں
 اور ایک رکوع۔ آکے خواص میں لکھا ہے کہ اگر اسے کسی گم شدہ کے ملنے کے لیے
 صدق دل سے دو ہزار بار پڑھے تو وہ مفقود و لھجائے اور اسکے شان نزول میں لکھا ہے
 کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں اسلام کی دعوت شروع کی تب مکہ
 والوں نے آپ کے دعوت کی سچائی کا امتحان لینے کے لیے مدینے کے یہودیوں سے
 کچھ باتیں پوچھ کے آپ کی خدمت میں پیش کیں کہ کہو انکا جواب دیجیے آپ نے فرمایا کہ میں
 کمال ان چیزوں کی خبر دوں گا مگر اس وقت تک کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک پڑے۔ بعد
 ان کے چالیس دن تک وہی نہ آئی آپ کو اس بات کا بڑا ایچ ہو اور دشمن خوش ہونے کے

طعنے دینے لگے یہاں تک کہ ابولہب نے سر مجلس کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
 انکے خدا نے چھوڑ دیا اور ناخوش ہوا۔ پس حق تعالیٰ نے یہ سورت شریف نازل کی
 اور کفار کے اقوال باطلہ کے رد کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ **وَالضُّحٰی** ۱ قسم دہو پ
 چڑھتے وقت کی۔ یعنی پہر دن چڑھے کی کہ آفتاب بلند ہونے اور اسکی بادشاہی ظاہر
 ہونے کا وقت ہے۔ **وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی** ۲ اور رات کی جب چھا جائے یعنی
 قسم سے رات کی جب اپنے اندھیرے سے عالم کو ڈھانک لے۔ اور یہ رات جاہلیت
 کے زمانے کا نمونہ ہے اور ضحیٰ کا وقت وحی کے نازل ہونے کے وقت کا نمونہ ہے
 خلاصہ یہ کہ دنیا کی چال ڈھال ایک حال پر نہیں کہی روز روشن سارے جہان کو روشن
 کرتا ہے اور کبھی اندھیری رات اندھیرا کر دیتی ہے اسطرح وحی کا آنا اور اسکا بند ہونا
 سمجھنا چاہیے اور اوسین تاخیر ہونے سے دلنگ نہونا چاہیے کیونکہ اسین حکمتین
 میں جسطرح رات کے آنے میں ہیں۔ اور مفتین نے بیان رات و دن سے بہت کچھ مرادی
 معنی لیے ہیں۔ یہ قسمین بیان کر کے حق تعالیٰ کا فزون کے سخن کو رد کرتا ہے اور
 فرماتا ہے کہ **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی** ۳ نہ رخصت کیا تجکو تیرے رب
 نے اور نہ بیزار ہوا۔ یعنی وحی کے آنے میں تاخیر اسوجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ
 کے تربیت کرنے میں کچھ قصور یا تمہارے کمال کی صفتوں میں کچھ نقصان اور فتور ہے
 بلکہ وہ کسی حکمت سے تھی۔ **وَلَا اِخْرَاجَ لَكَ مِنَ الْاُولٰی** ۴ اور اللہ
 پہلی بتیرے تجکو پہلی سے۔ یعنی نہایت امر آجکا بتیرے ہدایت سے کہ اوسین دہم
 لمحہ لمحہ درجات قرب میں ترقی ہے **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی** ۵
 اور آگے دیگا تجکو تیرا رب پہر تو راضی ہوگا۔ یعنی بیشک تجکو تیرا پروردگار اسقدر دیگا
 کہ تو راضی ہوگا اور اوس سے تیری استعداد اور حوصلے کا جام لبریز ہوگا اور کچھ آرزو
 اور خواہش باقی نہ رہیگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں ہرگز نہ راضی ہوں گا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو داخلِ بشت نہ کر لوں گا۔ اس وعدے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو اگلی نعمتیں یاد دلانا ہی سے جو ابتدا سے عمر میں عنایت کی تھیں اور بغیر خدمت اور درخواست کے ملی تھیں جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے کہ **اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاَوٰى** ○ بھلا نہ بایا تجکو یتیم پر جبکہ دی۔ اس نعمت کا بیان یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیٹ میں تھے آپ کے والد ماجد عبد اللہ نے انتقال فرمایا۔ چہرہ چھ برس کے ہوئے آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے بھی وفات پائی۔ اس کے دو برس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے بھی حلت کی اور آپ کو تین طرح یتیمی مان باپ اور دادا کے فوت ہونے سے حاصل ہوئی۔ اور یہ حالت پر خطر تھی پس پروردگار عالم نے آپ کے پرورش ہونے کی صورت اسطور سے ظاہر فرمائی کہ بعد والد کے والدہ اور بعد والدہ کے آپ کے دادا کے دل میں آپ کی محبت سقدڑ والدی کہ اشتقاق پدری کے قائم مقام ہو گئی اور بعد دادا کے آپ کے چچا ہر طور سے خیر گیران رہے اور اوپر تعلیم الہی باطن میں اپنا کام کرتی رہی بیان ہم کہ بالغ ہوئے اور کمالات کی خوبیاں جمع کر کے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوئے۔ **وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى** ○ اور پایا تجکو بہکتا پھر راہ سوجھائی۔

یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہوئے تو قوم کی رسم و راہ اور بہت پرستی ہو جب کمال زانائی کے ہزار رہتے تھے اور اپنی کوئی رسم و راہ نہ رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے دین حق نازل کیا اور آپ کو تمام مخلوق کو راہنما بنایا۔ **وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى** ○ اور پایا تجکو مفلس پر محفوظ کیا۔ یعنی بایا تجکو عیالدار بے مایہ پر غنی اور بے پروا کر دیا۔ پہلے آپ کے دادا اور چچا کے مال سے پر حضرت خدیجہ الکبریٰ کے مال سے۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے یا مال تجارت اور غنیمتوں کی دولت سے یا نہ کہ آپ مفلس و محتاج تھے مشاہدے کی دولت کے پس غنی کر دیا آپ کو پروردگار عالم

اپنے انوار جمال کے دکھانے کی دولت لازوال سے۔ اور جب اللہ تعالیٰ یہ تمینوں
نعمتیں بیان فرما چکا تو اب انکے ادائے شکر کے لیے فرماتا ہے کہ **فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ**
سو جو یتیم ہوا اور سکونہ دیا۔ اور اس سے ہر می پیش آ کہ یتیمی کی ناچاری سے
تو بھی واقف ہے۔ **وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ** اور جو مانگتا ہوا سکونہ
جہرک کیونکہ تو بھی مسکینی کے درد و دکھ کو خوب جانتا ہے **وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ**
فَحَدِّثْ اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔ تاکہ لوگ اوسکے سننے
سے پیروی کریں اور ادا نہ شکر کرتے رہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات دن اوتوں
نعمتوں کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف کی کتابوں میں اس کا بہت کچھ بیان ہے۔

سُورَةُ النِّسَاءِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِيَ ثَمَانِ آيَاتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں اور اٹھائیس کلمے اور ایک سو تیس حرف ہیں اور ایک
رکوع۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص اس سورت کو خرید فروخت کے وقت پڑھے
اوسکی تجارت شعبن سے محفوظ رہے۔ اسکے شان نزول میں وارد ہے کہ ایک دن رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ خدامین دعا کی کہ اے پروردگار عالم تو نے
حضرت ابراہیم کو مرتبہ غفلت اور حضرت موسیٰ کو گلیبی کے خلعت اور حضرت داؤد کو لوہے
پتھر کی اطاعت اور حضرت سلیمان کو جنوں اور آدمیوں کی سلطنت وغیرہ سے ممتاز کیا۔ میرے
واسطے کیا چیز خاص کی ہے۔ اس سوال کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ سورت فرمائی
نازل کی اور ارشاد فرمایا کہ **أَلَمْ نَشْرِكْ لَكَ صَدْرَكَ** کیا مجھے نہیں
کھول دیا تیرا سینہ میری بہتری کے واسطے تاکہ وحی کا بوجھ سنبھالے۔ اور حق تعالیٰ کے
بہیدون کا وہ سینہ بخینہ ہووے۔ اور امت کو اسلام کی طرف بلانے اور احکام الہی
پونچانے کے واسطے۔ اور دین و دنیا اور آخرت کا غم اوس میں سما جائے اور تحمل و بردباری حاصل
اور روش کا ایمان و حکمت کی اوس میں بہرہ جادوے۔ اور علاوہ اس باطنی شرح صدر کے

خدا ہر مومن کو یہ معاملہ چار مرتبہ ظہور میں آیا۔ جب کا محل بیان یہ ہے کہ جب آپ حلیمہ سعدیہ اپنی دانی کے گہر میں جلوہ فرما تھے اور ایام رضاعت پورے ہو چکے تھے پہلی مرتبہ وہ بان شہج صدر ہوا۔ اس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے در و فہرک بنائی خضر کے ہمراہ بکریان چرانے میں مشغول تھے کہ خضر آپ کو تنہا چوڑے اپنی مان کے پاس کھانا لینے گئے۔ اتنے میں دو جانور لشکر گد کے نمودار ہوئے اور آپ کی طرف آئے آپ اور ان کے خوف سے بھاگے گمراہ و دونوں نے آپ کو کپڑے کے زمین پر چپٹ لٹایا اور بچہ سے سینہ مبارک کو چاک کیا اور دوسمیں سے قلب شریف کو نکال کے چاک کر کے ایک جمی ہوئی سیاہ خون کی پھٹکی اوسمیں سے دور کر دی اور کہا کہ یہ ہر آدمی میں شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ پھر برف اور اولے کے پانی سے دلو دھو کے سکینہ اوپر چہرہ کا اور اس سے سینہ میں رکھ دے سی دیا اور سینہ کو بھی سی کے برابر کر دیا اور دوسری مرتبہ یہ واقعہ اس طور سے ہوا کہ جب آپ کا سن شریف دس برس کا ہوا تو ایک دن آپ جانب صحرا بشاریف لے گئے کہ ناگاہ حضرت جبریلؑ اور میکائیلؑ آئے پھر آپ کو چپٹ لٹا کے پیٹ چاک کیا اس طرح سے کہ نہ کچھ درد ہوا اور نہ خون نکلا ایک کے پاس سونے کا ٹشت پانی سے بہا ہوا تھا اور دوسرا اس پانی سے آپ کا پیٹ دھوا تھا۔ پھر دونوں نے آپ کے دل کو چاک کر کے ایک پھٹکی مہبتہ خون کی نکال کے پھینک دی اور ایک چیز مثل چاندی کے تل کے آپ کے دلمین ڈال دی۔ بعد اوسکے ایک سوکھی چیز چہرہ کی اور انگوٹھا کپڑے کے کہا کہ جاؤ ہمیشہ خوش رہو۔ پس آپ کا سینہ کشفیت اور مہربانی سے مائل ہو گیا۔ تیسری دفعہ وحی آنے کے قریب یہ واقعہ ہوا اور چوتھی بار معراج کی ات کو ہوا۔ تاکہ آپ کا دل مبارک عالم ارواح کی سیر کی قوت حاصل کرے بعد بیان شرح صدر کے اللہ تعالیٰ نے اون دو نعمتوں کا بیان فرمایا ہے جو ان کو شرح صدر کی نعمت کی تاثیرات سے مین اور ارشاد کرتا ہو **وَوَضَعْنَا عَنكَ وَذَرْنُوهُ** ○

اور اوتار رکھائے مجھے بوجھ تیرا۔ اس حوصلے کی کشادگی کے سبب سے۔ **الَّذِي**
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۞ وہ بوجھ جسے کڑکائی پیٹھ تیری۔ اس واسطے کہ تیری ہمت
 چاہتی تھی کہ اون سب کمالوں کو حاصل کرے اور انسانی تشویشوں کے سبب سے
 تیرا دل تنگی کرنا تھا پر جو مجھے تیرے حوصلے کو کشادہ کر دیا تو یہ سب تشویشیں مجھ پر
 آسان ہو گئیں۔ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** ۞ اور اونچا کیا نہ کو تیرا۔ یعنی بلند کیا تیرے
 تیرے واسطے تیرا ذکر ساتھ نبوت اور رسالت کے یا یہ کہ ذکر تیرا اپنے نام کے ساتھ رکھا
 اذان اور افاست اور تشہد اور خطبے وغیرہ میں تاکہ جو کوئی عین یاد کرے تجھے ہی یاد
 کرے۔ یا یہ کہ سننے خود تجھ پر وہیجا اور اورونکو درود بھیجنے کا حکم کیا تاکہ تیرا رخ ذکر ہو۔
فَاِنْ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۞ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ جو درگاہ آبی
 سے عین اور سختی میں نصیب ہوتی ہے۔ اور اس آسانی سے مراد اس سختی کے
 بوجھ اوٹھانے کی طاقت دینا ہے جس کے سبب سے وہ سختی آسان ہو جائے۔ سو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب سے کمالات کے
 حاصل کرنے میں اس قسم کی آسانیاں عنایت ہوئی تھیں تا آپ کے دل کو کم ورت اور
 تنگی حاصل نہ ہو اور ہر کمال کے حاصل کرنے میں باوجود پیش آنے طرح طرح کے موافقات
 کے انجام کو پہنچیں۔ **اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا** ۞ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے
 اور وہ مرتبوں اور درجوں کی بلندی ہے۔ کیونکہ مصیبت میں صبر کرنا حق تعالیٰ کی رضا
 کے واسطے مرتبوں اور درجوں کی بلندی کا سبب ہے۔ اور یہ تکرار تاکید کے واسطے
 ہے۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی نعمتوں کے شمار اور یاد دہی سے
 فراغت پائی تو ان نعمتوں کے اداسے شکر کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ **فَاِذَا فَرَغْتَ**
فَاَنْصَبْ ۞ پہر جب تو فارغ ہو تو محنت کر۔ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے میں وقار ملی
رَبِّكَ فَارْغَبْ ۞ اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔ ایسا پروردگار جسے مجھو

طرح طرح پر درش کیا اور ایسے کمال کو پونچا یا کہ کسی نبی آدم کو میسر نہیں ہوا۔ پس سوا
 اسکے کیس کو اپنی نظر میں جگہ نہ دے۔ اور مفسرین نے اسکے معنی یوں لکھے مین کہ جب
 نواز سے فارغ ہو تو دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاؤ۔ یا التیات پڑھ کے اپنی دنیا اور
 آخرت کے واسطے دعا مانگو۔ اور جو چاہو اس سے طلب کرو کہ دعائیں تمہاری مقبول مین

سورة التین مکیہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وہی ثمان آیات

یہ سورت مکی ہے اسمین آٹھ آیتیں اور چونتیس کلمے اور تیرہ سو حرف مین۔ اور ایک
 رکوع۔ اسکے خواص سے ہے کہ اگر کسی غائب کے لیے دو ہزار بار پڑھے تو وہ ظاہر ہو
وَالْزَّيْتُونِ ۝ قسم انجیر کی اور زیتون کی۔ وجہ تخصیص ان دونوں
 میوؤں کی یہ ہے کہ انجیر پاک اور بے فضلہ میوہ ہے اور اسمین بہت سے فائدے
 مین۔ اور زیتون میوہ بھی ہے اور سالن اور دوا اور روغن بھی اور اسمین بھی بہت
 سے فائدے مین۔ اور بعضوں نے لکھا ہے کہ انجیر اور زیتون سے دو پہاڑ مرا
 مین جنہیں یہ دونوں پیدا ہوتے مین۔ ایک طور دیتا اور دوسرا طور دینا کہ انہیں سے
 ہر ایک ایک پیغمبر کا معبد تھا۔ یا مسجد دمشق اور بیت المقدس مراد ہے۔ و
صُورٍ سَيْنَانِ ۝ اور طور سینین کی۔ یعنی قسم ہے طور سینا کی کہ مقام مناجات
 حضرت کلیم اللہ کا ہے۔ **وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝** اور اس شہر امن والے
 کی۔ کہ مکہ منظم ہے اور بہت بڑا حاکم امن اور جامعیت مین کمال درجے کو پونچھا
 ہوا اور ساتھ ان سب وصفوں کے قائم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ
 ہے۔ خلاصہ یہ کہ یہ شہر مبارک بسبب ہر طور کی بزرگی اور کمال کی جمعیت کے نہایت
 اعلیٰ رتبے کو پونچھا ہے۔ اس واسطے بیان اس شہر کی قسم پر ختم فرما کر مطلب ارشاد
 ہوتا ہے کہ **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝** یعنی ہم نے بنایا
 آدمی کو خوب سے خوب انداز سے پر۔ یعنی قسم ان چاروں چیزوں کی اس بات پر

کہ بیشک ستم سے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب میں۔ **ثُمَّ رَدَدْنَاهُ**
أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ پر چھینک دیا او کو گنہگار سے نیچے۔ یعنی ایسی عمدہ مخلوق
کو او سکے تصور کرنے کے سبب ایسے مقام میں ڈال دیا جو چوبالوں کے مرتبے سے
بھی بدتر ہے اور یہ ذلت شہوت اور غصے کے جال میں پھنسنے سے حاصل ہوتی ہے
اور اسی کے سبب سے انسان عذاب دائمی میں گرفتار ہوتا ہے **إِلَّا الَّذِينَ**
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ مگر جو یقین لائے
اور کین بھلائیوں سوا انکو نیک ہے بے انتہا۔ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنی عقل
کو اپنے دھم و خیال پر غالب کیا اور اچھے کام کیے انکے لیے اجر ہے بے انتہا۔
فَمَا يَكُنْ لَكُم بَعْدَ ذَلِكَ دِينٌ ۝ پھر تو اس پیچھے کیوں جھٹلاوے بدلائنا۔
یعنی اسے انسان باوجود ظاہر ہونے دین کے ان مقدمات کے جو بیان ہوئے پھر
کون چیز تیرے انکار کا باعث ہوتی ہے۔ **أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمَ أَحْكَمِيْنَ** ۝
کیا نہیں ہے اللہ سب کا کون سے بہتر حاکم۔ پس جب دوسرے حاکم اپنی رعیت کے لیے
یہ بات نہیں چاہتے کہ ایک فرقے سے دوسرے فرقے میں جا ملین یا اٹلے مرتبے
سے ادنیٰ کی طرف جھکیں تو حق تعالیٰ کیونکر یہ بات پسند کر لیا جو حکمت کے خلاف ہے
حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھے اور اس آیت پر پونچھے تو
چاہے کہ کہے۔ **بَلَىٰ وَآكَانَ لَكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ**۔ یعنی سچ ہے کہ تیرے جانوں
کا حاکم ہے اور میں بھی اس بات پر گواہ ہوں۔ لکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نازع شامین اس سورت کو پڑھا ہے۔ اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ
عنه بھی اکثر اس سورت کو کہنے کے سامنے فرض نماز میں پڑھا کرتے تھے تاکہ اشارہ
حرم کی بزرگی پر۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت شریف میں حرم محترم
کی قسم کھائی ہے۔ پس اس کی عظمت اور بزرگی نہایت درجہ اس سے ظاہر ہے

سورۃ العلق مکیہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | تسع عشر آیۃ

یہ سورت مکی ہے اس میں اوٹیل آیتیں اور تہتر کلمے اور ایک نواسی حرف ہیں۔ آوازاً اس کا سورہ علق اس واسطے ہے کہ اس سورت میں آدمی کو علقے یعنی جے ہوئے لمو سے بنا مذکور ہے۔ اور اسکے خواص میں لکھا ہے کہ اسکے پڑھنے والے کی مرادین آسانی حاصل ہوتی ہیں۔ اور اس سورت کے بارے میں اکثر مفسرون نے لکھا ہے کہ اول جو قرآن سے نازل ہوا وہ یہی آیتیں ہیں۔ اور یہ سورت صرف پڑھنے کا طریقہ سکھانے اور عادت ڈالنے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ تاکہ شان نزول میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی علامتوں سے پہلے جو چیز نمودار ہوئی وہ سچے خواب تھے کہ جو کچھ رات کو آپ خواب میں دیکھتے تھے وہ بعینہ دکھو ظاہر ہوتا تھا بعد اسکے خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت آپ کے دل پر غالب ہوئی اور کوہ حرا میں جو مکہ معظمہ کے متصل ہے تشریف لجا کے اپنے ایک غار اپنی خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کھانا پانی گہی روز کا ہمراہ لجا کے اس غار میں بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مشغول رہتے تھے جب کھانا پانی تمام ہو جاتا تھا تو دو تنخانے کو تشریف لجاتے تھے اور ایک دو روز رکراہل و عیال کا حق ادا کر کے پہر آب و طعام لے کے اس غار میں جا بیٹھتے تھے اور آپ کے رہنے کی مدت اُس غار میں اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تھی ایک روز اوسی خلوت کے دنوں میں غار سے نکل کر ہاتھ پاؤں دھونے کے واسطے پانی کے کنارے کھڑے تھے کہ یکا یک حضرت جبریل علیہ السلام نے اوپر سے آواز دی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اوپر کو دیکھنے لگے مگر کچھ نظر نہ آیا پھر دوبارہ اور ستر بار ایسی ہی آواز آئی آپ حیران ہو کے اوپر اوپر دیکھ رہے تھے کہ یکا یک ایک شخص نورانی چہرہ مثل آفتاب نور کا تاج سر پر دہرے سبز لہلہائی پوشاک پہنے بشکل انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نے کہنے لگا کہ بڑھ۔ اور بعض روایتوں میں

کہ اون بزرگ کے ہاتھ میں سبز نشی پڑا تھا جس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ وہ کپڑا اونہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور کہا کہ پڑھ آپ نے فرمایا کہ میں حرفوں کی صورت تک نہیں پہچانتا اور پڑھا ہوا نہیں ہوں اون بزرگ نے پھر کہا کہ پڑھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے سے لگا کر ایسے زور سے بھینچا کہ آپ کو نہایت تکلیف ہوئی اور بہن مبارک تمام پسینے پسینے ہو گیا اس پر حسی تین بار کیا اور چوتھی بار کہا۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا۔ یعنی پڑھ اپنے پروردگار کا کلام مدولے کے اوسکے نام سے جس نے پیدا کیا ہے چیزوں کو اپنے ناموں کی صورت پر پس اوس سے کیا بعید ہے کہ کلام قدیم کو جسے آدمی آپ ہی آپ نہیں پڑھ سکتا حرفوں کے قالب میں لاکے تیرے خیال میں ڈال دے اور پھر تیری زبان پر جاری کر دے پس اگر تیرے دلمین یہ شبہ گزرے کہ وہ کلام باعزت آدمی ایسے ذلیل پر اتارنا نہایت بعید ہے تو اپنے پروردگار کی ایک اوصفت پر لحاظ کر کہ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ بنایا آدمی کو کوئی پٹھنکی سے۔ یعنی بنایا آدمی کو جسے ہوئے خون سے جو شریع کے حکم سے بھی ذلیل ہے اور حکمت کے رو سے بھی نجس ہے۔ پھر کمال عزت دی اوسکو ایسی روح سے کہ اسرار الہی کی اوٹھانے والی ہے۔ پس ایسے پروردگار سے جس نے روح لطیف کو جسم کثیف سے ربط دیدیا کیا تعجب ہے کہ اپنے کلام پاک قدیم کو حادث لفظوں کے ساتھ ترتیب دیکے خیالیہ قوتوں اور بولنے کے آلات و اسباب پر ڈال دے اور وہ کلام پاک و سیاہی پاک و پاکیزہ رہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اس بات کا تھا کہ میں تو بے پڑھا ہوں مجھے کیونکر پڑھا جائیگا لہذا تاکید کے لیے پھر دوبارہ ارشاد ہوا کہ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْبَرُ ۝ پڑھ اور تیرا رب بڑا کرم ہے۔ کیونکہ امی کو دانا کر دینا اور جاہل کو عالم بنانا اوسکے آگے بہت آسان ہے۔ اور باوجود دھونے اسباب حصول علم کے اوسکے نزدیک علم پوچھنا

کچھ مشکل نہیں۔ **الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ** وہ ایسا پروردگار ہے جس نے علم سکھایا
 قلم سے۔ یعنی تعلیم فرمائی آدمیوں کو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل
 اور خبر سے دریافت نہیں کر سکتے تھے۔ جیسے اگلی امتوں اور بادشاہوں کے نصی
 اور دور دور کی ولایتوں اور ملکوں کے حالات۔ اور تعلیم کی صورت قلم کے وسیلے سے
 اسطور پر ہے کہ اول سے زمین میں معین ہوتے ہیں بعد اسکے خیال میں لباس الفاظ
 مناسب کا پہنچتے ہیں پھر قلم کی مدد سے وہ الفاظ نقوش خطیبہ کی صورت پر ظاہر ہوتے ہیں
 اور ہر خط پڑھنے والا انکو دریافت کر سکتا ہے۔ اور یہ صورت قرآن کے اُترنے سے
 کمال شائبہ رکھتی ہے۔ اس طرح کہ اول کلام پاک نے لوح محفوظ میں حرفوں کی صورت
 پہنی بعد اسکے حضرت جبریل کے واسطے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ خیال
 میں نقش ہوا پھر اُنکی زبان مبارک سے ہر خاص و عام کو پہنچا۔ اور جیسے قلم کے سبب سے
 ان چیزوں کو حاصل کر لیا ہے جو ہرگز قوت بشری کب سے حاصل نہیں کر سکتی
 اس طرح وحی کے سبب سے وہ معجزات جنکا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے حاصل ہو جاتے
 ہیں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے **تَنزِيلَ الْكِتَابِ مَا لَكَ يَا أَدَمُ** سکایا آدمی کو جو جانتا
 تھا۔ یعنی قوت بشری سے معلوم کرنا اور کا ممکن نہ تھا۔ لکھا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام
 نے یہ پانچون آئین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھائیں اور آپ کے ذہن نشین ہو گئیں تو بعد
 اسکے حضرت جبریل نے اپنا پانچون زمین پر مارا دسمین سے ایک چشمہ آب روان کا جبار
 ہوا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہانے اور وضو کرنے اور استنجا کرنے کا طریقہ سکھایا اور
 دو رکعت نماز پڑھائی اور سورہ فاتحہ تعلیم کی تاکہ نماز میں پڑھا کریں۔ بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اس صدی کے خوف سے کا پنتے ہوئے اپنے درختانے میں تشریف لائے
 اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جو اس وقت آپ کے نخل میں تھیں کہا کہ مجھ کو بالاپوش
 اُڑھا دو تاکہ یہ تہر تہری میری موقوف ہو جائے۔ جب کچھ عرصے کے بعد وہ لرزہ موقوف ہوا

تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حال دریافت اور آپ نے سب کیفیت اور اسے بیان کر کے
 فرمایا کہ مجھے ڈر ہے اس بات کا کہ میں اس صدمے سے کمین ہلاک نہ جاؤں حضرت خدیجہ
 نے آپ کی تشفی کی اور آپ کو در قد بن نوفل کے پاس جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور توریت
 و انجیل سے بخوبی واقف تھے لے گئیں اور یہ سب قصہ ادنین سنوایا۔ انہوں نے
 یہ حالات سنے کہ یہ شخص ناموس ہے کہ تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں پر وحی
 لایا کرتا ہے۔ یعنی جبریل علیہ السلام آپ تم خوش ہو اور غم نہ کرو۔ مگر تمہاری قوم اس نعمت
 کی قدر بخانیگی اور تم کو تکلیف دینی یا تنگ کہ تم کو اس شہر سے نکالیں گے۔ پس کیا خوب ہو
 جو میں اس وقت زندہ رہوں اور تمہاری تائید و مدد کر کے دونوں جہان کی سعادت
 حاصل کروں۔ بعد اس واقعے کے چند روز ہوئے تھے کہ در قد بن نوفل نے وفات
 پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سفید کپڑے پہنے ہوئے خواب میں دیکھا
 اور اس کی یہ تعبیر فرمائی کہ یہ شخص ہشتی ہے۔ آپ سمجھا جاتے کہ جب حق تعالیٰ نے اُتار
 کیا کہ بے نہایت کرم اس کا ہر نوع کی تکمیل و تربیت عبا کے لیے متوجہ ہے یہاں تک کہ تعلیم
 اُن چیزوں کی جو ان کے ا مکان سے خارج تھیں علم کے وسیلے سے کر دی اور اس کو
 سے وہ چیزیں ان کو تبادین اور الوہیت کے کارخانوں پر اس تدبیر سے ان کو آگاہ
 کر دیا تاکہ خلافت کبریٰ کے حکم سے ربوبیت کے کاموں کی پیروی اور مخلوقات میں
 تصرف کریں اور تصرف الہی کا ظل ہونا و زمین ثابت ہو جائے تو یہ جگہ اس بات کی تھی
 کہ شاید اس کے سننے سے سننے والے کے خیال میں یہ بات آئے کہ جب انسان درگاہ
 کبریا میں ایسا عزیز و مکرم ہے تو ہر کس لیے اس کو فقری اور محتاجی کے پند سے مین
 پھانس رکھا ہے اور ہر مخلوق کی طرف اس کو محتاج کیا ہے بلکہ اسے ہر مخلوق کی
 طرف اتنی محتاجی دی ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی دوسری مخلوقات کو نہیں دیا۔ اور
 یہ بزرگی جو اسے عنایت ہوئی ہے ایسی چیزوں کو ہرگز نہیں چاہتی۔ بلکہ مقصداً بزرگی

یہ تھا کہ اسکو ایسی احتیاجوں سے دور رکھتے اور نزدیک والے فرشتوں کی طرح کسی شے کا محتاج نہ کرتے۔ اور اگر خلافت کے اسباب حاصل کرنے اور دوسری مخلوقات میں تصرف کرنے کے لیے اسے احتیاج ان چیزوں کی دی تھی تو چاہیے تھا کہ بہت سال اور بڑے بڑے خزانے اسے دیے جوتے تاکہ محتاج اور ذلیل نہ ہو۔ پس اس شبہ کے دور کرنے کے واسطے ارشاد ہوا کہ **كَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنُفٍ ۝۱** کوئی نہیں آدمی سرچڑھتا ہے اس سے۔ یعنی یہ بات نہیں ہے جو تم سمجھے ہو کہ آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی کمی کے باعث ہے بلکہ اسکی محتاجی اور فقری کا سبب یہ ہے کہ آدمی نافرمانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی اور سرکشی کرتا ہے اس کے بند و پیر اس بات سے **اَنْ زَاۤهًا سَتَعْلَمُوۡنَ ۝۲** کہ دیکھے ہے آپ کو محفوظ مال و دولت اور زور و قوت سے۔ پس اگر آدمی اس طرح محتاج نہ ہوتا تو اسکی سرکشی اور نافرمانی حد سے بڑھ جاتی اور اصلاح کی صورت مشکل ہوتی۔ سو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ اسے انسان کو ہر طرح کی احتیاج میں گرفتار کر کے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہے اور خیال نہ کورہ محض غلط ہوا سلیسے کہ آدمی کو کسی حالت میں اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہیں بلکہ **اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْوَجْعَةُ ۝۳** بیشک تیرے رب کی طرف پہرجاتا ہے۔ یعنی اسی پروردگار کی طرف ہر حال میں رجوع کرنا ہے۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ آدمی کے محتاج ہونے کی وجہ یہی ہے کہ بے احتیاجی کے عالم میں سرکشی اور نافرمانی کرتا ہے اور نعمت حق تعالیٰ سے غافل ہو کر اس نعمت میں بے پرواہ ہو جاتا ہے تو بیان بطور مثال کے بیان فرماتے ہیں کہ **اَرَاۤیْتَ الَّذِیۡنَ یُنۡہَوْنَ عِبَادَ اللّٰہِ اِذَا صَلَّوۡۤا عَلَیْہِ ۝۴** کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو منع کرتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔ اور وہ ابو جہل تھا جس نے کئی دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام میں نماز

پڑھنے سے روکا۔ اور پائیک کہا کہ اگر کبھی تجھ کو زمین پر پشانی رکھتے دیکھو گا تو بڑے
 طور سے بیش آؤ گا۔ پس ظاہر ہے کہ اس سخت نے بوجہ استغنا اور بے پرواہی کے
 خداوند عالم کی نافرمانی کی اور اس کے مقبول و محبوب بندے سے سرکشی۔ اور جب اس
 سرکشی کا حال بیان فرما چکے تو اس مرض کے علاج کا طریقہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ
 اَرَايْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالْتَّقْوٰی ۝ جلا دیجیہ تو
 اگر ہوتا نیک راہ پر یا سکھاتا ڈر کے کام۔ یعنی اگر وہ سرکش بدایت پر ہوتا اور لوگوں کو پرہیزگار
 کا حکم کرتا تو اس کے حق میں بہتر ہوتا۔ اَرَايْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلٰی ۝ جلا دیجیہ
 تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا۔ یعنی پیغمبر کے دین برحق کو جھٹلایا اور راہ راست چلنے سے منہ
 موڑا تو ہمارا کیا لگا پڑا۔ اپنے کیسے کی سزا پائیگا۔ اور اگر اس کو جزا و سزا کے ملنے میں شک
 شبہ ہے تو اَلْوَيْلُ لَكُمْ اَنْتَ اَللّٰهُ سِرَاجِی ۝ کیا نہیں جانتا ہے کہ اللہ دیکھتا ہے
 اور بدلا دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ گلا کہ کوئی نہیں۔ یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ
 سرکش یونہی چھوڑ دیا جائے اور اس کی دنیا کی عزت اور مرتبے کے لحاظ سے اس کی
 سرکشی اور نافرمانی نہ پوچھی جائے بلکہ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۝ اگر نہ باز آئیگا۔ یعنی دھکی
 ۱۱ اور جبر کی سننے پر بھی اپنی سرکشی سے باز نہ رہیگا لَنْسَفَعًا بِالْغَاصِيَةِ ۝
 ہم گھسیٹیں گے چوٹی کپڑے کے جس میں نہایت ذلت اور حقارت ہے۔ نَاصِيَةِ
 کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ کیسی چوٹی جھوٹی گنہگار۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ
 جب یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے
 پڑھیں تو رفتہ رفتہ یہ خبر ابو جہل کو پہنچی اور وہ ملعون نہایت غصہ ہو کے رسول کرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر سخت بے ادبانہ گفتگو کرنے لگا کہ اے نادان
 کچھ بھی تجھ کو سمجھ ہے اور تو کسے ڈراتا ہے اگر میں چاہوں تو ابھی اس میدان کو سواروں
 اور پیادوں سے بہر دون۔ مگر اس کی کیا ضرورت ہے کیونکہ تیرے او بیری قوم کے لیے تو

وہ ہی لوگ کہ انہیں کفر سے پہنچا دیا۔ جو میری مجلس میں مجمع بنام حاضر رہا کرتے تھے جن کو انہوں نے
 کوہ کا رول تو انہی پر ہی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پس اس مردود کے غرور و
 کبر کے جواب میں ارشاد ہوا کہ **فَلْيَكْفُرْ كَايَ يَسْخَرُ** اب بکراؤ سے ابھی مجلس کو
 موت کے دروازے کے لیے **مَتَكْفُرْ كَايَ يَسْخَرُ** ہم بلاؤں گے یہ پہلو ہے
 سیاست کرنے کو۔ اور مرد و پادشاه سے ورنہ کے فرشتے ہیں بہرہ لوگوں کو ہاتھ پیر
 ہاندہ کے ورنہ میں ڈال دیں گے پس ابو جہل مردود کا یہی حال ہوا کہ برس کے روز
 مارا گیا اور شیطان نے سب فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کان میں سرائے
 کر کے اور سینے ایک رستی ڈالی اور جہان پر وہ مرا ہوا پڑا تھا وہاں سے اس کی لاش کو
 کھینچتے ہوئے ایک ناپاک کنوین تک لے گئے پھر اس کی چوڑی کے باں کبریا کے کھینچ کے
 اسے کنوین میں ڈال دیا اور اس کی روح کو بدن سے جدا ہوتے ہی ورنہ کے نگہبان
 نے عذاب جہنم میں گرفتار کیا۔ اور کوئی رفیق اس کا ایسے وقت میں کام نہ آیا۔ بعد اس
 بیان کے حق تو لے لے اپنے حبیب کو اس کی مخالفت پر دلیر کرنے کے لیے فرمایا کہ
كَلَّا كَوْنِي نَسِينٌ یعنی ہرگز نہ درو اس سے اور اسکے ڈر۔ نے کو خیال میں بھی
 نہ لاؤ۔ **كَانَ طَعْنُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ** نہ مان اس کا کہا اور سجدہ کر اور
 نزدیک ہو۔ یعنی اسکے کہنے کو مانو اور سجدہ کرو اپنے پروردگار کو اور نزدیکی اس کی
 حاصل کرو سجدہ کرنے سے۔ لکھا ہوا کہ ابو جہل کو سجدہ کرنے سے زیادہ ترغیب آتا تھا۔
 اور اسید جہ سے اور نے اپنے لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب تم کو سجدہ کرتے ہوئے بیت اللہ
 شریف میں دیکھو تو فوراً مجھے خبر دو کہ میں ادنی گردن پر اپنا پیر رکھوں گا اور گردن توڑ ڈالوں گا
 چنانچہ ایک دن اسکے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کے سامنے
 نادر پڑھتے ہوئے دیکھ کے اس مردود کو خبر دی اور وہ طعون سنتے ہی وہاں آیا
 اور آنحضرت کے قریب پہنچکے چاہتا تھا کہ کچھ بے ادبی کرے لیکن خود بخود اپنے

دونوں ہاتھ ہر کی طرح منہ کے سامنے کیے ہوئے پیچھے ہٹا جیسے کوئی ڈر کے اپنے
تین بچاتا ہے۔ چنانچہ دو تین بار اس نے ایسا ہی کیا اور پیچھے ہٹا۔ جو لوگ تماشا دیکھنے
کو جمع ہوئے تھے اس کی یہ حرکت دیکھ کے حیران ہوئے اور پوچھنے لگے کہ تو کس باعث
سے اس طرح اڑتا پہرا۔ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ میرے اور حضرت محمد کے درمیان میں
ایک خندق آگ سے بھری ہوئی ہے اور فرشتوں کے پراوے کے کناروں پر نظر آتے
ہیں اور ایک بہت بڑا اثر دہا میری طرف لپکا جس کے دیکھنے سے مجھ پر خوف غالب ہوا اور
میں وہاں ٹھہر گیا۔ اگر ذرا بھی میں ٹھہرتا تو جہل ہی جاتا اور اثر دہا مجھ کو نکل لیتا۔ لوگوں نے
پوچھا کہ پھر اس کا کیا باعث ہے اس شقی ازلی نے کہا کہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے
میں اس سے جیت نہیں سکتا۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بات سنی کہ اگر یہ مرد و میرے پاس آتا تو فرشتے اس کے ٹکڑے
ٹکڑے کر کے بچاتے اور ہرگز جیتا نہ پھرتا۔ علما نے لکھا ہے کہ یہ مرد و دیگر اور
سرکشی میں فرعون سے بڑھ گیا تھا اس واسطے اس کے حق میں ایسے کلمات ارشاد ہوئے

سورۃ القدر مکیۃ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وہی خمس پات

یہ سورت مکی ہے مگر بعضے علما نے اس کے اسباب نزول پر لحاظ کر کے فرمایا ہے کہ مکی
ہوگی۔ اس میں پانچ آیتیں اور تین کلمے اور ایک سو بارہ حرف ہیں اور ایک رکوع
اس کے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص اس سورت شریف کا ورد کرے قدر و منزلت
اور دولت و کامرانی پائے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد
اس سورت کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور جو شخص سوتے وقت اس سے پڑھے
دل اور کا دوسو سے پاک ہو اور قبر او کی مثل بلوغ کے ہو اور زیادہ پڑھے
تو انوار الہی کا شاہدہ کرنے لگے۔ علما نے اس کے شان نزول میں بہت کچھ لکھا ہے
مختصر یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اسرائیل میں سے ایک

زاہد شمعون نام کا احوال اپنے صحابہؓ کے سامنے اسطورہ سے بیان فرمایا کہ اوس زاہد نے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکھتا تھا اور کافروں کے ساتھ جہاد کرتا تھا اور رات بھر نماز پڑھتا تھا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے یہ بیان سنے کھڑکھڑائی اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ تم کو سطح ایسے شخص کے ثواب کو پہنچا سکتے ہیں ایسے کہ ایک تو ہماری عمر میں مختصر یعنی ساٹھ ستر برس کی ہوتی ہیں پھر اوسمیں سے تہائی سو نے ہیں اور کچھ تلاش معاش اور اور ضروری حاجتوں اور بیماری اور سستی میں ضائع ہوتی ہیں۔ اور عبادت کے لیے بہت ہی کم وقت رہتا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کا یہ کلام سن کر نہایت غمگین ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کے رفع مال کے واسطے یہ سورت شریف نازل کی اور آپ کے اطمینان کے لیے ارشاد فرمایا کہ اگرچہ تمہاری عمر کی عمر میں مختصر اور کوتاہ ہیں لیکن ہنسنے تکو ایک رات ایسی محنت کی ہے کہ صرف اسی رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ

لَا تَأْتِيكُمْ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝

بسمیہ یہ اوتار شب قدر میں۔ ایسے مقرر آتا ہے جسے قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر میں جہن قدر اور مرتبہ عابدوں کے عالم ملکوت اور عالم فوج پر ظاہر ہوتے ہیں اور جہاں الہی کی تجلی اپنے مشتاق بندوں کے حال پر متوجہ ہوتی ہے اور عابدوں کے درجے اور مرتبے بڑھتے ہیں وہاں

اِذْ ذُكِّرَتْ مَلَائِكَةُ الْقَدْرِ ۝

اور تو کیا بوجھ آیا ہے شب قدر۔ ایسے کیا بزرگ ہے شب قدر کی۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝

شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے۔ جہن شب قدر نہو۔ درغایہ ہے کہ ہر مہینہ دہون اور توں کو شامل ہے اور ہر رات دن تجلیات غیبیہ کو۔ لیکن وہ تجلی جو اس شب میں واقع ہوتی ہے اون تجلیوں سے اس درجہ زیادہ ہے جیسے دریا کے آگے قطرہ۔ اور جب تجلی الہی اس عظمت اور بزرگی کے ساتھ واقع ہوتی تو ثواب اوس رات کی عبادت کا

وقف الذی صلی اللہ علیہ وسلم

ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہوا۔ اب آگے اوسکی عظمت کے بارے میں ارشاد
 ہوتا ہے کہ تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ اُنزِلَتْ
 بن فرشتے اور روح اوسمیں اپنے رب کے حکم سے۔ یعنی اُنزِلَتْ مِّنْ فَوْشَيْ سَمَاءٍ
 سے اور روحین مقام علیہین سے اوس شب مبارک میں اہل کمال سے ملنے
 کے لیے۔ تاکہ اونکا نور اور حضور می زیادہ ہو اور یہ او ترنا اونکا پروردگار کے
 حکم سے ہوتا ہے مِّنْ كُلِّ آفَاقٍ ہر کام پر یعنی ملائکہ ہر کام کے اور روحین
 ہر کام کی جو قرب و کمال کے ساتھ متعلق ہے نازل ہوتی ہیں۔ اور جیسا شب
 مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب اوسکا ایک اور وصف ارشاد
 کرتے ہیں کہ سَلَامٌ فَذٰلٰکِیْ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ امان ہے وہ رات صبح
 کے نکلنے تک۔ یعنی سلامتی ہے اوس رات کو نفس اور شیطان کی شر سے بوجہ
 نازل ہونے ارواح اور ملائکہ اور نورانی تجلی کے۔ اور یہ امن اور سلامتی غروب
 آفتاب سے لیکے صبح صادق کے طلوع ہونے تک یکساں رہتی ہے۔ اور ملائکہ
 و ارواح کے نازل ہونے کے بارے میں علما میں اس بات کا اختلاف ہے کہ ملائکہ
 اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواح مراد ہیں جیسا کہ قرآن کی ظاہری لفظ اس پر دلالت
 کرتی ہے یا وہ ملائکہ اور ارواح میں مراد ہیں جو سدرة المنتہی میں رہتے ہیں جیسا
 کہ بعض حدیثوں میں مذکور ہے۔ لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے
 میں سب کا اتفاق ہے اور اونکا مقام سدرة المنتہی کے وسط میں ہے اُنکے
 ہمراہ سب ملائکہ اور روحین نازل ہوتی ہیں اور ہر عبادت کرنے والے سے
 حضرت جبرئیل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اور اُنکے مصافحہ کرنے کا نشان
 یہ ہے کہ عین شغل عبادت میں جسم کے روئیں کھڑے ہو جاتے ہیں اور روئیں
 رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اور اس عبادت

مین نہایت لذت ملتی ہے۔ اور اس رات کے خواص سے یہ بھی ہے کہ اسمین دعا قبول ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ اس رات کو ایسی دعا مانگیں جو دنیا اور آخرت کی بہترائی کو شامل ہو۔ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر کو پاؤں تو کیا دعا مانگوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو **اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ** **فَاعْفُ عَنِّي**۔ یعنی اے اللہ تیرا نام عفو ہے اور تو بخشنے کو دوست رکھتا ہے پس بخش دے مجھ کو اپنے کرم سے اور حدیث شریف مین یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص تہ رکھے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتھ طلب ثواب کے لیے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے مین۔ اور وہ شب رمضان المبارک کے آخری دنوں کی طاق توں یعنی اکیسویں سے اونتیسویں تک مین ہوتی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے

سورۃ البینۃ مدنیہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وہی شان آیات

یہ سورت مدنی ہے اسمین آیتھ آیتین اور چوڑا نو سے کلمے اور تین سو چھانو سے حرف ہین اور ایک رکوع۔ اسکے خواص سے ہے کہ جو کوئی اسے اکیس بار صبح کے وقت پڑھے تو اسکی کل طاعتین مقبول ہوں اور گناہ سے محفوظ رہے۔ اور اگر مرض برص یا یرقان کے لیے لکھ کے اپنے پاس رکھے تو بحکم خداے تعالیٰ شفا پائے۔ **لَوْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ** **حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ** ۝ نہ تھے وہ لوگ جو منکر مین کتاب والے اور شرک والے باز آتے جب تک کہ پونچھے انکو کھلی بات۔ یعنی نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے مین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونے والے جب تک کہ نہ آئے انکے پاس ظاہر نشانی۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سے پہلے سب دین والے گمراہ گئے تھے اور ہر ایک اپنی غلطی پر منور رہتا تھا لیکن یوحنا اور تارون اور آگ کو پوجتے تھے اور

بعض صلحا اور بزرگوں کی صورتوں کو معبود ٹھہرتے اور ان کو مقرب بارگاہ الہی سمجھتے
 وسیلہ دین و دنیا کا گردانتے تھے۔ اور اہل کتاب توریت و زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتے
 تھے اور بعض انجیل کو مانتے تھے۔ مگر یہ سب بُری رسوم اور باطل عقائد و مین تھے
 پھنسے ہوئے تھے کہ وعظ و پند سے ان کے دلوں پر مطلق اثر نہ ہوتا تھا۔ پس حکمت
 الہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر آئے جو خود بھی ظاہر و خفیہ ہوا اور اس کا بیان شافی سب کو
 امراتہ من بہالت سے نجات بخشنے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ **رَسُوْلٌ مِّنْ اٰلِہٖ**
یَسٰیءُ اٰصْحٰمًا طٰہِرًا ۝ فِیْہَا کُتُبٌ قَیْمٰۃٌ ۝ ایک رسول اللہ کا
 پڑھنا ورق پاک اوسین لکھیں کتابین مضبوط۔ یعنی آئے ایک پیغمبر جو پڑھے پاک و
 جہنمیں لکھا ہے مضبوط۔ مختصر یہ کہ تین چیزیں ارشاد و ہدایت مین عالی رتبہ رکھتی ہیں۔
 ایک یہ کہ ایک شخص خدا کا بھیجا ہوا ہو اور سچوں کے دکھلانے اور انسانی کمالوں کے
 جمع ہونے سے اس کی رسالت خدا کی طرف سے ثابت ہو۔ اور یہ بات آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم مین کما حقہ ثابت تھی اس واسطے کہ رسالت کی شرطین اور انسانیت کے
 کمالات باوجود اُمی ہونے کے کمال درجہ بظاہر آپ مین نظر آتے تھے۔ دوسرے
 غیب سے کلام کا اُترنا کہ اوسین ہجرے نور کے روشن ہوں سو یہ بات قرآن شریف مین
 بخوبی ظاہر ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ کتاب ایسی ہو کہ جہین اگلی کتابوں کے مضامین
 مختصر عبارت مین بیان ہوں۔ سو یہ بھی قرآن مجید مین قرار واقعی موجود ہے۔ بلکہ
 خلاصہ تمام اولین اور آخرین کا اوسین کہین صاف صاف اور کہین اشارۃً مذکور ہے
 اور جب یہ سب چیزیں ایک جا جمع ہوئیں تو اب ارشاد و ہدایت مین اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوا
 پس سزاوار یہ تھا کہ سب مخالف فرقتے بعد مبعوث ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پیغمبر کے اور نازل ہونے ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین ترک کر کے
 اور شفق ہو کے ثابت اس دین کی کر لے اور کسی طرح کا اختلاف اور تفرقہ

جائزہ رکھتے ہیں نفس و شیطان کے تجلبے کے سبب سے ہر اسی اختلافات اور تفرقات
 کے مضر بین گرفتار ہوئے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے وَمَا أَفْضَرُ فِي الَّذِينَ أُوتُوا
 الْكِتَابَ إِلَّا مِمَّنْ يَعْتَدِلُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْبَيْتِ ۝ اور چھوٹے و بڑے کو
 علی سبب کتاب سے جب آج کی اونکو کھلی بات۔ یعنی ان رسول اور اس کتاب کے آنے
 کے بعد کوئی شہد باقی نہیں رہا۔ اب اہل کتاب خدا سے مخالفت کرتے ہیں شیعہ سے
 نہیں۔ اور وہ مخالفت یہ تھی کہ یہ دروغ ساری کے ایک گروہ تھے آنحضرت کے
 نبی ہونے سے انکار کر کے مخالفت پر کمر باندھ تھی یہاں تک کہ آپ کے مابعد ارون سے
 قتال پر آمادہ ہو گئے تھے اور دوسرا گروہ اونکی تائید کے واسطے دل و جان سے
 شریک ہوا تھا۔ اور بیان صرف اہل کتاب کے تفرقے پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے
 آفرتنے کا ذکر چھوڑ دینا اس باعث سے ہے کہ اہل کتاب جو اپنے تین عالم و دانا
 تھے ہیں اور انبیاء کے حالات اور کتب انہی کی شان و شوکت سے واقف ہیں اور
 یہ مخالفت نہایت عجیب انگیز ہے بخلاف مشرکین کے کہ وہ ان باتوں سے آگاہ نہ
 وَمَا أَمْرٌ إِلَّا لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ وَاللَّهُ يَخْلُصِينَ لَهُ الَّذِينَ يُحْفَاءُ وَ
 يَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ۝
 اور اونکو حکم ہی ہوا کہ بندگی کرین اللہ کی خالص کر کے واسطے اوکے دین کو بطور
 ابراہیم حنیف کے اور قائم رکھین نماز کو اور دین زکوٰۃ اور یہی ہے راہ مضبوط
 کو گوئی۔ یعنی حکم نہیں ہوا اونکو اس پیغمبر کی شریعت میں مگر یہی کہ عبادت کرین اللہ
 تعالیٰ کی خالص کر کے اوکے واسطے دین کو۔ ہر جو خصوصیت اور کیفیت عبادت
 میں یہ پیغمبر بیان کرتا ہے گو پہلی شریعتوں میں نہ ہو مگر یہ سب اللہ تعالیٰ کا قرب
 حاصل کرنے کے لیے ہے اور یہ کہ حنیف ہو جائیں یعنی اللہ تعالیٰ کے غیر
 کی طرف توجہ نہ کریں اور یہ کہ قائم رکھین نماز کو اور دین زکوٰۃ اگرچہ کیفیت نماز اور

زکوٰۃ کے ادا کرنے کی مختلف ہو۔ اور یہی ہے دین اور مذہب مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک انبیاء اور حکماء اور علمائے اسی کی شرح اور تفصیل میں اپنی عمریں صرف کی ہیں۔ اور جب حال اہل کتاب کے مخالفوں کا بیان کیا گیا تو اب تفصیل ان دونوں فرقوں کی اونکے درجوں کے موافق جو عند اللہ اونکے واسطے ثواب یا عذاب سے ثابت ہے بیان فرماتے ہیں کہ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشُّرَكَّاءِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَهُوَ مُنكَرٌ لَّهُمْ كِتَابٌ وَأَلْوَ دُونَ خِ
 آگ میں سدا رہیں اور میں۔ یعنی بیشک جو لوگ کہ کافر ہوئے اہل کتاب سے اور
 مشرک سب کے سب دوزخ کی آگ میں ہونگے اور وہیں ہمیشہ رہیں گے۔ اور اگر
 یہ لوگ اس گمان میں ہوں کہ ہم اشرف المخلوقات ہیں اور کسی مخلوق کے لیے ہمیشہ
 کا عذاب دنیا اور آخرت میں نہیں ہے تو ہلکے کیلئے دائی عذاب میں گرفتار ہونا ہوگا
 پس اس گمان باطل کے دور کرنے کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ اُولَئِكَ
 هُمُ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۚ وہ لوگ بدترین برترین مخلوق کے۔ یعنی یہ لوگ
 تمام مخلوقات سے بدترین اس لیے کہ جب حکم الہی کو نمانا اور اس کی رسولوں کے
 منکر ہونے تو اپنے نفس کی خواہش کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر غالب کر دیا اور
 یہ بُرائی اور خرابی کسی مخلوقات میں نہیں ہے۔ اب مومنین کے حق میں ارشاد ہوتا ہے
 إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۚ
 وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام وہ لوگ ہیں بہترین مخلوق کے۔ یعنی
 بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبروں پر اپنے وقت کے پیغمبر تک اور کیے
 اچھے کام وہ تمام مخلوقات سے بہترین اور فرشتوں سے بھی بڑھ گئے ہیں اپنے
 کہ ہر وقت اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کو سمجھے اور باوجود نفس کی خواہش

کی کشمکش کے اللہ تعالیٰ کے حکم کو اور سپر غالب رکھا۔ اور وہم کی مخالفت کو دور کر کے عقل کو اور سپر متعین کیا تاکہ شک اور شبہ در میان مین نہ آئیں۔ اور یہ بات فرشتوں میں بھی نہیں ہے کیونکہ وہ وہم اور نفس نہیں رکھتے۔ مگر یہ بات عام ملائکہ کی نسبت ہے اور جو خاص فرشتے ہیں جیسے حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام انکا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اب ان اچھے لوگوں کی جزا ارشاد ہوتی ہے کہ **جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٌ يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا** ط بدلا اولکا اونکے رب کے بیان باغ میں بسنے کے نیچے بہتین اونکے نہرین سدا رہیں اونہیں ہمیشہ۔ یعنی بدلا اونکی اطاعت اور عبادت کا اونکے پروردگار کے پاس باغ میں جو اونہیں ہمیشہ رہنے کے لیے طین گے اور اون باغوں کے نیچے نہرین جاری ہونگی **رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** ط اللہ اونسے راضی اور وہ اوس سے راضی۔ یعنی اللہ تعالیٰ راضی ہوا اونسے اس واسطے کہ اونہوں نے کیطور سے کسی نیک شان میں اوسکا انکا رہنم کیا اور وہ بھی راضی ہوئے اللہ تعالیٰ سے اسلئے کہ ایمان لانے سے مختلف شریعتوں پر ثواب اون سبکا پایا اور اونکی طبیعت کا پیمانہ ایسا البرز ہو گیا کہ گنجائش طلب کرنے کی نہ رہی۔ **ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ** ط یہ ملتا ہے اوسکو جو ڈرا ہے اپنے رب سے۔ یعنی یہ جو کچھ بیان ہوا اوس شخص کے واسطے ہے جو ڈرے اپنے پروردگار سے اور کیطرح یا کیطور سے اوسکی حکمت اور شان کا انکار نہ کرے اور اوسکے حکم کو اپنے نفس کی خواہشوں اور رسوم اور قیودن پر ہر حال میں اور ہر وقت میں مقدم رکھے فقط

۴۴

سُورَةُ الزَّلْزَالِ مِائَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِيَ ثَمَانِ آيَاتٍ
یہ سورت مائے اسیں آٹھ آیتیں ہیں اور تیرہ کلمے اور ایک سو اونچاس

حرف میں اور نزول کا قیامت کے منکروں کے جواب میں ہے جو پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی۔ اور تفاسیر میں مذکور ہے کہ پہر رات گئے یہ سورت تازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونے کا بھی انتظار نہ فرمایا بلکہ اوسیدہ قیامت محلہ سے برآمد ہوئے اور لوگوں کو تعلیم کی۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ یہ سورت جو تھائی قرآن کے برابر ہے۔ اس کے خواص میں مرقوم ہے کہ جو شخص اسے چار ہزار بار پڑھے اس کے تمام دشمن خراب اور آوارہ ہوں۔ اور اگر لکھ کے لٹوے تو اسے کو دے بچ کر خدا سے تعالے شفا پائے اور اگر اسے لکھ کے پانی سے دھو کے تین بار اس پانی سے منہ دھوئے جملہ امراض سے محفوظ رہے اور ہمیشہ چہرے پر شادمانی ہو۔

وَالْأَرْضُ زِلْزَالًا ۝ جب ہلائے زمین کو اس کے ہونچال سے۔ یعنی جو وقت ہلائی جائے زمین ایسا ہلانا جو ممکن ہے اسی زمین اور اس زمین کے ہلانے میں کمال مبالغہ کیا جائیگا یا ناکب کہ روئے زمین پر کوئی عمارت ہاڑ اور درخت باقی نہ رہیگا اور بنڈیاں اور پستیاں سب برابر ہو جائیں گی اور زمین کی شکل بدل جائیگی اور یہ معاملہ نفعہ ثانی کے قریب ہوگا۔ **وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۝** اور نکال ڈالے زمین اپنے بوجھ۔ یعنی اس بڑے زلزلے کے سبب سے جو کچھ کہ زمین کے پیٹ میں ہے جیسے مردے اور غزانے وغیرہ ان سب کو زمین باہر پھینک دیگی اور مردوں کے باہر نکلنے کے سبب سے وہ علاقہ جو روئے زمین کو زمین کے شکم سے تھا ٹوٹ جائیگا **وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا ۝** اور اس آدمی اس کو کیا ہوا۔ یعنی روحیں آدمیوں کی بعد زندہ ہونے اور اس زلزلے کے آثار دیکھنے کے کہیں گی کہ کیا ہو گیا ہے اس زمین کو۔ **يَوْمَ مَثَلُ نَحْلٍ زَلَّتْ ۝** اور سن بنا دیگی وہ اپنی باتیں۔ یعنی اس دن زمین بنی آدم کے کاموں کو ظاہر کر دیگی کہ فلاں شخص نے مجھ پر ناز پڑی تھی اور روزہ رکھا تھا اور

فلان نے خون کیا تھا یا دنا اور سرتے کا مرگب ہوا تھا۔ اور یہ بیان کرنا زمین کا دو حکمتوں کے واسطے ہو گا ایک یہ کہ لوگوں پر گواہ ہوتا کہ انہیں انکار کی جگہ نہ ہے دوسرے یہ کہ ہر کار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہوں اور اچھے لوگوں کی اچائی ثابت ہو۔ اور یہ بیان زمین کا بَانَ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا ۝ اسوٰط کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اوسکو۔ یعنی زمین کا اظہار پروردگار کے حکم سے ہو گا نہ اسوجہ سے کہ زمین بنی آدم سے کچھ عداوت رکھتی ہے تاکہ احتمال جھوٹ کا ہو اور جب معلوم ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چھپاتے ہیں زمین کے ظاہر کرنے سے سب پر ظاہر ہو جائینگے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اسی پر اکتفا ہو گا بلکہ یَوْمَئِذٍ يَصُدُّ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ اوسدن ہو پڑینگے لوگ بھانت بھانت۔ یعنی اوسدن آئینگے لوگ اپنی قبروں سے حشر کے میدان میں گروہ گروہ۔ اسطر سے کہ ایک گروہ شرا بیوں کا اور ایک زانیوں کا اور ایک ظالموں کا اور ایک چوروں کا۔ علیٰ ہذا القیاس لیرَوُاْ اَعْمَالَهُمْ ۝ تاکہ اوندکو دکھائے اوندکے کیے۔ یعنی اوندکے کام حشر گاہ میں اوندکو دکھائے جائیں اور بدکاروں کو دسوائی اور نیکیوں کو شرمندگی حاصل ہو۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ سو جس نے ذرہ بہر بھلائی وہ دیکھ لیا اوسے۔ یعنی جو کوئی ذرے کے برابر نیکی کر لیا دیکھ لیا اوسکو اعمال کے صحیفے اور میزان میں وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ اور جس نے ذرہ بہر بُرائی وہ دیکھ لیا اوسے۔ اپنے اعمال نامے اور میزان میں بخوبی فقط

ع۲۲

سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَہٰی حَذِّیْعَةُ اٰیَةِ

یہ سہرت کی ہے اسمین گیارہ آیتیں اور چالیس کلمے اور ایک سو تیرے ستم حرفین اور ایک رکوع۔ اسکا تین بار پڑھنا آنکھ کے زخم کے لیے نہایت مفید ہے اور

نظر بہ کے اثر ٹکر نے مین مجرب - تفاسیر میں اس سورت کے نازل ہونے کا سبب
اسطور سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک
غول سواروں کا دیکے بنی کنانہ کے ایک قبیلے پر جو بہت سخت کافر تھا مقرر فرمایا
اور ارشاد کیا کہ فلاں روز صبح کے وقت اونپر چھا پہ مارنا اور خوب قرار واقعی نہرا
کو پونہ چھانا اور فلاں روز بیان پہونچنا - اتفاقاً راہ میں ایک ندی ملی وہ اوسرو
چڑھی ہوئی تھی لشکر اوسکے پار نہ جا سکا لاچار ہو کے مقام کر دیا جب دوسرے
دن پانی کم ہو گیا تو لشکر ادرنگیا اور بموجب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
صبح ہوتے ہوتے شجوں مارا اور قرار واقعی نہرا دی اور غنیمت لے کے صحیح سالم
پہر آئے لیکن وعدے پر نہ پونہچے مقام ہونے کے سبب سے ایک روز کی تاخیر
ہو گئی - تو منافقون نے مشہور کر دیا کہ وہ لشکر تباہ ہو گیا اور اوسمیں کا ایک آدمی
بھی نہ بچا جو آ کے خبر دیتا - مسلمانوں کو اس بات سے نہایت غم ہوا - پس اللہ تعالیٰ
نے یہ سورت نازل کی **وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا** ۱ قسم ہے دوڑتے گھوڑوں کی
بانہٹے - یعنی دوڑتے گھوڑوں کی کہ دوڑتے وقت بانہٹے مین **فَالْمُودِيَاتِ**
قَدْ حَا ۲ پہر آگ سلگاتے جھاڑ کر - یعنی قسم ہے اون گھوڑوں کی کہ آگ
جھاڑتے مین جفا کی طرح - یعنی پہاڑوں اور تہریلی زمینوں میں اونکے نعل لگنے
سے شعلے نکلتے مین **فَالْمُعْصِرَاتِ حُبْحًا** ۳ پہر دباڑ دیتے صبح کو - یعنی قسم
ہے اون گھوڑوں کی کہ غارت کرتے مین صبح کے وقت **فَاشْرَنَ بِدَنَعًا** ۴
پہر اوٹھاتے اوسمیں گرد - صبح کے وقت - اور غبار اوٹھانے کی قید صبح کے وقت
اسواسطے ہے کہ اون گھوڑوں کے ٹاپ مارنے کی قوت خوب ظاہر ہوا لیے کہ
صبح کے وقت غبنم کی رطوبت سے زمین دجباتی ہے اور اوسوقت غبار کا اٹھنا
بڑے دور سے ہوتا ہے **فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا** ۵ پہر پیٹھ جاتے اوسوقت

وجہ میں۔ یعنی پھر گھس جاتے ہیں وہ گھوڑے دشمنوں کے غول میں اور اونکے
 سیر کو ہر شیان کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ یہ سب باتیں یعنی گھوڑوں کا ہانپتے ہوئے
 روڑنا اور اونکی ٹاپوں سے غبار کا اٹھنا اور اونکے نعلوں سے شعلوں کا نکلنا
 وغیرہ ایک قہر الہی کا نمونہ ہے پس اسکی قسم کھائی اس بات پر کہ **إِنَّ الْأَشْكَانَ**
لَيُورِي كَشَافًا ۞ بیشک آدمی اپنے رب کا ناشکر ہے۔ یعنی اسکی نعمتوں کا
 افسران کرتا ہے۔ اور یہ کئی طور پر ہے ایک یہ کہ نعمت کو دینے والے کی طرف سے
 نہ سمجھے بلکہ اسکے دوسرے کی طرف نسبت کرے۔ دوسرے یہ کہ اس نعمت کو
 اس کام میں نہ اٹھائے جسکے لیے وہ دی گئی ہے بلکہ اسکے خلاف میں صرف
 کرے۔ تیسرے یہ کہ نعمت میں ایسا مشغول ہو کہ نعمت دینے والے کو بھول جائے
 جیسے دنیا دار کہ دنیا کی محبت میں رات دن ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
 کے حکم کو بھول جاتے ہیں۔ **وَلَمْ يَنْتَهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَعِيَةً** ۞ اور وہ
 یہ کام سامنے دیکھتا ہے۔ یعنی آدمی اپنی ناشکری پر خود گواہ ہے اور اقرار کرتا ہے
 کہ میں ناشکر ہوں اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک دوسرے کو کہتا ہے کہ فلا نا
 ناشکر ہے اور حال یہ ہے کہ خود بھی شکر گزار نہیں پس اسکا دوسروں کو کتنا
 بعینہ اپنے تئیں کہنا ہے **وَلَا يَنْتَهِ لَشَعِيَةً** ۞ اور آدمی
 محبت پر مال کی مضبوط ہے۔ یعنی مال کی دوستی اور محبت اسکے دل میں
 اس قدر پھرتی ہے کہ شمع کی دوستی کی گنجائش باقی نہیں۔ اور اگر کوئی اس محبت
 سے زبانی انکار کرے تو اسکا یہ کلام اللہ تعالیٰ کے آگے پیش نہیں جاتا۔
 جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ **أَفَلَا يَعْلَمُونَ إِذْ أُنْعِمْنَا مَا فِي الْقُبُورِ** ۞ کیا
 نہیں جانتا وہ وقت کہ پہلے جاوین جو قبروں میں تھیں۔ یعنی کیا نہیں جانتا
 وہ وقت کہ جہنم میں روئے زندہ ہو جائیں گے اور جو کچھ زمین کے اندر ہے سب

اوسکے اوپر آجائیگا اور ابتدا پر شدیدہ چیزوں کے ظہور کی نمودار ہوگی بابتک کہ انتہا میں اخلاق اور نیتیں اور چھپے ہوئے عقیدے سب ظاہر ہو جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا **وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ** اور تحقیق ہو جو جیون میں ہے۔ یعنی ظاہر ہو جائیگا جو سینوں میں ہے پر اخلاق و اعمال کو ظاہری صورت دیکے آگے لائیں گے تاکہ تمام مخلوق کو ایک دوسرے کے دلوں کے چھپے ہوئے بہید معلوم ہو جائیں اور اوس وقت ہر شخص معلوم کر لیا کہ **إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ خَبِيرٌ** بیک اونکے رب کو اونکی اوسدن سب خبر ہے۔ یعنی پروردگار اونکا اونکے حال سے اوس روز خبردار ہے اور انکا اوسکے حضور میں پیش نہیں جاتا۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر اور باطن پر محیط ہے لیکن اوس روز اوسکا علم ہر شخص ظاہر ہو جائیگا اور انکا کی جگہ نہ رہیگی۔ اور حدیث میں ہے کہ کنود وہ شخص ہے جو تنہا کھائے اور غلام کو مارے اور اپنے اہل و عیال کو بھوکھا رکھے فقط ۛ

سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِيَ اَحَدُ عَشْرَةِ اٰیَةٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں اور چھتیس کلمے اور ڈیڑھ سو حرف ہیں۔ اسکے خواص میں لکھا ہے کہ اسکو ایک سو ساٹھ بار پڑھنے سے تمام مہمات آسان ہوتے ہیں اور مقاصد سراسر حاصل ہوتے ہیں۔ اور اسکا نام قارعہ اسوجہ سے ہے کہ یہ سورت دلالت کرتی ہے ایک حادثے پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا اور دلوں کو بڑی کوفت پہنچائیگا۔ **الْقَارِعَةُ ۙ مَا الْقَارِعَةُ ۙ** وہ کھڑکھڑاتی کیا ہے وہ کھڑکھڑاتی۔ یعنی قیامت جو دلوں کو ایک بڑا صدمہ پہنچائیگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کر دیگی حقیقت اوسکی کیا ہے اور یہ انقلاب اوسمیں کس سبب سے ہوگا۔ **وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۙ** اور تو کیا بوجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑاتی یعنی کیا جانتا ہے تو کہ اوس کھڑکھڑاتے حادثے کی حقیقت کیا ہے اور چونکہ پہچانا

ہر چیز کا اس کے اسباب کے پہچاننے پر موقوف ہے اور قیامت کے اسباب میں سے
بڑا سبب قہر الہی کی تجلی ہے تمام عالم پر جس سے کوئی بشر کا حقہ آگاہ نہیں اسی نے
اس کے بیان کے مقام پر اس کی بعض تاثیروں کے بیان پر اکتفا فرما کے ارشاد کرتے ہیں
یَوْمَ تَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ جسدن ہووین لوگ جیسے
پتنگے بکھرے۔ یعنی یہ حادثہ اوس دن ہوگا جسدن لوگ مثل پتنگوں کے بکھر جائینگے
اور نہایت اضطراب اور بے اختیاری کے باعث سے پریشان اور سرگردان ہونگے
وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ اور ہووین پہاڑ جیسے رنگی
اون دُہنی۔ یعنی پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے رنگی اون دُھنکی ہوئی۔ حاصل کلام
یہ ہے کہ اس حادثے کی تاثیر پہاڑ جیسے سخت جموں کے اجزاء کو علیحدہ علیحدہ کر کے
منشر کر دیگی۔ اور رنگین اس واسطے ارشاد فرمایا ہے کہ پہاڑوں کے رنگ سرخ و سفید سبز و سیاہ
انواع اقسام کے ہوں۔ پس جب سب پہاڑوں کے اجزاء منشر ہو کے ہوا سے اڑیں گے
تو رنگ برنگ نظر آنے لگیں گے۔ اور جب اس حادثے کی تاثیر مجلایاں فرمائی تو
اب تفصیل اوس اجمال کی ارشاد ہوتی ہے کہ فَاَمَّا مَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝
پھر جسکی بھاری ہوئیں تولیں۔ اور یہ بھاری پن اوس ثقلت کے باعث سے ہوگا
جو ان کے عملوں میں پوشیدہ تھی اور دنیا میں ظاہر نہ تھی پس وہ ثقلت اوس روز ظاہر
ہوگی اور وہ ان کے عملوں کی فوقیت ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جسکے سبب بندوں
کو ترقی حاصل ہوگی جیسا کہ بیان فرمایا ہے کہ فَهَوَ فِي عِشَةٍ رَّاٰۤیَةٍ ۝
پس اوس کو گدازان ہے من مانتی۔ یعنی وہ بندہ من مانتے عیش میں ہوگا۔ وَاَمَّا
مَن خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ اور جسکی ہلکی ہوئیں تولیں۔ اور یہ ہلکا پن اس سبب
سے ہوگا کہ اس کے اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے قدر ہونگے کیونکہ وہ اس کے نفس
کی خواہشوں کے موافق تھے۔ اور اس ہلکے پن کے باعث سے وہ اعمال و رسم و رسم

ہو جائیگے اور اس شخص کے لیے ذلت و خواری کا باعث ہونگے جیسا کہ فرمایا ہے
 کہ **فَاَمَّا هَٰؤُلَاءِ فَاَکُوْثِرُوْنَ** پس اوسکا ٹھکانا گڑھا۔ یعنی دوزخ کا بیج والا طبقہ ہے
 اور مان اس واسطے فرمایا کہ بچے کو بے تکلفی اور طبعی کاموں کی حاجت کے وقت مان
 کی طرف رجوع ہوتی ہے اور چونکہ اوسدن تمام تکلف اور بناوٹیں جو دنیا میں بے ایمان
 کیا کرتے تھے جاتی رہیں گی تو بے اختیار اوس طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا کہ دلی محبت
 اور خواہش اوسکی طرف رکھتے تھے اور وہ طبقہ مان کی طرح اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور
 جگہ دیگا۔ **وَمَا اَدْرٰکَ مَا هِیَۃٌ** اور تو کیا بوجھاوہ کیا ہے۔ یعنی باور
 کہ اس طبقے کا عذاب آدمی کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ **نَارَ حَامِیۃٍ** آگ ہے
 دکھتی۔ نہایت گرم کہ اوسکے مقابلے میں ہر آگ سرد ہے۔ بلکہ دوزخ کے دوسرے
 طبقوں کو اوسکے آگے گرم نہ کہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اوس سے محفوظ رکھے۔

سُورَةُ التَّكْوِيْنِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَہی ثمان آیات

یہ سورت مکی ہے اس میں آٹھ آیتیں اور اٹھائیس کلمے اور ایک سو تیس احرف ہیں۔
 اور ایک رکوع۔ اس کا تین بار پڑھنا غم و رنج اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے نہایت
 مفید ہے۔ اور اسکے نازل ہونے کا باعث یہ ہے کہ قریش میں دو گروہ تھے ایک
 بنی عبد مناف جن میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اور دوسرا بنی سہم کہ مہل
 بن وائل سہمی سرگروہ اس جماعت کا تھا لیکن یہ دونوں آپس میں بڑائی مان کرنے
 لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ ہم مال و دولت اور عمدہ کاموں اور مرتبے میں تھے زیادہ
 ہیں اور بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کہ اب دیکھنا چاہیے آدمی کسکے زیادہ
 ہیں جب بنی مناف نے اپنے لوگوں کو گنا تو بنی سہم سے زیادہ ہوئے جب بنی سہم
 نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیوں میں بہت مارے گئے ہیں۔ پس اب سب زندہ
 اور مردے ملا کے شمار کرنا چاہیے۔ جب اس طور سے شمار کیا گیا تو بنی سہم زیادہ ہوئے

اور اس مسئلہ میں مُردوں کی تحقیقات کے لیے وہ لوگ قبرستان میں گئے اور قبروں کو شمار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکی اس جہالت اور غفلت کے باب میں جو ان لوگوں سے ضروری چیزوں میں واقع ہوئی تھی یہ سورت شریف نازل فرمائی۔

أَهْلَكَ الْكَافِرُونَ غفلت میں رکھا تمکو بہانہ کی حرص نے۔ اور یہ بات آدمی کی عادت سے ہے کہ آخر عمر میں مال اور اولاد اور نوکر چاکر اور خویش واقربا کی زیادتی چاہتا ہے تاکہ انکے سبب سے اس کے نام اور مرتبے کا سلسلہ منقطع نہ ہو اور یہ بات اسکو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے حقوق عبادت اور ضروری باتوں سے غافل کر دیتی ہے اور اس غفلت کے باعث سے جس کام کے واسطے وہ نعمتیں میں اس کام میں انکے صرف کرنے سے محروم ہوتا ہے اور یہ لکھنا گویا آدمی کو آدمیت سے نکال کے حیوانات کے مرتبے میں داخل کر دیتا ہے۔ پس اگر یہ غفلت کسی مرشد کے ارشاد یا کسی بزرگ کی تنبیہ سے دور ہو گئی تو پھر آدمیت کے درجے میں آگیا اور راہِ حق چلنے کی استعداد پیدا کی ورنہ اگر اسی غفلت میں مر گیا تو بڑا نقصان میں پڑا۔ اور اسی بات کا اشارہ ہے اس کلمے میں۔ **حَتَّىٰ زُذِّشُوا** **الْمَقَابِرَ** جب تک جا دکھیں قبریں۔ یعنی اسی شغل میں رہے اور ہرگز خبردار نہ ہوئے جب تک کہ گورستان کو نہ پونچھے۔ **كَلَّا كَلَّا** کوئی نہیں۔ یعنی یہ بات یوں نہیں ہے جیسا تم سمجھے ہو کہ کمال کا مرتبہ ہی ہے کہ بہت سی دولت اور اولاد اور اقربا تمہارے بعد تمہارے نام کو قائم رکھیں۔ بلکہ حال یہ ہے کہ بعد موت کے ایک اور ہی چیز پیش آئیگی جسکے سامنے یہ سب چیزیں بے حقیقت ہو جائیں گی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں فانی ہیں اور جہیز فانی ہے وہ قابلِ فخر کرنے کے نہیں ہے۔

سَوْفَ تَعْلَمُونَ آگے جان لو گے۔ یعنی بعد مرنے کے تمکو معلوم ہو گا کہ وہ چیزیں جنہیں تم نے اپنی عمر صرف کی تمہارے لیے نہایت سطر تین اور نعمتِ ابدی

کے فوت ہونے کا سبب و رقم آئی کی طرف کھینچ لیجانے کا باعث ہوئیں **ثُمَّ كَلَّا**
 پہر بھی کوئی نہیں۔ یعنی پہر ہم کہے دیتے ہیں کہ بات یوں نہیں ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو
سَوْفَ تَعْلَمُونَ اگے جان لو گے۔ یعنی بعد دیکھنے شہ و نشر اور دوزخ
 کی سختیوں کے سمجھ جاؤ گے کہ جو کچھ تم نے کیا سبب تمہارے لیے نہایت مضر اور بُرا
 تھا۔ **كَلَّا كَوْتَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ** کوئی نہیں اگر جانو تم یقین کر جانا
 یعنی بات یوں نہیں ہے اگر تم کو علم الیقین ہو جائے اور شک و شبہ نہ رہے اور بعض
 حجاب ظلمانی تم سے کھل جائیں تو البتہ جان لو گے کہ **لَتَرْوُنَّ الْحِجَابَ**
 کہ بیشک تم کو دیکھنا دوزخ۔ یعنی بعد موت کے دوزخ کو دیکھو گے برزخ میں گرم ہواؤں
 کے چلنے اور عذاب کی صورت دیکھنے سے **ثُمَّ لَتَرَوْنَّ نَجْمَ الْيَقِينِ**
 پہر دیکھنا اوسکو یقین کی آنکھ سے۔ یعنی پہر دیکھو گے تم اوس دوزخ کو یقین دیکھنا کہ
 احتمال شک و شبہ اور خیال کے غلبے اور دریافت کی غلطی بہا و سین مطلق نہ ہوگا
 اور یہ دیکھنا قیامت کے روز ہوگا کہ دوزخیوں کو دوزخ کے کنارے کھڑا کرینگے
 اور سختیاں وہاں کی اونکو دکھائیں گے۔ **ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ النَّبِيُّ**
 پہر پوچھیں گے تم سے اوس دن آرام کی حقیقت۔ یعنی پہر پوچھی جائیں گی تم سے وہ
 نعمتیں جو تم کو دنیا میں دی تھیں اور انکے سبب سے تم نیک کاموں سے غافل
 رہے تھے۔ اور یہ سوال تین طرح سے ہوگا ایک یہ کہ وہ نعمت تم نے کس طور سے حاصل
 کی۔ وجہ حلال سے یا حرام سے۔ دوسرے یہ کہ اوس نعمت کو کہاں صرف کیا اس
 تھانے کی رضامندی میں یا نارضامندی میں۔ تیسرے یہ کہ اوسکے شکر کے بدلے
 میں تم نے کیا کیا۔ اور یہ سوال ہر بندے سے ہوگا چاہے مفلس ہو یا غنی۔ اس واسطے کہ
 ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹھنڈی چھاؤں اور فیند کی لذت اور تند رستی اور اسلام
 اور قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک یہ سب نعمتیں ہیں کہ

سہراہل اسلام غنی سے فقیر تک انہیں شریک ہے اور قدر و منزلت اگلی نہیں جانتے

سورة العصر مكية | **بسم الله الرحمن الرحيم** | **وهي ثلاث ايات**

یہ سورت مکی ہے اس میں تین آیتیں اور چودہ کلمے اور اڑسٹھ حرف ہیں اور ایک کلمہ اس کے خواص سے ہے کہ جو کوئی اس کو اکیس بار پڑھا کرے اس کے بدگو ذلیل و خوار ہوں اور اگر لکھ کر اپنے پاس رکھے ہر بڑائی سے محفوظ رہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ کلدہ بن اسید ایک کافر تھا جو ایام جاہلیت میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم صحبت تھا۔ آپ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز آپ سے ملا اور کہنے لگا کہ اے ابوبکر تم ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتوں میں نفع اٹھاتے تھے اب تم کو کیا ہوا کہ انیکارگی نقصان میں پڑے اور باپ دادا کے دین کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جو شخص حق کو قبول کرتا ہے اور نیک کام اختیار کرتا ہے وہ کبھی نقصان نہیں اٹھاتا۔ حق تعالیٰ نے اس گفتگو کے بیان اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات کی خوبی کے بارے میں یہ سورت نازل کی کہ **وَالْعَصْرِ** ۱ قسم ہے اترتے دن کی۔ تفاسیر میں ہے کہ مراد عصر سے زمانہ ہے۔ یعنی قسم ہے زمانے کی کہ انسان کی عمر بھی اسی میں داخل ہے جو اعتقاد حقہ اور اعمال صالحہ کے حاصل کرنے میں مثل اس کی پونجی کے ہے۔ یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی کہ سود و زیان کے ظہور کا وقت ہے رات دن کے علون میں۔ یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر مبارک کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا ہے اس بات پر کہ **إِنَّا لَنَشْكُرُ لَكَ** ۲ **خُشْيًا** ۳ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے۔ اس واسطے کہ بڑی پونجی اس کی عمر ہے جو وسیعہ کم ہوتی جاتی ہے۔ اور سبب قرب الہی کی تحصیل اور رضامندی حق تعالیٰ اور حصول ثواب کا وہی عمر ہے پس اگر اس کو گناہوں اور فانی شہوتوں کے شغل میں

صرف کیا تو بڑے نقصان میں پڑا اور گرفتار عذاب ہوا۔ اَلَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مگر جو یقین لائے۔ یعنی ایمان لائے اور اپنی عمر سے فائدہ اٹھایا وَاَعْمَلُوا الصّٰلِحٰتِ
اور کیے کام بہلے جنکے سبب سے اخلاق پسندیدہ اونکو حاصل ہوئے اور دنیا میں مقامات
عالیہ اور آخرت میں بلند درجے نصیب ہوئے اور سب بڑا فائدہ پایا۔ اور اگر ان سب
باتوں کے ساتھ ارشاد و تعلیم کا بھی رتبہ حاصل کیا تو دونوں فائدہ کمایا جیسا کہ اس آیت میں
تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارہ ہے کہ **وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ** ۵ اور آپس میں تقید
کی سچے دین کی۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو بہلے کاموں اور درست اعتقادوں
اور نیک خصلتوں کی وصیت کرتے ہیں۔ **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ** ۶ اور آپس میں تقید
کی سہار کی۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں نفس کو خواہشوں سے روکنے
اور طاعتوں کی مشقت میں گہیرے کی اور رضا و تسلیم پر روک رکھنے کی سختی اور تکلیف
کے غلبے میں اور یہ تینوں قسمیں صبر کی تمام طاعتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور گناہوں سے روکنے کی

۲۸

سُوْرَةُ الْهُمَزِ مَكِّيَّةٌ ۱۰۰ | **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** | **وَهِيَ تِسْعٌ اٰیٰتٍ**

یہ سورت مکی ہے اس میں نو آیتیں اور تیس اکلے اور چھانوے حرمت ہیں اور ایک کوع
اسکے خواص میں وارد ہے کہ در دشکم کے لیے دس بار پڑھنا نہایت مفید ہے۔ اور
اسکے نازل ہونے کا باعث یہ ہے کہ کافروں میں سے تین شخص یعنی عاص بن امل سہمی
اور ولید بن مغیرہ مخزومی اور اخفش بن شریق ثقفی ہر مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور مسلمانوں کی بدگوئیوں کیا کرتے تھے اور طعن دیتے تھے اور اخفش تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی تکرار اور بحث بے فائدہ کیا کرتا تھا پس ان کے
حق میں یہ سورت نازل ہوئی۔ **وَنِيْلٌ لِّكُلِّ هَمَزَةٍ لُّمَزَةٌ** ۱ خرابی ہے
ہر طعنہ دیتے عیب چھنتے کی۔ یعنی خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چھنے والی
کی۔ اور ہمزہ او سے کہتے ہیں جو روبرو پڑا کہے اور لمزہ او سے کہتے ہیں جو پیچھے

بڑا کہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ہمزہ وہ ہے جو ہاتھ اور سر اور آنکھ اور بھون سے اشارہ
 کرے اور لمزہ وہ ہے کہ زبان سے کہے۔ غرض کہ ان دونوں لفظوں کے معنی
 قریب قریب ہیں اور مدعا تکرار سے تاکید ہے کہ لوگوں کی ذلت اور بے آبروئی
 نکرے اور ایسے کاموں سے بچے کیونکہ ایسے لوگ جو خلق اللہ کے عیب بیان کرنے
 میں مبالغہ کرتے ہیں ان کے لیے حق تعالیٰ نے بھی عذاب دائمی کے طور پر وعدہ
 فرمایا ہے اور اصل باعث اس خلق بد کا لوگوں پر فخر لیجانے کی تمنا ہے جس کا سبب اکثر
 اوقات مال کی کثرت ہوتی ہے ایسے کہ بہت سے لوگوں کو بغیر لیاقت کے مال بجاتا
 ہے تو چاہتے ہیں کہ اوسکی وجہ سے اور دن سے بلند رتبہ اور ذمی عزت بن بیٹھیں پس
 اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنے کے لیے اپنے ہچمتوں کو ٹٹنے دینے لگتے ہیں اسلوبے
 ہمزہ اور لمزہ کی صفت میں ارشاد ہوا کہ **الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝**
 جسے سمیٹا مال اور گن گن رکھا۔ اور گن رکھنے کے بیان میں اشارہ اسل امر کا ہے کہ جمع کرنا
 مال کا صریح اور خبیث کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ بخل کتاب ہے اور بار بار اوسکو گنتا ہے
 کہ اوسمیں سے کچھ کم نہ جائے۔ اور ایسے لوگوں سے اگر پوچھا جائے کہ اس قدر بخل کا
 کیا باعث ہے تو کہتے ہیں کہ بننے یہ مال زمانے کے نشیب فراز کے واسطے رکھا ہے
 اسلوبے ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ **يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ خيال**
 رکھتا ہے کہ اس کا مال سدا رہیگا اور اسکے ساتھ۔ یعنی موت کے اسباب کو اوس سے
 دور کر دیگا۔ **کَلَّا** کوئی نہیں۔ یعنی یہ بات نہیں ہے جو وہ سمجھا ہے ایسے کہ ابتدا ہے
 پیدائش عالم سے بالذرا ہوتے آئے ہیں مگر موت کے اسباب اپنے اوپر سے کوئی بھی
 نہ دور کر سکا۔ بلکہ مال کی کثرت بخل کے ساتھ قیامت میں عذاب کی زیادتی کا باعث ہے
 جیسا کہ ارشاد ہوا ہے **لَيَكُنَّ دَانَ فِي مُحْكَمَةٍ ۝** اور سکو پھینکا ہے اوس
 رونمے والی میں۔ یعنی بیشک پھینکا جائیگا یہ شخص بد خلقی اور حرص و بخل کرنے کے

باعث سے توڑنے والی آگ میں جو اوسکی پوری سزا ہے ایسے کہ پہلے غلبہ آگ کا صورت پر ہوتا ہے کہ جلنے کے بعد نہایت خراب ہو جاتی ہے پھر نوبت گوشت اور پوست کی پہونچتی ہے بعد اوسکے ہڈیاں ٹوٹنے کی۔ پھر جب ذات اور جن و جمال کا یہ حال ہوا تو مال کو سدا رہنے کے اسباب سے سمجھنا کمال حماقت اور نادانی ہے۔ اور چونکہ تاثیر آگ کی جویاں ہوئی حطہ کے سوا آتش کو کبھی اور آتش عنصری اور آتش مزاجی میں بھی مشترک ہے اور تاثیر حطہ کی ان سب سے کمین زیادہ ہے لہذا اوس آگ کا حال ظاہر ہونے کے لیے فرمایا کہ وَمَا آتٰ رَبُّكَ مَالًا خَاطِمًا ۝ اور تو کیا بوجھا کون ہے وہ جو نہ دے والی۔ یعنی باوجود اس بات کے کہ علم کی انتہا کو پہونچ چکا ہے تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے وہ توڑنے والی۔ یعنی اوس آگ کی تاثیر عاقلوں اور حکیموں کی سمجھ میں نہیں آ سکتی کیونکہ اوس کے نزدیک آگ تین قسم کی ہے ایک عنصری جیسے آگ کی گرمی و شوریٰ کو کبھی جیسے آفتاب کی گرمی و تیزی مزاجی جیسے تپ یا حرارت کی اور یہ آگ اسباب کے طفیل سے نہیں ہے کہ کسی کے قیاس میں آجائے بلکہ تَارَ اللَّهُ لِمَوْقِدٍ آگ ہے اللہ کی سلگائی۔ یعنی یہ آگ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کی آگ ہے کہ نہایت کے گناہ اور بے ادبیوں سے سلگائی گئی ہے اَلَّتِي تَطْلُعُ عَلَى الْاَفَاكِ وہ جو جہانک لیتی ہے دلوں یعنی وہ آگ مثل دنیا کی آگ کے نہیں ہے کہ پہلے بدن پر اثر کرے پھر اہل چیزوں پر جو بدن کے اندر ہیں اور درجہ بدرجہ جلاتی ہوئی ارواح اور اعضاے اصلیت تک پہونچے بلکہ یہ آگ قہر آبی کی آگ ہے کہ پہلے نفس ناطقہ کو صدمہ پہونچاتی ہے اور وہاں سے دل کو کہ درد کے حق میں بے اعضا سے نازک ہے اور ٹھوکرے صدمے میں پریشان ہو جاتا ہے دکھ دیتی ہے اور اس عالم میں جو آگ کہ اوس آگ سے مشابہ ہے وہ تپ کی آگ ہے۔ ہر چند کہ گرمی اسکی پہلے خلطوں اور روحوں اور اصلی اعضا کو پہونچتی ہے لیکن تکلیف و سکی اول دل ہی کو پہونچتی ہے اور دل سے تمام

اعضا کو اسی واسطے حدیث میں آیا ہے کہ تپ و وزخ کی بھاپ ہے اور یہ تپ کی آگ
 دو وجہ سے اس سرحد آگ سے کم ہے ایک تو یہ کہ نفس ناطقہ میں چند ان اثر نہیں کرتی اور
 دوسرے یہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے اور جوش او سکی گرمی کا بدن کے مساویوں
 کی راہ سے نکل جاتا ہے اور پسندہ آگ کے تخفیف ہو جاتی ہے بخلاف اس آگ کے
 کہ **إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّصَوَّدَةٌ** ۱۰ انکو اور سہیں موندنا ہے۔ یعنی یہ آگ ان کے اعضا
 کے اندر بند کی گئی ہے کہ گرم سانس اندر سے باہر نہ آئے اور باہر کی ٹھنڈی سانس
 اندر نہ جائے کیونکہ اسہیں بھی کچھ تسکین ہوتی ہے اور چونکہ بعضے وقت ہاتھ پیر مار سہ
 اور بدن کو ٹٹنے سے کچھ مسات کھلتے اور تخفیف ہوتی ہے اسلئے یہ بات بھی اسنے سلب
 کر لی گئی اور فرمایا کہ **فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ** ۱۱ یہ سب لٹکتے ہوئے لنبے لنبے ستونوں
 میں اور رسیوں سے باندھ کے جکڑ دیے جائینگے کہ ہاتھ پیر تک نہ ہلا سکیں اور گرمی آونکے
 اندر کی کسی طور سے کم نہونے پائے۔ اور بعضے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ وزخ کی آگ
 کو سرپوش کر کے اوکے اور آگ کے ستون لنبے لنبے ڈال دینگے کہ یہ ستون بھوندا نہ جاسکے۔

ع ۶۹

سُورَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ خَمْسُ آيَاتٍ

یہ سورت مکی ہے اسمین پانچ آیتیں اور تیس کلمے اور بتاؤ گے معرفت میں اور ایک رکوع
 اسکے خواص سے ہے کہ اگر اسکو ایک ہزار پچاس بار پڑھے تو دشمنوں کے شر سے
 محفوظ رہے اور اگر دوسروالے پر یہ سورت پڑھی جائے فوراً شفا ہوا اور اگر صبح کی
 سنتین اسطور سے پڑھا کرے کہ پہلی رکعت میں الم نشرح سات بار اور دوسری میں سورۃ
 فیل تو اس کے دشمن ہمیشہ مغلوب رہیں۔ اور نام اس سورت کا سورۃ فیل اسواسطے
 ہے کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی علامتوں میں سے
 ایک غلامت ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کے گہر کی بھرتی کا ارادہ اس درجے کے
 قہر کا سبب نہوا تو اس کے دین اور اس کے پیغمبر کی تنگ حرمت کیا کچھ نہ کر گی۔ اور سب

اس قصبے کا یہ ہے کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام ملک حبش کا بادشاہ تھا شہر مین کا صوبہ دار مقرر آیا۔ اوسنے مین کے لوگوں کو دیکھا کہ حج کے موسم میں اطراف و جوانب سے نذرین لیکے مکہ معظمہ کو جاتے ہیں۔ حال دریافت کیا لوگوں نے کیفیت بیان کی۔ پس یہ حال سنتے ہی نخوت اور سرکشی نے اوس مردود کے دلمین جوش مارا اور حکم دیا کہ اوس گھر کے مقابلے میں اس شہر میں بھی ایک گھر طیار ہوا در حضانہ دار السلطنت میں مین نہایت خوش رنگ پتھروں کا ایک کلیسا بنانے کے ارکان نام طیس رکھا اوسکے در و دیوار زرد و خواہر سے زینج کرائے اور مہنون کو عمدہ لباس اور زیورات سے آراستہ کر کے اوس میں بٹھلایا اور اوسکے گرد و آویں کے لیے مکانات طیار کر کے اپنے تمام ملکوں میں حکم بھیجا کہ سب لوگ یکے کا ایک کے لیے حاضر ہوا کریں۔ یہ بات اہل قریش اور کئے کے باشندوں پر نہایت شاق گذری اسی اثنا میں ایک شخص بنی کنانہ کی قوم کا مین میں پہنچا اور بادشاہ سے لیکے اور انہر کی جاویں حبشی کی خدمت پر مہین ہوا جب چند روز گذرے ایک رات اوس گھر میں جا بجا باستانہ پھرتے رہاگ گیا۔ صبح کو لوگوں نے یہ حال دیکھ کے بادشاہ کو اطلاع دی تحقیقات کا حکم ہوا اور بعد تحقیقات کے ثابت ہوا کہ یہ کام اوس کئے کے باشندے کا ترا اس باعث سے وہ مردود نہایت بغض میں آیا اور قصد کیا کہ مکہ معظمہ کی بے حرمتی کرے کہ اتنے میں ایک نیا شگوفہ کھلا وہ یہ کہ ایک قافلہ حرم کے باشندوں کا اوس گھر کے قریب شب بے باش ہوا صبح کو چلتے وقت آگ جلائی کہ اگر کچھ اسباب گرا پڑا ہوا تو دھوڑ دینا اتفاقا ہوا تیز جلی اور آگ اڑ کے اوس گھر کے سامان میں جا لگی تمام فرش و فرش اور زرد و خواہر اوسکے جل گئے اور دیوار اور نقش و نگار خاک سیاہ ہو گئے قافلے والوں نے یہ حال دیکھ کے اپنی راہ لی۔ بادشاہ نے تحقیقات کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام بھی کئے والوں ہی کا ہے پھر تو اوس ملعون کو بہت ہی غصہ آیا اور بہت سی فوج اور بارہا ہاشمی جنہیں ایک نوی بڑے قد و قامت کا محمود نام تھا اور سب ہاشموں کے

آگے چلا کرتا تھا اپنے ساتھ لے کے کبے کے توڑنے کو چلا۔ راہ میں ہر شہر اور ہر قوم کے لوگ بہت و عاجزی اس قصد سے اسے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کچھ تو چاہے ہے لے مگر اس ارادے سے باز آؤ سنے ایک کی بھی نہ سنی اور مکہ معظمہ کے متصل بونجا کے والے یہ خبر سنتے ہی اپنا مال و اسباب اور اٹکے بالے لیکے پہاڑ پر چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب ہمار گئے تھے انہوں نے جب یہ حال دیکھا تو حیران و پریشان ہو کے مدغیبی کے منتظر تھے ناگمان ہر چڑیا کی طرف سے غول در غول ہو کے ابرہہ کے لشکر کی طرف چلین ہر چڑیا کے پاس تین تین کنکریاں تھیں جن سے چھوٹی ایک چوٹج میں اور دو دو نونچون میں۔ جب یہ چڑیاں اس لشکر کے برابر پونچیں تو ان کنکریوں کو گرانا شروع کیا اور اثر و نکایہ تھا کہ چہرہ کنکری گرتی تھی اس کے پٹخانے کے مقام سے نکلتی تھی اور اس کے اندرونی جسم کو بالکل جلادیتی تھی یہاں تک کہ تمام لشکر ہاتھیوں سمیت غضب آتی نے پامال کر دیا اور مال و متاع اس جنگل میں پڑا رہ گیا۔ کئے اسے یہ حال دیکھ کے پہاڑوں سے اترے اور سب مال و اسباب لوٹ لیا اور وہ کنکریاں نبوت کے وقت تک بلکہ اس کے بعد بھی لوگوں کے گہروں میں موجود تھیں جو عبرت کے لیے رکھ چھوڑی تھیں۔ اس قصے کے پچھن روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ سو اس سورت میں قریش کی نصیحت کے لیے اُس قصے کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ **اَلْكَوْثَرُ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْاَفْقِلِ** کیا تو نے نہ دیکھا کیا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے۔ جو گے کے ٹوہنے کے لیے لشکر کے آگے آگے ہاتھی لائے تھے اور دیکھنے کی لفظ میں اس بات کا اشارہ ہے کہ جو بات تو اتر سے ثابت ہوتی ہے وہ دیکھنے کا حکم رکھتی ہے اور دیکھنے کی لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اس واقعے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا اثبات منظور ہے گویا کہ ربوبیت الہی جو تیری طرف مصروف ہے اس مدغیبی کو آسمان سے

لائی ہے۔ اور یہی سبب اور باعث ہو کہ جب تو نے لشکر ہمراہ لے کے مکہ کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی مانع اور مزاحم غیب سے پیش نہ آیا **اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَکُمْ فِی قَوْلِکَیْلٍ** ۱ کیا نہیں کر دیا اور نکار اور غلط۔ یعنی بہت اللہ کے مقابلے میں جو ایک گہر بنا کے لوگوں کو اُنکے طواف کا حکم دیا تھا اور بہت اللہ کی بے حرمتی چاہی تھی۔ جب اونکا کر دیکر بالکل غلط ہو گیا اور ذلت پر ذلت اوٹھاتے چلے گئے یہاں تک کہ ایک عذاب آسمانی اوپر نازل ہوا **وَ اَوْ اَرْسَلْ عَلَیْکُمْ طَیْرًا اَبَیْسًا** ۲ اور بھیجے اوپر اڑتے جانور غول کے غول۔ لکھا ہے کہ وہ غیبی جانور جو سنکریرے لیکے آئے تھے مثل بائیل کے تھے اور بید اس میں یہ ہے کہ اصحاب فیل بڑے بڑے قومی زور آور ہاتھی لے کے کعبے کے گرانے کو آئے تھے پس حکمت الہی نے اُنکے مقابلے کے لیے نہایت ضعیف چھوٹے چھوٹے جانور کنکریاں دیکے بھیجے تاکہ لوگ معلوم کر لیں کہ تائید الہی کے سبب سے ضعیف مخلوق قومی مخلوق کو زیر کر سکتی ہے اور بغیر اسکی مدد کے بڑی زبردست مخلوق سے بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔ **اَلَمْ یَجْعَلْ مِیْنًا مِّنْ سِجِّیْلِ** ۳ پہنکتے اوپر تیریاں کنکر کی۔ یعنی وہ جانور اُن لشکر والوں کو تھرون سے مارتے تھے جو تیر کنکر کی قسم سے تھے اور تاثیر اُن کنکریوں کی یہ تھی کہ **فَجَعَلَهُمْ کَعْصَفٍ مَّا کُوْلٍ** ۴ پہر کڑا لا اُنکو جیسے بھس کھایا ہوا۔ یعنی شکل و صورت اور جسم سب بگڑ گیا مثل آخر کے ہو کے رہ گئے۔

سورة القریش مکیہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وہی زبیر آیات

یہ سورت مکی ہے اس میں چار آیتیں اور شترہ کلمے اور تتر حرف ہیں اور ایک رکوع اس کے خواص سے ہے کہ اگر سات بار پڑھے ہر بلا سے محفوظ رہے اور اگر اسے سات پڑھ کے کھانا کھائے اور اس کھانے میں زہر آلودہ ہو تو ہرگز اثر نہ کرے۔ قریش ایک قبیلے کا نام ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام

اور اکثر اصحاب کبار اسی قبیلے سے تھے اذریہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہے۔ اور
 بیت اللہ اور چاہ زمزم کی خدمت ہمیشہ سے انھیں کے سپرد ہے اسی واسطے
 شام و یمن اور اور عرب کے شہروں کے باشندے بیت اللہ کی خدمت کے سبب سے
 اس قبیلے کو معظم اور کرم جانتے تھے اور جہاں یہ جاتے تھے ضرور نیاز اور قربانیاں
 انکو ملتی تھیں اور مال تجارت کا اونے نہائی محصول نہ لیتا تھا یہاں تک کہ چور بھی اونے
 تعرض نہ کرتے تھے۔ اور ہمیشہ سے اس قبیلے کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ سردی کے
 موسم میں ملک یمن کی طرف کہ گرم ملک ہے جایا کرتے تھے اور تجارت سے فائدہ
 اٹھاتے اور نذرین لاتے تھے اور گرمی کے موسم میں ملک شام کو جاتے اور دولت
 دنیا کمالاتے تھے اور اسی ذریعے سے مکہ معظمہ ایسے شہر میں جو کوہستان میں واقع
 ہے اور زراعت اور درخت اور مین سرسبز نہیں ہوتے بعیش و آرام گذران کرتے
 تھے پس حق تعالیٰ اس سورت میں قریش کو وہ نعمتیں یاد دلانا ہے اور فرمانا ہے
 کہ اگر کو تاہ نظری سے باری تعالیٰ کی ذات پاک کے عمدہ کمالوں اور اوسکی بے انتہا
 نعمتوں کو کہ فرش سے عرش تک لبالب میں نہ دیکھ سکواور نہ سمجھو تو اس نعمت کو
 جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے لیے ہے سمجھلو اور اوسکا شکر ادا کرنے میں مجتہد
 عبادت کے قیام کرو اور اسی لیے اس سورت کا نام سورہ قویش رکھا ہے کہ اس میں
 خاص قریشوں کے احسان کا ذکر ہے **لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ** اس واسطے کہ ہمارا کھا
 قریش کو۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں لام قمیہ ہے۔ یعنی قسم ہے قریش
 کے اُلفت دینے کی۔ اور قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہیں کہ تیر میں ادا
 ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور قریش ایک دریائی جانور کا نام ہے جو جب
 جانوروں سے زبردست ہو۔ چونکہ یہ قبیلہ بنیبت اور قبیلوں کے فصاحت اور سخاوت
 اور سخاوت میں بہت بڑا ہوا تھا اس مناسبت سے اسکا نام اوس جانور کے

نام پر رکھا۔ **الْفَيْحُ رِحْلَةُ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ** ہمارے کھنا اونکو کی طرح سے
 چارٹے کے اور گرمی کے۔ یعنی خورک ہونا اونکا سفر میں چارٹوں کے اور گرمی کے
 کہ میں اور شام کی طرف انٹر جایا کرتے تھے۔ اور اس قسم کے کھانے میں اس بات کا اثنا
 ہے کہ اس شخص میں حق نوالے کی تدبیر عجیب انکی معاش کی فراخی کے واسطے جلوہ گر
 ہوئی اور اس سبب اسباب کی عمدہ حکمت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ جس شہر کے
 رہنے والے اپنے شہر کے گرد و فراخ سے معاش نہ پیدا کر سکیں تو تعجب نہیں کہ وہ شہر
 ویران ہو جائے اور اس کے باشندے تلاش معاش کے لیے ملک در ملک چلے جائیں
 مگر اسکی حکمت کا ملکہ نے اس شہر کی آبادی اس عجیب تدبیر سے قائم رکھی کہ وہاں ایک
 گھر اپنے نام کا تعمیر فرما کے لوگوں کے دلوں میں اسکی عظمت ڈال دی اور اس گھر کے
 مجاوروں کو چارٹے اور گرمی کے سفر کے لیے مال کیا تاکہ ہر ملک اور ضلع سے
 موسم کے مناسب مال و اسباب لکھا کے اس شہر میں لائیں اور وہیں آباد رہیں۔ اور یہی
 ہے کہ اونکا موسم سرما اور گرمی سفر کا خورک ہونا بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے دین کی ترقی کا سبب ہوا اسیلئے کہ ہجرت میں وطن کا چھوڑنا اونپر کچھ بھی
 شاق نہوا اور جہاد کے لیے دوردور کے ملک میں جانا اونہیں آسان معلوم ہوا۔
 اور مدنیہ منورہ سے کابل اور روم اور اندلس تک متفرق ہو کر دین حق کو پھیلایا
 سفر کی اونکے حق میں ایک عجیب نعمت اور دولت تھی کہ دونوں جہان کی سعادت
 اور دین و دنیا کی ریاست اسکے سبب سے حاصل ہوئی۔ اور جب اس نعمت
 با عظمت کو یاد دلایا تو اسکے شکر نے میں عبادت طلب فرماتے ہیں کہ **فَیْحُ**
رِحْلَةُ الْکِبِیَّتِ ۱۔ پھر چاہیے بندگی کرین اس گھر کے رب کی۔ یعنی تیش
 کو چاہیے کہ اس گھر کے صاحب کی عبادت کرین کیونکہ جب عظمت اور بزرگی انکی
 اور معاش کی فراخی اور دشمنوں سے بے غمی یہ سب سب گھر کی مجاوری اور درباری کی

بروالت ہر اور دوسرے لوگ بوجہ اس مکان کے خادم ہونے کے نہایت تعظیم اور تکریم سے پیش آتے ہیں تو ان خادموں کو لازم ہے کہ اس گھر کے صاحب کی کمان و چراغ تعظیم اور تکریم کریں اور اس کی عبادت کیا کریں **الَّذِي اٰطَعَهُمْ مِنْ جُثُوٰهُمْ** جسے اونکو کھانا دیا جھوک میں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی زمین میں جو بے زراعت ہے اور ایسے جنگل میں جو بے گھاس ہے اگر حکمت آتی یہ تدبیر کرتی تو وہاں کے لوگوں کو روزی ملنا مشکل ہوتا۔ **وَاَصْلُهُمْ مِنْ خَوْفٍ** اور اس میں دباؤ زمین۔ باوجود اس بات کے کہ عرب کے قبیلوں میں قتل اور لوٹ مٹا بے انتہار رواج تھا مگر یہاں کے گرداگرد حرم شریف کی حد تک جو کسی طرف سے دش کوں اور کسی طرف سے چھٹہ کوں اور کسی طرف سے عین کوں ہے ہرگز تعرض نہ کرتے تھے یا شک کہ اگر کوئی کسی کے باپ یا بیٹے کو مار سکے حرم میں جا بیٹھتا تھا تو اس کا یہ پیرا نہ کرتے تھے۔

۳

سُوْرَةُ الْمَاعِيْنَ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهِيَ سَبْعُ اَيَّاتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں سات آیتیں اور پچیس کلمے اور سوا سو حرف ہیں اور ایک رکوع۔ اس کے خواص سے ہے کہ اکتالیس بار پڑھنے سے فقر و محتاجی سے انسان محفوظ رہتا ہے۔ اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ ابو جہل مردود کی عبادت تھی کہ جب کوئی مالدار یا رہبر ہوتا تو اسکے پاس جاتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کرو اور ان کا حصہ میرے پاس مانت رکھ دو کہ میں خبر گیری اور خدمت گذاری اور بخیل بنی کرونگا اور دوسرے وارثوں کی زیادتی سے وہ محفوظ رہیں گے۔ اور جب مالدار اپنے قبضے میں کر لیتا تھا تو ان یتیموں کو اپنے گھر سے نکال دیتا تھا وہ پچارے ننگے بہو کے روتے پیٹتے گلی گلی مارے پرتے تھے اس طرح سے ایک دن ایک یتیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کے اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آپ اس یتیم کی رعایت سے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے

اور وزیارت کی پرش سے ڈرایا۔ اوسے روز جزا کا انکار شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ خاطر ہو کے دو لٹیاں تشریف لائے پس یہ سرت نازل ہوئی۔ اُن آیت کے **الَّذِي يَكْذِبُ بِاللَّيَالِي** تو نے دیکھا وہ جو جھٹلاتا ہے انصاف برتا ہے کیا دیکھا تھے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوس شخص کو جو جھوٹ سمجھتا ہے وہ یہ کہ یا پھر کہ ان فودین دونوں مضمون میں آیا ہے اور بیان بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں اس لیے کہ یتیموں اور سیکسوں پر ظلم کرنا دین کے جھٹلانے کی علامت ہے کہ نہ دین میں اسکی سخت مخالفت ہے اور جزا کے مانسنے کی بھی نشانی ہے اس لیے کہ برہنہ کا مستند ہے وہ خدا سے ڈرتا ہے اور ایسے کام نہیں کرتا۔ اور اسطر جسے خطاب کرنے میں اس بات کا اثنا ہے کہ اگر کوئی دین کے جھٹلانے والوں کو علامت سے دریافت کرنا چاہے تو ان علامتوں پر خیال کرے۔ **قَدْ لَكَ الَّذِي يَدْعُ أَلَيْتَ كَوُ** سو وہی جو جوڑ دھکیلتا ہے یتیم کو۔ یعنی دین کا جھٹلانے والا وہی ہے جو سینہ زور می سے یتیم کو ڈھکیلتا ہے اور یتیم ب ضعیفوں سے زیادہ ضعیف ہے کہ خدا سال ہی ہوتا ہے اور تلاش معاش کی قوت بھی نہیں رکھتا اور حیلہ تو مدبر بھی ناواقف ہوتا ہے اور کوئی وارث بھی نہیں رکھتا۔ پس جو شخص ایسے مسکین ضعیف پر ظلم کرتا ہے تو یقین ہے کہ خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور اعمال کی جزا کا اعتقاد نہیں رکھتا۔ بعد بیان کرنے اس علامت کے ارشاد ہوتا ہے کہ یتیم پر ظلم کرنے کا باعث اس ملعون کا کمال نخل اور مال کی محبت ہے یہاں تک کہ **وَلَا يَخْشَى عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ** اور نہیں تا کہ کتنا محتاج کے کھانے پر۔ یعنی اپنے مال سے فقیرون کو دنیا تو کجا دوسروں کا فقیرون کھانا اوسے ناگوار ہوتا ہے۔ اور یہ اوس کا کمال نخل ہے اور جب معلوم ہوا کہ یتیم پر ظلم کرنا اور فقیرون کو کھانا دنیا باوجود اس بات کے کہ یہ دونوں عمل دین کے بڑے مرتبوں سے نہیں ہیں پر بھی دین کی تکذیب کا باعث ہوئے تو جو لوگ کہ دین کے

بڑے کاموں میں جیسے نماز اور زکوٰۃ ہے نفل کرتے اور خلل ڈالتے ہیں، انکا حال تو
 اور بھی زیادہ خراب ہو گا اس پر ایسے فرمایا ہے **فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ**
هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ ○ پہ نظر اپنی ہے، اول نمازیوں کی جو اپنی نماز
 سے بے خبر ہیں۔ یعنی قصداً کہ تمہیں یاد آگے وقت پر پڑھتے ہیں۔ یا نماز کی حقیقت سے
 غافل ہیں یہ نہیں جانتے کہ نماز کی مناجات ہے اور مقصد اوس سے کیا ہے اور
 لوگوں کے سامنے نماز پڑھنا اور بیٹھنا دیکھنے پڑھنا یا فریحت کے وقت نماز پڑھنا اور دنیا
 کام میں مشغول ہونے کے بھول جانا یہ سب بے ادبیان اور غصے ظاہر نہیں **الَّذِينَ**
هُمْ يَكُونُونَ ○ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ سب عبادتوں
 اور طاعتوں میں اپنی نمود کرتے ہیں اور فقط نماز ہی کو نہیں کھوتے بلکہ ہر جہاں کے
 اپنے تمام عملوں کو ضائع اور برباد کرتے ہیں اور یہ حقیقت میں کفر کی سخت قسموں سے ہے
وَيَكُونُونَ ○ اور یا تنگ دین بردار کی چیز۔ یعنی منہ کی تہ میں جتنے
 کی چیزیں ہوں۔ اور ماعون کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ زکوٰۃ
 جیسے ریازت کے نہیں ادا کرتے ہیں اور بعضوں نے لکھا ہے کہ پڑھ سیدوں اور محتاجوں
 کو گھر کا اسباب ملے دینا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو اپنے
 فرمایا کہ آگ اور پانی اور نمک ہے۔ اور فرمایا آپ نے کہ چھ کوئی کسی کو آگ دیتا ہو
 پھر چھ اوس سے پکنا ہے گویا کہ وہ اوستہ دیا۔ اور نمک بھی اسی طرح ہے۔
 اور جو کوئی پانی دیتا ہے ایسی جگہ کہ جہاں پانی کا قحط نہیں رہے تو یہ ایسا ہے جیسے
 پردہ آزار کیا۔ اور اگر ایسی جگہ ہے کہ جہاں پانی نہ پایا ہو تو گویا مردے کو زندہ کیا۔

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ كَيْتِلَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهٰی ثَلَاثُ اٰیَاتٍ

یہ سورت کی ہے امین میں آسمین اور بارگاہ گلے اور یہاں لیس حرف ہیں اور ایک
 رکوع۔ اسکے خواص یہ ہیں کہ جو شخص اس سے تمام عمر تک ایک ہزار بار پڑھے اسے

حق تو اے اب کو فرستے سیراب کر گیا۔ سبب اسکے نازل ہونے کا یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خیر بختہ اکبری رضی اللہ عنہما سے درجہ اجازت دے تھے
قاسم اور عبد اللہ اور یہ دونوں بچپن میں گزر گئے۔ پس کافریہ حال دیکھ کے طبع کے
طور پر کٹھن لگے کہ اس پیغمبر کی نسل منقطع ہو گئی اور اس کے بعد اسکے دین کا نام نہ
والا کوئی نہیں رہا۔ یہ سب ہے کہ اسکا دین جاتا رہ گیا۔ پس حق تعالیٰ نے اپنے حبیب
کی تسلی اور تشفی کے لیے یہ سورت نازل فرمائی۔ اور اس سورت کا نام سورہ کوثر ایلیہ
رکھا گیا کہ اس میں ذکر کوثر کا نام ہے جو دالالت کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال
بزرگی اور مرتبہ کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے پچھلے نبی اور رسول اور
پیاس کی حالت میں اس حوض کے پانی کے محتاج ہوں گے۔ اور کوثر لغت میں بہی
چیز کہ کہتے ہیں جو کثرت سے نکلا ہے اور بہاٹ اولاد کو بھی شامل ہے جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی اور اولاد کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری مجازی
سوان و دونوں قسموں کی کثرت آپ کو اس قدر حاصل ہوئی کہ اوسکا سوان حصہ بھی
کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہوا۔ اور علم کثیر کو بھی شامل ہے پس کثرت علم کی جو کچھ اس
است میں ہے محتاج بیان نہیں۔ اور عرف میں کوثر ایک خاص نام ہے اس حوض
جو قیامت کے دن حشر کے میدان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا
اور حقیقت میں وہ حوض ایک نمونہ ہے خیر کثیر کا اور اس حوض میں جنت کی ایک
نہر سے پانی آتا ہے اور وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور نام
اوسکا بھی کوثر ہے عرض اوسکا ایک مینے کے راستے کے برابر ہے اور کنارہ پر
موتیوں کے نیچے اندر سے خالی کیے ہوئے کپڑے ہیں اور آنحورے چاندی اور
سونے کے آسان کے تاروں کی طرح اوسکے کناروں پر چنے ہوئے ہیں اور گرد
گرد اوسکے درخت ہیں جنکی جڑیں سنہری اور شاخیں زردی ہیں۔ لکن پتھر اوسکے

موتی اور یاقوت ہین۔ اور مٹی اور سکی مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اور پانی اور سکا
شہد سے مٹھا اور دودھ سے سفید اور برف سے ٹھنڈا ہے اگر کوئی ایک بار ایک گھوٹ
اور سکا پیسے لذت اور مزا اور سکا کبھی نہ ہو لے اور نہ کبھی اس سے پیاس لگے۔
اِنَّا اعطٰیْکَ الْکُؤْثَرَ ۝ ہنہ دی بجگہ کوثر یعنی بیشک ہنہ دیا تجھ کو
حوض کوثر۔ اور وہ پیشہ کی نسبت اپنی طرف قربانی اسیلے کہ مخاطب پیغمبر بلند قدر
جنگی نظر بخشش اور نعمت پر مدحی بلکہ ان کا منظور نظر نعم اور بخشنے والے کی ذات
پاک کے سواے اور کچھ نہ تھا۔ پس گویا اسمین اشارہ اس امر کا ہے کہ ہر چند تیری
نظر بہت بلند ہے اور ان چیزوں کی طرف خیال نہیں ہے لیکن جو ہماری مدحی
ہے تو واجب التقیم ہے **فصل لرباک** سونماز پڑھ اپنے رب کے آگے۔ اس
بڑی نعمت کے شکر ادا کرنے میں۔ ہر چند کہ فکر کے مقام پر جو عبادت کرے وہ مقبول
ہے لیکن یہ نماز ایسی عبادت ہے کہ دنیا میں کوثر کا نمونہ ہے۔ یعنی اسمین مناجات
پروردگار کی شہد سے زیادہ مٹھی ہے اور انوار شعیبہ دودھ سے زیادہ سفید اور
وہ یقین جو اس سے حاصل ہوتا ہے برف سے زیادہ سرد ہے علیٰ ہذا القیاس۔ اور
چونکہ کوثر فرزندوں کے عوض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا تو لازم ہوا
کہ ایک اور شکر فرزند دینے کے شکر ادا کرنے کی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
طلب کرن اس واسطے فرمایا کہ **وَ اَحْكُمُ** اور قربانی کر دیا کہ اور لوگ فرزند عطا
ہونے کے بعد عقیقہ کی قربانی کرتے ہین۔ اور حقیقت ذبح کی یہ ہے کہ شکر الہی کے
مقام میں مال اور جاہ اور دوسری مرغوب چیزیں کا خرچ کرنا معمول سب آدمیوں کا ہے
لیکن جان دینا دستور نہیں ہے۔ اسی واسطے اس شریعت میں جان دینے کے
عوض جانور کا ذبح کرنا سفر ہے جو ظاہر میں مال دینے کی صورت اور حقیقت میں
حقیقت جان دینے کی ہوئی اور قربانی سوائے چار قسم کے جانوروں کی کسی اور پر

درست نہیں ہے ایک اونٹ دوسرے گائے تیسرے بھیڑ چوتھے بکری کہ حقیقت میں
فائدہ انسان کا انہیں چار قسموں سے ہے جیسے گھی دودھ بوجھ لا دنا کھیتی کرنا بخلاف
دوسرے جانوروں کے کہ یہ بات انہیں نہیں پائی جاتی۔ اِنَّ شَاۡنِكَ هُوَ
اَلْاَبْتَرُ ۝ بیشک جو پیری تیرا ہے وہی ربا بیچا کٹا۔ یعنی بے نسل۔ عرب کی اصطلاح
میں ابتر اسے کہتے ہیں جسکی نسل باقی نہ رہے۔ خلاصہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ نسل ظاہری
اور باطنی تمہاری تا قیام قیامت باقی رہے گی اور تمہاری امت کے لوگ منبروں اور مناروں
پر چڑھ کے تمہارا نام اللہ تعالیٰ کے نام ساتھ پانچ وقت پکارا کریں گے اور اسکے ساتھ
دروہ بھیجیں گے اور تمہاری محبت میں جاننا زبان کریں گے اور تمہاری قبر کی زیارت کے
لیے دور دور سے آئیں گے اور تمہارا دشمن ایسا گنہگار ہوگا کہ کوئی اس کا نام نہ لے گا۔

سُوْرَةُ الْكَافِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَهٰی سِتُّ اٰیٰتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں چھ آیتیں اور چھ بیس کلمے اور ننانوے حرف ہیں اور ایک رکوع۔
اگر اس سورت کو سات بار روزانہ پڑھے خلل ایمان سے محفوظ رہے۔ سب اسکے
خزول کا یہ ہے کہ قریش کے کافروں میں سے ایک جماعت نے جیسے ابو جہل اور
عاص بن وائل اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد یغوث وغیرہ نے حضرت عباس رضی
اللہ عنہ کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودوں
کی اطاعت کرو اور انکو بڑا نکمہ اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں انکی شفاعت کا اقرار کرو تو
ہم بھی تمہارے معبود کی بزرگی کے قائل ہوں اور اسکی عبادت کریں حق تعالیٰ نے
انکے جواب میں اپنے حبیب کے پاس یہ سورت بھیجی کہ قُلْ یٰۤاَیُّهَا
اَلْكَافِرُوْنَ ۝ تو کہ اے منکرو۔ یعنی کہ تو اے محمد صلعم کہ اے کافرو! لَا اَعْبُدُ
مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ میں نہیں پوجتا اسکو جسکو تم پوجتے ہو۔ کیونکہ معبود تمہارے پتھر یا
درخت یا آگ یا پانی یا ستارہ یا شیطان یا فرشتے یا جن یا ارواح ہیں اور میں ان سبکو

لائق عبادت کے نہیں جانتا۔ اور اگر تم اونکو معبود ٹھہراتے ہو یہ سمجھ کے کہ وہ معبود حقیقی کے مشابہ ہیں یا معبود حقیقی اور نہیں سا گیا ہے تو حقیقت میں تم عبادت نہیں کرتے مگر اسکو جو معبود نہیں ہے۔ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ اور نہ تم پوجو جسکو میں پوجوں۔ یعنی ہر چند کہ تم اپنے معبودوں کو صفات الہی کا منظر جان کے پرستش کرتے ہو لیکن صفات الہی کا ظہور مخلوقات میں اونکی استعداد کی فراخی کے موافق ہے اور کوئی مخلوق اس بات کی لیاقت نہیں رکھتی کہ صفات الہی کا محققہ اس میں ظہور فرمائے پھر اگر تم اون منظر میں کمال ظہور کا اعتقاد رکھتے ہو تو حقیقت میں اوس اعتقاد سے صفات الہی میں نقصان لازم آتا ہے۔ پس کسی طور سے ذات الہی تمہاری معبود نہیں ہے وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ اور نہ تمکو پوجنا جسکو میں پوجا کرتا ہوں۔ میں عبادت کرتا ہوں اسماے الہیہ کی اور تم عبادت کرتے ہو اسموں کی صورتوں کی اور اعلیٰ کی عبادت کرنے سے ادنیٰ کی عبادت لازم نہیں ہو جاتی۔ وَلَا أَنْتُمْ عِبَادُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ اور نہ تمکو پوجنا جسکو میں پوجوں۔ یعنی نہ تم پوجو والے ہو اوس چیز کے جسکو میں پوجتا ہوں۔ اس واسطے کہ تمہاری عبادت فقط اسموں کی صورتوں کو ہے اور میری عبادت اون اسموں کی حقیقت کی طرف رجوع ہونے والی لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ تمکو تمہاری راہ اور مجھکو میری راہ۔ یعنی تمہارے لیے تمہارا دین ہے جس میں سراسر اشتباہ ہے اور میرے واسطے میرا دین ہے جس میں کسی طرح کا التباس و اشتباہ نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ سورت چوتھائی قرآن کے برابر ہے ثواب میں تلاوت کرنے والے کے لیے۔ اور مسنون ہے کہ سنت فجر کا اول رکعت میں اس سورت کو پڑھے اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد مشہور لیون ہے کہ یہ سورت منسوخ ہے آیت قتال سے لیکن تحقیق یہ ہے کہ منسوخ نہیں ہے۔ اسکا پڑھنے والا کفر و نفاق سے محفوظ رہتا ہے اگر بکثرت پڑھتا

سُورَةُ النَّصْرِ مِثْلًا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَهِيَ ثَلَاثُ آيَاتٍ

یہ سورت مدنی ہے اس میں تین آیتیں اور انیس کلمے اور آٹھ سو تین حرف ہیں اور ایک رکوع
 اس سورت کا مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نزدیک ہونے کی
 خبر دیتا ہے اور امت کے رخصت کرنے کا حکم ہے۔ اور جب انبیاء سے وہ کام جو دنیا میں
 اوکھے ہونے پر موقوف تھے سرانجام پا چکے ہیں تو انکو رجوع الی اللہ اور عالم ارواح میں
 داخل ہونا ضرور ہوتا ہے اس لیے کہ یہ عالم فانی رنج و تکلیف اور نقصانوں کا مقام ہے اور اس
 قسم کی مقدس ارواح ان کے رہنے کی جگہ نہیں صرف ضروری کاموں کی تدبیر کے واسطے
 اس ناقص گھر میں انکو نازل کرتے ہیں اور بقدر ضرورت انکو بیان رکھتے ہیں۔ پس جب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء سے بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دیکھے خلافت کبریٰ
 کی انتہا کو پہنچایا اور اس کام سے فارغ ہوئے تو انکو اپنے حضور میں بلوایا اور ارشاد کیا کہ
 اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ - جب پہنچ چکی مدد اللہ کی۔ کافروں پر جہاد کے حکم سے اور منافقین
 اور بدعتیوں پر ہجرت اور دلیل قائم کرنے سے اور نفس پر ذکر کے غلبے اور اوسکی کثرت سے
 اور شیطان پر پرہیز گاری کے لازم پکڑنے سے وَالْفَتْحُ اور فیصلہ یعنی آئی فتح
 کلمے کی اور دوسرے کفر کے مقاموں کی وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ
 اللَّهِ أَفْوَاجًا اور تو نے دیکھے لوگ بیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج یعنی دیکھا
 تھے عرب کے لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے گروہ گروہ اور قبیلے
 قبیلے اور یہ بات اسطور سے ظہور میں آئی کہ ہجرت سے ایک سال کے بعد لڑنے بہرہ
 کی قوت حاصل ہوئی اور انصار جانبازیان کرنے لگے یہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا پھر
 بعد فتح مکہ کے بڑے بڑے ملک اور شہر کافروں سے لینا شروع ہو گیا اور نو دین و سو دین سال
 میں خلق کا رجوع ہونا اور پے درپے گروہوں اور قبیلوں کا اسلام میں آنا ظاہر ہوا چنانچہ
 بنی اسد اور بنی فزارہ اور اورہب سے قبیلے اور یمن و شام اور عراق کے لوگ اطراف

و جواب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں سے بعضوں نے نفس و شیطان کے جہاد پر اور بعضوں نے کفار اور منافقوں سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کربانہی اور طیار ہو گئے اور چار یا کبار تو ابتداء نبوت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں اور مشورے اور مددگاری میں دل و جان سے حاضر تھے اور آپ کے طور اور وضع ابتداء نبوت سے انتہائے خلافت تک کما حقہ دریافت کر چکے تھے پس اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نہ رہی تھی انہی واسطے آپ کا وقت رحلت قریب آیا اور آپ کو دوسرے امر کی طرف مامور فرمایا کہ **قِسْبِیْ جَمَلٍ رَّیْلٍ** اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں۔ اور یہ اشارہ ہے اس مرکا کہ عارف کے لیے بعدیہ اور سلوک کی انتہا کے ایک اور راہ کھولی جاتی ہے اور وہ یکتا ہونا عارف کا ہے اس کمال میں جو اسے حاصل ہوا ہے۔ **وَاسْتَغْفِرُہٗ** اور گناہ بخشوا اس سے۔ اور یہ اشارہ آ بات کا ہے کہ جب عارف تکمیل کے مرتبے کو پہنچا اور ہر طرح کے لوگ اس کے تابع ہوئے تو ادن لوگوں کی استعدادیں نقصان اور کمال میں بہت متفاوت ہوتی ہیں پس عارف کو چاہیے کہ ناقصوں کی تکمیل کے واسطے بخشش طلب کرے تاکہ ان کی استعداد اصلیت کے سب نقصان اس کے اتباع سے قیامت کے دن اس کے کمال استقلال کی طرف کھینچ جائیں اور یہی شفاعت کی حقیقت ہے۔ **إِنَّكَ تَوَّابٌ** بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔ ناقصوں کے حق میں اور تکمیل رحمت کی فرماتا ہے پس اس سے بعدین ہے کہ تیرے فرمانبرداروں کو تیرے طفیل سے کامل کر دے۔ یہ سورت آخری سورت اسکے بعد کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔ بعد اسکے نزول کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ جَمَلُكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي** منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سورت

وقف قلبی صلی اللہ علیہ وسلم

۴۵

سُنی تو روئے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں فرمایا کہ میں اس سورت میں غمزدگی
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پاتا ہوں اسی باعث سے مجھے رنج ہوا اور رونے لگا۔

سُوْرَةُ الْاَلْبَبِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَهِيَ خَمْسُ اٰیَاتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں پانچ آیتیں اور میں نے کلمے اور ان کا کسی حرف میں اور ایک رکوع۔ اگر
کیونکہ دشمن۔ بے دین سے ایذا پہنچے اور وہ اس سورت کو پڑھے تو اوس سے محفوظ
رہے اور دشمن خراب ہو۔ آسکے شان نزول میں لکھا ہے کہ جب آیت **وَ اِذْ لَعَنَّا**
اَلْقَرٰیْنِ یعنی ڈرا اپنے قریبی رشتہ داروں کو نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
گھر سے باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر گئے اور ہر ایک کو اپنے قریب رشتہ داروں سے
پکارا جب سب جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسی بات جو سمجھ میں نہ آتی ہو تم سے کہوں
تو تم یقین کرو گے۔ مثلاً میں کہوں کہ ایک بڑا شکر تھارے لوٹنے کے لیے اس پہاڑ کے
پیچھے کھڑا ہے تو تم مانو گے سب نے کہا کہ ہاں ہم مانیں گے۔ پس آپ نے فرمایا کہ میں تم کو
ڈراتا ہوں خدا کے اوس عذاب سے کہ اگر اطاعت میری نہ کرو گے اور قرآن شریف پر
ایمان نہ لاؤ گے تو تیرا آئینگا۔ ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوتیل چچا یہ بات سن کر
نہایت ہی نفرت کلمے آنحضرت کی شان میں کہنے لگا اور بولا کہ تو نے صرف اتنے ہی کے
واسطے ہم کو بلایا تھا ہلاکت باد ترا۔ پس یہ سورت اوس مریہ و د کے جواب میں نازل ہوئی
تَبَّتْ یَدَا اَبْنِیْ کَھَبٍ ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے۔ یعنی ہلاک ہو گئے۔
اوس کے عمل اور اعتقاد۔ اور یہی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہاتھوں سے عمل نیک و بد۔
مراد ہوں **وَتَبَّتْ** اور ٹوٹ گیا آپ۔ یعنی ہلاک ہو گیا وہ خود۔ اور اوس کے اعتقاد
اور عملوں کی ہلاکی اوس کی ذات کی ہلاکی کا باعث ہوئی۔ یہاں تک کہ کوئی سبب اوس کی
درستی کا نہ رہا۔ **مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهُ وَمَا کَسَبَ** کام نہ آیا اوس کے
مال اور سکا اور جو کمایا۔ جیسے نام اور جاہ اور اولاد اور نوکر چاکر اور دوست آشنا۔

سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ اب پیھیگا ڈیگ ارنی آگ میں۔ یعنی مرنے کے ساتھ ہی اوسکو بڑے شعلے والی آگ میں ڈالین گے اور اوسکے لیے قیامت کے آنے کا انتظار نہ کریں گے اسواسطے کہ کفر اور کافروں کے کفر سے بہت زیادہ ہے کیا یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اور آپ کی نیک خصلتوں اور سچائی اور دیانت سے بخوبی واقف تھا اور باوجود اسکے آپسے نہایت دشمنی رکھتا تھا۔ **وَاقْرَأْ** **حَمَلَةَ الْخَطَبِ** ۝ اور اوسکی جو دوسری بیوی تھی۔ یعنی دوزخ میں بدلا اوسکا جو دنیا میں کرتی تھی وہ یہ کہ کائناتوں کے گٹھے لالاکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ڈلتی تھی۔ **فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ** ۝ اوسکی گردن میں رستی ہے مویج کی۔ یعنی اوس عورت کی گردن میں جو زور و جواہر گے پہننے کی جگہ ہے رستی ہے کھجور کی جھال کی خوب بٹی ہوئی جسکی خاصیت یہ ہے کہ پسینے میں بھگنے سے اینٹھتی ہے اور گلا گھوٹ دیتی ہے اور اسطیو سے وہ بد بخت مری۔ واللہ اعلم

ع ۶

سُورَةُ الْاٰخِلَافِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ وَهٰی زُبْرُ اٰیَاتٍ

یہ سورت مکی ہے اس میں چار آیتیں اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہیں اور ایک کوع اسکے خواص میں لکھا ہے کہ جو شخص اس سے ہزار بار پڑھے قید سے خلاصی پائے۔ اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ کافروں کے سرداروں کے ایک گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤں کو تو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور کمزوری بیان کرتے ہو اور بہت سے عیب و ذمیں بتاتے ہو۔ بھلا یہ تو کہو کہ تمہارا خدا کیا صفت رکھتا ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اوس سے کیا چیز پیدا ہوتی ہے اور اصل و فرع اوسکی کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا کہ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام یہ سورت لائے اور اس سورت کو سورۃ اخلاص سواسطے کہتے ہیں کہ یہ سورت مسلمانوں کے دلوں کو

معرفت حق کے لیے خالص کرتی ہے اور آدمی کی معرفت کی انتہا حق تعالیٰ کی حقیقت اور کُنہ کی دریافت میں یہ ہے کہ اسکی ذات پاک کے خواص دریافت کر لے اور اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس بسیط ہے یعنی جزا اور ٹکڑے اوس میں نہیں پائے جاتے اور اوسکے وجود کا بھی کوئی سبب نہیں ہے۔ اور ہر چیز کے دریافت کرنے کا طریقہ عالم میں چار طور پر منحصر ہے۔ ایک اس کے مادے کا دریافت کرنا کہ اصل اسکی کیا ہے۔ دوسرے اسکی صورت کس طرح کی ہے۔ تیسرے اسکی علت کیا ہے۔ چوتھے وہ چیز کس کام کی ہے اور غرض اوس سے کیا ہے۔ سو حق تعالیٰ کی جناب میں پہلے تینوں طریقہ ممکن نہیں پس ضرور ہوا کہ چوتھے پر اتکا کیا جائے۔ لیکن جناب الہی کی پاکیزگی کا بیان کرنا ضرور ہوا تاکہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہو۔ پس اللہ کا لفظ تمام غرضوں کو مثال ہے جو عالم کی نسبت اسکی ذات پاک سے خیال کی جاتی ہیں جیسے خالقیت اور رزق اور داد و دہش اور معبود ہونا اور سوا اسکے اسی واسطے اللہ کے لفظ کو سرنامہ اس سورت کا کیا تو گویا یہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہ ہے کہ معبود اور سپہ کرنے والا اور بنانے والا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنے والا اور بارنے والا اور سب عالم کے ضروریات اسی سے پائے گئے ہیں اور آخر تک اسی سے تعلق رکھیں گے۔ اور چونکہ یہ بات عوام کے خیال میں علیحدہ علیحدہ مشترک تھی ایسے صفات سلبیہ کا اس کے ساتھ ملانا ضرور ہوا تاکہ وہ اشتراک وہمی بھی دور ہو جائے اور توحید خالص حاصل ہو۔ قُلْ - تو کہہ - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم **هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** وہ اللہ ایک ہے۔ یعنی وہ جسے تم پوجتے ہو اللہ کی ذات ہے جو سب کمال کی صفات کی جامع ہے اور جو کچھ عالم میں دیکھا یا سنا جاتا ہے سب اوسکی حیات اور علم اور ارادے اور قدرت اور کلام اور سمیع اور بصیر سے ہے اور سوا اس کے جو جو اہر و اعراض پائے جائیں سب اوس کی وجود سے ہیں یکتا ہے یگانہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور احد وہ ہے کہ کسی طرح سے قسمت اوس میں

نہو سکے اور یہ بات خاص اوس ذات پاک میں پائی جاتی ہے اور کسی میں نہیں۔
 اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ اللہ زاد بار ہے۔ کھاتا پیتا نہیں۔ اور صمد کے معنی حضرت امام
 جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اسطور سے بیان فرمائے ہیں کہ صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج
 نہو اور سب اوسکے محتاج ہوں۔ اور وجود کا سلسلہ بغیر ایسی ایک ذات کے جو صمد کی
 صفت سے موصوف ہو قائم نہیں رہ سکتا اس واسطے کہ عالم میں بالکل احتیاج کی بھی
 جاتی ہے اور جب ہر چیز دوسرے کی محتاج ہوئی تو ضرور ہوا کہ ایک ذات ایسی ہو کہ
 سبکی احتیاج اوسکی طرف منتہی ہو اور وہ محتاج کسی کی نہو۔ اور اگر ایسا نہو تو احتیاج کا سلسلہ
 منقطع نہو۔ پس حقیقت میں اوس ذات پاک کے خواصوں میں سے دو چیزیں بیان
 بیان ہوئی ہیں ایک احد ہونا دوسرے صمد ہونا اور باقی صفتیں انھیں دو صفتوں سے
 نکلی ہیں۔ لَمْ يَلِدْ ۝ نہ کسی کو جنما۔ اس واسطے کہ اگر کسی چیز کو جنم تو حقیقت میں وہ چیز
 اوسکی شریک ہو جائے اور جب شریک ہوئی تو اوستے بے پروائی حاصل ہوئی اور جب
 اوس سے بے پروائی حاصل ہوئی تو وہ صمد نہو۔ وَلَمْ يُولَدْ ۝ نہ کسی سے جنما
 اس واسطے کہ اگر کسی سے جنما ہوتا تو اوسکا محتاج ہوتا اور جب محتاج ہوتا تو صمد نہ رہتا۔
 وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ اور نہیں اوسکے جوڑ کا کوئی۔ یعنی نہیں ہے اوسکے
 لیے کوئی برابر ہی والا۔ اس لیے کہ اگر اوسکا کوئی ہمسر ہوتا تو وہ دونوں ایک چیز میں شریک
 ہوتے اور دوسری چیز میں دونوں علیحدہ علیحدہ خاص ہوتے تو اوسکی ذات یگانہ نہوتی
 اور بعضے علمائے کہا ہے کہ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اوسکی نفی احد کے لفظ
 سے فرمائی اور کبھی شرکت مرتبہ اور منصب میں ہوتی ہے اوسکی نفی لفظ صمد سے
 فرمائی۔ اور کبھی شرکت نسب میں ہوتی ہے اوسکی نفی لم یلد ولم یولد سے کی اور کبھی
 شرکت کام اور تاثیر میں ہوتی ہے اوسکی نفی لم یکن لہ کفو احد سے کی۔ اور اسی سبب سے
 اس سورت کو سورہ اخلاص کہتے ہیں۔ اور اس کی نسبت حدیث میں ہے کہ یہائی قرآن کے برابر ہے

سورة الفلق منقہ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | وحی خمس آیات

یہ سورت مدنی ہے اسمین پانچ آیتیں اور تیس کلمے اور تتر حرف ہین اور ایک کوع۔
یہ دونوں سورتیں یعنی سورہ فلق اور سورہ ناس خوف و خطر سے محفوظی اور سحر و جادو
اور اور بلاؤں کے دفعیے کے لیے نہایت سریع التأثير ہین۔ اور فلق لغت میں صبح کی سفیدی
کو کہتے ہین جو رات کے اندھیرے کو بچھاڑ کے ظاہر ہوتی ہے اور رات کی تاریکی سے
صبح کا ظاہر ہونا ایک نمونہ ہے وجود کے ظہور کا نیستی کے پردے سے اور رات کی
تاریکی نیستی کا نمونہ ہے۔ پس نسب برائیان نیستی کے ساتھ منسوب ہین اور ہستی کا نور اوس
برائیوں کا دفع کرنے والا ہے۔ اور یہ سورت سب برائیوں سے پناہ مانگنے کے لیے
تازل ہوئی ہے لہذا اسکی ابتدا میں نور کے ظہور سے اشارہ ہونا ضرور ہو اچھا کہ فرمایا کہ
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ تو کہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی۔ یعنی تو کہ اے
پناہ لینے والے کہ میں پناہ لیتا ہوں فلق کے رب کی۔ اور فلق کی تخصیص یہاں پر اسلیے
ہے کہ مخلوقات کی بُرائی اکثر اُنکی اصلی خباثت کے سبب سے ہوتی ہے اور چونکہ
ربوبیت اللہ تعالیٰ کی اصل دفع و دون پر محیط ہے تو شر کے دفع ہونے کے واسطے
اصل کی طرف التجا ضرور ہوئی۔ چنانچہ اگر کسی کو کسی کے نوکر سے خوف ہوتا ہے تو وہ
اوسکے آقا کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر اوس سے بھی کشاکش ہوتا ہے تو اوس آقا کے
آقا کی طرف رجوع ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ آقائی کا سلسلہ تمام ہو جائے اور یہ سلسلہ
تمام نہیں ہوتا مگر رب کے پاس پس اسی واسطے پہلے ہی سے التجا کی تعلیم رب ہی کی
طرف فرمائی تاکہ جگہ اسٹ جائے۔ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ ہر چیز کی بُرائی
سے جو اوسنے بنائی۔ پس معلوم کرنا چاہیے کہ پروردگار عالم کی مخلوق میں قسم کی قسم
اکٹ وہ سمیر خیر غالب ہے اور شر مغلوب بلکہ معدوم جیسے مقرب فرشتے اور انبیاء
علیہم السلام اور لیاے کرام۔ دوسری وہ کہ جنہیں بُرائی غالب ہو اور بھلائی مغلوب

یاسدوم جیسے شیطان اور دوسرے موزی آدمی یا جن اور درندے اور چارپائے اور کیرٹے مکوڑے جیسے سانپ اور کچھو۔ تیسری کہ جہنم خیر و شر دونوں موجود ہیں جیسے دنیا کا مال اور جو روپکے اور اور دوسرے اسباب کہ کبھی کسی کے حق میں شر ہوگا میں اور کبھی کسی کے حق میں خیر پس شر با خلق سے دونوں قسموں میں وہ بدی مراد ہے جو انہیں موجود ہے اور قسم اول کی نسبت جو مطلقہ بدی نہیں رکھتی دوسری چیزوں کے نزدیک ہو جانے کے اعتبار سے ہے۔ جیسے عبادت کا شر یا اور ایمان کا شر یا اور اور انبیاء علیہم السلام کا شر اور انکی تکذیب اور نافرمانی اور اولیاء اللہ کا شر اور انکی اور سخت سے محروم رہنا۔ اور اسی واسطے کہا ہے کہ خیر کی بُرائی اوس میں دیر کرنا ہے اور عمل نیک کی بُرائی اوس میں قصور کرنا ہے۔ اور اس طرح کی نسبت جائز ہے جیسے کہتے ہیں بھول کا شر کا ثاب ہے اور خزانے کا شر سانپ اور حسن کا شر بد خوئی۔ اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ شر با خلق سے بدترین مخلوقات یعنی شیطان مراد ہے جو منشا تمام شرور کا ہے۔ ایلے پہلے اوسی سے پناہ مانگنے کا بیان ہوا۔ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے۔ اور گہرے۔ اور یہ اندھیرا کبھی ظاہری ہوتا ہے اور کبھی باطنی۔ ظاہری جیسے رات کا اندھیرا کہ اوس میں بہت سی بُرائیاں ظاہر ہوتی ہیں ایک تو جنات کے شیطانوں کا پھیل پڑنا ہے کہ اندھیرے کے باعث طیل میں آتے ہیں اور چمکا ڈرون کی طرح اپنے اپنے ٹھکانوں سے نکل کے پھرتے اور لوگوں کو ایذا دیتے ہیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں وارد ہے کہ رات کے وقت اپنے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکلنے دو کہ وہ شیطانوں کے منتشر ہونے کا وقت ہے اور علاوہ اسکے دوسرے درندے اور موزی جانور اور کیرٹے مکوڑے اپنے اپنے مقاموں سے نکلتے اور ایذا دیتے ہیں۔ چور اپنے کام میں مصروف ہوتے ہیں جادوگر اپنے جادو کے ذور میں ہوتے ہیں۔ فسق و فجور والے گناہوں میں مشغول ہوتے ہیں

اور باطنی اندھیرا کئی قسم کا ہے مگر اون سب میں بڑھکے وہم کا اندھیرا ہے جو عقل کے نور پر غالب آتا ہے اور اشیا کی حقیقت کو نظر سے چھپا دیتا ہے اور اسی کی شاخیں کفر کا اندھیرا اور گناہ اور اخلاق بد اور بُری صحبتوں کا اندھیرا ہے۔ پس اس آیت میں ان سب تاریکیوں سے پناہ کا بیان ہے۔ **وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ** اور بدی سے عورتوں کی جو گراہوں میں پھونکین۔ یعنی خبیث نفسوں کی شر سے جو شیطانوں کے نام چنے اور ان کے کلموں سے توسل کر کے جانوں اور بدون میں تاثیر کرتے ہیں اور یہی معنی سحر کے ہیں۔ **وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ** اور بدی سے بُرا چاہنے والے کی جب لگے ہونے۔ یعنی حسد کرنے والے کی بُرا سے جب اپنے حسد کو ظاہر کرے اور موافق اوکے عمل میں لائے۔ اور یہ قید ایسے ہے کہ حاسد جب تک لگتا ہے حسد کو چھپاتا ہے اس چیز کا ضرر اس کی طرف نہیں پہنچتا ہے اور یہاں سے معلوم ہوا کہ حسد سب برائیوں سے زیادہ بُرا ہے۔ اور جو شر کہ تمام عالم میں پیدا ہوتا ہے وہ یا تو ارادے اور اختیار والوں سے ظاہر ہوتا ہے جیسے لوٹ قتل ظلم تاوان لینا اور سحر اور سوا اسکے۔ یا غیر ارادے اور اختیار والوں کی طبیعتوں سے جیسے پانی میں ڈوبنا اور آگ میں جلنا اور سوا اسکے۔ مگر سب بدیوں سے زیادہ ارادے اور اختیار والوں کی بدی ہے اور جڑان سب کی حسد ہے۔ اسی لیے کہا ہے کہ اول گناہ جو آسمان میں واقع ہوا حسد تھا ابلیس کا حضرت آدم علیہ السلام سے اور اول گناہ جو زمین میں واقع ہوا قاتل کا حسد تھا ہابیل سے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | **وہی ست آیات** | **سورۃ الناس مکیۃ**

یہ سورت مدنی ہے اس میں چھ آیتیں اور میں کلمے اور اسی تحریف میں اور ایک رکوع ختم اصل رکھا سورہ فلق میں مذکور ہو چکا۔ اور اس سورت کو سورہ ناس یا سئلے کہتے ہیں کہ حقائق الہیہ اور کونیہ جو انسان کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اس میں مذکور ہیں۔ اور ان

دونوں سوہ توں کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ لبید بن عاصم یہودی نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور آپ اوسکے سحر سے بیمار ہو گئے تھے۔ بعضے وقت آپ یہ سمجھتے تھے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ وہ کام آپ سے نہیں ہوا تھا۔ جب اس عارضے کو چھ مہینے ہو گئے تو ایک رات آپ کو خواب میں معلوم ہوا کہ دوفرشتے آئے ایک انہن سے آپکے سر ہانے بیٹھا اور دوسرا پائنتی اور آپس میں باتیں کرنے لگے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس رسول کو کیا بیماری ہے اوسنے کہا کہ انپر جادو کیا گیا ہے۔ پھر اوسنے پوچھا کہ کسے جادو کیا ہے دوسرے نے کہا کہ لبید بن عاصم نے انکا بال انکی کنگھی سے لیا ہے اور کنگھی کے دندانوں میں کسان چلے سے گیارہ گراہین لگائی ہیں اور اوسکو کھجور کے پھول کے خلاف مین پیٹ کے بیروا میں پتھر کے نیچے دبا دیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو اوسے تو اوس کوین کی طرف تشریف لے گئے اور اپنے یاروں میں سے دو شخصوں کو اوقاف آتا رہا وہ پتھر کے نیچے سے اوسے نکال لائے اور جبرئیل علیہ السلام یہ دونوں حضور کے نازل ہوئے ان دونوں میں گیارہ آیتیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک آیت پڑھ کے ہر گز پر پھوکنے شروع کیا یہاں تک کہ سب گراہین کھل گئیں اور آپکو صحت کامل حاصل ہوئی۔ اور معوذتین پر قرآن شریف کے تمام ہونے پر نکتہ یہ ہے کہ جب نعمت تمام ہوتی اور کمال کو پہنچتی ہے تو سوائے دشمنوں کے حسد اور فریب کے اور کوئی خوف نہیں رہتا اسلئے یہ مقام استعاذے کا تھا اور ان دونوں میں عمدہ طور سے استعاذے کا بیان ہے۔ **قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ** ۱ تو کہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی۔ یعنی کہ تو اے کہنے والے اگر شیطان کی شر سے پناہ چاہتا ہے یہ کہ میں پناہ لیتا ہوں آدمیوں کے پروردگار کی۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کی پرورش تمام مخلوقات کو شامل ہے لیکن جو تربیت کہ آدمیوں پر واقع ہے وہ کسی

دوسری مخلوقات پر نہیں۔ اور تفصیل اس حال کی یہ ہے کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی اور گویائی اور بینائی یہ سب حضرت الوہیت کی صفات کا پر تو ہے اور برودت اور رطوبت اور میوہست اور حرارت یہ سب اربع عناصر کے بدلے ہیں۔ اور وجود میں مرکب ہونے کے سبب سے معدنوں کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اور بڑھنے میں درخت کے مشابہ ہے اور حرکت اور خیال اور وہم اولیٰ اور رنج میں حیوان کے مانند ہے۔ جیسے غصے اور جرأت کے وقت میں درندے اور پھاڑنے والے سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور شہوت اور حرص کے وقت میں چارپائے چرنے والے کے مانند ہوتا ہے۔ اور کروز فریٹ چیلے ہانے اور نیک بختوں کے خراب کرنے میں مثل شیطان کے ہے۔ اور بندگی اور پائی میں مقرب فرشتوں کے مانند اور حکمتوں کے جمع ہونے میں لوح محفوظ کے مانند ہے اور چیزوں کی صورتیں جو شاگردوں اور مریدوں کے دلوں میں اسکی تاثیر کے سبب سے ثابت ہو جاتی اور قرار پکڑتی ہیں انہیں علم اعلیٰ کے مانند ہے۔ خلاصہ کہ آدمی کی ابتدا اور انتہا کے تفاوت کو دیکھنا چاہیے کہ نطفہ ایسی نکلتی چیز سے تو ابتدا ہوتی ہے پھر بعد بلوغ کے ولایت اور نبوت کے مرتبہ کو پہنچتا ہے اور کمان سے کمان ترقی کر جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر غور کرنا چاہیے کہ کیا تھا اور کیا کر دیا۔ **مَلِکِ النَّاسِ** ۱؎ لوگوں کے بادشاہ کی۔ اس صفت میں یہ اشارہ ہے کہ آدمیوں کو روح تدبیر کرنے والے عنایت ہوئی ہے اور قوت مدد کے اور محرکہ میں اس روح کو تصرف اور دخل دیا ہے۔ پس روح آدمی کی بدن کے عالم میں بادشاہ مطلق ہے اور سب بدن اور کائنات آباد کے مانند ہے اور قوتیں مرکہ اور محرکہ اسکی فوج و سپاہ میں اور یہ سب ایک کارخانہ ہے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے کارخانوں میں سے۔ **إِلَہِ النَّاسِ** ۲؎ لوگوں کے معبود کی۔ یہ صفت اشارہ اس بات کا ہے کہ آدمیوں میں حق تعالیٰ کی معرفت اور عبادت اور اسکا قرب حاصل

کرنے کا شوق اور ملکی اصل پیدائش میں امانت رکھا ہے اور اسی پیدائشی شوق سے سب سے ہر گروہ آدمیوں کا اس کام کی تلاش میں سرگردان اور پریشان ہے اور یہ شوق اور گرفتاری تمام مخلوق کی ایک کڑھ ہے اور ملکی معبودیت کے کڑھ میں سے اور بعض مفسرین نے ان تینوں صفوں کے اس طور سے ذکر کرنے میں بیان کیا ہے کہ آدمی بچپن کی حالت میں اپنے پرورش کرنے والے کے سوا دوسرے کو نہیں پہچانتا اور بھوک اور پیاس اور خوف کے وقت میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہے اس واسطے لڑکا اس وقت میں ماں باپ کو پکارتا اور انہیں سے فریاد کرتا ہے اور جب جوان و عاقل ہوتا اور دیکھتا ہے کہ ماں باپ بھی میری طرح بادشاہ یا امیر اور پڑا کے محتاج ہیں تو اسکے بھی دلمیں یہی بات بیٹھ جاتی ہے۔ اور جب اس حالت سے سبھی آگے بڑھتا اور دیکھتا ہے کہ بادشاہ امیر بھی اکثر چیز و نمین اختیار نہیں رکھتے بلکہ عالم غیب کی طرف التجا کرتے اور وہاں سے اپنے مطلب کے حاصل ہونے میں مدد مانگتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب میری طرح محتاج ہیں اور دنیا کا کارخانہ دوسرے سے تعلق رکھتا ہے جسے آگے کہتے ہیں۔ پس ان تینوں صفوں کے لانے سے یہ اشارہ ہوتا ہے کہ اگر بندہ بچے کا سا مزاج رکھتا ہے اور سگوار بوسیت اور پرورش کے اور کچھ نہیں چاہتا تو میں بھی یہ صفت رکھتا ہوں اسے چاہیے کہ میری طرف التجا کرے کہ میں رب الناس ہوں اور میری روبرو سیت اور پرورش عام ہے بخلاف ماں باپ کے کہ ان کی پرورش اپنے بچوں کے لیے خاص ہے۔ اور اگر حد بلوغ کو پہنچا ہوا اور بادشاہ یا امیر کو سب کاموں کا مالک بادشاہ ہے تو یہ صفت بھی مجھ میں چاہیے ویسی موجود تو ہے اس واسطے کہ سلطنت میری سب آدمیوں بلکہ تمام دنیا پر ہے۔ اور اگر تجربے سے معلوم کر لیا ہے کہ بادشاہ امیر اور ماں باپ سب دوسرے کے محتاج ہیں جسے آگے کہتے ہیں تو میں اور دن رات اسی کو جپا کرتے ہیں تو اس صفت سے بھی میں موصوف ہوں اسے

خلاصہ یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں اوس کی جناب پاک میں التجا لیلنا چاہیے اور بیچ کے سببوں اور وسیلوں پر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ کسی سے نہ برائے کچھ کام جان چہ خدا مہربان ہو تو کل مہربان ہو۔ **وَمِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَافِیِّ** یعنی جو سنا کرے۔ یعنی خیال فاسد کے اثر سے اور یہ اعوذ سے متعلق ہے یعنی پناہ لیتا ہوں میں فاسد خیالات کی بدی سے جو کئی طرح سے نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایک مزاج کے فاسد کرنے سے دوسرے نفس کی تدبیر میں تیسرے معرفت میں چوتھے عبادت میں پانچویں حق تعالیٰ کی نزدیکی کے سبب نہین اور آدمی کو ابتداء سے عمر سے انتہا تک یہی کام درپیش ہیں اور جب ان کاموں میں خلل پڑا تو عمر اوسکی برباد گئی۔ **الْخَنَّاسِ** اور چھپ جائے۔ اور یہ وسواس کی صفت ہے اوسکے صاحب کے اعتبار سے اس واسطے کہ شیطان کی پیدائشی یہ بات ہے کہ حق تعالیٰ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت اور فرشتوں کے سامنے سے بھاگتا ہے اور اس صفت کا ذکر اس لیے ہے کہ شیطان مردود سے بچنا بہت مشکل ہے اور اوسکی بدی سے محفوظ رہنا سدا اسکے کہ رب الناس کی جناب میں التجا لیلنا چاہئے دوسری صورت سے ممکن نہیں اس واسطے کہ چھپے ہوئے دشمن سے ہر وقت درہر لحظہ بچنا مشکل ہے مگر اوس ظاہر اور پوشیدہ کے جاننے والے پر یہ سب آسان ہے **الَّذِیْ یُوسِّوْهُ فِی صُدُوْرِ الْنَّاسِ** وہ جو خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں۔ یہ دوسری صفت ہے وسواس کی۔ یعنی وہ فاسد خیال ڈالنے والا جو بڑے بڑے وسوسے ڈالتا ہے آدمیوں کے سینوں میں۔ اور سینے کی تخصیص اسوجہ ہے کہ اس جگہ نفس نامطقہ کے آثار حیوانیت سے مخلوط ہو کے فساد کو قبول کر لیتے ہیں برخلاف دوسرے اعضا کے کہ ان میں بڑے خطرون کی جگہ نہیں ہے اور دماغ میں اگرچہ فساد ہو سکتا ہے لیکن اکثر اسکا فساد نفس حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہے جیسا کہ اس حکمت کے جاننے والے

پر پوشیدہ نہیں ہے۔ **مِنَ الْجِنَّةِ** جنوں میں۔ یعنی وہ فاسد خیال ڈالنے والا خواہ جن کی قسم سے ہو۔ جیسے شیطان کہ دہوئیں کے غلبے کے سبب سے پیدا شدہ تاریکی اور سین گھسی ہوئی ہے اور فاسد مشورے اور انتظام کی بگاڑنے والی تدبیریں۔ اسکی طبیعت کو لازم ہیں اور آتش مزاجی اور اسکی لطافت کے سبب سے ان جسموں کا انسان کی حیوانی روحوں میں درآنا بہت جلد آسان ہوتا ہے اور اسکا اثر روحوں کو پہنچتا ہے اور اس کے سبب سے بدن میں حرکت اور سکون ظاہر کرتے ہیں اور گناہ اس نے ظاہر ہوتے ہیں اسبواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان خون کی طرح آدمی کی رگ و پو میں دوڑتا ہے اور شیطان کے وسوسوں کی حد و انتہا نہیں ہے لاکھوں طریقوں سے بہکاتا اور فریب دے دیکے گمراہ کرنا چاہتا ہے۔

مع

وَالنَّاسِ اور آدمیوں میں۔ یعنی وہ وسوساں ڈالنے والا لوگوں کی قوت ستخلیہ ہو جو فاسد اعتقاد اور شہوت اور غضب کے غلبے سے جھوٹے خیال تمام روحوں اور قوتوں میں ڈال کے طبیعت یا نفس کی تدبیر میں فساد یا عبادت اور تقرب کے سببوں میں سستی یا معرفت میں خطا کا سبب پڑتا ہے۔ واضح ہو کہ ناس کا لفظ اس میں پانچ جا واقع ہے مگر لہاب والے نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے اس لیے کہ پہلے مقام پر ناس کے لڑکے مراد ہیں اور تربیت کا ذکر جو پرورش کے معنی میں ہے ان کے حال کے مناسب ہو اور دوسرے مقام پر جو ان مراد ہیں اور ملک لفظ جو سیاست پر دلالت کرتا ہو ان کے مناسب حال ہو۔ اور تیسرے مقام پر جو بڑے مراد ہیں اس لیے کہ ان کا لفظ طاعت اور عبادت پر مبنی ہے جو ان کے حال کے بہت مناسب ہو اور چوتھے مقام پر صلحاء مراد ہیں کیونکہ اکثر شیطان نیکوں کے بگاڑنے پر کمر باندھ رہتا ہے اور پانچویں مقام پر فساد اور شیطانی مراد ہیں جن کا کام بہکانا اور وسوسہ ڈالنا ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال وھو الکبیر المتعال و صلے اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و الوصی ابیہ اجمعین

خاصۃ الطبع مع قطعۃ تاریخ از جناب مولف دام غیضہ

محمد مجید ہے خاص یزدان کو	نطق بخشا ہے جسے انسان کو
جس نے ہیجا کلام پاک اپنا	جس نے بتلایا نام پاک اپنا

پاس بقیاس حضرت رب العزۃ جل جلالہ و عہد نو الہ کو زیبا ہے جسے انسان کو ایک شست خاک سے بنا کے اور فہم و ادراک عطا فرما کے مرتبہ افلاک کو پونچھایا۔ اور درجہ خلافت کبریٰ سے سرفراز کیا۔ اتحق یہ رتبہ کس مخلوق نے پایا کہ حکم حکم شناسا۔ روح عالم نے صدور فرما کے اس کا لبہ خاک کو فرشتوں کا ہم رتبہ بنایا۔ تعالیٰ شانہ علو الکبریا اور درود نامہ و جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم پر جنوں نے کافۃ انام کو ظلمت کفر و شرک سے پاک کر کے نور اسلام سے منور فرمایا اور اس کلام خداداد عالم پونچھا کے مومنین باصدق و یقین کو موزو و مزاج صمدی بنایا۔ اللہ و صل و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ تفضلتہ و تسلیما کثیرا کثیرا۔ بعد حمد و صلوات کے جلد اہل اسلام کو واضح ہو کہ افضل العبادات تلاوت کلام ربانی ہے۔ اور سجا آوری احکام فرقانی۔ جس کے فضائل کتب حدیث میں بے انتہاء کو رہیں اور خاص کلام الہی میں مسطور۔ آدنی فیضان اور سایہ ہے کہ تلاوت کنندہ ایک ایک حرف کے بدلے دس دس نیکیاں پاتا ہے اور مورد الطاف الہی ہو جاتا ہے۔ پس جاے غور و فکر کہ جب صرف تلاوت کرنے کے لیے یہ انعام و اکرام میں تو مطالب کو سمجھ کے اونکی پیروی کرنے والوں کے لیے کیا کیا عز و احتشام مہنگے۔ لیکن یہ بات بغیر حصول علم کے ممکن نہ تھی اسلئے علمائے اعلام اور فضلاء کرام نے ہر زبان میں تفسیریں لکھیں اور جو ہر علم کے کھائے۔ تاکہ ہر کس و نا کس اونکے دیکھنے اور پڑھنے سے فیض اٹھائے۔ مگر چونکہ اس زمانے میں بڑی بڑی تفسیروں کے دیکھنے کا بوجہات چند در چند لوگوں کو اتفاق کم ہوتا ہے اور اشغال گونا گوں سے زمانہ مہلت نہیں دیتا

لہذا صاحب کے شاگرد ہی خواہ انام ترغابہ جو سے اہل سلام تقبول بارگاہ منان و اہل بیت
حافظ محمد عبدالسار خان صاحب آس ناپچر خاکسار نورہ بمقدار ایشیم محمد علی بیک
تفسیر تین پاروں اور تیرہ سو تو کی زبان صاف اردو میں کتب مستبرہ تفسیر سے اقتباس
کر کے اس طور سے لکھی کہ اوسکے معانی و مطالب کا فہم ہر شخص کم علم پر آسان ہو اور اُسکے
سمجھنے سے ہر ایک شادان۔ تازی فہم مطالب مقاصد سے نازوں میں رونالطف پائیں
اور اطفال غریب چوٹی چوٹی سورتوں کے مسنون اور مطلبوں سے واقف ہو جائیں
حاجت مند ہر سورت کے فضائل اور خواص معلوم کر کے اپنے مقصد کے لیے جس سورت
کو چاہیں و رو بنائیں۔ ترجمے کے شائق ترجمہ علیحدہ ملاحظہ فرمائیں۔ اور خلاصہ مطلب
ہر آیت کا علیحدہ سمجھتے جائیں۔ شان نزول کی واقفیت سے تلاوت میں ذوق و شوق
بڑھے۔ اور سچے قصوں اور حالات سکے سننے سے ہر ذی ہوش عبرت پکڑے۔ احکام
قرآنی اور فرمان ربانی اہل سلام سمجھیں اور صدق دے سجالات میں اور دونوں جہان
میں فرمانبرداری خدا و رسول سے رحمت ابدی کے مستحق ہو جائیں۔ شکر خدا کہ یہ مدد
دہی ایک عرصہ کے بعد برآیا اور شاہد مدعا نے جلوہ نمود دکھایا۔ اور حافظ صاحب
مدوح الاوصاف نے بصر زکیر اس تفسیر و لپنیر کو فائدہ عام اور سبب دہی اہل سلام
کے لیے نہایت صحت و وضاحت کے مطابق و بدیہ احمدی لکھنو میں باہ مبارک جب مستطیع چھپوایا شاہ گنج
دیکھا اور پسند فرمایا لہذا التماس ہو کہ جو صاحب سکے مساند سے فائدہ پائیں حافظ صاحب مدوح
اور عاجز کو دعا خیر سے یار فرمائیں واللہ اکبرم الصلوٰۃ علی سوا الذی اعادہ ولی الغنی علی

قطعہ تاریخ طبع

کہ شد مطبوع طبع اہل ایمان
کلام کاشف اسرار قرآن

نہے تفسیر قرآن شد چہ مطبوع +
غصے تاریخش از دوسے جل شد

۱ اطلاع۔ اس تفسیر کا حق التالیف بذریعہ رحمتی محفوظ ہو کوئی صاحب قصد طبع نفرمائیں

منہاج العابدین مصنفہ امام محمد غزالی علیہ الرحمہ
 یہ کتاب لائق دید ہے قیمت مع محصول ۵
 مقاصد الصالحین اردو - اسمین دس مقصدین
 حالات اولیائے کرام کے بیان میں قیمت مع محصول
 مقالات صوفیہ فارسی - اسمین اقوال بزرگان دین
 کے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے خواجہ علی
 احرار قدس سرہ کا مکتبہ کتابوں سے منتخب کر کے شاہ
 محمد کاظم صاحب علوی نے جمع کیے تھے اور بقیہ شاہ
 نواب علی صاحب نے پورے کیے اسمین ایک سو تیس
 اولیاء اللہ کے اقوال میں قیمت مع محصول ۷
 سلطان الاذکار - فی مناقب غوث الاعراب حضرت
 غوث الثقلین محبوب بھانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس
 سرہ کے حالات کرامت میں یہ کتاب بے نظیر ہے جسکے
 پڑھنے سے انسان پر عجیب حالت طاری ہوتی ہے
 مؤلف اسکے مولانا محمد عالم العیقین صاحب کرسوی میں
 اور اسکے آخر میں نہایت پر اثر قصائد درج ہیں ۱۲
 اعجاز غوثیہ مع حکایات الاصفیاء اردو - اسمین حضرت
 غوث پاک کے حالات کرامت اور سوانح مختصر نہایت
 تفصیل سے مندرج ہیں اور حکایات الاصفیاء میں اور
 اولیاء اللہ کے حالات کرامات و خرق عادات لکھے ہیں
 شائقین اس کتاب کو ضرور ملاحظہ کریں قیمت ۵
 خلاصہ الربع انہار - یہ مختصر کتاب جناب مولوی
 شاہ رحمت علی صاحب دہلوی نقشبندی نقیہ پوری نے

حالات تصوف و وحدت در رسالت و طریق سلسلہ
 و طریق سلب مرض و دفع بلا وغیرہ میں ایک نئے ط
 لکھی ہے - خوبی اسکی ملاحظے پر منحصر ہے گویا دریا کا
 میں بہر دیابے قیمت مع محصول ۲
 سبع سنابل فارسی - یہ نایاب اور تمثیل کتاب ط
 سلوک معرفت و حقیقت سے ملو ہے مصنف
 سید عبدالواحد صاحب بگلرامی قدس سرہ میں بطبع
 میں یہ کتاب نہایت خوشخط اور صاف چھپی ہے
 قیمت فی جلد مع محصول اک
 خیالات نادرہ - فن تصوف میں ایک مختصر
 مگر حالات طریق تصوف و معرفت و حقیقت نہایت
 تفصیل سے لکھے گئے ہیں مؤلف اسکے جناب ذوال
 احمد حسن خان صاحب بہادر مذاق رئیس پریانو
 میں قیمت مع محصول ۱
 شفاء العلیل - ترجمہ قول الجلیل مع ہدایہ السبل
 کتاب ہر مصنف اسکے عارف باللہ مولانا شاہ وکلا
 صاحب محدث دہلوی میں اور مترجم جناب مولانا
 غلام علی صاحب اسمین گیارہ فصلیں میں قیمت ۱
 حکایات الصالحین یہ نایاب کتاب بزبان اُردو
 فن تصوف میں بے عدیل و بے نظیر قیمت ۱
 اسرار العارفین اردو ترجمہ دلیل العارفین
 حضرت قطب القطب فقیدانہ کا قدس سرہ ترجمہ
 فضل اللہ صاحب قیمت مع محصول ۳

اعلان

واضح ہو کہ یہ کتاب جواب نہایت بڑی پیریزی جو اس وقت

جہین ترقی پاروں اور شیرازہ سورتوں کی تفسیر کتب معتبرہ

اور تفاسیر متعددہ سے اقتباس کر کے لکھی گئی جو اور اپنی خوبی

صاف بیانی میں بے نظیر ہے راقم نے بعض زر مبین کے خرید کے ہر خاص عام کے فائدے

اور حق تالیف اور کاتب بعض زر مبین کے خرید کے ہر خاص عام کے فائدے

کے لیے خط تصانیف کا فہرہ و شفاف پر نہایت صحت و وضاحت

مطبع بدیع احمدی لکھنؤ میں بمصروف کثیر طبع کر کے بوجہ تماموں بسم

ایکٹ نمبر ۲ کے داخل ہو چکا کہ کتب کے نام اور اہل مطابع کے نام

ہے کہ کوئی صاحب کتاب اگر ان ناموں اور اہل مطابع کے نام سے بلا اجازت

تخریری عاجز نہ کرے کہ اس کے بیانیہ کا فہرہ و شفاف پر نہایت صحت و وضاحت

کوئی سورت یا پارہ خط نہ کرے کہ اس کے بیانیہ کا فہرہ و شفاف پر نہایت صحت و وضاحت

اگر کہ پاس نہ ہو بلکہ اگر کسی نے اس کے بیانیہ کا فہرہ و شفاف پر نہایت صحت و وضاحت

بعض زر مبین لے لیا ہے کہ اس کے بیانیہ کا فہرہ و شفاف پر نہایت صحت و وضاحت

چاپنے کے مجاز نہیں۔ ان جنہد منسے مطلوب ہوں راقم سے

بار سال قیمت طلب فرمائیں تاکہ فوراً روانہ کیے جائیں

محمد عبدلہ تاراخان تاجر کتب و کان واقع چوک

نمبر ۱۲۰